سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

36

چھتیسواں حصہ

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور..
زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جیا اور جس کے ذہن میں چھپا [illegible] بجائے
لیتا اور بھی اُس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا
قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنا اور ملک و قوم کے
دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے
فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ
لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں
سے برسرپیکار ہے

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اور طویل ترین سلسلہ

بڑی بڑی کامیابیوں کے بعد جب اچانک ناکامیوں کے جوتے پڑتے ہیں تو پھر ہوش اڑ جاتے ہیں۔ پورس کے فرار ہونے پر مین کلر کے ہوش اڑ گئے تھے۔ اسے پہلی ناکامی یہ ہوئی کہ سونیا نے شرط ماننے سے انکار کردیا۔ دوسری بڑی ناکامی یہ ہوئی کہ پورس لاک اپ سے نکل کر فرار ہوگیا۔ یہ ایسی ناکامیاں تھیں کہ اس کے کارنامے سے خوش ہونے والے اکابرین ناخوش ہوگئے تھے‘ طیش میں آگئے تھے۔ انہوں نے اس سے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟ تم جیتی ہوئی بازی کیسے ہار گئے؟"

مین کلر نے کہا "میں تو خود حیران ہوں کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود وہ کیسے فرار ہوگیا؟"

ایک افسر نے غصے سے کہا "باتیں نہ بناؤ۔ معلوم کرو‘ وہ کس طرح فرار ہونے میں کامیاب ہوا ہے؟"

مین کلر اس سلسلے میں خود پریشان تھا۔ اس نے لاک اپ کا جو حشر دیکھا تھا اس سے یہی بات سامنے آتی تھی کہ پارس نے بڑی مکاری سے پہرے دار کو اپنے پاس بلایا ہوگا پھر اس پر حملہ کر کے اسے ہلاک کیا ہوگا اور اس کی جیب سے چابی نکال کر آہنی دروازہ کھولا ہوگا پھر وہاں سے نکل بھاگنے کے دوران میں راستہ روکنے والے سپاہیوں سے خاصی جنگ کی ہوگی۔

سپاہیوں کی لاشیں اس بات کا ثبوت تھیں کہ فرار ہونے والے کے ساتھ زبردست جنگ ہوتی رہی ہے۔ اسے قیدی بنائے رکھنے کے انتظامات بہت سخت تھے۔ بڑی حیرانی تھی کہ وہ الیکٹرونک ڈیٹیکٹو آلات کی زد میں آئے بغیر فرار ہوگیا تھا۔

مین کلر اور امریکی اکابرین کے خیال میں وہ پورس نہیں‘ پارس تھا۔ اکابرین خوش تھے کہ مین کلر نے ایک ہی وار میں پارس جیسے شاطر کو قیدی بنالیا تھا لیکن ان کی یہ خوشی دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ اتنا بڑا شکار ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ وہ اتنی بڑی ناکامی پر تلملا رہے تھے۔

سونیا نے ان کی شرط ماننے سے انکار کیا تھا اور ایران نہ چھوڑنے کا فیصلہ بھی سنا دیا تھا۔ یہی فیصلہ ان کے لیے زیادہ ... پریشان کن تھا۔ وہ چاہتے تھے سونیا ایران میں نہ رہے۔ اس کے رہنے سے وہ لوگ ایران دشمنی میں ناکام ہو رہے تھے۔

پارس ایک ایسا مہرہ تھا جسے اپنی قید میں رکھ کر وہ سونیا کو ایران چھوڑنے پر مجبور کرسکتے تھے۔ ان حالات میں پورس کے فرار ہونے کے باعث وہ ناقابلِ تلافی نقصان اٹھا رہے تھے۔

مین کلر پر یہ الزام عائد کیا جارہا تھا کہ یہ سب کچھ اس کی بے پروائی کی وجہ سے ہوا ہے۔ مین کلر کو بھی کچھ زیادہ ہی خوش فہمی ہوگئی تھی۔ جب سے دیوی شی تارا اس کے ہاتھ آئی تھی وہ سمجھنے لگا تھا کہ اس نے دگنی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرلی ہیں۔ شی تارا اس کی معمولہ بن کر رہے گی تو اس کی تمام صلاحیتیں اپنے ہی کام آتی رہیں گی۔

اس نے شی تارا کے بل بوتے پر اپنے اکابرین سے وعدے کیے کہ اب وہ ایسے کارنامے انجام دے گا کہ پچھلی تمام ناکامیوں کی تلافی ہو جائے گی۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا تم سونیا کو ایران چھوڑنے پر مجبور کر سکو گے؟"

"میں اسے دنیا چھوڑنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"پھر تو تم آرام کرو۔ دماغی امراض کے کسی ڈاکٹر سے رجوع کرو۔ دنیا کے کتنے ہی عجیب و غریب' چالاک ترین اور مکار ترین خطرناک قسم کے شہ زور ایسے ہی دعوے کرتے رہے اور اس بلا کے ہاتھوں حرام موت مرتے رہے۔ تم بھی اسے مارنے کی دُھن میں مرنا چاہتے ہو۔"

ایک حاکم نے کہا "تمہاری موت آگئی ہے اسی لیے ایسا دعویٰ کر رہے ہو۔"

مین کلر نے کہا "آپ حضرات کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سونیا سے مجھے یا دوسرے جوان مردوں کو کبھی مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"کرنا چاہیے لیکن اس کے مقابلے پر روبرو نہیں جانا چاہیے۔ اس کی لاعلمی میں اسے نقصان پہنچانے کی پلاننگ کرنا چاہیے۔"

مین کلر نے کہا "یہی کروں گا۔ میں اپنے ماتحت اور آلۂ کاروں کے ذریعے اس کے لیے ایسی مشکلات پیدا کروں گا کہ وہ ایران چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہو جائے گی۔"

وہ پھر ایک بار خوش فہمی کی کھوکھلی بنیاد پر کامیابی کے محل تعمیر کر رہا تھا۔ شی تارا کو حاصل کرنے کے بعد اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ ابھی وہ پَر کے بغیر پرواز کر رہا تھا۔ ایک بار پھر پستی میں گرنے کے بعد اس کی آنکھ کھلنے والی تھی۔

وہ شی تارا کو تنویمی نیند سلا کر آیا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ سو رہی ہوگی۔ بیدار ہونے کے بعد بھی اسی بیڈ روم میں رہے گی۔ ایک وفادار کنیز کی طرح وہاں اس کا انتظار کرے گی۔ وہ ایک معمولہ اور تابعدار بننے کے بعد یقیناً کہیں نہیں جا سکتی تھی۔

وہ اپنے اکابرین سے وعدے کرنے کے بعد اپنے بنگلے میں واپس آیا۔ سیدھا بیڈ روم میں پہنچا۔ بیڈ روم خالی تھا۔ سونے کی چڑیا اڑ گئی تھی۔

وہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تنویمی عمل کا مضبوط پنجرہ توڑ کر جا سکے گی۔ اس نے باتھ روم میں دیکھا پھر پورے گھر کا چکر لگاتا رہا اور اسے آوازیں دیتا رہا پھر اس نے جھنجلا کر سوچا "میں الو کا پٹھا ہوں' اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے لیکن ایسا نہ کر کے خواہ مخواہ اسے ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا پھر واپس آگیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔

اس کا دل ڈوبنے لگا۔ پارس کے بعد ایک اور بڑا مہرہ اس کے ہاتھ سے نکل رہا تھا بلکہ نکل چکا تھا۔ اس نے دوسری بار اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے فوراً اسے نہیں بھگایا۔ حقارت سے بولی "کمینے! کبھی تیرے باپ نے بھی تنویمی عمل کیا تھا۔ چل بھاگ یہاں سے۔ آئندہ کبھی پہاڑوں سے نہ ٹکرانا۔ ہش۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس اپنی جگہ آگیا۔ غصے سے چیخنے لگا۔ کمرے کی چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنے اور توڑنے لگا۔

وہ حیران تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اور کیسے ہو رہا ہے؟ جسے وہ پارس سمجھ رہا تھا وہ پورس فرار ہو گیا تھا۔ سارے حفاظتی انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔

اس نے شی تارا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ ایسا کوئی نہیں ہے جو تنویمی عمل کی زنجیروں کو توڑ کر اس کے اثر سے باہر نکل سکے مگر شی تارا نے ایسا کیا تھا۔ وہ مین کلر کے تنویمی عمل کے اثر میں آئے بغیر اسے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ مین کلر حیران تھا کہ اس نے ناممکن کو ممکن کیسے بنا دیا تھا جبکہ دیوی خیال خوانی کرنے کے بھی قابل نہ تھی۔

شی تارا اپنی بدمزاجی اور بداعمالیوں کی وجہ سے دیوی کہلانے کی مستحق نہیں رہی تھی۔ وہ اتنی گمراہ ہو چکی تھی کہ اسے سنبھلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ جب کوئی راستہ نہ ملے اور عقل کام نہ کرے اور عورت ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پہنچتی رہے تو وہ لوٹ کا مال بن جاتی ہے۔ اس نے پارس سے دشمنی کی حد کر دی تھی لیکن پارس ظرف والا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ذلت کی اتنی پستیوں میں گر جائے کہ بازاری عورت سے بھی بدتر ہو جائے۔

پارس نے ایک بار پھر اسے تحفظ دیا تھا۔ جب مین کلر اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا تو وہ اس کے اندر موجود تھا اور مین کلر کی کوششوں کو ناکام بنانے میں مصروف تھا۔

جب وہ ناکام عمل کرنے کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر گیا تو پارس نے اس سے کہا "میں نے تمہارے ساتھ کچھ اچھا وقت گزارا ہے۔ میرے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں تمہیں سنبھلنے کا آخری موقع بھی نہ دوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"کیا یہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ دشمن کے تنویمی عمل سے کیسے محفوظ رہی ہو؟"

"اچھا۔ تم میرے کام آئے ہو! میں سمجھ رہی تھی' پورس میری مدد کر رہا ہے۔"

"تمہارا یار عین وقت پر نہ پہنچ سکا۔ میں بھی نہ پہنچتا تو کیا ہوتا؟"

"کیا ہوتا؟"

"یعنی مین کلر کے بیڈ روم میں رہنے کا ارادہ تھا۔ کہو تو اس کے بیڈ روم میں واپس پہنچا دوں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تمہاری یہ بری عادت ہے۔ تھوڑا سا کام آ کر پہاڑ جیسا احسان جتاتے ہو۔"

"اچھا۔ تو وہ تمہارے حسن و شباب سے کھیلتا رہتا تو یہ تھوڑی سی بات ہوتی۔"

"چلو مانتی ہوں کہ تم نے میری عزت بچائی ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم طعنے دینا شروع کر دو۔"

"میرے طعنوں کی حقیقت کو سمجھو۔ پہلے تم نے ایک بیوی بن کر اپنے آپ کو میرے حوالے کیا پھر ایک معشوق بن کر اپنا جسم پورس کے سپرد کر دیا اور آج داشتہ بن کر مین کلر کے بیڈ روم میں رہنے والی تھیں۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ تم دیوی کے مقام سے گرتے گرتے بازاری عورت بنتی جا رہی ہو۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ اپنے آپ کو سستا کر دوں۔ میں دیوی ہوں' دیوی ہی رہوں گی۔ اب کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی میرے جسم کو ہاتھ بھی لگا سکے۔"

"تم اپنے غرور سے باز نہیں آؤ گی۔ اس بار تو میں نے تمہیں بچایا ہے۔ آئندہ تمہارے غرور کا سر نیچا ہوتے دیکھوں گا۔ کبھی تمہارے کام نہیں آؤں گا۔"

پارس اسے اس کے حال پر چھوڑ کر سونیا کے پاس آیا "ہیلو مما! کیسی ہیں آپ؟"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "تم ان کی قید سے آزاد ہو گئے؟"

وہ سونیا سے زیادہ حیران ہو کر بولا "کیا میں کسی کا قیدی تھا! اچھا سمجھا' آپ کی ہونے والی بہوئیں آتی رہتی ہیں۔ آپ کے بیٹے کو قیدی بناتی رہتی ہیں پھر خود ہی بھاگ جاتی ہیں۔"

"چھچھورے عاشق! اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ وہاں آؤں گی۔ پھر اس طرح سر پر سوار رہوں گی کہ کسی لڑکی کو تمہارے پاس پھٹکنے نہیں دوں گی۔"

"تو پھر آپ کہاں قید ہونے کی بات کر رہی تھیں؟"

"تم نے چند گھنٹے پہلے آ کر کہا تھا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے مین کلر نے بڑی چالاکی سے تمہیں قید کر لیا ہے۔ تم مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں کسی طرح تمہیں اس قید سے نکالوں۔"

"واہ مما! کبھی میں نے اور علی نے کسی مصیبت میں آپ لوگوں سے مدد مانگی ہے؟ جب کوئی بہت پریشان کن مرحلہ ہو تو ہم آپ سے اور آپ پاپا سے مشورہ کرتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں کہتے کہ ہم پنجرے میں ہیں' ہمیں دروازہ کھول کر نکالو۔"

"میں نے چند گھنٹے پہلے تمہیں یہی جواب دیا تھا اور کہا تھا خود اپنی ذہانت اور چالاکی سے رہائی حاصل کرو۔"

"تعجب ہے آپ دھوکا کھا گئیں۔ ایک نقال پارس بن کر آپ کے پاس آیا ہوگا۔ شاید آپ نہیں جانتیں وہ میرا ہم شکل ہے۔ میری طرح بولتا ہے' میری طرح حرکتیں کرتا ہے۔ وہ ایسا کامیاب نقال ہے کہ آپ بھی اسے پارس سمجھ بیٹھی تھیں۔"

"پھر تو وہ مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ جہاں چاہے گا' پارس بن کر واردات کرے گا۔ دشمن تمہیں ان وارداتوں کا ذمے دار سمجھیں گے اور وہ روپوش رہ کر تماشا دیکھتا رہے گا!"

"ہاں وہ ایسا کرے گا لیکن خود بھی پھنستا رہے گا۔ چند گھنٹے پہلے وہ گرفتار ہونے کے بعد اپنی صفائی پیش کر رہا تھا کہ وہ پارس نہیں ہے' پورس ہے لیکن مین کلر اور امریکی اکابرین نے اسے پارس ہی سمجھ کر قیدی بنایا تھا۔ وہ میرا ہم شکل ہونے کی سزا پا چکا ہے۔"

"کیا وہ ابھی تک قید میں ہے؟"

"سنا ہے فرار ہو چکا ہے۔ بڑے سخت حفاظتی انتظامات میں اسے قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے وہ صرف تمہارا ہم شکل نہیں ہے۔ تمہاری طرح ذہین اور حاضر دماغ بھی ہے۔"

"مما! میں نے ایک امریکی فوجی افسر کے خیالات سے معلوم کیا ہے' اسے ایسی جگہ قید کیا گیا تھا جہاں ہر جگہ الیکٹرونک ڈیٹیکٹو آلات لگے ہوئے تھے۔ وہاں سے کسی شاطر مجرم کا فرار ہونا بھی ناممکن تھا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ نادیدہ بن کر فرار ہوا ہوگا؟"

"جی ہاں۔ اس نے اسی طرح ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ آپ ذرا سوچیں کہ اسی نے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو تباہ کرنے کی مہم شروع کی تھی اور جیسا کہ سب کو یقین ہے' وہ تمام گولیاں اور کیپسول تباہ ہو چکے ہیں۔ کسی کے پاس کچھ نہیں رہا ہے لیکن اس مکار پورس نے اپنے پاس کچھ بچا کر رکھا ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ وہ نادیدہ بن کر ہی وہاں سے فرار ہوا ہوگا۔"

"اگر ایسا ہے تو اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور تمام بڑے ممالک کو دھوکا دیا ہے۔ بگلا بھگت بن کر سبھی کو گولیوں اور کیپسولوں سے محروم کر چکا ہے۔"

"ہم تو رضاکارانہ طور پر محروم ہوئے ہیں۔ دوسرے محروم ہونے پر مجبور تھے کیونکہ اسے گولیاں اور کیپسول ضائع کرنے والی دوائیں اسپرے کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔"

"جی ہاں۔ وہ ان چیزوں کو تباہ کرنے کے لیے دنیا کے ہر حصے میں گیا لیکن بابا صاحب کے ادارے کے قریب بھی نہ جا سکا اور نہ ہی آئندہ کبھی دوائیں اسپرے کرنے کے لیے ہمارے ادارے کا رخ کر سکے گا۔

"میں جا رہا ہوں۔ یہ معلوم کروں گا کہ پورس نے وہ گولیاں اور کیپسول چھپا کر رکھے ہیں یا واقعی اتنا ذہین اور حاضر دماغ ہے کہ الیکٹرونک ڈیٹیکٹو آلات کے سامنے سے گزر کر گیا اور کوئی اسے دیکھ نہ سکا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے ان آلات کو پہلے ناکارہ بنا دیا ہو۔ بہرحال میں معلوم کروں گا۔"

وہ سونیا کے دماغ سے چلا گیا۔

○☆○

امریکا کی ایک مخصوص جیل میں چند ایرانی اور عراقی قیدی تھے۔ جو ایرانی تھے' وہ امریکا کی ایران دشمنی کے نتیجے میں بے قصور سزائیں پا رہے تھے۔ اسی طرح امریکا اور عراق کی جنگ کے دوران میں جو عراقی قیدی بنائے گئے تھے وہ بھی اسی جیل میں زندگی گزار رہے تھے۔

انہیں گمنام قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ ان کا ذکر کبھی اخبارات' ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے نہیں ہوتا تھا۔ اس حقیقت سے انکار کیا جاتا تھا کہ انہوں نے کسی ایرانی یا عراقی کو قیدی بنایا ہے۔

انہیں خفیہ طور سے قیدی بنا کر ان کی برین واشنگ کی جا رہی تھی تاکہ انہیں اپنے مفادات کے لیے استعمال کر سکیں۔ انہیں اچھی طرح کھلایا پلایا جا رہا تھا۔ ان کی تمام ضرورتیں پوری کی جا رہی تھیں۔ انہیں ایرانی انقلاب اور تعمیرِ نو کے خلاف بھڑکایا جاتا تھا۔

ایسے وقت امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان قیدیوں کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتے تھے کہ وہ امریکا کے وفادار بنتے جا رہے ہیں یا نہیں؟

جو ایران کے خلاف امریکا کے وفادار بن جاتے تھے' انہیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جاتا تھا۔ رہنے کے لیے بنگلے اور گھومنے کے لیے گاڑیاں دی جاتی تھیں۔ وہ عیش و عشرت کے عادی بن کر تخریب کاری کی ٹریننگ حاصل کرتے رہتے تھے۔

ان قیدیوں میں ایک خطرناک قیدی ضرغام تھا۔ نہایت سفاک قاتل ہونے کے علاوہ وہ بے انتہا چالاک اور مکار بھی تھا۔ مین کلر اس کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ وہ دولت مند بننے اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

وہ پہلے ہی قتل اور طرح طرح کی وارداتوں میں ملوث تھا۔ ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرتے کرتے اس میں دہشت گردی اور تخریب کاری کی پختگی آگئی۔

جب اس نے مکمل ٹریننگ حاصل کر لی اور مین کلر کو اس پر پورا اعتماد ہو گیا تو اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔ اسے سونیا کے حالاتِ زندگی پڑھنے کو دیے۔ اس نے سونیا کی تحریری ہسٹری پڑھنے کے علاوہ اس کی وڈیو فلمیں بھی دیکھیں اور سونیا کی تمام حرکات و سکنات کو ذہن نشین کرتا رہا۔

آخر کار مین کلر نے تمام اکابرین سے کہا "میں ضرغام نامی ایک خطرناک شخص کو ایران بھیج رہا ہوں۔ وہ سونیا کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دے گا یا پھر اسی زمین پر اس کی قبر بنا دے گا۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تمہاری دانش مندی ہے کہ خود اس کے مقابلے پر نہیں جا رہے ہو۔ کسی قابلِ اعتماد ماتحت کو بھیج رہے ہو۔"

"میں دن رات ضرغام کے دماغ میں جاتا آتا رہوں گا اور اسے گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

سونیا کے خلاف پھر وہی مشن تھا۔ "KILL HER OR BE KILLED" (اسے مار ڈالو یا مر جاؤ) اس مشن کا سربراہ مین کلر تھا۔ اس نے جو پلاننگ کی تھی اس کے مطابق ضرغام ایران آگیا۔ وہاں اس نے خود کو پرانا ایرانی باشندہ ظاہر کیا اور یہ غلط نہیں تھا۔ وہاں اس کے باپ دادا کی زمین جائداد تھی۔

ایرانی افسران نے اس کے بیان کے مطابق پرانی فائلوں کی جانچ پڑتال کی۔ اس کے باپ دادا کے نام سے جو فائل تھی' اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ صاحبِ جائداد ایرانی ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ وہ اب تک کہاں تھا؟

اس نے جواب دیا کہ اب تک امریکا کی ایک خفیہ جیل میں تھا۔ چند قیدیوں نے جیل سے فرار ہونے کا منصوبہ بنایا تھا۔ وہ بھی اس منصوبے میں شامل ہو کر بڑی جدوجہد کرتے ہوئے جیل سے نکل آیا تھا۔

اس نے ایک ٹھوس اور جامع کہانی مرتب کی تھی۔ اس کہانی میں کہیں جھول نہیں تھا۔ سب نے یقین کر لیا کہ وہ امریکا سے بڑی مشکلات کا سامنا کرتا ہوا ایران پہنچا ہے۔

جب متعلقہ افسران کو ہر طرح یقین آگیا تو اس کی زمین اور جائداد اس کے حوالے کر دی گئیں اور اسے ایک معزز شہری کی حیثیت سے وہاں رہنے کی اجازت دے دی گئی۔

غیرت مند ایرانی قوم انقلاب کے بعد سے اب تک اپنے وطن کو مستحکم بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہے لیکن ایسے ایرانی بھی ہیں' جو شہنشاہِ ایران کے زمانے سے عیش و طرب کے عادی ہیں۔ ایسے ایرانیوں کو امریکا کی سرپرستی حاصل ہے۔ وہ آج بھی ایران میں امریکی آلۂ کار بن کر رہتے ہیں اور اپنے ہی ملک میں تخریبی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔

اور وہ اسی طرح امریکا اور دوسرے ممالک سے ایران آتے ہیں' جس طرح ضرغام آیا تھا۔ ایسے لوگوں کو بھی موجودہ فارسی زبان سکھائی جاتی ہے' جو دیکھنے میں ایرانی لگتے ہیں۔ انہیں ایسی ٹریننگ دی جاتی ہے کہ وہ ایرانی بن کر وہاں تخریبی کارروائیوں کے لیے چلے آتے ہیں۔

ضرغام نے ایک طویل عرصہ جیل میں گزارا تھا اور آزادی کے لیے ترستا رہا تھا۔ جب اسے بڑی جدوجہد کے بعد آزادی ملی تو وہ کچھ بے لگام ہو گیا۔ شراب اور شباب کے ساتھ کچھ زیادہ ہی وقت گزارنے لگا۔ مین کلر نے سختی سے کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ کام کی طرف توجہ دو۔"

وہ بولا "میں کام کے وقت کام اور آرام کے وقت آرام کرتا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں سونیا پر جال پھینکنے کی کیسی کیسی پلاننگ کر رہا ہوں۔ تم مجھ سے کام لو مگر میرے ذاتی معاملات میں نہ بولو۔"

وہاں کئی ایسے آلۂ کار تھے' جو امریکا کے زر خرید غلام تھے۔ وہ ضرغام کے حکم کے مطابق سونیا کی رہائش گاہ کا سراغ لگا رہے تھے اور سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں تک پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے۔

اسی طرح وہ کام بھی کر رہا تھا اور شراب و شباب سے دل بھی بہلا رہا تھا۔ اس کے لیے حسین عورتوں کی کمی نہیں تھی۔ جو حسینہ اس کی نگاہوں میں سماتی تھی' اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر لیتا تھا۔ جس سے دل بھر جاتا تھا' اسے رخصت کر دیتا تھا۔

عیاش لوگوں کے لیے عورت محض ایک کھلونا ہوتی ہے۔ وہ کبھی عشق کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتے لیکن بعض عیاش لوگوں کی زندگی میں کوئی ایک ایسی ہستی آجاتی ہے' جس کی طرف وہ بے اختیار کھنچے چلے جاتے ہیں۔ خود پر ہزار قابو پانے کے باوجود اس کے دیوانے بن جاتے ہیں۔

ضرغام نے ایک ایسی ہی ایرانی دوشیزہ کو دیکھا' جسے دیکھنے کے بعد دنیا کا سارا حسن پھیکا نظر آنے لگا۔ جس سے محبت ہوتی ہے' اس پر جبر نہیں کیا جاتا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اس حسینہ پر کسی طرح کا جبر نہیں کرے گا۔ اسے اپنی خوب روئی اور مردانگی سے متاثر کرے گا۔ اس طرح وہ خود اپنی مرضی سے اس کے پاس چلی آئے گی۔

اس کا نام شیریں تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ نیک' پارسا اور عبادت گزار ہے۔ وہ کسی ایسے مرد کو پسند کرنا چاہتی تھی' جو اس سے نکاح پڑھوائے اور ساری زندگی ساتھ رہے۔ وہ عشق و محبت کی قائل نہیں تھی۔ ضرغام کی خواہش کے مطابق اس کی خوبروئی اور مردانگی سے متاثر نہیں ہو رہی تھی۔

اس کی بے رخی اور بے نیازی ضرغام کو اور تڑپانے لگی۔ تب وہ مجبور ہو کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ ایسے وقت پتا چلا کہ شیریں کا دماغ کچھ عجیب و غریب ہے۔ اس کے ذہن میں جو بات اس کے مزاج کے خلاف نقش کی جاتی تھی' وہ بات اسے قبول نہیں ہوتی تھی۔ وہ چند منٹ کے بعد ایسی بات بھول جاتی تھی۔

اس نے پہلی بار اس کی سوچ میں کہا تھا "مجھے ضرغام اچھا لگتا ہے۔ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔ آج شام اس کے بنگلے میں جاؤں گی۔"

وہ شام کو اس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہیں آئی۔ اس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں پوچھا "کیا میں بھول گئی ہوں کہ مجھے شام کو ضرغام سے ملاقات کرنا ہے؟"

شیریں کی اپنی سوچ نے کہا "ضرغام ایک اچھا شخص نظر آتا ہے لیکن میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ اس سے کہیں ملنے جاؤں گی۔"

ضرغام اس کی یہ سوچ پڑھ کر حیران ہوا۔ اس نے شیریں کے

ذہن میں اپنی محبت نقش کی تھی۔ وہ اس محبت کو بھی بھول چکی تھی۔

اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کرے پھر اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنا کر اپنے پاس رکھے لیکن ان دنوں وہ سونیا کے خلاف بہت مصروف ہو گیا تھا۔ رات کو اپنی تھکن مٹانے کے لیے شراب پیتا تھا اور پینے کے بعد شیریں پر تنویمی عمل کرنے کے قابل نہیں رہتا تھا۔

مین کلر نے پھر ایک بار سختی سے کہا "تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ تم نے اب تک سونیا کا سراغ نہیں لگایا ہے۔"

"سونیا کوئی ایسی ویسی ہوتی تو میں اسے تلاش کر لیتا۔ تم جلدی نہ کرو۔"

"تمہاری بہتری کے لیے جلدی کر رہا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخالفین اسے تلاش کرتے رہتے ہیں اور وہ بلا ان کی بُو سونگھ کر ان کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ تم نوّے فیصد اس بات کا یقین رکھو کہ وہ تمہارے قریب پہنچ گئی ہو گی یا پہنچنے والی ہو گی۔"

"تم یہ کہہ کر مجھے وحشت زدہ کرنا چاہتے ہو کہ وہ میرے آس پاس کہیں موجود ہے۔ کیا میں ڈرپوک بچہ ہوں؟"

"میں وہی کہہ رہا ہوں' جو اب تک ہوتا آیا ہے۔ وہ بلا اپنے مخالفین کی دکھتی رگ کو پکڑ کر اچانک ان کے سامنے پہنچ جاتی ہے۔ حسین عورتیں تمہاری کمزوری ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ کسی حسینہ سے دوستی نہ کرو۔ سونیا ایسی عورتوں کے ذریعے تمہارے گھر تک پہنچ جائے گی۔"

"میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گا۔ ویسے میں سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کی ایک ترکیب پر عمل کر رہا ہوں۔"

"وہ ترکیب کیا ہے؟"

"میں نے تہران کے ایک بڑے قبرستان میں زمین کا ایک بہت بڑا حصہ خریدا ہے اور وہاں ایک شان دار مقبرہ بنوا رہا ہوں۔"

"یہ مقبرہ بنوانے کی کیا تُک ہے؟"

"قبرستان کی انتظامیہ نے بھی یہی سوال کیا تھا۔ میں نے جواب دیا ہے کہ ایک عورت میری بدترین دشمن ہے۔ وہ میرے ملک کو بھی نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ میں اسے شاندار موت دوں گا اور اس شاندار مقبرے میں اسے دفن کروں گا۔"

"تم سے پوچھا گیا ہو گا کہ وہ دشمن عورت کون ہے؟"

"مجھ سے پوچھا جا رہا ہے۔ میں یہ کہہ کر ٹال دیتا ہوں کہ جب وہ دفن کی جائے گی تو اسے سبھی دیکھ لیں گے۔"

"تدبیر اچھی ہے۔ کسی دشمن عورت کی بات پر سونیا تجسس میں مبتلا ہو گی۔ تم سے براہ راست یا بالواسطہ رابطہ کر سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے' تمہاری یہ تدبیر کارگر ثابت ہو۔"

"وہ ضرور اپنے آدمیوں کے ذریعے رابطہ کرے گی۔"

وہ مقبرہ تیزی سے تعمیر ہو رہا تھا اور جلد ہی پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا تھا۔ ایسے وقت ضرغام نے سوچا کہ آج رات شیریں پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنائے گا۔

وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی پراسرار بھی تھی۔ پوری طرح اس کی ٹیلی پیتھی کی گرفت میں نہیں آتی تھی۔ اس نے تنویمی عمل کرنے کے لیے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے گہری نیند سلانے کی کوشش کی۔ اس وقت وہ سونا نہیں چاہتی تھی اس لیے ٹیلی پیتھی کے اثر سے چند منٹ کے لیے سوتی تھی پھر بیدار ہو جاتی تھی۔ اس کا دماغ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات قبول نہیں کرتا تھا۔

آخر اس نے انتظار کیا۔ جب وہ خود ہی گہری نیند میں ڈوب گئی تو وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ گہری نیند میں اس کا دماغ اس سے متاثر ہو رہا تھا۔ وہ تنویمی عمل کے مرحلے سے گزرتے ہوئے اس کی معمولہ اور کنیز بن گئی۔

ضرغام نے کچھ عرصہ پہلے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ انسانی دماغ کے اندر کیسی بھول بھلیاں ہوتی ہیں۔ اس نے کئی حسیناؤں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی لیکن شیریں کے دماغ میں جا کر وہ الجھ جاتا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو بھی جہاں چاہتا تھا' بلا لیتا تھا۔ اس سے اپنی ہر بات منوا لیتا تھا لیکن شیریں کے معاملے میں ناکام ہو رہا تھا۔ اس کا دماغ چند منٹ کے لیے ٹیلی پیتھی سے متاثر ہوتا تھا پھر وہ اس کے اثر سے باہر نکل آتی تھی۔

اس نے شیریں پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے صبح تک آرام سے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ خود پینے کے بعد گہری نیند سو گیا تھا۔ اس نے دوسری صبح قبرستان جا کر اس مقبرے کو دیکھا۔ وہ تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ اس نے مقبرے کے اندر بیٹھ کر سوچا۔ آج شیریں کو گھر بلانا چاہیے۔ اس کے ساتھ رومانی لمحات گزارنے چاہئیں۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شیریں کے اندر پہنچ کر بولا۔ "جانِ من کیسی ہو؟"

اس نے پوچھا "تم کیسے ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟"

"اب تو میں تمہارے ہی پاس آیا کروں گا کیونکہ تم میری جاگیر ہو۔"

"مجھے اپنی جاگیر کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے مجھے خرید لیا ہے؟"

"تم نہ خریدی جانے والی چیز ہو اور نہ ہی طاقت سے حاصل کی جا سکتی ہو۔ میں نے تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی معمولہ بنایا ہے۔ اب تم میرے اختیار میں رہو گی۔"

وہ کچھ سوچ کر بولی "ہاں مجھے یاد آ رہا ہے۔ پچھلی رات کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری ہمزاد کے دماغ پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔"

ضرغام نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں نے تمہارے دماغ پر نہیں' تمہاری ہمزاد کے دماغ پر عمل کیا تھا؟ مجھے واضح طور سے بتاؤ کہ میں اس وقت شیریں کے دماغ میں ہوں یا اس کی ہمزاد کے دماغ میں؟"

"تم شیریں کے دماغ میں ہو اور اس کی ہمزاد سے گفتگو کر رہے ہو۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ ہمارا اور ہمارے ہمزاد کا دماغ ایک ہی ہوتا ہے۔ اگر تم ایک سے بات کرو گے تو دوسرے کو خبر ہو گی۔ تم نے میری ہمزاد پر عمل کیا تھا تو میں محتاط ہو گئی تھی اور اسے تمہارے تنویمی عمل کے اثر سے بچاتی رہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میرا تنویمی عمل ناکام رہا ہے۔"

"ناکام تو ہو گا۔ کامیابی تو اس وقت ہو گی جب تم مجھ پر اور میری ہمزاد کے دماغ پر بیک وقت تنویمی عمل کرو گے۔"

"یہ تو ممکن نہیں ہے۔ میں نے کبھی یہ نہیں سنا کہ کوئی عامل بیک وقت دو افراد کے دماغوں پر عمل کرتا ہو۔ ویسے تم نے ابھی کہا تھا کہ تم دونوں کے دماغ ایک ہیں۔"

"ایک ہیں نہیں' ایک جیسے ہیں۔ اس کا دماغ اس کے ساتھ ہے' میرا دماغ میرے ساتھ ہے لیکن ہمارے مزاج ایک ہیں' ہماری سوچ ایک ہے۔ جو میں سوچتی ہوں وہی وہ بھی سوچتی ہے اور جو وہ چاہتی ہے وہی بات میرے دماغ میں پیدا ہوتی ہے۔ ہمارا وجود الگ ہے مگر دماغ ایک جیسے ہیں۔"

"تم واقعی عجیب و غریب ہو۔ مجھے معلوم کرنا چاہیے' کیا تمہارے جیسے دماغ بھی اس دنیا میں ہوتے ہیں؟"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مین کلر کو مخاطب کیا۔ اسے شیریں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اس کی دماغی کیفیات بھی بتائیں پھر پوچھا "کیا ہماری دنیا میں ایسے افراد بھی ہیں جن پر تنویمی عمل کرنے کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ ان کے ہمزاد کے دماغ پر بھی عمل کیا جائے؟"

مین کلر نے کہا "میں نے ایسے افراد اور ہمزاد کے متعلق کبھی نہیں سنا ہے۔ اگر شیریں ایسی ہے تو پھر ہمارے لیے عجوبہ ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں لے چلو۔"

مین کلر ضرغام کے دماغ میں آیا۔ ضرغام اسے شیریں کے اندر لے گیا پھر شیریں سے بولا "تمہارے دماغ نے اور تمہاری ہمزاد نے مجھے الجھا دیا ہے۔ تمہیں سمجھنے کے لیے میں اپنے ماسٹر کو ساتھ لایا ہوں۔ تم میرے ماسٹر سے بات کرو۔"

مین کلر نے پوچھا "ہیلو شیریں! کیا میرے آنے سے تم اپنے دماغ پر بوجھ محسوس کر رہی ہو؟"

"تمہاری سوچ کا کوئی وزن ہوتا تو میں بوجھ محسوس کرتی۔ تم میرے دماغ میں آنے والے پہلے شخص نہیں ہو۔ پتا نہیں اور کون کون آتا جاتا رہتا ہے۔"

یہ بات سن کر دونوں ہی چونک گئے۔ ضرغام نے پوچھا۔ "تمہارے دماغ میں اور کون آتا ہے؟"

"ایک ہو تو بتاؤں' نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ تو نہیں آتے' کبھی کبھی آتے ہیں۔"

"وہ کون ہیں؟ اور کیوں آتے ہیں؟"

"یہ نہ پوچھو کہ کیوں آتے ہیں؟ یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔ کوئی دوسری بات کرو اور پھر خواہ مخواہ باتیں کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے کیا لینا ہے؟"

"ہم ابھی چلے جائیں گے' صرف ایک بات بتا دو۔ کیا سونیا بھی تمہارے دماغ میں آتی ہے؟"

"میرے اندر اب تک کوئی عورت نہیں آئی مگر ہاں' میں نے سونیا کا ذکر سنا ہے۔ میرے اندر آنے والے کسی نہ کسی حوالے سے سونیا کی کوئی بات کرتے رہتے ہیں۔"

"وہ سونیا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"پتا نہیں کیا کچھ کہتے رہتے ہیں۔ آج کل کسی شخص کا ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سونیا اس شخص کو ایک شان دار مقبرے میں زندہ دفن کرنے والی ہے۔"

مین کلر نے ضرغام سے کہا "یہ لو' تمہاری مراد پوری ہونے والی ہے۔ سونیا کو خبر ہے کہ تم اس کے لیے مقبرہ تیار کر رہے ہو اور وہ تمہیں اسی مقبرے میں دفن کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔"

"یہ سونیا کی خوش فہمی ہے۔ اس کی موت میرے ہاتھوں ہو گی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ سونیا کو میرے ارادوں کا علم کیسے ہو گیا؟"

"میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ حسین عورتوں سے باز آ جاؤ۔ اب یہ حقیقت تمہارے سامنے ہے کہ جس شیریں کو تم ٹریپ کر رہے ہو اس کے دماغ میں سونیا کے ماتحت بھی آتے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ وہ بلا اپنے مخالفین کی سوچ اور توقع سے پہلے ان کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ اب تم سوچو کہ وہ کتنے عرصے سے تمہارے قریب پہنچی ہوئی ہے؟ اور تمہیں کوئی نقصان پہنچانے سے پہلے کیوں ڈھیل دے رہی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے سونیا اس کے دائیں بائیں یا آگے پیچھے ہے اور کسی وقت بھی اس پر جان لیوا حملہ کر کے اس شاندار مقبرے میں پہنچانے والی ہے۔

○☆○

دنیا کا سب سے نایاب ہیرا چندر مکھی تھا۔ وہ اس قدر بیش قیمت تھا کہ اس کی کوئی قیمت لگائی ہی نہیں جا سکتی تھی۔ گویا جتنی بھی قیمت لگائی جاتی وہ کم ہوتی اور وہ نایاب اور انمول ہیرا ایلی ڈونا کے پاس تھا۔

وہ ہیرا ہزاروں سال پرانے خزانے سے برآمد ہوا تھا۔ اس خزانے کی وارث صالحہ تھی۔ صالحہ کے سوا کوئی اس خزانے کو استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ صدیوں سے یہ روایت چلی آ رہی تھی کہ

اس خزانے کے وارث کے سوا کوئی ان ہیرے جواہرات کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ جو ہاتھ لگاتا تھا اس کی موت لازمی ہو جاتی تھی۔

پچھلے دنوں صالحہ نے وہ چندر مکھی ہیرا اپنے خزانے سے نکالا تھا لیکن چور اس ہیرے کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ان چوروں میں بلی ڈونا بھی تھی لیکن صدیوں کی روایات کے مطابق وہی ہوا جو بھی اسے چرا کر لے گیا' کسی نہ کسی بہانے موت کے منہ میں پہنچ گیا۔ آخر میں وہ ہیرا بلی ڈونا کے ہاتھ لگ گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ہیرے کو ہاتھ لگاتی' پارس نے اس کی جگہ نقلی ہیرا پہنچا دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بلی ڈونا بھی اصلی ہیرے کو ہاتھ لگائے اور دوسروں کی طرح ماری جائے۔

پارس نے اتا تا کے ذریعے اصلی ہیرا صالحہ کے پاس پہنچا دیا۔ بلی ڈونا بہت خوش تھی۔ اس کے خیال کے مطابق ایک تو اسے ہیرا مل گیا تھا' دوسری خوشی یہ تھی کہ اس ہیرے کو پانے کے بعد دوسروں کی طرح اسے موت نہیں آئی تھی۔

وہ بیڈ روم میں آکر' اپنے بستر پر گر کر اسے سینے سے لگا کر اِدھر سے اُدھر لوٹنے لگی۔ اسے بار بار چومنے لگی۔ اتنی خوشیوں کے باوجود ایک اندیشہ تھا کہ وہ ہیرا اس سے بھی کوئی چھین کر لے جا سکتا ہے۔ صالحہ بھی اپنے آدمیوں کے ذریعے اس ہیرے کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ بلی ڈونا اب اسے اپنے سے الگ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے پاس سونے کا ایک خوب صورت نیکلس تھا۔ وہ اس ہیرے کو اس نیکلس میں لاکٹ کی جگہ لگا کر پہننا چاہتی تھی۔

اس نے فون کے ذریعے ایک جیولر سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "میرے پاس ایک نایاب ہیرا ہے۔ میں چاہتی ہوں آپ اسے دیکھیں اور پرکھیں پھر اسے میرے نیکلس میں لاکٹ کی جگہ لگا دیں۔"

"میڈم! میں اپنے شوروم میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ آپ کے بنگلے میں نہیں آسکوں گا۔ آپ وہ ہیرا لے کر آجائیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی بلی ڈونا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اگلے ہی لمحے میں بولا "ویسے میڈم! میں آپ کے لیے تمام مصروفیات چھوڑ سکتا ہوں' بس ابھی آرہا ہوں۔"

وہ اپنی دکان ملازموں کے حوالے کر کے وہاں سے چل پڑا۔ پارس بلی ڈونا کی رگ رگ سے واقف تھا۔ وہ صحیح اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ ہیرا حاصل کرنے کے بعد کیا کرے گی۔ وہ وقفے وقفے سے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ جب وہ جوہری اس کے بنگلے میں پہنچا تو پارس بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔

بلی ڈونا نے جیولر سے کہا "اسے اچھی طرح پرکھ کر بتاؤ یہ اصلی ہے یا نقلی۔"

وہ بوڑھا جوہری پچھلے تیس برسوں سے ہیرے موتیوں کا کاروبار کرتا آرہا تھا۔ وہ اتنا تجربے کار تھا کہ دور سے اصلی اور نقلی کی پہچان کر لیا کرتا تھا۔ وہ چندر مکھی کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہی اسے نقلی کہنے والا تھا' اس سے پہلے ہی پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ بولا "اتنا خوب صورت بیش قیمت ہیرا میں زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

بلی ڈونا نے اسے ایک نیکلس دیتے ہوئے کہا "یہ ہیرا اس نیکلس میں لگا دو۔ منہ مانگا معاوضہ دوں گی لیکن سارا کام اسی بنگلے کے اندر کرنا ہوگا۔"

"میڈم! میں مصروف ہوں۔ مجھے یہ ہیرا دکان لے جانے کی اجازت دیں۔"

"نہیں۔ یہ بنگلے سے باہر نہیں جائے گا۔ تم ابھی اسی وقت اس ہیرے کو میرے نیکلس میں لگاؤ۔ اس سلسلے میں جتنے اوزاروں کی ضرورت ہوگی وہ ابھی منگوا دوں گی۔"

وہ اس سلسلے میں بحث نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر آکر اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگا۔ اس کی ضرورت کے مطابق اوزار اور دوسرا ضروری سامان منگوا دیا گیا تھا۔ اس نے کم سے کم وقت میں اس چندر مکھی کو بڑی مہارت سے نیکلس میں جڑ دیا۔

بلی ڈونا نے اس نیکلس کو آئینے کے سامنے پہن کر دیکھا اور خوش ہو گئی کہ دنیا کا سب سے قیمتی ہیرا اس کے گلے پر جگمگا رہا ہے۔ اس نے جوہری کو دس ہزار ڈالر دیے جو اس کی توقع سے بہت زیادہ تھے۔ وہ خوش ہو کر چلا گیا۔

وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ اس کے بنگلے کے تمام کمروں میں جتنے آئینے تھے وہ ہر آئینے کے پاس جا کر اس نایاب ہیرے کے ساتھ اپنے حسن و شباب کی میچنگ دیکھ رہی تھی۔ ایک' ایک آئینے سے پوچھ رہی تھی کہ اس ہیرے سے اس کے حسن میں اضافہ ہوا ہے یا اس کے حسن کی بدولت ہیرے کی شان بڑھ گئی ہے۔

ایسے وقت اسے یاد آیا کہ صالحہ نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ وہ کھلونے سے بہل رہی ہے۔ ایک نقلی ہیرے کو اصلی سمجھ رہی ہے اور وہ شبہے میں مبتلا ہو گئی تھی کہ صالحہ درست کہہ رہی ہے۔ شاید اسے نقلی ہیرا ملا ہے۔ اسے اس لیے بھی شبہ ہوا کہ وہ ہیرے کو حاصل کرنے کے بعد بھی زندہ تھی۔ جبکہ اس ہیرے کو ہاتھ لگانے والے تمام لالچی افراد مر چکے تھے۔ اسے بھی مر جانا چاہیے تھا لیکن وہ شاید اسی لیے زندہ تھی کہ صالحہ کے چیلنج کے مطابق اسے نقلی ہیرا ملا تھا۔

لیکن جوہری نے اس کا یہ شبہ دور کر دیا تھا۔ وہ بڑے فخر سے ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر بولی "میں بلی ڈونا بول رہی ہوں۔ شہزادی صالحہ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

اسے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا پھر تھوڑی دیر بعد صالحہ کی آواز سنائی دی "ہیلو بلی! تم زندہ ہو اور یہ زندگی اس بات کا ثبوت

ہے کہ وہ چندر مکھی اصلی نہیں ہے۔"

وہ فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی "میں جو بازی جیتنے کی ضد کر لیتی ہوں اسے کبھی نہیں ہارتی!"

"تعجب ہے تمہیں ابھی تک ہارنے کا یقین نہیں ہوا ہے۔"

"جیت یقینی ہو تو ہارنے کا شبہ تک نہیں ہوتا۔ میں کبھی کچا کھیل نہیں کھیلتی۔ میں نے اس شہر کے سب سے بڑے جیولر کو بلا کر یہ ہیرا دکھایا تھا۔ اس نے اسے اچھی طرح جانچنے اور پرکھنے کے بعد پورے یقین سے کہا ہے کہ یہ اصلی ہے۔"

"تم نے وہ نقلی ہیرا جوہری کو نہیں کسی گھسیارے کو دکھایا ہوگا۔ چلو اسی کو اصلی سمجھ کر ساری زندگی خوش ہوتی رہو۔"

"تم مانتی کیوں نہیں ہو کہ یہ اصلی ہے؟ کیا اس لیے کہ میں ابھی تک زندہ ہوں؟"

"مجھے اس لیے یقین نہیں آرہا ہے کہ اصلی ہیرا میرے پاس ہے۔"

"تم جھوٹ کہتی ہو۔ تم چاہتی ہو کہ میں تمہاری باتوں میں آکر اسے نقلی مان کر باہر پھینک دوں اور تمہارے آدمی اسے اٹھا کر لے جائیں۔ کیا مجھے نادان بچی سمجھتی ہو؟"

"چلو تم نادان نہیں ہو۔ میرے بہکانے سے نہیں بہک رہی ہو۔ میری دعا ہے کہ اس ہیرے کے ساتھ ہمیشہ خوش رہو۔ اس طرح تم سے پیچھا تو چھوٹے گا۔"

صالحہ نے رابطہ ختم کر دیا۔ اسی وقت پارس نے بلی ڈونا کے پاس آکر اس کے خیالات پڑھے۔ یہ معلوم کیا کہ اس کی غیر موجودگی میں وہ کیا کرتی رہی ہے۔ پتا چلا کہ وہ ہیرے کے سلسلے میں صالحہ سے الجھتی رہی تھی۔

پارس چاہتا تھا کہ بلی ڈونا اب جکارتہ میں نہ رہے۔ اگر رہے گی تو خزانے کا کچھ اور حصہ حاصل کرنے کے لیے صالحہ کی پریشانی کا سبب بنتی رہے گی۔ اسی لیے وہ اس کے پاس آتا جاتا رہتا تھا تاکہ کوئی چکر چلا کر اسے جکارتہ چھوڑنے پر مجبور کر دے۔

اس نے صالحہ کو اس سے نجات دلانے کے لیے جوہری کے دماغ میں رہ کر ہیرے کو اصلی ثابت کرایا تھا۔ دوسری طرف.... اسے اصلی ہیرے سے محروم کر کے اس کی جان بچائی تھی لیکن وہ ہمیشہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی اپنی مصروفیات کے باعث بلی ڈونا پر توجہ نہ دیتا اور وہ پھر صالحہ کے خزانے سے کوئی ہیرا موتی چرا کر لے جاتی تو اس ہیرے' موتی کو ہاتھ لگانے کے باعث صدیوں کی روایات کے مطابق اس کے لیے بھی موت لازمی ہو جاتی۔

پارس ایسی کسی چاہنے والی کو نظر انداز نہیں کرتا تھا' جو اس سے وفا کرتی تھی۔ وہ ہزاروں مصروفیات کے باوجود اپنی وفا کرنے والیوں پر توجہ ضرور دیتا تھا۔ بلی ڈونا اگرچہ مغرور' ضدی اور لالچی تھی لیکن پارس کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس کی اداؤں میں اور اس کے سراپا میں کچھ ایسی دلکشی تھی کہ پارس بھی اسے بھولتا نہیں تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کے پاس امریکا چلی آئے۔ اس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو بلی! کیا ہو رہا ہے؟"

"تم اب آئے ہو؟ کہاں تھے؟"

"ایک معاملے میں بہت مصروف ہو گیا تھا۔ تمہارے پاس نہ آسکا لیکن تم تو میرے پاس آسکتی ہو؟"

"تم آج کل کہاں ہو؟"

"تم آنا چاہو گی تو بتاؤں گا۔"

"تمہیں میرے پاس آنا چاہیے کیونکہ میں یہاں ایک کامیابی کے بعد مزید... کامیابیاں حاصل کرنے والی ہوں۔ تم ساتھ رہو گے تو میری منزل آسان ہو جائے گی۔"

"یہ تو جانتا ہوں کہ چندر مکھی ہیرا حاصل کر کے تم نے ایک بڑی کامیابی حاصل کی ہے لیکن وہ آئندہ کامیابیاں کس نوعیت کی ہوں گی؟"

"ہم دونوں مل کر صالحہ کے خزانے سے زیادہ سے زیادہ نایاب ہیرے' موتی حاصل کریں گے۔"

"تم نے جو ایک ہیرا حاصل کیا ہے' اس کی حفاظت کرنا تمہارے لیے مسئلہ بن جائے گا۔ بشرطیکہ وہ اصلی ہو۔"

"تمہیں شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے ایک بہت بڑے جیولر سے تصدیق کرائی ہے۔"

"مجھے اس لیے یقین نہیں آرہا ہے کہ ہماری دنیا میں خالص دودھ اور خالص گھی نہیں ملتا ہے تو اصلی ہیرا کیسے مل جائے گا۔"

"کیا جیولر غلط کہے گا؟"

"اگر جیولر نے واقعی اسے اصلی کہہ دیا ہے تو مجھے فوراً تمہارے پاس پہنچنا چاہیے۔ وہاں تمہارا کوئی نہیں ہے۔ کفن دفن کا انتظام مجھے ہی کرنا ہوگا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ یہ اصلی ہے اس کے باوجود میں زندہ ہوں اور زندہ رہوں گی۔"

"تمہارے زندہ رہنے پر تعجب نہیں ہے۔ بعض کیڑے مکوڑے اتنے سخت جان ہوتے ہیں کہ ڈی ڈی ٹی چھڑکنے کے باوجود زندہ رہتے ہیں۔"

"کیا مجھے کیڑا کہہ رہے ہو؟"

"میں نے ایک مثال دی ہے۔ ویسے تمہارے لیے خطرہ ہے۔"

"کیسا خطرہ؟"

"اگر وہ ہیرا اصلی ہے تو کتنے ہی انجانے دشمن اس کی تاک میں ہوں گے۔ اسے ضرور چرائیں گے۔"

"میں چرانے نہیں دوں گی۔"

"وہ ہیرے کے ساتھ تمہیں بھی چرا کر لے جائیں گے اور دو دو مزے لوٹیں گے۔ ہیرا بھی ملے گا اور ہرنی بھی ملے گی۔"

"بے کار باتیں نہ کرو۔ تم ابھی آنے کی بات کر رہے تھے۔

میرے پاس چلے آؤ۔"

"میں نے ابھی تمہیں اپنے پاس آنے کے لیے کہا تھا۔ میری جان، میرے پاس چلی آؤ۔"

"پارس! سمجھا کرو۔ ہم دونوں مل کر اس خزانے پر ہاتھ صاف کرتے رہیں گے۔"

پارس نے سوچا، یہ لالچی ہے۔ اسے ہی اپنے پاس بلانے کی ضد کرتی رہے گی۔ فی الحال اس کی بات مان کر اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھا جائے اور ایسا چکر چلایا جائے کہ وہ خود ہی مجبور ہو کر اس کے پاس چلی آئے۔

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا "تم ضد کر رہی ہو تو مجھے آنا ہی ہوگا۔ یوں سمجھو کہ میں آنے ہی والا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ خوش ہو گئی کہ اس کا چاہنے والا اسے اپنی آغوش میں سمیٹنے کے لیے آ رہا ہے۔ وہ اپنی الماری سے ایک اچھا سا لباس نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ وہاں شاور کھول کر ٹھنڈے پانی کی پھوار میں بھیگنے لگی۔ اپنے سلگتے ہوئے جذبوں کو اس طرح بھگو کر ٹھنڈا کرنے میں بڑا وقت لگتا ہے۔ وہ بڑی دیر تک ٹھنڈے شاور کے نیچے ٹھنڈی ہوتی رہی۔ ایسے وقت اسے کوئی دیکھ لیتا تو وہ بے چارہ گرم ہوتا رہتا۔

پارس نے اس سے باتوں کے دوران میں اس کے خیالات پڑھ لیے تھے کہ وہ باتھ روم جائے گی اور دیر تک غسل کرے گی۔ وہ طے کر چکا تھا کہ اسے دیر تک غسل کرائے گا اور باتھ روم سے جلدی نکلنے نہیں دے گا۔

اس نے اپنے ایک ماتحت کو سمجھا دیا کہ اسے فوراً اس کے بنگلے میں پہنچ کر کیا کرنا ہے۔ وہ ماتحت دس منٹ کے اندر اس کے بنگلے کے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ لِلی ڈونا نے چندر مکھی ہیرے کو ایسے لاکر میں رکھا تھا جو مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھلتا تھا۔ ان نمبروں کا علم صرف لِلی ڈونا کو تھا۔ گویا پارس بھی یہ نمبر جانتا تھا۔

پھر اس کا ماتحت کیسے نہ جانتا؟ اس نے بیڈ روم میں آ کر الماری کو کھول کر اس لاکر کو مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھولا۔ اس چندر مکھی کو نیکلس سمیت نکال کر اپنی جیب میں رکھا پھر بڑے آرام سے ٹہلتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

تب پارس نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی "اوہ! میں بڑی دیر سے نہا رہی ہوں۔ جب وہ آئے گا تو باتھ ٹب میں نہانے کا مزہ آئے گا۔ فی الحال اتنا ہی غسل کافی ہے۔"

وہ تولیے سے بدن پونچھتی ہوئی باتھ روم سے نکل کر بیڈ روم میں آ گئی پھر لباس وغیرہ پہننے کے بعد اس نیکلس کو پہننا چاہا۔ اب وہ نیکلس کو اپنے سے زیادہ دور نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ غسل کرتے وقت مجبوراً اسے الگ کرنا پڑا تھا۔

اس نے لاکر سے اسے نکالنے کے لیے الماری کو کھولا تو لاکر پہلے ہی کھلا ہوا نظر آیا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ جیسے سینے سے کوئی دل نکال کر لے گیا ہو... کوئی لاکر سے وہ ہیرا نکال کر لے گیا تھا۔

پہلے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا اور جب یقین آیا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ لاکر میں ہاتھ ڈال کر تمام چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی پھر اس نے پلٹ کر اسے بستر پر اور تکیے کے نیچے تلاش کیا۔

پھر عقل آئی کہ لاکر مخصوص نمبروں کی ترتیب سے بند تھا۔ وہ خود کھل نہیں سکتا تھا اور ہیرا خود ہی لاکر سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی یہاں آیا تھا اور اسے چرا کر لے گیا تھا۔

ایک گھنٹا پہلے پارس نے کہا تھا کہ وہ ہیرا اصلی ہوگا تو کوئی اسے چرا کر لے جائے گا۔ اس کی چوری سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہ اصلی ہے لیکن یوں ثابت ہونا لِلی ڈونا کے لیے مہنگا پڑا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر پارس کو مخاطب کیا "پارس! میں لٹ گئی۔ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ وہ ہیرا چوری ہو گیا ہے۔"

"میں نے یہ بھی کہا تھا کہ چوری کرنے والے ہیرے کے ساتھ تمہیں بھی لے جائیں گے۔ کیا تم بھی انہی کے پاس پہنچ گئی ہو؟"

"نہیں، میں بچ گئی۔ میں باتھ روم میں تھی۔"

"آئندہ واردات کے وقت باتھ روم میں نہ رہنا۔ پتا نہیں کس حالت میں تمہیں۔ اگر چور گھس آتے تو پھسل پڑتے۔"

"میں اتنا بڑا نقصان اٹھا چکی ہوں اور تم مذاق کر رہے ہو۔"

"ہزاروں میل دور سے مذاق ہی کر سکتا ہوں۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا میرے پاس چلی آؤ۔ اگر آ جاتیں تو وہ ہیرا یہاں محفوظ رہتا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ پارس سے بولی "تم میرے پاس رہو۔ کسی کا فون ہے۔"

اس نے ٹیلی فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا پھر پوچھا "کون؟"

دوسری طرف سے کسی مرد نے کہا "جو چیز ہاتھ سے نکل چکی ہے اسے ڈھونڈنے میں وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ غصے سے بولی "تم کون ہو؟ اور کس چیز کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ تمہارا چندر مکھی اب میرے پاس ہے۔"

"میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گی۔"

"جب اس ہیرے کو حاصل کرنے کے بعد تم محفوظ رہی ہو تو پھر میں کیسے مر سکتا ہوں۔ مجھے مار ڈالنے کی بات نہ کرو۔"

"جب تم اسے چرا کر لے ہی گئے ہو تو اس کی اطلاع مجھے کیوں دے رہے ہو؟"

"دراصل میں تمہارا عاشق ہوں۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ اگر تم میری محبت قبول کر لو گی تو اس ہیرے کو فروخت کر کے اس کی آدھی رقم تمہیں دوں گا۔"

"اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو تمہیں میرے روبرو آ کر گفتگو کرنی چاہیے۔ تم کہاں ہو؟"

"یہ نہ پوچھو میں کہاں ہوں؟ اتنا مصروف ہوں کہ یہاں تم سے مل نہیں سکوں گا۔"

"پھر کہاں ملو گے؟"

"میں آج شام کی فلائٹ سے امریکا جا رہا ہوں۔ تم سے نیویارک یا واشنگٹن میں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"میں اتنی دور نہیں جا سکوں گی۔ مجھ سے یہیں ملاقات کرو۔ تم میرے دوست بن کر یہاں خوب انجوائے کرو گے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر اس نے کہا "تم ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتی تھیں۔ میں نے سانس روک لی۔ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے۔ کام کی بات کرو۔ مجھ سے محبت کرتے ہو تو یہاں سے نہ جاؤ۔"

"سوری۔ ہیرے کی صحیح قیمت امریکا میں ملے گی۔ تم آدھا منافع چاہتی ہو تو میرے ساتھ چلو۔"

"اگر میں آج شام کی فلائٹ میں سیٹ حاصل کر لوں تو کیا... ائیرپورٹ پر ملاقات کرو گے؟"

"میں وہاں موجود رہوں گا۔ امریکا تک تمہارا ہم سفر بھی رہوں گا لیکن تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ نیویارک پہنچ کر تمہارے روبرو آ جاؤں گا۔"

"جب میں تمہاری بات مان رہی ہوں تو ائیرپورٹ پر ملاقات کرو۔ ہم ایک اچھے ہم سفر کی طرح نیویارک جائیں گے۔"

"یہاں تم وسیع ذرائع کی مالک ہو۔ مجھے آسانی سے نقصان پہنچا کر وہ ہیرا مجھ سے چھین کر لے جا سکتی ہو۔ میری آخری بات یہی ہے کہ میں امریکا پہنچ کر تم پر بھروسا کروں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے ہیلو، ہیلو کہہ کر مخاطب کیا پھر جھنجلا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پارس نے کہا۔ "تمہیں جھنجلانا نہیں چاہیے۔ اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھو اور یہ سمجھو کہ اس کے پیچھے امریکا آ کر ہی وہ ہیرا اس سے حاصل کر سکو گی۔ اگر وہ آج شام کی فلائٹ سے چلا جائے گا تو اس سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا اور تم اسے چہرے سے بھی نہیں پہچانتی ہو۔ وہ چلا گیا تو ہیرا کیسے حاصل کرو گی؟"

"پتا نہیں وہ ذلیل کمینہ کون ہے؟ مجھے اس کا تعاقب کرنا ہی ہوگا لیکن وہاں بھی وہ مجھ سے دھوکا کر سکتا ہے۔ تم کہاں ہو؟ کیا نیویارک نہیں آ سکتے؟"

"تمہاری خاطر آنا ہی ہوگا۔ تم آج شام کی فلائٹ سے چلی جاؤ۔"

وہ دل پر جبر کر کے سفر کی تیاریاں کرنے لگی۔ پارس نے ایک ذرا سی چالاکی سے اسے جکارتہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

O☆O

لارڈ ون اور لارڈ ٹو کو اتنا زبردست نقصان پہنچا تھا کہ وہ دوبارہ انڈر گراؤنڈ تنظیم قائم نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں ایسا گہرا صدمہ پہنچا تھا کہ وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کا ذہن یہ سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا کہ کس نے اتنا بڑا نقصان انہیں پہنچایا ہے۔

پچھلی بار ان کی پلاننگ کے مطابق ان کے تیسرے ساتھی لارڈ تھری نے فہمی اور علی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور اس کے نتیجے میں وہ خود مارا گیا تھا۔ تین لارڈز میں سے دو لارڈز رہ گئے تھے۔ ان دونوں لارڈز کو پورا یقین تھا کہ فہمی اور علی انہیں جانتے پہچانتے نہیں ہیں۔ وہ کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ ایک انڈر گراؤنڈ تنظیم کے لارڈز ان سے دشمنی کر رہے ہیں۔

لیکن فہمی اور علی کس طرح ان کی جڑوں میں پہنچ گئے تھے، یہ بات ان لارڈز کو اب تک معلوم نہ ہو سکی تھی۔ وہ دونوں ان کے کئی گوداموں کو تباہ کر چکے تھے۔ ان خفیہ گوداموں میں کروڑوں ڈالرز کی ہیروئن چھپا کر رکھی گئی تھی۔ کروڑوں ڈالرز کچھ کم نہیں ہوتے۔ انہیں اگر پاکستانی کرنسی میں تبدیل کیا جائے تو اربوں روپے بن جاتے ہیں۔ اتنے بڑے نقصان نے ان دونوں لارڈز کی کمر توڑ دی تھی۔

وہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کون انہیں اتنا بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لارڈ ٹو نے کہا "ہمارا کوئی ایسا دشمن نہیں ہے جو اس قدر شاطر اور جرأت مند ہو کہ بیک وقت ہمارے تمام گوداموں کو تباہ کر دے۔ ایسا کوئی تنہا نہیں کر سکتا۔ کسی خفیہ تنظیم نے ہم سے دشمنی کی ہے۔"

لارڈ ون نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "ہم فہمی اور علی کو بھول رہے ہیں۔ ان کے حوصلے بے مثال ہیں۔ وہ ایسے شاطر ہیں کہ اپنی شطرنجی چالوں سے ہمیں یوں جھاگ کی طرح بٹھا سکتے ہیں جیسے کہ ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سکت بھی نہیں رہی ہے۔"

"وہ ہمیں جانتے بھی نہیں ہیں پھر دشمنی کیسے کریں گے؟"

"کیا وہ مختار شاہ کے دماغ میں نہیں گئے ہوں گے؟ فرض کرو وہ مختار شاہ کی خیریت معلوم کرنے گئے ہوں۔ ایسے وقت اس کے چور خیالات نے انہیں ہمارے بارے میں بہت کچھ بتا دیا ہو۔"

"ہوں۔ ہم پچھلے دنوں مختار شاہ کی طرف سے غافل رہے تھے۔"

"وہ تو ہماری مصروفیت نے ہمیں اس سے دور رکھا تھا۔"

"جب ہم اسے ڈھیل دیتے ہیں تو وہ بے لگام ہو جاتا ہے۔ شراب پینے لگتا ہے۔ فہمی اور علی اس کے نشے کے دوران میں آئے ہوں گے تو اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوئی ہوگی۔"

"ہاں بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔ اس کی بے خبری سے ہمیں اتنا بڑا نقصان پہنچ سکتا تھا اور وہ پہنچ چکا ہے۔"

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے مختار شاہ کے دماغ

میں آئے۔ اسے مخاطب کئے بغیر چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ اگر فہمی اور علی اس کے اندر آنے کے بعد اسے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے تو مختار شاہ کے خیالات ان دونوں لارڈز کو ان کی آمد کے بارے میں ضرور بتا دیتے۔

وہ خود ہی بے خبر تھا اس لیے اس کے خیالات نے ان لارڈز کو یہی بتایا کہ وہ اب تک اس کے دماغ میں نہیں آئے ہیں۔ لارڈون نے اسے مخاطب کیا "مختار شاہ! ہم بہت زیادہ مصروفیات کے باعث تمہارے پاس نہ آسکے لیکن تمہیں تو آنا چاہیے تھا۔"

"میں آپ کے پاس آنا چاہتا تھا لیکن زیبا کے مل جانے سے مجھے اتنی خوشیاں ملنے لگیں کہ میں ساری دنیا سے اور اپنے آپ سے بھی غافل ہو گیا۔"

"تمہاری غفلت کے دوران میں فہمی اور علی نے چوری چھپے تمہارے خیالات پڑھے ہوں گے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ وہ اگر آتے تو مجھے سکندر ثانی سمجھ کر ضرور مخاطب کرتے۔"

"صرف تمہاری شراب نوشی نے ہی انہیں یہ سمجھا دیا ہوگا کہ تم سکندر ثانی نہیں، مختار شاہ ہو۔ تمہاری شراب نے تمہارا تمام جھوٹ اور فریب کھول دیا ہوگا۔"

لارڈ ٹو نے کہا "تمہیں پتا ہے، سرحدی علاقے میں ہمارے جتنے گودام تھے وہ سب تباہ کردیے گئے ہیں۔"

اس نے حیرت سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"کیا ہم جھوٹ بول رہے ہیں؟ جاؤ اور خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو۔ تمہیں ابھی معلوم ہوگا کہ ہم اربوں روپے کا نقصان اٹھا چکے ہیں اور اتنا بڑا نقصان فرہاد کی فیملی والے ہی پہنچا سکتے ہیں کیا اور کوئی دشمن ان سے زیادہ زبردست ہو سکتا ہے؟"

مختار شاہ نے کہا "واقعی ہمارے خلاف اتنی بڑی جرأت کرنے والا کوئی اور دشمن نہیں ہے، اب یہ ماننا پڑے گا کہ فہمی اور علی کو آپ دونوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

"اور ایسا تمہاری بے پروائی اور غیر ذمے داری کی وجہ سے ہوا ہے۔"

اس نے سرہلا کر کہا "اگر فہمی اور علی نے ایسی تباہی مچائی ہے تو پھر ان دونوں نے میرے ہی ذریعے آپ لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہوں گی۔"

لارڈون نے کہا "جب وہ ہمارے خفیہ گوداموں تک پہنچ چکے ہیں تو ہماری خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں بھی جانتے ہوں گے۔"

مختار شاہ نے کہا "آپ دونوں اپنی رہائش گاہ بدل دیں۔"

"تم ہمیں مشورہ نہ دو۔ تم نے ہمیں بری طرح ڈبو دیا ہے۔ اب ہم جو کہہ رہے ہیں وہ کرو۔"

"میں تو وہی کرتا رہتا ہوں جو آپ لوگ کہتے ہیں۔"

"تم آج رات پیو گے۔ وہ آج بھی تمہارے اندر آئیں گے، ایسے وقت ہم ان سے باتیں کریں گے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ رات آئی، شراب اور شباب کی خواہشات نے انگڑائی لی اور وہ بوتل کھول کر بیٹھ گیا۔ اس کے دونوں لارڈز نہ کہتے، تب بھی پینے کا عادی تھا۔ اس لیے پینے لگا۔

فہمی اور علی بھی اس کے دماغ میں آنے جانے لگے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ مختار شاہ کے ذریعے کسی طرح ان دونوں لارڈز کا ٹھکانا معلوم ہو جائے۔ ان کے ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے وہ اس کی کھوپڑی میں آتے رہتے تھے۔ وہ اس رات بھی آئے۔ اس بار فہمی نے اسے مخاطب کیا "مختار شاہ! تو نے ہمیں بڑا زبردست دھوکا دیا تھا۔ ہماری نظروں میں سکندر ثانی بن کر تو نے اپنی موت کو ٹال دیا تھا، اب تیری موت ٹلنے والی نہیں ہے۔"

پھر مختار شاہ نے اپنے اندر علی کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا "تو آج سے دو دن پہلے ہی مر جاتا۔ تو فہمی کے والد کا قاتل ہے۔ فہمی تجھے مار ڈالنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا کیونکہ ہم تیرے ذریعے ان دونوں لارڈز تک پہنچنا چاہتے تھے۔"

فہمی نے کہا "اور ہم پہنچ گئے۔ ہم نے ان کے تمام گوداموں کو تباہ کر دیا ہے۔ ان دونوں نے اپنی رہائش گاہ بدل دی ہے، ہم سے چھپتے پھر رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ ہم ان کی ہر نئی پناہ گاہ سے واقف ہو جاتے ہیں۔"

علی نے کہا "ان کا ایک لارڈ ہمیں قتل کرنے آیا تھا اور وہ حرام موت مارا گیا۔ کل صبح تک وہ دونوں بھی اپنے ساتھی کی طرح حرام موت مریں گے۔ ہم ان دونوں کی موجودہ رہائش گاہ تک پہنچنے کے بعد..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے پکارا "فہمی! جلدی آؤ۔"

فہمی کی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان ہو کر بول رہی تھی "میں آرہی ہوں۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تمہاری کوٹھی میں دشمن گھس آئے ہیں؟ فکر نہ کرو۔ میں ابھی پہنچ رہی ہوں۔"

پھر مختار شاہ کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ علی کی مدد کے لیے فہمی چلی گئی ہے۔ وہ دونوں لارڈز مختار شاہ کے اندر بڑی دیر سے چھپے ہوئے تھے اور فہمی اور علی کی باتیں سن رہے تھے۔ علی کی چیخ سے صاف سمجھ میں آگیا کہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے۔ فہمی اس سے کہیں دور تھی۔ اس کی مدد کے لیے دوڑتی چلی گئی ہے۔

ان دونوں لارڈز کے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ وہ آسانی سے زخمی علی کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے اور اس کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ چونکہ وہ زخمی تھا اس لیے انہیں اس کے اندر جگہ مل گئی۔

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ایک کمرے کے فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں اس کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا کہ چند ڈاکو کوٹھی میں گھس آئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے علی پر پیچھے سے حملہ کیا تھا۔ ایک رائفل کے کندے سے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔

انہوں نے اس کے خیالات پڑھنے کے دوران میں فہمی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "میں کار تیزی سے ڈرائیو کرتی آرہی ہوں لیکن تمہیں اس کوٹھی میں نہیں رہنا چاہیے۔ مختار شاہ کو معلوم ہو چکا ہے کہ تم وہاں زخمی پڑے ہو۔ وہ اپنے دونوں لارڈز کو تمہارا کام تمام کرنے کے لیے وہاں بھیج سکتا ہے۔ میں ابھی تمہیں اس کوٹھی سے لے جاؤں گی۔"

وہ دونوں لارڈز علی کی دماغی کیفیت کو سمجھ رہے تھے۔ اس کے سر پر ایسی شدید ضرب لگائی گئی تھی کہ وہ کسی وقت بھی بے ہوش ہو سکتا تھا لیکن ہوش میں رہنے کی کوشش کر رہا تھا اور کمزوری سوچ میں کہہ رہا تھا "فہمی! جلدی آؤ۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ آرہی تھی لیکن دشمنوں کو بھی پَر لگ گئے تھے۔ وہ بھی اپنی گاڑیوں میں جیسے اڑتے چلے آرہے تھے۔ جس طرح اچانک علی کی شامت آگئی تھی، اسی طرح دشمنوں کو اچانک کامیابی کی منزل مل گئی تھی۔ کامیابی کے لیے لازمی تھا کہ وہ فہمی سے پہلے اس کوٹھی میں پہنچ جائیں۔ اگر فہمی پہلے پہنچے گی تو پھر انہیں کبھی علی تک نہیں پہنچنے دے گی۔

دونوں لارڈز پیچھے نہیں رہ سکتے تھے۔ ایسا موقع انہیں پھر کبھی نہ ملتا۔ آخر وہی دونوں اپنے گارڈز کے ساتھ اس کوٹھی کے احاطے میں پہلے پہنچے۔ انہوں نے اپنے تینوں گارڈز کو حکم دیا کہ وہ کوٹھی کے اندر جائیں تاکہ وہ دونوں لارڈز ان کے دماغوں میں رہ کر کوٹھی کے اندرونی حالات معلوم کر سکیں۔

وہ تینوں مسلح گارڈز کوٹھی کے اندر گئے۔ وہ دونوں باہر انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایک گارڈ کے ذریعے معلوم ہوا کہ ایک شخص فرش پر اوندھا پڑا ہے اور اس کے سر پر پچھلے حصے سے خون بہہ رہا ہے۔

وہ دونوں خیال خوانی چھوڑ کر تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے اندر آئے۔ ایک کاریڈور سے گزر کر ڈرائنگ روم میں پہنچے۔ وہاں سے اس کمرے میں آئے، جہاں مسلح گارڈز کے خیال کے مطابق علی فرش پر زخمی پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں پہنچتے ہی ٹھٹک گئے۔ فرش پر تینوں گارڈز زخمی پڑے ہوئے تھے۔ اب وہ مسلح نہیں تھے اور نہ ہی وہاں علی نظر آرہا تھا۔

ان کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ پلٹ کر باہر بھاگنا چاہتے تھے لیکن کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔ انہوں نے دروازے کو پیٹا، دھکے مارے مگر وہ نہ کھلا۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ چوہے دان میں پھنس چکے ہیں۔

دونوں لارڈز کو یاد آیا کہ علی زخمی ہے۔ اس کے دماغ میں جا کر معلوم کر سکتے ہیں کہ انہیں ایک کمرے میں کس نے بند کیا ہے۔ وہ دونوں اس کے دماغ میں گئے پھر حیران رہ گئے۔

علی اور فہمی ڈائننگ ٹیبل پر تھے۔ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔

لارڈون نے حیرانی سے پوچھا "تم؟ تم زخمی نہیں ہو؟"

وہ بولا "اس کوٹھی میں نہ ڈاکو آئے تھے اور نہ ہی کسی نے مجھے زخمی کیا تھا۔ کیوں فہمی؟ ہمارا ڈراما کیسا رہا؟"

فہمی نے کہا "بہت خوب رہا۔ تم بہت اچھے اداکار ہو۔ تم نے زخمی ہونے اور کمزور ہونے کی ایکٹنگ اچھی کی ہے۔ یہ دونوں دھوکا کھا گئے۔ ان کی سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آئی کہ جب تم زخمی ہو تو پھر خیال خوانی کے ذریعے مختار شاہ کے دماغ میں کیسے ہو؟ کوئی زخمی شخص خیال خوانی نہیں کر سکتا لیکن تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے مدد کے لیے پکار رہے تھے۔ یہ تمہیں قتل کر ڈالنے کی دھن میں ہر پہلو پر غور نہ کر سکے۔ بے چارے!"

لارڈ ٹو نے پوچھا "کیا تم دونوں اسی کوٹھی میں ہو؟"

"ہاں۔ تمہارے ساتھ والے کمرے میں ہیں۔ ہم ابھی آئیں گے لیکن ہمارے آنے سے پہلے اپنے ہتھیار کھڑکی سے باہر پھینک دو۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ انہیں بتایا گیا کہ فہمی کسی دوسری جگہ نہیں تھی۔ اسی کوٹھی میں علی کے ساتھ تھی اور اس کوٹھی میں ڈاکو نہیں آئے تھے۔ انہوں نے ڈراما اس خوب صورتی سے کیا تھا کہ دونوں لارڈز دھوکا کھا کر وہاں آکر ایک کمرے میں قید ہو گئے تھے۔

زیرِ زمین دنیا میں طرح طرح کے جرائم ہوتے ہیں۔ مختلف سنڈیکیٹس اور تنظیمیں سرگرمِ عمل رہتی ہیں۔ ان سب کے سربراہ اپنی الگ الگ بادشاہت قائم کرتے ہیں۔ یہ لوگ اتنے خطرناک اور ناقابلِ شکست ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے ممالک کی پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کے جاسوس بھی انہیں گرفتار کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ انٹرپول کے جاسوس بھی کئی برسوں سے ان تین لارڈز تک پہنچنا اور ان کی ڈرگ مافیا کو تباہ کر دینا چاہتے تھے لیکن وہ ان تینوں تک پہنچنے میں ناکام رہے تھے۔

پارس اور علی کا طریقۂ کار یہ تھا کہ جب دشمنوں کا سراغ نہیں ملتا تھا اور وہ روپوش رہ کر بہت بڑا چیلنج بنتے رہتے تھے تو ایسے وقت وہ اپنی حکمتِ عملی سے دشمنوں کو اس طرح مجبور کرتے تھے کہ وہ بے اختیار اپنے خفیہ اڈوں سے نکل آتے تھے۔ سانپ بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں۔ صرف بین بجاؤ تو بل سے باہر آتے ہیں یا پھر بل کے سامنے آگ جلا دی جائے تو وہ پریشان ہو کر تمام خطرات بھول کر نکل آتے ہیں۔

وہ دونوں لارڈز بھی فہمی اور علی کو کبھی اپنی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنے نہ دیتے۔ انہیں زیرِ زمین چھپ کر رہنے میں مہارت حاصل

تھی۔ وہ جس طرح انٹرپول کے سراغ رسانوں کو برسوں سے پریشان کرتے رہے تھے اسی طرح وہ پتا نہیں کتنی مدت تک فہمی اور علی کو بھی نچکی کا ناچ نچاتے رہتے اور علی ناچنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے بڑی حکمتِ عملی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ڈراما پلے کیا تھا اور انہیں اپنے بنائے ہوئے چوہے دان میں آکر پھنسنے پر مجبور کردیا تھا۔

وہ دونوں لارڈز اپنی اپنی گن لیے بند کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ پریشان ہورہے تھے۔ انہیں بچ نکلنے کی تھوڑی سی امید تھی۔ انہوں نے ایک دوسری خطرناک تنظیم کے سربراہ کو بتایا تھا کہ ان کے تمام گودام کس نے تباہ کئے ہیں اور کس طرح انہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔ فہمی اور علی اتنے خطرناک ہیں کہ ان لارڈز کی ڈرگ مافیا کو تباہ کردینے کے بعد دوسری زیرِ زمین تنظیموں کو بھی برباد کرنے کے منصوبوں پر عمل کرتے رہیں گے۔

اس دوسری تنظیم کے سربراہ کا نام جی کاک تھا۔ وہ عالمی سطح پر انسانی آنکھیں' دل اور گردے بیچنے کا وسیع دھندا کرتا تھا۔ جی کاک ان لارڈز کے ذریعے علی کا ذکر سن کر کھٹک گیا تھا اور یہ سمجھ گیا تھا کہ جب فرہاد علی تیمور کا ایک بیٹا زیرِ زمین سرگرمیوں تک پہنچ گیا ہے تو اب اس فیملی کے دوسرے افراد بھی ان کی شہ رگوں تک پہنچتے رہیں گے۔

ان خطرات کو بڑھنے سے پہلے انہیں روکنے اور ختم کرنے کی احتیاطی تدابیر کرنا لازمی تھا۔ جی کاک نے ان لارڈز سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس خطرے کو پھیلنے سے پہلے کچل دے گا کیونکہ وہ خطرہ ایک کے لیے نہیں سب کے لیے تھا۔

وہ دونوں لارڈز بند کمرے میں پُرامید تھے کہ وہاں سے فرار ہونے میں جی کاک ان کی مدد کرے گا۔ لارڈ ون نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا "ہیلو جی کاک! جب تک ہم اس کوٹھی کے باہر تھے' تم ہمارے دماغ میں رہے' اس کے بعد کہاں گم ہوگئے؟"

"میں اپنے ایک معاملے میں مصروف ہوگیا ہوں۔ اس کے باوجود تمہارے پاس آسکتا ہوں۔ کوئی مسئلہ پیدا ہوگیا ہے؟"

"ایسا ویسا مسئلہ نہیں' زندگی اور موت کا سوال پیدا ہوگیا ہے۔ ہم علی کے شکنجے میں آگئے ہیں۔"

لارڈ ٹو نے کہا "اس نے ہمیں ایک کمرے میں بند کردیا ہے۔ یہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

جی کاک نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟ وہ تو بری طرح زخمی ہوکر بے ہوش ہونے والا تھا۔"

"نہ وہ زخمی تھا نہ وہ بے ہوش ہونے والا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ڈراما پلے کیا تھا۔ اس وقت تم بھی اس کے دماغ میں تھے۔ علی نے جس طرح اچانک چیخ ماری اور شدید زخمی ہونے کی ایکٹنگ کی تھی اس سے تم بھی دھوکا کھا گئے ہو۔"

جی کاک نے کہا "تعجب ہے۔ اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ واقعی ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کیا ہے اور وہ بے ہوش ہونے کی حد تک زخمی ہوچکا ہے جبکہ چور خیالات جھوٹ نہیں کہتے۔ جو سچ ہوتا ہے وہی اگلتے ہیں۔"

"فرہاد کے خاندان والوں کا یہی کمال ہے۔ وہ اپنے چور خیالات کے ذریعے بھی دھوکا دیتے ہیں۔"

"پتا نہیں یہ لوگ کیسے کیسے خطرناک انداز میں دھوکے دیتے ہیں۔ فی الحال تو یہ سوچنا ہے کہ ان سے جان کیسے چھوٹے گی؟"

جی کاک نے پوچھا "تم دونوں کو وہاں ایک ساتھ نہیں جانا چاہیے تھا۔ کیا اتنا بھی نہ سوچا کہ برا وقت آئے گا تو ایک ساتھ پھنسو گے؟"

"برا وقت آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہم نے اور تم نے دیکھا تھا کہ علی پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ فہمی اس سے دور تھی۔ ہم بے ہوش ہونے والے کو گولی مار کر اس تنہا لڑکی سے نمٹ سکتے تھے۔ تم خود گواہ ہو کہ ہمارے لیے یہ بازی جیت لینا آسان تھا۔"

جی کاک نے کہا "ہاں' میں بھی مطمئن ہوگیا تھا۔ اسی لیے تمہارے دماغ سے چلا گیا تھا۔ اب یہ بتاؤ کیا فائر کرکے دروازے کا لاک نہیں توڑ سکو گے؟"

ان دونوں نے دروازے کی طرف رخ کیا پھر اپنی اپنی گن سے دروازے کے لاک پر فائر کرنے لگے۔ اس کے بعد دروازے پر لاتیں ماریں لیکن وہ نہ کھلا۔ وہ لاک نہیں تھا' باہر سے چٹخنی چڑھائی گئی تھی۔

ان کی ناکام کوششوں کے بعد ذرا دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر اچانک سائلنسر لگے ہوئے دو ریوالوروں سے دو گولیاں چلیں۔ دونوں لارڈز کے حلق سے چیخیں نکلیں۔ ان کے ہاتھ سے گنیں چھوٹ گئیں۔ وہ دونوں اپنا ایک ایک زخمی بازو تھام کر لڑکھڑاتے ہوئے پلٹ گئے۔

فہمی اور علی کھڑکی کے پاس سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ علی نے کہا "تم نے ہمارے حکم کے مطابق ہتھیار نہیں پھینکے۔ دیکھو وہ خود ہی تمہارے ہاتھوں سے گر گئے اور اب زخمی ہونے کے باعث تم ہمیں اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکو گے۔"

فہمی اور علی نے ان کے دماغوں میں پہنچ کر پوچھا "کیا ہمیں روک سکتے ہو؟"

وہ دونوں سہمے ہوئے تھے۔ ایک کے اندر فہمی اور دوسرے کے اندر علی تھا۔ اب انہیں یقین ہوگیا تھا کہ ان کے اندر موت سما گئی ہے۔ اب زندگی انہیں خیرات میں بھی نہیں ملے گی۔ لارڈ ٹو نے گڑگڑاتے ہوئے کہا "مسٹر جی کاک! ہمیں کسی طرح یہاں سے نکالو۔"

جی کاک نے کہا "پہلے تو وہاں سے نکلنے کا مسئلہ تھا۔ اب تو ان دونوں کو تمہارے اندر سے نکالنے کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ انہیں کیسے نکالا جائے گا؟"

ایک لارڈ نے عاجزی سے کہا "مسٹر علی! ہمیں معاف کردیں۔ ہم سے سمجھوتا کرلیں۔ ہم آپ کی بڑی سے بڑی شرائط مان لیں گے۔"

دوسرے نے کہا "ہم ساری زندگی آپ کے تابعدار بن کر رہیں گے اور آپ کی توقعات سے زیادہ آپ کے کام آتے رہیں گے۔"

علی نے پوچھا "کیا واقعی ہمارے تابعدار بن کر رہو گے؟"

جی کاک نے کہا "یہ دونوں پھنس گئے ہیں۔ ضرور تمہارے تابعدار بن کر رہیں گے لیکن میں دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ میری دوستی سے تم بے شمار فوائد حاصل کرسکو گے۔"

علی نے کہا "میں ان دونوں لارڈز سے نمٹنے کے بعد تم سے ہی دوستی کروں گا۔ پہلے تم میری دوستی کا نمونہ تو دیکھ لو۔"

فہمی نے ان دونوں سے کہا "یہ تمہارے تین گارڈز زخمی پڑے ہیں۔ انہیں اٹھا کر اپنی گاڑی میں یہاں سے لے جاؤ۔ دروازہ کھول دیا گیا ہے۔"

وہ زخمی گارڈز اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ لارڈز نے ان تینوں کو سہارا دیا پھر دروازہ کھول کر باہر آگئے۔ دونوں لارڈز نے اپنے اپنے گارڈز کو اپنی اپنی گاڑی میں بٹھایا پھر وہاں سے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگے۔ ایک لارڈ نے کہا "ہمیں یقین نہیں آرہا ہے کہ اتنے مضبوط شکنجے سے رہائی مل گئی ہے۔"

فہمی نے کہا "پہلے تم بند کمرے میں تھے۔ اب کھلی فضا میں ہو۔ تمہیں رہائی تو مل چکی ہے لیکن نجات نہیں ملی ہے۔ تم دونوں اس مختار شاہ کی سرپرستی کرتے رہے جس نے میرے ابو کو قتل کرایا تھا۔"

علی نے کہا "تم دونوں ڈرگ مافیا کے سربراہ ہو۔ ساری دنیا میں نشے کا زہر پھیلا رہے ہو۔ پھر توقع کرتے ہو کہ گرفت میں آنے کے بعد نجات مل جائے گی۔"

میلوں دور تک جانے والی نہر پانی سے لبالب بھری ہوئی تھی۔ وہ دونوں نہر کے ساتھ والی سڑک پر تیزی سے گاڑیاں ڈرائیو کررہے تھے۔ فہمی اور علی نے ان کے دماغوں پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ انہوں نے اپنی اپنی گاڑیوں کی رفتار خطرناک حد تک بڑھا دی تھی۔ پھر اچانک دونوں لارڈز نے اپنی گاڑیوں کے اسٹیئرنگ کو دائیں طرف موڑا۔ وہ دونوں تیز رفتار گاڑیاں یکبارگی گھوم کر پل کی کمزور ریلنگ کو توڑ کر نہر میں چلی گئیں۔

گارڈز چیخنے لگے۔ دونوں لارڈز سانس روک کر گاڑیوں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے لیکن فہمی اور علی نے انہیں نکلنے نہیں دیا۔

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا' ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا' نہ کہیں مزار ہوتا!

○☆○

پورس کے فرار ہونے کے بعد یہ مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ وہ الیکٹرونک آلات کی زد میں آئے بغیر کس طرح فرار ہوگیا تھا۔ پہلے تو تمام امریکی اکابرین یہ یقین سے کہتے رہے کہ پورس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ وہ نادیدہ بن کر آہنی سلاخوں کے پیچھے سے نکلا ہوگا۔ مسلح پہرے داروں کے درمیان سے گزرتا گیا ہوگا۔ نادیدہ بننے والے آئینے میں نظر نہیں آتے۔ کیمرے کی آنکھ بھی نہیں دیکھ سکتی اسی لیے پورس الیکٹرونک آلات کی زد میں نہ آسکا۔ خفیہ وڈیو کیمرے اسے ٹی وی اسکرین پر نہ دکھا سکے۔ یوں اتنے سخت پہرے کے باوجود وہ آسانی سے فرار ہوگیا۔

جب اس خاص جیل خانے کا اچھی طرح معائنہ کیا گیا اور ایک ایک بات کی انکوائری کی گئی تو پتا چلا پورس نے چند سپاہیوں کو ہلاک کرتے ہی مین سوئچ آف کردیا تھا۔ تمام الیکٹرونک آلات کو عارضی طور پر ناکارہ بنادیا تھا۔ اگر وہ نادیدہ بن کر فرار ہوتا تو نہ سپاہیوں کی نظروں میں آتا اور نہ ہی انہیں ہلاک کرتا۔

انکوائری سے ثابت ہوا کہ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں تھیں۔ وہ سپاہیوں سے مقابلہ کرتا ہوا' تمام اہم آلات کو ناکارہ بناتا ہوا' بڑی حکمتِ عملی سے نکل بھاگا تھا۔ بعد میں پارس نے بھی قائل ہوکر سونیا سے کہا "مما! ہم پورس کے متعلق غلط سوچ رہے تھے۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں۔ وہ باقاعدہ جدوجہد کرتا ہوا جیل سے فرار ہوا تھا۔ امریکی سراغ رسانوں کی رپورٹ کے مطابق اس نے تمام الیکٹرونک آلات کو ناکارہ بنادیا تھا۔ سپاہیوں کی ہلاکت بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے مقابلہ کرکے رہائی حاصل کی ہے۔"

سونیا نے کہا "پھر تو وہ باکمال ہے۔ تمہارا صرف ہم شکل ہی نہیں' تمہاری طرح ذہین اور چالاک بھی ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم دونوں کیسے قدرتی طور پر ایک ہی جیسے ہوگئے۔"

پارس نے کہا "میں نے ابھی تک اس پر توجہ نہیں دی ہے۔ یہی سوچا تھا کہ ایسے کئی آتے جاتے رہتے ہیں۔ نقالوں کے اندر جو کھوکھلا پن ہوتا ہے وہ جلد ہی ظاہر ہوجاتا ہے لیکن پورس نے ثابت کردیا ہے کہ وہ نقال نہیں ہے۔ اسے قدرتی طور پر میری ہی طرح ذہانت ملی ہے۔"

سونیا نے کہا "وہ جیسا ذہین اور حاضر دماغ ہے' اسی کے مطابق اگر مثبت کردار کا مظاہرہ کرتا رہے گا تو مجھے بڑی خوشی ہوگی اور اگر وہ منفی خیالات ظاہر کرے گا تو پھر ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک اور شیطان کا اضافہ ہوجائے گا اور یہ اس کے حق میں بھی برا ہوگا۔"

"ہم دیکھیں گے کہ آئندہ وہ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ میں جا رہا ہوں پھر آؤں گا۔"

"تم آج کل واشنگٹن میں ہو؟"

"جی ہاں۔ اب میں نیویارک جانے والا ہوں۔ لِلی ڈونا آرہی ہے' اسے ریسیو کروں گا۔"

پارس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا اور پورس کے متعلق سوچنے لگا۔ اب وہ اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پورس اس کے نام سے کیسی کیسی وارداتیں کرسکتا تھا' ان تمام پہلوؤں پر وہ سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔

اس میں شبہ نہیں کہ پورس کا فرار ایک معمّا بن گیا تھا۔ اس کے فرار ہونے کے سلسلے میں طرح طرح کی آرا قائم کی گئی تھیں۔ پھر سب ہی اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ پورس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں تھیں۔ وہ بڑی چالاکی اور حکمتِ عملی سے وہاں سے نکل بھاگا تھا۔

لیکن وہ اتنا مکّار تھا کہ جو کرتا تھا اس کے پیچھے اپنی مکّاری ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا۔ جیل سے فرار ہوتے وقت بھی اس نے یہی کیا۔ سب کو الجھا دیا۔ سب یہی سمجھتے تھے کہ نادیدہ بنانے والی گولیاں اس دنیا سے نابود ہوگئی ہیں۔ وہ اتنا نادان بچہ نہیں تھا کہ ایسی غیر معمولی گولیاں اپنے پاس نہ رکھتا۔ اس نے اچھا خاصا ذخیرہ مختلف ممالک کے مختلف شہروں میں چھپا کر رکھا تھا۔

وہ مکّار نادیدہ بن کر جیل سے فرار ہوا تھا۔ اس نے نادیدہ بن کر سب سے پہلے الیکٹرونک آلات کو ناکارہ بنایا پھر جیل کے مختلف مقامات پر چند سپاہیوں کو اس طرح ہلاک کیا جیسے ان سے مقابلہ کرتا ہوا وہاں سے گیا ہو۔

ایسا کرنے کا ایک ہی مقصد تھا کہ ان غیر معمولی گولیوں کی موجودگی ظاہر نہ ہو۔ آئندہ بھی وہ ان گولیوں کو ایسی پچویشن میں استعمال کرنے والا تھا کہ کوئی اس پر نادیدہ بننے کا شبہ نہ کرتا۔

مین کلر نے اسے ایسی جگہ قید کیا تھا' جہاں حکومت اور فوج کا بہت ضروری خفیہ سامان چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ اسی لیے وہاں مسلح سپاہیوں کے علاوہ جاسوسی الیکٹرونک آلات بھی نصب کیے گئے تھے تاکہ خفیہ اہم سامان سے کوئی ایک تنکا بھی نہ لے جاسکے۔

پورس نے نادیدہ بن کر ان خفیہ مقامات سے گزرتے ہوئے لیزرگنیں اور دوسرے جدید خطرناک قسم کے ہتھیار دیکھے۔ وہاں بڑے بڑے کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کارٹن کو کھول کر دیکھا۔ اس میں ہارمونز کے انجکشن رکھے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سا خفیہ سامان تھا۔ وہ وقتِ ضرورت نادیدہ بن کر وہاں سے بہت کچھ لے جاسکتا تھا۔ فی الحال وہ انجکشنوں کا ایک پیکٹ اٹھا کر لے گیا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ پارس واشنگٹن میں ہے۔ اس کے خیال میں ایک ہی شہر میں رہنا مناسب نہیں تھا اس لیے وہ نیویارک آگیا۔ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ پارس بھی نیویارک پہنچنے والا ہے۔

وہ تمام دن رہائش اختیار کرنے کے سلسلے میں مصروف رہا۔ اس دوران میں اس نے شی تارا سے رابطہ کیا۔ وہ بولی "تم کہاں ہو؟ تم مجھے مین کلر کی قید میں چھوڑ گئے تھے۔ کیا یہ تمہاری مردانگی ہے؟"

"میں نے کبھی مردانگی کا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسا کہ تم جانتی ہو' میں خود مین کلر کی قید میں تھا۔ میں نے کتنی مشکلوں سے رہائی حاصل کی ہے' یہ میں ہی جانتا ہوں۔"

"رہائی پاتے ہی تمہیں میرے پاس آنا چاہیے تھا۔"

"کیوں آنا چاہیے تھا۔ کیا میں تمہارا غلام ہوں؟"

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ میں تو محبت سے بلا رہی ہوں۔"

"تمہارے ساتھ رہنے میں خطرہ ہے۔ پارس تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔"

"میں کبھی اسے نہیں آنے دوں گی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کروں گی۔"

"مجھے شبہ ہے کہ وہ تمہارے دماغ میں کوئی دوسرا لہجہ اختیار کر کے آتا ہے' اسے تم محسوس نہیں کرتی ہو۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ ایسی مکّاری کرتا رہتا ہے؟"

"وہ مکّار ہے۔ ایسا ضرور کرے گا۔ اسے ہمارے تعلقات کا علم ہے۔ وہ تمہارے ذریعے میرے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکتا ہے۔ تمہارے اندر خاموش رہ کر میری باتیں سن سکتا ہے۔ میری باتوں سے اندازہ کرسکتا ہے کہ میرے مقاصد کیا ہیں اور میں آئندہ کیا کرنے والا ہوں۔"

"میں اس کی معمولہ نہیں ہوں پھر وہ میری اجازت کے بغیر میرے اندر کیسے آئے گا؟"

"میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کیسی کیسی مکّارانہ چالوں سے تمہیں معمولہ بنا سکتا ہے لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ مختلف ذرائع سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرے گا اور ان میں سے ایک ذریعہ تم ہو۔"

"کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ جب مجھے یقین ہوجائے گا کہ تم اس کی معمولہ نہیں ہو اور وہ تمہارے اندر چھپ کر نہیں آتا ہے تو پھر میں تم سے روبرو ملاقات کروں گا۔"

"تم جانتے ہو' میں تمہارہ گئی ہوں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"تم بے رخی دکھا رہے ہو جب کہ تم پہلے مرد ہو' جس کی میں دل و جان سے وفادار ہوں۔ جب تم پہلی بار ملے' تب ہی سے میں نے قسم کھائی تھی کہ تم سے نہ کبھی جھوٹ بولوں گی اور نہ کبھی دھوکا دوں گی۔ ساری زندگی تمہارے ساتھ گزاروں گی۔"

"تم خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو اور چالاکیاں دکھا کر نقصان اٹھاتی ہو۔ تمہارے جھوٹ اور فریب کے باعث پارس نے تمہیں ٹھکرا دیا۔ میں بھی تم سے دور رہنے میں بہتری سمجھتا ہوں۔"

"پورس! تم میری توہین کررہے ہو۔"

"کیا تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولتیں۔ مجھے دھوکا نہیں دیتی ہو؟"

"تمہیں مجھ پر شبہ کیوں ہے؟"

"شبہ نہیں' یقین ہے۔ کیا تم نے نادیدہ بنانے والی گولیاں مجھ سے چھپا کر نہیں رکھی تھیں؟"

"نہیں' میرے پاس ایک بھی گولی نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کسی جگہ یہ گولیاں چھپائی ہیں۔"

"ابھی تم واشنگٹن میں ہو۔ وہاں سے جنوب کی سمت پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔ اس ٹاؤن میں ایک بوڑھی خاتون تنہا ایک کاٹیج میں رہتی ہے۔ تم نے اس کاٹیج میں ایک جگہ تقریباً ایک سو گولیاں چھپائی تھیں۔"

"نہیں پورس! تم خواہ مخواہ شبہ کررہے ہو۔"

"میں تمہیں صحیح جگہ بتا رہا ہوں پھر بھی تم ڈھٹائی سے انکار کررہی ہو۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے ان گولیوں کو بھی ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"نہیں' تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تم ایسا نہیں کرسکتے۔"

"جب تم وہاں پہنچ کر اپنی... چھپائی ہوئی کسی ایک گولی کو بھی استعمال کروگی تو مان لوگی کہ تم سیر ہو تو میں سوا سیر ہوں۔"

"میں ابھی جا کر ان گولیوں کو آزماؤں گی۔"

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ گولیاں نہیں چھپائی ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ اگر تم نے میری وہ گولیاں ضائع کی ہوں گی تو میں تمہاری جانی دشمن بن جاؤں گی۔"

"تم نے جس ملک میں بھی گولیاں چھپائی تھیں' ان سب کو میں نے ضائع کردیا ہے۔ صرف ان گولیوں تک نہ پہنچ سکا جنہیں تم نے پیرس سے دور ایک قصبے میں چھپایا ہے۔"

"بھگوان کا شکر ہے۔ کہیں تو وہ گولیاں باقی رہ گئی ہیں۔ میں ان گولیوں کے ذریعے تمہارا جینا حرام کردوں گی۔"

"جب بھی نادیدہ بن کر آؤ گی' میں دوا اسپرے کروں گا تو گولی ناکارہ ہوجائے گی اور تم میرے آس پاس نمودار ہوجاؤ گی۔"

"یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ میں کتنی چالاکی سے آؤں گی۔"

"آج سے ہمارے درمیان ٹھن گئی۔ ہماری دوستی کی ابتدا اچھی تھی پھر تمہارے جھوٹ فریب نے ثابت کردیا کہ تم دوستی کے قابل نہیں ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دشمنی کے بھی قابل ہو یا نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ اس کے دماغ سے چلا آیا۔ اس نے شی تارا کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ پیرس کے ہوٹل میں اس پر تنویمی عمل کرچکا ہے اور تب سے وہ اس کی معمولہ بنی ہوئی ہے۔ اس حقیقت سے وہ بے خبر تھی اس لیے اس سے دشمنی کا اعلان کر کے گئی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ وہ سیدھی فرانس جائے گی اور ان گولیوں کو حاصل کرے گی' جو پیرس کے ایک قصبے میں چھپا کر رکھی گئی تھیں۔ پورس نے اس سے جھوٹ کہا تھا کہ اس نے ان گولیوں کو ناکارہ نہیں بنایا ہے جبکہ وہ بھی ناکارہ ہوچکی تھیں۔

یہ اس نے اس لیے کہا تھا تاکہ وہ وہاں سے ہزاروں میل دور چلی جائے اور کچھ روز کے لیے اس سے پیچھا چھوٹ جائے۔

○☆○

طیارے کا سفر آرام دہ تھا لیکن لِلی ڈونا آرام سے نہیں تھی۔ اپنی سیٹ سے بار بار اٹھ کر جہاز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی رہی تھی۔ اس چور کو پہچاننے کی کوششیں کرتی رہی تھی' جو چندر مکھی ہیرا لے کر امریکا جا رہا تھا۔

وہ چور کو اس کے چہرے سے پہچان نہیں سکتی تھی۔ اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اگر ہیرا اس کے پاس نظر آجاتا تو فوراً وہ اسے پہچان لیتی لیکن اس نے تو ہیرا چھپا کر رکھا ہوگا۔ اسے پہچاننے کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ طیارے کے تمام مسافروں کے دماغوں میں باری باری جاتی۔ ایک ایک کے چور خیالات پڑھتی رہتی تو اس چور تک ضرور پہنچ جاتی۔

لیکن ہر ایک کے دماغ میں پہنچنے کا خیال مضحکہ خیز تھا۔ وہاں مختلف زبانیں بولنے والے تھے۔ ممکن تھا کہ وہ چور بھی کوئی ایسی زبان بولتا ہو جسے وہ سمجھ نہ پاتی۔ پھر سیکڑوں مسافروں کو کیا کہہ کر مخاطب کرتی۔ ہر ایک سے باتیں کرنے کا جواز نہیں تھا۔

پھر بھی اس نے ائرہوسٹس کے ذریعے کتنے ہی مسافروں کی آوازیں سنیں۔ ان میں سے بعض اجنبی زبان بولتے رہے۔ وہ مایوس ہوگئی۔

وہ اسے ڈھونڈ نکالنے میں ایسی پاگل سی ہوتی رہی کہ وہ طویل سفر کیسے ختم ہوگیا' کچھ پتا ہی نہ چلا۔ وہ نیویارک پہنچ گئی۔

وہاں امید تھی کہ وہ خود آکر اس سے ملے گا۔ اس نے یہی وعدہ کیا تھا۔ وہ ائرپورٹ کی عمارت میں آئی۔ لگیج ہال سے نکل کر دور تک متلاشی نظروں سے دیکھنے لگی۔ کوئی چور ہوتا اور وہ ہیرا لے کر امریکا آیا ہوتا تو ضرور اس سے ملتا۔ پارس نے اسے وہاں بلانے کے لیے ایک چکر چلایا تھا اور وہ چکراتی ہوئی چلی آئی تھی۔

پھر اسے دور سے پارس آتا ہوا دکھائی دیا۔ جبکہ وہ پارس نہیں تھا' پورس تھا۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ ایک سمت دیکھنے لگا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی "اے! اُدھر کیا دیکھ رہے ہو؟ میں اِدھر ہوں۔"

پورس نے چونک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "میں سمجھ گئی۔ تم اس چور کو دیکھ رہے ہو۔ کیا نظر آیا؟"

پورس نے بات بنائی "چور آخر چور ہوتے ہیں۔ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد نظر نہیں آتے۔ کیا وہ تمہیں نظر آرہا ہے؟"

"میں نے کبھی اس کی صورت نہیں دیکھی۔ یہاں کہیں ہوگا' وہ مجھے جانتا ہے۔ اسے یہاں آنا چاہیے۔"

"بے شک چور میں ذرا بھی شرافت ہوگی تو وہ یہاں آئے گا۔"

"جب اس نے خود جکارتہ میں کہا تھا کہ نیویارک میں میرے سامنے آئے گا تو پھر اسے آنا چاہیے۔ تم نے بھی کہا تھا کہ ہم وہ ہیرا اس سے چھین لیں گے۔ میں سفر کے دوران میں بہت پریشان رہی ہوں۔ وہ جہاز میں بھی نظر نہیں آیا تھا۔ پلیز کسی تدبیر سے اسے تلاش کرو۔"

پورس نے کہا "میں نیویارک میں ہوں اور چور جکارتہ سے آیا ہے۔ میں اسے کیسے پہچان سکتا ہوں؟ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ چور مذکر ہے یا مؤنث؟"

"وہ مرد ہے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے' جکارتہ سے مرد چلا ہو' نیویارک پہنچتے پہنچتے عورت بن گیا ہو۔ میں نے ایسے ہارمونز کے انجکشن دیکھے ہیں' جو مرد کو دیکھتے ہی دیکھتے عورت بنا دیتے ہیں۔"

"جہنم میں گیا انجکشن۔ وہ نایاب ہیرا نہ ملا تو میں رونے لگوں گی۔"

"رونے کے لیے کئی ہوٹل ہیں۔ میرا گھر ہے۔ تم کہاں رونا پسند کرو گی؟"

"دیکھو پارس! اس وقت تمہارا مذاق زہر لگ رہا ہے۔ مجھ سے ذرا بھی محبت ہے تو مجھے وہ چندر رکھی ہیرا لا کر دو۔"

پورس نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ سانس روک کر بولی۔ "کوئی میرے اندر آنا چاہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' چور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"نہیں' اس نے جکارتہ میں فون پر مجھ سے باتیں کی تھیں۔"

"تو پھر چور کا کوئی ساتھی جانتا ہوگا۔ اسے دماغ میں آنے دو۔ میں بھی تمہارے اندر آکر سنوں گا کہ وہ کیا کہتا ہے۔"

یہ کہہ کر پورس اس کے دماغ میں آیا۔ اس نے آنے دیا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

پورس نے آواز بدل کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میں ہوں ہیرا لال ہیرا چور۔ میرے آدمی نے وہ ہیرا میرے لیے چرایا تھا۔ اے چاکلیٹ حسینہ! تیرا نام کیا ہے؟"

"تمہیں نام سے کیا لینا ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"پہلے نام بتاؤ' پھر کام کی بات ہوگی۔"

"میرا نام لیلی ڈونا ہے۔ میں بہت خطرناک لڑکی ہوں۔"

"ابھی تک لڑکی ہو؟ پارس نے تمہیں عورت نہیں بنایا؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم وہ ہیرا فروخت کرکے آدھی رقم مجھے دو گے۔ میں تمہیں آفر دیتی ہوں۔ آدھی قیمت مجھ سے لے لو مگر وہ نایاب ہیرا مجھے دے دو۔"

"تم بھی ایک ہیرا ہو۔ میں آدھی قیمت بھی لوں گا اور تمہیں بھی حاصل کروں گا۔"

"سامنے نہیں آؤ گے تو معاملات کیسے طے ہوں گے۔"

"میں سامنے آنا چاہتا تھا مگر مجھ سے پہلے پارس آگیا ہے۔ اس کی موجودگی میں کوئی سودا نہیں ہوگا۔ اسے بھگا دو۔"

"ٹھیک ہے۔ جہاں تم ملو گے' وہاں پارس نہیں آئے گا۔"

"تم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ایک کمرا لو۔ اس کے بعد میں ملاقات کا وقت مقرر کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ جس فائیو اسٹار ہوٹل میں جگہ ملے گی' وہاں کمرا لے لوں گی۔"

"یاد رکھو۔ چالاکی دکھاؤ گی یا پارس اس ہوٹل کے پاس نظر آئے گا تو پھر وہ ہیرا تمہیں کبھی نہیں مل سکے گا۔"

"میں تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ پورس اس کے اندر سے نکل آیا۔ اس سے بولا "لیلی ڈونا! کیا ارادہ ہے؟"

"میں تنہا جاؤں گی۔ تم میرے دماغ میں رہو گے۔"

"وہ آدھی قیمت بھی لینا چاہتا ہے اور تمہارے حسن و شباب سے کھیلنا بھی چاہتا ہے۔ میری غیرت یہ برداشت نہیں کرے گی۔"

"پارس! میں صرف تمہارے لیے ہوں۔ میرا یہ جسم صرف تمہارے لیے ہے۔ وہ اسے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ میں اگر خود بچا نہ پائی تو اپنی جان دے دوں گی۔"

"میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ عین وقت پر آکر اس کی گردن دبوچ لوں گا۔ تم جاؤ۔ تمہیں ہوٹل پہنچنے میں ایک گھنٹا لگے گا۔ میں ایک گھنٹے کے بعد ہی تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر پارکنگ ایریا کے پاس آئی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگی۔ اسی وقت پارس نے اس کے دماغ میں آکر کہا "ہیلو لیلی! کہاں جا رہی ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی "تم نے ایک گھنٹے بعد میرے دماغ میں آنے کو کہا تھا پھر اتنی جلدی کیوں آئے ہو؟"

"میری جان! میں نے نہیں کہا تھا۔ ایک بہروپیے نے کہا تھا۔ وہ میرا ہم شکل ہے۔ اس کا نام پورس ہے۔ تم اب تک دھوکا کھا رہی تھیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم ائرپورٹ پر نہیں تھے؟"

"میں وہاں تھا لیکن چور کا پیچھا کرتا ہوا دور نکل گیا تھا۔ میں نے اسے دبوچ لیا۔"

"کیا تم نے اسے پکڑ لیا ہے؟"

"تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ میں نے وہ چندر رکھی ہیرا اس سے چھین لیا ہے۔"

"کیا؟" وہ خوش ہو کر بولی "سچ؟ کیا وہ ہیرا اب تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں۔ اس چور کے پاس تمہارا پورا نیکلس نہیں تھا۔ صرف ہیرا تھا۔ اب وہ میری جیب میں ہے۔"

"تم کہاں ہو؟"

"تمہاری ٹیکسی کے پیچھے جو بلیک مرسڈیز ہے' اسے میں ڈرائیو کر رہا ہوں۔"

اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا پھر کہا "تم بہت شریر ہو۔ میرے پیچھے آرہے ہو۔ مجھے بتانا تو چاہیے۔ گاڑی روکو۔"

"ٹھہرو' گاڑی نہ رکوانا۔ چلتی رہو۔ پورس نے جیسا کہا ہے' ویسا ہی کرتی رہو۔ وہ تمہارا تعاقب کر رہا ہوگا۔ یہ دیکھنا چاہتا ہوگا کہ میں تم سے کہاں ملاقات کرنے والا ہوں۔"

"میں حیران ہوں کہ وہ بالکل تمہاری طرح ہے۔ اس کے بولنے کا انداز بھی تمہارے جیسا تھا۔"

"وہ خطرناک حد تک ذہین اور مکّار ہے۔ یہ سمجھ رہا ہوگا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر رہوں گا اور اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تو پھر وہ ہوٹل میں نہیں آئے گا؟"

"یہی میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ چور بن کر تمہیں ہوٹل میں قیام کرنے کا مشورہ کیوں دے رہا تھا؟"

"جب وہ ذہین اور مکّار ہے تو ہوٹل میں نہیں آئے گا۔ یہ سمجھ گیا ہوگا کہ ہمارے درمیان رابطہ ہو چکا ہے۔"

"تم ہوٹل کے کمرے میں پہنچو گی تو پتا چلے گا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔"

اس نے ایک ہوٹل میں پہنچ کر کمرا حاصل کیا۔ اس کمرے میں آکر انتظار کرنے لگی۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی دستک سنائی دی۔ وہ بولی "دروازہ کھلا ہے۔ اندر آجاؤ۔"

دو افراد دروازہ کھول کر اندر آئے۔ اس نے پوچھا "فرمایئے؟"

انہوں نے اپنے کارڈز دکھائے۔ ان کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے تھا۔ ایک افسر تھا' دوسرا اس کا ماتحت۔ اس افسر نے کہا۔ "مس لیلی ڈونا! میں نے تمہیں ائرپورٹ پر ہی پہچان لیا تھا۔ تم نے امریکی حکام کی مہربانیوں سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی' فوج کے ٹریننگ سینٹر میں رہ کر تربیت حاصل کی پھر اچانک نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول کا ذخیرہ چرا کر فرار ہو گئیں۔"

وہ بولی "تم میری پوری ہسٹری جانتے ہو۔ یہ بتاؤ' کس ارادے سے آئے ہو؟"

"تمہیں آرمی ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔ وہاں تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔ تمہیں جواب دینا ہوگا کہ تم نے اپنے ملک اور قوم کے ساتھ کیوں غداری کی۔"

"اگر میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں تو؟"

"میں جانتا ہوں تمہارے ساتھ پارس بھی ہے۔ میں نے اسے ائرپورٹ پر دیکھا ہے۔ وہ تمہاری سیکورٹی کے لیے یہیں کہیں موجود ہوگا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہو کہ وہ ہمیں اپنا فرض ادا کرنے سے نہ روکے۔ خواہ مخواہ ہمارے آدمی تو مارے جائیں گے لیکن رکاوٹ پیدا ہوتے ہی تمہیں بھی گولی ماردی جائے گی۔"

افسر نے لباس کے اندر سے اپنا ریوالور نکال لیا پھر کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی مجھے گولی چلانے سے نہیں روک سکے گا۔ ہوٹل کے مختلف حصوں میں میرے جتنے ماتحت ہیں وہ بھی یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ہر حال میں تمہیں آرمی ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔"

"آفیسر! جب پارس میرے ساتھ ہے تو پھر فرہاد علی تیمور کی پوری ٹیم میری حفاظت کرے گی۔ تم مجھے گولی مارو گے تو تمہارے کتنے ہی اعلیٰ افسران موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اس کا اندازہ تمہیں ہے؟"

"دوسرے افسران کے ساتھ کیا ہوگا' یہ میں نہیں جاننا چاہتا۔ میں اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہوں۔ چلو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ پورس باتھ روم کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ہوا ایک ریوالور تھا۔ گولی افسر کی انگلیوں میں لگی تھی۔ معمولی سا زخم تھا۔ وہ فرش پر جھک کر دوسرے ہاتھ سے اپنا ریوالور اٹھا سکتا تھا۔

پورس نے کہا "میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا لیکن ریوالور اٹھاؤ گے یا چالاکی سے باہر والوں کو بلانا چاہو گے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی مار دوں گا۔"

لیلی ڈونا خوش ہو کر پورس کو دیکھ رہی تھی۔ اسے پارس سمجھ رہی تھی۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "زیادہ خوش ہو کر دانت نہ نکالو۔ منہ بند کرو۔ وہ پورس ہے۔"

وہ اسے تعجب سے دیکھنے لگی۔ پورس نے افسر کے ماتحت کو ایک سرنج دے کر کہا "یہ انجکشن اپنے صاحب کو لگاؤ۔ انکار کرنے میں وقت ضائع کرو گے تو مجھے تم پر ایک گولی ضائع کرنی ہوگی۔"

یہ کہتے ہی پورس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ زخمی ہونے کے باعث سانس نہ روک سکا۔ افسر نے پورس کی مرضی کے مطابق اپنے ماتحت سے کہا "وقت ضائع نہ کرو۔ یہ انجکشن مجھے لگاؤ۔"

ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد افسر نے ماتحت کو دوسرا انجکشن لگایا۔ لیلی ڈونا نے افسر کی زخمی انگلیوں پر پٹیاں باندھیں۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پورس نے ماتحت کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا۔ اس طرح وہ سب باہر آئے۔

باہر کھڑے ہوئے فوجی جوانوں نے دیکھا۔ بلی ڈونا اور پورس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ افسر اور ماتحت بڑی شان سے انہیں گرفتار کرکے ہوٹل کے باہر آئے۔ افسر نے جوانوں سے کہا۔ "میں انہیں دوسرے راستے سے لے جارہا ہوں۔ تم سب دوسرے راستے سے جاؤ تاکہ پارس کو جو لوگ بچانے آئیں' وہ یہ سمجھیں کہ پارس اور اس کی محبوبہ کو فوجی جوان حراست میں لے جارہے ہیں۔"

وہ دو مختلف راستوں پر چل پڑے۔ کچھ دور جانے کے بعد افسر نے گاڑی روک دی۔ ان کی ہتھکڑیاں کھول دیں پھر انہیں گاڑی سے اتار کر اپنے ماتحت کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئے تو پورس نے کہا "میں جانتا ہوں' اب تک پارس سے تمہارا رابطہ ہوچکا ہوگا۔ مجھے ائرپورٹ پر تمہارے چور خیالات پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ پتا چلا تم نے خود کو پارس کے لیے وقف کردیا ہے اور تم واقعی اس کی وفادار ہو لہٰذا میں تمہارے ساتھ کوئی چکر نہیں چلاؤں گا۔ میں جارہا ہوں۔"

"کہاں جارہے ہو؟ پارس آنے والا ہے۔ اس سے ملاقات کرو۔"

"میں نے تمہیں ملٹری انٹیلی جنس والوں سے بچایا۔ گویا پارس کی امانت کی حفاظت کی۔ میری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور نہ آئندہ کبھی دشمنی کے حالات پیدا ہونے دوں گا۔"

"تم بہت اچھے خیالات کے مالک ہو۔ تھوڑی دیر رک جاؤ۔ پارس سے ضرور ملاقات کرو۔"

"سوری۔ پارس سے میری دوستی بھی نہیں ہے۔ ملاقات ضروری نہیں ہے۔ کبھی حالات نے ملایا تو ملنا ہی پڑے گا۔ اوکے گڈبائی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک قریبی گلی میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔ تم اس کا تعاقب کرو۔ دیکھو وہ کہاں جاتا ہے؟"

بلی ڈونا چھپ کر اس کا تعاقب کرنے لگی۔ وہ ایک گلی سے دوسری گلی میں گیا پھر ایک ریستوران میں داخل ہوگیا۔ وہ ایک چھوٹا سا ریستوران تھا۔ بلی ڈونا نے کاؤنٹر پر آکر پوچھا "یہاں ابھی ایک جوان آیا تھا۔ اس نے ملٹی کلر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ وہ کدھر گیا ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا "وہ ادھر واش روم کی طرف گیا تھا۔"

پورس واش روم میں جاکر نادیدہ بن کر باہر آیا۔ بلی ڈونا کو دیکھنے لگا۔ وہ اسے تلاش کررہی تھی۔ پورس نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اسے جگہ مل گئی۔ بلی ڈونا نے اسے اس لیے محسوس نہیں کیا کہ پارس پہلے سے اس کے اندر موجود تھا۔

وہ پارس سے بولی "وہ کہاں چلا گیا؟ جبکہ ریستوران کا کوئی پچھلا دروازہ نہیں ہے۔"

"وہ ایک چھت سے دوسری چھت پر جاسکتا ہے۔ اسے تمہارے تعاقب کا علم ہوچکا ہے۔ اب وہ نظر نہیں آئے گا۔ تم واپس آجاؤ۔ میں مین روڈ پر انتظار کررہا ہوں!"

وہ ریستوران سے باہر نکلنے لگی۔ پورس مسکرانے لگا۔

امریکی اکابرین نے پھر ایک بار یہ خوش خبری سنی کہ پارس کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ تین دن پہلے وہ ان کی قید میں تھا اور بڑے پراسرار طریقے سے فرار ہوا تھا۔ وہ پہلے بھی پورس کو پارس سمجھ رہے تھے اور اب بھی ہیڈکوارٹر میں یہی اطلاع پہنچی تھی کہ بلی ڈونا کی گرفتاری کے دوران میں پارس بھی گرفت میں آگیا ہے۔

ایک حاکم نے کہا "یہ خبر ہمارے ٹیلی پیتھی کے شعبے کے انچارج مین کلر کو دی جائے۔ ہمارا جو افسر انہیں گرفتار کرکے لا رہا ہے' مین کلر اس کی مدد کرے گا۔"

کئی اکابرین نے اعتراض کیا کہ ایک بار مین کلر کی غفلت سے پارس فرار ہوگیا تھا۔ وہ بے پروا اور غیر ذمے دار ہے۔ اب اسے پارس سے دور رکھا جائے لیکن پارس اور بلی ڈونا کی گرفتاری معمولی واقعہ نہیں تھی۔ یہ ایک فوجی افسر کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ اس کارنامے کی اطلاع مین کلر تک پہنچی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا "ہیلو پارس! مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ کیا واقعی تم گرفتار ہوچکے ہو؟"

"تم میرے اور بلی ڈونا کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھ سکتے ہو۔ ہم دونوں نہتے ہیں۔ ہمارے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں ورنہ ہم نادیدہ بن کر فرار ہوجاتے۔"

"ہاں میں ہتھکڑیاں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے فرار ہونے کی صورت بھی نہیں ہے۔ چلو اچھی بات ہے' تمہیں ٹارچر سیل میں لے جاکر پوچھا جائے گا کہ تم کیسے فرار ہوئے تھے۔"

"مین کلر! تم پھر غلطی کررہے ہو۔ میں پارس نہیں' پورس ہوں۔ پہلے بھی میں نے تمہیں یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔"

"تم ہماری قید میں رہو گے۔ سونیا اور فرہاد تمہاری رہائی کے لیے رابطہ کریں گے تو معلوم ہوجائے گا کہ تم پارس ہو یا پورس؟"

"اگر یہ ثابت ہوجائے کہ میں پورس ہوں تو کیا مجھ سے دوستی کرو گے؟"

"خوشی سے دوستی کروں گا۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت باکمال ہو۔ ایسا باکمال پارس ہی ہوسکتا ہے۔ اگر تم کوئی اور ہو تو تمہارا یوں پارس کی طرح زبردست ہونا حیرت انگیز ہے۔ میں ضرور دوستی کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس معاملے پر پھر گفتگو کریں گے۔"

اس نے سانس روک لی۔ مین کلر کو اس کے دماغ سے جانا پڑا۔ اس نے آرمی ہیڈکوارٹر میں آکر تمام اعلیٰ افسران سے کہا "آپ لوگوں نے بلی ڈونا اور پارس کی گرفتاری سے مجھے بے خبر رکھا تھا لیکن میں اتنے بڑے معاملے سے بے خبر نہیں رہ سکتا تھا۔ بہرحال ٹیلی پیتھی جاننے والی دو بڑی ہستیوں کی گرفتاری پر آپ لوگوں کو مبارک باد دیتا ہوں۔"

"کیا تم پارس کے پاس گئے تھے؟"

"گیا تھا۔ وہ خود کو پارس نہیں' پورس کہہ رہا ہے۔"

"جب تم نے اسے گرفتار کیا تھا تب بھی وہ یہی کہہ رہا تھا۔ ہم اس فریب میں نہیں آئیں گے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس کا ہم شکل ہے اور بالکل اسی کی طرح حرکتیں بھی کرتا ہے۔"

"ہم یقین نہیں کریں گے لیکن وہ پوری طرح ثابت کردے گا کہ وہ پورس ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ پارس اور پورس دو مختلف ہم شکل جوان ہیں۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں اطلاع ملی کہ جو افسر اپنی گاڑی میں بلی ڈونا اور پارس کو لا رہا ہے' آرمی ہیڈکوارٹر میں داخل ہوچکا ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی تمام مسلح فوجی جوان مستعد ہوگئے۔

وہ گاڑی چیف آف آرمی اسٹاف کے دفتر کے سامنے آکر رکی۔ سب نے دیکھا' جس افسر کو بلی ڈونا اور پارس کو ہتھکڑیاں لگا کر لانا تھا' اب اس افسر اور اس کے ماتحت افسر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک دوسرا افسر انہیں گرفتار کرکے لا رہا تھا۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے غرا کر پوچھا "انہیں کیوں گرفتار کیا ہے؟ وہ اصل قیدی کہاں ہیں؟"

افسر نے کہا "سر! ان دونوں نے بلی ڈونا اور پارس کو بھگا دیا ہے۔ ان سے کوئی سمجھوتا کیا ہے۔"

قیدی افسر نے تالی پیٹ کر کہا "اے حضور! میں اسے کیوں بھگاؤں گی۔ میرا بس چلتا تو اس بانکے چھیل چھبیلے جوان کو اپنی بانہوں میں قید کرلیتی۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ بلی ڈونا اور پارس کہاں ہیں؟"

"سرکار! میں بلی ڈونا ہوں۔ آپ کے سامنے کھڑی ہوں۔"

افسر کے ماتحت نے کہا "نہیں حضور! یہ جھوٹ کہتی ہے۔ اس کی تو نہ صورت ہے' نہ فگر ہے۔ آپ میرا فگر دیکھیں' میں بلی ڈونا ہوں۔"

ایک افسر نے دوسرے افسر سے کہا "میں سمجھ گیا۔ انہیں ارموز کے انجکشن لگائے گئے ہیں۔ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ان کی کیا مجال ہے کہ یہ بلی ڈونا اور پارس کو کبھی چھو بھی سکیں۔ ان دونوں نے انہیں احمق بنایا ہے اور ہم احمق بن کر ان کے انتظار میں یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے ڈانٹ کر حکم دے دیا "لے جاؤ ان کمبختوں کو یہاں سے۔ لیکن بلی ڈونا اس ملک میں واپس آگئی ہے۔ اسے تلاش کرو۔ پارس یا فرہاد کے کسی بھی عزیز کو گرفتار کرنے کی خوش فہمی میں نہ رہا کرو۔"

فوجی جوان ان خسرے بن جانے والوں کو وہاں سے لے جانے لگے۔

ایک نے دوسرے سے کہا "اے بہنا! مرد ایک عورت سے گھبرا جاتے ہیں۔ پارس ہم دو بلیوں کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ اگر میں ایک ہی بلی رہتی تو وہ مجھے بازوؤں میں لے کر دنیا کی نظروں سے دور لے جاتا۔"

وہ ان دونوں کو دھکے دیتے ہوئے لے گئے۔ مین کلر نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پورس کے پاس پہنچ کر بولا "تم نے تو خوب الو بنایا ہے۔"

"تمہیں نہیں بنایا ہے۔ تم شکایت نہ کرو۔ یہ بتاؤ کہ مجھے پورس تسلیم کرتے ہو؟"

"کوئی ٹھوس ثبوت دو۔"

"یہ جانتے ہو کہ دیوی شی تارا' پارس کی کٹر دشمن ہے۔"

"ہاں جب میں پچھلی بار شی تارا پر تنویمی عمل کررہا تھا تو عمل سے پہلے اس کے چور خیالات بھی پڑھے تھے۔ چور خیالات نے بتایا کہ وہ اس مسلمان سے جو اس کا محبوب اور شوہر رہ چکا ہے اب سخت نفرت کرتی ہے۔"

پورس نے کہا "اب بلی ڈونا سے جاکر پوچھو' کیا وہ پورس کو پارس سمجھ کر دھوکا کھاتی رہی ہے۔ ابھی بلی سے رابطہ کرو گے تو شاید اس کے ساتھ پارس بھی ہوگا۔"

مین کلر نے بلی ڈونا سے رابطہ کیا۔ پہلے تو اس نے اسے دماغ میں آنے نہیں دیا پھر اس نے پوچھا "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میں ہوں مین کلر۔ تم سے ایک سوال کا جواب سن کر چلا جاؤں گا۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"کیا پارس کا کوئی ہم شکل ہے' جس کا نام پورس ہے؟"

"ہے۔ اتنا زبردست ہم شکل ہے کہ آج میں بھی ائرپورٹ پر دھوکا کھا گئی تھی۔ وہ پورس تھا اور میں اسے پارس سمجھ رہی تھی۔ کیا تمہیں اپنے سوال کا جواب مل گیا؟"

"مل گیا۔ شکریہ۔"

بلی نے سانس روک کر اسے دماغ سے نکلنے پر مجبور کردیا۔ وہ ایک ریستوران میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی گفتگو کے دوران میں ایک ویٹر نے آکر پوچھا تھا کہ وہ کولڈ ڈرنک لے گی یا کافی؟

وہ ویٹر کو جواب دے کر پھر خیال خوانی کے ذریعے بولنے لگی تھی۔ مین کلر نے فوراً ہی اس ویٹر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا' بلی کے سامنے میز کے دوسری طرف ایک جوان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں کافی پینا چاہتا ہوں۔"

مین کلر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کون ہو؟ کیا پریشانی ہے؟"

"میں ہوں' مین کلر۔"

"سمجھ گیا۔ تم نے ویٹر کے ذریعے میری آواز سنی اور میرے اندر آ گئے۔ تم نے بتایا نہیں پریشانی کیا ہے؟"

"کیا آپ پارس ہیں؟"

"ہاں۔ ابھی تم بلی سے پورس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ آخر پارس اور پورس کے چکر میں کیوں پڑ رہے ہو؟"

"کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ پورس تمہارا ہم شکل ہونے کے علاوہ تمہاری طرح ذہین بھی ہے۔ تمہاری طرح مخالفین سے نمٹنے کے ہتھکنڈے بھی جانتا ہے۔"

"ایسا قدرتی طور پر ہے۔ ہم کچھ دنوں تک حیران رہیں گے پھر حیران ہونا چھوڑ دیں گے۔ اب تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

بلی نے کہا "پارس! اسے چھوڑو۔ پہلے میرا ہیرا مجھے دو۔ کب سے تڑپا رہے ہو۔ کم آن۔ اسے نکالو۔"

پارس نے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر چندر مکھی ہیرا نکالا۔ وہ خوش ہو کر بولی "ہائے یہی ہے میرا چندر مکھی۔"

اس نے لپک کر اسے چوما پھر سینے سے لگاتے ہوئے پوچھا "تم نے چور کو کیسے پکڑ لیا تھا؟"

اس نے کسی چور کو نہیں پکڑا تھا۔ ایک بہت بڑے جوہری کو بہت بڑی رقم دے کر اصلی ہیرے کو ترشوایا تھا۔ اس جوہری نے چند گھنٹوں کی محنت کے بعد اسے چندر مکھی ہیرا بنا دیا تھا۔

اس نے بات بنا دی کہ کس طرح چور کو پہچان کر اس سے ہیرا چھین لیا تھا پھر اس نے مین کلر سے کہا "اور کتنی دیر رہنے کا ارادہ ہے۔ یہ دماغ کیا تمہارے باپ کا گھر ہے۔ گیٹ آؤٹ۔"

اس نے سانس روکی۔ وہ وہاں سے پورس کے دماغ میں آیا۔ پورس ایک چارٹرڈ طیارے میں سفر کر رہا تھا اور مین کلر نے پارس کو ایک ریستوران میں بلی کے ساتھ دیکھا تھا۔ اب یقین ہو گیا کہ پارس اور پورس دو الگ ہستیاں ہیں۔

پورس نے پوچھا "کیا یقین آ گیا؟"

"ہاں۔ تم تو بالکل پارس جیسے ہو۔ میں حیران ہوں کہ۔۔۔"

"حیران ہونے کے لیے عمر پڑی ہے۔ کام کی بات کرو۔ دوستی کرو گے؟"

"میں تو سر کے بل دوستی کروں گا مگر تم کچھ گڑبڑ لگتے ہو۔"

"اب کیا گڑبڑ ہے؟"

"مجھے لگتا ہے، تم پارس کے بھی دوست ہو۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔"

"نہیں۔ حقیقت ہے۔ تم نے پارس کی محبوبہ کی مدد کی۔ اسے ہمارے فوجیوں کی حراست سے چھڑا کر لے گئے۔ اگر دوست نہیں ہو تو بلی ڈونا کو حراست سے نکال کر پارس کے پاس کیوں پہنچایا؟"

"بلی ڈونا مجھے پارس سمجھ کر دھوکا کھا رہی تھی۔ اگرچہ وہ بے حد حسین ہے لیکن میں کبھی کسی کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ اگر وہ پارس کی نہیں، کسی اور کی محبوبہ ہوتی، تب بھی میں عزت سے اس کے محبوب تک پہنچا دیتا۔ ایسا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کسی کا دوست بن گیا ہوں۔"

"تم بلی کو یرغمال بنا کر پارس کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتے تھے۔"

"میں اسے کیوں مجبور کرتا؟ اگر میری اس سے دوستی نہیں ہے تو دشمنی بھی نہیں ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، وہ کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا؟"

"تم نے مجھے نقصان پہنچایا تھا۔ مجھے قیدی بنایا تھا۔ کیا میں تم سے دشمنی کر رہا ہوں؟ میں تو دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم عجیب ہو۔ جب تمہیں کسی سے دشمنی نہیں کرنی ہے، ہر ایک سے دوستی کرنی ہے تو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کیوں آئے ہو؟"

"کیا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دشمنی لازمی ہوتی ہے؟ ہم سب دوست بن کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی دنیا میں خوش حالی نہیں لا سکتے؟"

"تم کوئی مہاتما ہو؟ کیا تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے کا دوست بنا سکو گے؟"

"پہلے تو میں سبھی کو اپنا بنانے کی کوشش کرتا رہوں گا پھر سب کو ایک دوسرے سے محبت کرنے پر مائل کروں گا۔"

"تم احمقوں کی جنت میں رہتے ہو۔ ناممکن کبھی ممکن نہیں ہوتا۔"

"پہلے یہ بھی ناممکن تھا کہ نادیدہ بننے والوں کو نادیدہ بننے سے باز رکھا جائے۔ وہ گولیاں مصیبت بن گئی تھیں۔ ان گولیوں کو ختم کرنا ناممکن تھا لیکن میں نے یہ سلسلہ ختم کر دیا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان گولیوں سے محروم کر دیا۔ اس کے علاوہ اب وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے بھی پلک جھپکتے میں کسی دوسرے ملک یا جگہ نہیں پہنچ سکیں گے۔ جو کام ناممکن تھا میں نے وہ کر دکھایا۔"

"وہ گولیوں کا معاملہ تھا، تم نے ایک اسپرے کرنے والی دوا کے ذریعے انہیں ختم کر دیا لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیسے مائل کرو گے یا مجبور کرو گے کہ وہ آپس میں دوست بن کر رہیں؟"

"ہم سب ٹیلی پیتھی کے نشے میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے ایک دوسرے سے برتر ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ٹیلی پیتھی کو ختم کر دیا جائے گا تو سب کے غباروں سے ہوا نکل جائے گی۔ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں طاقت کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے۔"

"کیا تم جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتے ہو۔ کیا ٹیلی پیتھی کا علم اس دنیا سے ختم ہو سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ میرے جن ڈاکٹروں نے نادیدہ گولیوں کو ناکارہ بنا دیا ہے اب وہ ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز دوا تیار کر رہے ہیں۔"

"وہ دوا کیا ہو گی؟"

"اس دوا کو جہاں اسپرے کیا جائے گا، وہاں کی فضا میں سانس لینے والوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم واش ہو جائے گا۔ دماغ ایسے دھل جائیں گے جیسے انہوں نے کبھی ٹیلی پیتھی سیکھی ہی نہ ہو۔"

"ارے او ٹیلی پیتھی کے دشمن! تُو نے واقعی ایک ناممکن کام کو ممکن کر دیا تھا۔ کیا سچ مچ ٹیلی پیتھی کا توڑ کرنے والی دوا تیار کر رہا ہے یا بچہ سمجھ کر ڈرا رہا ہے؟"

"ابھی تم اسے دھمکی سمجھو۔ آئندہ کسی دن تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی دھل جائے تو سمجھ لینا، میرے ڈاکٹر اپنے تجربے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔"

"او گاڈ! تم کیا چیز ہو؟ کہاں سے پیدا ہو گئے ہو؟ اچھا ایک بات سچ سچ بتاؤ گے؟"

"جو کہوں گا، سچ کہوں گا۔ سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔"

"اگر ہم دونوں پکے دوست بن جائیں۔ اگر میں تم پر جان قربان کرنے والا دوست بن جاؤں تو تم اس دوا سے میری خیال خوانی کرنے کی صلاحیت کو نقصان تو نہیں پہنچاؤ گے؟"

"تم جانتے ہو کہ جب میں نے اس دنیا سے نادیدہ گولیاں اور کیپسول ختم کیے تو اپنے ذخیرے کو بھی ناکارہ بنا دیا۔ آج میرے پاس بھی کوئی گولی یا کیپسول نہیں ہے۔ میں دوسروں کی خرابیوں کے ساتھ اپنی بھی خرابی دور کر دیتا ہوں۔"

"یار! خرابیوں کی باتیں چھوڑو۔ اپنی اور میری ٹیلی پیتھی کی سلامتی کی بات کرو۔"

"ٹیلی پیتھی میں بھی بہت سی خرابیاں ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ دوست کم اور دشمن زیادہ پیدا کرتی ہے۔ اس لیے جب سب کے دماغ سے ٹیلی پیتھی دھلے گی تو میرے اور تمہارے دماغوں سے بھی ضرور دھلے گی۔"

"کیوں بکواس کرتے ہو؟ عقل سے سوچو۔ جب تمہاری دوا کے ذریعے اس دنیا سے ٹیلی پیتھی ختم ہو جائے گی، صرف ہم دونوں بھائی خیال خوانی کریں گے تو پوری دنیا پر حکومت کرنے لگیں گے۔"

"سوری۔ میں دوسروں کے لیے جو سوچتا ہوں، اپنے لیے بھی وہی کرتا ہوں، اسے انصاف کہتے ہیں۔"

وہ انصاف کی ماں بہن ایک کرنے لگا۔ غصے میں آپے سے باہر ہونے لگا۔ پورس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ پھر مسکراتے ہوئے، طیارے کی کھڑکی کے باہر امریکا کے مجسمۂ آزادی کو دیکھنے لگا۔ وہ ایک چھوٹا طیارہ کرائے پر حاصل کر کے نیویارک اور اس کے اطراف کے شہروں کا نظارہ کر رہا تھا۔

○☆○

پارس جب تک اسرائیل میں تھا، تب تک وہاں کے اکابرین کا سکون برباد کرتا رہا۔ نتالیہ اس دوران میں اس کی محبت میں گرفتار رہی۔ یہ برسوں کا تجربہ تھا۔ امریکا یا اسرائیل جب بھی آرام اور سکون سے رہتے تھے تو ان کے دماغوں میں اسلام دشمنی کے کیڑے کلبلانے لگتے تھے اسی لیے پارس اس ملک میں بے چینی پیدا کرتا رہا تھا۔

پھر اچانک نتالیہ اس کی زندگی سے دور ہو گئی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کیا تو نتالیہ نے اسے ایک مسلمان کہہ کر نفرت ظاہر کی اور سانس روک کر اپنے دماغ سے بھگا دیا۔

پارس سمجھ گیا کہ نتاشا نے اس کی مصروفیات کے دوران میں بڑی رازداری سے نتالیہ پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ میں پارس کے خلاف زہر بھر دیا ہے۔

نتاشا کے دماغ میں مسلمانوں کے خلاف جو زہر بھرا ہوا تھا اس کے مطابق اس نے اپنی بہن نتالیہ کو بھی زہریلا دیا تھا۔ پارس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ نتاشا کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرتا۔ پھر وہ کوئی ایسا اہم معاملہ نہیں تھا۔ کسی دوسرے وقت نتاشا سے نمٹا جا سکتا تھا۔

وہ امریکا پہنچ کر دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا۔ ان دونوں بہنوں کو اپنے دماغ سے نکال دیا۔ اس کی زندگی میں ایسی بہت سی آئیں اور گئیں۔ اس نے نتاشا اور نتالیہ کو بھی اہمیت نہیں دی لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کمبل کو چھوڑ دیتا ہے، کمبل آدمی کو نہیں چھوڑتا۔

نتاشا بھی کچھ کمبل جیسی تھی۔ الپا کے دماغ پر قبضہ کر کے پورے اسرائیل پر حکومت کرتے کرتے مغرور ہو گئی تھی۔ اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ اس نے پارس سے نتالیہ کو چھین کر اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے کہ پارس مایوس ہو کر شکست کھا کر چلا گیا ہے۔ آئندہ کبھی اس کے سامنے سر نہیں اٹھا سکے گا۔

کمبل کا قصہ شاید سب نہ جانتے ہوں۔ قصہ یوں ہے کہ دو دوست ایک دریا کے کنارے کھڑے تھے۔ انہیں پانی میں ایک کمبل تیرتا ہوا دکھائی دیا۔ ایک دوست نے کہا "خوب صورت کمبل ہے۔ میں جا کر لے آتا ہوں۔"

وہ دریا میں تیرتا ہوا کمبل کے پاس گیا تو پتا چلا، وہ ریچھ ہے۔ ٹھنڈے پانی کے مزے لے رہا تھا۔ ریچھ نے اسے دبوچ لیا۔ کنارے پر کھڑے ہوئے دوست نے کہا "دیر نہ کرو۔ کمبل لے آؤ۔"

وہ ریچھ سے پیچھا چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا "میں کمبل نہیں لا سکوں گا۔ یہ مجھ پر بھاری پڑ رہا ہے۔"

دوست نے کہا "بھاری ہے تو اسے چھوڑو اور خالی ہاتھ آ جاؤ۔"

وہ بولا "کیسے چھوڑوں۔ میں تو کمبل کو چھوڑنا چاہتا ہوں، کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہا ہے۔"

جب کوئی مصیبت گلے پڑ جائے اور پیچھا نہ چھوڑے تو کہتے ہیں۔ یہ مصیبت تو کمبل بن گئی ہے۔ نتاشا بھی کمبل بن کر ایک دن

اس کے دماغ میں آئی "ہیلو پارس! مجھے پہچان رہے ہو؟"
پارس نے کہا "آہ! میں نے کنرز بند کیا تھا۔ اتنے دنوں بعد پھر کھل گیا ہے۔ اوں ہوں کیسی بُو آرہی ہے۔"
"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں سمجھ رہی تھی' مجھ سے شکست کھانے کے بعد میرے سامنے ندامت سے بات نہیں کرسکو گے لیکن بڑے بے غیرت ہو۔"
"میری غیرت کو بعد میں للکارنا۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ میں نے تم سے کب شکست کھائی؟ اور کس معاملے میں کھائی؟"
"تم میری بہن کا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ میں نے نتالیہ کی زندگی سے تمہیں دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا اور تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔"
"یہ تم نے مکھی کی مثال صحیح دی ہے۔ میں دن رات تمہاری بہن کے بدن پر مکھی کی طرح رینگتا رہا۔ مکھی کو نکال دینے کے بعد بھی دودھ پینے کے قابل نہیں رہتا۔ تم نے نتالیہ کو اپنے رنگ میں رنگ لیا اور وہ کسی کام کی نہیں رہی۔ اس لیے میں وہ دودھ تمہارے پاس پھینک کر چلا آیا۔"
"تم سے باتوں میں کوئی جیت نہیں سکتا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ رہے گی کہ میں نے اپنی بہن کو ایک مسلمان کے چنگل سے چھڑا کر ایک یہودی سے اس کی شادی کی ہے۔ تمہیں یہ خوش خبری سنانے کے لیے رابطہ کیا ہے کہ اب وہ ماں بننے والی ہے۔"
"آگے بولو؟"
"آگے کیا بولوں؟"
"اس کا حساب تو کیا ہو گا کہ وہ مسلمان مکھی سے ماں بن رہی ہے یا یہودی مکھی سے؟"
"بکواس مت کرو۔ وہ یہودی بچے کو جنم دے گی۔ میں یہی خوش خبری سنانے آئی ہوں۔"
"تم خوش خبری نہیں سنا رہی ہو۔ راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کو کرید کر شعلہ بنا رہی ہو۔ اے بے وقوف عورت! ہمارے راستے جدا ہو گئے تھے' جدا ہی رہتے تو کیا اچھا نہ ہوتا؟"
"بے شک۔ اب بھی ہم جدا ہیں اور ہمیشہ جدا رہیں گے۔"
"اب راستے الگ کہاں رہے؟ تم سمجھتی ہو' سوئے ہوئے شیر کو جگاؤ گی اور وہ غرا کر حملہ نہیں کرے گا۔ دراصل اسرائیل میں بڑی کامیابیاں حاصل کر کے تم مغرور ہو گئی ہو اور جب عورت مغرور ہوتی ہے تو بڑی حماقتیں کرنے لگتی ہے۔"
"اچھا تو تم شیر ہو؟ سو رہے تھے؟ میں نے جگایا ہے۔ کیا حملہ کرو گے؟"
"تمہاری عمر اتنی زیادہ ہو چکی ہے کہ کوئی بوڑھا شیر بھی تم پر حملہ نہیں کرے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں تمہارے غرور کا سرنیچا کروں گا۔"
"میں تمہیں للکارنے نہیں آئی تھی۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ ایک بہن جب ماں بنتی ہے تو دوسری بہن خوش ہو کر دس جگہ خوش خبری سناتی ہے۔"
"اور طعنہ بھی دیتی ہے کہ میں شکست کھا کر اسرائیل سے امریکا آیا ہوں۔ تم نے ابھی آکر جتنی بکواس کی ہے اس کا جواب تمہیں جلد ہی ملنے والا ہے۔"
"تم کیا کرو گے؟ کیا نتالیہ کو ماں نہیں بننے دو گے؟ کیا اس کی ازدواجی اور گھریلو زندگی تباہ کر دو گے؟"
"میں کم ظرف نہیں ہوں۔ نتالیہ نے میرے ساتھ کچھ اچھے دن گزارے ہیں۔ میں اسے شاد و آباد رہنے دوں گا مگر تم....."
وہ بولتے بولتے یونہی چپ ہو گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میں؟ میں کیا؟ تم خاموش کیوں ہو گئے؟"
"جب کسی کی شامت آتی ہے تو وہ کہتا ہے' آ بیل' مجھے مار۔ میں تو بیل ہوں۔ تم نے بلایا ہے۔ میں ضرور سینگ مارنے آؤں گا۔ فی الحال تمہیں اپنے دماغ سے دھکے دے کر نکال رہا ہوں۔ آئندہ تم ساری عمر دھکے کھاتی رہو گی۔"
اس نے سانس روک لی۔ خوشخبری سنانے والی اس کے اندر سے ایسے نکل گئی جیسے اسے دھکے مارے گئے ہوں۔
بڑے بڑے کارنامے انجام دینے والوں کی فہرست میں الپا کا بھی نام آتا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے برسوں سے مملکتِ اسرائیل کو مستحکم بناتی آرہی تھی۔ اپنے ملک اور قوم کی بقا کے لیے صرف ارضی مخلوق سے نہیں' خلائی مخلوق سے بھی تنہا جنگ کرتی رہی تھی۔ اسرائیلی حکام اور فوج کے تمام اعلیٰ افسران اسے دیکھتے ہی احتراماً اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور اسے سلیوٹ کرتے تھے۔
نتاشا نے اسی الپا کو بڑی مکاری سے اپنی معمولہ بنا لیا تھا اور کافی عرصے سے اس کے دماغ میں گھس کر اسرائیل پر حکومت کررہی تھی۔ الپا بے خبر تھی کہ کسی نے اسے معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ وہ بے خبری میں نتاشا کی آلۂ کار بن کر رہتی تھی۔
کبھی کبھی پارس بھی ضروری معلومات حاصل کرنے کے لیے نتاشا کا لہجہ اختیار کر کے الپا کے اندر پہنچ جاتا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ لیا کرتا تھا۔ وہ امریکا آنے کے بعد الپا سے بھی بے نیاز ہو گیا تھا۔ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا' جس کے حوالے سے وہ الپا کو یاد کرتا۔
نتاشا نے اسے چھیڑ کر الپا کی یاد دلائی۔ وہ اب الپا کے ذریعے ہی اس کے غرور کا سرنیچا کر سکتا تھا۔ اس خیال سے وہ نتاشا کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں آیا۔ چونکہ وہ نتاشا کی معمولہ تھی اس لیے اس نے پارس کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔
اس وقت وہ برین آدم سے باتیں کررہی تھی "برادر! مجھے عرصے سے بڑا اطمینان ہے۔ ہمارے ملک میں امن وامان ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ملک میں سرگرم نہیں ہے۔ آج کل میں وقت پر سوتی ہوں اور وقت پر کھاتی پیتی ہوں۔"
برین آدم نے کہا "واقعی' خدا کا شکر ہے کہ ہم ذرا اطمینان سے زندگی گزار رہے ہیں۔ اس بات کا بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے کہ اب نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں رہیں۔ ورنہ اس شبے میں مبتلا رہتے تھے کہ پتا نہیں کون نادیدہ بن کر ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہماری خفیہ مصروفیات سے واقف ہو رہا ہے۔"
الپا نے کہا "اگرچہ ان گولیوں سے ہمیں بڑے فائدے پہنچ رہے تھے لیکن ہمارے دشمن بھی ہمارے خلاف ایسے ہی فائدے اٹھا رہے تھے۔ بہرحال ایسے اندیشوں سے نجات مل گئی کہ کوئی چھپ کر ہماری نگرانی کر رہا ہے۔"
"میں نے سوچا تھا کہ نادیدہ گولیوں کا فارمولا ہمارے پاس ہے۔ ہم رازداری سے اپنے لیے گولیاں تیار کرلیں گے لیکن ڈاکٹر حضرات ایسی گولیاں دوبارہ تیار نہ کرسکے۔ ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ کسی نے ان فارمولوں میں تبدیلی کر دی ہے۔"
"ایسا کون کر سکتا ہے؟"
"اسی نے کیا ہو گا' جس نے دنیا میں موجود رہنے والی گولیوں کے تمام ذخیروں کو تباہ کیا ہے۔"
"پتا نہیں' وہ تباہ کرنے والا کون ہے؟ اس نے اب تک خود کو ظاہر نہیں کیا ہے۔"
"میرا خیال ہے' ایسی گولیاں دوبارہ بنانے میں صرف ہم ناکام نہیں رہے ہیں۔ امریکا اور روس کے ڈاکٹروں کو بھی ناکامی ہوئی ہو گی۔ ان کے فارمولے بھی تبدیل کئے گئے ہوں گے یا ضائع کر دیے گئے ہوں گے۔"
"یہی بات ہے ورنہ وہ دوبارہ ایسی گولیاں تیار کر لیتے تو انہیں ضرور استعمال کرتے اور ان کا یہ عمل ہم سے چھپا نہ رہتا۔"
روس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جاسوس کرشتو سکی پچھلے دنوں اسرائیل آیا تھا۔ اپنے ساتھ ہارموز کے انجکشن بھی لایا تھا۔ وہ نتاشا کے مقابلے میں وہاں زیادہ کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ناکام رہا۔
یہ اس کی بدقسمتی تھی۔ وہ یہودی اکابرین کے اجلاس میں نادیدہ بن کر آیا تھا۔ اسی وقت گولی کا اثر زائل ہو گیا تھا اور وہ نمودار ہو گیا تھا۔ وہاں سے وہ فرار نہ ہو سکا۔ گرفتار ہو گیا۔ اس کے پاس ہارموز کے انجکشن کا جو پیکٹ تھا' اسے برین آدم نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا پھر اسے لیبارٹری میں بھیج دیا تھا۔
برین آدم نے کہا "لیبارٹری کی رپورٹ بتا رہی ہے کہ ایسے انجکشن کسی بھی ملک میں اور کسی بھی لیبارٹری میں آسانی سے تیار کئے جا سکتے ہیں۔"
الپا نے کہا "یہ بات تشویشناک ہے۔ آئندہ ایک دوسرے سے دشمنی بڑھتی جائے گی تو سب ہی ان انجکشنوں کو ہتھیار کے طور استعمال کریں گے۔ یوں ہماری دنیا میں خسروں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ مرد اتنے کم رہ جائیں گے کہ بچے پیدا کرنے کے لیے انہیں گھر گھر ڈھونڈنا ہو گا۔"
"ایسا ہو سکتا ہے۔ آج ہم اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ آئندہ مردوں کے لیے حفاظتی انتظامات کرنے ہوں گے۔"
"ہم دشمنوں کو ایسے انجکشنوں کی تیاریوں سے باز نہیں رکھ سکیں گے لیکن اس کا توڑ پیدا کر سکتے ہیں۔"
"میں یہی کر رہا ہوں۔ ہمارے ڈاکٹر اینٹی ہارموز انجکشن تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ اس اینٹی انجکشن کے ذریعے ہم خسروں کو پھر مردانگی کی طرف واپس لے آئیں گے۔ اس انجکشن سے ہم اپنی قوم کو فائدہ پہنچائیں گے۔ کسی یہودی کو خسرا نہیں بننے دیں گے۔"
پارس' الپا کے دماغ میں رہ کر ان کی گفتگو سنتا رہا اور ان کے ارادے معلوم کرتا رہا پھر وہاں سے چلا آیا۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا' اس کے لیے وہ وقت مناسب نہیں تھا۔
اس رات جب الپا گہری نیند میں ڈوب گئی تو پارس اس کے دماغ میں آیا۔ وہاں کافی دیر تک خاموش رہا۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا کہ نتاشا وہاں موجود ہے یا نہیں؟
جب اسے یقین ہو گیا کہ نتاشا نہیں ہے تو اس نے الپا کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"
"میں تمہارا ایک ہمدرد ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔"
"تم کس طرح میری بھلائی چاہتے ہو؟"
"تم ایک عرصے سے بے خبری کے عالم میں زندگی گزار رہی ہو۔"
"کیسی بے خبری؟"
"کیا تم کبھی یہ محسوس کرتی ہو کہ تم کسی موقع پر کرنا کچھ چاہتی تھیں مگر کچھ اور کر گئیں؟ کبھی کوئی فیصلہ کرنا چاہا لیکن اپنے اس فیصلے کے خلاف کسی دوسرے فیصلے پر عمل کرنے لگیں؟ کیا تم نے کبھی سمجھنا چاہا کہ تم بعض اوقات اپنے اختیار میں نہیں رہتی ہو؟"
"ہاں۔ ایسا میں نے محسوس کیا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے کسی اَن دیکھی چیز نے مجھے جکڑ لیا ہے۔ بعض اوقات میں اپنے مزاج کے خلاف فیصلے کرتی ہوں۔"
"ایسا اس لیے کرتی ہو کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ جس کی تم معمولہ ہو' وہ تمہارے مزاج کے خلاف تم سے فیصلے کراتی ہے۔"
"مجھ پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے؟"
"نتاشا نے۔ وہ بظاہر دوست بن کر تمہارے دماغ میں آتی ہے اور تم یہ سمجھ نہیں پاتیں کہ وہ آتی ہے۔ تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہو۔ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کی معمولہ ہو' اسی لیے اسے اپنے اندر آنے سے نہیں روکتی ہو۔"

"ہاں تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے مگر میں کیا کرسکتی ہوں؟ اس کے تنویمی عمل کے اثر سے کیسے نکل سکتی ہوں؟"

"تم نے ابھی پوچھا تھا' کس طرح تمہاری بھلائی چاہتا ہوں؟ اس کا جواب ہے' میں تمہیں نتاشا کے تنویمی عمل سے نجات دلاؤں گا۔"

"سو مچ تھینکس۔ میں تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ پلیز مجھے بتاؤ' تم کون ہو؟"

"میں نے نتاشا کا لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ اس لیے تم مجھے نہیں پہچان رہی ہو۔ میں پارس ہوں۔"

"او گاڈ! تم پارس ہو؟ واقعی تم سے زیادہ میرا ہمدرد کوئی نہیں ہوسکتا۔ تم پہلے بھی میرے کام آتے رہے ہو۔"

"کیا اب میں اپنے لب و لہجے میں گفتگو کروں؟"

"ہاں کرو۔ میں سانس نہیں روکوں گی۔ تمہاری اپنی آواز سن کر مجھے اپنائیت محسوس ہوتی رہے گی۔"

وہ اپنے لب و لہجے میں بولنے لگا "تم اسی طرح گہری نیند میں رہ کر میرے تنویمی عمل کے زیرِ اثر آؤ گی۔"

"پارس! وعدہ کرو' اس سے نجات دلا کر تم مجھے اپنی معمولہ نہیں بناؤ گے ورنہ میں آسمان سے گروں گی اور کھجور میں اٹک کر رہ جاؤں گی۔"

"جب تم زچگی کی حالت میں تھیں' تب میں تمہیں اپنی معمولہ بنا سکتا تھا۔ میں تو کیا میرے پاپا بھی جناب علی اسد اللہ تبریزی کی ہدایات کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ جناب تبریزی تم پر مہربان ہیں اس لیے ہم تمہاری لاعلمی میں بھی تمہیں کبھی دھوکا نہیں دیں گے۔"

"جناب تبریزی مجھ پر مہربان ہیں' میں اپنی خوش بختی پر جتنا فخر کروں' کم ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ مجھ پر عمل کرو۔"

وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ نتاشا کے تنویمی عمل کو یکسر مٹا دینے کے لیے اس کا برین واش کرنے لگا۔ جب اس کے ذہن سے پچھلے عمل کی ایک ایک بات دھل گئی اور وہ نتاشا کے سحر سے نکل گئی تو اس نے کہا "اب تم آزاد ہو۔ نتاشا اور نتالیہ تمہارے اندر آنا چاہیں گی تو تم ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرو گی۔ میں تمہارے دماغ کو لاک کررہا ہوں۔ آئندہ کوئی چھپ کر تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔"

وہ اسے نتاشا سے نجات دلا کر تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ دوسری صبح بیدار ہوئی تو خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا' جیسے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو اور اب وہ کسی اَن دیکھی اور نامعلوم سی گرفت میں نہ ہو۔ وہ بہت خوش ہورہی تھی۔

جب پنجرے کا دروازہ کھلتا ہے تو پنچھی شوقِ پرواز میں بہت بلندی کی طرف اڑتا چلا جاتا ہے۔ عورت کو آزادی اور خوشی ملتی ہے تو وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بھرپور انگڑائی لیتی ہے۔ الپا نے بھی بڑ... سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے ایک بھرپور انگڑائی لی پھر اچانک سانس روک لی۔

اسے پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہی لہر محسوس ہوئی۔ الپا نے اس بار سانس نہیں روکی۔ اسے نتاشا کی آواز سنائی دی "الپا! میں ہوں' تمہاری سہیلی' تمہاری دوست اور تمہاری معاون و مددگار نتاشا۔"

"اچھا نتاشا ہو۔ میرے اندر سے جاؤ۔ میں تمہارے اندر آؤں گی۔"

"میں ہمیشہ تمہارے اندر رہ کر بولتی ہوں۔ آج تم نئی بات کررہی ہو۔"

"آج سے میں پھر وہی الپا ہوں' جس کے دماغ تک تو کیا سائے تک بھی کوئی دشمن پہنچ نہیں پاتا تھا۔ اب جاؤ۔ میں آرہی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ چلی گئی۔ یہ سمجھ گئی کہ الپا اس کے اثر سے نکل گئی ہے۔ اس کے نکل جانے کے بعد اب اسرائیل پر اس کی حکمرانی نہیں رہے گی۔ وہ بہت سی قوتوں سے اور بہت سے اختیارات سے محروم ہوگئی ہے۔ اقتدار کی کرسی سے نیچے گرنے میں وقت نہیں لگتا۔ ایسا چشمِ زدن میں ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ ایسا ہوچکا تھا۔

اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ سمجھ گئی کہ الپا ہے۔ اس نے آنے نہیں دیا۔ الپا نے دو چار بار دستک دی لیکن وہ سانس روکتی رہی۔ وہ نتاشا پر لعنت بھیج کر برین آدم کے پاس آئی پھر بولی "برادر! ہم پچھلے دنوں بے خبری میں بہت نقصانات اٹھا رہے ہیں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ ہم کن معاملات سے بے خبر تھے؟"

"وہ چڑیل نتاشا بہت مکار ثابت ہوئی ہے۔ اس نے پتا نہیں کب میرے دماغ پر قابو پالیا تھا۔ مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا اور اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا تھا۔"

"او گاڈ! ایسا کب سے ہورہا تھا؟"

"جب وہ چڑیل پہلی بار اسرائیل آئی تھی۔ میرا خیال ہے' ان دنوں میں زچگی کے باعث کمزور ہوگئی تھی۔ اس نے میری کمزوری سے فائدہ اٹھایا تھا۔"

"الپا! اس ذلیل عورت نے تمہارے اندر رہ کر ہمارے بہت سے اہم راز معلوم کیے ہوں گے۔ اس عورت کو فوراً گرفتار کرنا چاہیے۔"

"برادر! وہ بہت چالاک ہے۔ اب تک اپنی رہائش گاہ سے جا چکی ہوگی پھر بھی آپ جلد سے جلد اس کے بنگلے کا محاصرہ کرائیں۔"

وہ دونوں نتاشا کو گھیرنے اور گرفتار کرنے کے سلسلے میں مصروف ہوگئے۔ نتاشا کو جیسے ہی یقین ہوا تھا کہ الپا اس کی مٹھی سے پھسل گئی ہے' ویسے ہی دماغ نے سمجھایا کہ خطرہ ہے۔ اسے روپوش ہوجانا چاہیے۔ وہ فوراً ہی ضروری سامان لے کر دوسری جگہ منتقل ہوگئی۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بہن سے کہا "نتالیہ! بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ الپا ہماری معمولہ نہیں رہی۔ اب وہ ہم سے بری طرح پیش آئے گی۔ میں روپوش ہورہی ہوں۔ تم بھی جگہ بدل دو۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرو۔ میں بھی یہی کرنے والی ہوں۔ اب ہم اپنے اصلی چہروں کے ساتھ یہاں نہیں رہ سکیں گے۔"

نتالیہ نے کہا "میں ابھی حفاظتی تدابیر پر عمل کررہی ہوں لیکن یہ اچانک کیسے ہوگیا؟ وہ تمہارے تنویمی عمل کے اثر سے کیسے نکل گئی؟"

وہ حیرانی سے بولی "مجھے یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ میرے اثر سے کیسے نکل گئی؟ جیسے ہی پتا چلا کہ اب وہ ہماری مٹھی میں نہیں رہی ہے' میں جان بچانے کی فکر میں لگی ہوئی ہوں۔"

"اب تو سوچو' وہ کم بخت ہمارے قبضے سے کیسے نکل گئی ہے اور دوبارہ کس طرح اس پر قبضہ جمایا جاسکتا ہے؟"

"تنویمی عمل کی مدت پوری ہوجائے تو اس کا اثر زائل ہوجاتا ہے جب کہ الپا پر کیے ہوئے عمل کی مدت پوری نہیں ہوئی۔ وہ خود میرے اثر سے نہیں نکل سکتی تھی۔ کسی نے اپنے تنویمی عمل سے....."

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر چونک کر بولی "سمجھ گئی۔ اس ذلیل کمینے نے ہمیں اس کے دماغ سے نکالا ہے۔"

"تم کسے گالیاں دے رہی ہو؟"

"اسی پارس کو دے رہی ہوں۔ میں نے اسے خوش خبری سنائی تھی کہ تم ماں بننے والی ہو۔ یہ سن کر اسے آگ لگ گئی۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ ہمیں اسرائیل میں حکومت نہیں کرنے دے گا۔ یہاں سے ہماری حکمرانی ختم کردے گا۔"

نتالیہ نے کہا "اور ہماری حکمرانی ختم کرنے کے لیے اس نے الپا کے دماغ سے تمہارے تنویمی عمل کو مٹا دیا ہے۔"

"ہاں۔ اس کی دشمنی بہت مہنگی پڑ رہی ہے۔ ہمارے قدم یہاں سے اکھڑنے والے ہیں۔"

"تم نے میرے ماں بننے کی خبر اسے کیوں سنائی؟ تم نے اسے اور بہت کچھ کہا ہوگا تب ہی اس نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے۔"

"جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ اب سوچنا یہ ہے کہ ہمیں یہاں دوبارہ قدم جمانے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟"

"اب تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہمیں الپا کے دماغ میں دوبارہ جگہ مل جائے۔ وہ بہت محتاط رہے گی۔"

"ہمیں جلدی ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ ہم یہاں سے بازی ہار کر نہیں جائیں گے۔ ایک تدبیر ہے نتالیہ! تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔"

"تدبیر کیا ہے؟"

"پارس کو پھر ایک بار محبت کے جال میں پھانس لو۔ وہ تمہاری خاطر ہماری ہار کو جیت میں بدل دے گا۔"

"تم نے تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ سے پارس کی محبت مٹا دی ہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کس طرح اس سے محبت کیا کرتی تھی؟"

"محبت یاد کرنے کی چیز نہیں ہے۔ تم محبت کی ایکٹنگ کرو گی تو وہ اُلّو بن جائے گا۔ تم جو کہو گی' تمہارے لیے وہی کرے گا۔"

"کیا میں ابھی اسے مخاطب کروں؟"

"ہاں ابھی کرو۔ دیر نہ کرو۔ ہمیں ہاری ہوئی بازی جلد سے جلد جیتنا ہے۔"

نتالیہ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ میں پہنچی۔ پارس اپنا سر کھجا کر یوں ہاتھ ہلانے لگا جیسے مکھی کو بھگا رہا ہو۔ وہ بولی "ہیلو پارس! میں آئی ہوں۔"

وہ مکھی کو بھگاتے ہوئے بولا "ہش۔ ہش یہ مکھی کہاں سے آگئی؟"

"میں آئی ہوں نتالیہ۔ تمہاری نتالیہ....."

"ارے یہ تو کمال ہوگیا۔ یہ مکھی بول رہی ہے۔"

"نہیں پارس! جس مکھی کو بھگا رہے ہو' وہ بھلا کیسے بولے گی۔ میں تمہارے دماغ میں بول رہی ہوں۔ میں تمہاری نتالیہ ہوں۔"

"نتالیہ؟ کون نتالیہ؟ کیا وہ نتالیہ جو ایک بچے کی ماں بننے والی ہے؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔ تمہیں خوش خبری سنانے آئی ہوں۔"

"تمہاری بہن نے بھی خوش خبری سنائی تھی۔ تم بہنوں کو خوش خبریاں راس نہیں آتی ہیں۔ تم نہ سناؤ تو بہتر ہے۔"

"میں تو سناؤں گی۔ پتا ہے' میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

"آہ! تم اس بے چارے یہودی شوہر سے باپ بننے کا کریڈٹ چھین کر مجھے دے رہی ہو۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں' یہ اس کا نہیں تمہارا ہے۔"

"کتنے مہینے ہوئے ہیں؟"

"یہ پانچواں مہینہ ہے۔"

"مجھ سے بچھڑے ہوئے گیارہ مہینے ہوگئے۔ مزید چار ماہ بعد وہ بچہ اس دنیا میں آئے گا۔ یعنی مجھ سے بچھڑنے کے ایک برس تین ماہ بعد۔ کیا ہاتھی کا بچہ پیدا کرنے والی ہو؟"

"میرے جذبات کو سمجھو۔ میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ ہونے والے بچے کو تمہارا ہی کہتی ہوں۔"

"اپنی فیکٹری سے نکلے ہوئے مال پر کسی کے بھی نام کا لیبل لگا سکتی ہو۔ کسی بھی ملک کی عدالت تمہیں ایسا کرنے سے نہیں روک

سکے گی۔"

"بچے کی بات چھوڑو۔ میں تم سے محبت کرنے آئی ہوں۔"

"اس حالت میں مجھ سے محبت کرو گی؟ کوئی اور کام کرو۔"

"تم مجھے اپنی جان کہتے تھے۔ تمہاری یہ جان مصیبت میں ہے۔ میں بہت اونچے مقام سے نیچے گر رہی ہوں، مجھے سنبھالو۔"

"تمہیں اتنے اوپر چڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ پیچھے سے تمہاری بہن نے دھکا دیا ہوگا۔"

"ہم دونوں ہی گر چکے ہیں۔ ہمیں واپس الپا کے دماغ میں پہنچادو۔ ایسے حالات پیدا کرو کہ ہم پھر اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکیں۔"

"میرے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

"کیا وہ پھر ہماری معمولہ بن جائے گی؟"

"بن جائے گی مگر ایک شرط ہے۔ پہلے میں تمہاری بہن نتاشا کو اپنی معمولہ بناؤں گا پھر اسے الپا کے دماغ میں پہنچاؤں گا۔"

نتاشا اپنی بہن کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ ناگواری سے بولی "ہرگز نہیں۔ میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ تمہاری معمولہ بن کر عمر بھر کنیز کی حیثیت سے زندگی گزاروں گی۔"

"میں جانتا تھا، تم کبھی راضی نہیں ہوگی اور مجھے راضی کرنا بھی نہیں ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا، دھکے دے کر نکالی جاؤ گی اور جہاں جاؤ گی ٹھوکریں کھاتی رہو گی۔ الپا کے دماغ سے تمہیں دھکے مل گئے۔ اب ٹھوکریں کھانے کا انتظار کرو۔"

اس نے سانس روک کر دونوں بہنوں کو بھگا دیا۔

مگر وہ دونوں بڑی ڈھیٹ تھیں۔ حوصلہ ہارنے اور میدان چھوڑنے والی نہیں تھیں۔ نتاشا نے ایک بہت بڑی بازی ہاری تھی لیکن اور کئی اہم بازیاں تھیں، جنہیں وہ آسانی سے جیت سکتی تھی۔ ان میں سے ایک اہم شخص کرسٹوو سکی تھا جسے اسرائیلی فوج نے قیدی بنایا تھا۔ وہ ایک روسی ٹیلی پیتھی جاننے والا قابل سراغ رساں تھا۔ الپا نے کہا تھا کہ اسے سزائے موت نہ دی جائے بلکہ اپنا معمول اور تابعدار بنا کر یہودی مفادات کے لیے استعمال کیا جائے۔

لہٰذا کرسٹوو سکی پر تنویمی عمل کرکے اسے تابعدار بنایا گیا تھا۔ بظاہر الپا نے اس پر عمل کیا تھا لیکن الپا کے دماغ پر نتاشا کا قبضہ تھا اس طرح نتاشا نے درپردہ کرسٹوو سکی کو اپنا تابعدار بنالیا تھا۔

چونکہ وہ الپا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک تھا اس لیے اسے رہائش کے لیے ایک چھوٹا سا بنگلا دیا گیا تھا۔ نتاشا نے اس کے اندر آکر کہا "کرسٹوو سکی! فوراً اپنا ضروری سامان پیک کرو۔ میں نے تمہاری رہائش کا دوسرا انتظام کیا ہے۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ اس نے کہا "میرے اس حکم پر سختی سے عمل کرو۔ اپنے دماغ میں الپا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا کرو۔ اسے اپنے دماغ میں ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہ دو۔"

اس نے وعدہ کیا کہ الپا کو اپنے دماغ میں آنے اور ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہیں دے گا۔ الپا کے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے، ان پر نتاشا نے کبھی تنویمی عمل نہیں کیا۔ کبھی اس کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ اگر وہ تمام ماتحت اس کے معمول اور تابعدار ہوتے تو وہ الپا سے تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیتی۔

ویسے تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے اندر کسی روک ٹوک کے بغیر پہنچ جاتی تھی۔ وہ انہیں اپنا آلۂ کار بنا سکتی تھی۔ وہ ایک بازی ہار کر کئی بازیاں جیت رہی تھی۔ وہ آئندہ الپا کے لیے مستقل دردِ سر بن کر رہنے والی تھی۔

○☆○

مین کلر کے حکم سے تمام امریکی اخبارات نے پارس کی دو مختلف تصاویر شائع کیں اور ان تصاویر کے متعلق یہ خبر شائع کی۔

"فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس کا ایک ہم شکل پیدا ہوگیا ہے۔ وہ ہم شکل بھی ہے۔ ہم مزاج بھی ہے۔ پارس کے لہجے میں بولتا ہے۔ اس کی حرکات و سکنات پارس کی طرح ہیں۔ اس ہم شکل کا نام پورس ہے۔

ان شائع کی جانے والی تصاویر میں سے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے کون پارس ہے اور کون پورس؟

اس دنیا میں جتنی نادیدہ بنانے والی گولیاں اور کیپسول تھے ان سب کو اسی پورس نے ناکارہ بنایا ہے۔

یہ پورس خطرناک حد تک مکار ہے۔ اس نے دعوے سے کہا ہے کہ اس نے جس طرح نادیدہ بنانے والی گولیوں اور کیپسولوں کو اپنی ایجاد کردہ دوا سے ناکارہ بنایا تھا، اسی طرح اب ایک ایسی دوا تیار کروا رہا ہے جو اینٹی ٹیلی پیتھی ہوگی۔ جس علاقے میں وہ دوا اسپرے کی جائے گی، اس علاقے کے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹ جائے گا پھر وہ کبھی خیال خوانی نہیں کرسکیں گے۔

اس نے نہایت سنجیدگی سے یہ دعویٰ کیا ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی کے علم کو قائم و دائم رکھنا چاہتے ہیں تو اس سلسلے میں ضروری اقدامات کریں اور پہلی فرصت میں پورس کا محاسبہ کریں۔

اس خبر کے شائع ہونے تک پورس نیویارک میں ہے۔ پارس، بلی ڈونا اور مین کلر کے ذریعے پورس سے دماغی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔"

یہ خبر پہلے امریکی اخبارات میں شائع ہوئی۔ پھر دوسرے ممالک کے اخبارات نے بھی ان تصاویر کے ساتھ وہی خبر شائع کی۔ الپا اور برین آدم نے ان دونوں تصاویر کو دیر تک غور سے دیکھا۔ وہ صورت سے بالکل ایک ہی تھے۔ صرف تصاویر کے زاویے مختلف تھے۔ برین آدم نے کہا "دونوں میں بال برابر فرق نہیں ہے۔ یہ پورس کیا پارس کا جڑواں بھائی ہے؟"

الپا نے کہا "آمنہ فرہاد نے کبھی جڑواں بچوں کو جنم نہیں دیا تھا۔ آمنہ اور فرہاد کا ایک ہی بیٹا ہے اور آج تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ پارس اور علی میں سے کون اپنا بیٹا ہے اور کون لے پالک ہے۔"

"یہ تو ایک دوسرا مسئلہ ہے لیکن یہ پورس کون ہے؟ اچانک کہاں سے آگیا ہے؟"

"اخبار میں لکھا ہوا ہے کہ پارس، بلی ڈونا اور مین کلر کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔"

برین آدم نے جناب تبریزی کے نام ایک خط لکھتے ہوئے الپا سے کہا "شاید پورس اپنے بارے میں بہت کچھ نہ بتائے۔ بابا صاحب کے ادارے سے بہت کچھ معلوم ہوسکے گا۔ ویسے تم پورس سے رابطہ کرو۔"

برین آدم نے وہ خط بابا صاحب کے ادارے میں فیکس کیا پھر جواب کا انتظار کرنے لگا۔

الپا نے پارس کو مخاطب کیا "ہیلو پارس! کیا واقعی کسی پورس کا وجود ہے، جو تمہارا ہم شکل ہے؟"

"ہاں، میرا ایک ہم شکل ہے۔ نام بھی مجھ سے ملتا جلتا ہے، پتا نہیں کہاں سے پیدا ہوگیا ہے۔"

"کیا مجھے اس کے دماغ میں پہنچاؤ گے؟"

"میرا اور اس کا کبھی سامنا ہوا ہے، نہ کبھی گفتگو ہوئی ہے۔"

بلی! اس وقت الپا میرے دماغ میں ہے۔ یہ تمہارے پاس آرہی ہے۔ تم اسے پورس کے پاس پہنچادو۔"

بلی ڈونا نے اپنی آواز سناتے ہوئے کہا "ہیلو الپا! میں تمہیں ویل کم کہتی ہوں۔ آجاؤ۔"

الپا نے اس کے اندر آکر کہا "ہیلو بلی! تمہارے پاس آکر خوشی ہورہی ہے۔ جب تم اپنے امریکی حکام سے بغاوت کرکے یہاں سے گئی تھیں تب میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ اس کے بعد تم ایک طویل عرصے تک گوشۂ گمنامی میں رہی تھیں۔"

"ہاں اگر پارس میری زندگی میں نہ آتا تو میں یوں منظرِ عام پر نہ آتی۔ اب تو پارس کے ساتھ ایکشن میں رہنا ہوگا۔"

بلی ڈونا خیال خوانی کی پرواز کرکے پورس کے پاس آئی پھر بولی۔ "میں بلی ہوں۔ اگر مصروف ہو تو چلی جاؤں گی۔"

"کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ بتاؤ کیسے آنا ہوا؟"

"اسرائیل کی میڈم الپا تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ کیا تم میڈم کو اپنے دماغ میں آنے دو گے؟"

"مجھے میڈم سے گفتگو کرکے خوشی ہوگی۔ میں انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"تو پھر تم دونوں باتیں کرو۔ میں جارہی ہوں۔"

بلی ڈونا چلی گئی۔ الپا نے کہا "ہیلو پورس! میں الپا ہوں۔"

"میں پھر ایک بار خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"تم نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اچانک آکر سب کو حیران کردیا ہے۔ کیا تم نے ہی نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول ناکارہ بنائے ہیں؟"

"ہاں، مجھے یہ بات گراں گزرتی تھی کہ نادیدہ بن کر کوئی کسی کی تنہائی میں جائے۔ میاں بیوی، باپ بیٹے، ماں بیٹی کے درمیان تنہائی میں کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں، جو دوسروں کو نہیں سننا چاہئیں۔ بعض بے حیا لوگ نادیدہ بن کر جوان لڑکیوں کے بیڈ روم میں چلے جاتے تھے۔ میں نے ایسی بے حیائی کو یکسر ختم کردیا ہے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم ایک نئی دوا کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے علم کو بھی ختم کردو گے؟"

"ہاں۔ میں نے مین کلر سے مذاق نہیں کیا تھا۔ سچ کہا تھا۔ میری ایک خاص لیبارٹری میں ایسی دوا تیار کی جارہی ہے، جسے اسپرے کیا جائے تو اسپرے کرنے والی فضا میں سانس لینے والے کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم بالکل ہی دھل جائے گا پھر وہ کبھی خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔"

"تم بہت باکمال ہو اور خطرناک بھی ہو۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بہت بڑا نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"ابھی تو ارادہ کیا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ میری پہلی کوشش یہ ہوگی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے دوست بن کے رہیں۔ اگر میری کوششوں کے بعد دوستی اور بھائی چارہ نہ رہا، ہمیشہ کی طرح دشمنی قائم رہے گی تو میں وہ دوا اسپرے کرکے سب ہی کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹادوں گا۔ جب لوگوں کے پاس کوئی طاقت نہیں ہوگی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے صرف منفی پہلو کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے مثبت پہلو بھی ہیں۔ اس علم کے ذریعے دکھی انسانیت کو فائدے پہنچائے جاسکتے ہیں۔ علم کو کبھی مٹانا نہیں چاہیے۔"

"اس کے بعد کوئی نصیحت نہ کرنا۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپس میں جنگ نہ کریں۔ اگر کریں گے تو میں اس علم کو سب ہی کے دماغوں سے مٹادوں گا۔"

الپا نے پوچھا "کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟"

"میں دوستی کے لیے ہی پیدا ہوا ہوں۔ پارس سے ابھی دوستی نہیں ہوئی ہے مگر بلی ڈونا سے ہوگئی ہے۔ مین کلر دوستی کرنے آیا تھا لیکن اس بات پر ناراض ہوکر چلا گیا کہ میں نے بلی ڈونا سے دوستی کی ہے۔ شی تارا سے بھی دوستی ہے، تم سے بھی ہوسکتی ہے۔"

"کیا فرانس کا میجرنی ہنٹر آئے گا تو اس سے بھی دوستی کرلو گے؟"

"دوستی ایک اچھا انسانی عمل ہے۔ ٹی ہنٹر سے بھی ضرور دوستی کروں گا۔ روسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی خوش آمدید کہوں گا۔"

"تم یہ بات پوری ذہانت سے سمجھ نہیں پا رہے ہو کہ بیک وقت سب ہی سے دوستی ممکن نہیں ہے۔ روس اور امریکا' یہودی اور مسلمان کبھی ایک نہیں ہوں گے۔"

"میں رفتہ رفتہ سب ہی کو مغرور بنانے والی قوتوں سے خالی کردوں گا۔ نفرت اور لڑائی کے لیے قوت لازمی ہے۔ جب قوت نہیں رہے گی تو کیا کمزور آپس میں لڑسکیں گے؟"

"تم اپنے طور پر درست کہہ رہے ہو مگر پلیز' ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے والی بات نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ جو اس علم کو دکھی انسانیت کے لیے اور دوسرے نیک مقاصد کے لیے استعمال کریں گے' ان کی طرف اینٹی ٹیلی پیتھی والی دوا اسپرے نہیں کی جائے گی۔ جو خلافِ انسانیت حرکتیں کریں گے' ان کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹادیا جائے گا۔"

"تمہاری یہ باتیں معقول ہیں۔ اس موضوع پر آئندہ بھی گفتگو ہوگی۔ ابھی جارہی ہوں پھر آؤں گی۔"

الپا چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد مین کلر نے آکر کہا "میں نے اخبارات کے ذریعے جب سے تمہارا نام اچھالا ہے' تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پریشان ہوگئے ہیں۔ سب کے ذہن میں ایک ہی سوال ہے' کیا واقعی تم اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کررہے ہو؟ کیا وہ دوا واقعی دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹادے گی؟"

پورس نے کہا "جب وہ دوا تیار ہوجائے گی اور اپنا اثر دکھائے گی تو سب ہی کو یقین آجائے گا۔ وقت سے پہلے میں کسی کو یقین نہیں دلانا چاہتا۔"

"تم نے روسی ٹیلی پیتھی جاننے والی نتاشا کا نام سنا ہوگا۔ یہ تم سے ملنے آئی ہے۔"

"میں نتاشا کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ وہ میرے دماغ میں آسکتی ہے۔"

نتاشا نے اس کے اندر آکر کہا "ہیلو پورس! میں اس یقین کے ساتھ آئی ہوں کہ تم ذلیل پارس نہیں ہو۔"

"پلیز منہ سے گالی نہ نکالو۔ دشمن کو اچھے الفاظ سے یاد نہ کرو تو اس کے لیے برے الفاظ بھی استعمال نہ کرو۔"

"پارس کو ذلیل کہنے سے تمہیں برا لگ رہا ہے۔ کیا اس لیے کہ وہ تمہارا دوست ہے؟"

"پارس سے میری دوستی نہیں ہے اور اس سے کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔ کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ہم نے کبھی ایک دوسرے سے گفتگو کی ہے۔ میری ان باتوں کا یقین کرسکتی ہو تو کرلو۔"

"مین کلر نے بتایا ہے کہ تم بہت کھری باتیں کرتے ہو۔ میں یقین کرتی ہوں کہ پارس سے تمہارا دوستانہ نہیں ہے۔ میں تم سے دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"مین کلر نے تمہیں یہ بھی بتایا ہوگا کہ میں سب سے دوستی کرتا ہوں اس لیے تم سے بھی کروں گا۔"

"یہ ممکن نہیں ہے کہ سب سے دوستی ہو۔ اگر ہوگی تو ان کے درمیان چھپے ہوئے دشمن ہوں گے۔"

"ظاہر ہے' جو سانپ ہوتے ہیں' آستینوں میں چھپے ہوتے ہیں۔ میں ایسے دوست نما دشمنوں کی پروا نہیں کرتا۔"

"میں تم سے ایسی دوستی کرنا چاہتی ہوں' جیسی کوئی نہ کرتا ہو۔ میں تمہیں اپنا چھوٹا بھائی بنالوں گی۔ تم مجھے بڑی بہن بنالو۔ بہن بھائی کا مضبوط رشتہ رہے گا تو کوئی اپنا پرایا ہمارے درمیان دیوار نہیں بن سکے گا۔ دوستی سے زیادہ رشتے داری مضبوط ہوتی ہے۔"

"رشتے داری ہوگی تو یہ ضروری ہوجائے گا کہ تم میرے لیے دلہن یعنی اپنے لیے ایک بھابی لاؤ۔"

"وہ تو میں لاؤں گی' چاند سی دلہن۔"

"اور میں تمہارے لیے چاند سا دولہا یعنی ایک بہنوئی لاؤں گا۔"

"شریر کہیں کے۔ میں شادی نہیں کروں گی۔"

"وہ تو کرنا ہوگی۔ رشتے داری کا مطلب ہے' کنبہ بڑھانا۔ ہمارے بچے پیدا ہوں گے۔ میرے بچے تمہیں پھوپی کہیں گے اور تمہارے بچے مجھے ماموں کہا کریں گے۔"

"تم بات کہاں سے کہاں لے جارہے ہو۔ ہم اتنی لمبی رشتے داری نہیں کریں گے۔"

"یعنی مختصر رشتے داری؟ آج کریں گے' کل ختم؟"

"میرا مطلب ہے' میں شادی نہیں کروں گی۔ بچے نہیں پیدا کروں گی۔"

"لیکن میں تو ماموں جان بننا چاہتا ہوں۔ اگر بہن بننا چاہتی ہو تو مجھے ماموں جان بنانا ہوگا۔"

"کیا مشکل ہے؟ میں تم سے دوستی کی بات کرتے کرتے رشتے داریوں میں الجھ گئی ہوں۔ ہم ایسی عملی اور ایکشن سے بھرپور دنیا میں رہتے ہیں' جہاں بچے پیدا نہیں کیے جاسکتے۔"

"فرہاد صاحب کے گھر بچے ہوئے۔ پارس کا ایک بیٹا ہے۔ تم میرے لیے بھانجے بھانجیاں کیوں پیدا نہیں کرسکتیں؟"

"او گاڈ! ہم اپنے موضوع سے بھٹک گئے ہیں۔ دراصل میں چاہتی ہوں کہ تم ایک مسئلے میں میری مدد کرو۔"

"مسئلہ کیا ہے؟"

"پارس میرے پیچھے پڑگیا ہے۔"

"اس کی یہ مجال! میری بہن کے پیچھے پڑگیا ہے۔ میں اس سے کہوں گا کہ وہ شریفوں کی طرح آکر تمہارا ہاتھ مجھ سے مانگے۔"

"وہ اس انداز میں پیچھے نہیں پڑرہا ہے۔ پیچھے پڑنے کا مطلب ہے' مجھ سے دشمنی کررہا ہے۔"

"اچھا تو یوں کہو' میں صلح کرادوں گا۔"

"میں صلح نہیں کروں گی۔ اس نے مجھے الپا کے دماغ سے نکال دیا ہے۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر پورے اسرائیل پر حکومت کررہی تھی۔ پارس نے مجھے حکمرانی سے محروم کردیا ہے۔ الپا کے دماغ سے میرے تنویمی عمل کو مٹادیا ہے۔ میں کل تک حکمران تھی' آج ایک مجرمہ کی طرح چھپتی پھر رہی ہوں۔"

"آہ! تمہاری داستان بڑی دردناک ہے۔ سن کر تم سے ہمدردی ہوجاتی ہے۔ میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں؟"

"ہم دونوں الپا کے دماغ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نکال سکتے ہیں۔"

"وہ برسوں سے اپنے ملک و قوم کی خدمت کرتی آرہی ہے۔ اس نے تم سے دشمنی کی ابتدا نہیں کی تھی۔ پھر تم اس سے کیوں دشمنی کررہی ہو۔ اس بے چاری کو اسرائیل میں اپنے فرائض ادا کرنے دو۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو' میں اقتدار سے محروم ہوجاؤں؟ الپا کے دماغ میں بیٹھ کر حکومت نہ کروں؟"

"اسرائیل اس کا ملک ہے۔ تم وہاں کیوں حکومت کرنا چاہتی ہو؟ کسی کو اقتدار کی کرسی سے گراکر اس کے حقوق چھیننا اچھی بات نہیں ہے۔"

"تم تو فرشتوں جیسی باتیں کررہے ہو؟"

"میں انسانوں کی باتیں کررہا ہوں۔ جب ہم ایک دوسرے کے حقوق چھیننا چاہتے ہیں تو پھر جھگڑا کرنے لگتے ہیں اور میں یہی نہیں چاہتا۔ اس لیے جلد ہی ٹیلی پیتھی کے علم کو ہمیشہ کے لیے مٹادوں گا۔"

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ٹیلی پیتھی نہ رہی تو ہم عام انسانوں جیسے رہ جائیں گے۔"

"انسان جب عام نہیں ہونا چاہتا' خاص بننا چاہتا ہے تب ہی نفرت اور جھگڑے پھیلتے ہیں۔ میں نفرتوں اور عداوتوں کا صدیوں پرانا سلسلہ ختم کرکے رہوں گا۔"

"شاید میں تمہارے پاس آکر وقت ضائع کررہی ہوں۔ آخری بات کہہ دو۔ میرا ساتھ دوگے یا مجھے مایوس کروگے؟"

"میں کبھی کسی کو مایوس نہیں کرتا۔ لوگ میرے اصولوں کی مخالفت کرتے ہوئے خود ہی مجھ سے منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ اگر تم سب سے دوستی رکھنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کروگی تو میں تمہیں دشمنوں سے بچاؤں گا۔ خواہ وہ دشمن الپا ہو یا پارس۔"

"الپا کے حکم سے فوجی جوان مجھے گرفتار کرنے کے لیے تلاش کررہے ہیں۔ پارس' الپا کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اگر تم الپا اور پارس کو مجھ سے دشمنی سے باز رکھوگے تو میں سب سے دوستی کروں گی۔"

"الپا اپنے ملک میں تمہارے خلاف قانونی کارروائی کررہی ہے۔ اس کارروائی سے محفوظ رہنے کا سیدھا سادا راستہ ہے' تم الپا کا ملک چھوڑدو۔ اپنے ملک روس جاکر رہو۔ اپنے اپنے گھر میں رہنے سے دشمنیاں ختم ہوجاتی ہیں۔"

"میں الپا سے کمتر نہیں ہوں۔ میں اسے دو کوڑی کا بنادوں گی اور پہلے کی طرح شان و شوکت سے اسی ملک میں رہوں گی۔"

"الپا بھی مجھ سے دوستی رکھنا چاہتی ہے۔ تم اس ملک میں ایک باہر والی ہو۔ اگر الپا کے لیے مسائل پیدا کروگی تو مجھے تم سے نہیں الپا سے ہمدردی ہوگی۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہاری ہمدردی پر۔ تم دوغلے ہو۔ اِدھر بھی دوستی کرتے ہو اور اُدھر بھی۔ میں تمہاری دوستی کی محتاج نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ وہ زیرِ لب کہنے لگا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی محبت اور امن کا سبق نہیں پڑھیں گے۔ انہیں پڑھاؤ تو بھول جایا کریں گے۔ اب تو بس وہی دوا ان کے دماغ درست کرے گی۔"

○☆○

دنیا بھر میں جتنے جرائم زمین کے اوپر ہوتے ہیں' اتنے ہی زمین کے نیچے بھی ہوتے ہیں۔ انڈر ورلڈ کرائم کی دنیا میں ان تینوں لارڈز کا بڑا نام تھا۔ وہ تینوں ڈرگ مافیا کے سربراہ تھے۔ ان کے بعد اب جی کاک نمبرون ہوگیا تھا۔ وہ بے انتہا سفاک تھا' انسانی دل' آنکھیں اور گردوں کا کاروبار کرتا تھا۔

جی کاک کو جب یہ پتا چلا کہ فرہاد کا ایک بیٹا علی تیمور ان دو لارڈز کے پیچھے پڑگیا ہے تو اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ صرف وہی نہیں انڈر گراؤنڈ کی دوسری خطرناک تنظیمیں بھی چوکنی ہوگئی تھیں۔ سب ہی اس اندیشے میں مبتلا ہوگئے کہ ابھی علی آیا ہے اس کے بعد پارس آئے گا۔ پھر ان کا باپ بھی آئے گا۔ یہ لوگ پاتال میں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

تمام انڈر گراؤنڈ مافیا اور سنڈیکیٹس کے سربراہوں نے ایک خفیہ اجلاس میں یہ طے کیا کہ علی کو اپنی طرف آنے سے روک دیا جائے تو پھر فرہاد کی فیملی کا کوئی دوسرا فرد انہیں نقصان پہنچانے نہیں آئے گا۔ لہٰذا علی کو اب کسی انڈر گراؤنڈ کے سربراہ تک پہنچنے نہ دیا جائے' اسے اوپر ہی اوپر لاہور میں ختم کردیا جائے۔

انڈر گراؤنڈ کے سربراہوں کا یہ فیصلہ دونوں لارڈز کی زندگی میں کیا گیا تھا۔ جی کاک کو یہ ذمے داری دی گئی تھی کہ وہ علی کو ٹھکانے لگادے۔

جب وہ اپنی ذمے داری پوری کرنے کے لیے ان دونوں لارڈز کی مدد کے لیے آیا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ان دونوں کو علی کے چنگل سے کس طرح

نکالے؟ اس نے آخری وقت تک انہیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ وہ نہر میں ڈوبنے لگے تو ان کے دماغوں میں گھس کر انہیں نہر میں سے نکالنا چاہا لیکن فہمی اور علی ان بار بار ابھرنے والوں کو ڈبوتے رہے۔ آخر وہ کنارے نہ لگ سکے۔ وہ نہر ان کا مقبرہ بن گئی۔

جی کاک وہ خطرناک مجرم تھا' جو دنیا کی بڑی بڑی تنظیموں سے ٹکرا جاتا تھا' سی آئی اے' کے جی بی' موساد' را اور انٹرپول کے کئی زبردست ایجنٹوں کو ٹھکانے لگا چکا تھا۔ اس کا ایک معمولی سا کارکن بھی گرفتار ہو جاتا تو وہ ان کے آہنی شکنجوں سے اسے نکال لاتا تھا۔ وہ پہلی بار علی کے مقابلے میں بری طرح بے بس ہو گیا تھا اور ایک مجبور تماشائی کی طرح ان لارڈز کی موت کا تماشا دیکھتا رہ گیا تھا۔

ان لارڈز کی موت کے بعد انڈر گراؤنڈ تنظیموں کے سربراہوں کا پھر ایک اجلاس ہوا۔ ایک سربراہ نے کہا "جب میں بیس برس کا تھا' تب سے فرہاد کے کارنامے سنتا آیا ہوں۔ اب میں پچاس برس کا ہوں۔ فرہاد کے بیٹے جوان ہو کر ثابت کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے لیے اپنے باپ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔"

جی کاک نے کہا "میں نے ان سے نمٹنے کے دوران میں یہ دیکھا ہے کہ ان کی اگلی چال کا پتا نہیں چلتا۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ کیا کرنے والے ہیں۔ انہوں نے دونوں لارڈز کو چھوڑ دیا تھا۔ انہیں کوٹھی سے جانے کی اجازت دی تھی۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ انہیں نہر میں ڈبونے لے گیا تھا۔"

ایک سربراہ نے کہا "وہ ایک ہے۔ ہم درجنوں ہیں۔ اسے کسی طرح گھیر کر گولی مار سکتے ہیں یا اسے پاکستان سے بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "اس سے پہلے یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ انڈر گراؤنڈ تنظیموں کی طرف رخ نہ کرے۔ پہلے اس کا راستہ روکا جائے۔"

تیسرے سربراہ نے کہا "مختار شاہ کو قتل کر دیا جائے تو علی کو کبھی ہم میں سے کسی کا سراغ نہیں ملے گا۔"

سب نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ مختار شاہ انڈر گراؤنڈ کے بہت سے راز جانتا ہے لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے اسے گولی سے اڑا دیا جائے۔

اس فیصلے کے مطابق جی کاک خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مختار شاہ کے دماغ میں آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ اسے اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ وہ سمجھ گیا' مختار شاہ ان تینوں لارڈز کا معمول اور تابعدار تھا۔ صرف ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس نے ایک مردہ لارڈ کا لب و لہجہ اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔

اس نے مخاطب کیا "ہیلو شاہ!"

وہ چونک کر بولا "تم کون ہو؟"

"تمہارے دماغ میں صرف وہ تینوں لارڈز آسکتے تھے۔ تمہارے لیے یہ بری خبر ہے کہ باقی دو لارڈز بھی مارے گئے ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اپنے لارڈز کے دماغوں میں پہنچنے کی کوششیں کرنے لگا۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آنے لگیں۔ آخر وہ پریشان ہو کر بولا "ہاں۔ وہ سب مر چکے ہیں۔ تم میرے اندر کیسے آگئے؟"

"میں نے ایک مردہ لارڈ کا لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ علی نے ان دونوں کو نہر میں ڈبو کر مارا ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔"

"علی ان لارڈز تک کیسے پہنچ گیا تھا؟"

"تمہارے ذریعے۔"

"نہیں' فہمی اور علی مجھے بھول چکے تھے۔ میرے دماغ میں نہیں آتے تھے۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ وہ تم سے بے خبر ہو گئے ہیں جبکہ وہ اب بھی تمہارے اندر آتے جاتے رہتے ہیں۔"

وہ سہم کر بولا "نہیں۔ وہ میرے اندر آتے اور انہیں میری اصلیت معلوم ہو جاتی کہ میں ہی فہمی کے باپ کا قاتل ہوں تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔"

"انہوں نے تمہیں ڈھیل دی ہے۔ وہ تمہارے ذریعے ایک ایک لارڈ تک پہنچتے رہے۔ ان کے گوداموں کو تباہ کرتے رہے۔ ان تینوں لارڈز کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اب وہ ہماری طرف آئیں گے۔"

"اب تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

"نہیں' ابھی وہ تمہیں زندہ رکھیں گے۔ تم انڈر گراؤنڈ کے بہت سے رازوں سے واقف ہو' وہ تمہارے ذریعے اب ہماری شہ رگ تک پہنچنا چاہیں گے۔ انڈر گراؤنڈ تنظیموں کے سربراہوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ پہلی فرصت میں تمہیں گولی ماردی جائے۔"

"نن..... نہیں۔ تم مجھے نہیں مار سکو گے۔ میں اپنی حویلی میں محفوظ ہوں۔ تم اندر نہیں آسکو گے۔"

"میں تو تمہارے اندر ہوں اور تم مردہ لارڈز کے معمول اور تابع دار ہو۔ میں ان کے لب و لہجے میں حکم دوں گا کہ خود کو گولی مارلو تو مجبوراً حکم کی تعمیل کرو گے۔"

"نہیں۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔ مجھے خودکشی پر مجبور نہیں کرو گے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے زندگی سے بہت محبت ہے۔ مجھے زیبا سے بہت محبت ہے۔ میں اس کے ساتھ زندگی کی رنگینیاں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں زندگی بھیک میں نہیں ملے گی۔ ہاں اگر میرے کام آتے رہو گے تو انڈر گراؤنڈ کے تمام سربراہوں سے تمہیں چھپا کر زندہ رکھوں گا۔"

"میں تمہارے کام آؤں گا۔ جس طرح کہو گے' کام آؤں گا۔"

"میری نظروں میں تمہاری اہمیت اس لئے ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہارا یہ علم آئندہ میرے کام آئے گا۔"

"بے شک میں اپنے اس علم کے ساتھ تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"میں تمہارا چہرہ اور تمہاری شخصیت بدل دوں گا۔ تم پر تنویمی عمل کروں گا۔ تمہارا لب و لہجہ بھی تبدیل کروں گا۔ فہمی اور علی کبھی تمہارے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ وہ تمہارے موجودہ لب و لہجے کے ذریعے تمہیں ڈھونڈتے رہ جائیں گے۔"

وہ اپنی جان کی سلامتی کے لیے راضی ہو گیا۔ بستر پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ خود کو راضی خوشی جی کاک کے حوالے کر دیا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس عمل کے بعد اس کا چہرہ بدل کر انڈر گراؤنڈ کے سربراہوں سے بھی اسے چھپا کر اپنا آلۂ کار بنائے رکھنا چاہتا تھا۔

فہمی اور علی کو ان لارڈز کے بعد مختار شاہ کا بھی کام تمام کر دینا چاہیے تھا لیکن انہوں نے اسے ایک رات کے لیے زندہ رہنے دیا۔ وہ جانتے تھے کہ جی کاک اسے لارڈز کی موت کی خبر سنائے گا تو اسے اپنی موت نظر آنے لگے گی۔ پھر وہ تمام رات دہشت زدہ رہے گا۔ اس کے بعد دوسری صبح اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

دوسرے دن وہ دونوں مختار شاہ کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کرنے لگے۔ انہیں اس کا دماغ نہیں ملا۔ یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ مر چکا ہے یا اس کا لب و لہجہ بدل گیا ہے۔

پھر فہمی نے اس کی بیوی زیبا کے دماغ میں جا کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ بہت پریشان تھی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ رات کو اپنے بستر پر تھا۔ صبح اس کا بستر خالی نظر آیا۔ صبح سے اب دوپہر ہونے والی ہے۔ وہ اب تک واپس نہیں آیا ہے اور نہ ہی فون پر رابطہ کر رہا ہے۔

یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔

فہمی نے علی سے کہا "وہ ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

"بچ کر کہاں جائے گا۔ اس کی موت تمہارے ہی ہاتھوں سے ہو گی۔ وہ جب تک ہم سے چھپتا پھرے گا' اس پر ہماری دہشت طاری رہے گی۔"

"میں اسے اور ڈھیل نہیں دینا چاہتی تھی۔"

"حالات بدل گئے ہیں تو صبر کرو۔ یہ اچھی بات ہے کہ جب تک وہ اپنے انجام کو نہیں پہنچے گا' ہم سے خوف زدہ رہنے کی سزا پاتا رہے گا۔ ہلکی سی آہٹ پر چونکتا رہے گا۔ ہر لمحہ اسے موت نظر آتی رہے گی۔ ایک بے رحم قاتل کو یکبارگی مار دینے سے بہتر ہے' اسے تڑپ تڑپ کر مرنے کی سزا دی جائے۔"

لیکن مختار شاہ خوف زدہ نہیں تھا کیونکہ جی کاک اس کا برین واش کر چکا تھا۔ اسے اپنی پچھلی زندگی یاد نہیں رہی تھی تو فہمی اور علی کیسے یاد رہتے۔ ان کی طرف سے پیدا ہونے والی موت کی دہشت بھی ختم ہو گئی تھی۔

اب وہ ایک نیا انسان تھا۔ اس کا چہرہ بھی بدل چکا تھا۔ اس کا نام سرفراز خان تھا۔ وہ جی کاک کے حکم کے مطابق خیال خوانی کرتا تھا اور ایسے امیر کبیر لوگوں کے دماغوں میں جاتا تھا' جو دل کے مریض ہوتے تھے یا ان کے گردے ناکارہ ہوتے تھے۔ یا وہ اپنا اندھاپن دور کرنے کے لیے ہر قیمت پر آنکھیں خریدنا چاہتے تھے۔

ایسے ضرورت مند لوگوں کے لیے ایک خفیہ اسپتال تھا' جہاں بڑی رازداری سے دل اور گردے تبدیل کر دیے جاتے تھے اور بڑی بڑی رقمیں لے کر اندھوں کی آنکھوں کو روشن کر دیا جاتا تھا۔

پہلے وہ مختار شاہ کی حیثیت سے لارڈز کی ڈرگ مافیا میں تھا۔ نشے کا زہر پھیلاتا تھا۔ اب سرفراز خان کی حیثیت سے انسانی اعضا بیچنے والے قسائی جی کاک کا غلام بن گیا تھا۔ بڑی بے رحمی سے کسی کو بھی قتل کر کے اس کا دل' گردے اور آنکھیں نکال کر لاکھوں روپے میں بیچ دیتا تھا۔

جی کاک نے فہمی اور علی کی نظروں سے مختار شاہ کو غائب کر دیا تھا۔ انڈر گراؤنڈ کے سربراہوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ مختار شاہ کو قتل کر چکا ہے۔ اب ان سربراہوں کے لیے علی سب سے بڑا مسئلہ تھا۔

جی کاک نے کہا۔ "میں تنہا علی کے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ تمام سربراہوں نے کہا تھا کہ سب مل کر علی کو گھیریں گے پھر اسے گولی مار دیں گے۔ لہٰذا اب اسے گھیرنے اور مارنے کی پلاننگ کی جائے۔"

بے شمار چوہوں نے مل کر بلی کو گھیرنے اور مارنے کی پلاننگ کی تھی اور ہمیشہ اس کی آمد سے باخبر رہنے کے لیے اس کے گلے میں گھنٹی باندھنے کی دانشمندانہ تدبیر سوچی تھی۔

دشمن کو مارنے سے پہلے' دشمن سے محفوظ رہنے کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ اگر محفوظ رہنے کے لیے دشمن کے گلے میں گھنٹی باندھ دی جائے تو پتا چلتا رہتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ اور کدھر کا رخ کر رہا ہے؟

لیکن ان کے سامنے یہی ایک پرانا اہم مسئلہ تھا کہ گھنٹی باندھنے کے لیے کون علی کے سامنے جائے گا؟

○☆○

کسی دشمن کے لیے مقبرہ بنانا ایک عجیب و غریب بات ہے۔ جو بات عجیب و غریب ہوتی ہے یا مضحکہ خیز ہوتی ہے وہ دور تک پھیلتی ہے۔ سرکاری حلقوں سے لے کر عام محفلوں تک اس مقبرے کا چرچا ہونے لگا۔

اکثر امیر کبیر لوگ موت سے پہلے اپنی آخری آرام گاہ بنا لیتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے دشمن کے لیے

آخری جگہ آرام وہ بنائی جائے۔ یہی بات تجسس کو بھڑکا رہی تھی کہ وہ دشمن عورت کون ہے؟

ضرغام یہی چاہتا تھا کہ چرچا ہوتا رہے اور یہ بات سونیا تک پہنچے۔ اس طرح وہ تجسس میں مبتلا ہوکر اس کی طرف آئے گی تو اسے بھی سونیا کا سراغ ملے گا۔

سونیا کو شبہ ہوا کہ ضرغام الٹی چال چل رہا ہے۔ ایران میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے جو ملک اور قوم کی دشمن ہو۔ البتہ ضرغام پر شبہ کیا جاسکتا تھا کیونکہ وہ امریکا سے بڑے ڈرامائی انداز میں آیا تھا۔

پھر یہ کہ وہ وہاں کے ذمے دار افسران کو اس دشمن عورت کا نام نہیں بتارہا تھا۔ باتیں بناکر سبھی کو ٹال رہا تھا۔ سونیا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو ہدایات دیں کہ وہ ضرغام کی اصل ہسٹری معلوم کریں۔ یہ بات عجیب وغریب ہونے کے علاوہ نہایت نامناسب تھی کہ ایک مرد ایک عورت کو چیلنج کررہا ہے۔ گویا اس عورت کی دہشت اس پر طاری ہے اور وہ لاشعوری طور پر اپنے مقابلے میں اسے زبردست تسلیم کررہا ہے۔

سونیا کے ماتحت ضرغام کے دماغ میں براہِ راست جاتے تو وہ کسی کو بھی اپنے اندر آنے نہ دیتا لہٰذا انہوں نے ضرغام کے حواریوں کو ٹریپ کرنا شروع کیا۔ ان حواریوں کا تعلق ایران سے تھا۔ ضرغام نے تہران پہنچ کر ان لالچی اور مفاد پرست باشندوں کو اپنا آلۂ کار بنالیا تھا۔

اس نے تمام حواریوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک ایسی عورت کو تلاش کریں، جو قد آور اور صحت مند ہو۔ اس کی چال میں شیرنی کا انداز اور لومڑی کی مکاری ہو۔ اس عورت کی شخصیت ایسی ہے کہ وہ پہلی ہی نظر میں حواس پر چھاجاتی ہے۔ ضرغام نے اپنے آلۂ کاروں کو حتی الامکان صحیح حلیہ بتایا تھا اور اس کی تصویریں انہیں دی تھیں۔

وہ حواری اسے تلاش کرتے رہے۔ در در کی خاک چھانتے رہے۔ وہ تو انہیں نہ ملی۔ اس کا ایک حواری سونیا کے ماتحت کی نظروں میں آگیا۔ اس نے ایک جیب کترے کی طرح اس حواری کی جیب کاٹی۔ یہی تاثر دیا کہ وہ ایک سڑک چھاپ مجرم ہے۔

اس حواری کی جیب سے معمولی رقم کے علاوہ سونیا کی ایک تصویر بھی برآمد ہوئی۔ اس تصویر سے تصدیق ہوگئی کہ ضرغام کو سونیا کی ہی تلاش ہے۔ یوں ثابت ہوگیا کہ ضرغام ایرانی ہونے کے باوجود محبِ وطن نہیں ہے اور وہ امریکی آلۂ کار بن کر ایران کو نقصان پہنچانے آیا ہے۔ نقصان پہنچانے کے لیے پہلے وہ سونیا کا کام تمام کرنا چاہتا ہے۔

سونیا اس کے متعلق اور معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ماتحت اس سلسلے میں مصروف تھے۔ ضرغام جن سے تعلقات رکھتا تھا، یہ ان کے دماغوں میں جاکر ان کی اصلیت معلوم کرتے تھے۔ ایسے ہی وقت انہوں نے ضرغام کو شیریں سے ملتے دیکھا پھر وہ شیریں کے دماغ میں پہنچ گئے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، شیریں ایک عجوبہ تھی۔ اس کے دماغ کا دروازہ سب کے لیے کھلا رہتا تھا۔ دوست اور دشمن سب اس کے دماغ میں آتے تھے لیکن خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھاسکتے تھے۔ ضرغام نے بھی اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنانا چاہا تھا لیکن ناکام رہا تھا۔

ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ شیریں کے ساتھ اس کی ایک ہمزاد رہتی ہے۔ اس ہمزاد کا دماغ شیریں سے منسلک تھا۔ ایک پر تنویمی عمل کرتے وقت دوسرے پر بھی وہی تنویمی عمل لازمی ہوتا تھا جبکہ بیک وقت دونوں پر عمل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اب یہ بات کبھی آئندہ زیرِ بحث آسکتی تھی کہ شیریں ڈبل دماغوں کی حامل ہے یا واقعی اپنی ہمزاد سے جسمانی، دماغی اور روحانی طور پر وابستہ ہے؟

بہرحال سونیا کے ماتحتوں نے اسے رپورٹ دی کہ ضرغام ایک ایرانی دوشیزہ کا دیوانہ ہے۔ اس کا نام شیریں ہے۔ وہ نہایت شریف، پارسا اور عبادت گزار ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شیطان اسے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑے۔

سونیا نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا پھر بولی "ہیلو!"

اس نے پوچھا "ہیلو کون؟"

"تم میری آواز نہیں پہچانتے۔ مجھے صورت سے بھی نہیں پہچان سکوگے۔ جو تصویریں تم نے اپنے حواریوں کو دی ہیں، میں ان سے مختلف ہوں۔ تم مجھے ایک اندھے کی طرح تلاش کرتے رہ جاؤگے۔"

"تم؟" وہ حیرانی سے بولا "کیا تم سونیا بول رہی ہو؟"

"ہاں۔ تم مجھے کب تک تلاش کروگے۔ تم میرے ایک نقشِ قدم تک بھی نہیں پہنچ پائے ہو جبکہ میں تمہارے شب وروز کی تفصیلات سے واقف ہوں۔ دیکھ لو کہ تمہارا موبائل فون نمبر بھی جانتی ہوں۔"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "میڈم! تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تمہیں نہیں، اپنی ایک دشمن عورت کو تلاش کررہا ہوں۔"

"اچھا تو وہ میں نہیں ہوں؟"

"بالکل نہیں۔ وہ کوئی اور ہے۔"

"کیسے مرد ہو؟ تلاش کرنے کے بعد میں مل رہی ہوں تو مجھے مقبرے میں سلانے سے انکار کررہے ہو۔ کیا تمہارے آلۂ کار تمہاری ماں کی تصویریں جیب میں لیے پھرتے ہیں؟"

اسے چپ سی لگ گئی۔ اس نے پھر بات بنائی "وہ میرے آلۂ کار نہیں ہیں۔ ہاں پہلے کبھی تھے۔ شاید اسی لیے ان کے چور خیالات میرا نام بتارہے ہیں۔"

"تم مکار ہو مگر بزدل ہو۔ چھپ کر مجھ پر حملہ کرنا اور مجھے قتل

کر کے مقبرے میں پہنچانے کا کارنامہ انجام دینا چاہتے ہو۔"

"دیکھو میڈم! تمہیں زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ میں تم سے بھی بڑے دشمنوں سے پنجے لڑا چکا ہوں۔ میں چاہوں تو تمہیں بھی اس مقبرے میں ابدی نیند سلا سکتا ہوں۔"

"پتا نہیں تم کب ایسا کروگے۔ میں آج ہی رات ایسا کرگزروں گی۔ اس خالی مقبرے میں تمہیں سلاؤں گی۔ بشرطیکہ تم میں اتنی مردانگی ہو کہ تم آج رات کو وہاں آؤ۔"

"میں آؤں گا مگر تم نہیں آؤگی۔ تم کوئی چال چل رہی ہو اور چال سمجھ میں آرہی ہے۔ وہاں تمہارے آدمی مجھے گھیرنا چاہیں گے۔"

"کیا میں ابھی تمہاری رہائش گاہ کا محاصرہ نہیں کرسکتی؟ میں اپنے مجازی خدا فرہاد کی قسم کھاکر کہتی ہوں۔ آج رات اس قبرستان میں جاؤں گی اور اس مقبرے کو اندر اور باہر سے دیکھوں گی۔ اگر اپنے امریکی آقا سے انعام واکرام حاصل کرنا چاہتے ہو تو چلے آؤ۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ضرغام سوچنے لگا۔ "چاند کی آخری تاریخیں ہیں۔ قبرستان میں گہری تاریکی ہوگی۔ اگر وہ تاریکی سونیا کو چھپائے گی تو مجھے بھی چھپائے گی۔ ہم دونوں کو تاریکی میں نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں اور ہم اپنی حکمتِ عملی سے فائدے بھی اٹھاسکتے ہیں۔"

اس نے خوب سوچ سمجھ کر پلاننگ کی۔ تقریباً بیس آلۂ کاروں کو حکم دیا کہ سرِشام اندھیرا پھیلتے ہی انہیں مختلف ٹوٹی پھوٹی قبروں میں جاکر چھپنا ہوگا۔ قبریں ٹوٹی ہوئی نہ ہوں تو انہیں توڑ کر چھپنے کی جگہ بنائی جائے۔ اس نے ایسے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا، جن کی قوتِ سماعت تیز تھی۔ وہ ہلکی سے ہلکی آہٹ سن کر اندازہ کرسکتے تھے کہ وہ انسانی قدموں کی آہٹ ہے یا جانوروں کی؟ تاریکی میں آنکھوں سے کچھ نظر نہ آئے تو کانوں سے کام لیا جاتا ہے۔

کچھ سرپھرے لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو پراسرار علوم حاصل کرنے کے لیے قبرستان میں چلہ کاٹتے ہیں۔ ضرغام نے اپنے دو حواریوں کو چلہ کاٹنے وہاں بھیجا۔ وہ دونوں بظاہر ملنگ دکھائی دیتے تھے لیکن ان کے لبادے میں ہتھیار چھپے ہوئے تھے اور ضرغام خود کو چھپانے کے لیے مقبرے کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے ہر طرح کے ہتھیار اپنی حفاظت کے لیے رکھ لیے تھے۔

سونیا نے جب کہہ دیا تھا تو اسے آنا ہی تھا لیکن موت کے آنے کا وقت معلوم نہیں ہوتا۔ سونیا نے اپنی آمد کا وقت نہیں بتایا تھا۔ وہ اندھیرا ہوتے ہی آسکتی تھی۔ آدھی رات کو بھی آسکتی تھی اور رات کے پچھلے پہر بھی وہاں پہنچ سکتی تھی۔

ضرغام نے تو اندھیرا ہوتے ہی اس کے خلاف تمام انتظامات مکمل کرلیے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے تمام حواریوں سے رابطہ کرکے ان کی پوزیشن معلوم کرلی تھی۔ انہیں جیسے احکامات دیے تھے، ان ہی کے مطابق وہ مختلف قبروں میں چھپنے کی جگہ بنا چکے تھے۔ ضرغام چھت پر لیٹا ہوا اس کا انتظار کررہا تھا اور بیزار ہورہا تھا۔ پتا نہیں وہ کتنی رات گزرنے کے بعد آنے والی تھی؟

بادشاہ ہو یا ملکہ، وہ پہلے نہیں آتے۔ پہلے پیادے آتے ہیں۔ پہلے انتظامیہ کے لوگ آکر راستے کا کچرا صاف کرتے ہیں۔ آدھی رات کے بعد وہ انتظار کرتے کرتے جھنجلا گیا۔ ایسے ہی وقت ایک چیخ سنائی دی۔ گھر میں کوئی چیخے تو کوئی بات نہیں، قبرستان کے سناٹے میں بلند ہونے والی چیخ سن کر کلیجا کانپ جاتا ہے۔ ضرغام کے دماغ نے چیخ کر کہا "وہ بلا آگئی ہے۔"

پھر دوسری چیخ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا کہ کس نے چیخ ماری ہے اور کون لوگ بھاگ رہے ہیں؟

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے آلۂ کاروں کے اندر باری باری پہنچنے لگا۔ پھر ایک آلۂ کار سے معلوم ہوا، جن قبروں میں وہ دو ساتھیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا، وہاں سے سانپ بچھو نکلنے لگے تھے۔ ان میں سے ایک کو بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا تھا۔ دوسرے ساتھی سانپ اور بچھوؤں کو اپنے بدن پر سے جھٹکتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔

زہریلے سانپ بچھو قبروں کے اندر ہوتے ہیں۔ انہوں نے بدحواسی میں یہ نہیں سوچا کہ وہ قبر کے باہر سے ان پر پھینکے گئے تھے۔ ضرغام خیال خوانی کے ذریعے انہیں ڈانٹنے لگا "بزدلو! رک جاؤ۔ یہ دشمن کی چال ہے۔ وہ دہشت زدہ کررہی ہے۔ تم ہتھیاروں سے ان زہریلے جانوروں کو ہلاک کرسکتے ہو۔"

وہ انہیں ڈانٹ رہا تھا۔ اسی وقت دوسری سمت سے چیخیں سنائی دیں۔ اس کے دوسرے آلۂ کار بھی دوسری قبروں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ جو گھنے درختوں میں چھپے ہوئے تھے، وہ پکے ہوئے پھلوں کی طرح نیچے ٹپک رہے تھے۔ یہ سونیا کا طریقۂ کار تھا۔ اس کے ماتحت نہ گولی چلا رہے تھے اور نہ ہی ہاتھا پائی میں وقت ضائع کررہے تھے۔ بڑی خاموشی سے دشمنوں کو دہشت زدہ ہوکر بھاگنے پر مجبور کررہے تھے۔

دو مسلح آلۂ کار جو چلہ کاٹ رہے تھے وہ کھانسنے لگے۔ ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں گیس پھیل رہی تھی۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ آنسو نکلتے جارہے تھے اور وہ کھانستے ہوئے وہاں سے بھاگتے جارہے تھے۔

انہوں نے دور جاکر اپنے لبادے میں سے ہتھیار نکالتے ہوئے کہا۔ "چھپ کر کیا حملہ کرتے ہو۔ مرد کے بچے ہو تو سامنے آؤ۔"

انہیں اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "کسی مرد کو کیوں للکارتے ہو؟ تم نے تو ایک عورت کو یہاں بلایا ہے۔"

انہوں نے ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کیے۔ وہ چیختے ہوئے قریبی قبر میں جاکر گرے۔ قبر کے اندر سے آواز آئی "یہاں پہلے ہی سانپ بچھوؤں نے جکڑ رکھا ہے۔ کوئی دوسری جگہ دیکھو۔"

وہ مختلف سمتوں میں بھاگ رہے تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ مخالف سمتوں سے دشمن آرہے ہیں۔ یوں تاریکی میں انہوں نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں اور اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوتے رہے۔ جو بچ گئے' وہ قبرستان سے باہر بھاگنے لگے۔

ضرغام خیال خوانی کے ذریعے ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر کہہ رہا تھا "رک جاؤ۔ یہ سونیا کی چال ہے۔ وہ تمہیں دہشت زدہ کررہی ہے۔"

بھاگنے والے کہہ رہے تھے "ہم اپنے ساتھیوں کا انجام دیکھ رہے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے' ہم انسانوں سے لڑسکتے ہیں' سانپوں اور بچھوؤں سے ہمارا باپ بھی نہیں لڑے گا۔"

تھوڑی دیر بعد گہرا سناٹا چھا گیا۔ سونیا نے اس شہرِ خموشاں میں تھوڑی دیر کے لیے ہلچل پیدا کی تھی۔ پھر ضرغام کے دماغ کو ویران کردیا تھا۔ اس ویرانے میں اب اس کا کوئی آلۂ کار نہیں رہا تھا۔

وہ حیران اور پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ یہ کیا ہوگیا؟ وہ تو مقابلہ کرنے اور سونیا کو ہلاک کرنے آیا تھا لیکن سونیا نے مقابلہ ہی نہیں کیا۔ اس کے باوجود بارہ آلۂ کار مارے گئے۔ باقی دہشت زدہ ہوکر بھاگ گئے تھے اور وہ مقبرے کی چھت پر تنہا رہ گیا تھا۔

یہ تدبیر دانشمندانہ تھی کہ اسے چھت پر رہنا چاہیے۔ سونیا اس کے آلۂ کاروں سے بچ کر آئے گی تو وہ اوپر سے اسے گولی مارے گا لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اور جیسا ہورہا تھا' اس کے پیشِ نظر وہ چھت سے نیچے نہیں آسکتا تھا۔ کہیں سے بھی آنے والی گولی اسے موت کی نیند سلادیتی۔

چھت پر تنہائی تھی۔ کوئی اس کا یارو مددگار نہیں تھا۔ نیچے موت یقینی تھی۔ اس کے پاس موبائل فون تھا۔ وہ فون کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے بلاتا تو بات کرنے کی آواز نیچے تک جاتی۔ سونیا اور اس کے جان نثاروں کو معلوم ہوجاتا کہ اصلی اور بڑا شکار مقبرے کی چھت پر ہے۔

یہ اس کی خوش فہمی تھی کہ سونیا اس کی موجودہ پوزیشن سے واقف نہیں ہے۔ وہ سوچ رہا تھا' اس کی لاعلمی سے فائدہ اٹھائے گا۔ صبح تک وہاں چھپا رہے گا پھر دن کی روشنی میں جب وہ نظر نہیں آئے گی تو چھت سے اتر کر کسی پناہ گاہ میں چلا جائے گا۔

ایسا سوچتے ہوئے ایک عورت کے مقابلے میں سبکی کا احساس ہورہا تھا۔ وہ بڑے طمطراق اور ایک فاتح کی شان سے اسے ہلاک کرنے آیا تھا اور خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گیا تھا۔ اتنا مجبور ہوگیا تھا کہ چھت سے اتر نہیں سکتا تھا اور چھت پر رہ کر جھنجلا رہا تھا کہ سونیا نے اپنی حکمتِ عملی سے آسمان اور زمین کے بیچ اسے اٹکادیا ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مین کلر کو مخاطب کیا۔ اسے اپنے تمام حالات بتائے پھر کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے' کیا کروں؟ پلیز میری مدد کرو۔"

"تمہیں پہلے ہی سونیا کی تمام ہسٹری بتادی گئی تھی اور تم نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کی مکاریوں کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو۔"

"بے شک میں نے اچھی طرح سمجھ کر ہی اسے قبرستان جیسی جگہ بلایا تھا۔ جیسے میں نے انتظامات کئے تھے' ان سے سونیا بچ کر نہیں جاسکتی تھی۔ کیا میں نے جو منصوبہ بنایا تھا' اس میں کوئی خامی رہ گئی تھی؟"

"منصوبہ خواہ کتنا ہی ٹھوس اور جامع ہو' اگر وہ ناکام ہوتا ہے تو اس میں یقیناً کوئی خامی رہ جاتی ہے۔ جو ہماری تمہاری سمجھ میں پہلے نہیں آتی۔ اب تمہاری ناکامی سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے' سونیا تمہاری لاعلمی میں تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کر رہی ہے۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "میرا اگلا حملہ اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوگا۔ اس کی ساری مکاریاں دھری کی دھری رہ جائیں گی لیکن میں یہاں سے کیسے نکلوں؟"

"بہت خوب! تم آئندہ حملے کی بات کررہے ہو اور اس نے تمہیں اس قابل نہیں چھوڑا ہے کہ تم چھت سے نیچے اتر سکو۔"

"میں نے تمہیں اسی لیے مخاطب کیا ہے کہ میرے لیے کچھ کرو۔ کسی طرح مجھے یہاں سے نکالو۔"

"تمہارے وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ تم دیکھ رہے ہو' تمہارے چاروں طرف کتنی گہری تاریکی ہے۔ پتا نہیں سونیا کے جان نثار کہاں کہاں چھپے ہوں گے۔ تمہیں چھت پر ہی رہنا ہوگا۔ صبح جب دور تک کوئی دشمن نظر نہیں آئے گا تو تم وہاں سے اتر کر جاسکو گے۔"

"دن کی روشنی میں وہ بھی مجھے دیکھ لیں گے' یہاں سے اترنے سے پہلے ہی گولی ماردیں گے۔"

"تم تو بری طرح پھنس گئے ہو۔"

اس کے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ چھت پر سے آواز نیچے جائے۔ اس نے فوراً ہی اسے آن کیا اور دھیمی آواز میں پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سونیا۔"

اس کا خون خشک ہوگیا "تت...... تم؟ واقعی سونیا ہو؟"

"ہاں۔ دیکھ لو کہ میں تمہارے دوسرے موبائل کا نمبر بھی جانتی ہوں۔"

"میں حیران ہوں کہ کیسے جانتی ہو۔ تم نے ضرور میرے کسی ماتحت کو ٹریپ کیا ہے۔"

"تمہارا یہ خاص ماتحت بھی اس موبائل کا نمبر نہیں جانتا ہے۔ تم نے پندرہ کرائے کے قاتلوں کے ساتھ ایک خفیہ میٹنگ کی تھی۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ میرا کوئی جان نثار ان کے دماغوں میں نہیں جاسکتا تھا اور نہ ہی تمہاری یہ پلاننگ معلوم کرسکتا تھا۔"

"پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں قبرستان میں کم

تمہیں ٹریپ کرنے والا ہوں۔"

"میں اپنا طریقۂ کار کبھی نہیں بتاتی۔ چونکہ تمہارا آخری وقت آچکا ہے اور تم زندہ اس چھت سے نیچے نہیں آسکو گے' اس لیے بتا رہی ہوں۔"

اس نے سہم کر پوچھا "تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں یہاں چھت پر ہوں؟"

"ہاں۔ اگر میں کہتی' چڑھ جا بیٹا سولی پر تو تم کبھی نہ چڑھتے۔ تم اپنی پلاننگ کے مطابق خود ہی چڑھ گئے۔"

"میں حیران ہوں تم میری خفیہ پلاننگ کے بارے میں کیسے جانتی ہو؟"

"تمہارے جیسے عیاش دشمنوں تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ تم نے شیریں کو ٹریپ کیا۔ اسے اپنی معمولہ بنانا چاہا۔ وہ ایک نیک' پارسا اور عبادت گزار لڑکی ہے اسی لیے تم اب تک اسے ہاتھ لگانے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔"

"میں اتنا مصروف رہا تھا کہ اسے ہاتھ لگانے کا موقع نہیں ملا۔"

"ہم نے موقع نہیں دیا۔ وہ تمہاری نہیں' ہماری معمولہ ہے۔ تم نے شیریں کو ایک کمرے میں بند رکھا تھا اور دوسرے کمرے میں پندرہ کرائے کے قاتلوں کے ساتھ خفیہ میٹنگ میں مصروف تھے۔"

"میں سمجھ گیا۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے میری خفیہ میٹنگ کی تمام باتیں شیریں کے ذریعے سن رہے تھے۔"

"یہ بھی سمجھ میں آیا ہوگا کہ عیاشی کیا رنگ لاتی ہے؟"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شیریں تمہاری آلۂ کار ہوگی اور اس کی وجہ سے میرے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔"

"منصوبے تو خاک میں مل گئے مگر تم خاک میں نہیں ملوگے کیونکہ خاک ہونے کے لیے چھت سے اترنا ہوگا اور میں تمہیں اترنے نہیں دوں گی۔"

لوگ زمین پر مرتے ہیں یا فضائی سفر کے دوران میں حادثے میں ہلاک ہوتے ہیں۔ یا پھر پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔ شاید وہ پہلا شخص تھا جو اپنے ہی بنائے ہوئے مقبرے کی چھت پر بیٹھے بیٹھے مرنے والا تھا۔

وہ بولا "میں مرنے کے لیے یہاں بیٹھا نہیں رہوں گا' نیچے آؤں گا۔"

"تمہارے مقدر میں اوپر جانا لکھا ہے' نیچے کیسے آؤ گے؟"

"تم مجھے خوف زدہ نہیں کرسکتیں۔ میں تمہارے آدمیوں سے مقابلہ کروں گا۔"

"مقابلہ کروگے تو اپنی موت سے بھی زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔ میرے آدمی تمہیں گولی مار کر زخمی کریں گے پھر تم دماغی کمزوری کے باعث میرے لوگوں کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکو گے۔ وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جماکر پھر تمہیں چھت پر پہنچادیں گے۔"

اس نے ایک ہاتھ سے اپنا سر تھام لیا۔ اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ زخمی ہوگا تو اس کا دماغ کمزور ہوگا اور دشمن اس کے اندر آنے لگیں گے۔ اس نے جھنجلا کر فون بند کردیا۔ خیال خوانی کے ذریعے چیخ چیخ کر مین کلر کو پکارنے لگا۔ مین کلر نے کہا "کیوں چیخ رہے ہو؟ میں بڑی دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ سونیا سے ہونے والی تمام گفتگو سن چکا ہوں۔"

"تم سنتے رہے اور خاموش رہے۔"

"میری مداخلت ضروری نہیں تھی۔ میں اس کی باتوں سے اندازہ کررہا تھا کہ وہ ایران میں کس طرح ہمارے خلاف قدم جمائے ہوئے ہے۔"

"تمہیں اپنی پڑی ہے۔ پہلے مجھے یہاں سے صحیح سلامت نکالو۔"

"میں وہاں سے کیسے نکالوں۔ تمہارے چاروں طرف گہری تاریکی میں کہاں کہاں موت چھپی ہوئی ہے' یہ تم جانتے ہو' نہ میں جانتا ہوں۔"

"کیا میں تاریکی دور ہونے تک یعنی کہ صبح ہونے تک یہیں بیٹھا رہوں؟ وہ جانتی ہے' میں یہاں ہوں۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"دن کی روشنی میں بھی تمہارے لیے موت ہے اور اگر موت نہ ملی اور زخم ملے تو دشمن تمہارے دماغ میں گھس آئیں گے۔"

"یہ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو؟ مجھے تو ہر طرف سے موت نظر آرہی ہے۔ میں مدد مانگ رہا ہوں اور تم باتیں بنا رہے ہو۔"

"ضرغام! حالات ایسے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس چھت سے زندہ سلامت نیچے نہیں اتار سکے گی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا اتنا بڑا ملک جو سپر پاور کہلاتا ہے کیا مجھے ایک بلا سے نجات نہیں دلا سکتا؟"

"کیا تمہاری عقل کام کرتی ہے کہ وہاں سے کیسے نکل سکوگے؟ اس نے تمہیں زنجیروں میں نہیں جکڑا ہے۔ تم پر کوئی جال نہیں پھینکا ہے۔ پھر بھی تم فرار نہیں ہوسکوگے۔ تمہارے پاس ہتھیار ہیں۔ تم اپنی حفاظت کرسکتے ہو لیکن نہیں کرسکو گے۔ تمہیں بچانا چاہیں گے تو وہ تمہیں زخمی کرکے تمہارے اندر آجائیں گے۔ تو پھر بتاؤ کہ تمہارے بچاؤ کی صورت کیا رہ گئی ہے۔"

"میرے لیے ہیلی کاپٹر بھیج دو۔"

"تم ایران میں ہو۔ یہاں ہمارے ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ بھی فضائی راستے سے تمہاری مدد کے لیے آئے گا تو ایرانی اسے تباہ کردیں گے۔"

وہ غصے سے بولا "کیا مجھے یہاں مرنے کے لیے چھوڑ دو گے؟"

"تمہارے دماغ میں بچاؤ کی کوئی تدبیر آئے تو ہمیں ضرور بتا ہم تمہاری مدد کریں گے۔ میں دوسرے معاملات میں مصروف ہوں۔ ابھی جارہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ یہ بے یار و مددگار رہ گیا۔ اس کے پاس ہر طرح کا اسلحہ تھا لیکن وہ اسے استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جیسا زبردست ہتھیار بھی کسی پر استعمال کرکے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے پاس ہر طرح کی طاقت تھی پھر بھی وہ دنیا کا سب سے کمزور انسان تھا۔

سونیا نے وہاں کے اعلیٰ حکام سے کہہ دیا تھا کہ اس مقبرے کے اطراف فوجی جوان رہیں گے۔ اسے چھت سے اترنے نہیں دیں گے۔ وہ وہیں بھوکا پیاسا رہ کر زندگی کے لیے ترس ترس کر مرے گا۔

وہ غدارِ وطن تھا۔ اسے یہی سزا دی گئی۔ اس نے نیچے اترنا چاہا تو اسے زخمی کرکے پھر چھت پر پہنچادیا گیا۔ اسے وہیں سزا بھگتنے پر مجبور کیا گیا۔ آخر وہ زندگی کے لیے لڑتے لڑتے پانچویں دن ہار گیا۔ وہیں تڑپ تڑپ کر مرگیا۔

جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تھے وہ خیال خوانی کے ذریعے وہ تماشا دیکھتے رہے اور تسلیم کرتے رہے کہ ایک بار موت سے نجات مل سکتی ہے۔ سونیا سے کبھی نجات نہیں مل سکتی۔

○☆○

شی تارا پیرس پہنچ گئی۔ اس نے آج تک کبھی کسی سے دوستی نہیں نباہی تھی۔ پورس سے بھی نباہ نہ کرسکی۔ نادیدہ گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کے بارے میں پہلے اس سے جھوٹ بولا۔ اسے دھوکا دے کر ان چیزوں کو چھپا کر رکھنے کی کوشش کی لیکن پورس سے اس کی یہ مکاری چھپی نہ رہی۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ دونوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے۔ پورس نے صاف طور سے کہہ دیا "جب تم پارس سے وفا نہ کرسکیں تو مجھ سے کیا کروگی۔ تمہاری فطرت میں بے وفائی اور خود غرضی ہے۔"

پورس نے اسے بتایا کہ اس نے نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول جتنے ملکوں میں چھپا کر رکھے ہیں اس نے ان سب کو ناکارہ بنادیا ہے۔ شی تارا کا چھپایا ہوا صرف ایک ذخیرہ جو پیرس کے مضافات میں کہیں ہے' اس کے متعلق پورس نہیں جانتا ہے۔ اس طرح شی تارا کی وہ اہم چیزیں محفوظ ہیں۔

شی تارا کے لیے اس سے بڑی خوشی کی بات کوئی نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ نادیدہ بنانے والی گولیاں جو اب کسی کے پاس نہیں ہیں اس کے پاس محفوظ ہیں۔ وہ پیرس جاکر انہیں حاصل کرسکتی ہے۔

جبکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ پورس اس سے جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ گولیوں اور کیپسولوں کے لالچ میں اس سے دور چلی جائے۔ کسی دوسرے ملک میں بھٹکتی رہے۔ اگر وہ امریکا میں رہتی تو اس کے معاملات میں مداخلت کرتی رہتی۔

وہ گولیاں اس وقت دنیا کا سب سے بڑا سرمایہ اور دشمنوں کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار تھیں۔ انہیں حاصل کرنے کے لیے شی تارا کو پر لگ گئے۔ وہ پہلی فلائٹ سے پیرس پہنچ گئی۔ پیرس سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا دیہات تھا' وہاں ایک کاٹیج میں ایک اندھا شخص اپنی بیمار بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ شی تارا نے اسی کاٹیج کے ایک حصے میں وہ پیکٹ چھپایا تھا۔

وہ اس کاٹیج میں کسی اجازت کے بغیر گھس آئی۔ بیمار عورت سورہی تھی۔ اندھا جاگ رہا تھا لیکن اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے آہٹ محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں بولی "کوئی نہیں ہے۔ میرا وہم ہے۔ پتا نہیں کیوں میرے کان بجتے رہتے ہیں۔"

وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آئی۔ اس میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ وہیں وہ پیکٹ محفوظ پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر کھول کر دیکھا۔ اس میں جتنی گولیاں اور کیپسول رکھے تھے وہ سب اسی طرح محفوظ تھے۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔

وہ اس میں سے ایک گولی نکال کر اسے نگل کر آزماسکتی تھی لیکن جب تک کوئی اسے نہ دیکھتا' تصدیق نہ ہوتی کہ وہ نادیدہ بن گئی ہے۔ وہاں جو شخص موجود تھا وہ اندھا تھا اور جو دیکھ سکتی تھی وہ بیمار بے چاری سورہی تھی۔ اس نے کاٹیج کے دوسرے کمرے میں جاکر دیکھا' کوئی چھوٹا سا آئینہ بھی نہیں تھا۔

اس نے ایک کیپسول نکال کر منہ میں رکھا تاکہ پرواز کرتے ہوئے پیرس کے ہوٹل میں پہنچ جائے' جہاں اس کا قیام تھا لیکن وہ اپنی جگہ کھڑی رہی' پرواز نہ کرسکی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ سوچنے لگی کیا یہ ذخیرہ بھی ناکارہ ہوچکا ہے؟

"لیکن ناکارہ کیسے ہوسکتا ہے' پورس یہاں تک پہنچ نہیں پایا تھا۔ اس نے یہاں دوا اسپرے نہیں کی ہوگی؟"

اس نے ایک گولی لے کر منہ میں رکھا پھر اسے نگل لیا۔ اس وقت وہ بیمار عورت بیدار ہوچکی تھی۔ سوالیہ نظروں سے شی تارا کو دیکھ رہی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ نادیدہ نہیں ہے' نظر آرہی ہے۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ بیمار عورت نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ اسے ٹیلی پیتھی کے زیر اثر لے آئی تاکہ وہ کوئی سوال نہ کرسکے۔ پھر اس نے دوسری گولی نکال کر نگل لی۔ اس بیمار عورت کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ نظر آرہی ہے۔ اس طرح اُس نے کئی گولیوں کو آزمایا۔ تب یہی سمجھ میں آیا کہ پورس نے اسے دھوکا دیا ہے۔ وہ یہاں بھی آیا ہوگا اور انہیں بھی ناکارہ بناکر گیا ہوگا۔

اس پیکٹ میں روئی کی ایک دبیز تہہ بچھی ہوئی تھی۔ اس نے اوپر کی تمام گولیاں اور کیپسول نکالے۔ پتا چلا کہ اس تہہ کے نیچے بھی چند گولیاں اور کیپسول ہیں۔ وہ انہیں دیکھ کر سوچنے لگی' اگر دوا اسپرے کی گئی ہے تو کیا روئی کے آرپار ان گولیوں تک پہنچی ہوگی؟

اس خیال کے آتے ہی اس نے ایک گولی اٹھا کر نگل لی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ بیمار عورت حیرت سے چیخ پڑی۔

"جوزف! تم کہاں ہو؟ ابھی یہاں ایک عورت تھی پھر وہ اچانک غائب ہو گئی۔"

جوزف نے دوسرے کمرے سے آتے ہوئے کہا "کس کی بات کر رہی ہو؟ کون آئی تھی؟ کون غائب ہو گئی؟ میں تو اندھا ہوں کیا دیکھ پاؤں گا؟"

شی تارا خوشی سے ناچ رہی تھی۔ جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا؟ اسے بھی کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ کاٹیج سے باہر آئی پھر ایک کیپسول کو منہ میں رکھتے ہی پرواز کرتی ہوئی پیرس کے ہوٹل میں اپنے کمرے کے اندر آ گئی۔ وہاں اس نے اپنے سامان سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی۔ روئی کی تہ کے نیچے جتنی گولیاں اور کیپسول تھے انہیں الگ کر کے اس ڈبیا میں رکھ لیا۔ وہ سب کار آمد تھے۔ باقی جتنی گولیاں اور جتنے کیپسول تھے انہیں کموڈ میں ڈال کر بہا دیا۔

پھر وہ اطمینان سے کمرے میں آ کر بیٹھ گئی۔ اور ایک فاتح کی شان سے آئندہ کے منصوبے بنانے لگی۔ سب سے پہلے پورس کے خلاف سوچنے لگی۔ سب سے زیادہ اسی پر غصہ آ رہا تھا۔ اسی نے اس کے تمام ذخیروں کو برباد کیا تھا۔ اسے گولیوں اور کیپسولوں سے محروم کر کے دوسرے دشمنوں کے مقابلے میں بھی کمزور بنا دیا تھا۔

وہ دشمنی کرنے والا اس بات سے بے خبر تھا کہ مقدر نے اس کا ساتھ دیا ہے۔ وہ پھر شہ زور بن گئی ہے۔ اب وہ ایسی چال چلے گی کہ اسے کمزور بنا کر اپنے زیرِ اثر لے آئے گی۔

شی تارا نے ماضی میں چھوٹی بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں مگر ناکام بھی ہوتی رہی تھی۔ وہ پورس کو منہ توڑ جواب دینے کے سلسلے میں ناکام نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے یہ طے کیا کہ اس کے خلاف خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے گی۔

اسے یہ بات معلوم تھی کہ پورس کسی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں چلا آتا ہے اور وہ اسے محسوس نہیں کر پاتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کی معمولہ ہے۔

اب لازمی تھا کہ پہلے وہ پورس کا طلسم توڑتی۔ اس کے تنویمی عمل سے جلد سے جلد نجات حاصل کرنا ضروری تھا ورنہ نادیدہ بنانے والی گولیاں ملنے کی خوشی خاک میں مل جاتی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی اس کے اندر آ سکتا ہے۔ اس نے نئے سرے سے جو گولیاں حاصل کی ہیں ان کا بھید معلوم کر سکتا تھا اور اب وہ کسی کو اپنا راز بتانا نہیں چاہتی تھی۔

وہ کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ پورس سے محفوظ رہنے کی ترکیبیں سوچنے لگی پھر اسے یاد آیا کہ پیرس میں ہپناٹزم کا ایک ماہر ہے جس کا تعاون حاصل کر کے وہ پورس سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں اس کا نمبر تلاش کیا پھر اس سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی اس کی آواز سن کر اُس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

وہ ایک لالچی شخص تھا۔ زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کرنے کے لیے کسی کو بھی دھوکا دے سکتا تھا۔ اس کے باوجود شی تارا نے اسے ہوٹل کے کمرے میں بلایا۔ اس کے لیے چائے منگوائی پھر اس کی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا کر پلا دی۔ اس نے کہا "پتا نہیں کیسی چائے ہے۔ مجھے کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔"

"تم آرام سے لیٹ جاؤ' میں کسی ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔"

وہ بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ شی تارا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرنے لگی کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔

اس نے دوسری بات یہ نقش کی کہ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گا تو اپنی عاملہ پر تنویمی عمل کرے گا۔ تنویمی عمل کے سلسلے میں جو اہم باتیں اسے سمجھائی جائیں گی وہ ان تمام باتوں کو شی تارا کے ذہن میں نقش کرے گا۔ جو تنویمی عمل پہلے سے کیا گیا ہے اسے بالکل مٹا دے گا۔ اپنی طرف سے کوئی فاضل بات اس کے ذہن میں نقش نہیں کرے گا۔

اس نے خاص طور پر اس عامل کے دماغ میں پارس اور پورس کا لہجہ نقش کیا اور اسے حکم دیا کہ اس پر تنویمی عمل کے دوران میں ان دونوں کے لب و لہجے بالکل مٹا دے اور دماغ کو یہ حکم دے کہ جب بھی اس لب و لہجوں میں سوچ کی لہریں آئیں گی تو وہ انہیں محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔

اس نے اس عامل پر اپنے اطمینان کے مطابق عمل کیا۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ وہ اس پر تنویمی عمل کے دوران میں کوئی فراڈ نہیں کرے گا اور ایک غلام کی طرح پوری وفاداری اور سچائی سے اس کے احکامات پر عمل کرے گا تو اس نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں زندگی سکون سے نہیں گزرتی۔ یہ علم جاننے والے برتری حاصل کرنے کے لیے اپنا اور دوسروں کا سکون برباد کرتے رہتے ہیں۔ کوئی کسی کو مار ڈالتا ہے اور کوئی کسی کو تنویمی عمل کے زیرِ اثر لے آتا ہے۔ کوئی کسی کے دماغ پر غالب آ جاتا ہے۔ کوئی مغلوب رہ جاتا ہے اسی لیے پورس تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے یہ عزم کر چکا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے نام پر جو بے چینی اور تباہی پھیل رہی ہے اسے روکنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ٹیلی پیتھی کے علم کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے پھر نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

ایک گھنٹے بعد وہ عامل تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا۔ شی تارا نے اسے اچھی طرح کھلایا' پلایا۔ اس دوران میں اسے اچھی طرح سمجھاتی رہی کہ وہ اس پر کس طرح تنویمی عمل کرے گا؟ اسے نہ سمجھاتی تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا کیونکہ تنویمی عمل کے ذریعے پہلے ہی تمام باتیں اس کے دماغ میں نقش ہو چکی تھیں۔

وہ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ عامل اس کے قریب آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تنویمی عمل کرنے لگا۔ شی تارا نے جتنی اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرائی تھیں۔ وہ تمام باتیں اس کے ذہن میں نقش کرنے لگا اس کے دماغ سے پارس اور پورس کے لب و لہجے کو مٹانے لگا۔

وہ جیسا چاہتی تھی' ٹھیک اسی کے مطابق اس نے عمل کیا۔ چونکہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا تھا اس لیے اُس سے کوئی فراڈ نہیں کر سکتا تھا۔ شی تارا نے اسی لیے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ عامل قابلِ اعتماد ہے۔ بہرحال اس نے اعتماد قائم رکھا اور تنویمی عمل مکمل ہو گیا۔

اس عمل کے بعد وہ سو گئی۔ وہ عامل کمرے میں بیٹھا رہا۔ چونکہ تابعدار تھا اس لیے اُس کی اجازت کے بغیر جا نہیں سکتا تھا۔ ایک گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ گھڑی دیکھ کر بولی۔ "کافی وقت گزر چکا ہے۔ اس کا مطلب ہے تم مجھ پر عمل کر چکے ہو؟"

وہ بولا "میڈم! میں آپ کا تابعدار ہوں۔ جو حکم دیا گیا تھا وہی کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرا تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔ آپ آزما کر دیکھ لیں۔"

شی تارا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پورس کو اپنے تصور میں دیکھتی رہی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سو رہا تھا۔ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں وہ ہوں جس سے تم نے فراڈ کیا اور دھوکے سے تنویمی عمل کر کے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔"

"اچھا تو تم شی تارا ہو' اتنی رات کو کیوں آئی ہو؟"

"ایک ایسی بات بتانے آئی ہوں جو تمہاری توقع کے خلاف ہے۔"

"بتاؤ' میں سن رہا ہوں۔"

"بات ایسی ہے جسے سننے کے لیے میرے دماغ میں آنا ہو گا۔ میں انتظار کر رہی ہوں' چلے آؤ۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ سمجھ گئی کہ پورس آیا ہے۔ اس نے آنے نہیں دیا' سانس روک لی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ان ہی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد اس کے اندر جا کر بولی "میں نے تمہیں بلایا تھا' تم نہیں آ رہے ہو' کیا ناراض ہو گئے ہو؟"

"کیا خوب انداز ہے۔ مجھے سمجھا رہی ہو کہ اب تم میری معمولہ نہیں رہی ہو؟"

"تم نے تو بڑی چالاکی دکھائی تھی۔ مجھے دوست بنا کر دھوکے سے اپنی داسی بنا لیا تھا۔ تم مرد کیسے دغاباز ہوتے ہو۔ پہلے عورت کو محبت کا فریب دیتے ہو پھر اس کے حسن و شباب کا سرمایہ لوٹ لیتے ہو پھر اس پر بھی تسلی نہیں ہوتی تو اسے دو کوڑی کی کنیز بنا کر قدموں میں رکھتے ہو۔"

"پہلے تمہیں اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ اگر تمہارے اندر ذرا سا بھی سچ ہے تو پوری سچائی سے بتاؤ کہ ہمارے درمیان فریب کی ابتدا کس نے کی؟ میں تمام گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنا رہا تھا۔ ان چیزوں کو کسی دوست یا دشمن کے پاس چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ تم سے بھی کہا تھا کہ وہ چیزیں ہم اپنے پاس نہیں رکھیں گے لیکن تم چھپا کر رکھنے لگیں۔ مجھے دھوکا دینے لگیں۔ مجھ سے جھوٹ بولنے لگیں پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ تم جھوٹی اور دغاباز ہو تب میں نے تمہیں اپنی داسی بنایا تھا۔ سچ تو یہی ہے کہ تم دیوی نہیں داسی ہی بن کر رہنے کے قابل ہو۔"

وہ ہنس کر بولی "میں دیوی ہوں اور دیوی ہی رہوں گی۔ تم مجھے جن غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں سے محروم رکھنا چاہتے تھے' میں نے وہ تمام غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں دوبارہ حاصل کر لی ہیں۔"

"یہ تو سنا تھا کہ باسی کڑھی میں ابال آتا ہے۔ اب دیکھ رہا ہوں کہ باسی دیوی میں بھی ابال آ رہا ہے۔ کیچڑ آلود جوتوں کو صاف کر کے چمکایا جائے تو وہ چمک جاتے ہیں لیکن عورت ایک بار گندگی میں گر جائے تو ہزار چمکانے کے باوجود نہیں چمکتی۔"

"بکواس مت کرو۔ تم ابھی ٹیلی پیتھی کی دنیا میں نئے ہو اور میں جانتی ہوں کہ ایک نئے اناڑی کو کس طرح چٹکیوں میں مسل کر ٹیلی پیتھی کی دنیا سے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔"

"فی الحال میں تمہیں اپنے دماغ سے باہر پھینک رہا ہوں۔ جاؤ مجھے سونے دو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گئی۔ ہپناٹزم کا ماہر اس کا منہ تک رہا تھا' وہ بولی "تم نے واقعی کامیاب عمل کیا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

اس نے عامل کو پچیس ہزار ڈالر دے کر رخصت کر دیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ماضی میں جو غلطیاں کر چکی ہے' آئندہ نہیں کرے گی۔ خاص طور پر پارس اور پورس سے بہت محتاط رہے گی۔

پچھلے دنوں پارس نے بھی اسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ بڑی رازداری سے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ اب وہ آزمانا چاہتی تھی کہ اس نے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے یا ختم کر چکا ہے؟

وہ اس کے دماغ میں آ گئی۔ اس کا دماغ ایسا غیر معمولی تھا کہ کوئی بھی اس کے اندر چلا آتا تھا لیکن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ پھر پارس جب چاہتا تھا' سانس روک کر بھگا دیتا تھا۔

اس نے کہا "کچھ تو خیال کرو۔ اس وقت امریکا میں آدھی رات گزر چکی ہے۔ کیوں نیند حرام کرنے آئی ہو؟"

"تم سے ضروری باتیں کرنے آئی ہوں۔"

"کیا باتیں کرنے کے لیے صبح کا انتظار نہیں کرسکتیں؟"

"میں بہت خوش ہوں اور اس خوشی میں تمہاری نیند حرام کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔"

"تم ویسے بھی میرے لیے حرام ہو۔ بتاؤ کیا چاہتی ہو؟"

"میں کبھی کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی مگر تمہیں بلا رہی ہوں' پلیز آجاؤ۔"

"جب تم میرے پاس ہو اور باتیں کررہی ہو تو کیا ضروری ہے کہ میں تمہارے پاس آؤں؟"

"بس میں چاہتی ہوں' میری خواہش پوری کردو۔"

"اتنی رات گئے' پرائے مرد کو بلانے کی خواہش کیوں پیدا ہورہی ہے؟"

"تم آؤ گے تو جواب مل جائے گا۔"

"اچھی بات ہے' آرہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ ایسے ہی وقت پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں مگر اس نے سانس روک لی۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے سانس روک کر پھر ان لہروں کو بھگا دیا۔ اس کے بعد پارس کے دماغ میں آکر بولی "تم میرے دماغ میں کیوں نہیں آرہے ہو؟ ایسی بھی کیا ناراضگی ہے؟"

"میں تو آنا چاہتا ہوں لیکن میری سوچ کی لہریں کسی ایسی عورت کے دماغ میں نہیں جانا چاہتیں جو حرام ہوچکی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ تم اپنی یہ ناکامی سمجھ گئے ہو کہ آئندہ میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

"میں ناکام سہی' تمہیں کامیابی مبارک ہو۔ اب جاؤ پیچھا چھوڑو۔"

اس نے سانس روک لی۔ ثی تارا اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس نے پورس اور پارس دونوں کو آزمالیا تھا۔ پوری طرح اطمینان ہوگیا تھا کہ دو بڑے مکاروں سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ وہ ریڈیو آن کرکے میوزک کے سُر تال پر جھومنے لگی۔ اسے اتنی خوشیاں مل رہی تھیں کہ وہ انہیں برداشت نہیں کرپا رہی تھی۔

وہ بڑی دیر تک باتھ روم میں رہی۔ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا لطف اٹھاتی رہی پھر لباس وغیرہ تبدیل کرکے پیرس کی سیر کے لیے نکل گئی۔ اسی وقت اسے میجرٹی ہنٹر کا خیال آیا۔ وہ آرمی کلب میں آگئی۔ وہ کلب آرمی کے اعلیٰ افسران کے لیے مخصوص تھا۔ اسے کوئی اندر داخل نہ ہونے دیتا لیکن وہ نادیدہ بن کر چلی آئی۔ وہاں کئی حسین عورتیں تھیں۔ کچھ اعلیٰ افسران کی بیگمات تھیں اور کچھ دل بہلانے والیاں بھی تھیں۔

وہ کلب کے واش روم میں جاکر نمودار ہوگئی پھر وہاں سے نکل کر کلب کی حسین عورتوں میں شامل ہوگئی۔ وہاں افسران تاش کھیل رہے تھے۔ کہیں حسین عورتوں کے ساتھ بیٹھے پی رہے تھے اور کہیں مستی میں آکر رقص کررہے تھے۔

میجرٹی ہنٹر ایک حسینہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ثی تارا نے حسینہ کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی' وہ کہہ رہی تھی "میجر! تم کیوں نہیں پیتے ہو؟"

وہ شوخی سے بولا "میں پی کر بہکنے لگوں گا تو کیا مجھے سنبھال لوگی؟"

"میں تو تمہیں ساری زندگی سنبھالنا چاہتی ہوں۔ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں یہ تم سمجھ سکتے ہو۔ میں بیس برس کی ہوں اور تم پچاس برس کے لیکن میں تمہاری مردانگی اور تمہاری شخصیت سے متاثر ہوں۔"

"ہاں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تم سچی ہو۔ مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہو اسی لیے میں نے تمہیں اپنے قریب آنے کی اجازت دی ہے۔"

وہ بولی "آج سردی بہت ہے' میرا پینے کو جی چاہتا ہے لیکن ساتھی ہو تو تنہا پینے کو جی نہیں چاہتا۔"

"تو پھر میرے بنگلے میں چلو۔ وہاں بند کمرے میں پیوں گا تاکہ کوئی دشمن مجھے دیکھ نہ سکے۔"

وہ دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔ کلب سے باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ ثی تارا نادیدہ بن کر اس کار میں ان کے ساتھ سفر کرنے لگی۔ اس کا بنگلا شہر کے ایک مہنگے علاقے میں تھا۔ وہاں غیر ملکی سفیر اور اعلیٰ سرکاری عہدے دار رہائش پذیر تھے۔ میجرٹی ہنٹر اس حسین دوشیزہ کو اپنے بنگلے میں لے آیا۔ دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کردیں تاکہ کوئی تیسرا نہ آئے لیکن وہ تیسری آچکی تھی۔

میجرٹی ہنٹر نے کیبنٹ سے وہسکی کی بوتل نکالی۔ حسینہ شیشے کے جام اور برف کے کیوب لے آئی پھر وہ دونوں پینے کے لیے بیٹھ گئے۔ ثی تارا نے اس دوشیزہ کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ واقعی میجرٹی ہنٹر کی دیوانی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فراڈ نہیں کررہی تھی۔ اسے اپنے ہاتھوں سے پلا رہی تھی اور بڑے والہانہ انداز میں پیار کررہی تھی۔

پیار کی مستی کم نہیں ہوتی۔ اس پر نشے کی مستی کا رنگ چڑھنے لگا۔ وہ بہکتے ہوئے بولا "اتنے حسین بدن کو لباس میں نہ چھپاؤ' کچھ تو جلوے دکھاؤ۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹ کر بولی "میں بوتل نہیں ہوں کہ آسانی سے کھل جاؤں گی۔ بڈھے! تجھے شرم نہیں آتی۔"

وہ تو نشے میں تھا لیکن ثی تارا اس دوشیزہ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر چونک گئی۔ اس کے چور خیالات نے اسے جو کچھ بتایا تھا وہ اس کے برعکس نظر آنے لگی تھی۔

اس نے پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر چور خیالات پڑھے۔ اس بار اس دوشیزہ کے اندر ایک اجنبی بول رہا تھا "بس تمہارا کام ختم ہوچکا ہے۔ تم کسی کمرے میں جاکر آرام کرو۔"

ثی تارا میجر کے دماغ میں آگئی۔ اسی وقت وہ اجنبی بھی میجر کے اندر آگیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "ہیلو میجر! دیکھو میں کس طرح سرنگ کھودتا ہوا تمہارے دماغ کے اندر آگیا ہوں۔"

وہ نشے میں جھومتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟ کس کی اجازت سے آئے ہو؟ نکلو یہاں سے' یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے۔"

"اب تو تمہاری یہ کھوپڑی میرا گھر بن کر رہے گی اور تم مجھے آنے جانے سے نہیں روک سکو گے۔ چلو اٹھو' بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس کا دماغ اب اپنے قابو میں نہیں تھا۔ وہ بستر پر آکر لیٹ گیا۔ ثی تارا یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ وہ اجنبی اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ ثی تارا پہلے سمجھ نہیں پائی کہ وہ اجنبی کون ہے؟ پھر رفتہ رفتہ تنویمی عمل کے دوران میں پتا چلا کہ اس کا تعلق روس سے ہے۔

روس کے چھ سراغ رسانوں نے اپنی الگ الگ ٹیمیں بنائی تھی اور ان سب نے بڑی چالبازی سے امریکی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔ ان میں سے ایک روزانوسکی ایران میں سونیا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ دوسرا کرسٹوسکی اسرائیل میں قید تھا۔ اس کے دماغ پر نتاشا نے قبضہ جمالیا تھا۔ اب یہ تیسرا گورانو جوزف تھا۔ یہ فرانس آکر میجرٹی ہنٹر کو ٹریپ کررہا تھا۔

گورانو جوزف کے بڑے عزائم تھے۔ وہ اپنے دوسرے روسی ساتھیوں سے مختلف تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ خاموشی سے... گمنام رہ کر بڑی رازداری سے اپنا کام کرتا تھا۔

اس نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ امریکا سپر پاور ہے اور وہ ملک خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ وہاں بہت بڑی کامیابیاں حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا۔ کسی ایسے ملک سے جدوجہد کا آغاز کرنا چاہیے جہاں سے رفتہ رفتہ بڑی کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں۔ یہی سوچ کر وہ ایک عرصے سے فرانس میں تھا اور بڑی رازداری سے سرنگ بناتا ہوا میجرٹی ہنٹر تک پہنچ گیا تھا۔ اب وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے والا تھا۔ میجرٹی ہنٹر کے سر پر سوار رہ کر پورے فرانس پر حکومت کرنے والا تھا مگر افسوس کباب میں ہڈی آگئی تھی۔ وہ اس کے تنویمی عمل کے دوران میں میجر کے اندر گھسی ہوئی تھی اور یہ معلوم کررہی تھی کہ گورانو جوزف کس طرح اسے اپنا معمول اور تابعدار بناکر فرانس کی آرمی کو اپنے زیر تر لانا چاہتا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ آرمی کے تمام اعلیٰ افسران کو بھی اپنا تابعدار بنانے والا تھا۔

فی الحال اس نے میجرٹی ہنٹر پر تنویمی عمل مکمل کیا پھر اس دوشیزہ سے بولا "جولیا! اب یہ تنویمی نیند سوتا رہے گا۔ تم بنگلے میں چلی آؤ' میں انتظار کررہا ہوں۔"

ثی تارا کے لیے یہ بہت بڑی خبر تھی کہ گورانو جوزف پیرس ہی میں ہے اور اسی علاقے کے ایک بنگلے میں ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ابھی اس کے پاس پہنچ سکتی تھی۔

وہ اس دوشیزہ کے ساتھ ایک بنگلے میں پہنچ گئی۔ وہاں ایک قد آور روسی جوان نظر آیا۔ جولیا دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ ثی تارا نے فی الحال انہیں محبت کرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میجرٹی ہنٹر کے پاس واپس آگئی۔

میجر سو رہا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کامیاب نہیں ہوا تھا۔ ثی تارا مداخلت کرتی رہی تھی۔ اب اس نے دوبارہ تنویمی عمل شروع کیا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ جو کامیابی گورانو جوزف کو حاصل ہونے والی تھی وہ ثی تارا کو حاصل ہوگئی۔

میجرٹی ہنٹر پر پوری طرح قبضہ جمالینے کے بعد وہ گورانو جوزف کے پاس آئی۔ وہ جولیا کے ساتھ کھانے کی میز پر تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھا کھا رہا تھا اور باتیں کررہا تھا۔ اپنی کامیابی پر خوش تھا کہ آئندہ میجرٹی ہنٹر کے ذریعے پورے فرانس پر حکومت کرتا رہے گا۔

وہ کھانے کے دوران میں چمچ' کانٹے اور چھری استعمال کررہے تھے۔ مغربی تہذیب میں کھاتے وقت بھی ہتھیار استعمال ہوتے ہیں۔ وہ ہتھیار کھانے کے لیے ہوتے ہیں' مار کٹائی کے لیے نہیں ویسے ہتھیار تو ہتھیار ہی ہوتے ہیں۔ انہیں کسی وقت بھی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جولیا نے اچانک چھری کے دستے کو مضبوطی سے گرفت میں لے کر اپنی جگہ سے اچھل کر جوزف پر چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے میں گورانو جوزف کے حلق سے کراہ نکلی۔ چھری اس کے شانے پر آکے لگی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "آہ جولی! یہ تم نے کیا کیا؟"

ثی تارا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "یہ میں نے کیا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں ہوں ثی تارا۔ تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔ تمہارے ذریعے میں نے میجرٹی ہنٹر کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔ اب تم بھی میرے وفادار بن جاؤ گے۔"

"نہیں..... میں تمہارا غلام نہیں بنوں گا۔ تمہیں تنویمی عمل کرنے نہیں دوں گا۔ چلی جاؤ میرے دماغ سے..... چلی جاؤ۔"

"کیوں پریشان ہورہے ہو؟ چلی جاتی ہوں۔ اب بلاؤ گے تب بھی نہیں آؤں گی۔"

وہ خلا میں تکنے لگا۔ جولیا کے ہاتھ سے چھری چھوٹ گئی تھی۔ وہ پریشان ہوکر کہہ رہی تھی "پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا؟ میں نے بے اختیار تم پر حملہ کیا ہے۔ میرے دماغ کو کچھ ہوگیا تھا۔ جوزف! مجھے

معاف کردو۔"

وہ جولیا کی باتیں نہیں سن رہا تھا۔ خلا میں تک رہا تھا اور کہہ رہا تھا "تم میرے اندر رہو۔ تم نے جولیا کے دماغ پر قبضہ جما کر میرے دماغ میں آنے کے لیے مجھے زخمی کیا ہے۔"

جولیا نے پوچھا "جوزف! تم کس سے بات کر رہے ہو؟"

"وہ... وہ شی تارا ہے۔ اب وہ میرے اندر رہے گی' مجھ پر عمل کرے گی۔ او گاڈ! وہ عورت مجھے اپنا غلام بنالے گی۔ میں کیا کروں؟ جولیا! میں کس طرح اس سے پیچھا چھڑاؤں؟"

اب تو پیچھا چھڑانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک عورت کی غلامی سے بچنے کے لیے وہ اپنی جان دے سکتا تھا لیکن جان بہت پیاری ہوتی ہے۔ زندگی ایک بار ملتی ہے۔ وہ زندگی ہارنا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے سوچا۔ "کیا میں خودکشی کرسکتا ہوں؟"

نہیں کرسکتا تھا۔ اب اس کا مرنا اور جینا بھی شی تارا کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اپنی مرضی کے خلاف سر جھکائے بیڈ روم میں آیا پھر بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔

عورت کمزور نہیں ہوتی۔ موقع ملے تو مرد کو چاروں شانے چت کردیتی ہے۔

○☆○

پورس کو اندازہ تھا کہ وہ بہت جلد چاروں طرف سے گھیرا جانے والا ہے۔ یہ بہت بڑی اور بہت بری خبر تھی کہ آئندہ ٹیلی پیتھی کے علم کو اس دنیا سے بالکل مٹادیا جائے گا اور مٹانے والا پورس ہوگا۔

ایسا کون ہے' جو خیال خوانی سے محروم ہونا چاہے گا؟

ایسی صلاحیتیں نصیب والوں کو ملتی ہیں اور کوئی بدنصیب نہیں بننا چاہے گا۔ پورس نے سبھی کو نادیدہ گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں سے محروم کردیا۔ اس محرومی کو سب نے مجبوراً برداشت کیا کیونکہ پورس کے بارے میں کوئی جانتا نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟ اور ایسی کون سی جگہ ہے' جہاں اسے گھیر کر گرفتار کیا جاسکتا ہے اور اسے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے سے باز رکھا جاسکتا ہے؟

دنیا کا کوئی ملک اور کوئی بڑا ٹیلی پیتھی جاننے والا پورس تک نہ پہنچ سکا لیکن اب وہ کسی حد تک ظاہر ہونے لگا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطے کرنے لگا تھا اور یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ ان دنوں نیویارک میں ہے۔

مین کلر نے پہلے الپا سے رابطہ کیا۔ اسے پورس کے متعلق بتایا کہ وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کر رہا ہے۔ وہ دوا جہاں اسپرے کی جائے گی' وہاں قیام کرنے والے کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹ جائے گا۔

الپا نے کہا "یہ بات سبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے تشویشناک ہے۔ ایسی دوا تیار نہیں ہونی چاہیے۔ پورس کو ایسی دوا تیار کرانے سے باز رکھنا چاہیے۔"

"ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یکجا ہوکر پورس سے بات کرنی چاہیے۔ اس پر دباؤ ڈالنا چاہیے کہ وہ ایسی کوئی دوا تیار نہ کرائے۔"

"کیا وہ ہمارے دباؤ میں آئے گا؟"

"جب دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کا محاسبہ کریں گے تو پورس کو اپنے ارادے میں لچک پیدا کرنی ہوگی۔"

الپا اور مین کلر نے شی تارا سے رابطہ کیا' وہ بولی "ہاں مجھے معلوم ہے' پورس ہماری دنیا سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے والا ہے۔ یہ ہم سب کے لیے تشویش کی بات ہے۔ وہ بہت ہی ضدی اور سرپھرا جوان ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسے اس ارادے سے کیسے باز رکھا جاسکتا ہے؟"

"ہم سب مل کر اس پر دباؤ ڈالیں گے۔ اس سے کسی طرح سمجھوتا کیا جاسکتا ہے۔"

"جب تک اس کی کوئی کمزوری ہاتھ نہیں آئے گی' وہ کسی دباؤ میں نہیں آئے گا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ پورس کو کسی طرح کمزور بناؤں گی یا اسے گولی ماردوں گی۔ اس مقصد کے لیے نیویارک آچکی ہوں اور اسے دن رات تلاش کر رہی ہوں۔"

مین کلر نے کہا "تم وہی کر رہی ہو جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نیویارک میں ہوں اور اسے تلاش کر رہا ہوں۔"

الپا نے کہا "ٹیلی پیتھی سب کے لیے اہم ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں فرہاد صاحب سے بھی مشورہ کرنا چاہیے۔"

انہوں نے مجھے مخاطب کیا۔ مجھے پورس کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا "میں کسی حد تک پورس کے متعلق معلومات رکھتا ہوں لیکن اسے پوری طرح نہیں جانتا ہوں۔ ابھی وہ پُراسرار ہے مگر جلد اپنی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ ظاہر ہوجائے گا۔"

"اس نے ہم سب کی نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنادیا لیکن آپ نے اور بابا صاحب کے ادارے نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔"

"ہم خود چاہتے تھے کہ یہ غائب ہونے والا جادوئی عمل ہے۔ کسی طرح ختم ہوجائے۔ جب پورس نے ایسا کیا تو ہم نے بھی رضاکارانہ طور پر تمام گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنادیا ہے۔"

"کیا آپ چاہیں گے کہ پورس ٹیلی پیتھی کے علم کو بھی مٹادے؟"

"ٹیلی پیتھی ایک اچھا اور تعمیری علم ہے۔ اس علم سے بڑے بڑے فائدے حاصل کیے جاسکتے تھے لیکن اس کے برعکس ہم لوگوں نے اس علم کے ذریعے نفرتیں پیدا کی ہیں اور ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہے ہیں۔"

"ہم سب مل کر عہد کریں گے کہ اس علم کو نیک مقاصد کے لیے استعمال کریں گے۔"

"جب ہم ایسا کریں گے تو میرا خیال ہے' پورس اس علم کو نہیں مٹائے گا۔ اس کے بیان کے مطابق اس کے عزائم نیک ہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیے' اگر ہم ٹیلی پیتھی کا صحیح استعمال کر رہے ہیں تو وہ بھی اپنے نیک عزائم پر قائم رہے گا یا نہیں؟"

"اگر وہ صرف اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم محفوظ رکھے اور ہم سب کو اس سے محروم کردے تو ہم اس کا کیا بگاڑ لیں گے؟"

"ابھی تم اس کا کیا بگاڑ سکتے ہو؟"

"آپ اس علم کو محفوظ رکھنے کے لیے ابھی سے حفاظتی تدابیر کرسکتے ہیں ورنہ دوسروں کی طرح آپ بھی اس علم سے محروم ہوجائیں گے۔"

مین کلر نے کہا "فرہاد علی تیمور کی اہمیت اور شخصیت' اس نام کا رعب اور دبدبہ ٹیلی پیتھی کے باعث قائم ہے۔ جب آپ کے پاس یہ علم نہیں رہے گا تو آپ کی شخصیت زیرو ہوجائے گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم لوگ میری فکر نہ کرو۔ میں اپنے حالات سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

"آپ کے اطمینان سے ظاہر ہے کہ آپ کے اور پورس کے درمیان کوئی سمجھوتا ہوگیا ہے۔ وہ اس دوا سے آپ کی ٹیلی پیتھی کے علم کو نہیں مٹائے گا۔"

"تم اپنے طور پر ایسا سمجھ لو جبکہ ایسا نہیں ہے۔"

انہوں نے مجھ سے مایوس ہوکر رابطہ ختم کردیا۔ نتاشا نے کہا "پارس بھی اپنے باپ کی طرح مطمئن ہے۔ اسے بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہونے کی فکر نہیں ہے۔"

مین کلر نے کہا "صرف پارس ہی نہیں' فرہاد کی فیملی کے تمام افراد پورس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پورس سے ان کا کوئی دوستانہ معاہدہ ہوچکا ہے۔"

نتاشا نے کہا "یہ بات ہمارے لیے اور زیادہ تشویش ناک ہے۔ آئندہ ہم سب ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجائیں گے اور وہ لوگ خیال خوانی کے ذریعے ہم پر حکومت کریں گے۔"

وہ سب پریشان ہو رہے تھے اور اپنے طور پر پورس کے خلاف کچھ کر گزرنے کے لیے نیویارک پہنچے ہوئے تھے۔ شی تارا اور مین کلر کے علاوہ نتاشا بھی وہاں رازداری سے آگئی تھی۔

اسرائیل میں الپا کی مصروفیات زیادہ تھیں اس لیے وہ پورس تک پہنچنے کے لیے اپنا ملک چھوڑ کر نیویارک نہیں آسکتی تھی۔ حالانکہ وہ بھی فکرمند تھی۔ کچھ عرصے بعد ٹیلی پیتھی کا علم مٹنے والا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ الپا صفر ہوجاتی' جو مملکتِ اسرائیل کا اہم ستون کہلاتی تھی۔ وہ اپنے یہودی اکابرین کی نظروں سے گرنے والی تھی۔

الپا' مین کلر' شی تارا اور نتاشا نے یہ طے کیا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے پورس سے رابطہ کرتے رہیں گے اور اسے ٹیلی پیتھی کے خلاف دوا استعمال کرنے سے باز رکھنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔

پارس بھی نیویارک میں تھا لیکن کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ فی الوقت پورس کی اہمیت تھی۔ سب اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اس سے دماغی رابطہ کرنے کے دوران میں یہ کوشش ہوتی تھی کہ پورس کے آس پاس کی آواز سنائی دے تاکہ یہ اندازہ ہوسکے کہ وہ کس جگہ ہے اور کس کے ساتھ وقت گزار رہا ہے؟

جس کے بھی دماغ میں پہنچا جاتا ہے' اس کے آس پاس کی آوازیں ضرور سنائی دیتی ہیں۔ پورس کسی کو اپنے اندر آنے سے نہیں روکتا تھا۔ اس کے پاس آنے والوں میں سے کسی کو ٹریفک کا شور سنائی دیتا تھا۔ کسی کو پتا چلتا تھا کہ وہ کسی کلب میں بیٹھا ہوا ہے یا کسی بوٹ میں سمندر کی سیر کر رہا ہے۔ جہاں اس کے پائے جانے کی امید ہوتی تھی' ادھر وہ لوگ دوڑے چلے جاتے تھے۔

یہ سب جانتے تھے کہ پورس اپنی اصل صورت شکل کے

ساتھ نہیں ہوگا۔ کسی بہروپ میں ہوگا۔ اسے اس کی کسی حرکت سے پہچانا جا سکتا تھا۔

ایک جگہ شی تارا نے اسے تاڑلیا۔ وہ پچھلے دنوں اس کے ساتھ دن رات رہتی آئی تھی۔ اس کے چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کے انداز کو دیکھتی رہی تھی۔ اب اس نے نیویارک میں جسے دیکھا' وہ پورس سے مشابہت رکھتا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ مشابہت رکھتا ہو تو پورس ہی ہو لیکن وہ بڑی آسانی سے تصدیق کر سکتی تھی۔

وہ نادیدہ بن کر اُس جوان کے پاس آگئی۔ وہ ایک شاپنگ سینٹر سے نکل کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے ہولے ہولے سیٹی بجاتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔ اسی وقت لیلی ڈونا نے اسے مخاطب کیا "ہیلو پورس! کہاں جا رہے ہو؟"

"یونہی تفریح کے موڈ میں ہوں۔"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہاں تمہاری جان کے کئی دشمن ہیں لیکن تم آزادی سے گھوم رہے ہو۔"

"میں نے چہرے پر تبدیلی کی ہے۔ کوئی مجھے پہچان نہیں سکے گا۔ بائی دی وے' تم میری دشمن کیوں نہیں ہو؟"

"تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس لیے تمہارے دشمن ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی کا علم اس دنیا سے مٹا دینا چاہتے ہو لیکن میں اور پارس تمہارے دشمن نہیں ہیں اور ہم ایسا نہیں سوچتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کو قائم رکھنے کے لیے تمہیں ہلاک کر دیا جائے۔"

"شاید پارس اس لیے مجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتا کہ میں نے تمہیں یہاں آرمی کی قید میں جانے سے بچایا تھا۔"

"پورس! احسان نہ جتاؤ۔ پارس کسی کا احسان نہیں لیتا۔ تم نے اس کی محبوبہ کو ملٹری انٹیلی جنس کی گرفت سے رہائی دلائی تھی۔ وہ بھی جلد ہی تمہارے کام آکر تم پر احسان کرے گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "اچھا۔ وہ بھلا میرے کیا کام آئے گا؟"

"میں تمہیں اطلاع دینے آئی ہوں کہ تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔"

"کون سی نئی بات کہہ رہی ہو؟ میں جانتا ہوں' شی تارا' نتاشا اور مین کلر وغیرہ سب مجھے تلاش کر رہے ہیں اور مجھے دیکھتے ہی گولی مار دینا چاہتے ہیں۔"

"تم نے چہرہ بدل لیا ہے۔ انداز بدل لیے ہیں' اس کے باوجود چالاک دشمن تمہیں پہچان سکتے ہیں۔"

"کیا تم اتنی لمبی گفتگو کرکے یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں کہاں جا رہا ہوں؟"

"نہیں۔ ابھی مجھے پارس نے کہا تھا کہ تمہارے احسان کا بدلہ چکاؤں اور تمہیں بتاؤں کہ شی تارا تمہارے تعاقب میں ہے۔"

"مجھے خطرے سے آگاہ کرنے کا شکریہ۔ واہ کیا احسان کیا جا رہا ہے۔ واہ وا.... اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ لیلی ڈونا چلی گئی۔ شی تارا اس کے پاس بیٹھی اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ پورس کا انداز ایسا تھا جیسے کار ڈرائیو کرنے کے دوران میں خیال خوانی کر رہا ہو۔

شی تارا نے چپکے سے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ لیلی ڈونا اس سے باتیں کر رہی ہے۔ اسے بتا رہی ہے کہ شی تارا اس کے تعاقب میں ہے۔

یہ اس کے لیے حیرانی کی بات تھی کہ پارس اس کے تعاقب کے بارے میں کیسے جانتا ہے جبکہ وہ نادیدہ بنی ہوئی تھی۔ اسے پارس تو کیا' قریب بیٹھا ہوا پورس بھی نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

اس نے ایک بنگلے کے سامنے کار روک دی۔ کار سے اتر کر بنگلے کے اندر آیا۔ شی تارا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اندر پہنچتے ہی اسے گولی مار دینا چاہتی تھی لیکن وہ سیدھا ٹائلٹ میں چلا گیا۔ وہ باہر رہ گئی۔ اس کا انتظار کرنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد فیصلہ ہونے والا تھا کہ آئندہ اس دنیا میں ٹیلی پیتھی کا علم قائم رہے گا یا نہیں؟ صرف ایک جوان کی موت سے علم قائم و دائم رہ سکتا تھا۔ بس اس کی ہلاکت کی دیر تھی۔

وہ بے چینی سے انتظار کرنے لگی۔ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ٹائلٹ میں بیٹھ کر خیالوں کی دنیا میں کھو جاتے ہیں۔ بہرحال اسے کسی نہ کسی وقت باہر آنا تھا۔ آخر وہ دروازہ کھول کر کمرے میں آیا پھر شی تارا کو دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔

وہ نمودار ہو گئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے ٹی ٹی کو مضبوطی سے پکڑے پورس کو نشانے پر رکھ کر بولی "ٹیلی پیتھی کی بقا کے لیے تمہاری موت لازمی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ گولی چلانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی کھڑکی کے باہر سے ایک فائر ہوا' شی تارا کے ہاتھ سے ٹی ٹی گر پڑا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ جھک کر اسے اٹھاتی' پورس نے چھلانگ لگا کر اسے ایک لات ماری پھر اس ہتھیار کو اٹھا لیا۔

وہ لات کھا کر دور جا گری۔ وہاں گرتے ہی گولی نگل کر نادیدہ ہو گئی۔ پورس نے دوڑتے ہوئے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ باہر کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ بنگلے کے باہر جانا چاہتا تھا۔ اسے اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "لیلی ڈونا نے درست کہا تھا' میں کسی کا احسان نہیں رکھتا۔ تم نے ایک احسان کیا تھا۔ اس کے بدلے تمہیں یہ نئی زندگی مبارک ہو۔"

پورس کے دماغ میں سناٹا چھا گیا۔ پارس جا چکا تھا۔

○☆○

شی تارا نے جس طرح پورس پر اچانک حملہ کیا تھا' وہ اس کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ اتنا جانتا تھا کہ وہ دشمن بن چکی ہے۔ اسے کسی موقع پر نقصان پہنچانا چاہے گی لیکن اتنی جلدی وہ نیویارک پہنچ کر اچانک اس پر حملہ کرے گی' اس کی توقع نہیں تھی۔

بہرحال وہ بال بال بچ گیا اور وہ ناکام ہوتے ہی نادیدہ بن گئی۔ یہ بھی خطرے کی بات تھی۔ وہ نادیدہ بن کر نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر باہر کی طرف دیکھا' جیسے نامعلوم مددگار کو دیکھ رہا ہو۔ ایسے وقت اس نے چپکے سے ایک نادیدہ بنانے والی گولی اپنی داڑھ میں دبالی تاکہ ناگہانی خطرہ پیش آتے ہی نادیدہ بن جائے۔

ایسے وقت اس نے اپنے دماغ میں پارس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "لیلی ڈونا نے درست کہا تھا میں کسی کا احسان نہیں رکھتا۔ تم نے ایک احسان کیا تھا اس کے بدلے تمہیں یہ نئی زندگی مبارک ہو۔"

وہ جواباً پارس سے کچھ نہ کہہ سکا۔ ان لمحات میں اسے اپنی سلامتی کی فکر تھی۔ نادیدہ بن جانے والی شی تارا کہیں سے بھی اس پر حملہ کر سکتی تھی۔ اس نے کہا "ہمارے درمیان جو تعلقات تھے' وہ اتنے بدترین نہیں تھے کہ تم مجھے گولی مار دیتیں۔ اب میں ساری عمر تمہیں جانی دشمن سمجھتا رہوں گا۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ شی تارا کی طرف سے خاموشی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ایسا موقع بار بار نہیں آئے گا۔ اگر ابھی اسے ختم نہ کیا گیا تو یہ آئندہ ٹیلی پیتھی کے علم کو نابود کر دے گا۔

لیکن شی تارا کے پاس اس وقت کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ جو ہتھیار تھا' وہ پورس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ وہاں کچن میں یقیناً چاقو وغیرہ ہوگا۔ وہ کچن سے چاقو لا کر اس کے پیچھے نمودار ہو کر اسے زخمی کر سکتی تھی۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما سکتی تھی۔

لیکن وہ پورس کو چھوڑ کر کچن میں جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ وہاں سے فرار ہو کر کہیں روپوش بھی ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں جانتا ہوں تم یہاں ہو اور پھر حملہ کرنے والی ہو لیکن حملہ کرنے کے لئے تمہیں نمودار ہونا پڑے گا۔ ایسے ہی وقت میں چشمِ زدن میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ بولی "ہاں میں موجود ہوں۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے جیسے مکار نے اپنے پاس نادیدہ گولیاں رکھی ہوں گی۔ تم کسی وقت بھی غائب ہو سکتے ہو۔"

"کاش! میرے پاس ایک ہی گولی ہوتی۔ میں ابھی اسے نگل کر روپوش ہو جاتا اور تم سے پیچھا چھڑا لیتا۔"

شی تارا نے دل ہی دل میں یہ تسلیم کیا۔ اگر اس کے پاس گولی ہوتی تو وہ اسے نگل کر روپوش ہو جاتا۔ کسی دوسری خفیہ پناہ گاہ میں چلا جاتا۔ اس نے کہا "میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مجھ سے دشمنی نہ بڑھاؤ۔ دوستی کی گنجائش رکھو اور مجھے یہاں سے جانے دو۔ میں جب یہاں سے جاؤں تو میرا پیچھا نہ کرو۔"

"میں نے تمہیں روکا نہیں ہے۔ تم جہاں جانا چاہتے ہو' چلے جاؤ۔"

"اور تم میرے ساتھ لگی رہو گی تو مجھے تمہاری موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ اس دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ابھی تمہارا داؤ چل رہا ہے' تم بھی کسی نہ کسی طرح مجھے ہلاک کرنا چاہو گی۔"

"یہ تو سیدھی اور صاف بات ہے۔ میں یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گی۔ جب تک تمہیں ہلاک نہیں کروں گی' نادیدہ بن کر ساتھ رہوں گی۔"

"پتا نہیں' ہم دونوں میں سے کون کسے ہلاک کرے گا؟ جب تک ہلاکت نہ ہو' مجھے تم سے چھپنے کی تدبیر پر غور کرتے رہنا چاہیے۔"

وہ ہاتھ میں ٹی ٹی لئے اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا بنگلے کے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگا۔ شی تارا سوچنے لگی "یہ بہت مکار ہے۔ کوئی مکاری دکھا کر میری نظروں سے اوجھل ہو سکتا ہے۔"

میجر ٹی ہنٹر اور گورا نوجوزف اس کے معمول اور تابعدار تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں بتانے لگی کہ پورس ایک بلیک مرسڈیز میں ستائیسویں اسٹریٹ سے گزر رہا ہے۔ وہ دونوں فوراً اس کے تعاقب میں آئیں' وہ انہیں گائیڈ کرتی رہے گی۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا یہ مشترکہ فیصلہ تھا کہ پورس کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ وہ جہاں بھی نظر آئے اسے گولی مار دینا چاہیے۔ ایسا ایک موقع شی تارا کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

اب اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہاں جا رہا ہے۔ یہ اندیشہ بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ کوئی زبردست چال چلے گا اور اسے دھوکا دے کر گم ہو جائے گا۔ اس کار کے اندر کوئی اوزار بھی نہیں تھا' ورنہ اسے زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیتی۔

وہ مین کلر کو مخاطب کرکے بولی "پورس میری نظروں میں ہے لیکن میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اسے نقصان پہنچا سکوں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ زندہ بچ کر نکل جائے۔ یہ تم بھی نہیں چاہو گے۔"

اس وقت مین کلر نتاشا سے باتیں کر رہا تھا۔ نتاشا نے شی تارا کی بات سن کر کہا "ہمیں بتاؤ' وہ کہاں ہے۔ ہم موت بن کر اس کے سر پر پہنچ جائیں گے۔"

وہ بولی "ابھی وہ بلیک مرسڈیز ڈرائیو کر رہا ہے' اٹھائیسویں اسٹریٹ سے گزر رہا ہے۔ یہ راستہ پرائیویٹ فلائنگ کلب کی طرف جاتا ہے۔"

مین کلر نے کہا "پھر تو وہ کوئی چھوٹا طیارہ یا ہیلی کاپٹر کرائے پر

لے کر اس شہر سے فرار ہونا چاہتا ہے۔"

"اسے اس شہر سے باہر جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

"آرمی کے مسلح جوان ائرپورٹ' فلائنگ کلبس' بندرگاہ اور ... ہائی وے کی ناکا بندی کر چکے ہیں۔ ہر بڑی چوکی پر خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ وہ ہر گزرنے والے کے دماغ میں جھانک رہے ہیں۔ پورس بہروپ میں ہونے کے باوجود پکڑا جائے گا۔"

پورے نیویارک شہر میں فوج' پولیس اور انتظامیہ کو الرٹ کردیا گیا تھا۔ سب اپنی اپنی جگہ مستعد تھے۔ وہ شہر سے باہر نکلنے کے جس راستے پر جاتا' اسے گرفتار کرلیا جاتا اور جب تصدیق ہو جاتی کہ وہ پورس ہے تو اسے فوراً گولی ماردی جاتی۔

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "تم خاموش ہو۔ اس کا مطلب ہے خیال خوانی میں مصروف ہو۔ اپنے تابعداروں کو بھی میرے پیچھے لگا رہی ہو۔"

"صرف میرے تابعدار ہی نہیں' تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارا محاصرہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان سب کی راہنمائی کررہی ہوں۔ انہیں بتارہی ہوں کہ تم کن راستوں سے گزر رہے ہو اور کس سمت جارہے ہو؟"

"جب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پوری فوج مجھے گھیرنے میں مصروف ہے تو مجھے یقین کرلینا چاہیے کہ میرا آخری وقت آگیا ہے لیکن شی تارا' اگر میں زندہ رہ گیا تو پھر ساری عمر تمہاری زندگی حرام کرتا رہوں گا۔"

"پورس! آج تمہیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی۔ مرنے سے پہلے یہ بتادو کہ میری ٹی ٹی کی گولی سے تمہیں کس نے بچایا تھا۔ تم اسی بنگلے میں میری گولی سے ہلاک ہوجاتے' وہاں کس نے تمہاری مدد کی تھی؟"

"مجھے تو وہی بچائے گا' جسے ٹیلی پیتھی کے علم کے ضائع ہونے کا دکھ نہیں ہوگا۔"

"فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد کو اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ تم اس علم کو ضائع کرنے والے ہو۔ کیا فرہاد نے ابھی تمہیں بچایا تھا؟"

"نہیں۔ ان کے بیٹے پارس نے۔"

"اچھا تو تم دونوں میں دوستی ہوگئی ہے۔"

"ہمارے درمیان نہ دوستی ہے' نہ دشمنی۔ میں نے اس کی محبوبہ بلی ڈونا کو ملٹری انٹیلی جنس والوں کی حراست سے رہائی دلائی تھی' پارس نے تم سے میری جان بچا کر احسان کا بدلہ چکادیا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو' وہ اب بھی تمہارے ساتھ ہے۔ اسی لئے تم اطمینان سے گاڑی ڈرائیو کررہے ہو کہ وہ پھر تمہاری مدد کرے گا۔"

"وہ میرے ساتھ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا تم سمجھتی ہو' وہ تمہاری طرح یہاں نادیدہ بنا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ اس کے پاس بھی گولی ہوسکتی ہے۔"

"اب وہ غیر معمولی گولی کسی کے پاس نہیں ہے۔ تم نے بڑی مکاری سے ایسی گولیاں محفوظ کرلی ہیں۔"

"تم اسے مکاری کہہ لو۔ میں نے ان گولیوں کو محفوظ رکھ کر دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ اب تم چوہے کی طرح بھاگ رہے ہو اور میں بلی کی طرح تمہیں دبوچنے والی ہوں۔"

"میں سیر پر سوا سیر ہوں۔ ایسے راستے پر جارہا ہوں جس کے اطراف درختوں سے بھرا ہوا پارک ہے۔ یہاں میں روپوش ہو سکوں گا۔"

"ابھی مین کلر نے بتایا ہے کہ درجنوں فوجی گاڑیاں اس راستے پر ہیں۔ تمہیں آگے اور پیچھے سے گھیرا جائے گا اور تم پارک میں جاکر چھپنا چاہو گے تو میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

پورس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک کر کہا "میں جوڑ توڑ جانتا ہوں۔ تم نے بہت پردہ کرلیا۔ اب سامنے آجاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے جیب سے ایک اسپرے کین نکالا۔ پھر ذرا سی دوا اسپرے کی۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ کھول کر کار سے باہر نکل کر دوڑتا ہوا پارک کی طرف جانے لگا۔ شی تارا بھی اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی لیکن عقب نما آئینے میں خود کو دیکھ کر چیخ پڑی۔

وہ جسمانی طور پر نمودار ہوگئی تھی۔ نادیدہ بنانے والی گولی کا اثر زائل ہوگیا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ پورس دوا اسپرے کرکے کار سے نکل کر بھاگ رہا ہے۔ اس سے پیچھا چھڑا رہا ہے۔

لیکن پورس کے بھاگنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے منہ میں بھی نادیدہ بنانے والی گولی تھی۔ اس نے سانس روک لی تھی تاکہ سانسوں کے ذریعے وہ دوا منہ کے اندر گولی تک نہ پہنچے۔ شی تارا سانسیں لے رہی تھی۔ اس لئے وہ دوا اس کے نتھنوں سے گزر کر اس کے جسم کے اندر پہنچی تھی اور جو گولی حلق کے نیچے ایک طرف رہا کرتی تھی' اس کا اثر زائل کرچکی تھی۔

وہ غصے سے پورس کو گالیاں دینے لگی۔ اس راستے پر آگے اور پیچھے سے فوجی گاڑیاں آکر رک رہی تھیں۔ ایک افسر نے آکر کہا۔ "ہمیں اسی مرسڈیز کا حوالہ دیا گیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟"

وہ پارک کی طرف اشارہ کرکے بولی "وہ ادھر گیا ہے۔ اس کے پاس ہتھیار ہے۔"

تمام فوجی پارک کی طرف دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ شی تارا سوچنے لگی "پورس کے پاس ایک ٹی ٹی ہے' اس نے مجھے گولی کیوں نہیں ماری' جب کہ ہم ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔"

وہ پورس کی اس چالاکی کو نہیں سمجھ سکتی تھی کہ اس کے منہ میں بھی نادیدہ بنانے والی گولی تھی جو اس کی داڑھ میں دبی ہوئی تھی۔ اسے محفوظ رکھنے کے لئے وہ سانس روک کر اتنی دور چلا گیا تھا جہاں وہ دوا فضا میں تحلیل ہوکر اس کی سانسوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

اس پارک میں گھنے درخت تھے۔ وہ ان درختوں کے درمیان پہنچ کر پھر گولی نگل کر نادیدہ بن گیا تھا۔

اس نے دیکھا' درجنوں فوجی گاڑیاں سڑک کے کنارے آکر رک گئی تھیں اور شی تارا کی نشاندہی کے مطابق تمام فوجی جوان اس پارک کے مختلف حصوں کی طرف یوں جارہے تھے جیسے پورے پارک کا محاصرہ کررہے ہوں۔ وہ پارک کئی کلومیٹر پر پھیلا ہوا تھا۔ پوری طرح اس کا محاصرہ کرنا ممکن نہیں تھا۔

چونکہ اندھیرا پھیل چکا تھا اس لئے بڑی بڑی سرچ لائٹس کے ذریعے رات کو دن بنایا جارہا تھا لیکن جو دن کی روشنی میں نہیں ملا' وہ بھلا رات کو کیا ملتا؟

سب حیران اور پریشان تھے۔ وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوگیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ شبہ نہیں کرسکتے تھے کہ وہ نادیدہ بن گیا ہوگا۔ وہ جس طرح کئی گھنٹوں سے اپنے بچاؤ کی فکر کررہا تھا اور تمام مخالفین سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کررہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں نہیں ہیں۔

مین کلر نے خیال خوانی کے ذریعے شی تارا سے پوچھا "وہ کیسے تمہاری گرفت سے نکل گیا؟"

"میں ایک عورت ہوں' وہ میری گرفت میں کیسے رہ سکتا تھا۔ میں تو اب تک اس سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔ بار بار تم سے کہہ رہی تھی کہ اسے فوراً گھیرلو' پکڑلو مگر اس سے پہلے ہی اس نے اچانک کار روکی۔ مجھے ایک جھٹکا لگا۔ جیسے ہی میں اس سے الگ ہوئی وہ کار سے نکل کر پارک کے اندر بھاگتا چلا گیا۔"

نتاشا' مین کلر کے ذریعے شی تارا کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "تمہیں اپنے پاس کوئی تو ہتھیار رکھنا چاہیے تھا۔ وہ تمہاری بے پروائی کی وجہ سے نکل گیا ہے۔"

شی تارا نے غصے سے کہا "بکواس مت کرو۔ میں اسے گھیرنے کے لئے جی جان کی بازی لگارہی تھی۔ میں اس سے کبھی غافل نہیں ہوسکتی تھی لیکن وہ بڑا چالباز ہے۔ اچانک ایسی چال چل گیا کہ میں جواباً کچھ نہ کرسکی۔"

"میں ہوتی تو اس کی ہر چال کا منہ توڑ جواب دیتی۔"

شی تارا نے کہا "مسٹر کلر! میں نے تھوڑی دیر کے لئے تمہیں اپنے دماغ میں آنے دیا ہے لیکن تمہارے ساتھ ایک کتیا بھی آگئی ہے۔ میں سانس روک کر تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دونوں اس کے اندر سے نکل گئے۔ پھر وہ مین کلر کے دماغ میں آئی تو نتاشا اسے گالیاں دے رہی تھی۔

شی تارا نے کہا "کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ تم مملکتِ اسرائیل میں سیاہ و سفید کی مالکہ تھیں۔ پارس نے چشم زدن میں تمہارا تختہ کردیا۔ تمہیں اقتدار سے ہٹا کر راستے کی دھول بنادیا۔ پہلے اپنی اوقات دیکھو پھر مجھ پر تنقید کرو۔"

مین کلر نے کہا "تم دونوں یوں لڑو گی تو ہم اہم مسئلے پر گفتگو نہیں کرسکیں گے۔ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کا دشمن ہاتھ آتے آتے نکل رہا ہے۔"

نتاشا نے کہا "وہ کبھی ہاتھ سے نہ نکلتا لیکن یہ اس کی داشتہ رہ چکی ہے۔ اسی نے اپنے یار کو بھگایا ہے۔"

شی تارا غصے سے بھڑک کر بولی "اس سئور کی بچی کو اپنے دماغ سے نکالو ورنہ میں جارہی ہوں۔"

وہ بولا "فار گاڈ سیک۔ تم دونوں اپنا دماغ ٹھنڈا رکھو۔ میری بات سنو اور سمجھو۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر برا وقت آیا ہے۔ اگر ہم نے ایک دوسرے کے تعاون سے پورس کو ختم نہ کیا تو وہ ہم سب کی ٹیلی پیتھی کو خاک میں ملادے گا۔"

شی تارا نے کہا "پورس کو ختم کرنے کے لئے' میں اس ذلیل عورت کے تعاون کی محتاج نہیں ہوں۔ آخری بار کہہ رہی ہوں۔ اسے نکالو ورنہ میں جارہی ہوں۔"

مین کلر نے کہا "نتاشا! تم میری اچھی دوست ہو۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں' ابھی چلی جاؤ۔ میں پھر تمہیں بلاؤں گا۔"

"مسٹر کلر! تم میری انسلٹ کررہے ہو۔ یہ دیوی کہلانے والی کبھی کسی کی بن کر نہیں رہی۔ میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گی۔ تم اس کتیا کو اپنے دماغ سے نکال دو۔"

وہ بیزار ہوکر بولا "تم دونوں غصے میں ہو۔ ایسے میں کام کی باتیں نہیں ہوسکیں گی۔ بہتر ہے' ہم یہ میٹنگ ابھی ملتوی کردیں۔ میں بعد میں تم دونوں سے باری باری رابطہ کروں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ دونوں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ نتاشا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ اپنی کار میں تھی۔ مین کلر کے ذریعے اسے معلوم ہوا تھا کہ پورس ایک پارک میں چھپ گیا ہے۔ نتاشا اس کی تلاش میں وہاں تک آئی تھی اور مایوس ہورہی تھی کیونکہ تمام فوجی اسے ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہورہے تھے۔

دوسری طرف شی تارا ابھی اسی کار میں تھی' جس میں پورس اسے چھوڑ گیا تھا۔ وہ بڑی دیر سے انتظار کررہی تھی کہ پورس کے گرفتار ہونے یا ہلاک کئے جانے کی خبر ملے گی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کتنے ہی افسروں کے دماغوں میں پہنچ رہی تھی اور دیکھ رہی تھی........ کہ وہ سب بڑی تندہی سے اسے تلاش کررہے ہیں۔

وہ اب نظر نہیں آسکتا تھا۔ بڑی خاموشی سے شی تارا کے پاس آکر کار میں بیٹھ گیا تھا۔ پہلے وہ نادیدہ تھی اور یہ نمودار تھا۔ اب وہ نمودار ہوگئی تھی اور یہ نادیدہ رہ کر اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرنے والا تھا۔

وہ اس دوران میں خیال خوانی کے ذریعے مین کلر کے اندر تھی۔ پورس سمجھ رہا تھا کہ تمام مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے مین کلر کے پاس جا رہے ہیں اور اس کے ذریعے اسے گھیرنا چاہتے ہیں۔ پورس نے بھی اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ شی تارا اور ثنا ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہی تھیں اور مین کلر دو پاٹوں کے بیچ پس رہا تھا۔ آخر اس نے سانس روک کر دونوں کو اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔

شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک فوجی افسر سے پوچھا۔ "کیا اس کی گرفتاری کی امید ہے؟"

"میڈم! مشکل ہے۔ پارک بہت وسیع و عریض ہے۔ چھپنے اور فرار ہونے کے کئی راستے ہیں۔ شاید وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا ہے۔"

اس نے مایوس ہو کر کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے میجر ٹی ہنٹر اور گورا نوجوزف کو مخاطب کر کے بولی "نیویارک واپس جاؤ۔ وہ کم بخت کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

ٹی ہنٹر نے پوچھا "کیا ہم اسے نیویارک میں تلاش کریں؟"

"ہاں۔ جس پر بھی پارس ہونے کا شبہ ہو تو سمجھ لینا کہ وہ پورس بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے وقت مجھے اطلاع دینا۔ میں اس کی اصلیت کو سمجھ سکوں گی۔"

وہ انہیں ہدایات دینے کے بعد ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ پھر اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا پریشانی ہے؟ کیوں آئی ہو؟"

"تم دوغلے ہو۔ تم نے پورس سے یہ سودا کیا ہے کہ وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کو نہیں مٹائے گا۔ اسی لئے تم نے اس کی جان بچائی تھی۔"

"میں نے برے وقتوں میں کئی بار تمہاری بھی جان بچائی ہے اور جان بچانے کا سودا کبھی نہیں کیا۔ اسی طرح پورس سے بھی کوئی سودے بازی نہیں ہوئی ہے لیکن تم یقین نہیں کرو گی۔"

"جب وہ دوا تیار ہو گی تو کیا وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے علم کو نہیں مٹائے گا؟"

"ضرور مٹائے گا۔ جو سلوک دوسروں سے کرے گا' وہ مجھ سے بھی کرے گا۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ وہ ایسا کرے؟ تم میرے دماغ میں آؤ۔"

"میں نہیں چاہوں گا' تب بھی وہ اپنے منصوبے پر عمل کرے گا۔"

پارس اس کے دماغ میں آ گیا۔ وہ بولی۔ "ہم سب اس کے ارادوں سے اسے باز رکھنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ ایسی کوششیں تم کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

"تم سب اسے باز رکھنے کی نہیں' مار ڈالنے کی کوششوں میں مصروف ہو۔ میں اس کا جانی دشمن نہیں ہوں۔"

"تم نہ سمجھ میں آنے والے مکار ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی کے تحفظ کے لیے ضرور کچھ کر رہے ہو۔"

"کیوں میرے پیچھے پڑ رہی ہو؟ تمہیں پورس کے پیچھے پڑنا چاہیے۔"

"میں اسی کے پیچھے تھی۔"

"پھر وہ تمہارے آگے ہو گیا۔"

"ہاں وہ پھر میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔"

"کیا اس بار بھی مجھے الزام دو گی کہ میں نے اسے بچایا ہے؟"

"نہیں مگر......"

"مگر کیا؟ کچھ کہنے سے جھجک رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"کہاں سے بے شرمی کر کے آ رہی ہو؟"

"مذاق نہ کرو۔ میں تم سے شرمندہ ہوں۔ میں نے تمہیں برا بھلا کہا تھا لیکن میرے دل میں جھانک کر دیکھو گے تو معلوم ہو گا کر میں نے محبت سے ایسا کہا تھا۔"

"خدا دشمن کی دشمنی سے بچائے نہ بچائے مگر تمہاری محبت سے ضرور بچائے۔ تم پھر میٹھی چھری بن رہی ہو۔ کیا میں چلا جاؤں"

"پلیز' ایسا نہ کرنا۔ میں بہت پریشان ہوں۔ پورس کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ اب وہ ضرور میری تاک میں ہو گا۔"

"یہ تو ہو رہا ہے۔ کبھی تم اس کے پیچھے بھاگتی ہو۔ کبھی وہ تمہارے پیچھے ہوتا ہے۔ تم مجھ سے کیا توقع کر رہی ہو؟"

"پورس تمہاری طرح غضب کا مکار ہے۔"

"کیا یہ میری تعریف کر رہی ہو؟"

"تمہاری دنیا میں مکاری بہت بڑی خوبی بن گئی ہے۔ پورس کی مکاریوں کا توڑ تم ہی کر سکتے ہو۔"

"اچھا تو تم مجھے توڑ جوڑ کے لئے استعمال کرنا چاہتی ہو؟"

"میں پچھلی تمام نفرتیں اور عداوتیں بھول کر تمہارے استعمال میں رہنا چاہتی ہوں اور تم میرے استعمال میں رہو۔"

"بات تو وہی ہوئی کہ مجھے پورس کے خلاف استعمال کرنا چا ہو لیکن یہ جو اپنی رشوت پیش کر رہی ہو یہ باسی ہو گئی ہے۔"

"دیکھو میری انسلٹ نہ کرو۔ صرف ایک بار مجھ پر بھرو کر کے دوستی کرو۔ تم مان لو گے کہ میں سدا بہار ہوں۔ کبھی باس نہیں ہو سکتی۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔"

"میرے پاس ایک زبردست آئیڈیا ہے۔ سنو گے تو خو ہو جاؤ گے۔"

"پتا نہیں تم کیسے کیسے انداز میں خوش کرنا چاہتی ہو؟ آئیڈیا ہے؟"

"آج سب ہی دیکھ رہے ہیں کہ پورس کے نام سے ایک پارس پیدا ہو گیا ہے۔ تم میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے

طرح میں تمہارے لئے ایک نئی نویلی اٹھارہ برس کی دیوی شی تارا پیدا کر دوں گی۔"

"کتنے مہینے باقی ہیں ...؟ پیدا کرو گی تو وہ اٹھارہ برس کی نہیں' بالشت بھر کی ہو گی۔"

"پلیز سمجھا کرو۔ میں ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے اٹھارہ برس کی نہایت حسین ترین دوشیزہ کو دیوی شی تارا بنا دوں گی۔ وہ ہمیشہ تمہاری وفادار بن کر رہے گی۔"

"وہ نئی شی تارا میرے پاس آئے گی تو تمہیں کیا حاصل ہو گا۔"

"تم میرے دوست بن کر رہو گے اور میری حمایت میں پورس کو منہ توڑ جواب دیتے رہو گے۔"

"ہو سکتا ہے' جو نئی شی تارا تم پیدا کرو' وہ مجھے پسند نہ آئے۔"

"میں دوسرے دن دوسری اس سے بھی اچھی شی تارا پیدا کر دوں گی۔"

"تم ایسا کرو کہ پہلے دو چار شی تارا پیدا کر لو۔ ان میں سے میں کسی کا انتخاب کر لوں گا۔"

"دو چار پیدا کرنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اس وقت تک پورس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کر لے گا۔ ہم سب کی ٹیلی پیتھی ختم کر دے گا۔"

"جب تم میرے لئے اتنے پاپڑ بیل رہی ہو تو میں تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کرو گی تو وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا جلدی تیار نہیں کر سکے گا۔"

"وہ تدبیر کیا ہے؟"

"پورس کو بھی اٹھارہ برس کی شی تارا پیش کرو۔ ایک نہیں دو چار پیش کرو۔ تمہاری پیدا کی ہوئی کوئی نہ کوئی شی تارا اسے الجھائے رکھے گی۔"

وہ قائل ہو کر بولی "تدبیر اچھی ہے اگر پورس قائل ہو جائے تو۔"

"تم کسی کو قائل کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے میں ماہر ہو۔ اگر وہ تمہارے دام میں آ جائے تو پھر تمہیں میری ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"میں ابھی اسے پھانسنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"جاؤ۔ خدا کا شکر ہے۔ مجھے پھانسنے سے باز آ رہی ہو۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی اس لئے خیال خوانی نہیں کر رہی تھی۔ پارس اس کے اندر تھا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے سوچا "میں اپنے بنگلے میں پہنچ کر پورس سے رابطہ کروں گی۔ مین کلر کی پوری فورس اسے قابو میں نہیں کر سکے گی۔ میں بھی اسے دشمنی سے نہیں' دوستی سے اپنے قابو میں رکھ سکتی ہوں۔"

وہ اپنے قریب پورس کی موجودگی سے بے خبر تھی۔ اس نے ایک بنگلے کے سامنے گاڑی روکی۔ کار سے نکل کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ اسے یہ خوف تھا کہ وہ چھپنے والا اس کا تعاقب کرتا ہوا اس کی رہائش گاہ تک پہنچ سکتا ہے۔

اسے وہ دشمن نہیں نظر آیا جسے پھر دوست بنانا چاہتی تھی۔ وہ بنگلے کے اندر آئی۔ تھکی ہوئی تھی' پہلے غسل کرنا چاہتی تھی۔ اس نے الماری سے اپنا لباس نکالا۔ اس کے ساتھ چند نادیدہ بنانے والی گولیاں بھی نکالیں۔ پورس اس سے دور تھا۔ ان گولیوں کو نہ دیکھ سکا۔ وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ پورس اس کا انتظار کرنے لگا۔

پھر اس نے سوچا۔ اسے غسل کرنے اور لباس پہننے میں کچھ وقت لگے گا۔ یہاں سامان کی تلاشی لینا چاہیے۔ اس نے نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول چھپا کر رکھے ہوں گے۔

اسے تلاشی لینے کے لئے نمودار ہونا پڑا۔ اس نے الماری کے پاس آ کر اسے کھولا۔ شی تارا نے باتھ روم کے اندر دیکھا' صابن نہیں تھا۔ دوسرا صابن کمرے سے لانا تھا۔ اس نے کمرے میں جانے کے لئے باتھ روم کا دروازہ کھولا تو الماری کے پاس پورس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ فوراً ہی واپس اس لباس کے پاس آئی جسے الماری سے نکالا تھا۔ وہاں گولیوں اور کیپسولوں کی ڈبیا رکھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک گولی نکال کر حلق سے نیچے اتار لی۔ نادیدہ بن گئی۔

یہ تو اسے معلوم ہو چکا تھا کہ پورس کے پاس گولیوں کو ناکارہ بنانے والی دوا ہے۔ وہ اس دوا کو بنگلے کے اندر اسپرے کرے گا تو وہ پھر نمودار ہو جائے گی۔ ڈبیا میں جتنی گولیاں اور کیپسول ہیں وہ بھی کام کے نہیں رہیں گے۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرتی تو پورس دوڑا چلا آتا۔ اس نے اپنی کار وہیں چھوڑ دی۔ بنگلے کے احاطے سے نکل کر سڑک پر آئی۔ کسی کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار والا اسے اسٹارٹ کر رہا تھا۔ وہ اس کے اندر آ کر بیٹھ گئی۔ پتا نہیں وہ کار کہاں جانے والی تھی۔ شی تارا مطمئن تھی کہ وہ ناکارہ بنانے والی دوا سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

پورس نے اس الماری کی اچھی طرح تلاشی لی۔ اسے مطلوبہ گولیاں اور کیپسول نہیں ملے۔ وہ وہاں سے پلٹ کر دوسرے سامان میں انہیں تلاش کرنا چاہتا تھا۔ تب اس کی نظر باتھ روم کی طرف گئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب کہ تھوڑی دیر پہلے وہ بند تھا۔

اس کے دماغ میں سوال ابھرا "کیا اس نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا ہے اور اب باتھ روم میں چھپی ہوئی ہے؟ نہیں۔ اگر چھپی ہوتی تو دروازہ بند ہوتا۔"

اس نے لباس کے اندر سے ٹی ٹی نکالی۔ یہ فیصلہ کیا کہ وہ جیسے ہی نظر آئے گی' اسے زخمی کرے گا۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لے گا۔

اس نے باتھ روم کے پاس آ کر ادھ کھلے دروازے کو لات ماری۔ وہ پوری طرح کھل گیا۔ اس نے اندر آ کر دیکھا۔ مایوسی

ہوئی' وہ نہیں تھی۔ اس نے بنگلے کے دوسرے حصوں میں جاکر دیکھا۔ پھر سمجھ گیا کہ شی تارا کی دوسری تمام گولیاں حاصل کرنے کے لئے اس نے نمودار ہو کر غلطی کی تھی۔ وہ فرار ہو گئی ہے۔ اب ہاتھ نہیں آئے گی۔

ایسے ہی وقت شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو پورس! ابھی تک میرے بنگلے میں ہو؟"

"ہاں۔ میری ایک غلطی سے تم بچ نکلی ہو۔ بڑی قسمت والی ہو۔ میں تمہیں پیروں کی جوتی بنا کر پہننے والا تھا۔ کوئی بات نہیں' پھر سہی۔"

"میں تمہیں ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ کامیاب نہ ہو سکی۔ تم ابھی مجھ سے بری طرح انتقام لینا چاہتے تھے۔ تم بھی ناکام رہے۔ حساب برابر ہو گیا۔ تمہارے دل میں میرے لئے جو نفرت ہے' اسے ختم نہیں کر سکتے؟"

"نفرت ختم کرنے کا... مطلب ہے پھر سے دوستی کرنے کی حماقت کی جائے۔"

"اگر محتاط انداز میں دوستی کی جائے تو وہ حماقت نہیں ہو گی۔"

"محتاط انداز میں کس طرح دوستی ہو سکتی ہے؟"

"یعنی ہم ایک دوسرے سے دور رہیں مگر ایک دوسرے کے کام آتے رہیں۔ ایک دوسرے پر بھروسا نہ کریں لیکن ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتے رہیں۔"

"ایسی دوستی کرنے کے لئے میرے پیٹ میں درد نہیں ہو رہا ہے۔"

"ہاں۔ جس طرح تم پارس کے ہم شکل ہو اور بالکل اس کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو اسی طرح میری ایک ہم شکل شی تارا پیدا ہو گئی ہے۔ وہ بالکل میری طرح غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔"

"ہمارے تمہارے جیسے ہم شکل پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ سب سے زیادہ حیران کرنے والی خبر تو میرے پاس ہے۔ سنو گی تو یقین نہیں کرو گی۔"

"ایسی کیا بات ہے کہ میں یقین نہیں کروں گی؟"

"تو پھر سنو۔ ایک نیا فرہاد علی تیمور پیدا ہو گیا ہے۔ وہ بالکل فرہاد صاحب کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔"

"مذاق نہ کرو۔ کوئی دوسرا فرہاد پیدا نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ دوسرا پارس آ گیا۔ دوسری شی تارا بھی پیدا ہو گئی تو دوسرا فرہاد علی تیمور کیوں نہیں پیدا ہو سکتا؟ کیا تم نہیں چاہتیں کہ دوسری شی تارا کے وجود پر یقین کروں؟"

"میں چاہتی ہوں۔ یہ سچ ہے۔"

"تو پھر میرے سچ پر بھی یقین کرو۔ اس سچ کے بعد دوسرا سچ یہ ہے کہ فرہاد کے ساتھ دوسری سونیا بھی پیدا ہو گئی ہے۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"تم خود اپنا مذاق بنا رہی ہو۔ مجھے نئے سرے سے پھانسنا چاہتی ہو' تو کوئی اچھی سی تدبیر سوچو مگر ذرا جلدی سوچو۔ میرے ڈاکٹروں نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ اگلے ہفتے تک اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اس کار میں حاضر ہو گئی' جس میں نادیدہ بن کر سفر کر رہی تھی۔ پورس کی یہ بات دھماکے سے کم نہیں تھی کہ ٹیلی پیتھی کے علم کو نابود کر دینے والی دوا اگلے ہفتے تک تیار ہو جائے گی۔

○☆○

نتاشا' مین کلر کے دماغ سے نکلنے کے بعد شی تارا پر جھنجلاتی رہی۔ اس کا خیال تھا کہ شی تارا اس سے جھگڑا نہ کرتی تو وہ مین کلر کے دماغ میں رہ کر ضرور پورس کو کسی طرح ٹریپ کر لیتی۔

پھر وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ پراسرار شخص کون ہو سکتا ہے' جس نے شی تارا کے حملے کو ناکام بنا کر پورس کی جان بچائی تھی؟

اس نے تھوڑی دیر بعد مین کلر سے رابطہ کیا۔ پھر شکایت کی۔ "میں تمہاری بہترین دوست ثابت ہو سکتی ہوں لیکن تم نے شی تارا کی موجودگی میں مجھے اپنے دماغ سے نکال کر میری انسلٹ کی ہے۔"

"تمہاری شکایت درست نہیں ہے۔ میں نے تم دونوں کو بیک وقت دماغ سے نکالا تھا۔"

"چلو اچھا ہے' وہ چلی گئی۔ ہم کام کی باتیں کریں گے۔"

"تم دونوں کے جھگڑے کے باعث میں کام کی باتیں سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میں سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پورس کو بچانے والا وہ پراسرار شخص کون ہو سکتا ہے؟"

"میں تم سے یہی بات کرنے آئی ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ پورس نے بھی اپنی ایک مضبوط ٹیم بنائی ہے۔ اس ٹیم کے کسی اہم ماتحت نے اس کی جان بچائی ہے اور وہ ٹیم اتنی مستعد اور فعال ہے کہ ہمہ وقت پورس کے اطراف حفاظتی حصار بنائے رکھتی ہے۔"

"تمہاری یہ بات قابل غور ہے۔ اچانک کسی نے پورس کی جان نہیں بچائی ہے بلکہ پورس پہلے سے حفاظتی انتظامات رکھتا ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایک پراسرار اور خطرناک تنظیم کا سربراہ ہے۔"

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا اسی سلسلے میں؟"

"ہاں۔ میرے دماغ میں یہ بات آ رہی ہے کہ فرہاد کے فیملی ممبرز میں سے کسی نے پورس کو بچایا ہے۔ سوچنے کی بات ہے' دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پورس کے جانی دشمن بنے ہوئے ہیں لیکن فرہاد کی فیملی اور بابا صاحب کے ادارے سے پورس کے خلاف اقدامات نہیں کئے جا رہے ہیں۔"

نتاشا نے کہا "یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے خلاف بابا صاحب کے ادارے سے کوئی مہم نہیں چل رہی ہے۔ فرہاد' سونیا' پارس اور علی تیمور اس معاملے میں ایسے خاموش ہیں جیسے ان کی ٹیلی پیتھی کا علم باقی رہے گا اور باقی ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے اور پورس کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہوا ہو۔ اور وہ معاہدہ یہ ہو کہ پورس بابا صاحب کے ادارے کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر وہ دوا اسپرے نہیں کرے گا۔"

"پھر تو بابا صاحب کے ادارے اور پورس کی متحدہ قوتوں کے سامنے بڑے بڑے ممالک گھٹنے ٹیک دیں گے کیونکہ اس متحدہ قوت کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم ہو گا اور ہم اس علم کے بغیر ان کے سامنے بے دست و پا رہیں گے۔"

"یہ بات بہت ہی تشویش ناک ہے۔ پورس بڑے ممالک کے لئے بھی عذاب بن گیا ہے۔"

مین کلر نے اس سلسلے میں اپنے ملک کے تمام اکابرین سے رجوع کیا۔ ایک ہنگامی اجلاس میں یہ تشویش ظاہر کی کہ ایک اندازے کے مطابق اگر بابا صاحب کے ادارے اور پورس کے درمیان معاہدہ ہو گا اور اس ادارے والوں کی ٹیلی پیتھی کا علم محفوظ رہے گا تو ہماری دنیا میں طاقت کا توازن بگڑ جائے گا۔ وہ خطرناک ترین ہتھیار سے لیس رہیں گے اور ہم ہمیشہ ان کے زیر اثر رہا کریں گے۔

یہ واقعی ایسی بات تھی کہ بڑے ممالک کے اکابرین کی نیند اڑنے والی تھی۔ امریکا کے اعلیٰ حاکم نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کیا۔ ادارے کے انچارج نے کہا "جناب تبریزی عبادت میں مصروف ہیں۔ کسی بھی اہم معاملے میں ہم سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔"

"ہم پورس کی اس متوقع دوا کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں' جس کے اثر سے ٹیلی پیتھی کا علم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔"

"ہم نے اس دوا کے متعلق سنا ہے۔ ابھی وہ تیار ہو رہی ہے۔ تیاری کے بعد وہ دوا کیا گل کھلائے گی' یہ تو بعد میں معلوم ہو گا۔"

"لیکن آپ لوگوں نے کچھ تو حفاظتی انتظامات کئے ہوں گے۔"

"اس دوا سے خود کو محفوظ رکھنے کا ایک ہی آسان طریقہ ہے کہ پورس سے کئی کلومیٹر دور رہا جائے۔ وہ اسی پر دوا اسپرے کر کے اس کے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا سکتا ہے' جو اس کے قریب جائے گا۔"

"لیکن ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ اس نے کن مقامات پر وہ دوا اسپرے کی ہے اور ہمیں ان مقامات سے نہیں گزرنا چاہیے؟"

"دوا جہاں بھی اسپرے کی جائے گی' وہ ہوا میں تحلیل ہو گی اور وہاں کے ماحول پر گھنٹے آدھے گھنٹے تک اثر انداز ہوتی رہے گی۔"

"پورس بابا صاحب کے ادارے کے اطراف وہ دوا اسپرے کرے گا تو کیا ادارے کے اندر وہ دوا نہیں پہنچے گی؟"

"کوئی دشمنی کے ارادے سے ہمارے ادارے کے اطراف کئی کلومیٹر تک نہیں آ سکتا۔ اس سے پہلے بھی نادیدہ گولیاں ضائع کرنے کے لئے پورس آیا تھا اور ناکام ہو کر گیا تھا۔"

"فرہاد علی تیمور اور دوسرے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اکثر ادارے سے باہر رہتے ہیں۔ کیا انہیں اس دوا سے نقصان نہیں پہنچے گا؟"

"نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہی ایک راستہ اختیار کریں گے یعنی پورس سے بہت دور رہا کریں گے۔"

"آپ کا ادارہ اور فرہاد صاحب کی فیملی بہت مطمئن ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ کے ادارے اور پورس کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہو چکا ہے۔"

"ہم بھی ایسا سوچ سکتے ہیں۔ جب آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پورس سے دور رہ کر اپنے علم کو محفوظ رکھیں گے تو یہی تاثر ملے گا کہ آپ کے اور پورس کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہو چکا ہے۔"

"آئندہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پورس سے دور رہا کریں گے۔"

"یہ سوچنا بہت بڑی حماقت ہے کہ بابا صاحب جیسا ادارہ پورس سے کوئی معاہدہ کرے گا۔ وہ آپ کے لئے ایک بلا' ایک عذاب بن سکتا ہے' ہمارے لئے نہیں بن سکتا۔ اس نے اب تک ہمارے لئے کسی طرح کا چیلنج بننے کی حماقت نہیں کی ہے۔ جب اس سے کوئی حماقت ہو گی تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ ختم ہو گیا۔ جتنے امریکی اکابرین اجلاس میں موجود تھے' وہ ان جوابات پر غور کرنے لگے' جو ادارے کے انچارج نے دیئے تھے۔ اس بات سے سب متفق ہوئے کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جسمانی طور پر پورس سے بہت دور رہنا چاہیے۔ آئندہ اسے گرفتار کرنے یا اسے ہلاک کرنے کے لئے وہی لوگ جا سکیں گے' جو ٹیلی پیتھی نہ جانتے ہوں۔

یہ ایک سیدھی سی بات تھی' جو سب کی سمجھ میں آ گئی اور سب نے اتفاقِ رائے سے مین کلر کو حکم دیا کہ وہ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آئندہ پورس سے دور رکھنے کے انتظامات کرے۔

مین کلر نے کہا "ہم اس سے دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے لیکن یہ کیسے معلوم ہو گا کہ وہ کس وقت کس ملک اور کس شہر میں ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ تو آنکھ مچولی کا کھیل ہوگا۔ اسے ڈھونڈتے رہنا ہوگا۔ ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنی ہوگی کہ وہ جہاں بھی جائے' اس کا سراغ ملتا رہے۔"

"پورس جیسا مکار روپوش ہوگا تو اسے ڈھونڈ نکالنا مشکل ہوگا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کلر! ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہر کام کو مشکل سمجھنے لگے ہو۔ پہلے تم نے پورس کو گرفتار کرلیا لیکن اسے قیدی بنا کر نہ رکھ سکے۔ وہ فرار ہوگیا۔ تم نے ضرغام کو سونیا کے مقابلے میں ایران بھیجا' وہ کتے کی موت مارا گیا۔ اب اپنے ملک میں' اپنے شہر نیویارک میں پورس کو تم ہلاک کرنے کے لئے گھیر رہے تھے۔ اس میں بھی تمہیں ناکامی ہوئی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "تم اپنی ناکامیوں کے سلسلے میں لمبی چوڑی صفائی پیش کرسکتے ہو لیکن صفائی سننے کے لئے تمہیں ٹیلی پیتھی کے شعبے کا انچارج نہیں بنایا گیا ہے۔ تمہارے ریکارڈ میں سرخ روشنائی سے صرف ناکامیاں ہی ناکامیاں لکھی گئی ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تمہیں تین ماہ کے لئے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ بنایا گیا تھا۔ دو ماہ گزر چکے ہیں۔ باقی ایک ماہ میں زیادہ سے زیادہ کارنامے انجام دو تاکہ تمہارا موجودہ عہدہ مستقل رہے۔ اب تم جاسکتے ہو۔"

مین کلر دماغی طور پر حاضر ہوکر جھنجلانے لگا۔ اسے اکابرین پر غصے آرہا تھا اور تسلیم بھی کررہا تھا کہ وہ اب تک سونیا' پارس اور پورس کے مقابلے میں ناکام ہوتا آرہا ہے۔ لہٰذا اب یہ عہد کررہا تھا کہ اپنے موجودہ عہدے کو برقرار رکھنے کے لئے اسے کسی نئے اور ٹھوس منصوبے پر عمل کرنا ہوگا۔

○☆○

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں نتاشا خود کو کمزور سمجھ رہی تھی۔ پہلے اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والی بہن نتالیہ تھی' جو اَب ماں بننے والی تھی اور اس کے کسی کام نہیں آسکتی تھی۔ ویسے بھی وہ زیادہ ذہین اور چالاک نہیں تھی۔ نتاشا نے کرسٹوو سکی کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ اسے حکم دے چکی تھی کہ وہ پورس کا سراغ لگاتا رہے اور کسی طرح اس کا صحیح پتا ٹھکانا معلوم کرے۔

کرسٹوو سکی ذہین تھا لیکن پورس کے مقابلے میں مکار نہیں تھا۔ وہ کسی موقع پر بھی پورس کی مکاری سے مات کھا جاتا۔ اب نتاشا کو افسوس ہورہا تھا کہ اس نے پارس کو اپنا دشمن کیوں بنالیا؟ اسے دشمن بنا کر پہلا نقصان تو یہ ہوا کہ وہ اسرائیل میں اقتدار سے ہٹ گئی۔ وہاں الپا اس کی جانی دشمن بن گئی۔ اب یہ تشویش تھی کہ ٹیلی پیتھی کا علم ذہن سے مٹ جائے گا تو وہ ایک معمولی عورت کی طرح زندگی گزارے گی۔ اب تک جتنے دشمن بن چکے ہیں' ان میں سے کوئی بھی اسے ایک چٹکی میں مسل ڈالے گا۔

دو ملکوں اور سیاستدانوں کے درمیان کبھی دشمنی ہوتی ہے اور کبھی دوستی۔ وہ پورس کو پھر دوست بنانے کی کوشش کرسکتی تھی لیکن یہ جانتی تھی کہ پورس دوست بن کر بھی اس کے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دے گا۔ لہٰذا اس سے دوستی کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوتا۔

ایک پارس ہی رہ گیا تھا جس سے بہت سی توقعات وابستہ کی جاسکتی تھیں۔ خاص طور پر یہ کہ جب وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو اس دوا کے اثر سے کسی طرح بچاتا تو نتاشا کی ٹیلی پیتھی کی حفاظت بھی کرتا۔

نتاشا یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ دوستی نہیں کرے گا۔ اسے دوستی کرنے پر مجبور کرنا ہوگا۔ اس کی کسی کمزوری کو ہاتھ میں لے کر اس سے کھیلنا ہوگا۔ وہ اس طرح بھی دوست بن سکتی تھی کہ پارس کی نظروں میں نہ آتی۔ خود پیچھے رہتی اور آگے کسی اور کو لاکر اسے پارس کا دوست بنا کر اس کے ذریعے اپنے مقاصد پورے کرتی۔

وہ ایسا کرسکتی تھی لیکن ایسا کرنے کی کوئی اچھی سی تدبیر ذہن میں نہیں آرہی تھی۔

سوچتے رہنے سے' تدبیر کرتے رہنے سے اور جستجو جاری رکھنے سے کبھی نہ کبھی منزل مل جاتی ہے۔ نتاشا ایک بہت بڑی جیولری کی دکان میں زیورات پسند کررہی تھی۔ زیورات عورت کی کمزوری ہوتے ہیں۔ یہ نتاشا کی بھی کمزوری تھے۔ ٹیلی پیتھی کے طفیل اس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی۔ وہ مہنگے سے مہنگے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے زیورات خریدا کرتی تھی۔

اس نے ہیرے کا ایک سیٹ نکال کر آئینے میں دیکھتے ہوئے پہنا۔ اس دکان میں چاروں طرف اوپر سے نیچے تک آئینے لگے ہوئے تھے۔ زیورات پہننے والیاں خود کو ہر زاویے سے آئینے میں دیکھ کر خوش ہوتی تھیں۔ نتاشا بھی جگمگاتے ہوئے ہیروں کا نیکلس پہن کر خوش ہورہی تھی۔ ایسے وقت آئینے میں ایک حسین عورت نظر آئی۔ اس نے خوبصورت نیکلس پہنا تھا۔ ایک بے انتہا قیمتی اور نایاب ہیرا اس نیکلس کے لاکٹ کی جگہ جگمگا رہا تھا۔

نتاشا نے زندگی میں پہلی بار اتنا خوبصورت ہیرا دیکھا تھا۔ اس نے دکاندار سے پوچھا "کیا اس نے یہ ہیرا آپ کی دکان سے خریدا ہے؟"

دکاندار نے دور سے اس ہیرے کو دیکھا پھر کہا "میں نے آج سے پہلے اتنا خوبصورت ہیرا نہیں دیکھا۔ واقعی بے مثال ہے۔"

وہ بولی "جو زیور بے مثال ہوتا ہے' اسے میں اپنے بدن پر سجاتی ہوں۔"

"اگر آپ حکم دیں تو میں بالکل ایسا ہی ہیرا آپ کے لئے تیار کرسکتا ہوں۔ تیاری میں دس بارہ دن لگ جائیں گے۔"

وہ دل ہی دل میں بولی "میں اور دس بارہ دن انتظار کروں؟

انتظار وہ کرتے ہیں' جو مجبور ہوتے ہیں۔ میں تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر چند منٹوں میں یہ نایاب ہیرا حاصل کرلوں گی۔"

وہ بلی ڈونا کو چہرے سے نہیں پہچانتی تھی۔ دکاندار نے پوچھا۔ "پھر کیا سوچا آپ نے؟"

وہ بولی "میں اصل پہنتی ہوں۔ کسی کی نقل نہیں پہنتی۔ یہ ہیرے کا سیٹ پیک کردو اور بل بنادو۔"

دوسرے کاؤنٹر پر بلی ڈونا اپنی پسند کے زیورات پیک کرارہی تھی۔ پھر وہ بل ادا کرکے لیڈیز واش روم کی طرف جانے لگی۔ نتاشا نے اس کے قریب آکر کہا "ہائے!"

بلی ڈونا نے کہا "ہائے!"

"تم نے بہت خوبصورت لباس پہنا ہے۔ پھر اس پر یہ ہیرا غضب ڈھا رہا ہے۔ یہ کہاں سے خریدا ہے؟"

وہ بڑے فخر سے بولی "اس کا نام چندر مکھی ہے۔ یہ دنیا کے کسی بازار میں نہیں ملتا۔ یہ وہ ہیرا ہے' جو کسی ارب پتی اور کھرب پتی کی تجوری سے بھی نہیں مل سکتا۔"

"پھر تم نے اسے کہاں سے حاصل کیا ہے؟"

"جکارتہ کے شاہی محل میں ہزاروں سال پرانا خزانہ ہے۔ میں نے یہ ہیرا اسی خزانے سے حاصل کیا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ پوری دنیا میں یہ ہیرا صرف میرے پاس ہے۔"

دنیا کی ہر مالدار عورت یہ فخر چاہتی ہے کہ نایاب ہیرے جواہرات صرف اسی کے پاس ہوں۔ نتاشا نے دل میں کہا "آئندہ مجھے فخر حاصل ہوگا کہ یہ نایاب چندر مکھی ہیرا صرف میرے پاس ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا جکارتہ کے شاہی محل سے تمہارا کوئی تعلق ہے؟"

بلی ڈونا نے کہا "تعلق نہیں ہے۔ اگر تعلق ہوتا تب بھی وہ شاہی محل والے مجھے یہ نایاب ہیرا نہ دیتے۔ ایک نوجوان میرا عاشق ہے۔ وہ میری خاطر جان پر کھیل کر اسے میرے لئے لایا ہے۔"

"پھر تو اس ہیرے کی قیمت اور بڑھ گئی ہے کیونکہ ایک عاشق جان پر کھیل کر اسے لایا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے واش روم میں آگئیں۔ اس کا اندازہ تھا کہ جان پر کھیلنے والا عاشق کوئی غیر معمولی دلیر جوان ہوگا لیکن اس کی یہ محبوبہ ایک عام سی عورت ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر وہ چندر مکھی آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اس نے دروازے کو بند کرکے بلی ڈونا کو دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر چونک کر نتاشا کو دیکھا۔ نتاشا کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے۔ تم اچانک پریشان ہوگئی ہو؟"

اس نے نتاشا کو جواب نہیں دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے پارس سے پوچھا "کیا ابھی تم آئے تھے؟"

پارس نے کہا "تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہو۔ پھر کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"میں نے سوچا' شاید لہجہ بدل کر آئے تھے۔ پتا نہیں کون آیا تھا؟"

"جو بھی آیا تھا' اسے اب نہ آنے دو۔ کوئی نیا مسئلہ پیدا نہ کرنا۔ میں یہاں بہت مصروف ہوں۔ ابھی مجھ سے دور رہو۔"

بلی ڈونا دماغی طور پر واش روم میں حاضر ہوگئی۔ نتاشا اسے غور سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "کیا جسے میں عام سی عورت سمجھ رہی تھی' یہ کوئی خاص ہے۔ غیر معمولی ہے۔ شاید خیال خوانی کررہی ہے۔"

ادھر بلی ڈونا نے سوچا "یہ جو میرے چندر مکھی ہیرے میں دلچسپی لے رہی ہے' کیا یہی ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی؟"

بلی ڈونا نے اسے آزمانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ نتاشا کے اندر پہنچی۔ نتاشا نے سانس روک لی۔ دونوں کو پتا چل گیا کہ دونوں کو ایک دوسرے سے خطرہ ہے۔

نتاشا نے اس چندر مکھی کو دیکھا۔ خطرات سے کھیل کر ہی اسے حاصل کیا جاسکتا تھا۔ اس نے اچانک اس پر حملہ کیا۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ بلی ڈونا امریکی ٹریننگ سینٹر کی تربیت یافتہ ہے۔ ایک بہترین فائٹر ہے۔ اس نے نتاشا کے حملے کے جواب میں ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا تو وہ چکرا کر رہ گئی۔ دوسرا ہاتھ کھا کر وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے دیوار سے جا کر لگ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔

وہ ایک زبردست سے ٹکرائی تھی۔ ایک اونٹ کی طرح پہاڑ کے نیچے آگئی تھی۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ وہ بلی ڈونا کے قابو میں آنے والی تھی۔

لیکن تقدیر کبھی الٹے تماشے دکھاتی ہے۔ اچھی خاصی جیت کو ہار میں بدل دیتی ہے۔ بلی ڈونا اس پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھی تو فرش پر صابن کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا پڑا ہوا تھا۔ اس پر پیر پڑتے ہی وہ... پھسل کر گری۔ خود کو نہ سنبھال سکی۔ پھسلتی ہوئی آکر دیوار کے کنارے سے ٹکرائی۔ پہلے اس کا سر ٹکرایا تھا۔ اس لئے وہ بھی چکرا سی گئی۔ قریب ہی ایک لوہے کا چھوٹا سا ڈسٹ بن رکھا تھا۔ نتاشا نے اسے اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔

وہ فرش پر اوندھی ہونے لگی۔ ٹریننگ سینٹر میں مارنے اور مار کھانے کی عادی ہوچکی تھی۔ بڑی جی دار تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اٹھنے لگی لیکن ذہن اس حد تک کمزور ہوگیا تھا کہ وہ نتاشا کی سوچ کی لہروں کو نہ روک سکی۔ نتاشا نے صرف اتنا معلوم کیا کہ وہ کون ہے۔ پھر بولی "اچھا تو تم بلی ڈونا ہو' پارس کی محبوبہ۔"

بلی نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ نتاشا نے اس کے اندر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے چیخنے

سے روک دیا۔ زلزلہ پیدا کرنے کی تکنیک ایسی ہوتی ہے کہ دماغ پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے۔ تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ بے اختیار چیخیں نکل جاتی ہیں لیکن نتاشا نے اسے چیخنے نہیں دیا۔

وہ تھوڑی دیر تک تکلیف کی شدت سے فرش پر تڑپتی رہی۔ پھر اسے ذرا آرام آنے لگا تو نتاشا نے کہا "اگر تم چاہتی ہو کہ دوسرا زلزلہ پیدا نہ ہو تو میرے احکامات پر فوراً عمل کرو۔ اٹھو اور آئینے کے سامنے اپنا حلیہ درست کرو۔ باہر کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہاں کیا ہوتا رہا ہے۔"

وہ اٹھ کر اپنا حلیہ درست کرنے لگی۔ نتاشا اس کے اندر رہی تاکہ وہ وقت ضائع نہ کرے۔ دماغ کو اتنی شدید تکلیف پہنچی تھی کہ وہ عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔

یہ اندیشہ تھا کہ پارس اپنی محبوبہ کی خیریت معلوم کرنے آسکتا ہے۔ اگر وہ آجاتا تو نتاشا چندر مکھی ہیرا لے کر بھاگ جاتی اور نہ آتا تو چندر مکھی کے ساتھ پارس کی محبوبہ کو اپنے ساتھ لے جاتی۔ مقدر سے اسے ایک کھیل کھیلنے کا موقع ملا تھا اور وہ کھیل جانا چاہتی تھی۔

اس نے چندر مکھی کے ساتھ وہ نیکلس بلی ڈونا سے لے کر اپنے پرس میں رکھ لیا۔ واش روم کے دروازے کو کھول کر بلی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یوں باہر آئی جیسے وہ دو سہیلیاں بڑی محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر چل رہی ہوں۔

باہر پارکنگ میں نتاشا کی کار تھی۔ اس نے بلی کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھایا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا "مجھے گائیڈ کرو کہ کہاں رہتی ہو اور کن راستوں پر چلنا ہے۔"

بلی اسے گائیڈ کرنے لگی۔ نتاشا اس کے چور خیالات سے معلوم کرچکی تھی کہ اس کی رہائش گاہ میں ابھی پارس موجود نہیں ہے۔ کسی دوسری جگہ مصروف ہے۔ وہ دعا مانگ رہی تھی کہ پارس اپنی جگہ گھنٹوں مصروف رہے اور وہ اپنا کام کرگزرے۔

نتاشا نے بلی ڈونا کی راہنمائی کے مطابق ایک بنگلے کے سامنے کار روک دی۔ اسے حکم دیا کہ وہ اپنے بیڈ روم میں جاکر سوجائے۔ بلی کا دماغ اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ وہ بنگلے کے اندر آکر اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر بستر پر لیٹ گئی۔ نتاشا اس بنگلے کے باہر اپنی کار میں بیٹھی، بلی کے اندر موجود تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے گہری نیند سلادیا۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے وہاں سے دور اپنے بنگلے میں آگئی۔ وہاں آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر بلی ڈونا پر تنویمی عمل کرنے لگی۔

پارس بے خبر تھا۔ دوسرے معاملات میں مصروف تھا۔ مصروفیت نہ ہوتی، تب بھی وہ کبھی کبھی بلی کے پاس آتا تھا۔ پھر چلا جاتا تھا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ وہ مسلسل دن اور رات ایک ہی جگہ نہیں گزارتا تھا۔ جگہ بدلتا رہتا تھا۔ اپنے قریب سے قریب تر رہنے والی بلی ڈونا کو بھی نہیں بتاتا تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے اور واپسی کب ہوگی؟

بلی ڈونا تنویمی نیند سوتی رہی۔ جب بیدار ہوئی تو اسے یاد نہ رہا کہ کسی جیولری کی دکان میں نتاشا سے ملاقات ہوئی تھی کیونکہ وہ بھول چکی تھی کہ نتاشا نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اس نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ بلی کو پارس کے ہی زیر اثر رہنے دیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی تھی کہ وہ اپنے چور خیالات میں بھی اپنے اندر نتاشا کی موجودگی ظاہر نہیں ہونے دے گی اور پارس کو کبھی شبہ نہیں کرنے دے گی کہ وہ کسی اور کی بھی معمولہ بن گئی ہے۔

اس نے نتاشا کی مرضی کے مطابق پارس کو مخاطب کیا۔ پوچھا "تم صبح سے کہاں ہو؟ اب رات ہونے والی ہے۔ کیا ارادہ ہے؟"

وہ بولا "ارادے نیک ہیں۔ اپنی جان کے ساتھ رات گزارنا چاہتا ہوں لیکن ایک معاملے میں بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ گر سلجھ جائے گی تو آدھی رات سے پہلے آجاؤں گا ورنہ کل ملاقات ہوگی۔"

"میں یہاں تنہا بور ہورہی ہوں۔ ملازمہ نے جو کھانا تیار کیا ہے، وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ تم ہوتے تو کسی ریستوران میں ... کرتی۔"

"آج تنہا کہیں ڈنر کرو۔ کل تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"میں ایک نئی ملازمہ کو اپنی خدمت کے لئے رکھنا چاہتی ہوں۔"

"تو رکھ لو۔ اس میں قباحت کیا ہے۔ ملازمین سپلائی کرنے والی ایجنسی سے رابطہ کرو اور وہاں سے آنے والی خواتین میں سے ایک ملازمہ اپنے لئے پسند کرلو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہی کروں گی۔ آج رات آنے کی کوشش کرو۔"

اس نے پارس سے رابطہ ختم کردیا۔ نتاشا نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے تھوڑی دیر غائب دماغ رکھا۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ ملازمین سپلائی کرنے والی ایجنسی سے رابطہ کرچکی ہے۔

پھر وہ کال بیل کی آواز پر چونک گئی۔ اس نے اپنے کمرے سے نکل کر باہر کا دروازہ کھولا۔ سامنے ایک جوان عورت کھڑی تھی وہ نتاشا تھی۔ اس نے کہا "آپ کو ایک ملازمہ کی ضرورت ہے۔ میں ایجنسی سے آئی ہوں۔ میرا نام جولیا ہے۔ آپ جولیا کہہ سکتی ہیں۔"

"اندر آؤ۔ تم مجھے پہلی نظر میں پسند آگئی ہو۔"

وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر آئی پھر بولی "میں گھر کی ذمہ داری نہیں سنبھالوں گی۔ صرف آپ کا ذاتی کام کروں گی۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔ تم دن رات میرے ساتھ رہا کرو۔"

بلی ڈونا وہی کہہ رہی تھی، جو نتاشا چاہتی تھی۔ بظاہر نتاشا بن کر آئی تھی لیکن بلی اس کی کنیز بن کر رہنے والی تھی۔

○☆○

جی کاک نے پہلے تو مختار شاہ پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا غلام بنالیا پھر اس کا لب و لہجہ بدل دیا تاکہ فہمی اور علی اس کے پرانے لہجے کو گرفت میں لے کر اس کا دماغ تلاش کرتے رہیں اور نئے لب و لہجے والے مختار شاہ کے دماغ تک کبھی نہ پہنچ سکیں۔

پھر یہ اندیشہ تھا کہ وہ چہرے سے پہچانا جائے گا۔ جی کاک نے ماسک میک اپ کے ذریعے اس کا چہرہ تبدیل کردیا۔ اس کے دماغ سے شراب اور شباب کی خواہش کو نکال دیا۔ اس کی پوری شخصیت بدل کر رکھ دی۔

فہمی اپنے باپ کے قاتل کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ وہ اور علی کئی بار خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کرتے رہے اور ناکام ہوتے رہے۔ کبھی انہوں نے سوچا 'وہ مرگیا ہے۔ اسی لئے اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ کبھی یہ خیال قائم کیا کہ کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا لب و لہجہ بدل دیا ہے۔'

فہمی نے پوچھا "وہ کون ہوسکتا ہے، جس نے مختار شاہ کی شخصیت اس طرح تبدیل کی ہے کہ ہم اس کے پاس پہنچ نہیں پارہے ہیں؟"

علی نے کہا "مجھے جی کاک کا خیال آرہا ہے۔ وہی ایسا کرسکتا ہے۔"

فہمی نے پوچھا "جی کاک؟"

"ہاں۔ تمہیں یاد ہے، جب ہم ان دونوں لارڈز کو ان کے برے انجام تک پہنچانا چاہتے تھے تو جی کاک ان کی مدد کے لئے آیا تھا۔ پھر کوئی بات نہیں بنی تو اس نے ہم سے دوستی کرنی چاہی تھی۔"

"ہاں۔ میں اسے بھول چکی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک لارڈ کے اندر آکر کوئی سمجھوتا کرکے ان لارڈز کو بچانا چاہتا تھا۔"

"اور وہ شاید اس لئے ایسا کررہا تھا کہ ان لارڈز کی طرح اس کا تعلق بھی انڈر گراؤنڈ مافیا سے ہوگا۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسی نے مختار شاہ پر تنویمی عمل کرکے اس کی شخصیت تبدیل کی ہوگی۔"

"ہوں۔ اب ہمیں انڈر گراؤنڈ مافیا کے چھوٹے بڑے مجرموں کا سراغ لگانا ہوگا۔ اس طرح ہم جی کاک تک پہنچ سکیں گے۔"

وہ دونوں جلو پارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ علی نے کہا "کام، کام اور کام۔ ذہن تھک جاتا ہے۔ اس خوبصورت پارک میں خوبصورت باتیں کی جائیں تو ہماری تھکا دینے والی زندگی میں پھول کھل سکتے ہیں۔"

فہمی نے شرما کر سر جھکا لیا۔ علی نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ جب میں دل کی بات کرتا ہوں تو تم شرما کر گونگی بن جاتی ہو۔"

وہ اسے چور نظروں سے دیکھ کر بولی "میں کیا بولوں؟"

"کچھ تو بولو۔ ایک برس پہلے ہماری ملاقات ہوئی تھی پھر حالات ایسے پیش آئے کہ ہم ایک ساتھ رہنے لگے۔ کوئی یقین کرے گا کہ ہم مہینوں دن رات ساتھ رہ کر بھی کنوارے ہیں؟"

وہ منہ چھپا کر مسکرانے لگی۔ وہ بولا "اگر ہماری شادی ہوجاتی تو اس پارک میں ہمارا ایک بچہ کھیل رہا ہوتا۔"

وہ شرما کر کھڑی ہوگئی۔ اپنے سر پر آنچل رکھ کر بولی "کیسی باتیں کررہے ہو۔ شرم نہیں آتی۔"

وہ پارک کے باہر جانے لگی۔ اس نے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "کسی قاضی کے ہاں چل رہی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی "آج تم اپنے مزاج کے خلاف بول رہے ہو اور خوب بول رہے ہو۔ کیا ڈش پر کوئی ایسی ویسی فلم دیکھ لی ہے۔"

وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ علی نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "کیا خیال ہے؟ میں ماما (آمنہ) سے بات کروں۔ کل ہی ہمارا نکاح ہوجائے گا۔"

وہ سر جھکا کر بولی "میں دل و جان سے تمہاری ہوں لیکن ابھی شادی کی بات نہ کرو۔"

"کیا تم شادی نہیں کرنا چاہتیں؟"

"چاہتی ہوں لیکن پہلے ابو کے قاتل کو جہنم میں پہنچانا چاہتی ہوں۔"

علی نے ایک سرد آہ بھری۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "پتا نہیں، وہ کم بخت مختار شاہ کہاں گم ہوگیا ہے۔ وہ نہ ملا تو میں کنوارا رہ جاؤں گا۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر مسکرانے لگی۔ پھر بولی "ہم لنچ ماما کے ساتھ کریں گے۔ کیا خیال ہے؟"

علی نے اپنی کار کا رخ اپنی والدہ آمنہ فرہاد کی کوٹھی کی طرف موڑ دیا۔ ذرا آگے جاکر اس نے اچانک کار کی رفتار سست کردی۔ ایک کار اسے اوور ٹیک کرتی ہوئی ایک خاتون کو ٹکر مارتی ہوئی بڑی تیز رفتاری سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔

وہیں ٹریفک پولیس کا ایک سارجنٹ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے علی کو کار روکنے کا اشارہ کیا۔ علی نے کار روکی اور باہر آکر اس خاتون کو سہارا دے کر اٹھایا۔ اس کے سر سے لہو بہہ رہا تھا۔ فہمی نے سارجنٹ سے کہا "تم نے اس گاڑی کو کیوں نہیں روکا؟ جو اتنا بڑا حادثہ کرکے گئی ہے؟ یہ تمہارے پاس سرکاری موٹر سائیکل کس لئے ہے؟ کیا اس کا تعاقب نہیں کرسکتے تھے؟"

سارجنٹ نے کہا "اس کا تعاقب کرنے جاتا تو یہ خاتون یہاں مرجاتی۔ پلیز پہلے اسے اسپتال لے چلیں۔"

اس خاتون کو پچھلی سیٹ پر لٹادیا گیا۔ فہمی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کار ڈرائیو کرنے لگی۔ سارجنٹ اپنی موٹر سائیکل پر ان کے پیچھے آنے لگا۔ علی نے سارجنٹ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ جو شخص تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا اور اس

خاتون کو زخمی کرتا ہوا گیا ہے' وہ ایک ایم این اے کریم یزدانی کا بیٹا ہے۔ اگر سارجنٹ اس کے خلاف قانونی کارروائی کرنا چاہتا تو اس کی نوکری ہی چلی جاتی۔

اسپتال پہنچ کر خاتون کو ایمرجنسی وارڈ میں پہنچایا گیا۔ علی نے سارجنٹ سے کہا "وہ گاڑی والا کسی بڑے باپ کا بیٹا تھا اس لئے تم اس کے پیچھے نہیں گئے۔ خاتون کو اسپتال پہنچا کر ہمدردی جتا رہے ہو۔"

سارجنٹ نے کہا "زیادہ باتیں نہ کرو۔ میں یہ کیس تم پر الٹا سکتا ہوں کہ تم نے اسے ٹکر ماری ہے۔ وہ خاتون اندھی ہے۔ وہ ٹکر مارنے والے کو پہچان نہیں سکے گی۔ میری چشم دید گواہی تسلیم کی جائے گی۔"

علی نے ڈرتے ہوئے کہا "میں بھول گیا تھا کہ آپ پولیس والے الٹ پھیر کے ماہر ہوتے ہیں۔ دن کو رات کردیتے ہیں۔ شیر کو بکری اور بکری کو شیر بنا دیتے ہیں۔ پلیز آپ اپنا بیان دیں تاکہ اسپتال والے خاتون کو یہاں داخل کر سکیں۔"

"ہوں۔ اب آئے ہو راستے پر۔ چلو اس کیس سے تمہیں بچالیتا ہوں کیا یاد کرو گے۔ لیکن بچانے کی فیس تو دینی ہی ہوگی۔ فیس کا مطلب سمجھتے ہو نا؟"

"جی ہاں۔ بالکل سمجھتا ہوں۔"

علی نے جیب سے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر اسے دیے۔ وہ رقم لے کر جیب میں رکھتے ہوئے ڈاکٹر کے چیمبر میں گیا۔ پھر اس نے ٹریفک سارجنٹ کی حیثیت سے بیان لکھ دیا کہ وہ حادثے کا چشم دید گواہ ہے اور چاہتا ہے کہ خاتون کو فوراً طبی امداد پہنچائی جائے۔

خاتون کی حالت خراب تھی۔ بہت خون بہہ چکا تھا۔ اسے فوری طبی امداد پہنچانے کے بعد اسپتال میں داخل کرلیا گیا۔ سارجنٹ وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ علی اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ اس نے واپس آکر علی کو پانچ ہزار روپے دیے۔ علی نے روپے اپنی جیب میں رکھ لئے۔ وہ واپس جانے لگا پھر رک گیا۔ اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل مل گئی تھی۔ اس نے پلٹ کر کہا "اے! وہ پانچ ہزار واپس کرو۔"

"کون سے پانچ ہزار؟"

"وہ جو ابھی میں نے تمہیں دیے ہیں۔"

"وہ میرے تھے۔ میری جیب میں آگئے۔ اگر تم رشوت مانگ رہے ہو تو میں دے سکتا ہوں لیکن اونچی آواز میں مانگو۔"

"بکواس نہ کرو۔ خاموشی سے دے دو ورنہ میں ڈاکٹر سے وہ بیان واپس لے کر تمہارے خلاف بیان دوں گا اور پولیس کو بلاؤں گا۔"

"خاتون کی مرہم پٹی ہو چکی ہے۔ اسے اسپتال میں داخل کیا جاچکا ہے۔ اسے خون دیا جارہا ہے۔ میں مطمئن ہوں اور تمہیں سمجھاتا ہوں' اپنا فرض ادا کرو۔ جس شخص نے اس خاتون کی جان لینا چاہی' اس کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔"

"تم مجھے قانون سکھا رہے ہو۔ میں ابھی بیان بدل کر تمہارے خلاف قانونی کارروائی کروں گا۔"

وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں آیا لیکن اپنی مرضی سے کچھ نہ کرسکا۔ اس نے علی کی مرضی کے مطابق ایم این اے کریم یزدانی سے رابطہ کیا پھر کہا "جناب! میں ایک ٹریفک سارجنٹ بول رہا ہوں۔ آپ کے صاحبزادے شہاب یزدانی نے تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے ایک اندھی خاتون کو بری طرح زخمی کیا ہے۔ خاتون اسپتال میں ہے۔ میں علاقے کے تھانہ انچارج کے پاس ایف آئی آر درج کرانے جارہا ہوں۔"

کریم یزدانی نے گرج کر کہا "تم میرے بیٹے کے خلاف ایسا کرو گے۔ کیا اپنی وردی اتروانا چاہتے ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ اور کس علاقے سے بول رہے ہو؟"

"میں بتاؤں گا تو آپ مجھ سے پہلے تھانے پہنچ کر اپنے بیٹے کو بچالیں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پھر علی کو دیکھ کر رک گیا۔ سوچنے کے انداز میں بولا "میں ڈاکٹر کے پاس گیا مگر ایم این اے صاحب سے الٹی سیدھی باتیں کرتا رہا۔"

وہ پھر فون کرنے کے لئے جانا چاہتا تھا لیکن تیزی سے چلتا ہوا اسپتال کے باہر جاتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں نے پانچ ہزار جیسی بڑی رقم خود ہی واپس کردی۔ اس جوان کے خلاف کارروائی کرنا چاہتا تھا لیکن ایم این اے صاحب کو فون کردیا۔ ان کے بیٹے کے خلاف کارروائی کی دھمکی دے دی۔ میں اُلو کا پٹھا ہوں۔ ابھی ایم این اے صاحب کے گھر جاکر معافی مانگ کر اپنی نوکری بچاؤں گا۔"

علی اسے چھوڑ کر ایم این اے کریم یزدانی کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔

وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ بات تھانے تک پہنچے گی تو وہاں سے بھی آگے پریس والوں تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا اسے پہلے تھانے والوں سے نمٹ لینا چاہیے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ حادثہ کہاں ہوا ہے اور وہ کس علاقے کا تھانہ ہے؟ اس نے غصے سے اپنے بیٹے شہاب یزدانی کو آواز دی "شہاب! شہاب!"

بیگم نے ڈرائنگ روم میں آکر پوچھا "کیوں اس عمر میں شباب کو پکار رہے ہو۔"

"میں اپنی جوانی کو نہیں' جوانی کی غلطی کو پکار رہا ہوں۔ کہاں ہے وہ گدھے کا بچہ' سور کی اولاد؟"

"آپ بیٹے پر غصہ کر رہے ہیں لیکن خود کو گالیاں دے رہے ہیں۔ آخر بات کیا ہے؟"

بیٹے نے آکر کہا "او گاڈ! آپ دونوں ہمیشہ لڑتے کیوں رہتے ہیں؟"

"تم اپنی کار سے جس عورت کو زخمی کرکے آئے ہو' وہ اسپتال میں پڑی ہے۔ فوراً بتاؤ کس علاقے میں تم نے ایسی حرکت کی ہے؟"

بیٹے نے بتایا۔ باپ نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں اس علاقے کے تھانے کا نمبر معلوم کیا۔ پھر وہاں کے انچارج سے رابطہ کرنے کے بعد کہا "میں ایم این اے کریم یزدانی بول رہا ہوں۔"

انچارج نے کہا "السلام علیکم سر! ابھی میں نے پڑھا ہے۔ کل آپ وزارت کا حلف اٹھانے والے ہیں۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے مجھے فون کیا ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت سر!"

"میرے بیٹے نے تمہارے علاقے میں ایک خاتون کو اپنی گاڑی سے ٹکر ماری ہے۔ کیا میرے بیٹے کے خلاف کسی ٹریفک پولیس کے سارجنٹ نے رپورٹ درج کرائی ہے؟"

"یہاں ایسی کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی گئی ہے۔ کسی کی مجال ہے کہ آپ کے صاحبزادے کے خلاف کوئی رپورٹ کرے۔"

علی نے کریم یزدانی کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ بولا "میرے بیٹے کے خلاف رپورٹ درج کیوں نہیں ہوگی؟ میں منسٹر بننے والا ہوں تو کیا میرا بیٹا قانون سے بالاتر ہوجائے گا؟"

پولیس افسر نے گڑبڑا کر پوچھا "سر! میں نہیں سمجھا۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں تم قانون کے تقاضے پورے کرو۔ میرے بیٹے نے قانون شکنی کی ہے۔ یہ مجرم میرے گھر میں ہے۔ یہاں آؤ اور اسے گرفتار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ بیگم نے کہا "آپ تو رات کو پیتے ہیں۔ دن کو کیوں چڑھ گئی ہے؟ یہ فون پر بیٹے کے خلاف حکم کیوں دے رہے تھے؟"

شہاب نے کہا "ڈیڈی! آپ نے سنجیدگی سے پولیس کو بلایا ہے۔ وہ یہاں آجائیں گے۔"

"ہاں آئیں گے اور تمہیں گرفتار کرکے لے جائیں گے۔"

بیگم نے کہا "یہ انصاف پسندی ہمیں نہ دکھائیں۔ آپ اس ملک کے بیوقوف عوام کے لیڈر ہیں اور کل منسٹر بننے والے ہیں لیکن ہمارے لئے گھر کی مرغی دال برابر ہیں۔"

کریم یزدانی نے اپنے سر پر رومال رکھ کر کہا "میں آج سے ایک سچا مسلمان اور پکا پاکستانی ہوں۔ میں اس غریب زخمی عورت سے انصاف کروں گا اور اپنے بیٹے کو سزا دلا کر یہ مثال قائم کروں گا کہ پاکستان کے سیاستدان انصاف کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کردیتے ہیں۔"

"آپ اپنی قربانی دیں۔ قسائی کی چھری تلے آجائیں۔ میرے بچے کو کیوں قربان کررہے ہیں؟"

اس نے بیگم کو نظرانداز کرکے اپنے سیکریٹری کو بلایا! پھر کہا "ابھی پریس کے تمام رپورٹرز کو اطلاع دو کہ ایم این اے کریم یزدانی نے محاسبے کا عمل اپنے گھر سے شروع کیا ہے اور اپنے بیٹے کو ایک جرم میں گرفتار کرایا ہے۔ تمام اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹوگرافرز پولیس اسٹیشن جاکر تفصیلات معلوم کرسکتے ہیں۔"

سیکریٹری حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ بیگم نے قریب آکر شوہر کی پیشانی پر ہاتھ رکھا پھر کہا "بخار نہیں ہے۔ پھر کیوں ہذیان بک رہے ہیں؟"

شہاب نے کہا "ممی! بات پریس والوں تک پہنچے گی تو ہماری بڑی بدنامی ہوگی۔ اخبار والے نمک مرچ لگا کر بات کا بتنگڑ بنادیتے ہیں۔"

پولیس افسر نے دروازے پر آکر سلام کیا پھر کہا "سر! بندہ حاضر ہے۔ حکم کریں۔"

بیگم نے کہا "ارے یہ کیا حکم دیں گے۔ خواہ مخواہ تمہیں بلالیا۔ ڈاکٹر کو بلانا چاہئے تھا۔ ان کا دماغ چل گیا ہے۔ ہم انہیں پاگل خانے لے جائیں گے۔"

کریم یزدانی نے گرج کر کہا "بیگم! اب اگر تم نے میرے لیے توہین آمیز الفاظ استعمال کئے تو میں سب کے سامنے تمہیں دھکے دے کر گھر سے نکال دوں گا۔"

پھر اس نے افسر سے کہا "یہ میرا بیٹا شہاب یزدانی ہے۔ اگر وہ عورت اسپتال میں مرے گی تو میں اسے پھانسی کی سزا دلاؤں گا۔"

بیگم روتے ہوئے' دونوں ہاتھ اپنے سینے پر مارتے ہوئے بولی "ہائے میں مرجاؤں۔ میرے بیٹے کو کیوں پھانسی ہوگی۔ آپ کے خاندان والوں کو ہوگی۔ میرا بیٹا حوالات میں جائے گا تو میں اس گھر سے چلی جاؤں گی۔"

کریم یزدانی نے ڈانٹ کر انسپکٹر سے کہا "کیا تم نے میرا حکم نہیں سنا؟ اسے ابھی ہتھکڑی لگا کر یہاں سے لے جاؤ۔"

انسپکٹر حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ شہاب یزدانی کو ہتھکڑی پہنانے لگا۔ ماں رونے لگی۔ کریم یزدانی کو جھنجوڑنے لگی "یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ بیٹے کو ہتھکڑی لگ چکی ہے۔ باہر آپ کی کیا عزت رہ جائے گی۔ ساری دنیا تھو تھو کرے گی۔"

"آج سے میری واہ واہ ہوگی۔ آج سے میں ایک سچے پاکستانی کی طرح اپنا نام روشن کروں گا۔"

پولیس افسر شہاب کو ہتھکڑی لگا کر وہاں سے لے جانے لگا۔ ماں اپنے بیٹے کے پیچھے جانا چاہتی تھی۔ کریم یزدانی نے اسے پکڑ کر کہا "ایک مجرم کے پیچھے نہ جاؤ۔ تم ایک محبِ وطن سیاست داں کی شریکِ حیات ہو۔ میرے ساتھ کار میں چلو۔"

علی اس کے دماغ میں بیٹھا یہ تماشے کررہا تھا۔ فہمی نے اسے مخاطب کیا تو وہ کریم یزدانی کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "خدا کا شکر ہے' وہ خاتون اب خطرے سے باہر ہے۔ اسے خون دیا جاچکا ہے مگر افسوس بے چاری اندھی ہے۔"

"کیا تم نے اس کے حالات معلوم کیے ہیں؟"

"ہاں۔ ایک متوسط گھرانے سے اس کا تعلق ہے۔ اس کا بیٹا سعودی عرب میں اپنی بیوی بچے کے ساتھ ہے۔ یہ اپنے پوتے کو دیکھنے کے لیے ترستی رہتی ہے۔ آنکھوں کی بینائی کے لیے آئی بینک والوں سے رابطہ کیا ہوا ہے۔ بیٹا علاج کے لیے رقمیں بھیجتا رہتا ہے۔ وہ ایک ماہ بعد بیوی بچے کے ساتھ آنے والا ہے۔ یہ چاہتی ہے کہ ان کے آنے سے پہلے بینائی مل جائے تاکہ اپنے پوتے کو دیکھ سکے لیکن آئی بینک والے کہتے ہیں کہ ترتیب وار فہرست کے مطابق نابیناؤں کو باری باری بینائی دی جاتی ہے۔ اس کے لیے ایک عرصے تک انتظار کرنا پڑتا ہے کہ کوئی اپنی آنکھوں کا عطیہ دے تو پھر بینائی ملے۔"

وہ دونوں اس خاتون کے پاس آئے۔ اسے تسلی دی کہ اس کا خاطر خواہ علاج ہوتا رہے گا۔ وہ علاج کے سلسلے میں اخراجات کی پروا نہ کرے۔ فہمی نے علی سے کہا "ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے دوسرے ممالک کے آئی بینکوں سے رابطہ کریں گے۔ ہو سکتا ہے اسے جلد بینائی مل جائے۔"

"ہاں۔ میں ذرا ان سے نمٹ لوں جو اسمبلیوں میں قانون بناتے ہیں اور اسمبلیوں کے باہر توڑ دیتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ کریم یزدانی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی بیگم پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور اپنے شوہر کو پاگل کہہ رہی تھی۔ اس وقت علی اس کے دماغ سے نکل کر فہمی کے پاس گیا تھا۔ اس لیے کریم یزدانی کا دماغ آزاد ہو گیا۔ وہ چونک کر بولا "ارے تم اس طرح کیوں رو رہی ہو؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ ابھی جو آپ نے شہاب کے خلاف کیا ہے' کوئی اپنی اولاد کے خلاف نہیں کرے گا۔"

"آخر میں نے ایسا کیا کیا ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے' آپ نارمل ہو رہے ہیں۔ کیا آپ کو یاد ... آ رہا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو ہتھکڑیاں لگوا کر تھانے بھیج دیا ہے؟"

"میں نے ایسا کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ نہیں... لیکن ذرا ٹھہرو' مجھے سوچنے دو۔"

وہ سوچنے لگا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ وہ بیٹے کو سزا دلانے کے لیے پولیس کو بلا چکا تھا جب کہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ایک محبِ وطن پاکستانی بن کر تمام پریس والوں کو تھانے بلوایا تھا اور وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن ایسا بے اختیار کر چکا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "او وہ بیگم! مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔ میں نے کچھ گڑبڑ کی ہے۔"

"کچھ نہیں' بہت گڑبڑ کی ہے۔ وطن کی محبت کا بھوت اتر گیا ہے تو ابھی تھانے چلیں اور بیٹے کو لے آئیں۔"

"لیکن اس تھانیدار کی اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ میرے بیٹے کو ہتھکڑی لگا کر لے جائے؟"

"وہ تو حکم کا بندہ ہے۔ آپ نے جو کہا' اس نے کیا۔ اب دیر نہ کریں۔"

وہ دونوں اپنی شاندار کار میں بیٹھ کر پولیس اسٹیشن کے احاطے میں آئے تو وہاں اخبارات کے رپورٹروں اور فوٹوگرافروں کا ایک ہجوم ان کا منتظر تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "بیگم! یہ تو مشکل ہو گئی۔ یہاں تو مجھے سچا پاکستانی لیڈر بننا ہو گا۔"

"چولہے میں جائے لیڈری۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ بیٹے نے کسی خاتون کو گاڑی سے ٹکر نہیں ماری تھی۔ دشمنوں نے ہمارے بیٹے کے خلاف شرپسندی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

وہ کار سے نکل کر باہر آیا۔ ایک بڑے اخبار کے رپورٹر نے کہا "سر! آپ نے پاکستانی سیاست میں ایک چونکا دینے والا کام کیا ہے۔ ورنہ آج تک سیاست دانوں نے اقتدار میں آتے ہی اقربا پروری کی ہے اور اپنے چھوٹے بڑے سیاسی جرائم کو چھپایا ہے۔"

علی نے کریم یزدانی کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ سینہ تان کر بولا۔ "میں اپنے اعمال سے ثابت کرتا رہوں گا کہ ہم سیاست دانوں کو ایمان دار' دیانت دار اور انصاف پرور ہونا چاہیے اور تمام سیاست دانوں کو میری طرح اپنے گھر سے محاسبہ شروع کرنا چاہیے۔ آج میرے بیٹے نے قانون توڑا ہے اور میں نے اسے حوالات میں پہنچا دیا ہے۔ اگر میری بیوی بھی قانون توڑے گی تو میں اسے بھی قانون کے جوتے ماروں گا۔"

بیگم اپنی توہین پر تلملانے لگی۔ پریس والوں کی بھیڑ میں شوہر سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ ایس ایچ او کو ایک طرف لے جا کر بولی "یہ تھوڑی دیر پہلے نارمل ہو گئے تھے۔ یہاں بیٹے کی رہائی کے لیے آئے تھے لیکن پریس والوں کا ہجوم دیکھ کر پھر کھوپڑی الٹ گئی ہے۔ یہ خواہ مخواہ محبِ وطن اور انصاف پسند بن رہے ہیں۔"

ایس ایچ او نے کہا "بیگم صاحبہ! میں خود پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کروں؟"

"آپ کسی طرح پریس والوں کو رخصت کریں پھر میں انہیں سنبھال لوں گی۔"

دوسری طرف وہ قانون کی بالادستی کے لیے دھواں دھار تقریر کر رہا تھا۔ اس کی تصاویر اتاری جا رہی تھیں۔ وہ طرح طرح کے سوالوں کے جوابات وطن کی محبت کے حوالے سے دے رہا تھا۔ اس وقت تک پولیس ڈپارٹمنٹ کے بڑے بڑے افسران آ گئے تھے۔

آخر تمام پریس والے رخصت ہو گئے۔ تھانے کے اندر بڑے بڑے افسران نے کریم یزدانی کو سلام کیا۔ اسے مبارک باد دی کہ وہ منسٹر بننے والا ہے اور اس سے پہلے ہی اس نے قانون کی بالادستی کے لیے اپنے گھر سے محاسبہ شروع کیا ہے۔

علی نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ انسپکٹر کو غصے سے دیکھتے ہوئے بولا "پاگل کے بچے! تم نے میرے بیٹے کو ہتھکڑی کیوں پہنائی؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "جناب عالی! آپ نے حکم دیا تھا۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔"

"کیا تم نہیں جانتے' سیاست داں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔ میں نے بھی رنگ بدلا تھا۔ میرے بیٹے کو حوالات سے نکالو۔"

اس کے بیٹے شہاب یزدانی کو حوالات سے باہر لایا گیا۔ پولیس کے اعلیٰ افسر نے کہا "جناب عالی! مجھے جیسے ہی خبر ملی تھی میں نے ایس ایچ او کو تاکید کر دی تھی کہ آپ کے صاحب زادے کے خلاف ایف آئی آر درج نہ کریں۔ آپ بہت بڑے سیاست داں ہیں' کوئی سیاسی چال چل رہے ہیں۔"

کریم یزدانی نے خوش ہو کر کہا "شاباش! تم نے دور کی سوچی اور ایف آئی آر درج نہیں کرائی۔ اب اس کیس کو جھوٹا ثابت کرو۔ بیان دو کہ پولیس انکوائری کے مطابق میرے بیٹے نے کسی خاتون کو گاڑی سے ٹکر نہیں ماری ہے۔ مخالف سیاسی پارٹی والوں نے میرے بیٹے کو جھوٹے الزام میں پھنسانے کی کوششیں کی تھیں۔"

"آپ نے خوب چال چلی ہے۔ آپ کے صاحبزادے رہا ہو گئے۔ مخالف پارٹی پر الزام آئے گا اور آپ نیک نام رہیں گے۔ کل کے تمام اخبارات میں لکھا ہو گا کہ آپ انصاف پرور سیاست داں ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹے کو بھی سزا دلانے سے دریغ نہیں کیا تھا۔"

اس بار علی نے شہاب یزدانی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بولا۔ "آپ جیسے پاکستانی بزرگوں کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔ آپ میرے باپ ہیں اور سیاست کی آڑ میں جرائم کو فروغ دے رہے ہیں۔ اور آپ اتنے بڑے بڑے افسران قانون کے محافظ ہو کر قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔"

کریم یزدانی نے بیٹے کو ڈانٹ کر کہا "یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں آپ لوگوں کو شرم دلانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن پچھلے پچاس برسوں میں کسی کو شرم نہیں آئی' آپ حضرات کو کیسے آئے گی؟"

بیگم نے پریشان ہو کر کہا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ باپ سیدھا ہوا ہے تو بیٹے کی کھوپڑی الٹ گئی ہے۔ انہیں گھر لے چلو اور ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

"میں گھر جانے کے لیے تھانے نہیں آیا ہوں۔ میں نے قانون توڑا ہے۔ ان تمام پولیس افسران کو تسلیم کرنا چاہیے۔ میرا بیان لینا چاہیے۔ اگر وہ خاتون اسپتال میں مر جائے گی تو میں عدالت میں کہوں گا کہ مجھے سزائے موت دی جائے۔"

بیگم نے کہا "سزائے موت ہو گی تمہارے دشمنوں کو۔ بیٹے گھر چلو۔"

"آپ کیسی ماں ہیں؟ کیا پاکستانی مائیں ایسی ہوتی ہیں؟ نہیں۔ جو مائیں اپنی آئندہ نسل کو پاکستان کے خلاف اپنا زہریلا دودھ پلاتی ہیں ایسی عورتوں کو ماں بننے سے پہلے گولی مار دینا چاہیے۔"

"یا اللہ! میں کیا کروں۔ پہلے شوہر تقریر کر رہا تھا۔ اب بیٹا محبِ وطن بن کر تقریر کر رہا ہے۔"

شہاب یزدانی وہاں سے چلتا ہوا حوالات میں آہنی سلاخوں کے پیچھے آیا پھر بولا "تالا لگاؤ۔ مجھے بند کرو۔"

کریم یزدانی نے سپاہیوں سے کہا "اسے زبردستی پکڑ کر میرے گھر پہنچاؤ۔ وہاں ڈاکٹر سے علاج کرایا جائے گا۔"

سپاہی اسے جبراً پکڑ کر لے جانے لگے۔ علی نے سوچا "کیا اس ملک کے عوام کو ایسے ہی حکمران اور قانون کے محافظ ملتے رہیں گے؟ میں کتنوں کے دماغوں میں جا کر انہیں فرض شناسی کا احساس دلاؤں گا۔ جب بھی ان کے دماغوں سے نکلوں گا وہ پھر اپنی پرانی ڈگر پر آ جائیں گے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مل کر بھی انہیں درست نہیں کر سکیں گے۔"

وہ لوگ شہاب یزدانی کو پکڑ کر گاڑی میں زبردستی بٹھا رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "آپ لوگ قانون کی شکل بگاڑ کر مجھے سزا سے بچا رہے ہیں لیکن میں اپنے کیے کی سزا ضرور پاؤں گا۔"

وہ اچانک گاڑی کا دروازہ کھول کر نکلا۔ پھر تیزی سے دوڑتا ہوا تھانے کے احاطے سے باہر جانے لگا۔ ماں نے کہا "ہائے میرا بچہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اسے پکڑو۔"

سپاہیوں کے ساتھ بڑے افسران بھی اس کے پیچھے دوڑے لیکن وہ ان سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ دوڑتا ہوا سڑک پر پہنچ گیا تھا۔ پھر اس نے اسی طرح دوڑتے ہوئے خود کو ایک تیز رفتار گاڑی سے ٹکرا دیا۔

ماں باپ کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ گاڑی نے ٹکر مار کر اسے دور اچھال دیا تھا۔ وہ دور تک لڑھکتا ہوا سڑک کے کنارے پہنچ گیا۔ بری طرح لہولہان ہو گیا تھا۔ انصاف کا تقاضا یہی تھا۔ اب وہ بھی اس اندھی خاتون کی طرح اسپتال میں آرام فرمانے والا تھا۔

○☆○

فہمی اور علی نے دوسرے ممالک کے آئی بینکوں سے رابطے کیے۔ اندھے ہر ملک میں ہوتے ہیں اور وہ سب ہی بینائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ایسے نابینا ضرورت مندوں کی طویل فہرست ہر ملک کے آئی بینکوں میں ہوتی ہے۔ ان سب کو ان کی باری کے مطابق آنکھوں کی بینائی ملتی ہے۔

ہماری دنیا میں ایسے لوگ کم ہیں جو اپنی موت سے پہلے اپنی آنکھوں کا عطیہ دینے کی وصیت لکھ دیتے ہیں۔ اس لیے بینائی حاصل کرنے کے لیے نابینا حضرات کو طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔

علی اور فہمی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہلے اس خاتون کی باری لاسکتے تھے اور جو اصل حق دار ہوتا..... اسے خاتون کے نمبر کے مطابق پیچھے کرسکتے تھے لیکن یہ ایک حق دار کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوتی۔ وہ ایسا نہیں کرسکتے تھے۔ مجبور ہو گئے تھے۔

فہمی نے کہا "میں صبح خاتون سے ملنے گئی تھی۔ اسے ہلکا سا بخار تھا۔ ہمیں اس کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔"

وہ دونوں اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچے۔ پتا چلا' اب اسے بخار نہیں ہے۔ وہ بستر کے سرہانے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے قریب دو افراد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر تھا۔ وہ خاتون سے کہہ رہا تھا۔

"یہ مسٹر سرفراز خان ہیں۔ بہت بڑے سماجی کارکن ہیں۔ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں۔"

خاتون نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "افسوس! میری ضرورت ایسی ہے جو مقدر کی منظوری سے ہی پوری ہو سکتی ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "تم مجھ سے کئی بار کہہ چکی ہو کہ اپنے پوتے کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو۔ سرفراز صاحب کوشش کریں گے تو تمہیں ایک ہفتے کے اندر آنکھوں کا عطیہ مل جائے گا۔"

خاتون نے خوش ہو کر پوچھا "سچ؟"

"میں ڈاکٹر ہوں۔ مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ مسٹر سرفراز خان بڑے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔"

خاتون نے کہا "سرفراز صاحب! میں آپ کو دیکھ نہیں سکتی لیکن آپ میرے لیے فرشتہ بن کر آئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو کہا ہے آپ بھی اپنی زبان سے کہہ دیں' کیا مجھے بینائی مل جائے گی؟"

سرفراز خان نے کہا "ضرور ملے گی لیکن کسی سے آنکھوں کا عطیہ حاصل کرنے کے لیے بہت بڑی رقم اسے دینی پڑتی ہے۔"

"میرا بیٹا مجھے رقمیں بھیجتا رہتا ہے۔ میں نے ایک لاکھ روپے جمع کر لیے ہیں۔"

"ایک لاکھ کچھ نہیں ہوتے۔ جب بازار سے مال غائب کر دیا جاتا ہے تو وہ مال چور دروازے سے بلیک میں ملتا ہے اور بھاری قیمت پر ملتا ہے۔"

وہ خاتون ذرا مایوس ہوئی۔ اس کے پاس وہی ایک لاکھ روپے تھے۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ غریب ہے۔ اس سے زیادہ رقم اس کے پاس نہیں ہے لیکن فہمی اور علی بڑی دیر سے سوچ رہے تھے کہ سرفراز خان کیا چیز ہے اور آنکھوں کا عطیہ ایک ہفتے کے اندر کہاں سے لے آئے گا؟

یہ تجسس میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ وہ سرفراز خان کی اصلیت بعد میں معلوم کرسکتے تھے۔ پہلے فہمی نے خاتون کی زبان سے کہا "میں اپنے پوتے کو دیکھنے کے لیے کہیں سے بھی زیادہ رقم حاصل کرنے کی کوشش کروں گی۔ آپ یہ تو بتائیں' کتنی رقم کی ضرورت ہوگی؟"

"رقم بہت زیادہ ہے۔ پانچ لاکھ روپے۔"

"پانچ لاکھ تو بہت ہوتے ہیں۔"

"پوتے کو دیکھنے کے لیے کم ہوتے ہیں۔"

"آپ درست کہتے ہیں۔ میں کل صبح تک پانچ لاکھ روپے کا انتظام کرلوں گی۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں فہمی اور علی اپنی کوٹھی میں تھے۔ وہ کوٹھی سے نکل کر کار میں آئے اور اسپتال کی طرف جانے لگے وہ اپنی آنکھوں سے سرفراز خان کو دیکھنا چاہتے تھے۔

فہمی نے علی سے پوچھا "تم نے سرفراز خان کی آواز سنی ہے۔ کیا اس کے دماغ میں جاؤ گے؟"

"مجھے شبہ ہے' اس کا تعلق ایسی انڈر گراؤنڈ مافیا سے ہے' جو انسانی اعضا فروخت کرنے کا کاروبار کرتے ہیں۔ ایسی بڑی تنظیموں کے افراد ٹیلی پیتھی جانتے ہیں یا پھر یوگا کے ماہر ہوتے ہیں۔ اگر وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا تو محتاط ہو جائے گا پھر ہمارے ہاتھ نہیں آسکے گا۔"

وہ اسپتال پہنچ گئے۔ اس وقت تک سرفراز خان جا چکا تھا۔ ڈاکٹر بھی نہیں تھا۔ خاتون تنہا بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اس نے بے اختیار پانچ لاکھ روپے ادا کرنے کی ہامی کیوں بھرلی؟ وہ کل صبح تک اتنی بڑی رقم کہاں سے لائے گی؟

انہوں نے خاتون کے پاس آکر اس کی خیریت پوچھی۔ خاتون نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔ تم دونوں صبح و شام میرے پاس آتے ہو۔ میرے علاج کے تمام اخراجات برداشت کرتے ہو۔ میں تم لوگوں کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"آپ احسان کی بات نہ کریں۔ یہ بتائیں پریشان کیوں ہیں؟"

"یہ تم نے کیسے سمجھا کہ میں پریشان ہوں؟"

"آپ کے چہرے سے صاف ظاہر ہے۔"

علی نے کہا "ہم آپ کے کام آرہے ہیں۔ شاید آپ نہیں چاہتیں کہ اپنی پریشانی بتا کر ہمیں مزید پریشان کریں۔"

فہمی نے کہا "ہم آپ کو اپنی ماں سمجھ کر آتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں اپنی اولاد کی طرح نہیں سمجھتی ہیں۔"

"بیٹی! میں تم دونوں کو اولاد سے بڑھ کر سمجھتی ہوں۔"

"تو پھر بتائیں' مسئلہ کیا ہے؟"

"مسئلہ نہیں ہے' خواہش ہے۔ پوتے کو آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش' جو کبھی پوری نہیں ہوسکے گی۔"

"آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ آنکھیں بہت مہنگی ہیں۔ یہاں کے ایک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ایک صاحب آئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ ایک ہفتے کے اندر آنکھوں کا عطیہ دلا سکتے ہیں لیکن پانچ لاکھ روپے ادا کرنے ہوں گے۔"

علی نے کہا "ماں جی! یہ کون سی بڑی بات ہے۔ کل صبح آپ کو پانچ لاکھ روپے مل جائیں گے۔"

خاتون کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کے چہرے سے بے یقینی جھلک رہی تھی' پوچھا "پانچ لاکھ روپے؟ اتنی جلدی یعنی کہ کل صبح مل جائیں گے؟"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟"

"بیٹے! میں نہیں جانتی تم کون ہو۔ تمہاری شخصیت سے اور تمہارے نیک اعمال سے اندازہ لگایا ہے کہ کسی شریف اور دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے ہو لیکن میں تمہاری کوئی سگی نہیں ہوں۔ صرف منہ بولی ماں ہوں اور کوئی نہیں ہوں پھر بھی تم مجھے پانچ لاکھ دو گے؟"

"ہم نے آپ کو زبان سے نہیں' دل سے ماں کہا ہے۔ آپ تمام فکر اور پریشانیاں دل سے نکال دیں۔ کل صبح آپ کو یہ رقم مل جائے گی۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں دل سے دعائیں دینے لگی۔ علی وہاں سے اٹھ کر ڈاکٹر کے چیمبر میں آیا۔ اس نے کھڑکی سے دیکھا۔ ڈاکٹر کسی مریض سے باتیں کر رہا تھا اور سگار پی رہا تھا۔ تمباکو نوشی کرنے والے یوگا کے ماہر نہیں ہوتے۔ علی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا' پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

سب اسے ڈاکٹر بیگ کہتے تھے۔ یوں تو وہ اپنے شعبے میں اور اونچی سوسائٹی میں ایک معزز ڈاکٹر کہلاتا تھا لیکن اس کا تعلق انڈر گراؤنڈ مافیا سے تھا۔ وہ بڑی رازداری سے مافیا کے سربراہ جی کاک کے لیے کام کرتا تھا۔

ڈاکٹر کے خیالات یہاں تک پڑھ کر علی کو خوشی ہوئی کہ... جی کاک تک پہنچنے کا ایک راستہ نکل رہا ہے۔ اس کے خیالات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرفراز خان اس مافیا کا ایجنٹ ہے۔ وہ بڑے بڑے دولت مند' جو دل کے مریض ہوتے تھے یا جن کے گردے ناکارہ ہوتے تھے یا جن کی بینائی جاتی رہتی تھی۔ ان سے سرفراز خان رابطہ کرتا تھا اور ان سے بھاری رقمیں لے کر ان کے لیے حسبِ ضرورت دل' گردے اور آنکھیں مہیا کرتا تھا۔

علی کے ذہن میں یہ بات آئی کہ سرفراز خان ہی مختار شاہ ہو سکتا ہے۔ اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد اس کی اصلیت معلوم ہو سکتی تھی لیکن ڈاکٹر کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ سرفراز خان شراب اور شباب سے پرہیز کرتا ہے اور کچھ پراسرار سا ہے۔ اکثر ڈاکٹر کے دل کی باتیں سمجھ لیا کرتا ہے۔ اس طرح یہ معلوم ہو گیا کہ سرفراز خان ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یقیناً یوگا کا ماہر ہوگا۔ علی کو دماغ میں نہیں آنے دے گا۔

اس نے فہمی کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ بولی "میں ابو کے قاتل کو اس کے برے انجام تک پہنچانے کے لیے بے چین ہوں۔ میرا بھی ذہن یہی کہتا ہے کہ یہ کمبخت مختار ہے لیکن ہم ذرا صبر و تحمل سے سرفراز خان کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

"سرفراز خان اور مختار شاہ اگر دو الگ شخصیتیں ہیں تب بھی سرفراز خان کے ذریعے مختار شاہ تک پہنچ سکیں گے۔ ہمیں اسے بے نقاب کرنے کے لیے بڑی حکمتِ عملی سے کام لینا ہوگا۔"

"حکمتِ عملی یہی ہو سکتی تھی کہ جی کاک تک پہنچنے کے لیے اس سے براہِ راست یا بالواسطہ رابطہ رکھا جائے۔ وہ ہم سے منہ چھپانے والا ابھی براہِ راست رابطہ نہیں رکھے گا۔ خود بھی چھپے گا اور مختار شاہ کو بھی ہم سے چھپائے گا۔"

اس کا دوسرا راستہ یہ تھا کہ اس سے بالواسطہ تعلق رکھا جائے۔ جی کاک انسانی اعضا کو فروخت کرنے کا کاروبار کرتا تھا۔ علی نے فہمی سے کہا "ہم دوسروں کو گاہک بنا کر سرفراز خان سے کاروباری سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ضرور جی کاک تک پہنچ جائیں گے۔"

فہمی نے کہا "ہم یہی کریں گے۔ اس خاتون کے ذریعے یہ سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ آئندہ بھی سرفراز خان کے لیے نیا گاہک پیدا کیا جائے گا۔"

اس اسپتال میں ایک مریض تھا جس کا ایک گردہ بالکل ناکارہ ہو چکا تھا اور دوسرا گردہ بھی صحیح طرح کام نہیں کر رہا تھا۔ علی نے اس شخص کے ذہن پر تنویمی عمل کے ذریعے یہ باتیں نقش کردیں کہ وہ شخص ایک امیر کبیر بزنس مین ہے۔ اس کا کروڑوں کا بینک بیلنس ہے۔ وہ بڑی سے بڑی رقم ادا کر کے اپنے لیے گردے خرید سکتا ہے۔

دوسرے دن علی نے اس خاتون کو پانچ لاکھ روپے لا کر دیے اور اسے تسلی دی کہ وہ مزید اخراجات کی پروا نہ کرے۔ اسے ضرورت کے مطابق رقمیں ملتی رہیں گی۔ ڈاکٹر اور سرفراز خان نے آکر اس سے پانچ لاکھ روپے لیے۔ سرفراز خان نے کہا "تم نے وعدے کے مطابق اتنی بڑی رقم ادا کی ہے۔ میں ایک ہفتے کے اندر تمہارے لیے آنکھوں کا عطیہ لے آؤں گا۔"

وہ وعدہ کر کے ڈاکٹر سے مصافحہ کر کے رقم لے کر اسپتال سے باہر آیا۔ علی اپنی کار میں بیٹھا ہوا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جب وہ اپنی کار میں جانے لگا تو علی اس کا تعاقب کرنے لگا۔ لاہور کے بعض علاقوں میں ٹریفک کی بڑی بدنظمی ہے۔ کسی بھی چوراہے پر گاڑیاں ایک دوسرے کے آمنے سامنے اور آگے پیچھے اس طرح پھنس جاتی ہیں کہ نہ آگے بڑھنے کا راستہ کھلتا ہے' نہ واپسی کا راستہ ملتا ہے۔ اس وقت سرفراز خان اس سے کچھ آگے تھا۔ اسے آگے بڑھنے کا راستہ مل گیا۔ علی کئی گاڑیوں کے پیچھے تھا۔ اسے راستہ نہ مل سکا۔ اس طرح وہ پیچھے رہ گیا۔ جب راستہ ملا' تب تک سرفراز خان کہیں گم ہو چکا تھا۔

علی کو اندازہ تھا کہ ناکامی ہو سکتی ہے اس لیے آئندہ سرفراز خان ---- کو نظروں میں رکھنے کے انتظامات وہ کر چکا تھا۔ وہ مریض جس

کے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے تھے' اس نے ڈاکٹر کو اپنے کمرے میں بلا کر کہا "میں کل تک دوالیا تھا لیکن اب میری کاروباری حالت سنبھل گئی ہے۔ مجھے لاکھوں روپے کا منافع ہو رہا ہے۔ اب میں بڑی سے بڑی رقم ادا کر کے اپنے لیے گردے خرید سکتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ کی کاروباری حالت سنبھل گئی ہے۔ آپ کو لاکھوں روپے کے منافع کے ساتھ نئی زندگی بھی مل سکے گی۔"

"میں اخبارات میں اشتہار چھپوانا چاہتا ہوں کہ جو اپنا ایک گردہ فروخت کرنا چاہے گا اسے میں دو لاکھ روپے دوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "اخبارات میں اشتہار دینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں' جو آپ کے لیے ایک ہفتے کے اندر گردوں کا انتظام کر دے گا۔"

"ایسی بات ہے ڈاکٹر! تو آپ میرے لیے گردوں کا بھی انتظام ... کریں اور آپریشن بھی۔ میں آپ کو منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔"

ڈاکٹر نے اسی دن سرفراز خان کو فون پر بتایا کہ ایک نیا گاہک ہے' وہ اسپتال آجائے۔ ڈاکٹر اس کا فون نمبر جانتا تھا' رہائش گاہ نہیں جانتا تھا۔ ورنہ علی اس کے دماغ سے اس کا پتا معلوم کر کے اسے اس کے گھر کی چار دیواری میں ٹریپ کر لیتا۔

سرفراز خان گردوں کے مریض کے پاس آگیا۔ اس سے یہ طے کیا کہ وہ دو گردوں کے چار لاکھ لے گا اور وعدے کے مطابق ایک ہفتے کے اندر گردے سپلائی کرے گا۔ مریض نے وعدہ کیا کہ دوسری صبح وہ مطلوبہ رقم ادا کرے گا۔ علی نے اس بار اپنے چند آلۂ کاروں کے ذریعے اس کی رہائش گاہ تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا۔

دوسرے دن سرفراز خان جب چار لاکھ روپے ایک بریف کیس میں لے جا کر جانے لگا تو علی کے تمام آلۂ کاروں کو اس کی کار کا رنگ اور نمبر معلوم تھا۔ ان آلۂ کاروں کی گاڑیاں اس کی کار کے آگے بھی تھیں اور پیچھے بھی۔ وہ ٹریفک کے ہجوم میں بھی ان کی نظروں میں رہا۔

وہ بے خبر تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے اور آگے پیچھے چلنے والی گاڑیوں میں سے کچھ اسے گھیر رہی ہیں۔ وہ شہر کے باہر کہیں رہتا تھا۔ جب اس کی کار شہر سے باہر ملتان روڈ پر جانے لگی تو آگے جانے والی گاڑی نے راستہ روک لیا۔ پیچھے سے بھی ایک گاڑی نے واپس مڑنے کا راستہ بند کر دیا۔ وہ سب مسلح تھے۔ انہوں نے گاڑیوں سے اتر کر اسے گھیر لیا۔ ایک نے پوچھا "اس بریف کیس میں کیا ہے؟"

سرفراز نے فوراً ہی جی کاک کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا "باس! گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ڈاکوؤں نے مجھے گھیر لیا ہے۔"

جی کاک نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "وہ کئی ہیں۔ بریف کیس ان کے حوالے کر دو۔ ان میں سے کسی کی آواز اور لہجہ یاد رکھو۔ بعد میں انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اپنی رقم واپس لے لی جائے گی۔"

علی ایک آلۂ کار کے دماغ میں تھا۔ اس آلۂ کار نے ریوالور کا دستہ سرفراز خان کے سر پر زور سے مارا۔ وہ بری طرح زخمی ہو کر بولا "مجھے مارتے کیوں ہو؟ میرا بریف کیس لے جاؤ۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

علی اپنا کام کر چکا تھا۔ اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچا تو اسے جی کاک کی آواز سنائی دی "تم کس قسم کے ڈاکوؤں میں پھنس گئے ہو۔ کمبخت مال بھی چھینتے ہیں اور مارتے بھی ہیں۔"

وہ لوگ بریف کیس لے کر اپنی گاڑیوں میں چلے گئے۔ علی نے ثمی سے کہا "سرفراز کے دماغ میں چلی آؤ۔ جی کاک اس سے باتیں کر رہا تھا۔"

وہ سرفراز کے دماغ میں آئی۔ اس کے سر پر ضرب لگائی گئی تھی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ جی کاک کہہ رہا تھا "کسی طرح کار ڈرائیو کرو اور کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر زخم کی مرہم پٹی کراؤ۔ اپنی دماغی توانائی بحال کرو ورنہ دشمن تمہارے دماغ میں گھس آئیں گے۔"

ثمی اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ جی کاک نے مختار شاہ کا برین واش کیا تھا۔ اس کی پچھلی زندگی کو اس کے ذہن سے مٹا دیا تھا۔ اس کے چور خیالات میں بھی یہ بات نہیں رہی تھی کہ اس کا نام کبھی مختار شاہ تھا۔

وہ مایوس ہو کر علی سے بولی "یہ مختار شاہ نہیں ہے۔ کیا تم اس کے چور خیالات پڑھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ چور خیالات اسے سرفراز خان ثابت کر رہے ہیں۔ دماغ میں چھپے ہوئے خیالات جھوٹ نہیں کہتے۔ لیکن تنویمی عمل کے ذریعے چور خیالات کو بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مختار شاہ کی پچھلی زندگی کی تمام باتیں اس کے ذہن سے مٹائی جا سکتی ہیں۔"

وہ ڈاکٹر سے مرہم پٹی کرانے کے بعد اپنی کوٹھی میں آیا۔ جی کاک نے کہا "تمہارے کسی دشمن کو تمہاری اس دماغی کمزوری کا علم نہیں ہے۔ تم محفوظ ہو۔ خوب کھاؤ پیو۔ آرام کرو۔ شام تک تمہاری دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اس نے کچھ پھل کھائے دودھ پیا۔ اس کے بعد وہ آرام سے لیٹ گیا۔ علی نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ پہلے اس نے جی کاک کے تنویمی عمل کو مٹایا۔ اس کی یادداشت واپس آئی تو یہ راز کھل گیا کہ وہ مختار شاہ ہے۔

ثمی بھی اس کے دماغ میں موجود تھی۔ اس کی اصلیت معلوم ہوتے ہی اسے شدید غصہ آیا۔ وہ تنویمی عمل کے دوران میں اسے ہلاک کر سکتی تھی لیکن وہ کوئی کام علی کے مشورے کے بغیر نہیں کرتی تھی۔

علی نے تنویمی عمل سے فارغ ہو کر کہا "اسے یوں ہی ہلاک کرو گی تو یہ مرنے کے بعد خاک میں مل جائے گا۔ اس کی موت

دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ۔ اس کی آنکھیں اس خاتون کو اور دونوں گردے اس مریض کو دیے جائیں گے۔ یہ تمام عمر گناہ کرتا رہا۔ مرنے کے بعد اسے نیکی کمانے دو۔"

جب وہ تنویمی نیند پوری کر کے بیدار ہوا تو تھوڑی دیر تک آنکھیں کھول کر چھت کو تکتا رہا اور سوچتا رہا کہ کہاں ہے؟ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے بہت عرصے تک خوابِ غفلت میں رہا ہے پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سامنے ایک بڑا سا آئینہ تھا۔ اس میں سرفراز خان کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ جبکہ وہ خود کو مختار شاہ کی حیثیت سے پہچان رہا تھا۔

علی نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں مجھے یاد آ رہا ہے۔ جی کاک نے میری آواز اور لہجہ بدلنے کے علاوہ چہرہ بھی بدل دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے، اس کے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ اسی لیے مجھے اپنی اصلیت یاد آ رہی ہے۔ او گاڈ! پتا نہیں میں کتنے دنوں سے خود کو اور اپنی زیبا کو بھولا ہوا تھا۔"

"تم اپنی موت کو بھی بھولے ہوئے تھے۔"

وہ اپنے اندر فہمی کی آواز سن کر چونک گیا۔ سہم کر بولا "تم؟ تم نے مجھے کیسے ڈھونڈ لیا؟"

"جیسے موت اپنے شکار کو ڈھونڈ لیتی ہے۔ تم زندہ رہنے کی جتنی کوششیں کر سکتے تھے، کر چکے ہو۔ اب نہ تمہیں فرار کا کوئی راستہ ملے گا اور نہ جی کاک تمہیں چھپا سکے گا۔"

وہ بری طرح خوف زدہ تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے جی کاک کو مخاطب کیا "باس! میں بڑی مصیبت میں ہوں۔ مجھے بچاؤ۔"

جی کاک نے حیرانی سے پوچھا "تم تو مختار شاہ کے لب و لہجے میں بول رہے ہو؟"

"میں مختار شاہ ہوں۔ اپنے لہجے میں ہی بولوں گا۔ علی نے تمہارے... تنویمی عمل کو میرے برین سے واش کر دیا ہے۔"

"او گاڈ! علی تمہارے اندر کیسے پہنچ گیا؟"

"باس! یہ تو وہی جانتا ہے مگر فہمی مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"فہمی سے پہلے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر اب تمہیں چھپاؤں گا تو وہ دونوں میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"باس! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمہارا خدمت گزار اور وفادار ہوں۔"

"مجھے ایسا وفادار نہیں چاہیے جو اپنے ساتھ ہماری موت بھی لائے۔"

"میں نے ساری زندگی لارڈز کی اور تمہاری خدمت کی ہے۔ ان خدمات کے عوض مجھے بچانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"کیا خاک تدبیر کروں؟ کیا یہ نہیں سمجھ رہا ہوں کہ فہمی اور علی یہاں چھپے ہوئے ہماری باتیں سن رہے ہیں۔"

"انہیں سننے دو.... تم میری فکر کرو۔"

"مجھے اپنی فکر ہے۔ پتا نہیں وہ کتنے عرصے سے تمہارے دماغ میں چپ چاپ آتے رہے ہیں اور تمہارے ذریعے ہمارے اہم منصوبے معلوم کرتے رہے ہیں۔ آئندہ میرے پاس نہ آنا۔ میں جا رہا ہوں۔"

علی نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟ تمہاری تلاش میں کتنے ہی دن ضائع کیے ہیں۔ اب تم بھی چھپ نہیں سکو گے۔"

"مسٹر علی! میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔"

"انسانی اعضا فروخت کرنے والا سب کا دشمن ہوتا ہے۔"

"اگر آپ مجھ پر بھروسا کریں تو میں یہ کاروبار چھوڑ دوں گا۔ کوئی دوسرا دھندا کروں گا۔"

علی نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ تم یہ کاروبار چھوڑ دو۔ میں اس کاروبار میں تمہارا شریک رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا "آپ؟ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو کیا دنیا کا کوئی مجرم یقین نہیں کرے گا کہ آپ ایسے کاروبار میں شریک ہو سکتے ہیں۔"

"اگر تم کچھ عرصے تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو میری بات کا یقین کر لو۔ مجھے آنکھوں کی اور گردوں کی ضرورت ہے۔ تم یہ چیزیں مجھے سپلائی کرو گے۔"

"آپ کو ضرورت ہے تو آپ جتنی تعداد میں چاہیں گے، میں اتنی ہی تعداد میں تمام چیزیں آپ کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"مختار شاہ نے ایک نابینا خاتون سے پانچ لاکھ روپے لیے ہیں۔ اس خاتون کو مختار شاہ کی آنکھیں دو اور اس نے جس مریض سے چار لاکھ لیے ہیں، اسے مختار شاہ کے دونوں گردے دے دو۔ یہ چیزیں اپنے بالتو ڈاکٹر کے ذریعے اسپتال پہنچاؤ اور آپریشن تک تمام مراحل سے گزرنے، انہیں بینائی اور گردے مہیا کرنے تک ہم خیال خوانی کے ذریعے موجود رہو گے اور تمام انتظامات کرتے رہا لیں گے۔"

یہ باتیں مختار شاہ کے دماغ میں ہو رہی تھیں۔ وہ چیخ کر بولا "نہیں، میں اپنی آنکھیں نہیں دوں گا۔ اگر اپنے دونوں گردے دوں گا تو زندہ کیسے رہوں گا؟"

فہمی نے پوچھا "کیا تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گی؟"

وہ خوف سے کانپتے ہوئے بولا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم میرے اندر بیٹھ کر میری موت کا فیصلہ کر رہے ہو۔"

فہمی نے کہا "تمہیں یکبارگی موت نہیں ملے گی۔ تم تھوڑا تھوڑا کر کے قسطوں میں مرو گے۔ پہلے تمہیں بے ہوش کر کے آنکھوں سے محروم کیا جائے گا۔"

وہ لرزتے ہوئے بولا "نہیں۔ خدا کے لیے ایسا ظلم نہ کرنا۔"

"تمہیں اس وقت خدا یاد نہیں آیا، جب تم نے میرے بے قصور ابو کو قتل کیا تھا؟ جب تم دل، گردے اور آنکھیں حاصل کرنے کے لیے معصوم عورتوں اور مردوں کو حادثے کے ذریعے مارتے ہو یا قتل کرتے ہو تو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے اور تمہیں ایسے اعمال کی سزا دینے والا ہے۔"

"اب میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اس بار مجھے معاف کر دو۔"

"موت۔ قسطوں میں موت۔ آنکھیں نکالنے کے ایک ہفتے کے بعد پھر تمہیں بے ہوش کیا جائے گا اور تمہارا ایک گردہ نکالا جائے گا۔"

وہ رونے لگا۔ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ وہ بولی "ایک ہفتے کے بعد تمہارا تیسرا اور آخری آپریشن کیا جائے گا کیونکہ دوسرا گردہ نکالنے کے بعد تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔"

اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ آدمی موت کے بعد ساکت ہو جاتا ہے۔ وہ قسط وار موت کی دہشت سے موت سے پہلے ہی ساکت ہو گیا۔

○☆○

امریکن آرمی کے چند بڑے افسران، مین کلر کی مسلسل ناکامیوں سے مایوس ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس کی لاعلمی میں ایک ہنگامی اجلاس منعقد کیا۔ اس خفیہ اجلاس میں فوج کے صرف وہ چھ بڑے افسران شریک تھے، جو یوگا کے ماہر تھے۔ انہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ مین کلر یا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ سکیں گے۔

ایک افسر نے کہا "مین کلر کو ٹیلی پیتھی کے شعبے کا ہیڈ بنانے میں عجلت سے کام لیا گیا تھا۔ اس کی صلاحیتوں کو اچھی طرح آزمایا گیا۔ اس کی کمزوریوں پر توجہ نہیں دی گئی۔ اب اس کی کمزوریاں سامنے آ رہی ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "اس کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنی غلطیوں پر پردہ ڈالتا رہتا ہے۔ تاکہ ہم اسے نااہل نہ کہہ سکیں۔"

تیسرے نے کہا "وہ جھوٹ ایسے بولتا ہے، جیسے سچ کہہ رہا ہو۔ اس نے پہلے پورس کو گرفتار کیا تھا اور ہم سے کہتا رہا تھا کہ پارس کو گرفتار کیا ہے اور اسے ایسے سخت پہرے میں قید رکھا ہے، جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔"

"اور جب پورس اس سخت پہرے داری سے نکل کر بھاگ گیا تو وہ اپنی صفائی پیش نہ کر سکا۔ ہمیں مطمئن نہ کر سکا کہ وہ کیسے فرار ہو گیا۔"

ایک افسر نے سامنے رکھے ہوئے گلاس سے کولڈ ڈرنک کے دو تین گھونٹ پیے پھر کہا "ہم ٹیلی پیتھی کی بھول بھلیوں کو سمجھ نہیں سکتے ہیں اور وہ مین کلر ہمیں الٹی سیدھی باتیں سمجھا کر مطمئن کرنے کی کوششیں کرتا رہتا ہے۔"

"اس نے ضرغام کو سونیا کے مقابلے میں بھیجا تھا۔ وہاں بھی منہ کی کھانی پڑی۔"

"ٹیلی پیتھی کے شعبے کا ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہمیں مایوس کرتا جا رہا ہے اور ایسے میں دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ یہ علم ختم ہونے والا ہے اور مثالیں... امریکا، روس اور اسرائیل کے ٹریننگ سینٹر میں بہ مراحل رسانوں اور... والا پورس ہو گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر پورس کو ہلاک نہ کیا گیا تو ہمارا ملک سپر پاور بن کر نہیں رہ سکے گا۔"

"دوسرے چند فوجی افسران اور اعلیٰ حکام کہتے ہیں کہ مین کلر کو مزید موقع دیا جائے۔ وہ پورس کو ضرور ٹھکانے لگا دے گا۔"

ایک افسر نے ناگواری سے کہا "کل شام مین کلر نے پوری فورس کے ساتھ پورس کو گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ پورس انہیں اپنے پیچھے دوڑاتا رہا۔ وہ ایک پارک میں گیا۔ تعجب ہے کہ ایک پارک کا محاصرہ کر کے اسے گرفتار نہ کیا جا سکا۔ مین کلر پر مزید بھروسا کرنا دانش مندی نہیں ہو گی۔"

"دانشمندی یہ ہو گی کہ اب ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی قیادت پر تکیہ نہ کیا جائے۔ مین کلر کے علاوہ ہمارے پاس کتنے ہی ذہین، حاضر دماغ اور چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم ان میں سے ایک زبردست جوان کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے ایسا کیا تو مین کلر اعتراض کرے گا۔"

"ہم مین کلر کو کسی طرح مطمئن کریں گے۔ اس سے کہیں گے کہ آرمی والوں کو اپنے پرسنل معاملات کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ وہ ہمارے ماتحت رہ کر کام کرے گا۔"

"بہرحال مین کلر سے نمٹ لیا جائے گا۔"

"ہمارے پچھلے تجربات ہمیں یہی سمجھاتے ہیں کہ جب بھی ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر تنقید کرتے ہیں، ان کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہیں یا ان کے عہدے سے انہیں ہٹانا چاہتے ہیں تو وہ پہلے گستاخی اور نافرمانی کرتے ہیں۔ پھر باغی بن جاتے ہیں۔ ملک سے فرار ہو کر اپنی ایک نئی ٹیم بنا لیتے ہیں۔"

"بے شک وہ ایسا کر چکے ہیں۔ آئندہ مین کلر بھی ایسا کر سکتا ہے لیکن کسی کے باغی بن جانے کے خوف سے ہم کسی نااہل کو برداشت نہیں کر سکتے، ہمارے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے زیادہ اہل ہیں، ہم ان کی اہلیت، قابلیت اور ان کی بہترین صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مین کلر کے علاوہ اور کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آزمایا جائے۔"

"آرمی ٹریننگ سینٹر میں جس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہر امتحان میں سب سے زیادہ کامیابیاں حاصل کی ہیں، اس کا نام اسٹون ہارٹ ہے۔ میں چاہوں گا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے شعبے سے نکال کر باقاعدہ آرمی میں لایا جائے۔"

تمام اعلیٰ افسران اسٹون ہارٹ کی حمایت میں متفق ہو گئے۔

سیکرٹ ایجنٹوں کو جو ٹریننگ دی جاتی ہے اس میں سب سے اہم کورس فرہاد علی تیمور اور اس کی فیملی کے دوسرے افراد کے بارے میں ہوتا ہے۔ تمام سراغ رسانوں اور سیکرٹ ایجنٹوں کو فرہاد' سونیا' پارس اور علی تیمور وغیرہ کی پوری ہسٹری پڑھائی جاتی تھی۔ ان کی تمام حرکات و سکنات کو وڈیو فلموں کے ذریعے دکھایا جاتا تھا۔

ان فوجی افسران نے اسٹون ہارٹ کو انٹرویو کے لیے طلب کیا۔ ایک افسر نے پوچھا "ہم تمہیں ایک ٹاپ سیکرٹ مشن میں بھیجنا چاہتے ہیں۔ کیا تم خود کو ایسے مشن کا اہل سمجھتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "سر! میں بہت عرصے سے منتظر ہوں کہ مجھے ایک موقع ملے اور میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دے کر آپ حضرات کا اعتماد حاصل کروں۔"

ایک اور افسر نے پوچھا "اگر کبھی سونیا سے تمہارے مقابلے کی نوبت آجائے تو تم کیا کرو گے؟"

"سر! میں نے سونیا کے لائن آف ایکشن کا مشاہدہ بڑی توجہ سے کیا ہے۔ مقابلے کی نوبت آئے تو وہ لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرتی ہے۔ بڑی مکاری سے اپنے مقابل کو الجھا کر چپ چاپ اپنا کام نکال لیتی ہے۔"

تمام اعلیٰ افسران باری باری اس سے سوال کرنے لگے۔ وہ بہت ہی معقول اور مدلل جواب دیتا رہا۔ وہ انتہائی ذہین تھا اور اس کی یادداشت اتنی مستحکم تھی کہ وہ بڑے بڑے مجرموں کی ہسٹری یاد رکھتا تھا اور اپنی ڈائری میں یہ نوٹ بھی کرتا تھا کہ مجرموں کی کمزوریوں تک کیسی کیسی تدابیر سے پہنچا جاسکتا ہے۔

ان افسران نے ایک ٹاپ سیکرٹ مشن کے لیے اسٹون ہارٹ کا انتخاب کیا۔ ٹیلی پیتھی کے شعبے کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ مین کلر کو اور دوسرے اعلیٰ حکام کو لکھ بھیجا کہ آرمی کے لیے ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اسٹون ہارٹ کی تقرری آرمی میں کی جائے۔

مین کلر نے مخالفت کرتے ہوئے کہا "ٹیلی پیتھی کا شعبہ آرمی کی ہر ضرورت کے وقت کام آتا ہے۔ اس لیے علیٰحدہ سے آرمی میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تقرری نہ کی جائے۔"

آرمی کے سب سے بڑے افسر نے کہا "آرمی کے کچھ ٹاپ سیکرٹ معاملات ہوتے ہیں۔ ہم ایسے معاملات میں صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا رازدار بنائیں گے۔ لہٰذا آرمی کی یہ درخواست قبول کی جائے اور اسٹون ہارٹ کو آرمی کے حوالے کیا جائے۔"

فوج کے دوسرے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کے لیے مین کلر بہت اہم تھا اور وہ چھ بڑے افسران جو اسٹون ہارٹ کا مطالبہ کررہے تھے' وہ فوج کے اہم ستون تھے۔ انہیں ناراض نہیں کیا جاسکتا تھا۔

مین کلر کو اس بات کا غصہ تھا کہ آرمی والے اس کے مقابلے میں اسٹون ہارٹ کو اپنے سیکرٹ معاملات میں کیوں رازدار رہے ہیں؟ اور اس پر بھروسا کیوں نہیں کررہے ہیں؟

تمام اکابرین نے مین کلر کو سمجھایا کہ سب ہی اس پر بھروسا کرتے ہیں لیکن وہ ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کی حیثیت سے کئی اہم معاملات میں دن رات مصروف رہتا ہے۔ اگر اس کی تقرری آرمی میں کی گئی تو اسے ٹیلی پیتھی کے شعبے کو چھوڑنا اور ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے عہدے سے استعفیٰ دینا ہوگا۔

وہ اتنے بڑے عہدے سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے اکابرین کے سامنے قائل ہوگیا لیکن اندر ہی اندر جھنجلانے لگا۔ وہ چھ بڑے افسران یوگا کے ماہر تھے۔ ورنہ وہ ان کے دماغوں میں جاکر ٹاپ سیکرٹ مشن کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیتا۔

آرمی کے ان چھ افسران نے اسٹون ہارٹ کو اپنے ایک خفیہ اجلاس میں بلایا پھر اسے خوش خبری سنائی کہ وہ آئندہ آرمی میں رہ کر کام کرے گا۔ کسی بھی معاملے میں مین کلر کے آگے جواب دہ نہیں ہوگا۔ اسے پہلی آزمائش کے طور پر ایسے مشن پر بھیجا جارہا ہے' جس میں مین کلر کئی بار ناکام ہوچکا ہے۔

اسٹون ہارٹ نے کہا "میں سمجھ گیا سر! مجھے ایران بھیجا جارہا ہے۔"

"تم درست سمجھ رہے ہو۔ ہم ایران کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لیے وہاں تخریبی کارروائیاں کرتے رہیں گے لیکن تہران میں سونیا کے باعث تخریبی کارروائیاں سرد پڑگئی ہیں۔ دوسرے علاقوں میں کچھ کامیابیاں ہوتی ہیں۔ بعد میں وہاں ہمارے آدمی پکڑے جاتے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا "سونیا کے بے شمار ماتحت اور ایرانی رضا کار دوسرے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں' وہ ہمارے دہشت گردوں کی تاک میں رہتے ہیں۔"

تیسرے افسر نے کہا "اس سلسلے میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ ہمارے آدمیوں کو پکڑنے کے بعد یہ ثابت کردیتے ہیں کہ وہ سب امریکی آلۂ کار ہیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا میں انہیں بے نقاب کردیتے ہیں۔ اس طرح امریکا بدنام ہورہا ہے۔"

"اگرچہ ہم ان کے الزامات کا جواب سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کو دیتے ہیں اس کے باوجود سونیا کی وہاں موجودگی سے ہماری پوزیشن کمزور ہورہی ہے۔"

اسٹون ہارٹ نے کہا "میں یہ تمام باتیں جانتا ہوں۔ آپ چاہتے ہیں' سونیا ایران میں نہ رہے۔ اس نے وہاں اپنے خاص ماتحتوں اور ایرانی رضا کاروں کی جو ٹیم بنائی ہے' وہ کمزور ہوجائے۔"

"سونیا وہاں سے جائے گی یا اسے موت آئے گی' تب ہی وہ ٹیم کمزور ہوگی اور اس کے مقابلے میں ہم غالب آئیں گے۔"

"میری کوشش ہوگی کہ وہ صرف تہران نہیں ایران چھوڑ کر چلی جائے۔"

"تم سے پہلے بھی یہ دعویٰ ضرغام اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کیا تھا۔ ان کا انجام ہمارے سامنے ہے۔"

"سر! میں مین کلر اور ضرغام وغیرہ کی طرح دعویٰ نہیں کررہا ہوں۔ میں تو کوشش کرنے کی بات کہہ رہا ہوں۔ کوششوں کے دوران میں کبھی کامیابی بھی ہوتی ہے اور کبھی ناکامی بھی۔ آپ مجھے ایک بار آزمائیں اور وہاں جانے دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہارے جانے کے انتظامات کریں گے۔"

"سوری سر! سرکاری سطح پر یا خفیہ طور پر بھی میرے لیے کچھ نہ کیا جائے۔ میں بڑی رازداری سے تنہا جاؤں گا۔"

"کیا تمہیں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"نو سر!"

"ایران کے کئی علاقوں میں ہمارے سیکرٹ ایجنٹ' آلۂ کار اور زر خرید ایرانی ہیں۔ ان تمام لوگوں سے رابطہ کرنے کے الگ الگ کوڈ ورڈز ہیں۔ وہ تمام کوڈ ورڈز نوٹ کرلو۔"

"سوری سر! میں کسی کا کوڈ ورڈ یاد نہیں رکھوں گا۔ کسی سے رابطہ نہیں کروں گا۔ جب یہ لوگ گرفتار ہوجاتے ہیں تو پھر سیٹلائٹ کے ذریعے بیان دیتے ہیں کہ امریکا کے زر خرید تھے۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا' جس سے ہمارا ملک بدنام ہوجائے۔"

سب نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا تم وہاں سونیا اور اس کی ٹیم کے مقابلے میں تنہا رہو گے؟"

"سر! میں آپ سب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں۔ مجھے تنہا جانے دیں۔ اگر مر جاؤں گا تو صرف ایک آدمی مارا جائے گا۔"

وہ افسران سنجیدگی سے سوچنے لگے۔ ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ آخر انہوں نے ایک نیا تجربہ کرنے کے لیے اسے تنہا جانے کی اجازت دے دی۔

○☆○

میں نے بہت آرام کرلیا۔ اب بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر گھومنے پھرنے کی خواہش ہورہی تھی۔ ایسے وقت میری بیٹی اعلیٰ بی بی نے کہا "ہماری قسمت بھی عجیب ہے۔ آپ ہمارے پاس رہتے ہیں تو مما نہیں رہتیں اور جب مما آئیں گی تو آپ کسی مہم پر روانہ ہوجائیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ہمارے خاندان میں یہی ہورہا ہے۔ پارس اور علی بھی ہمیشہ ہمارے سائے میں نہیں رہتے تھے۔ پارس نے تمہاری مما کے سائے میں بچپن گزارا اور مجھ سے دور رہا۔ علی بھی اپنی ماما (آمنہ) کے سائے میں رہا اور کبھی میرے سائے میں.... اور اب تو دونوں ہی آزاد پنچھیوں کی طرح نہ جانے کہاں کہاں اڑتے پھرتے ہیں۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کبریا اور نادیدہ بابر کو ادارے سے دور کیوں رکھا گیا ہے؟ کیا وہ دونوں میری طرح یہاں تعلیم حاصل نہیں کریں گے؟"

"بیٹی! تمہاری ماما (آمنہ) روحانی ٹیلی پیتھی کی حامل ہیں۔ تمہاری ماما نے کبریا اور بابر کو لاہور میں رکھا ہے۔ بابر ابھی بہت چھوٹا ہے۔ کبریا کو خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے تعلیم دی جارہی ہے۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو' میں اعلیٰ بی بی ثانی ہوں۔"

"اور میں ہوں تمہاری مما۔ کیسی ہو تم؟"

"او مما! آئی لو یو۔ ابھی پاپا سے آپ کی باتیں ہورہی تھیں۔ کیا آپ تہران سے بول رہی ہیں؟"

"ہاں۔ میں اسی شہر میں ہوں۔ تمہاری بہت یاد آرہی ہے۔"

"آپ کو تو یاد کرتے ہی بیٹی کے پاس آجانا چاہیے۔ کیا میں آپ کو بلانے کے لیے پاپا سے سفارش کرادوں۔"

"سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ میری ممتا مجھے تمہاری طرف کھینچ رہی ہے۔ فون بند کرنے کے بعد اپنے پاپا سے کہنا' مجھ سے دماغی رابطہ کریں۔"

"میں ابھی کہتی ہوں۔ آپ ضرور آئیں اور جلد آئیں۔"

اعلیٰ بی بی نے فون رکھ کر مجھ سے کہا "مما' آپ کا انتظار کررہی ہیں۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "بیٹی نے پیغام دیا۔ میں چلا آیا۔ کیا یہاں آنے کا ارادہ ہے؟"

"یہی سوال تم سے کرتی ہوں' مجھے اپنی بیٹی سے کتنے عرصے تک جدا رہنا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے' کافی عرصہ ہوچکا ہے۔ تمہیں یہاں آجانا چاہیے۔"

"شکریہ۔ تو پھر تم تہران چلے آؤ۔"

"میں؟ میں وہاں کیا کروں گا؟ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ وہاں دشمن تمہارے نام سے جل رہے ہیں؟"

"میں چاہتی ہوں۔ اب تمہارے نام کی دہشت طاری رہے۔"

"میں سوچ رہا تھا' ادارے سے باہر نکلنا چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ تم کہہ رہی ہو تو چلا آتا ہوں۔"

"تو پھر کب آرہے ہو؟"

"ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا ہوں۔ جس فلائٹ میں سیٹ مل جائے گی' چلا آؤں گا۔ تمہیں فلائٹ نمبر بتادوں گا۔"

مجھے دوسرے دن صبح کی فلائٹ میں جگہ ملی۔ میں نے سونیا کو بتادیا کہ میں وہاں دوپہر تک پہنچ رہا ہوں۔ میں بہت عرصے کے بعد کھلی فضا میں آیا لیکن سفر کے دوران میں چند گھنٹوں تک طیارے کے اندر

قید رہا۔

وہاں سیٹوں پر ایک جوان مرد اور ایک جوان خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ میری سیٹ ایک کنارے تھی۔ خاتون اس سیٹ پر آگئی۔ میں نے اعتراض کیا "یہ میری سیٹ ہے۔ آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔"

وہ عاجزی سے بولی "پلیز ایک مہربانی کریں۔ مجھ سے سیٹ بدل لیں۔ وہ جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے بہت بور ہے۔ آپ ذرا اسے دیکھیں۔"

میں نے دیکھا۔ اس کے سامنے شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ مختلف خانوں میں مہرے رکھے ہوئے تھے اور وہ سر جھکائے آگے چال چلنے کے لیے سوچ رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی "سو نائس آف یو۔ ہمارا سفر اچھا رہے گا۔"

میں نے پوچھا "تم اس ہم سفر سے بیزار کیوں ہو؟"

"اس نے مجھ سے بات نہیں کی۔ تمام راستے تنہا شطرنج کھیلتا رہا۔ ایک مہرے سے دوسرے مہرے کو مارتا رہا۔"

"شطرنج ذہین لوگوں کا کھیل ہے۔ یہ شخص سنجیدہ اور ذہین لگتا ہے۔"

"جو کسی خوب صورت عورت سے بات نہ کرے کیا وہ خاک ذہین ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے، تم مجھے ذہین سمجھ رہی ہو کیونکہ میں تمہاری جیسی حسین عورت سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "اب میں ایسی حسین بھی نہیں ہوں۔"

میں نے کہا "آہ! تمہیں اپنے حسن و شباب کا احساس نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہیرا خود اپنی قدر نہیں جانتا ہے۔ اسے تو ہم جیسے جوہری ہی پرکھ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے تم کنواری ہو۔ ابھی تک کوئی پرکھنے والا نہیں آیا ہے۔"

وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ جبکہ پہلے ہی خاصی پھولی ہوئی صحت مند تھی۔ بدن کی جلد اتنی موٹی تھی کہ نزاکت کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ میں نے کہا "مجھے موٹی کھال والے گینڈے بہت پسند ہیں اور تمہاری کھال بہت موٹی ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کیا؟ تم نے ابھی کیا کہا؟ میری کھال موٹی ہے؟"

"اتنی موٹی ہے کہ گینڈے دیکھ کر حیران ہو جائیں گے۔"

وہ چیخ کر بولی "یو شٹ اپ۔ تمہیں عورت سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے؟"

کئی مسافر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ اسٹیوارڈ نے آکر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "یہ خاتون میری سیٹ پر بیٹھ گئی ہیں۔ اب کہہ رہی ہیں کہ ان کی کھال گینڈے کی طرح موٹی ہے۔ اگر موٹی ہے تو میں کیا کروں؟ میں نے صرف اتنا کہا، آپ انسان ہیں۔ اپنی مثال کسی جانور سے نہ دیں۔"

خاتون نے کہا "یہ جھوٹ کہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔"

اسٹیوارڈ نے بات کاٹ کر کہا "میڈم! آپ کے پاس ہم سفر آکر بیٹھتا ہے، آپ اس سے جھگڑا کرنے لگتی ہیں۔ ایک بیچارے کا سفر ختم ہوگیا۔ وہ چلا گیا۔ دوسرے صاحب شطرنج میں مصروف ہیں، آپ ان سے بھی لڑتی رہی ہیں۔ اب یہ تیسرے صاحب آئے ہیں۔ آپ ان سے بھی شروع ہو گئی ہیں۔"

"کیا میں لڑاکا ہوں؟ کیا میں پاگل نظر آتی ہوں؟"

"پلیز آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کے لیے علیحدہ سیٹ کا انتظام کروں گا۔ پلیز آیئے۔"

اسٹیوارڈ اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ دوسری بار وہ ایک جوان دوشیزہ کے ساتھ آیا۔ مجھ سے اور اس شطرنج کے کھلاڑی سے بولا "اگر آپ حضرات کو اعتراض نہ ہو تو یہ یہاں بیٹھیں گی۔"

میں نے کہا "ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

وہ حسینہ شطرنج کو دیکھ کر خوش ہو کر بولی "آہا، مجھے شطرنج سے محبت ہے۔ میں بڑے شوق سے کھیلتی ہوں۔"

شطرنج کے کھلاڑی نے مسکرا کر کہا "تو پھر آؤ۔ ہو جائے ایک بازی۔ میں تنہا بور ہو رہا تھا۔"

وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر چلی گئی۔ میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ حسینہ سے بولا "میرا نام صابر جلالی ہے۔ میں تہران جا رہا ہوں۔"

"میں بھی تہران جا رہی ہوں۔ میرا نام شیریں ہے۔"

شیریں کا نام سن کر مجھے کچھ یاد آیا۔ تہران میں ایک عجیب غریب لڑکی تھی۔ سونیا نے اس کا ذکر کیا تھا کہ اس دوشیزہ شیریں کے ساتھ اس کی ہمزاد بھی رہتی ہے۔

ضرغام نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن ناکام رہا تھا کیونکہ تنویمی عمل کے لیے لازمی تھا کہ شیریں اور اس کی ہمزاد پر بیک وقت عمل کیا جائے اور ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ ضرغام جب شیریں پر عمل کرتا رہا تھا تو اس کی ہمزاد اس کے دماغ سے تنویمی عمل کے اثرات کو مٹاتی رہی تھی۔

شیریں میرے اور صابر جلالی کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہوگئی تھی۔ میں اسے بالکل قریب سے دیکھ کر سوچ رہا تھا "کیا یہ وہی ہمزاد والی شیریں ہے؟"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے کہا "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ایک ایرانی دوشیزہ شیریں کے دماغ میں جایا کرتے تھے۔ کیا وہ شیریں تہران میں ہے؟"

"اسی شہر میں ہو سکتی ہے۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"یہاں ایک ہم سفر دوشیزہ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ہے۔ اس کا نام بھی شیریں ہے۔ یہ اپنے دوسرے ہم سفر کے ساتھ شطرنج کھیل رہی ہے۔"

سونیا نے کہا "شیریں نام کی کتنی ہی ایرانی لڑکیاں ہیں۔ ہاں جس کے دماغ میں میرے ماتحت جایا کرتے تھے اور جس کے ذریعے میں نے ضرغام کو جہنم میں پہنچایا تھا، اس شیریں کو شطرنج کھیلنے کا شوق نہیں تھا۔ اگر تمہاری ہم سفر کھیل رہی ہے تو پھر وہ کوئی دوسری شیریں ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر ان کا کھیل دیکھنے لگا۔ صابر جلالی نے کہا "تم کچھ عجیب سی ہو۔ پہلے غلط چال چلتی ہو۔ پھر مہرہ واپس لے کر صحیح چال چلتی ہو۔ آئندہ سوچ سمجھ کر چلو۔ غلطی کرو گی تو میں چال واپس لینے نہیں دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں خوب سوچ سمجھ کر چال چلوں گی۔"

میں چپ چاپ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر اسی کی آواز کہہ رہی تھی "تمہیں شطرنج کھیلنا نہیں آتا ہے۔ مگر تم کھیلنے بیٹھ گئیں۔ کتنی بار سمجھایا ہے، جو کام نہیں آتا، اسے نہ کیا کرو۔"

شیریں نے کہا "جو کام مجھے نہیں آتا، وہ تمہیں تو آتا ہے۔ تم تو ہر فن میں ماہر ہو۔ مجھے کسی میدان میں ہارنے نہیں دیتی ہو۔"

شیریں کی دوسری آواز نے کہا "میں تمہارے ساتھ پیدا ہو کر پچھتا رہی ہوں۔ اگر میں تمہاری ہمزاد نہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔"

اس کے خیالات پڑھنے سے تصدیق ہوگئی کہ وہ وہی شیریں ہے، جس کے ساتھ اس کی ہمزاد رہا کرتی ہے پھر میں نے اسے شطرنج کھیلتے دیکھا۔ وہ بالکل اناڑی تھی۔ مگر ایسی مہارت سے چالیں چل رہی تھی کہ صابر جلالی الجھ کر رہ جاتا تھا۔ اس کی تعریف کرتا تھا۔ "بھئی کمال ہے۔ تم تو غضب کی کھلاڑی ہو۔ پہلے تو الٹی سیدھی چالیں چل رہی تھیں۔ اب حیران کر رہی ہو۔"

وہ ہنس کر بولی "میں کھیلنا نہیں جانتی ہوں، وہ جانتی ہے جو مجھے چالیں سکھا رہی ہے۔"

صابر جلالی نے حیرانی سے پوچھا "کون تمہیں سکھا رہی ہے؟ تم تو میرے پاس تنہا ہو، تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ اس نے پوچھا "کیوں ہنس رہی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اس لیے کہ وہ تمہیں نظر نہیں آئے گی۔ وہ کسی کو نظر نہیں آتی ہے۔ جب وہ میرے کام آتی رہتی ہے اور کسی کو پتا نہیں چلتا ہے تو مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔"

صابر جلالی اپنا کھیل چھوڑ کر اسے گہری سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے دماغ کے اندر کوئی آتی ہے اور تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی والا معاملہ ہے؟"

"میرے دماغ میں تو کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔ ایک بار ضرغام نامی ایک شخص نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا مگر ناکام ہوگیا تھا۔"

"وہ ناکام کیوں ہوگیا تھا؟"

"وہ بے چارہ نہیں جانتا تھا کہ میرے دو دماغ ہیں۔"

"دو دماغ؟ یہ کیا بات ہوئی؟"

"تم بھی نہیں سمجھے۔ ایک دماغ میرا ہے اور دوسرا دماغ میری ہمزاد کا ہے۔ جب تک کوئی عامل ہم دونوں کے دماغوں پر بیک وقت تنویمی عمل نہیں کرے گا، تب تک میں کسی کی معمولہ اور تابعدار نہیں بن سکوں گی۔"

وہ بولا "میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا لیکن میں نے اس غیر معمولی علم کے بارے میں بہت پڑھا ہے اور ہمزاد کے متعلق بھی بہت پڑھا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ اس کا ایک دوسرا روپ پیدا ہوتا ہے۔ ایک اچھا ہوتا ہے، دوسرا برا ہوتا ہے۔ ایک کمزور ہوتا ہے۔ دوسرا قوی۔ اس طرح دونوں مل کر دہری فطرت اور دہری شخصیت کے حامل ہوتے ہیں لیکن جیسا کہ تم کہہ رہی ہو، ایسا پہلی بار سن رہا ہوں۔"

وہ بولی "میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ بس اتنا معلوم ہے کہ میری ہمزاد مجھے کسی طرح کا نقصان پہنچنے نہیں دیتی ہے۔ اپنے کھیل کی طرف دھیان دو۔ تم بازی ہارنے والے ہو۔"

"میں بھلا کیسے ہار سکتا ہوں۔ یہ تمہیں شہ دے رہا ہوں۔ تمہارے بادشاہ کی خیر نہیں ہے۔"

اس نے چال چلی۔ شیریں نے کہا "مجھے مات نہیں ہوگی۔ میں ایک بار سوچنے کا موقع دیتی ہوں۔ پھر چال واپس نہیں لینے دوں گی۔"

"میں چال کبھی واپس نہیں لیتا۔"

شیریں نے اس کی توقع کے خلاف ایسی چال چلی کہ وہ چونک کر اسے تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ شیریں کی اس چال کے بعد صابر جلالی کا شاہ چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ گویا اسے مات ہوگئی تھی۔

اس نے تمام مہرے سمیٹ کر رکھ لیے۔ بساط لپیٹ لی پھر کہا۔ "مس شیریں! میں تم سے متاثر ہوگیا ہوں۔ تم بہت ذہین ہو۔ کیا تہران میں تمہارا اپنا مکان ہے؟"

وہ سوچنے لگی۔ پھر بولی "شاید وہاں میرا مکان ہے۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے تمہیں اپنا مکان یاد نہ ہو۔"

"میری یادداشت کمزور ہے۔ مجھ سے جو بات کہی جاتی ہے، میں چند گھنٹوں میں اسے بھول جاتی ہوں۔"

"لیکن مکان تو ایسی جگہ ہے جہاں دن رات رہتے ہیں۔ اسے کیسے بھول رہی ہو؟"

"میں ایک ہفتے کے لیے پیرس گئی تھی۔ اتنے دنوں میں تہران کے راستے اور گلیاں بھول چکی ہوں۔ میری ہمزاد مجھے ان راستوں سے گزار کر میرے گھر تک پہنچائے گی۔"

"کیا تم تنہا رہتی ہو؟"

"ابھی تو تنہا ہوں۔ بعد میں کوئی دوست یا رشتے دار پیدا ہو سکتا ہے۔ میں اپنے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

میں شیریں کے دماغ میں تھا اور یہ تسلیم کر رہا تھا کہ وہ دماغی طور پر بالکل ویسی ہی ہے، جیسا کہہ رہی ہے لیکن صابر جلالی کے لیے

وہ عجوبہ تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ دماغی طور پر کمزور ہوگی اور یہ بھی اس کی عقل نہیں مان رہی تھی کہ اس کی کوئی ہمزاد ہے' جو دنیا والوں کے سامنے اسے نارمل بنا کر رکھتی ہے۔

میں نے محسوس کیا کہ شیریں کے دماغ میں میرے علاوہ کوئی دوسرا بھی پہنچا ہوا ہے۔ اس وقت جو بھی پہنچا ہوگا' پہلے اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ وہ بالکل معصوم اور صاف گو تھی۔ وہ نہ تو جھوٹ کہتی تھی اور نہ کسی کو دھوکا دیتی تھی۔ اس کے چور خیالات بھی یہی کہہ رہے تھے۔ وہ رازداری سے آنے والا اس کی ہمزاد سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اپنی سوچ کے ذریعے اسے بولنا پڑا۔

میں چند لمحوں کے لیے حیران رہ گیا۔ شیریں کے اندر وہ بولنے والا صابر جلالی تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں شیریں کی ہمزاد سے مخاطب ہوں۔ کیا واقعی ہمزاد کا وجود ہے؟"

اسے شیریں کے لب و لہجے میں جواب سنائی دیا "سوری' اس کی ہمزاد کچھ نہیں کہے گی۔ اس کے خیالات پڑھ کر یقین کرو یا نہ کرو' اس معصوم کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ بولا "میں بھی شیریں کی طرح معصوم' سچا اور ایمان دار ہوں۔ تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

اسے کوئی جواب سنائی نہیں دیا۔ صابر جلالی نے اس کے اندر اپنی بات دہرائی۔ شیریں نے ہنستے ہوئے کہا "جب ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر ایک دوسرے سے بولتے ہیں تو مجھے ان کی باتیں سننے میں مزہ آتا ہے۔"

"تمہیں اور مزہ آئے گا۔ میں تمہارے اندر بولتا رہوں گا۔ تم وعدہ کرو۔ تہران میں میری دوست بن کر رہو گی۔"

میرے قارئین ذہین ہیں۔ وہ اب تک سمجھ چکے ہوں گے کہ تہران جانے والا اور ٹیلی پیتھی جاننے والا صابر جلالی نہیں ہے بلکہ اسٹون ہارٹ ہے۔ اسے فارسی زبان پر عبور حاصل تھا۔ چہرے اور رنگت سے بالکل ایرانی لگتا تھا۔ شاید اس کے پاسپورٹ اور دیگر اہم دستاویزات سے بھی ثابت ہوسکے گا کہ وہ دادا اور پردادا کے زمانے سے ایرانی ہے۔

میں کسی اسٹون ہارٹ کے وجود سے اس وقت بے خبر تھا۔ یہ بات میرے علم میں نہیں تھی کہ امریکی فوج کے چھ بڑے افسران نے اسٹون ہارٹ کو سونیا کے خلاف ٹاپ سیکرٹ مشن پر بھیجا تھا۔

فی الحال میرے لیے یہ بات بہت اہم تھی کہ ہمارے ساتھ سفر کرنے والا صابر جلالی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا "میری جان! سفر جاری ہے اور کچھ نئی معلومات بھی جاری ہیں۔"

"وہ نئی معلومات کیا ہیں؟"

"میں نے جس ہم سفر شیریں کا ذکر کیا تھا یہ وہی ہے جس کے ساتھ ہمزاد رہتی ہے۔ یہ بڑی عجیب و غریب دوشیزہ ہے۔"

"میں بھی اسے قریب سے دیکھ چکی ہوں۔ اس کے بارے میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ وہ معصوم اور بے ضرر نظر آنے والی کسی موقع پر بہت خطرناک ثابت ہوگی۔"

میں نے کہا "خطرناک شیریں نہیں' اس کی ہمزاد ہوسکتی ہے ابھی ہم اسے سمجھ نہیں پارہے ہیں۔"

"تم خیال خوانی کے ذریعے بڑی رازداری سے اس کی اسٹڈی کرسکتے ہو۔"

"میں ایسا کروں گا۔ اب دوسری بات سنو۔ شیریں کے ساتھ شطرنج کھیلنے والا صابر جلالی پہلے تو ایک عام مسافر لگا۔ پھر اس کی اصلیت کھل گئی۔ وہ شیریں جیسے عجوبے کی حقیقت معلوم کرنے اس کے دماغ میں گیا تھا۔ میں نے وہاں اس کی سوچ کی لہروں کو سن لیا ہے۔"

"صابر جلالی نیا نام ہے۔ اس نام کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کوئی بہروپیا ہے۔"

"ہاں۔ ایران میں بہت سے بہروپیے امپورٹ ہورہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم تہران پہنچیں' تم پورے ایران کی خفیہ ایجنسیوں کو خبر کردو کہ صابر جلالی پر بظاہر کسی قسم کا شبہ نہ کریں۔ لیکن بڑی رازداری سے اس کی نگرانی ہوتی رہے۔ پہلے معلوم کیا جائے کہ وہ کیا کھیل کھیلنے آیا ہے۔ کھیل خطرناک ہوا تو اسے عبرتناک انجام تک پہنچایا جائے گا۔"

سونیا اب اس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے صابر جلالی کے سلسلے میں وہاں مصروف ہوگئی۔ میں آنکھیں بند کئے خیال خوانی میں مصروف تھا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ شیریں نے کہا "جب سے سفر شروع ہوا ہے' تب سے تم کبھی سو رہے ہو اور کبھی جاگ رہے ہو۔"

میں نے کہا "تم کھیلنے میں مصروف تھیں۔ میں کس سے باتیں کرتا اس لیے خوابوں اور خیالوں میں کھویا ہوا ہوں۔"

وہ بولی "جانتے ہو۔ میں نے تمہیں کیوں مخاطب کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم بتاؤ؟"

"میری ہمزاد کہہ رہی ہے کہ تم بہت اچھے آدمی ہو۔"

"یہ بات میرا ہمزاد بہت پہلے کہہ چکا ہے کہ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ تہران میں میرا کوئی نہیں ہے۔ تم میری بیٹی بن کر مجھے اپنے گھر لے جاؤ گی۔"

"ایسی بات ہے تو میں ابھی اپنی ہمزاد سے پوچھتی ہوں۔"

صابر جلالی نے طنزیہ انداز میں کہا "اچھا تو شیریں کی ہمزاد کی طرح تمہارا بھی کوئی ہمزاد ہے؟ میں سمجھ گیا۔"

میں نے پوچھا "کیا سمجھ گئے؟"

"تم اسے بیٹی بنا کر تہران میں اپنے رہنے کا ٹھکانا بنا رہے ہو۔"

اسی وقت شیریں نے خوش ہو کر تالی بجا کر کہا "تم میرے باپ ہو۔ میں تمہیں پاپا کہوں گی اور آئندہ تمہارے ساتھ رہا کروں گی۔"

صابر جلالی نے ناگواری سے کہا "میں نے تمہاری ہمزاد کو کئی بار مخاطب کیا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ تمہیں اس اجنبی کی بیٹی بنا رہی ہے۔ میں بھی نیک انسان ہوں۔ کیا تمہارا دوست نہیں بن سکتا؟ پلیز اپنی ہمزاد کو دوستی کے لیے راضی کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کر کے خاموش رہی۔ پھر آنکھیں کھول کر بولی "میری ہمزاد خاموش ہے۔ تمہارے سلسلے میں کوئی جواب نہیں دے رہی ہے۔"

اس نے تھوڑی دیر تک ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر شیریں کو دیکھا۔ پھر کہا "میرے سلسلے میں خاموشی ہے اور یہ سراسر میری انسلٹ ہے۔ میں تمہاری ہمزاد کے لیے ایک ناپسندیدہ شخص ہوں۔ اس لیے مجھے تمہارے پاس بیٹھنا بھی نہیں چاہیے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی اٹیچی اٹھا کر جہاز کے پچھلے حصے کی طرف چلا گیا۔ وہاں چند سیٹیں خالی تھیں۔ وہ ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر شیریں کے متعلق سوچنے لگا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس کی کوئی ہمزاد ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ آرہا تھا کہ شیریں بہت مکار ہے۔ کسی ہمزاد کا ڈراما پلے کر رہی ہے۔ ورنہ وہ خود ہی اتنی چالباز ہے کہ پہلے اس نے اناڑی بن کر کھیل شروع کیا۔ پھر بڑے ہی شاطرانہ انداز میں اسے مات دے دی۔

پھر اس نے ایک اجنبی سے دوستی کی۔ اسے اپنا باپ بنالیا لیکن جس کے ساتھ سفر کے دوران میں کھیلتی رہی' ہنستی بولتی رہی' اسے دوست نہیں بنایا۔ ایسے میں یہ شبہ ہونے لگا کہ وہ چالباز اس کی اصلیت کو کسی حد تک سمجھ رہی ہے۔ میں اس کے دماغ میں گیا تھا اور وہ انجان بنی رہی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کے چور خیالات اسے اناڑی ظاہر کریں اور وہ ماہر کھلاڑی کی طرح اسے مات دے دے؟

اسٹون ہارٹ نے اس پہلو سے بھی سوچا کہ شیریں معصوم اور نادان ہے لیکن اس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی چھپی ہوئی ہے۔

بہرحال اس نے خطرہ محسوس کیا۔ پھر اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ اسے مجھ پر بھی شبہ تھا کہ شیریں سے شاید میری پہلے کی شناسائی ہے اور ہم اس کے سامنے باپ بیٹی بن کر اسے الو بنا رہے ہیں۔

اچانک میں نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کیں اور سانس روک لی۔ یہ سمجھ گیا کہ وہی میرے اندر پہنچنا چاہتا ہے۔ اسٹون ہارٹ کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اب اس نے میرے بارے میں سوچا کہ میں صرف یوگا کا ماہر ہوں یا ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہوں؟ ایک بات سے دوسری بات اور دوسری سے تیسری بات نکلنے لگی۔ اس کی عقل نے کہا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور میں نے شیریں کے دماغ میں رہ کر اسے شطرنج کے کھیل میں مات دی ہے۔

اگرچہ وہ الٹی سیدھی باتیں سوچ رہا تھا لیکن اس صحیح نتیجے پر پہنچ رہا تھا کہ اس کے سر پر خطرہ منڈلا رہا ہے۔ اس نے اپنی اٹیچی کو کھول کر اس میں سے ایک جوڑا اور چند ضروری چیزیں نکالیں۔ اس اٹیچی کو بند کر کے دوسری جگہ رکھا۔ پھر ٹائلٹ میں آگیا۔ وہاں آئینے کے سامنے اس نے اپنے چہرے پر سے ماسک اتارا تو اسٹون ہارٹ کا اصلی چہرہ نمودار ہوگیا۔ اس نے قینچی سے ماسک کو کاٹ کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے۔ پھر انہیں کموڈ میں ڈال کر فلش کے ذریعے بہا دیا۔ پہلا لباس اتار کر دوسرا لباس پہن لیا۔ اتارے ہوئے لباس کو ایک شاپنگ بیگ میں رکھ لیا۔ پھر ٹائلٹ سے نکل کر دوسری سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔

اس کے پاس اسٹون ہارٹ اور صابر جلالی کے ناموں سے دو پاسپورٹ تھے اور دو ناموں کے دو ٹکٹ تھے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا اور دونوں پاسپورٹوں پر نیویارک سے روانگی کی مہر لگوائی تھی اور دونوں کے ناموں سے بورڈنگ کارڈ حاصل کئے تھے۔ اس طرح کمپیوٹر رپورٹ کے مطابق اس طیارے میں اسٹون ہارٹ اور صابر جلالی دو مختلف افراد سفر کر رہے تھے۔

جب وہ طیارہ تہران پہنچا تو ائرپورٹ کے مختلف حصوں میں ایرانی خفیہ ایجنسی کے جاسوس موجود تھے۔ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے امیگریشن کاؤنٹر پر کام کرنے والوں کے اندر تھے۔ تمام مسافر وہیں سے پاسپورٹ پر مہر لگوا کر لگیج ہال کی طرف جارہے تھے۔

اسٹون ہارٹ مسافروں کی قطار میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کی باری آنے پر اس نے کاؤنٹر پر اپنا پاسپورٹ دکھایا۔ چند سوالات کے جواب دیے۔ پھر پاسپورٹ پر مہر لگوا کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

مجھے' سونیا کو اور ایرانی خفیہ ایجنسی کے سراغرسانوں کو صابر جلالی کا انتظار تھا۔ امیگریشن کاؤنٹر پر جب اس کا پاسپورٹ آتا تو تمام سراغرساں اسے چہرے سے پہچان سکتے تھے اور خفیہ طور پر اس کی نگرانی کرسکتے تھے۔ لیکن ایک ایک کر کے تمام مسافر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر گئے اور صابر جلالی کسی کو نظر نہیں آیا۔

شیریں مجھے اپنے گھر چلنے کو کہہ رہی تھی۔ میں نے کہا "ذرا انتظار کرو۔ مجھے یہاں ایک شخص کی تلاش ہے۔"

سونیا مجھ سے کچھ فاصلے پر تھی۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی بنے ہوئے تھے۔ لیکن خیال خوانی کے ذریعے باتیں کر رہے تھے۔ وہ حیرانی سے کہہ رہی تھی "تمام مسافر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر چکے ہیں مگر صابر جلالی نظر نہیں آرہا ہے۔ طیارے سے اتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں آنے تک کہاں غائب ہوسکتا ہے؟"

نادیدہ بنانے والی گولیوں کے متعلق ہم یہی جانتے تھے کہ اب کسی کے پاس ایسی گولی نہیں ہے۔ لیکن جب کوئی طیارے میں

موجود ہو اور امیگریشن کاؤنٹر پر پہنچنے تک غائب ہو جائے تو شبہ کیا جاسکتا تھا کہ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولی ہے۔ یا پھر اس نے جو حکمتِ عملی اختیار کی تھی' وہ اس وقت ہماری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بعد میں ہم غور کرنے کے بعد سمجھ سکتے تھے۔

اسٹون ہارٹ ائرپورٹ کے اسی حصے میں ہم سے دور کھڑا ہوا ہمیں دیکھ رہا تھا اور یہ سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ اسے صرف ہم تلاش کررہے ہیں یا ایرانی پولیس اور خفیہ ایجنسیوں والے بھی ڈھونڈ رہے ہیں چونکہ وردی والے کسی طرح کی سرگرمی نہیں دکھا رہے تھے' معمول کے مطابق اپنی ڈیوٹی پر تھے اس لیے وہ یہ سوچ کر الجھ رہا تھا کہ میں اسے کیوں تلاش کررہا ہوں۔ وہ سونیا کو نہ تو پہچان رہا تھا نہ اس پر شبہ تھا کہ ہم سے اس کا کوئی تعلق ہے۔

ایسے وقت میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ صابر جلالی کی آواز سنائی دی "سانس نہ روکنا۔ میں صابر جلالی ہوں۔"

میں نے کہا "اچھا تو تم ہو۔ آنکھ مچولی کھیل رہے ہو۔"

"میں تو آنکھ مچولی کھیل رہا ہوں۔ تم کون سا کھیل کھیل رہے ہو۔ مجھے کس مقصد کے لیے تلاش کررہے ہو؟"

"کوئی مقصد نہیں ہے۔ حیرانی ہے کہ طیارے کے اندر سے تم کیسے غائب ہو گئے۔ یہاں نظر نہیں آرہے ہو۔ لیکن میرے اندر بول رہے ہو۔"

سونیا شکار کھیلتے وقت شیرنی کی نظر رکھتی تھی۔ وہ وہاں ٹہلتی ہوئی' ایک ایک کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اسٹون ہارٹ کو بھی دیکھا۔ وہ ایک طرف یوں گم صم بیٹھا ہوا تھا جیسے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو۔ خیال خوانی کرنے والے بھی اسی طرح گم صم رہتے ہیں۔ سونیا نے سوچا "یہ دو قدم کے فاصلے پر ہے۔ تصدیق کرلی جائے کہ کیا کررہا ہے؟"

وہ اسٹون ہارٹ کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ اسے خبر نہ ہوئی کہ ایک جوان عورت اس کے بالکل قریب ہے۔ وہ بولی "ہیلو مسٹر! کیا تمہارا نام جوزف ہے؟"

وہ خیال خوانی کرتے کرتے چونک گیا۔ اس نے سر اٹھا کر سونیا کو دیکھا پھر کہا "میں جوزف نہیں ہوں۔"

خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹتے ہی میں نے سونیا کی طرف دیکھا پھر اس کے اندر پہنچ کر سنا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں جوزف کو پہچانتی نہیں ہوں۔ اس نے فون پر کہا تھا کہ وہ بلیو سوٹ میں رہے گا اور جہاں بھی ہوگا' سر جھکائے سوچ میں ڈوبا ہوا ہوگا۔"

"میڈم! میں نے کہہ دیا نا کہ میں جوزف نہیں ہوں۔ پلیز جائیں' مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔"

سونیا... سوری کہہ کر اس سے دور ہو گئی۔ اسی وقت میں نے اپنے دماغ میں اس کی آواز سنی۔ وہ بولا "سوری ہماری بات ادھوری رہ گئی تھی۔ ایک خاتون نے خواہ مخواہ مداخلت کی تھی۔"

میں نے سانس روک کر اسے دماغ سے نکالا۔ پھر سونیا سے کہا "میری جان! تم نے تو کمال کردیا۔ ابھی جس کے پاس گئی تھیں' وہی صابر جلالی ہے۔"

وہ بولی "پھر تو کمال ہو گیا۔ میں اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ شیریں نے مجھ سے پوچھا "ہم یہاں کب تک بیٹھے رہیں گے؟"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "آؤ چلیں۔"

عمارت کے باہر شیریں کا ڈرائیور اس کے لیے کار لایا تھا۔ وہ میرے ساتھ دوسری طرف جارہی تھی۔ ڈرائیور نے کہا "مس صاحبہ! میں آپ کے لیے کار لایا ہوں۔ پلیز یہاں آئیں۔"

اس کی ہمزاد نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ اپنے ڈرائیور کو بھی بھول جاتی ہو۔"

میں اس کا ہاتھ تھام کر اسے کار کی پچھلی سیٹ پر لے آیا۔ سونیا نے اپنے ماتحتوں اور ایرانی خفیہ ایجنسی والوں کو تاکید کی کہ اسٹون ہارٹ کی خفیہ نگرانی کرتے رہیں اور اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

میں نے سونیا سے کہا "اب تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اسٹون ہارٹ امریکی ایجنٹ ہے۔"

"ہاں۔ اور بے حد چالباز ہے۔ اس کی چال سمجھ میں آگئی ہے۔ وہ ڈبل پاسپورٹ کے ساتھ آیا ہے۔ اس کی اٹیچی کی تلاشی لی جائے تو اس میں سے صابر جلالی کا پاسپورٹ ضرور برآمد ہوگا۔"

"چلو اچھا ہے۔ میرے یہاں آتے ہی ایک چالباز بھی آگیا ہے۔"

"میں تو یہاں سے جانے والی ہوں۔ تم اس سے کیسے نمٹو گے؟"

"جانے سے پہلے تمہیں نمونہ دکھاؤں گا۔ پہلے اپنے ایک ایک ماتحت سے کہو میرے دماغ میں آکر اپنی آواز سنائے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک ایک ماتحت آکر اپنا نام بتا کر جانے لگا۔ ایک ماتحت نے کہا "سر! وہ اصفہان جانے والی کوچ میں سفر کررہا ہے۔"

میں نے کہا "کوچ کے اگلے اسٹیشن کا فون نمبر معلوم کرو۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے مجھے فون نمبر بتایا۔ میں نے موبائل فون کے ذریعے اسٹیشن انچارج کو کوچ نمبر بتا کر کہا "آنے والی کوچ میں مسٹر اسٹون ہارٹ سفر کررہے ہیں۔ جیسے ہی کوچ وہاں پہنچے' اسے فون پر بلایا جائے۔ اس کے لیے ایک ضروری پیغام ہے۔"

میں فون بند کرنے کے بعد اسٹیشن انچارج کے دماغ میں رہا۔ جب وہ کوچ وہاں پہنچی تو اسٹیشن کے ایک ورکر نے کوچ کے اندر آکر کہا۔ "مسٹر اسٹون ہارٹ کے لیے ایک ضروری فون ہے۔ پلیز وہ بوتھ میں آکر فون اٹینڈ کریں۔"

اسٹون ہارٹ نے پریشان ہو کر سوچا "اس ملک میں مجھے کوئی

جانتا نہیں ہے۔ پھر کس نے فون کیا ہے؟"

دوبارہ کہا گیا کہ مسٹر اسٹون ہارٹ کو فوراً آکر فون اٹینڈ کرنا چاہیے۔ وہ اپنے پاسپورٹ وغیرہ کے مطابق اسٹون ہارٹ تھا۔ اپنے نام سے اور کوچ کے اندر اپنی موجودگی سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔

وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر کوچ کے باہر جانے لگا۔ میں نے موبائل فون کے ذریعے اسی نمبر پر رابطہ کیا۔ اسٹون ہارٹ نے اسٹیشن بوتھ میں آکر ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون؟"

میں نے شیریں کی آواز اور لب و لہجے میں کہا "ہیلو جلالی! میں شیریں بول رہی ہوں۔"

"میں جلالی نہیں ہوں۔ کسی شیریں کو نہیں جانتا ہوں۔"

"ہیلو جلالی نہ سہی' اسٹون ہارٹ تو ہو۔"

وہ چونک کر بولا "تم؟ تم مجھے اسٹون ہارٹ کے نام سے کیسے جانتی ہو؟"

"میں تو کچھ نہیں جانتی۔ میری ہمزاد نے تمہارا یہ نام اور یہاں کا ٹیلی فون نمبر بتایا تھا اور کہا تھا کہ میں اس نمبر پر تم سے بات کرسکوں گی اور واقعی بات کررہی ہوں۔ کتنا مزہ آرہا ہے نا؟"

"ہو شٹ اپ۔ آخر تمہاری یہ ہمزاد کیا بلا ہے۔ اسے میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ وہ کیسے جانتی ہے کہ میں اس کوچ سے سفر کررہا ہوں؟"

"وہ اب میرے ساتھ نہیں' تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ کبھی کبھی میرے پاس آتی ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں نے جہاز میں تم سے دوستی کرنے سے انکار کیا' اب نہیں کرنا چاہیے۔"

"ہو... شٹ اپ۔ تم کتنی تیز رفتاری سے بولتی ہو۔ مجھے تو کچھ کہنے کا موقع دو۔ مجھے تم سے دوستی نہیں کرنا ہے۔ اپنی ہمزاد سے کہو' میرے ساتھ نہ رہے۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"ہمزاد میری بات نہیں مانتی ہے۔ میں اس کی باتوں پر عمل کرتی ہوں۔"

"تم تو میرے لیے مصیبت بن گئی ہو۔"

"اگر مصیبت ہوتی تو میری ہمزاد ائرپورٹ کی پولیس کو بتا دیتی کہ تم اسٹون ہارٹ نہیں' صابر جلالی ہو۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہاں مانتا ہوں۔ تمہاری ہمزاد نے مجھ پر یہ مہربانی کی ہے۔ کیا آئندہ بھی مجھ پر مہربان رہے گی؟"

"آئندہ تم جہاں جا کر پناہ لوگے' وہاں معلوم ہوسکے گا کہ میری ہمزاد تمہارے لیے کیا سوچے گی اور کیا کرے گی۔"

میں نے رابطہ منقطع کردیا۔ کوچ وہاں سے جانے والی تھی۔ وہ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا "میں سونیا کو مجبور کرنے آیا تھا کہ وہ اس ملک سے چلی جائے۔ لیکن یہاں سونیا کا دور تک پتا نہیں ہے اور یہ شیریں کی ہمزاد میرے پیچھے پڑ گئی۔ سمجھ میں نہیں آتا' اس سے کیسے پیچھا چھڑاؤں؟"

میں سونیا کو یہ ساری باتیں بتا رہا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "تم بھی خوب چالباز ہو۔ شیریں کی ہمزاد کا ناٹک کرکے اسٹون ہارٹ کا سکون برباد کرتے رہو گے۔"

میں دماغی طور پر شیریں کے مکان میں حاضر ہو گیا۔ فی الحال یہی ارادہ تھا کہ جب تک کوئی خطرہ نہ ہو' میں اسی مکان میں رہوں گا۔ سونیا کے تمام ماتحت اب میرے حکم کے مطابق اسٹون ہارٹ کی نگرانی کررہے تھے۔ یہ پورا یقین تھا کہ وہ کبھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر ہمارے لیے چیلنج بن سکے گا۔

کوئی ضروری تو نہیں کہ ہم جو سوچیں' وہی ہوتا رہے۔ ہماری لاعلمی میں بعض اوقات ایسا کچھ ہو جاتا ہے' جس کی ہم توقع نہیں کرسکتے۔

اسٹون ہارٹ کوچ میں سفر کررہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا کہ کس طرح ہمزاد سے پیچھا چھڑائے۔ ایسے ہی وقت اسے اپنے دماغ میں سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے سانس روکی۔ پھر بھی وہ لہریں موجود رہیں۔ شیریں کی ہمزاد نے کہا "یوگا کا کوئی ماہر مجھے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔"

وہ عاجزی سے بولا "تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

"میں جانتی ہوں تم زبردست چالباز ہو۔ لیکن اونٹ ہو کر پہاڑ تلے آگئے ہو۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ شیریں جسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئی ہے' وہ کون ہے؟"

"کون ہے؟"

"ٹیلی پیتھی کی دنیا کا شہنشاہ فرہاد علی تیمور۔"

وہ سہم کر بولا "نہیں۔ وہ فرہاد علی تیمور نہیں ہوسکتا۔"

"جب وہ تمہاری شہ رگ دبائے گا' تب تمہیں یقین آئے گا اور کیا تم جانتے ہو کہ ائرپورٹ پر جس لیڈی نے تمہیں جوزف کہہ کر مخاطب کیا تھا' وہ مکارِ زمانہ سونیا ہے۔"

وہ ہکا بکا سا رہ گیا۔ یک نہ شد دو شد۔ وہ سونیا کو ایران چھوڑنے پر مجبور کرنے آیا تھا۔ لیکن وہاں فرہاد بھی موجود تھا۔ اس نے کہا "میں واپس چلا جاؤں گا۔"

ہمزاد نے کہا "واپسی کا راستہ نہیں ہے۔ سونیا کے تمام ماتحت اور ایرانی خفیہ ایجنسی والے مختلف بہروپ میں تمہارے آس پاس ہیں۔ وہ تمہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ تم کسی بھی خفیہ پناہ گاہ میں چلے جاؤ' ان سے چھپ نہیں سکو گے۔"

"تم یہ تمام باتیں کیسے جانتی ہو؟ اور کیا سوچ کر مجھے ان خطرات سے آگاہ کررہی ہو؟"

"یہ نہ پوچھو کہ میں کیا جانتی ہوں اور کیسے جانتی ہوں؟ یہ بتانا بھی ضروری نہیں سمجھتی کہ میں نے ائرپورٹ پر تمہاری اصلیت سونیا اور فرہاد کو کیوں نہیں بتائی۔ کیا یہ تمہارے اطمینان کے لیے کافی نہیں ہے کہ میں تمہاری حفاظت کررہی ہوں۔"

"ہاں تم مہربان ہو۔ میں تمہارا جتنا بھی شکریہ ادا کروں' کم

ہے۔ آئندہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ بڑی سختی سے نگرانی کی جا رہی ہے۔ میں خود کو کیسے چھپا سکوں گا؟"

"میں تمہیں اس طرح چھپاؤں گی کہ کوئی دشمن تمہیں ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ سونیا اور فرہاد کی ذہانت اور مکاریاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

"میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ ہمیشہ تمہارے کسی کام آنے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔ لیکن تم فرہاد کو اپنی ہمزاد شیریں کے گھر میں کیوں رہنے دے رہی ہو؟"

وہ ہنس کر بولی "اس طرح وہ ہمیشہ میری نظروں میں رہے گا۔"

پتا نہیں' وہ شیریں کی ہمزاد تھی یا کون تھی؟ اس نے مجھے بھی چکر دے کر شیریں کے گھر میں میرے رہنے کی سہولتیں پیدا کردی تھیں' ویسے شیریں کو بیٹی بنا کر اس کے ساتھ رہنے میں میری مرضی بھی تھی۔ میں اس کے ساتھ رہ کر اس نادان دوشیزہ اور اس کی ہمزاد کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔

○☆○

شی تارا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جتنی کامیابیاں حاصل کرتی رہی اس سے زیادہ ناکامیوں کا منہ دیکھتی رہی۔ کبھی کسی ناکامی سے اس کی جان جاتے جاتے رہ گئی اور کبھی اس کی عزت خاک میں ملتے ملتے رہ گئی۔ کئی بار پارس نے اسے بچایا۔ آخری بار وہ پورس کے ہاتھوں خاک میں ملنے والی تھی۔

پورس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اسے زندہ تو رکھے گا۔ لیکن اپاہج بنا کر اسے سڑکوں پر سسک سسک کر جینے کے لیے چھوڑ دے گا۔ کیونکہ اس نے مین کلر اور اس کی فوج کے ذریعے پورس کو مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اگر اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولی نہ ہوتی تو وہ اب تک حرام موت مرچکا ہوتا۔

لیکن بنگلے میں پہنچ کر شی تارا کو پتا چل گیا کہ پورس نادیدہ بن کر اس سے انتقام لینے آیا ہے۔ وہ فوراً ہی نادیدہ بن کر اس بنگلے سے فرار ہوگئی۔ اسے معلوم تھا کہ پورس اپنی جیب میں اسپرے کرنے والی دوا رکھتا ہے۔ شی تارا اس سے اتنی دور چلی جانا چاہتی تھی کہ نادیدہ بنانے والی گولیوں پر اس دوا کا اثر نہ ہوسکے۔

وہ بنگلے سے نکل کر تیزی سے دوڑتی ہوئی مین روڈ پر آئی۔ وہاں کوئی ٹیکسی نظر نہیں آرہی تھی۔ فٹ پاتھ کے پاس ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کار کے اندر چلی آئی۔ ایک عمر رسیدہ شخص کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی داڑھی تھی۔ اس نے کھدر کا کرتا اور دھوتی پہنی ہوئی تھی۔ ماتھے پر تلک لگا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کہیں سے پوجا کرکے آرہا ہے۔

شی تارا کو اطمینان ہوا کہ وہ ایک ہندو کے ساتھ سفر کررہی ہے۔ وہ شخص تھوڑی دور تک خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا۔ پھر وہ دھیمی آواز میں یوں کہنے لگا جیسے اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی کسی ہستی سے باتیں کررہا ہو۔

وہ کہہ رہا تھا "میرا نام تلک رام بھاٹیا ہے۔ لوگ میری [cut off] اور بھگتی سے متاثر ہیں۔ مجھے گیانی سمجھتے ہیں اور مجھے بڑی [cut off] سے سوامی کہتے ہیں۔ سوامی تلک رام بھاٹیا!"

یہ کہنے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ کار کے [cut off] خاموشی رہی۔ پھر اس کی آواز ابھرنے لگی "انسان کا شریر [cut off] مرجاتا ہے۔ آتما زندہ رہتی ہے۔ ان میں سے جو بے چین آتما [cut off] ہے' وہ دنیا میں بھٹکتی رہتی ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ [cut off] نہیں مرتا۔ انسان زندہ رہتا ہے۔ اس کے باوجود نظروں [cut off] اوجھل ہوتا ہے۔ آتما کی طرح بھٹکتا رہتا ہے۔ جیسا کہ تم بھٹک [cut off] ہو۔"

شی تارا نے چونک کر اسے دیکھا۔ یوں لگا جیسے وہ اسے مخا[cut off] کررہا ہو۔ اسے کہہ رہا ہو کہ وہ ایک زندہ ہستی ہے اور نظر نہ [cut off] والی آتما کی طرح بھٹک رہی ہے۔ شی تارا کو شبہ ہوا کہ وہ نظر [cut off] ہے۔ وہ سوامی کہلانے والا مہان شخص اسے دیکھ رہا ہے۔ اس [cut off] اپنی سیٹ پر اِدھر سے اُدھر ہوکر خود کو عقب نما آئینے میں دیکھ[cut off] لیکن وہ آئینے میں نظر نہیں آرہی تھی۔ یہ ثابت ہورہا تھا کہ [cut off] نادیدہ ہے۔

سوامی تلک رام بھاٹیا کی آواز پھر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا [cut off] "مرنے والے کی آتما کسی سے خوف زدہ نہیں رہتی۔ لیکن جو [cut off] رہ کر آتما کی طرح بھٹکتے رہتے ہیں' وہ ساری عمر فکر و پریشانی [cut off] خوف و دہشت میں مبتلا رہتے ہیں لیکن تمہیں خوفزدہ نہیں [cut off] چاہیے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو دکھ نہیں پہنچایا۔ [cut off] تمہیں مجھ سے دکھ نہیں سکھ ملے گا۔ آؤ' میرے پاس آؤ۔ [cut off] پیچھے نہ بیٹھو۔"

وہ پہلے تو ہچکچائی۔ پھر پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ پر آگئی۔ [cut off] ڈرائیو کرتے ہوئے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولا "شاباش [cut off] تم نے میری بات مان لی۔ اسی طرح مانتی رہو گی تو ہمیشہ دشمنوں [cut off] محفوظ رہا کرو گی۔"

شی تارا حیران ہورہی تھی اور پریشان بھی ہورہی تھی۔ [cut off] سمجھ گئی تھی کہ بہت بڑے گیانی کے پاس پہنچ گئی ہے۔ وہ اپنے [cut off] کرم کا اتنا سچا ہے کہ اَن دیکھی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور اَن [cut off] باتوں کو سن لیتا ہے۔ وہ ساری دنیا سے چھپنے کے باوجود اس [cut off] نہیں چھپ سکے گی۔

اس کی پریشانی یہ تھی کہ وہ کسی کے سامنے ظاہر ہونا [cut off] چاہتی تھی۔ نادیدہ بنانے والی گولیوں کے ذریعے پراسرار بن [cut off] چاہتی تھی۔ لیکن یہ بھی تسلیم کررہی تھی کہ اپنی خوش قسمتی [cut off] ایک مہا گیانی کے پاس پہنچ گئی ہے' ہوسکتا ہے آئندہ اس سے [cut off] گن سیکھ لے جو اسے دوسروں سے برتر کرتے رہیں۔

سوامی جی نے پوچھا "کب تک خاموش رہو گی؟ اگر تمہا[cut off]

دل میں کسی طرح کا خوف ہے تو کچھ نہ بولو صرف اتنا بتادو کہاں جانا چاہتی ہو' میں وہاں پہنچادوں گا؟"

وہ بڑی دیر کے بعد بولی "میں آپ سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ آپ کبھی کسی کو دکھ نہیں پہنچاتے۔ میں بہت خوش نصیب ہوں کہ آپ جیسے دھرماتما کے چرنوں میں پہنچ گئی ہوں۔"

کہتے ہی وہ نمودار ہوگئی۔ سیٹ پر سے جھک کر اس کے قدموں کو چھونے لگی۔ سوامی جی کار کو ایک طرف روک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آشیرباد دینے لگے۔

○☆○

ثناشا نے لِلی ڈونا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کامیابی کے بعد مزید کامیابیاں بھی حاصل ہونے لگیں۔ اسے لِلی ڈونا کے خیالات سے معلوم ہوا کہ پارس اس کے پاس آتا رہتا ہے۔ کبھی دن اور کبھی رات گزارتا رہتا ہے۔ لیکن اس کے آنے جانے کا کوئی دن اور وقت مقرر نہیں ہے۔ وہ اچانک آتا ہے اور اچانک ہی چلا جاتا ہے۔ لِلی ڈونا یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں رہتا ہے؟

یہ معلومات بھی کافی تھیں کہ پارس لِلی کے پاس خاصا وقت گزارتا ہے۔ ثناشا نے سوچا اگر وہ لِلی ڈونا کے قریب رہے گی تو پارس کو بھی قریب سے دیکھ سکے گی۔ ان دونوں کی باتیں سن سکے گی اور اس کے منصوبے معلوم کرسکے گی۔ کسی زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرنے کا اور اس پر غالب آنے کا یہ ایک عام سا طریقہ رہا ہے کہ اس کے قریب رہنے کا موقع ملے تو اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اسے کمزور بنا دیا جائے اور اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا جائے۔

ثناشا لِلی ڈونا کے پاس نوکرانی بن کر آگئی تھی اور وہ بھی ایسا کرسکتی تھی۔ جب بھی پارس لِلی سے ملنے آتا وہ موقع پاکر اس کے کھانے پینے کی کسی چیز میں اسے اعصابی کمزوری کی دوا بھی کھلا سکتی تھی پھر اس کے دماغ پر حکومت کرنا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہوتی۔

کبھی وہ الپا کے دماغ پر قبضہ جما کر پورے اسرائیل کی حکمران بنی ہوئی تھی۔ پارس نے اسے حکمرانی سے محروم کردیا تھا۔ اب وہ اسی پارس کے دماغ پر حکومت کرسکتی تھی لیکن فرہاد اور اس کے بیٹوں کے بارے میں ایسا سوچنا بہت آسان تھا مگر کرنا بہت مشکل تھا۔ دشمنوں نے بارہا یہ تماشا دیکھا تھا کہ جسے فرہاد' پارس اور علی تیمور سمجھ کر ٹریپ کیا گیا یا ہلاک کیا گیا تو یہی انکشاف ہوتا رہا کہ وہ ان کی ڈمی تھی۔ وہ خوش فہمی کے اندھیرے میں شیر مارتے تھے۔ حقیقت کی روشنی میں پتا چلتا تھا کہ انہوں نے خرگوش کا شکار کیا ہے۔

ابھی چند روز پہلے مین کلر نے ایسا دھوکا کھایا تھا۔ اس نے پارس سمجھ کر پورس کو گرفتار کیا تھا اور اپنے ساتھ امریکا کے تمام اکابرین کو اس خوش فہمی میں مبتلا کررکھا تھا کہ فرہاد کا بیٹا چوہے دان میں پھنس گیا ہے۔ ثناشا ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ پہلے ہر پہلو سے یقین کرلینا چاہتی تھی کہ لِلی ڈونا کے پاس جو پارس آتا ہے وہ پارس ہی ہے۔ اس کی ڈمی نہیں ہے۔

اس نے یہ طے کرلیا تھا کہ کبھی جلد بازی سے کام نہیں لے گی خواہ ایک ماہ گزر جائے یا ایک برس۔ وہ اسی طرح پارس اور لِلی ڈونا کے قریب ان کی خادمہ بن کر رہے گی۔ ہوسکتا ہے کبھی پارس بیمار پڑ جائے تو بیماری کے دوران میں اس کا دماغ کمزور رہے گا پھر وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے چور خیالات پڑھ سکے گی۔ تب پورے یقین کے ساتھ معلوم ہوسکے گا کہ وہ پارس ہے یا نہیں؟

اس نے وہاں ملازمہ بن کر آنے سے پہلے اپنی بہن ثنالیہ سے کہا تھا کہ وہ اس پر تنویمی عمل کرے اور اس کے ذہن میں یہ نقش کردے کہ پارس اس کے دماغ میں آئے تو وہ بے اختیار سانس نہ روکے' پارس کو شبہ نہ ہونے دے کہ وہ یوگا کی ماہر ہے اور اس کے دماغ میں یہ بھی نقش کردے کہ پارس کو اس کے ثناشا ہونے کا علم چور خیالات کے ذریعے بھی نہ ہوسکے۔ اسے یہی معلوم ہوتا رہے کہ وہ کسی ایجنسی کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک ملازمہ ہے۔

ثنالیہ نے اپنی بہن کے دماغ میں یہ بنیادی بات نقش کردی کہ پارس جب بھی ثناشا کے دماغ میں آئے تو یہ معلوم نہ کرسکے کہ وہ ثناشا ہے۔

ثناشا کسی دوسرے سے اپنے دماغ پر تنویمی عمل نہیں کراسکتی تھی۔ کسی پر بھروسا نہیں کرسکتی تھی۔ اسے صرف اپنی بہن ثنالیہ پر بھروسا تھا۔ اس طرح اس کے دل میں اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ پارس اس پر کسی بھی پہلو سے شبہ کرسکے گا۔

پارس دوسرے دن لِلی کے پاس اس کے بنگلے میں آیا۔ لِلی نے جیسے والہانہ انداز میں اس کا استقبال کیا اس سے ثناشا نے سمجھ لیا کہ دونوں ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہتے ہیں۔ وہ آتے ہی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر ایک کمرے میں چلا گیا۔ ثناشا اس کمرے میں نہیں جاسکتی تھی۔ لِلی کے دماغ میں رہ کر ان کے پیار کے انداز کو دیکھ رہی تھی جب کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ اخلاقی تقاضے پورے کرتے ہیں لیکن وہ ایسا نہیں کررہی تھی۔

اس کے اندر بے چینی سی تھی کہ لِلی کے ذریعے پارس کی باتیں سنتی رہے اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتی رہے لیکن پارس کام کے وقت کام کی باتیں کرتا تھا اور تفریح کے وقت تفریح کے موڈ میں رہتا تھا۔

دوپہر کو لنچ کے وقت اس نے ثناشا کو دیکھا پھر لِلی سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

لِلی نے کہا "کیا بھول گئے۔ میں نے پچھلی شام خیال خوانی کے ذریعے کہا تھا کہ اتنے بڑے بنگلے میں میں تنہا نہیں رہ سکتی۔ تم نے

مشورہ دیا تھا کہ میں اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے کوئی ملازمہ رکھ لوں۔ یہ ایجنسی کی طرف سے آئی ہے' اس کا نام جولیا ہے۔"

نتاشا کھانے کی ڈش میز پر رکھ رہی تھی پھر وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ پارس نے دھیمی آواز میں پوچھا "کیا تم نے اس کے چور خیالات پڑھ لیے ہیں؟ مطمئن تو ہونا؟"

"میں نے تو پڑھ لیے ہیں' پوری طرح مطمئن ہوں۔ ویسے تم بھی اطمینان کرلو تو بہتر ہے۔"

نتاشا کچن میں تھی خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ پارس کسی بھی لمحے اس کے خیالات پڑھنے آنے والا ہے۔ وہ فوراً دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ پھر اسے پتا نہ چلا کہ پارس اس کے دماغ میں آیا ہے اور اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔

اپنی بہن نتالیہ کے تنویمی عمل کے مطابق وہ نتاشا کی حیثیت سے پارس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ اس طرح پارس کو بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ نتاشا کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ اس کے چور خیالات نے یہی بتایا کہ اس کا نام جولیا ہے اور وہ ایک وفادار اور روزے دار ملازمہ ہے۔ اس کی مختصر سی ہسٹری صرف اتنی سی تھی کہ اس کے ماں باپ مرچکے تھے۔ تین برس پہلے اس نے شادی کی تھی' اس کا شوہر اسے چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ تب سے وہ تنہا زندگی گزار رہی ہے۔

پارس نے لی سے کہا "ٹھیک ہے' سیدھی سادی سی عورت ہے۔ ایسے ویسے معاملات میں ملوث نہیں ہے۔ کوئی اس کا اپنا بھی نہیں ہے۔ تم چاہو گی تو یہ تمہارے ساتھ مستقل رہا کرے گی۔"

نتاشا نے کچن سے جھانک کر دیکھا۔ پارس کو باتیں کرتا دیکھ کر سمجھ گئی کہ اب وہ خیال خوانی نہیں کررہا ہے۔ وہ لی ڈونا کے دماغ میں آکر سننے لگی پھر یہ سن کر خوشی ہوئی کہ پارس اس پر کسی طرح کا شبہ نہیں کررہا ہے۔ وہ لی کے دماغ سے واپس آگئی۔ وہ زیادہ خیال خوانی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایسا ہوسکتا تھا کہ پارس پھر اس کے دماغ میں آجائے اور اسے خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھ لے۔ اس طرح اس کی اصلیت کھل جاتی۔

وہ ایسی غلطیوں اور حماقتوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کررہی تھی۔ اس کا طریقہ کار بتا رہا تھا وہ اسی طرح دانائی سے کام لیتی رہے گی اور غلطیوں سے بچنے کے لیے ہر پہلو پر نظر رکھے گی تو بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتی رہے گی۔

پارس اور لی ڈونا نے وہ تمام دن ایک ساتھ گزارا۔ پھر شام سے پہلے پارس کہیں چلا گیا۔ وہ لی کو یہ نہیں بتاتا تھا کہ کہاں جارہا ہے اور دوبارہ کب آئے گا؟ لی ڈونا کی لاعلمی کے باعث نتاشا کو بھی پارس کی دوسری مصروفیات کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ لیکن وہ مایوس نہیں تھی۔ رفتہ رفتہ کامیابی حاصل کرنے کا یقین کررہی تھی۔

اس رات اس نے لی ڈونا پر دوسری بار تنویمی عمل کیا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ اپنے اندر مین کلر کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ اس نے دوسری صبح مین کلر سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "پورس کا کچھ پتا چلا؟"

وہ جھنجلا کر بولا "جہنم میں گیا پورس۔ میں اس کے معاملے میں دوبار ناکام ہوچکا ہوں۔ میری بڑی سبکی ہورہی ہے۔"

"تم تو امریکا جیسے سپر پاور ملک میں ایک بہت بڑے عہدے پر ہو۔ بھلا تمہیں کس کے سامنے سبکی ہورہی ہے۔"

"آرمی کے چند اعلیٰ افسران میرا محاسبہ کررہے ہیں۔ میری مسلسل ناکامیوں کے پیش نظر یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ نہیں رہنے دیں گے۔"

نتاشا نے کہا "اس طرح تم بہت اونچے مقام سے نیچے گر جاؤ گے۔"

"جو افسران میرے خلاف ہیں وہ آرمی کے بہت بڑے ستون ہیں اور یوگا کے ماہر ہیں ورنہ میں ان کی ایسی کی تیسی کر دیتا۔ ان کی طرف سے اندیشہ ہے کہ کسی وقت بھی میرے خلاف کوئی بڑی کارروائی کرسکتے ہیں۔"

"وہ بھلا کیا کرسکیں گے۔ جیسا کہ تم کہہ رہے ہو وہ زیادہ سے زیادہ تمہارا عہدہ چھین لیں گے۔"

"وہ اور بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ اس ملک کے بڑے بڑے راز میرے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ وہ مجھے گولی مار سکتے ہیں تاکہ میں باغی بن کر ان کے راز دوسروں تک نہ پہنچا سکوں۔"

"اس کا مطلب ہے تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو؟"

"میں ایسا نادان بھی نہیں ہوں کہ خطرات کو سمجھتے ہوئے اپنی حفاظت کے انتظامات نہ کرسکوں۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم بہت دانشمند ہو اسی لیے تو میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ مجھے یقین ہے جب بھی تمہیں موقع ملے گا تم پارس اور پورس دونوں کا سر کچل دو گے۔ میری بڑی خواہش ہے کہ میں تمہارے ساتھ مل کر کام کروں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم میری ذہانت اور صلاحیتوں پر بھروسا کرتی ہو۔ تم جلد ہی دیکھو گی کہ میری تمام ناکامیاں کامیابیوں میں بدل چکی ہیں۔"

"میں تمہیں ایک بہت بڑی خبر سنانے آئی ہوں۔ اسے سننے کے بعد ہوسکتا ہے کہ تم اپنی حکمت عملی سے کامیابیوں کے راستے پر چل پڑو۔"

"ایسی کیا خبر ہے؟"

"میں لی ڈونا کے پاس گئی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ وہ مجھے اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ پھر بھی میں نے ایک چانس لیا پھر یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میں نے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھے' معلوم ہوا کہ اس کے سر میں اندرونی چوٹ آئی ہوئی ہے۔ جس کے باعث دماغ ۔۔۔ ہوگیا ہے اور یہ تو میں دیکھ ہی رہی تھی کہ وہ میری آمد کو محسوس نہیں کررہی ہے۔"

"تم نے اس کے اندر رہ کر کوئی خاص بات معلوم کی؟"

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو' اب تو تم بھی اس کے اندر جاکر بہت کچھ معلوم کرسکتے ہو۔ کیا ابھی اس کے دماغ میں جاؤ گے؟"

"میں ایسے کام میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتا۔"

وہ اسی لمحے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے لی ڈونا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اسے یہ معلوم کرکے خوشی ہورہی تھی کہ وہ مین ہٹن کی ستائیسویں اسٹریٹ کے بنگلا نمبر دس سو دو میں موجود ہے۔

مین کلر کے لیے سب سے بڑی خبر یہ تھی کہ پارس بھی اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن مستقل نہیں رہتا ہے۔ دو چار دنوں میں ایک بار اس کے پاس آتا ہے۔ لی ڈونا کی سوچ نے اسے بتایا کہ وہ آئندہ بھی دیوانہ وار اس کے پاس آتا رہے گا کیونکہ اس نے اسے دیوانہ بنا رکھا ہے۔

مین کلر نے نتاشا سے کہا "تم نے بہت بڑی کامیابی کا راستہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ ابھی پارس اس کے پاس نہیں ہے۔ لیکن آج یا کل کسی وقت بھی آسکتا ہے۔"

نتاشا نے کہا "جیسے ہی ہمیں پارس کی آمد کا علم ہوگا' تم اس بنگلے کو گھیر کر اس کے فرار کے تمام راستے مسدود کرکے اسے گولی مار سکتے ہو۔"

"پارس کو ہلاک کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور کی فیملی میں اور بابا صاحب کے ادارے میں زلزلہ آجائے گا۔ لہٰذا ایسی حکمتِ عملی سے اسے قتل کرنا ہوگا کہ اس کی ہلاکت کا الزام ہم پر نہ آئے۔"

نتاشا نے کہا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ پارس کے ہزاروں دشمن ہیں۔ کوئی بھی اسے ہلاک کرسکتا ہے۔ تم یہی کوشش کرو کہ اس کی ہلاکت کا الزام تمہارے سر نہ آئے۔"

"تم صرف میری بات کیوں کررہی ہو؟ کیا اس پر حملہ کرتے وقت تم میرے ساتھ نہیں رہو گی؟"

"بات یہ ہے مسٹر کلر! کہ......"

وہ بات کاٹ کر بولا "دیکھو' مجھ سے دور رہنے کا کوئی بہانہ نہ کرنا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرتے' ہمیں بھی نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ اعتماد کے بغیر دوستی نہیں ہوتی۔ یہ بہتر ہوگا کہ پہلے ہمارے درمیان اعتماد قائم ہوجائے۔"

"جب تک ہمارے درمیان اعتماد سے بھرپور دوستی قائم ہوگی تب تک لی ڈونا دماغی توانائی حاصل کرچکی ہوگی پھر پارس تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"میں لی ڈونا کی دماغی توانائی حاصل کرنے سے پہلے اس پر ابھی تنویمی عمل کروں گا۔"

"مسٹر کلر! ایسی غلطی نہ کرنا۔ ابھی اس کے خیالات پڑھ کر تمہیں پتا چلے گا کہ پارس ہر گھنٹے آدھے گھنٹے کے بعد اس سے دماغی رابطہ کرتا ہے۔ وہ تمہارے تنویمی عمل کے وقت پہنچے گا تو جو کارنامہ تم انجام دینا چاہتے ہو وہ تمہارے لیے خواب بن کر رہ جائے گا۔"

"میں یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا جیسے ہی مجھے معلوم ہوگا کہ پارس لی سے ملنے آیا ہے' میں اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔ اسے دیکھتے ہی گولی ماردوں گا۔ یہ میری زندگی کا اتنا بڑا کارنامہ ہوگا کہ تمام امریکی اکابرین مجھے سر پر بٹھائیں گے پھر کوئی مجھے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے عہدے سے نہیں ہٹا سکے گا۔"

"تم نہیں جانتے میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں۔ جب تم یہ کارنامہ انجام دو گے تو سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی۔"

"ابھی پارس وہاں نہیں ہے۔ ہم اپنے ذاتی معاملات پر گفتگو کرسکتے ہیں۔"

"کیا تم وہی دوستی اور اعتماد کی بات کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ اگر ہمارے درمیان ایک بہت مضبوط رشتہ ہوجائے تو پھر بے اعتمادی ختم ہوجائے گی۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ جب ہم میاں بیوی بن

جائیں گے تو ہمیشہ ایک دوسرے کی بھلائی کے لیے کام کرتے رہیں گے۔"

"تم ایسی بات کہہ رہے ہو جس کی میں توقع نہیں کر سکتی تھی۔"

"میں کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں کہہ رہا ہوں۔ شادی سب ہی کرتے ہیں۔ ہم کریں گے اور بڑی محبت اور اعتماد سے کریں گے۔"

"تم نے اتنی بڑی بات اچانک کہہ دی ہے' مجھے کچھ سوچنے کا وقت دو۔"

"ٹھیک ہے تم ہر پہلو پر غور کرلو۔ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے۔ ویسے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم مجھے بہترین لائف پارٹنر پاؤ گی۔"

ان کا دماغی رابطہ ختم ہوگیا۔ نتاشا سمجھ رہی تھی کہ اب وہ یلی ڈونا اور پارس کے سلسلے میں مزید معلومات حاصل کرتا رہے گا اور اس بات کی بھی تصدیق کرے گا کہ وہ واقعی ستائیسویں اسٹریٹ کے بنگلا نمبر دو سو دو میں ہے۔

مین کلر نتاشا کو کبھی نہ بتاتا کہ وہ پارس کو کس طرح ٹریپ کرے گا؟ لیکن نتاشا یلی ڈونا کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہی تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟

مین کلر نے خود اس ستائیسویں اسٹریٹ پر جاکر وہاں سے گزرتے ہوئے اس بنگلا نمبر دو سو دو کو دیکھا پھر اپنے کئی آلۂ کاروں کو حکم دیا کہ وہ راہ گیروں کے انداز میں اس بنگلے کے آگے پیچھے نگرانی کرتے رہیں۔

وہ اپنی اس مہم میں پہلی بار صرف اپنے ذاتی آلۂ کاروں کو استعمال کر رہا تھا۔ فوج کے کسی جوان سے کام نہیں لے رہا تھا اور نہ ہی اس نے کسی فوجی افسر کو بتایا تھا کہ وہ کتنی بڑی کامیابی حاصل کرنے والا ہے۔

مین کلر کے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی کہ وہ تنہا پارس کو ہلاک کرنے کا بہت بڑا اعزاز حاصل کر سکتا ہے۔ وہ جو میدان مارنا چاہتا تھا وہ بالکل خالی تھا۔ اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ کسی دوست یا دشمن کو خبر نہیں تھی کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔

بنگلے میں یلی ڈونا ہوتی' پارس ہوتا اور زیادہ سے زیادہ ان کی ملازمہ جولیا (نتاشا) ہوتی۔ کوئی زبردست دشمن مقابلے پر نہ ہوتا۔ پھر یلی ڈونا کے بیڈ روم میں پارس نہتا ہوتا۔

ایک قاتل کو جتنی سہولتیں میسر ہونی چاہئیں وہ تمام سہولتیں مین کلر کو حاصل ہوگئی تھیں۔ لیکن ایک چیز نہیں تھی۔ وہ شکار نہیں تھا اور جب شکار ہی نہیں تھا تو وہ تمام سہولتیں لے کر کیا کرتا۔ خالی میدان میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

انتظار میں پورا ایک دن گزر گیا۔ پھر وہ رات گزرنے لگی تو اسے تشویش ہوئی کہ پارس نے اسی طرح آنے میں دیر کی تو یلی ڈونا دماغی توانائی حاصل کرلے گی۔ پھر وہ اس کے دماغ میں رہ کر یہ [illegible] معلوم کر سکے گا کہ پارس اس کے پاس کب آنے والا ہے۔

پھر اس نے سوچا اگر پارس ایک آدھ گھنٹے میں وہاں [illegible] آئے گا تو وہ یلی کے دماغ پر قبضہ جما کر تنویمی عمل کرے گا۔ وہ معمولہ بن کر رہے گی تو آسانی سے اس کے اندر آتا جاتا رہے گا اور پارس کی موجودگی اور عدم موجودگی کی بھی خبر ہوتی رہے گی۔

اس پر تنویمی عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ تھوڑی دیر بعد مین کلر نے یلی ڈونا کے دماغ میں پارس کی آواز سنی "ہیلو یلی! کیا کر رہی ہو؟"

"تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں پندرہ منٹ کے اندر آرہا ہوں لیکن تمہارے بنگلے [illegible] اندر نہیں آؤں گا۔"

"اندر کیوں نہیں آؤ گے؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ میں کچھ خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ تم اپنا ایمرجنسی سفری بیگ تیار رکھو۔ میں جیسے ہی بنگلے کے سامنے آؤں' تم کار [illegible] آکر بیٹھ جانا۔"

یلی نے الماری کو کھول کر اس میں سے ایک بیگ نکالا۔ اس بیگ میں کپڑوں کا ایک جوڑا' ایک سائیلنسر لگا ہوا ریوالور [illegible] روزمرّہ ضروریات کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ تمام چیزیں اس بیگ میں ہمیشہ رہتی تھیں تاکہ ناگہانی سفر کے وقت کام آسکیں۔

مین کلر اس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اس کی اور پارس کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پارس اس بنگلے کے اندر خطرہ کیوں محسوس کر رہا ہے اور وہاں سے یلی کو بھی کیوں لے جا رہا ہے؟

مین کلر اس بنگلے سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس کے تمام [illegible] کار بھی بنگلے کے اطراف میں چھپے ہوئے تھے۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے ان سب کو اطلاع دی "پارس دس منٹ کے اندر اس بنگلے کے سامنے پہنچنے والا ہے۔ یلی فوراً ہی اپنے بنگلے سے [illegible] کر اس کی کار میں بیٹھے گی۔ پھر وہ دونوں کہیں چلے جائیں گے۔ سب محتاط رہ کر ان کا تعاقب کرو گے اور تعاقب کے دوران [illegible] سے زیادہ فاصلہ رکھو گے۔"

ایک آلۂ کار نے کہا "زیادہ فاصلہ رکھا جائے گا تو وہ نظر سے اوجھل ہوجائیں گے۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں یلی کے دماغ میں رہ کر معلوم کرتا رہوں گا کہ وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔"

مین کلر کے نصیب میں بھاگتے رہنا ہی لکھا ہوا تھا۔ پہلے پورس کے پیچھے بھاگتا رہا تھا اور سیکڑوں فوجی جوانوں کے ساتھ بھاگتا رہا تھا۔ اور اب پارس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ اس بار [illegible] تھا کہ بھاگ دوڑ کے نتیجے میں کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔

یلی ڈونا اپنی دانست میں پارس کے ساتھ جا رہی تھی لیکن [illegible] وقت اس کار میں اس کے ساتھ پورس تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے یلی سے رابطہ کیا تھا اور ایسے ڈرامائی انداز میں اسے خطرے کا احساس دلایا تھا کہ وہ اپنا سفری بیگ لے کر بنگلے سے نکل آئی تھی اور اب اس کے ساتھ کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہی تھی۔

اس نے پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"کیا بتاؤں کہاں جا رہے ہیں۔ لوگ جہاں جانا چاہتے ہیں' وہاں نہیں پہنچتے اور جہاں پہنچتے ہیں' وہاں شاید کوئی پہنچنا نہیں چاہتا۔"

"تمہاری اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟ کیا فلسفہ بول رہے ہو؟"

"سیدھی سی بات کر رہا ہوں۔ بعض اوقات ہم وہاں نہیں پہنچتے' جہاں جانا چاہتے ہیں۔"

"کہیں پہنچنے کے لیے ارادہ مضبوط ہونا چاہیے۔"

"ارادہ ہمیشہ پورا نہیں ہوتا۔ ہمارے پیچھے جتنے کتے دوڑ رہے ہیں' وہ شاید جانتے ہیں کہ ہمیں کہاں پہنچنا ہے۔"

یلی نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ یہ سمجھنا مشکل تھا کہ تعاقب کرنے والے کون ہیں اور کتنے ہیں؟ اس شاہراہ پر بے شمار گاڑیاں آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں۔ وہ بولی "تم خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ ہو سکتا ہے' تمہارے تعاقب میں کوئی نہ ہو۔ آخر تم خطرہ کیوں محسوس کر رہے ہو؟"

"تمہاری دماغی کمزوری کے باعث خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔"

"میری دماغی کمزوری؟ کیا تم سمجھتے ہو' میرا دماغ کمزور ہے؟"

"ہاں کمزور ہے مگر تمہیں اس کا علم نہیں۔"

وہ بے یقینی سے بولی "میں نہیں مانتی۔ میری دماغی قوت ایسی ہے کہ تمہارے سوا کوئی میرے اندر نہیں آسکتا۔"

پورس اپنا لب و لہجہ بدل کر اس کے دماغ میں آیا پھر بولا "ہیلو یلی ڈونا! تمہیں بہت خوش فہمی ہے کہ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہو۔ پھر سانس روک کر ان لہروں کو بھگا دیتی ہو۔ کیا مجھے بھگا سکتی ہو؟"

اس نے سانس روکی۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد سانس لی۔ پورس نے اجنبی لہجے میں کہا "سانس روکنے کے باوجود میں موجود ہوں اور تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

یلی نے پریشان ہوکر پورس کو دیکھتے ہوئے کہا "کوئی میرے دماغ میں گھس آیا ہے اور چیلنج کر رہا ہے کہ میں اسے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکوں گی۔"

"ابھی تم دعویٰ کر رہی تھیں کہ تمہارا دماغ کمزور نہیں ہے۔"

"ہاں میں دماغی طور پر توانا تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟"

"کسی نے تمہاری لاعلمی میں تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تمہارے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ کسی نے میرا دماغ کمزور بنا دیا ہے؟"

"ایسی باتیں اتفاقاً معلوم ہوجاتی ہیں۔ بہرحال میں تمہارے دماغ میں آکر تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں کس وقت تمہارے بنگلے میں وقت گزارنے آؤں گا۔ لیکن تمہارے اندر پہنچتے ہی مجھے نتاشا اور مین کلر کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ دونوں بول رہے تھے اور تم سحر زدہ تھیں۔ وہ دونوں تمہیں غائب دماغ بنا کر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔"

وہ حیرانی سے بولی "او گاڈ! وہ دونوں میرے دماغ کے اندر بول رہے تھے اور میں بے خبر تھی۔"

کار اب اسی راستے پر جا رہی تھی' جس کے دونوں طرف بہت بڑا پارک کئی کلومیٹر تک پھیلا ہوا تھا اور اب سے پہلے پورس نے اسی پارک میں جاکر نادیدہ بن کر' مین کلر اور اس کی پوری فوج کو پریشان کیا تھا۔

اس نے اسی جگہ کار روک دی' جہاں پہلی بار روکی تھی۔ پھر یلی ڈونا سے بولا "فوراً گاڑی سے نکلو اور اس پارک میں چلو۔ اب تمہیں وہ تعاقب کرنے والے نظر آئیں گے۔"

وہ دونوں کار سے اتر کر تیزی سے دوڑتے ہوئے پارک میں جانے لگے۔ ایسے وقت اسی سڑک پر کئی گاڑیاں آکر رک گئی تھیں۔ یلی نے پورس کے ساتھ دوڑتے ہوئے کہا "تم درست کہہ رہے تھے۔ واقعی دشمن ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔"

پورس نے ایک جگہ رک کر کہا "تم ادھر گھنے درختوں کی طرف جاؤ' میں ادھر جا رہا ہوں۔ تمہارے پاس ریوالور ہے۔ کوئی بھی دشمن نظر آئے تو اسے گولی مار دینا۔"

وہ دونوں مختلف سمت چلے گئے۔ پورس دوڑتا ہوا ایک درخت کے پیچھے گیا۔ پھر داڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ یلی ڈونا ایک ہاتھ میں ریوالور لیے ایک درخت کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ دشمن دوڑتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ اس نے ایک کی طرف

فائر کیا۔ ایک شخص کو گولی لگی۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔
مین کلر نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے تمام آلۂ کاروں سے کہا کہ وہ سب جہاں ہیں' وہیں رک جائیں۔ کوئی بلی ڈونا کے قریب نہ جائے۔
سب نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مین کلر بلی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کی پوزیشن معلوم کررہا تھا کہ وہ کس درخت کے پیچھے' کتنے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔
وہ گھنے درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپتا ہوا' ایک لمبا چکر کاٹ کر بلی کے پیچھے آگیا۔ وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی اور پیچھے سے آنے والے دشمن سے بے خبر تھی۔ کمبائے' بے چارہ مین کلر بھی بے خبر تھا کہ بلی ڈونا کے پاس پورس کھڑا ہوا ہے اور موت کی طرح نظر نہیں آرہا ہے۔
ایسے ہی وقت پارس نے بلی کے دماغ میں آکر پوچھا "تم وہاں پارک میں کیا کررہی ہو؟ میں یہاں بنگلے میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔"
وہ بڑی حیرانی سے بولی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم نے مجھ سے کہا تھا۔ بنگلے میں خطرہ ہے۔ میں تمہارے ساتھ وہاں سے نکل کر یہاں آئی ہوں۔"
"او گاڈ! تم دھوکا کھا گئی ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ پورس تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔"
"نہیں۔ وہ دھوکا نہیں دے رہا ہے۔ میں پورس کے ساتھ نہیں' پارس کے ساتھ آئی ہوں۔ پورس تم ہو' مجھے دھوکا دینے آئے ہو۔"
اسی وقت مین کلر نے پیچھے سے آکر ریوالور کی نال اس کی پشت سے لگادی "خبردار! ذرا بھی حرکت کروگی تو گولی چل جائے گی۔ اپنا یہ ریوالور پھینک دو۔"
بلی نے کہا "اچھا تو تم مین کلر ہو۔ میں تمہیں آواز سے پہچان رہی ہوں۔"
"مجھے باتوں سے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے فوراً ریوالور نہ پھینکا تو میں سچ مچ گولی ماردوں گا۔"
پارس نے اس کے اندر کہا "ریوالور پھینک دو۔ وہ گولی چلا سکتا ہے۔ اسے تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔"
بلی نے ریوالور پھینک دیا۔ مین کلر نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا کر بلند آواز سے للکارتے ہوئے کہا "پارس! تم جہاں بھی ہو' سامنے آجاؤ ورنہ میں تمہاری محبوبہ کو ٹھائیں کردوں گا۔"
پورس اس کے بالکل پیچھے تھا۔ جب وہ نمودار ہوا تو وہ اسے دیکھ نہ سکا۔ اس نے مین کلر کا ریوالور والا ہاتھ اوپر اٹھا کر گردن پر ایک گھونسا رسید کیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ پھر اس نے مین کلر کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ تابڑ توڑ ایسے حملے کیے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔
وہ چکرا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ اسے دوبارہ اٹھنے اور سنبھلنے میں ذرا دیر لگی۔ اتنی دیر میں اس نے اپنے کولھے میں سوئی کی چبھن محسوس کی۔ پھر پورس نے کہا "تمہارے لیے موت کی سزا بہت چھوٹی ہوگی۔ یہ ہارمونز کا انجکشن تمہیں ایک مردے سے بدتر رکھے گا۔"
پھر اس نے بلی سے کہا "ابھی پارس تمہارے اندر درست کہہ رہا تھا۔ میں پورس ہوں اور تمہیں دھوکا دے کر یہاں لے آیا ہوں۔"
بلی نے بے یقینی سے کہا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"
"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس وقت تمہارا محبوب تمہارے اندر ہوگا اور میری باتیں سن رہا ہوگا۔ بس یقین کرلو' میں پارس نہیں ہوں۔"
وہ غصے سے بولی "تم نے مجھے دھوکا کیوں دیا؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"
پورس نے کہا "تمہیں یاد ہے' پارس نے خیال خوانی کے ذریعے تم سے ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا اور ملاقات کرنے تمہارے بنگلے میں آنے والا تھا۔ اس وقت صرف میں ہی نہیں' مین کلر بھی تمہارے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اس بنگلے کو گھیر لیا تھا۔ اگر پارس وہاں پہنچ جاتا تو پھر اسے بنگلے سے نکل کر فرار ہونے کا موقع نہ ملتا۔ بنگلے کی چار دیواری کے اندر دنیا کی کوئی طاقت پارس کو موت سے نہیں بچا سکتی تھی۔"
پارس نے بلی سے کہا "یہ درست کہہ رہا ہے۔"
پورس نے کہا "بلی! تمہارے پارس کے بچاؤ کا ایک ہی طریقہ تھا کہ اس بنگلے کا محاصرہ توڑ دیا جائے۔ میں جانتا تھا کہ مین کلر تمہارے دماغ میں ہے۔ میں نے پارس بن کر تمہیں خطرے کا احساس دلایا اور تمہیں وہاں سے یہاں اس لیے بھی لے آیا کہ مین کلر کو بھی اس کے موجودہ انجام تک پہنچانا چاہتا تھا۔
"تم مجھے پارس سمجھ کر میرے ساتھ چلی آئیں۔ مین کلر اور اس کے آلۂ کار بھی مجھے پارس سمجھ کر دھوکا کھا رہے تھے۔ اس طرح میں نے بنگلے کا محاصرہ توڑ دیا۔ ان تمام کتوں کو دوڑاتا ہوا یہاں تک لے آیا۔
"اب اپنے پارس سے پوچھو کہ وہ ملاقات کے وقت بنگلے میں پہنچ کر کس قدر محفوظ رہتا۔ پچھلی بار اس نے کہا تھا کہ اس نے میرے احسان کا بدلہ اتارا ہے' اس بار میں اس کا قرض اتار کر جارہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں تمہارے پاس آرہا ہوگا۔"
یہ کہہ کر وہ بلی ڈونا سے دور ہوتا ہوا گھنے درختوں کے درمیان گم ہوتا چلا گیا۔

پارس ایسا نادان نہیں تھا کہ بلی ڈونا سے ملنے کے لیے بے دھڑک اس کے بنگلے میں چلا آتا۔ وہ جب بھی اس کے ساتھ وقت گزارنے آتا تھا تو پہلے خاموشی سے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے آس پاس کے حالات معلوم کرلیتا تھا۔
اگر پورس' بلی ڈونا کو بچانے کے لیے اس بنگلے میں نہ آتا اور اسے خطرے کا احساس دلا کر اسے وہاں سے نہ لے جاتا تو پارس بھی وہاں نہ جاتا۔ اس نے بنگلے میں جانے سے پہلے بلی ڈونا کے اندر رہ کر یہ معلوم کرلیا تھا کہ پورس چالاکی دکھا رہا ہے اور پارس بن کر بلی ڈونا کو اپنے ساتھ لے جارہا ہے۔
پارس نے دل میں یہ تسلیم کیا کہ پورس اسے اور بلی ڈونا کو نقصان پہنچانے کے لیے یہ چال نہیں چل رہا ہے۔ اس نے پہلے بھی بلی کو امریکن ملٹری انٹیلی جنس والوں کی حراست سے رہائی دلائی تھی۔ اس بار اس نے مین کلر کو پھانسنے کے لیے یہ چال چلی تھی اور اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔
وہ اسے ہارمونز کا انجکشن لگا کر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جنس تبدیل ہونے والی تھی۔ اس کے خاص آلۂ کار اسی پارک میں دور کہیں چھپے ہوئے تھے اور اس کے اگلے حکم کے منتظر تھے۔ وہ انجکشن لگوانے کے بعد زمین پر تھوڑی دیر تک پڑا رہا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بلی ڈونا وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پارس سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "یہ دشمن مار کھانے کے بعد پھر اٹھ کر بیٹھ گیا ہے۔ کیا میں اسے گولی ماردوں؟"
پارس نے کہا "نہیں یہ پورس کا شکار تھا۔ وہ اسے سزا دے کر گیا ہے۔ اسے زندہ رہنے دو۔"
"اس کے حواری اس پارک میں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے۔"
"تم اطمینان رکھو۔ میں ابھی ان سب کو وہاں سے رخصت کردوں گا۔"
وہ مین کلر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا "خدا غارت کرے پورس کو۔ میری پٹائی کرکے چلا گیا۔ اسے ایک عورت پر ہاتھ اٹھاتے شرم بھی نہیں آئی خدا کرے' اس کے ہاتھ ٹوٹیں۔"
پارس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے خیال خوانی کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر حکم دیا۔ "میرے پاس آؤ۔ یہاں بلی ڈونا ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہ لگائے۔"
اس کے تمام آلۂ کار اس کے پاس آگئے۔ وہ بولا "نظریں نیچی کرو۔ شرم نہیں آتی۔ کیا تمہاری ماں بہنیں نہیں ہیں؟"
وہ سب حیرانی سے اپنے باس کو دیکھ رہے تھے۔ مین کلر نے کہا۔ "مجھے سہارا دے کر لے چلو۔ بلی کو یہاں رہنے دو۔ اس کا خصم یعنی میرا بہنوئی پارس آکر اسے لے جائے گا۔"
وہ سب اسے اٹھا کر وہاں سے لے گئے۔ بلی ڈونا نے کہا "تم اتنی دیر سے میرے دماغ میں ہو مگر جسمانی طور پر دور ہو۔ تمہیں میری حفاظت کے لیے یہاں آنا چاہیے۔"
"کیا تم نے مجھے پاگل سمجھا ہے کہ اب تمہارے قریب آؤں اور تمہارے دماغ میں چھپ کر رہنے والوں کو حملہ کرنے کی دعوت دوں؟"
وہ بولی "میرے دماغ میں مین کلر چھپا ہوا تھا۔ اب وہ کسی دشمنی کے قابل نہیں رہا ہے۔ پورس میرے اندر آتا ہے لیکن وہ ہمارا دشمن نہیں ہے۔"
"دوست بھی نہیں ہے۔ جس کی دوستی اور دشمنی واضح نہ ہو' اس پر تم بھروسا کرو۔ مجھ سے یہ توقع نہ رکھو اور یہ نہ بھولو کہ پورس نے تمہارے اندر مین کلر اور نتاشا کی گفتگو سنی تھی اور پتا نہیں نتاشا کے علاوہ کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر آنے لگے ہیں۔"
وہ پریشان ہو کر بولی "یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ میرے دماغ کے دروازے دشمنوں کے لیے کیسے کھل گئے' مجھے پتا ہی نہیں چلا۔ میں کیا کروں؟ پلیز کسی طرح فوراً میرے دماغ کو لاک کرو۔"
"فوری طور پر کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ جو لوگ تمہارے اندر آتے جاتے رہتے ہیں' وہ مجھے تمہارے دماغ کو لاک کرنے نہیں دیں گے۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گا وہ توڑ کرلیں گے۔"
"بے شک وہ ایسا کریں گے لیکن مجھے کسی طرح بچاؤ۔"
"میں جادوگر نہیں ہوں۔ ذرا حوصلہ کرو۔ حالات کا مقابلہ کرو۔ موقع ملتے ہی تمہیں دشمنوں کی پہنچ سے دور لے آؤں گا۔"
"اس وقت تک دشمن میرا کیا حشر کریں گے؟"
"میں تمہارے دماغ میں آتا رہوں گا۔ میری کوشش ہوگی کہ کوئی تمہیں نقصان نہ پہنچاسکے۔"
"اس کا مطلب ہے' میں تنہا ہوگئی ہوں؟"
"کیا میں تمہاری تنہائی دور کرنے کے لیے آؤں؟"
"نہیں' میں تمہاری مجبوری سمجھ رہی ہوں۔ ایسی خود غرض نہیں ہوں کہ تمہیں اپنے قریب بلا کر تمہاری ہلاکت کا سامان کروں۔"
وہ پارک سے گزرتی ہوئی' اسی مین روڈ پر آئی' جہاں پورس اپنی کار روک کر اسے پارک میں لے آیا تھا۔ وہ کار وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ پارس نے کہا "پورس تمہارے لیے یہ کار چھوڑ گیا ہے۔ تم اس میں بیٹھ کر کہیں بھی جاسکتی ہو۔ میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ جلد آسکوں۔"
"میں جہاں بھی جاؤں گی' دشمنوں کو میرا ٹھکانا معلوم ہوتا رہے گا اس لیے اپنے اسی بنگلے میں جارہی ہوں۔"
اس نے کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر وہاں سے چلی گئی۔
پورس اس پارک سے پیدل نہیں گیا تھا۔ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ بلی ڈونا اس کی موجودگی سے بے خبر تھی۔
پارس نے تجزیہ کیا کہ پورس اس پارک سے کہاں گیا ہوگا؟

جہاں بھی گیا ہوگا' اسے ایک گاڑی کی ضرورت ہوگی جبکہ اس نے اپنی کار اسی مین روڈ پر چھوڑ دی تھی۔

وہ پچھلی بار بھی پارک کے اندر جا کر کہیں گم ہوگیا تھا اور مین کلر کے فوجی اسے تلاش کرتے رہ گئے تھے۔ اس بار بھی وہ پارک کے اندر گم ہوگیا تھا۔ پارس کو یقین ہوگیا تھا کہ شی تارا کی طرح پورس کے پاس بھی نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔

اس نے مکمل یقین کرنے کے لیے شی تارا کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "کون ہے۔ جلدی بولو ورنہ سانس روک کر بھگا دوں گی۔"

"میں ہوں پارس۔ میرے دماغ میں چلی آؤ۔"

وہ اس کے پاس آکر بولی "کیا بات ہے۔ آج میرے پاس کیسے آگئے؟"

"شی تارا! زیادہ چالاک نہ بنو۔ تم ابھی چھپ کر میرے پاس آئی تھیں۔ کیوں آئی تھیں؟"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تم کہاں ہو پھر تمہارے پاس کیسے آسکتی ہوں۔"

"تم نے نادیدہ بن کر پورس کا تعاقب کیا تھا۔ اسے مین کلر کی فوج کے ذریعے پکڑنا چاہا تھا۔ اسی طرح تم چھپ کر میرے پاس آئی تھیں۔ نادیدہ بنانے والی گولیاں صرف تمہارے پاس ہیں۔"

"تم نہیں جانتے۔ یہ گولیاں پورس کے پاس بھی ہیں۔ وہ بہت مکّار ہے۔ وہ پارک میں جانے کے بعد وہاں سے کہیں فرار نہیں ہوا تھا۔ تمام فوجی اسے ڈھونڈتے رہے' وہ نادیدہ بن کر میری کار میں آگیا تھا۔ مجھے خبر نہیں ہوئی اور وہ میری خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر شاید وہ میری نادیدہ گولیاں تلاش کررہا تھا۔ ایسے وقت میں نے اسے دیکھ لیا پھر وہاں سے فرار ہوگئی۔ اب اس سے اتنی دور چلی آئی ہوں کہ وہ اپنی اسپرے کرنے والی دوا کے ذریعے میری گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ نہیں بنا سکے گا۔"

"تم خواہ کتنی ہی دور چلی جاؤ' اسی دنیا میں رہو گی۔ پورس تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"اس وقت تم پیچھے پڑ گئے ہو۔ کسی خاص مقصد کے لیے میرے پاس آئے ہو۔ سچ بتاؤ' کیا یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں کس خفیہ پناہ گاہ میں ہوں؟"

"جب معلوم کرنا ہوگا تو تمہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور تمہارے قریب پہنچ جاؤں گا۔ فی الحال جو معلوم کرنا تھا' وہ کر چکا ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ پارس نے شی تارا کے ذریعے یہ تصدیق کرلی کہ پورس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ یوں تصدیق کرنے کے بعد یہ بات عقل میں آئی کہ جب اس نے نادیدہ بن کر شی تارا کا تعاقب اس کے بنگلے تک کیا تھا تو کیا وہ نادیدہ بن کر بلی ڈونا کے ساتھ کار میں نہیں گیا ہوگا؟

وہ خاموشی سے بلی کے اندر آگیا۔ وہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئی تھی۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر پریشانی سے سوچ رہی تھی "پتا نہیں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں گھسے ہوئے ہیں؟ میں بالکل بے یار و مددگار ہوگئی ہوں۔ پارس جیسا دوست بھی پتا نہیں کب تک میرے کام آسکے گا؟ کیا اس وقت تک میں دشمنوں کے رحم و کرم پر رہوں گی؟"

ایسی فکر اور پریشانیوں میں اس کی نیند اڑ سکتی تھی' بھوک مر سکتی تھی لیکن اپنے تحفظ کی کوئی تدبیر اس کے دماغ میں نہیں آسکتی تھی۔ چونکہ دماغ فری پورٹ بن گیا تھا اس لیے اپنے بچاؤ اور فرار ہونے کا کوئی طریقہ ذہن میں نہیں آسکتا تھا۔

تب اس نے سوچا "نہیں۔ مجھے ایسی زندگی گوارا نہیں ہے۔ میں ایک نہیں' کئی دشمنوں کے نرغے میں رہ کر زندہ نہیں رہوں گی۔ فکر اور اندیشوں میں' خوف اور دہشت میں مبتلا رہ کر جینے سے مر جانا بہتر ہے۔ میں مر جاؤں گی۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر الماری کے پاس آئی۔ اسے کھول کر نیند لانے والی گولیوں سے بھری ہوئی شیشی نکالی۔ ایک خواب آور گولی کھانے سے نیند آجاتی ہے۔ جو اس دوا کے عادی ہوتے ہیں' وہ دو چار گولیاں کھا کر سو جاتے ہیں۔ انہیں زیادہ تعداد میں کھایا جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

پارس نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی لیکن اسے گولیاں استعمال کرنے سے روکنے لگا۔ اسے محسوس ہوا' کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہے اور اسے گولیاں نگلنے پر مجبور کر رہا ہے۔

اسی وقت پارس نے ثناشا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اس کے دماغ میں کون چھپا ہوا ہے؟ اس بے چاری کو گولیاں کیوں کھلانا چاہتا ہے۔ یہ مر جائے گی۔ اس کی موت سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟"

ثناشا بھی پارس کی طرح بلی ڈونا کو ان گولیوں کے استعمال سے روک رہی تھی۔ اگر مین کلر نارمل ہوتا تو وہ بھی بلی کو موت کی طرف جانے سے بچاتا کیونکہ ایک بلی کا ہی دماغ ایسا تھا' جہاں پہنچ کر پورس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم کیا جا سکتا تھا۔

پھر پارس نے شی تارا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "ثناشا! میں تم میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی لیکن موجودہ حالات میں بلی ڈونا ہم سب کے لیے اہم ہے۔ تمہاری طرح میں بھی یہی کوشش کر رہی ہوں کہ یہ خواب آور گولیاں استعمال نہ کرے۔ پتا نہیں یہ کون ہے' جو اسے مرنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

ثناشا نے کہا "ہماری تمہاری ٹیلی پیتھی کی مشترکہ قوت زیادہ ہے۔ بلی کا جو بھی دشمن ہے' وہ کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

اس وقت بلی ڈونا کی یہ حالت تھی کہ وہ کبھی گولیاں کھانے پر آمادہ ہوتی تھی اور کبھی اس ارادے سے باز آجاتی تھی۔ اس کے دماغ میں کچھ رہنے والے اسے ایسا کرنے سے روک رہے تھے اور کچھ ایسا کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔

پورس کی اپنی حکمتِ عملی تھی۔ وہ بلی ڈونا کو خواب آور گولیاں استعمال کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ چال باز ایسا کیوں کر رہا تھا' یہ وہی جانتا تھا۔ وہ اسے مارنا چاہتا تھا یا مارنے کے بہانے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور کر دینا چاہتا تھا۔ بہرحال اس وقت وہ بلی ڈونا سے دشمنی کر رہا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ بلی کے اندر کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بچانے کے لیے زور لگا رہے ہیں اور اتنی قوتوں کے آگے' اس کی قوت کام نہیں آئے گی تب وہ بلی کے پیچھے نمودار ہوگیا۔ اس بنگلے میں اسے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ بلی اس سے بے خبر تھی۔

اس نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ اس کے ساتھ ہی پھر نادیدہ ہوگیا۔ بلی تکلیف کی شدت سے چیخ مار کر فرش پر گری پھر بے ہوش ہوگئی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ جب تک وہ ہوش میں نہ آتی' اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔

پارس دماغی طور پر حاضر ہو کر مسکرانے لگا۔ اب کسی شبے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ پورس نادیدہ بن جاتا ہے اور وہ اس وقت بھی بلی ڈونا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر اس کے بنگلے میں گیا تھا۔

بلی ڈونا نے بنگلے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا تھا۔ اس کے کمرے میں کوئی دشمن باہر سے نہیں آسکتا تھا۔ نادیدہ بن کر آنے والے نے ہی اس پر حملہ کر کے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

بظاہر یہ دشمنی تھی لیکن پارس مطمئن تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس نے بلی کو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچانے کے لیے ایسی حرکت کی ہے۔ اس نے سب ہی کو اس کے دماغ سے نکال دیا تھا۔

پورس کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ بلی کے ہوش میں آنے کے بعد تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر اس کے اندر آسکتے ہیں لیکن وہ مکّار کسی کو آنے نہیں دے گا۔ وہ بے ہوشی کے تسلسل سے بلی کو کوما میں پہنچا سکتا تھا۔

○☆○

کوئی احمق چالباز نہیں ہو سکتا۔ چالبازی کے لیے ذہانت لازمی ہے۔ ثناشا اپنے طور پر بڑی ذہانت سے کام لے رہی تھی۔ وہ اپنی چالبازی سے پارس کے اتنے قریب پہنچ گئی تھی کہ اس کی شہ رگ بھی کاٹ سکتی تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ ماضی میں بے شمار شاطرانہ چال چلنے والوں نے اس کے قریب تر رہ کر اسے ہلاک کرنے کی کوششیں کیں پھر ایسے کتنے ہی پارس' فرہاد اور علی تیمور کو ہلاک کیا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ ان کی ڈمی سے نمٹتے رہے ہیں اور انہیں ہلاک کر کے خوش فہمی میں مبتلا ہوتے رہے ہیں۔

ایسے سابقہ تجربات کی بنا پر ثناشا بہت محتاط ہوگئی تھی۔ اس نے ملازمہ بن کر ایک ہی چھت کے نیچے پارس کے قریب رہ کر اس پر حملہ نہیں کیا۔ اس نے مین کلر کو قربانی کا بکرا بنا کر پیش کر دیا پھر جو کچھ ہوا اس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔

وہ بلی ڈونا کے دماغ میں رہ کر یہ تماشا دیکھتی رہی کہ پورس کس طرح پارس بن کر بلی کو اس کے بنگلے سے پارک میں لے گیا تھا اور اس نے مین کلر کو اپنے پیچھے آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس طرح اس نے پارس کو مین کلر کے جان لیوا حملے سے بچا لیا تھا۔

اس طرح یہ بات سامنے آئی کہ پارس اور پورس نہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور نہ دشمن لیکن ایک دوسرے کے احسانات کا بدلہ چکانے کے لیے ایک دوسرے کے کام آتے رہتے ہیں۔

ثناشا نے اپنے کان پکڑ کر دل میں کہا "او گاڈ! اگر میں مین کلر کو قربانی کا بکرا نہ بناتی اور خوش فہمی میں مبتلا رہ کر خود پارس کو ہلاک کرنا چاہتی تو پارس اور پورس کے چکروں میں الجھ کر رہ جاتی۔ یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ پورس بھی بلی ڈونا کے دماغ میں آتا ہوگا اور خاموشی سے میری اور مین کلر کی باتیں سنتا ہوگا۔ میرا دھیان تو صرف پارس کی طرف تھا۔ شکر ہے کہ میں پارس اور پورس سے دور رہی ورنہ پورس مجھے بھی مین کلر کی طرح اپنے پیچھے دوڑا دوڑا کر مار ڈالتا۔"

ثناشا نے دو دن پہلے ایک خاتون کو ٹریپ کیا تھا۔ وہ خاتون اس کی ہم عمر تھی اور اس کے قد اور جسامت کے مطابق تھی۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے ملازمہ جولیا بنا دیا تھا۔ وہ آئندہ ایک چھت کے نیچے بلی ڈونا اور پارس کے قریب نہیں رہنا چاہتی تھی۔ پارس پھر کسی موقع پر ملازمہ جولیا پر شبہ کر سکتا تھا۔ اسی لیے ثناشا تنویمی عمل کے ذریعے دوسری ملازمہ جولیا تیار کر چکی تھی۔

ویسے ملازمہ پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ جس روز مین کلر پارس کو گھیرنا اور مارنا چاہتا تھا' اس روز بلی نے خود ہی ملازمہ جولیا کو چھٹی دے دی تھی۔ اس کے بارے میں یہی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ واردات کے دوران میں تمام وقت ان سے دور رہی تھی اور ان کے تمام حالات سے بے خبر رہی تھی۔ جو بھی اس کے چور خیالات پڑھتا' اسے یہی معلوم ہوتا کہ وہ معصوم' بے ضرر اور بے خبر رہی تھی۔

جب تک پورس نے بلی ڈونا کو بے ہوش نہیں کیا تھا اس وقت تک تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مطمئن تھے کہ بلی کے دماغ کو پارس لاک نہیں کر سکے گا۔ ان سب کو پورس کی طرف سے تشویش تھی۔ ہر آنے والا دن ان کے دل دھڑکاتا تھا کہ پتا نہیں وہ کس روز ٹیلی پیتھی کو نابود کرنے والی دوا اسپرے کرنا شروع کر دے گا۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پورس سے باخبر رہنا چاہتے تھے۔ کوئی اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ ایک بلی ڈونا ہی ایسی تھی' جس کے دماغ میں پہنچ کر انہیں پورس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا رہتا تھا۔

وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سوچ کر بھی الجھتے رہتے تھے کہ پارس اور پورس کے درمیان کس نوعیت کے تعلقات ہیں؟ یہ ظاہر تھا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے نہ اچھے تھے' نہ برے تھے۔ وہ کبھی ملتے نہیں تھے اور کبھی ایک دوسرے سے بولتے بھی نہیں تھے لیکن عجیب الجھانے والی بات تھی کہ ایک دوسرے کے کام آتے رہتے تھے۔

نتاشا اس نتیجے پر پہنچ رہی تھی کہ پورس بھی بلی ڈونا کا دیوانہ ہوگیا ہے اسی لیے اس سے دماغی رابطہ قائم کرتا رہتا ہے۔ پہلے بھی اس نے بلی کی مدد کی تھی۔ اس بار بھی اسے بنگلے سے نکال کر پارک میں لے گیا تھا۔ ہوسکتا ہے' پورس آگے چل کر بلی کو پوری طرح اپنے قابو میں کرلے اور اسے پارس سے چھین کرلے جائے۔ اگر ایسا ہوگا تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حق میں بازی پلٹ جائے گی۔ پارس اور پورس دونوں میں دشمنی پیدا ہوجائے گی۔

فی الوقت نتاشا کے سامنے دو بڑے مسائل تھے۔ سب سے پہلا اور اہم مسئلہ یہ تھا کہ پورس کی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے کس طرح محفوظ رہے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں کس طرح اپنی پوزیشن زیادہ سے زیادہ مستحکم بنائی جائے۔

پورس اگر مین کلر کو ہارمونز کا انجکشن نہ لگاتا' صرف اسے زخمی کر کے چھوڑ دیتا تو وہ اسے اپنا تابعدار بنالیتی لیکن اب تو وہ غلام نہیں' کنیز بننے کے قابل رہ گیا تھا۔ اس کے کسی کام نہیں آسکتا تھا۔

اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ پارس یا پورس میں سے کسی کو اپنا تابعدار بنا کر ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اپنا لوہا منوالے۔ اس نے جس طرح مین کلر کو سبز باغ دکھا کر اسے پارس کے پیچھے لگایا تھا اسی طرح پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سبز باغ دکھا سکتی تھی۔

وہ سوچنے لگی' کیا کرے؟ آئندہ کسے قربانی کا بکرا بنائے؟ اس کا بس چلتا تو وہ میٹھی چھری بن کر الپا سے دوستی کرتی اور اسے پارس کے پیچھے لگا دیتی لیکن یہ جانتی تھی کہ الپا کبھی پارس کو نقصان پہنچانا نہیں چاہے گی۔

یہودیوں کی یہ فطرت رہی ہے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اس کے برعکس الپا کٹر یہودی ہونے کے باوجود جناب علی اسد اللہ تبریزی سے دل کی گہرائیوں تک متاثر تھی۔ پارس ان کی ہدایات کے مطابق وقتاً فوقتاً اس کی مدد کرتا رہتا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر نتاشا' الپا کو پارس کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تو قطعی ناکام رہتی۔

وہ روسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ ان میں اب تک روزانوو سکی' کرسٹوو سکی اور گورانو جوزف نظروں میں آئے تھے۔ ان میں سے روزانوو سکی ایران میں سونیا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ کرسٹوو سکی کو نتاشا نے اپنا تابعدار بنالیا تھا اور گورانو جوزف کو شی تارا اپنا غلام بنا چکی تھی۔

نتاشا یہ جانتی تھی کہ شی تارا نے میجرٹی ہنٹر کو بھی اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے۔ وہ یہی دیکھ کر تلملاتی رہتی تھی کہ شی تارا اور الپا اس کی طرح عورتیں ہیں لیکن اس سے زیادہ اقتدار اور قوت حاصل کرتی جارہی تھیں۔

ان دونوں سے برتر رہنے کی اسے دو ہی صورتیں نظر آرہی تھیں۔ یا تو ان دونوں سے زیادہ اقتدار اور قوتیں حاصل کی جائیں یا ان دونوں کی قوتیں چھین لی جائیں۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین کر انہیں کمزور بنا دیا جائے۔

اس کی عقل نے سمجھایا کہ اگر وہ کسی طرح میجرٹی ہنٹر پر قابو پالے' اسے اپنا تابعدار بنالے تو اس کی کھوپڑی میں بیٹھ کر پورے فرانس پر حکومت کرسکتی ہے۔ یوں شی تارا سے فرانس کا اقتدار چھین کر وہ بہت بڑی بازی جیت سکتی تھی۔

اس کی ان منصوبہ بندیوں کے دوران میں پورس نے بلی ڈونا کو بے ہوش کر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ سے نکال دیا۔ نتاشا جتنی سہولتیں اور فائدے بلی ڈونا سے آئندہ حاصل کرنے والی تھی' پورس نے ان سب سے نتاشا کو بھی محروم کردیا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ پورس نے ایسا کیا ہے۔ بہرحال وہ آئندہ بلی ڈونا سے کچھ حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے اپنی تمام توجہ میجرٹی ہنٹر پر مرکوز کردی۔ اب وہ شی تارا کے مقابلے میں بہت بڑی بازی جیت لینے کا عہد کررہی تھی۔

○☆○

سوامی تلک رام بھاٹیا بہت پراسرار تھا لیکن خطرناک نہیں لگتا تھا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو پراسرار ہوں' وہ خطرناک بھی ہوں۔ شی تارا پہلے خوف زدہ تھی کہ پتا نہیں کس شخص کے قریب چلی آئی ہے۔ جو شخص اسے نادیدہ ہونے کے باوجود اپنی کار میں محسوس کررہا تھا وہ یقیناً بہت پہنچا ہوا تھا۔ اسے ہمیشہ کے لئے اوپر بھی پہنچا سکتا تھا۔

لیکن وہ اپنی باتوں سے بہت ہی نرم دل اور بے ضرر لگ رہا تھا۔ اس نے شی تارا سے کہا تھا کہ اسے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو دکھ نہیں پہنچایا ہے۔ اسے بھی سکھ ملے گا۔

وہ خاموش بیٹھی سوچتی رہی۔ کشمکش میں مبتلا رہی لیکن اس کی بھاری بھرکم شخصیت سے متاثر بھی ہوتی رہی۔ سوامی جی نے کہا "کب تک خاموش رہو گی؟ اگر تمہارے دل میں کسی طرح کا خوف ہے تو کچھ نہ بولو صرف اتنا بتا دو' کہاں جانا چاہتی ہو' میں وہاں پہنچا دوں گا۔"

آخر وہ کار کے اندر نمودار ہوگئی۔ سوامی تلک رام بھاٹیا کے قدموں میں جھک گئی۔ سوامی جی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آشیرباد دے کر کہا "بھگوان نے چاہا تو تم تمام مصیبتوں سے نکل آؤ گی اور ایک نئی زندگی گزارو گی۔"

انہوں نے تھوڑی دیر کے لیے گاڑی روک دی تھی۔ اسے آشیرباد دے کر پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ بولی "آپ نے کہا تھا کہ میں جہاں جانا چاہتی ہوں آپ مجھے وہاں پہنچا دیں گے۔ سوامی جی! آپ انترگیانی ہیں۔ یہ جان سکتے ہیں کہ فی الحال میری کوئی منزل ہے نہ ٹھکانا۔"

"میں جانتا ہوں۔ تم دشمنوں سے چھپتی رہتی ہو اور ٹھکانے بدلتی رہتی ہو۔ اس بار بھی کوئی تمہارے بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ تم اس سے بچنے کے لیے میرے پاس چلی آئی ہو۔"

"میں خوش قسمت ہوں کہ آپ کی پناہ میں آگئی ہوں۔ میرا دل کہتا ہے کہ آپ مجھے تحفظ دیں گے۔"

"تمہیں تحفظ حاصل ہوگا اور پناہ بھی ملے گی۔ نیویارک شہر سے تقریباً دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر میں نے ایک بہت بڑا آشرم قائم کیا ہے۔ وہاں میرے عقیدت مند آتے ہیں۔ ان میں سے جو مصیبت میں ہوتے ہیں' کھانے پینے اور رہنے سہنے کے معاملے میں بے سہارا ہوتے ہیں' وہ اس آشرم میں آکر ہفتوں اور مہینوں رہتے ہیں اور اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔"

وہ بولی "آشرم میں غریب' محتاج اور ضرورت مند رہتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں دیوی کے اونچے مقام پر رہتی آئی ہوں۔"

"تم اونچے مقام پر سب سے برتر رہنے کے لیے کئی برسوں سے جدوجہد کرتی آرہی ہو۔ اس طویل جدوجہد میں تم نے کیا پایا ہے؟"

"میں عارضی طور پر کامیابیاں حاصل کرتی رہی ہوں۔ میں نے بہت کچھ پایا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ میں بہت کچھ حاصل کرنے کے بعد بھی خالی ہاتھ ہوں۔"

"خالی ہاتھ بھی ہو' بے سہارا بھی ہو' کہیں تمہارا ٹھکانا بھی نہیں ہے اور بے یار و مددگار بھی ہو کیونکہ میرے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ سوامی جی نے کہا "تم سوچ رہی ہو کہ صرف میں ہی تمہارا مددگار نہیں ہوں۔ تم مجھ سے دور جا کر بھی کسی نئی پناہ گاہ میں محفوظ رہ سکتی ہو۔ جیسا کہ پہلے بھی تم بار بار دشمنوں سے بچنے کے لیے عارضی پناہ اور تحفظ حاصل کرتی رہی ہو۔ اب بھی تم جاسکتی ہو۔ میں نے تو پہلے بھی کہا تھا۔ مجھے بتاؤ' میں تمہیں کہاں پہنچا دوں؟ کیا کسی سڑک کے کنارے کار سے اتار دوں؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "نہیں۔ میں اپنی عادت سے مجبور ہو کر سوچ رہی تھی کہ مجھے ہمیشہ کی طرح کہیں تنہا اپنا ٹھکانا بنانا چاہیے لیکن آپ بہت بڑے گیانی ہیں۔ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ میں آپ کی شخصیت سے متاثر ہوں۔ آپ کو آزمانا چاہتی ہوں کہ آپ کے چرنوں میں رہ کر دوسرے غیر معمولی علوم بھی سیکھ سکتی ہوں یا نہیں؟"

"سیکھنے والے سب سیکھ لیتے ہیں۔ لگن اور حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"مجھ میں لگن اور حوصلہ ہے۔ میں آپ کے سائے میں رہوں گی لیکن آپ برا نہ مانیں۔ میں محتاجوں کی طرح آشرم میں نہیں رہوں گی۔ آپ اسے میری فطرت سمجھ لیں یا کمزوری' میں اپنی اونچی سطح سے نیچے نہیں آنا چاہتی۔ میں اسی لیے ایسے دشمنوں سے کترا رہی ہوں۔ وہ مجھے خود سے کمتر بنانا چاہتے ہیں۔ کوئی طاقت کے ذریعے' کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور کوئی چال بازیوں کے ذریعے مجھے اپنی تابعدار' اپنی کنیز بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ کیا میں اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے جدوجہد نہ کروں؟"

"تمہیں اپنی عزت اور مرتبہ قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کرنے کا حق ہے لیکن برتری حاصل کرنا دوسری بات ہے۔ ایسا کرنے کے لیے دوسروں کو اپنے سے کمتر بنانا پڑتا ہے۔ تم نے اسی لیے زیادہ سے زیادہ دشمن پیدا کیے ہیں کہ تم انہیں خود سے کمتر بنانا چاہتی تھیں۔"

"کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے؟"

"تم چاہو تو اپنی بھگتی اور تپسیا سے ایسی مہاگنی بن سکتی ہو کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کے سب ہی لوگ تمہیں پھر سے دیوی تسلیم کرنے لگیں گے۔"

وہ اس کی گفتگو اور بولنے کے انداز سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ اگرچہ عمر رسیدہ تھا لیکن ایک باڈی بلڈر کی طرح صحت مند تھا۔ اس کے چہرے اور شخصیت میں مردانہ کشش تھی۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی اچھی لگ رہی تھی۔ وہ سر جھکا کر گفتگو کررہی تھی لیکن بولتے بولتے بے اختیار نظریں اٹھا کر اسے دیکھ لیتی تھی۔

سوامی جی نے آشرم کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا "یہ ہے میرا آشرم۔ یہ چھ مربع کلو میٹر تک پھیلا ہوا ہے۔"

"میں آشرم میں رہنا نہیں چاہتی تھی اور آپ مجھے یہاں لے آئے ہیں۔"

"تم ایک بار اسے اندر سے دیکھ لو پھر یہاں سے جانا نہیں چاہو گی۔"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے کار کی کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر ایک ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبایا۔ اس کا رخ بڑے سے آہنی گیٹ کی طرف تھا۔ وہ لوہے کا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ سوامی جی کار ڈرائیو کرتے ہوئے احاطے کے اندر آگئے۔ وہاں کوئی دربان یا ملازم نہیں تھا۔ ان کے اندر آنے کے بعد لوہے کا گیٹ خود بخود بند ہوگیا۔

چھ مربع کلو میٹر کے درمیانی حصے میں ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ ایک مندر تھا اور دور تک کئی چھوٹے بڑے رہائشی کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ بے شمار مرد اور عورتیں نظر آرہی تھیں۔ بوڑھے اور بچوں کی تعداد برائے نام تھی۔ عورتیں گیروے رنگ کی ساڑیاں

اور مرد گیروے رنگ کی دھوتیاں پہنے ہوئے تھے۔ ان سب نے سوامی جی کو دیکھ کر جھک جھک کر ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا پھر اپنے اپنے دھرم کرم کے کاموں میں مصروف ہوگئے۔

وہ مخصوص انداز میں عبادت کررہے تھے۔ یوگا کے جتنے آسن ہوتے ہیں' وہ مختلف آسن اختیار کرکے سانس روک کر دھیان گیان میں محو رہتے۔ اس طرح عبادت کے ساتھ یوگا کی مشقیں بھی جاری رکھتے۔

سوامی جی نے ایک جگہ کار روک دی تھی۔ اس وسیع وعریض آشرم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی موٹر ٹرالیاں تھیں۔ اس نے سوامی جی کے ساتھ ایک موٹر ٹرالی میں بیٹھ کر اس آشرم کو اندر اور باہر سے دیکھا اور دل میں تسلیم کیا کہ وہ وہاں کچھ عرصہ محفوظ رہ سکتی ہے۔

اس نے کہا "سوامی جی! میں بڑے سے بڑے دشمنوں کو زیر کرتی رہی ہوں لیکن پارس اور پورس سے خوف زدہ رہتی ہوں' ابھی پورس میری جان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ میں اسی سے پیچھا چھڑا کر آپ کے پاس آئی ہوں۔"

"تم نادیدہ بنی ہوئی تھیں پھر وہ تمہیں کیسے نقصان پہنچا سکتا تھا؟ تم چاہتیں تو اسے نقصان پہنچا سکتی تھیں۔"

"میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اس کے پاس ایک ایسی دوا ہے جس کے ذریعے وہ میری نادیدہ بنانے والی گولیوں کے اثر کو زائل کردیتا ہے۔ مجھے ڈر ہے' وہ یہاں بھی نہ پہنچ جائے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ وہ یہاں کبھی نہیں آسکے گا۔"

"وہ بہت مکار ہے۔ اس کے پاس بھی ایسی گولیاں ہیں۔ وہ نادیدہ بن کر آسکتا ہے۔"

"تم بھی نادیدہ بن کر آئی تھیں لیکن میرے گیان سے چھپ نہ سکیں وہ بھی میری نظروں سے چھپ نہیں سکے گا۔ تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔"

"میں مانتی ہوں' وہ آشرم کے احاطے میں آپ کی اجازت کے بغیر نہیں آسکے گا لیکن وہ احاطے کے باہر سے دوا اسپرے کرے گا تو وہ ہوا میں تحلیل ہوکر یہاں تک آئے گی اور میری گولیاں اور کیپسول ناکارہ ہوجائیں گے۔"

"ناحق پریشان ہورہی ہو۔ میرا آشرم چھ کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ تم آشرم کے درمیانی حصے میں رہا کروگی تو اس کی اسپرے کی ہوئی دوا تمہاری گولیوں اور کیپسولوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"آپ کے سمجھانے سے مجھے بڑا حوصلہ مل رہا ہے۔"

سوامی جی نے مزید سمجھاتے ہوئے کہا "انسان سمندر کی گہرائیوں میں' زمین کی تہ در تہ میں اور خلا کی وسعتوں میں پہنچ جاتا ہے۔ انسان بڑا ضدی ہے' اسے جہاں جانے سے روکا جائے' وہ وہاں ضرور پہنچ جاتا ہے۔ پارس اور پورس بھی ضرور یہاں آنے کی کوششیں کریں گے لیکن میں یہاں تمہاری حفاظت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس کے لیے شرط ہے کہ میری ایک ہدایت پر عمل کرو۔ اپنے مخالفین کو یہ نہ معلوم ہونے دو کہ تم اس آشرم میں پناہ گز

وہ پہلے بھی گوشۂ گمنامی میں رہ چکی تھی۔ ہمالیہ کی ترائی جہاں بارہ مہینے برف رہتی ہے اور جہاں انسانوں کا گزر شاذونا ہوا کرتا ہے' وہاں ایک غار میں رہ کر شنکر بھگوان کی پوجا کرتی اور خیال خوانی کے ذریعے بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نمٹا کرتی تھی۔ کوئی اسے تلاش نہیں کرپاتا تھا۔ مخالفین پر ایک دیوی کا رعب اور دبدبہ طاری رہا کرتا تھا۔

وہ اس آشرم میں بھی روپوش رہ کر اپنے مخالفین سے ز سکتی تھی۔ پارس اور پورس اس کی تلاش میں بھٹکتے رہتے لیکن کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔

آشرم کے ایک حصے کی تعمیر جدید طرز پر کی گئی تھی۔ کسی شا محل کی طرح وہاں آرام و آسائش کا تمام سامان تھا۔ سوامی جی نے کہا "میں یہاں رہتا ہوں۔ اپنی اونچی حیثیت قائم رکھنے کے لیے بھی یہاں رہ سکتی ہو۔ یہاں رہ کر تم بڑے بڑے لارڈز اور شاہو کے محلوں کو بھول جاؤگی۔"

وہ خوش ہوکر بولی "یہ جگہ میرے مزاج کے مطابق ہے۔ یہاں محفوظ رہی تو یہیں ساری عمر گزار دوں گی۔"

"تم نے اس آشرم میں بہت کچھ دیکھا ہے اور آئندہ بھی کچھ دیکھتی رہوگی۔ میرے ساتھ آؤ۔ اب میں تمہیں اپنی دا ماں سے ملاؤں گا۔"

وہ دونوں اس محل کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ا کوریڈور میں آئے۔ وہاں ایک لفٹ تھی' اس آشرم کی عمار کے نیچے ایک بہت وسیع وعریض تہ خانہ تھا' جہاں لفٹ کے ذر پہنچا جاتا تھا۔

وہ دونوں لفٹ کے اندر آئے۔ سوامی جی نے کہا "اس تہ خانے میں میرے علاوہ دو داسیاں' دادی ماں کی خدمت کے جاتی ہیں۔ کوئی اور وہاں نہیں جاسکتا۔"

وہ تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں خاصی روشنی اور ائر کنڈ ٹھنڈک تھی۔ کچھ فاصلے پر ایک بڑا سا کمرا تھا جس کی چار دیوا شیشے کی تھی۔ اس کمرے کے وسط میں ایک اونچا چبوترا بنا ہوا اس چبوترے پر ایک نہایت بوڑھی عورت پالتھی مارے عبا کرنے کے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھ دور سے یوں معلوم ہورہا تھا کہ وہ سانس بھی نہیں لے رہی ہے۔

جس چبوترے پر وہ بیٹھی ہوئی تھی اس کے آس پاس فر سانپ اور بچھو رینگ رہے تھے۔ ثی تارا حیرانی سے دیدے پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ بے شمار زہریلے سانپ اور بچھو تھے اس بوڑھی عورت کو نقصان نہیں پہنچا رہے تھے۔

ثی تارا سہمی ہوئی کبھی ان موذی جانوروں کو اور کبھی

بوڑھی عورت کو دیکھ رہی تھی۔ اس بوڑھی کے چہرے اور جسم کی جلد ایسے پھٹی ہوئی تھی جیسے دیواروں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ سوامی جی نے کہا "میری دادی ماں کی عمر ایک سو پچاس برس ہے۔ اس وقت یہ آدھی زندہ ہیں اور آدھی مردہ۔"

"یہ آدھی زندہ اور مردہ کیسے ہیں؟"

"میری دادی ماں آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں۔ یہ جب چاہتی ہیں ان کی روح ان کے جسم سے نکل کر کھلی فضا میں پرواز کرتی ہے۔ وہ جہاں چاہتی ہیں' اپنی روح کو وہاں پہنچا دیتی ہیں۔"

"کیا اس وقت ان کی آتما ان کے جسم میں نہیں ہے؟"

"ہاں۔ ان کے جسم میں ابھی روح نہیں ہے۔ پھر بھی یہ آدھی زندہ ہیں۔ جب روح واپس ان کے اندر آئے گی تو یہ آنکھیں کھولیں گی۔ پھر مجھ سے یعنی اپنے پوتے سے باتیں کریں گی۔"

"ان کی آتما ان کے اندر کب آئے گی؟"

"میں نہیں جانتا۔ جب یہ پوری طرح زندہ ہوجائیں گی تو میں جہاں بھی رہوں گا' وہاں یہ میرے دماغ میں آجائیں گی۔"

"ہے بھگوان! آپ کی دادی ماں کتنی زبردست آتما شکتی حاصل کرچکی ہیں۔ زندگی اور موت کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ جب چاہتی ہیں' مردہ بن کر اپنی روح کو دنیا کے کسی بھی حصے میں بھیج دیتی ہیں اور جب چاہتی ہیں' روح کو واپس بلا کر زندہ ہوجاتی ہیں۔ کبھی مجھے بھی یہ آتما شکتی حاصل تھی۔ کیا میں یہ صلاحیت دوبارہ حاصل نہیں کرسکتی؟"

"یہ غیر معمولی صلاحیت اور قوت دن رات کی بھگتی اور دھیان گیان سے حاصل ہوتی ہے۔ آؤ ہم اوپر آشرم میں چلیں۔"

ثی تارا نے واپس جاتے وقت شیشے کے کمرے میں اس بوڑھی عورت کو دیکھا پھر لفٹ میں آکر اوپر جاتے ہوئے سوچنے لگی کہ وہ پھر تہ خانے میں آئے گی اور کسی بھی طرح اس سے انتہائی آتما شکتی حاصل کرے گی۔

○☆○

اسٹون ہارٹ بڑی عمدہ پلاننگ کے ساتھ ایران آیا تھا۔ وہ سونیا کو پہلے تہران سے نکالنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ ایران کے کسی دوسرے شہر میں رہ کر تخریب کاری کرے گا اور وہاں دہشت پھیلائے گا۔ ان حالات میں سونیا اس کی سرکوبی کے لیے تہران سے نکل کر اس شہر میں آئے گی تو اسے وہاں پہچاننا اور پہچانتے ہی گولی ماردینا کچھ مشکل نہ ہوگا پھر ایران سے تو کیا وہ دنیا سے ہی اٹھ جائے گی۔

یوں منصوبے بناتے وقت ایسی امیدیں اور خوشیاں پیدا ہوتی ہیں' جیسے وہ منصوبے جوں کے توں پورے ہوجائیں گے۔ راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی اور دوسرا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوگا لیکن یہ اس کی بدنصیبی تھی کہ ایسے وقت میں نے بھی ایران کا رخ کیا تھا۔ سونیا اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی ثانی کے پاس بابا صاحب کے ادارے میں واپس آنا چاہتی تھی۔ میں اس کی جگہ لینے کے لیے اسی طیارے میں ایران پہنچ رہا تھا' جس میں اسٹون ہارٹ اور شیریں سفر کررہے تھے۔

پچھلے باب میں یہ ذکر ہوچکا ہے کہ وہ کس طرح ڈبل پاسپورٹ اور ڈبل ٹکٹ کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ ایک پاسپورٹ صابر جلالی کے نام سے تھا' جسے اس نے ضائع کردیا۔ دوسرا پاسپورٹ اسٹون ہارٹ کے اصلی نام سے تھا۔ وہ اسی اصلی نام اور اصلی شخصیت کے ساتھ تہران پہنچ گیا۔

میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو صابر جلالی کے بارے میں بتا چکا تھا۔ ادھر سونیا نے اپنے ماتحتوں اور ایرانی خفیہ ایجنسی والوں کو الرٹ کردیا تھا کہ وہ جیسے ہی امیگریشن کاؤنٹر پر آئے' اس کی نگرانی شروع کردی جائے اور اس کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی جائے۔

گروہ بڑی کامیابی سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ ائرپورٹ کی عمارت میں ایک جگہ بیٹھ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ کون کون صابر جلالی کو تلاش کررہا ہے۔

وہ یقیناً ہم سب سے چھپنے میں کامیاب ہوجاتا لیکن اکثر سونیا کی چھٹی حس اسے اپنے شکار کی طرف لے جاتی تھی۔ سونیا نے بڑی چالاکی سے اسے بھانپ لیا پھر مجھے اس کے بارے میں بتایا۔ ہم نے اسٹون ہارٹ کے چہرے کو دیکھ لیا لیکن اسے گرفتار نہیں کیا۔ پہلے اس کی لاعلمی میں یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کون ہے؟ اور کس مقصد سے ایران آیا ہے؟ اپنے لوگوں سے یہ کہہ دیا گیا کہ دور سے اس کی نگرانی کریں اور اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

پھر ہمیں اس کے بارے میں اطلاعات ملنے لگیں۔ وہ ایک کوچ میں تہران سے اصفہان کی طرف جارہا تھا۔ وہ شیریں سے ناراض تھا کیونکہ شیریں کی ہمزاد نے اس سے دوستی نہیں کی تھی۔ میں نے شیریں کی آواز اور لہجے میں فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا اور اس کے دماغ میں یہ بات بٹھادی کہ وہ سونیا سے تو فی الحال محفوظ ہے لیکن شیریں سے محفوظ نہیں ہے۔ اس کی ہمزاد اب جب چاہے گی' شیریں کو اس کے پاس پہنچادے گی۔

وہ اسی فکر میں مبتلا ہوگیا کہ شیریں کی ہمزاد اس کے پیچھے پڑگئی ہے۔ میں نے اس لیے اسے فکر میں مبتلا کیا تھا کہ وہ سکون سے نہ رہے۔ ایک طرف سونیا کا خوف رہے' دوسری طرف وہ شیریں کی ہمزاد سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا رہے۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ میں اس معاملے کو ایک کھیل کی طرح کھیلوں گا تو یہ کھیل ایک حقیقت بن جائے گا۔ میں نے تو شیریں کی آواز میں فون کے ذریعے اسے خوف زدہ کیا تھا لیکن شیریں کی ہمزاد سچ مچ اسٹون ہارٹ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اس سے دوستی کررہی تھی اور میرے فرشتے بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ واقعی

شیریں کی ہمزاد اسٹون ہارٹ کے اندر پہنچ کر کیا گل کھلا رہی ہے؟

اس ہمزاد نے اسٹون ہارٹ کو بتایا کہ وہ طیارے میں سفر کے دوران میں ہی صابر جلالی کے پیچھے چھپے ہوئے اسٹون ہارٹ کو پہچان گئی تھی۔ اسے پہچاننے کے باوجود اس کا بھید نہیں کھولا۔ اسے عارضی طور پر نظرانداز کر کے شیریں کو مجھ سے دوستی کرنے اور میری بیٹی بن جانے پر مائل کیا۔ اس طرح شیریں مجھے اپنے گھر لے گئی۔

اگرچہ میں اس سازش سے بے خبر تھا لیکن جب بھی باخبر ہوتا تو یہ فکر لاحق ہوتی کہ وہ ہمزاد کون ہے؟ اور یہ ڈبل گیم کیوں کھیل رہی ہے۔ ایک طرف شیریں کو میری بیٹی بنا کر مجھے اس کے گھر جانے پر مائل کیا' دوسری طرف اسٹون ہارٹ سے مل کر کوئی سازش کر رہی ہے؟

میں وسیع ذرائع کا مالک تھا۔ مجھے اپنے اور پرائے کے بارے میں پل پل کی خبریں ملتی رہتی تھیں لیکن میں اپنے بارے میں اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ وہ ہمزاد میرے خلاف کیسی چالیں چل رہی ہے۔

جیسا کہ ہمزاد کے بارے میں کہا جاتا ہے' سنا جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے کہ جس کا ہمزاد ہوتا ہے' اسی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے کیونکہ وہ اس ہستی کا دوسرا روپ ہوتا ہے۔ ہستی نیگیٹو ہو تو ہمزاد پوزیٹو ہوتا ہے۔ ہستی بزدل ہو تو ہمزاد دلیر ہوتا ہے۔ ہستی اور ہمزاد کے مثبت اور منفی ہونے سے ہر شخص کی ایک مکمل شخصیت بنتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے نیگیٹو اور پازیٹو کے دو مختلف تاروں کے ملنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔

ہمزاد کے متعلق جس حد تک میری معلومات تھیں' شیریں کی ہمزاد اس سے مختلف تھی۔ ہمارا ہمزاد صرف ہمارے اندر بول سکتا ہے لیکن شیریں کی ہمزاد اسٹون ہارٹ کے دماغ میں جا کر بول رہی تھی اور اس کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ یوگا جاننے والوں کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی ہے۔

چونکہ ابھی میں اس ہمزاد کی حرکتوں سے بے خبر تھا اس لیے داستان کا سلسلہ ہمزاد اور اسٹون ہارٹ سے شروع کرتا ہوں۔

جب اسٹون ہارٹ کوچ میں سفر کر رہا تھا اور میرے شیریں بن کر فون کرنے کے باعث پریشان ہو رہا تھا تب اس ہمزاد نے اس کے دماغ میں آ کر یہ انکشاف کیا کہ شیریں کے ساتھ گھر جانے والا فرہاد علی تیمور ہے اور ائرپورٹ پر اس کی ملاقات جس عورت سے ہوئی تھی' وہ سونیا ہے۔ اس نے مزید کہا "واپسی کا راستہ نہیں ہے۔ سونیا کے تمام ماتحت اور ایرانی خفیہ ایجنسی والے مختلف بہروپ میں تمہارے آس پاس ہیں۔ وہ تمہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ تم کسی بھی خفیہ پناہ گاہ میں چلے جاؤ' ان سے چھپ نہیں سکو گے۔"

وہ پہلے ہی خاصا پریشان تھا اور اب وہ ہمزاد اس بات کی تصدیق کر رہی تھی کہ سونیا نے اسے ہر طرف سے دلدل میں... دیا ہے اور اب وہ اس کے ماتحتوں سے اور خفیہ ایجنسی والوں... منہ نہیں چھپا سکے گا۔

ہمزاد نے کہا "میں تمہیں اس طرح چھپاؤں گی کہ کوئی... تمہیں ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ سونیا اور فرہاد کی ذہانت اور م... دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

وہ گڑگڑا کر ہمزاد سے مدد مانگنے لگا۔ دوستی کی پیشکش... ہوئے بولا "میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا' ہمیشہ تمہا... کسی کام آنے کی کوشش کرتا رہوں گا......"

"میں تمہاری یا کسی کی محتاج نہیں ہوں کہ کوئی میر... آئے۔ میں تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور یو... مہارت رکھنے والوں سے جب چاہتی ہوں' اپنا کام نکال... ہوں۔"

"تم مجھے اس مصیبت سے کیسے نکالو گی؟ کیا میری نگرانی... والے میرے آگے پیچھے سفر کر رہے ہیں؟"

"ہاں۔ تمہاری اس کوچ میں پیچھے ایک مسافر بیٹھا ت... نگرانی کر رہا ہے۔ اس کوچ کے آگے پیچھے ایک جیپ اور دو گ... ہے اور چونکہ تم اصفہان کی طرف جا رہے ہو اس لیے راس... تمام چھوٹے بڑے شہروں میں خفیہ ایجنسی والوں کو تمہارے با... میں معلومات پہنچا دی گئی ہیں۔"

"او گاڈ! میں تو ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکوں گا۔"

"میں نے کہا نا' میں تمہیں چھپا سکتی ہوں۔ ان کی نظروں... اوجھل کرا سکتی ہوں۔ وہ تمہیں ڈھونڈتے ہی رہ جائیں گے۔"

"پلیز ایسا کرو۔ جلدی کرو۔ میں خود کو بہت چالباز سمجھتا... دیکھنا چاہتا ہوں تم کتنی چالباز ہو۔ مجھے کس طرح دشمنو... نجات دلاؤ گی۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم چالباز ہو لیکن سونیا اور فرہاد... سے بوکھلا گئے ہو ورنہ ذرا سی عقل استعمال کر کے یہاں... سکتے ہو اور باہر رات کی تاریکی میں گم ہو سکتے ہو۔"

وہ چند لمحوں تک سوچنے کے بعد بولا "لیکن اس کوچ... نگرانی کرنے والا ہے وہ بھی میرے پیچھے آئے گا۔"

"اسے آنے دو۔ میں اس سے نمٹ لوں گی۔ تم اٹھو اور... سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس جاؤ۔ کوچ کی رفتار ست... ہی باہر چھلانگ لگا دو۔"

"ٹھیک ہے' میں جا رہا ہوں۔"

اس نے فوراً اٹیچی اٹھائی۔ تیزی سے چلتا ہوا درواز... پاس آیا۔ ہمزاد نے ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر کوچ کی ر... ست کرا دی۔ اسٹون ہارٹ نے باہر چھلانگ لگا دی۔ جو شخص... کی نگرانی کر رہا تھا' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی ... دوڑنے لگا۔ ہمزاد نے ڈرائیور کے ذریعے ایک جھٹکے سے کو... آگے بڑھا دیا۔ وہ کوچ تیزی سے آگے بڑھی تو نگرانی کرنے والا اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کے ساتھی دوسری گاڑیوں میں آگے پیچھے آ رہے تھے۔ اس نے گرتے ہی خیال خوانی کے ذریعے ان سے کہا۔ "اسٹون ہارٹ نے کوچ سے باہر چھلانگ لگا دی ہے۔ اپنی گاڑیاں روک کر دیکھو۔ وہ کہاں جا رہا ہے؟"

آگے پیچھے آنے والی گاڑیاں رک گئیں۔ سونیا کے ماتحت اور خفیہ ایجنسی والے چھلانگیں لگا کر اپنی گاڑیوں سے باہر آئے پھر کئی ٹارچوں کی روشنیاں' اندھیرے کو دور کرتی ہوئی ادھر سے ادھر بھٹکنے لگیں۔ وہ سب فرار ہونے والے کو تلاش کرنے لگے۔ مختلف سمتوں میں دوڑنے لگے۔ دور تک گھنے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ کہیں کہیں چھوٹے بڑے مکانات بھی نظر آ رہے تھے۔ وہاں کوئی چھوٹی سی بستی تھی۔

ان کی بھاگ دوڑ سے بستی کے لوگ جاگ رہے تھے۔ وہاں کے گھر اور گلیاں روشن ہو رہی تھیں۔ تلاش کرنے والوں نے اس بستی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا لیکن اسٹون ہارٹ کو چال بازی کے مواقع مل رہے تھے۔ وہ بستی کی طرف نہیں' ویرانے کی طرف چلا گیا تھا۔

سونیا کے ایک ماتحت نے میرے دماغ پر دستک دی پھر مجھے بتایا کہ اسٹون ہارٹ کس طرح فرار ہو گیا ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے پوچھا "کیا اسٹون ہارٹ کے بارے میں تمہیں اطلاع مل گئی ہے؟"

"ہاں! ابھی معلوم ہوا ہے۔ وہ اپنی چال چل گیا ہے۔ ہم چاہتے تھے' وہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے لیکن اب شاید وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا "ابھی اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ دیکھتے ہیں' کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟"

"کیا تم شیریں کے پاس ہو؟"

"ہاں۔ یہاں آرام اور سکون ہے۔ سوچ رہا تھا' صبح تک سوتا رہوں گا لیکن اب تو نیند اڑ چکی ہے۔"

"اسٹون ہارٹ نے نیند اڑائی ہے۔ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اچھا خاصا چالباز ہے۔ پہلے اس نے ڈبل پاسپورٹ رکھ کر... ائرپورٹ پر ہمیں بڑی کامیابی سے دھوکا دیا۔ اس کے باوجود نظروں میں آ گیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہر طرف سے نگرانی ہوتی رہے گی اور وہ پھر بھی فرار ہو جائے گا۔"

"اب پتا نہیں کب تک جاگنا ہوگا۔ کیا میرے پاس آؤ گی؟"

"میں تو آنا چاہتی ہوں۔ ہم بہت دنوں تک ایک دوسرے سے جدا رہے ہیں۔ اس کے باوجود نہیں مل سکتے۔ دشمن اسی تاک میں رہتے ہیں کہ ہم کہیں یک جا ہوں اور وہ ہم پر زبردست حملہ کریں۔"

"اچھی بات ہے کہ تم محتاط ہو لیکن یہاں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ مکان کے اطراف سکیورٹی گارڈز ہیں اور شیریں تو بالکل ہی معصوم اور بے ضرر ہے۔"

"جہاں تک میں نے شیریں کی اسٹڈی کی ہے وہ بے شک معصوم اور بے ضرر ہے۔ بظاہر ایک عجوبہ لگتی ہے لیکن اس کی ہمزاد والی بات مجھے الجھا دیتی ہے۔"

"ہاں۔ میں نے اسے طیارے میں اسٹون ہارٹ کے ساتھ شطرنج کھیلتے دیکھا تھا۔ وہ بالکل اناڑی ہے لیکن اس کی ہمزاد ایسی راہنمائی کر رہی تھی کہ وہ اناڑی ہونے کے باوجود جیت گئی تھی۔ مجھے حیرانی اس بات پر ہے کہ ہمزاد اس کے دماغ میں ایسے بولتی ہے جیسے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی ہو۔"

"کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ شیریں کی کوئی ہمزاد نہ ہو۔ وہ کوئی نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو؟"

سونیا کی اس بات سے میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ خود کو ہمزاد کہنے والی' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بھی ہو سکتی ہے۔

میں نے سونیا سے کہا "تمہاری اس بات نے مجھے چونکا دیا ہے۔ اگر وہ ہمزاد نہیں... کوئی اور ہے' تو اس نے ہمزاد بن کر شیریں کو مشورہ کیوں دیا کہ وہ میری بیٹی بن جائے اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے؟"

"اور تم اس کے گھر میں ہو۔ میرے پیارے فرہاد علی تیمور! تم بہت عرصے کے بعد ایک نامعلوم ہستی سے دھوکا کھا گئے ہو۔ وہ مکان تو شیریں کا ہے مگر تم دشمن کی چھت کے نیچے' چار دیواری میں مقید ہو گئے ہو۔"

"ہوں۔ اگر میں واقعی کسی سازش کا شکار ہو رہا ہوں تو مجھے یہاں سے کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہیے۔ اگر یہاں سے جاتے وقت کوئی رکاوٹ پیش آئے گی تو اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ مجھے ٹریپ کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ اس طرح ہمزاد کی اصلیت بھی معلوم ہو جائے گی لیکن ابھی وہاں سے نہ نکلو۔ میرا انتظار کرو۔ میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ تقریباً آدھے گھنٹے میں شیریں کے مکان کے قریب آ رہی ہوں۔"

میں سونیا کے دماغ سے واپس آ گیا۔ میں جس بیڈ روم میں تھا وہ بہت آرام دہ تھا' وہاں میری ضروریات کا تمام سامان مہیا کیا گیا تھا۔ شاید موت کا سامان بھی کیا گیا ہو۔

میں نے شیریں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ایک نادان بچی کی طرح دنیا کی تمام فکروں اور پریشانیوں سے بے نیاز ہو کر سو رہی تھی۔ وہ حسین تھی' بھرپور جوان تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ جوانی کس طرح گزاری جاتی ہے۔ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ زندگی گزارنے کی ذمے داریاں کس طرح نباہی جاتی ہیں۔ وہ دوستی اور دشمنی کو بھی نہیں سمجھتی تھی۔ جب کوئی دوستی کرے تو دوست بن جاتی تھی اور کوئی دشمنی کرے تو اس کی سمجھ

میں نہیں آتا تھا کہ کوئی اس کا برا کیوں چاہتا ہے۔ وہ کسی کے خلاف جوابی کارروائی کرنا بھی نہیں جانتی تھی۔

اس کے والدین اسے بچپن سے عقل کی باتیں سکھانے کی کوششیں کرتے رہے اور اسے غلط قسم کے لوگوں سے محفوظ رکھنے کی تدابیر پر عمل کرتے رہے۔ اس کے لیے زنانہ اور مردانہ باڈی گارڈز رکھے گئے۔ وہ جہاں رہتی تھی' اس بنگلے کو انہوں نے ایک مضبوط قلعہ بنا دیا تھا۔ وہ جہاں جاتی تھی' دو باڈی گارڈز ہمیشہ اس کی لاعلمی میں اس کے آگے پیچھے رہتے تھے۔

جب وہ جوان ہوئی تو اس کے والدین نے حیرانی سے دیکھا' شیریں کبھی کبھی دانائی کی باتیں کرنے لگی تھی اور ایسے مشکل اور الجھے ہوئے کام کرنے لگی تھی کہ صرف اس کے والدین ہی نہیں' دوسرے رشتے دار بھی اس کی دانائی پر حیران رہ جاتے تھے۔

اس سے پوچھا گیا کہ وہ فہم و فراست کی باتیں کیسے کرنے لگی ہے؟ جو باتیں دوسروں کے لیے معما ہوتی ہیں' وہ اسے کیسے حل کر لیتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس کی ہمزاد اس کے پاس آکر اسے عقل سکھاتی ہے۔

کسی کو ہمزاد والی بات پر یقین نہیں آیا۔ سب ہی متفقہ طور پر سمجھنے لگے کہ وہ کسی آسیب کے سائے میں آگئی ہے یا کوئی جن اس پر عاشق ہو گیا ہے۔

یہ تشویش کی بات تھی کہ وہ کبھی نادان بن جاتی تھی۔ کبھی بےحد ...دانائی کا ثبوت دیتی تھی۔ اب خواہ اس پر کوئی جن عاشق ہو گیا ہو یا اس کی ہمزاد اسے دانائی سکھا رہی ہو' اس کا ایک پہلو والدین کے لیے اطمینان بخش تھا کہ ان کی اکلوتی دولت مند بیٹی سمجھ دار ہو گئی ہے۔ اب کوئی اپنا یا پرایا اسے فریب دے کر اس کی دولت پر قبضہ نہیں جما سکے گا۔ کوئی اسے جسمانی طور پر بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

والدین نے آزمائش کے طور پر اسے اس بنگلے میں تنہا چھوڑ دیا۔ اسے تنہا گھومنے پھرنے کی آزادی دے دی۔ باڈی گارڈز کو حکم دیا کہ وہ اس کی لاعلمی میں اس کے محافظ بن کر رہا کریں۔

اس کے والدین اس سے دور شہر کے دوسرے علاقے میں رہائش پذیر تھے اور یہ دیکھ کر مطمئن اور خوش تھے کہ ان کی بیٹی تنہا رہ کر بڑے اعتماد سے زندگی گزار رہی ہے۔ انہوں نے تسلیم کر لیا کہ واقعی اس کی ہمزاد پیدا ہو گئی ہے اور وہ شیریں کی حفاظت اور راہنمائی کر رہی ہے۔

میں خوابیدہ شیریں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پہلے میں نے اس کے والدین کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اب سوچا کہ ان کے متعلق بھی تھوڑی بہت معلومات حاصل کی جائے۔ میں نے شیریں کے ذہن میں سے اس کے باپ کا نام' پتا اور فون نمبر معلوم کیا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔

اس کے باپ کا نام آغا تابش علی تھا۔ تہران کے بڑے بڑے تاجروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ وہ اس وقت گہری نیند سو رہا تھا۔ فون کی مسلسل گھنٹی نے اسے جاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے نیند بھری آنکھوں سے ٹیلی فون کو دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر اسے کان سے لگا کر بولا "کون ہو؟ خدا کے بندے رات کو تو آرام سے سونے دو۔"

میں نے کہا "مجھے افسوس ہے' آپ کی نیند خراب کی۔ میں سمجھ رہا تھا' آپ رات کو جاگنے والوں کی نسل سے ہیں۔"

"آں؟ اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

میں ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے "ہیلو! ہیلو!" کہہ رہا تھا پھر اسے کریڈل پر رکھ کر بولا۔ "مجھے رات کو جاگنے والوں کی نسل سے کہہ رہا تھا۔ کیا میں الّو ہوں؟"

میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ اس قدر دولت مند تاجر تھا کہ بیرونی ممالک کے بینکوں میں بھی اس کی دولت جمع رہتی تھی اور وہ غیر ملکی کرنسی میں اپنی حکومت کو بھی قرضے دیا کرتا تھا۔ وہاں کے حکام اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ حکومت کے مالیاتی امور کے سلسلے میں جتنے اجلاس ہوتے تھے' ان میں آغا تابش علی شریک ہوتا تھا۔

اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ بزنس کے علاوہ سیاست میں بھی دلچسپی لیتا ہے۔ جب شیریں جوان نہیں ہوئی تھی اور ہمزاد والی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی تب ایک امریکی ایجنٹ نے آغا تابش علی سے ملاقات کی تھی۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں یورپ کے مختلف ملکوں میں جایا کرتا تھا۔ اس امریکی ایجنٹ سے پیرس میں ملاقات ہوئی تھی۔

وہ ایک محبِ وطن ایرانی تھا۔ کسی امریکی سے ملنا تو کیا' فون پر اس سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا لیکن وہ سمجھ نہیں پایا کہ امریکیوں سے نفرت کرنے کے باوجود اس سے ملاقات کرنے پر راضی کیسے ہو گیا تھا؟

ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے لاؤنج میں ایک قد آور صحت مند شخص سے اس کا سامنا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی داڑھی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور نظریں ایسی گہری تھیں کہ سیدھی دل میں اترتی تھیں۔ آغا تابش علی نے اس سے نظریں ملائیں تو پھر نظریں ہٹا نہ سکا۔ اس کی آنکھوں سے جیسے چپک کر رہ گیا۔ وہ ایکا پُراثر شخصیت کا مالک تھا کہ آغا تابش علی اس وقت اپنی شخصیت کو بھول گیا۔

وہ اپنی بھاری بھرکم آواز میں بولا "مسٹر آغا! تم مجھ سے ملاقات نہیں کرنا چاہتے تھے۔"

"ہاں۔ مجھے امریکیوں کی صورت سے نفرت ہے۔"

"میں نے فون پر کہا تھا' میں امریکا میں رہتا ہوں لیکن امریکی نہیں ہوں۔ ایک آورش ہندوستانی ہوں۔ کیا مجھ سے مل کر خوشی نہیں ہو رہی ہے؟"

آغا سحرزدہ سا ہو گیا تھا۔ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بھاری بھرکم آواز میں بولا "تم آئندہ بھی خوش ہوتے رہو گے۔ سوامی تلک رام بھاٹیا سے ملنے کے بعد کوئی مایوس نہیں ہوتا۔ مجھ سے ملنے والا اور میری باتیں ماننے والا ہمیشہ خوش رہتا ہے اور مخالفت کرنے والا نرک میں پہنچ جاتا ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ آغا نے پوچھا "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں' تمہارا بھلا کروں اور تم میرا بھلا کرتے رہو۔"

"یہ بھلائی کس نوعیت کی ہو گی؟"

"تمہاری ایک بہت ہی خوب صورت سی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ بہت نادان ہے۔ دماغی طور پر کمزور ہے۔ دنیا داری کو سمجھتی نہیں ہے۔ جب تم ایران اور دوسرے ملکوں کے بینکوں میں لاکھوں کروڑوں ڈالر چھوڑ کر مرو گے تو اس نادان بیٹی کو تمہارے اپنے پرائے لوٹ لیں گے۔ اسے اچھی طرح نوچ کھسوٹ کر فٹ پاتھ کی بھکارن بنا دیں گے۔"

"ہاں۔ میں اپنی عزیز از جان بیٹی کے لیے بہت فکر مند رہتا ہوں۔ میرے اپنے ہی لالچی رشتے دار میرے بعد اسے تباہ کر دیں گے۔"

"میں تمہاری یہ فکر دور کر سکتا ہوں۔ تمہاری بیٹی کو تحفظ فراہم کر سکتا ہوں۔ ایسا مستقل تحفظ کہ اسے ساری عمر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

اس نے بے یقینی سے پوچھا "کیا یہ ممکن ہے؟"

"سوامی تلک رام بھاٹیا کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ میں پلک جھپکتے ہی اسے اس قدر ذہین بنا دوں گا کہ اس کی ذہانت کو دیکھ کر سب حیران رہ جائیں گے۔ اس ذہین لڑکی کو پھر کوئی دھوکا دینے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

"تعجب ہے' تم میری بیٹی کو ذہین کیسے بناؤ گے؟ ذہانت تو خداوند... کریم کا ایک بہت بڑا عطیہ ہے۔ کوئی بندہ کسی کو ذہین نہیں بنا سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ ناممکن کو ممکن بنا دیا کرتا ہوں۔ تم یہاں سے ایران واپس جاؤ گے تو اپنی نادان بیٹی کی ذہانت دیکھ کر مجھے دیوتا تسلیم کر لو گے۔"

"ابھی تو یقین نہیں آ رہا ہے لیکن تمہاری بات اگر سچ ہو جائے گی تو میں اپنی ساری دولت تمہارے قدموں میں ڈال دوں گا۔"

"مجھے تمہاری دولت نہیں چاہیے۔ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ میں کتنا دولت مند ہوں۔ میں تمہاری بیٹی کو تمام عمر کے لیے تحفظ فراہم کروں گا۔ تم تمام عمر میرے لیے کام کرو گے۔"

"میری بیٹی تمام عمر محفوظ اور خوش حال رہے گی۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ تم جو کہو گے' میں وہی کروں گا۔ کچھ معلوم تو ہو' مجھے کیا کرنا ہے؟"

"بہت معمولی سا کام ہے۔ حکومتِ ایران کے جو خفیہ مالیاتی امور ہیں' تم ان کے بارے میں مجھے بتاتے رہو گے اور میں جیسا کہوں گا' تم اس پر عمل کرتے ہوئے ایران کو مالی طور پر کمزور کرتے رہو گے۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے' امریکی نہیں ہو۔ ایک آورش ہندوستانی ہو۔ کیا یہی تمہارے آورش ہیں؟"

"میں امریکا میں رہتا ہوں۔ امریکا سے وفاداری جرم نہیں ہے۔"

"لیکن مجھ جیسوں کو اپنے وطن سے غداری پر مائل کرنا جرم ہے۔"

"میں تمہیں غداری پر مائل نہیں کر رہا ہوں۔ ایران تمہارا ملک ہے۔ تم ہماری مدد سے اپنی پسند کی ایک نئی حکومت قائم کر سکتے ہو۔ موجودہ حکمران کٹر مذہبی ہیں۔ انہیں اقتدار سے ہٹانا' غداری نہیں ہے۔ یہ سائنسی دور ہے اور وہ اپنے مذہبی قوانین میں لچک پیدا نہیں کرتے ہیں۔ تم ہمارے تعاون سے انہیں کمزور بناؤ گے اور ایک نئی حکومت قائم کرو گے تو اپنی ایرانی قوم پر بہت بڑا احسان کرو گے۔ تم غدارِ وطن نہیں' صحیح معنوں میں محبِ وطن کہلاؤ گے۔"

"مجھے اپنے موجودہ حکمرانوں سے محبت ہے۔ وہ دین کے معاملات میں سچے اور کھرے ہیں۔ پلیز انہیں اقتدار سے ہٹانے کی بات نہ کرو۔"

سوامی جی کے تیور بدل گئے۔ اس نے کہا "تم وہی کرو گے' جو میں کہہ رہا ہوں۔ کیا تم اپنی آنکھوں سے اپنی اکلوتی بیٹی کی تباہی دیکھ سکو گے؟"

"پلیز ایسا نہ کہو۔"

"وہ ہر روز ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہو کر تڑپ تڑپ کر کبھی مرتی رہے گی' کبھی جیتی رہے گی۔"

"خدا کے واسطے ہمارے درمیان اس معصوم کو نہ لاؤ۔"

"بہتر ہے' ایران واپس جاؤ اور اپنی بیٹی کے مر مر کر جینے کا تماشا دیکھو۔"

شیریں اس کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اس کی جان تھی۔ اس کے لیے وہ اپنی جان دے سکتا تھا۔ اپنی ساری دولت اور ساری دنیا لٹا سکتا تھا لیکن اسے دم توڑتے یا کسی عذاب میں مبتلا ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ منتیں کرنے لگا کہ اس کے ملک ایران کے خلاف کوئی سودا نہ کیا جائے لیکن سوامی تلک رام بھاٹیا نے کہا "ہمارے درمیان اسی بنیاد پر سودا ہو گا۔ تمہارے لیے بیٹی اہم ہے' ہمارے

لیے حکومتِ ایران میں تبدیلیاں لانا بہت اہم ہے۔ ہاں یا نہ میں جواب دو۔ میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔"

آغا تابش علی بہت مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ وہ کبھی اپنے وطن کے خلاف کوئی کام نہ کرتا لیکن سوامی تلک رام بھاٹیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اس کے مضبوط دماغی فیصلے کو کمزور بناتا جارہا تھا۔

پھر وہ اپنے اختیار میں نہیں رہا' مجبور ہو کر بولا "ٹھیک ہے۔ میں ایران جاکر دیکھوں گا۔ اگر تم اپنے دعوے کے مطابق میری بیٹی کو حیرت انگیز طور پر ذہین بنا دو گے تو میں تمہاری مرضی کے مطابق عمل کروں گا۔"

اسے یقین نہیں تھا کہ جو بچی پیدائشی طور پر دماغی کمزوری کا مظاہرہ کرتی رہی ہے' وہ اچانک اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرنے لگے گی لیکن جب وہ تہران پہنچا تو بیٹی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے بڑے سلیقے سے لباس پہنا ہوا تھا اور بڑے سلیقے سے گفتگو کررہی تھی ... ائرپورٹ سے گھر تک خود کار ڈرائیو کررہی تھی۔ اپنے باپ کے الجھے ہوئے سوالوں کے جوابات دے رہی تھی۔

اس کی ماں حیرانی سے آغا تابش علی کو بتا رہی تھی کہ وہ پچھلی رات سے اپنی مرضی کے مطابق گھر کی سیٹنگ بدلتی رہی تھی۔ اس نے گھر کی آرائش اور زیبائش میں جو تبدیلیاں کی تھیں اس کے نتیجے میں گھر بالکل نیا اور شاندار دکھائی دے رہا تھا۔

آغا اسے اپنے دفتر لے گیا پھر بولا "کیا تم اکاؤنٹ سیکشن کے تمام حسابات چیک کرسکتی ہو؟"

وہ اکاؤنٹ سیکشن میں چلی گئی۔ وہاں شام تک مصروف رہی۔ وہاں اس نے دو چار ایسی غلطیاں پوائنٹ آؤٹ کیں کہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ نے اس کی تعریف کی اور کہا "میں زندگی میں پہلی بار اتنی کم سن لڑکی کو حساب کتاب میں اس قدر ماہر دیکھ رہا ہوں۔ اس نے مجھ جیسے ماہر کی غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔"

شیریں کو طرح طرح سے آزمانے کے بعد اس کی ذہانت میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہا تھا۔ آغا اسے ایک کمرے میں لایا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے بولا "بیٹی! میں تمہاری ذہانت پر حیران ہوں۔ ایسے تو کرامات ہوا کرتی ہیں۔ جبکہ کرامات اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتی ہیں۔ اگر ایسی عجیب و غریب بات سامنے آئے تو اس کے پیچھے شیطانی ارادوں کا شبہ ہوتا ہے۔"

"آپ شبہ کیوں کررہے ہیں؟ کیا اس لیے کہ میں اچانک ذہین کیسے ہوگئی ہوں؟"

"ہاں بیٹی! مجھے تو ایسا لگتا ہے' جیسے تم پر جادو کیا گیا ہے۔"

"نہ یہ کرامت ہے اور نہ جادو ہے۔ دراصل میرے اندر میری ہمزاد پیدا ہوگئی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "ہمزاد؟"

"ہاں کل شام سے وہ اچانک میرے اندر آگئی ہے۔ اب میرے ساتھ رہتی ہے۔ میں کوئی غلطی کرنے لگتی ہوں تو وہ سمجھاتی ہے۔ نادانی کرتی ہوں تو دانائی سکھاتی ہے۔"

"ہم بزرگوں سے ہمزاد کے بارے میں بہت کچھ سنتے آئے ہیں لیکن ہمارے ہمزاد نے کسی معاملے میں کبھی راہنمائی نہیں کی۔"

"اس لیے کہ آپ دانش مند ہیں۔ آپ کو راہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لیکن بہت سے لوگ دانش مند نہیں ہوتے پھر ان نادانوں کے ہمزاد ان کی راہنمائی کیوں نہیں کرتے؟"

"یہ تو مقدر کی بات ہے۔ آپ کی طرح دوسرے کئی تاجر ہیں لیکن وہ آپ کی طرح عروج پر نہیں ہیں۔ کسی کو عروج ملتا ہے' کسی کو زوال۔ پہلے میرے مقدر میں زوال تھا اب عروج ہے۔"

"ماشاء اللہ' واقعی ذہانت سے بھرپور باتیں کررہی ہو لیکن ایک شبہ سا ہوتا ہے۔"

"کیسا شبہ بابا جانی؟"

"تم کہتی ہو کہ ہمزاد تمہارے اندر آکر تمہیں سمجھاتی اور سکھاتی ہے۔ اس طرح تو ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دماغ میں آکر بولتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق عمل کراتے ہیں۔"

"ٹھہریے بابا جانی! میری ہمزاد مجھ سے کچھ کہہ رہی ہے۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "بابا جانی! ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی مرضی سے کسی کے دماغ میں آتے جاتے ہیں۔ اگر آپ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں بلانا چاہیں گے تو نہیں بلا سکیں گے۔ کیونکہ بلانے کے لیے اس علم کا جاننا ضروری ہے۔"

وہ باپ کی طرف جھک کر بولی "آپ جانتے ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی لیکن میں جب چاہوں گی' اپنی ہمزاد کو بلالوں گی۔ وہ میرے پاس چلی آئے گی۔"

وہ قائل ہو کر بولا "پھر تو وہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی نہیں ہے۔ مجھے تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ تمہاری ہمزاد ہے۔"

"آپ تسلیم نہیں کریں گے تب بھی وہ میری ہمزاد رہے گی۔"

اسی شام ایک ایرانی شخص نے آغا تابش علی سے ملاقات کی اور کہا "میں آپ کے لیے اجنبی ہوں۔ آپ یہ خط پڑھ لیں پھر اجنبی نہیں رہوں گا۔"

اس نے ایک لفافہ بڑھایا۔ آغا نے اس لفافے میں سے خط نکال کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "مسٹر آغا! تم ہر طرح سے اطمینان کرچکے ہو اور ہر پہلو سے تمہاری بیٹی ذہین ثابت ہورہی ہے۔ شاید تم یقین نہ کرو۔ تمہاری بیٹی پیدائشی طور پر ذہین تھی۔ تمہارے کسی دشمن نے کالے عمل کے ذریعے شیریں کے پیدا ہوتے ہی اس کی ہمزاد کو سلا دیا تھا۔ اس طرح شیریں اپنی ہمزاد کے بغیر ادھوری رہ گئی تھی۔ ہم نے اپنے عمل سے اسے مکمل کیا ہے۔"

آغا نے خط پڑھنے کے دوران میں اپنے دل میں کہا "میں نہیں جانتا تم نے کس قسم کا عمل کیا ہے لیکن ہم پر اور ہماری بیٹی پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کیا وہ ہمزاد آئندہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرے گی؟"

خط میں لکھا تھا "بے شک وہ آخری سانسوں تک اس کے ساتھ رہے گی۔ کوئی دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ وہ بڑے سے بڑے مسائل کو حل کرے گی۔ تمہارا جب بھی جی چاہے' اسے آزما سکتے ہو۔ تم اسے ہر اعتبار سے ذہین اور حاضر دماغ پاؤ گے۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔ اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ حاملِ رقعہ میرا خاص آدمی ہے۔ میں چاہتا ہوں' یہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔ تم اسے اپنا پرسنل سیکریٹری بنا کر اپنے ساتھ اہم اجلاس میں لے جاسکتے ہو۔ کسی کو تم پر شبہ نہیں ہوگا۔ اگر تم اسے اپنا پی اے بنا کر اس کی رہائش کا انتظام کرو گے تو میں سمجھ لوں گا کہ تم بھی اپنے وعدے کے مطابق عمل کررہے ہو۔ فقط تمہارا خیر خواہ' سوامی تلک رام بھاٹیا۔"

آغا تابش علی نے اس خط کو جلا کر راکھ کرتے ہوئے سوامی جی کے خاص آدمی سے کہا "آج سے میں اپنی بیٹی کی خاطر ایک بہت بڑا جرم کرنے جارہا ہوں۔ اس کا کوئی تحریری ثبوت نہیں رہنا چاہیے۔ اسی لیے میں نے اسے جلا دیا ہے۔ آج سے تم میرے پی اے ہو۔ تم اسی شہر میں میرے ایک چھوٹے سے بنگلے میں رہا کرو گے۔"

میں بڑی دیر سے آغا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس دوران میں سونیا کے ماتحت نے میرے اندر آکر اطلاع دی تھی کہ سونیا' شیریں کے بنگلے کے قریب پہنچ گئی ہے۔ میں نے سونیا سے کہا تھا "میری جان! تھوڑا انتظار کرو۔ میں شیریں کی ہمزاد کے بارے میں بڑی اہم معلومات حاصل کررہا ہوں۔"

اس طرح سونیا انتظار کرتی رہی اور میں آغا کے دماغ میں مصروف رہا پھر میں نے آغا تابش علی' شیریں' اس کی ہمزاد اور سوامی تلک رام بھاٹیا کی پوری روداد سونیا کو سنائی۔ وہ سننے کے بعد بولی "یہ تو بڑا لمبا چکر چل گیا ہے۔ ہمارا یہ خیال درست نکلا کہ وہ کوئی ہمزاد نہیں' فراڈ ہے۔"

"اور فراڈ بھی کوئی معمولی نہیں ہے۔ وہ سوامی تلک رام بھاٹیا بہت سنگین اور گہرا ہے۔ شیریں کے بیان کے مطابق ہمزاد کو آواز دیتے ہی وہ چشم زدن میں اس کے پاس آجاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ ہمزاد ٹیلی پیتھی جاننے کے علاوہ کالے جادو سے بھی کام لیا کرتی ہے۔"

سونیا نے کہا "وہ معصوم اور نادان شیریں شیطانی چکروں میں پڑگئی ہے۔"

"میں بھی اسی چکر میں آگیا ہوں۔ مجھے اب اس بنگلے سے نکلنا چاہیے۔"

"تم باہر آؤ۔ میں انتظار کررہی ہوں۔"

میں سونیا کے دماغ سے واپس آگیا۔ اس کمرے اور بنگلے کو چھوڑنے سے پہلے میں نے شیریں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آگیا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف آیا۔ اس کے ہینڈل کو پکڑ کر کھولنا چاہا۔ وہ باہر سے بند تھا۔

میں نے دروازے کو دو چار جھٹکے دیے لیکن وہ نہ کھلا۔ کھڑکیوں کے پٹ بند تھے۔ میں نے انہیں کھولنا چاہا تو وہ بھی نہ کھل سکے۔ کھڑکیوں کے پٹ اندر سے بند ہوتے ہیں۔ باہر سے انہیں بند نہیں کیا جاتا ہے اور نہ ہی باہر سے چٹخنیاں لگی ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود ان کھڑکیوں کے پٹ نہیں کھل رہے تھے۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "سونیا! گڑبڑ شروع ہوچکی ہے۔ میں جس کمرے میں ہوں' اسے میرا پنجرہ بنا دیا گیا ہے۔ دروازہ اور کھڑکیاں باہر سے بند ہیں۔"

میں نے ایک گلدان اٹھا کر ایک کھڑکی کے شیشے کو توڑنا چاہا لیکن وہ نہ ٹوٹ سکے۔ شیشے بڑے نازک ہوتے ہیں لیکن میرے بار بار ضربیں لگانے کے باوجود وہ فولاد کی طرح ناقابلِ شکست رہے۔

یقین آگیا کہ یہ شیطانی چکر ہے۔ میرے لیے باہر کا نظارہ ممنوع ہوچکا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا "شیشے فولاد بن گئے ہیں۔ کسی کھڑکی کا کوئی شیشہ نہیں ٹوٹ رہا ہے۔ تم اندر چلی آؤ۔"

بنگلے کے اندر اور باہر سکیورٹی گارڈز تھے لیکن حکومتِ ایران کی طرف سے سونیا کے پاس ایک ایسا اجازت نامہ تھا' جس کے ذریعے وہ کسی بھی جگہ' کسی روک ٹوک کے بغیر جاسکتی تھی۔ سکیورٹی افسر نے وہ اجازت نامہ دیکھ کر اسے سلیوٹ کیا پھر اسے بنگلے کے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

اس نے اندر آکر ایک ایک کمرے کو کھول کر دیکھا۔ ایک کمرے میں شیریں سو رہی تھی۔ دوسرے تمام کمرے خالی تھے۔ کسی کا دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ اس نے آواز دی "فرہاد! تم کہاں ہو؟"

"میں یہاں ہوں۔ تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ میرے کمرے کا دروازہ کھولو۔"

"تمام کمروں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک بھی دروازہ بند نہیں ہے پھر ایسا کون سا کمرا ہے' جہاں تم ہو اور میں پہنچ نہیں پا رہی ہوں؟"

"شاید کالے عمل سے نظربندی کی گئی ہے۔ اسی لیے تمہیں میرا کمرا نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ بولی "کالے عمل کا توڑ روحانی قوتوں سے ہی ہوسکتا ہے۔ تم فوراً آمنہ سے رابطہ کرو۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے آمنہ کو مخاطب کیا۔ اسے اپنے حالات بتائے پھر چند سیکنڈ کے بعد ہی میں نے اپنے بند کمرے

میں ایک نورانی سراپا دیکھا۔ وہ کوئی ٹھوس جسم نہیں تھا۔ کسی کی صورت شکل بھی نہیں تھی۔ آمنہ نے میرے دماغ میں کہا "میں آگئی ہوں۔"

○☆○

فہمی حسین بھی تھی اور ذہین بھی۔ پہلی بار علی نے کراچی سے لاہور آتے وقت اسے ٹرین میں دیکھا تھا پھر اس کے خیالات پڑھے تھے۔ جب پتا چلا کہ وہ غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے تو اس نے ان باپ بیٹی کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا تھا۔ وہاں میں نے اور سونیا وغیرہ نے اسے ٹریننگ حاصل کرتے دیکھا تھا' وہ ہمیں بہت اچھی لگی۔ جب علی نے ہم سب کے دماغوں میں پہنچ کر بتایا کہ وہ فہمی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو ہم نے اسے دل سے مبارک باد دی۔ آمنہ تو ابتدا ہی سے فہمی کو دل و جان سے چاہتی تھی۔

اس نے فہمی اور علی سے کہا "دوسرے دن قاضی صاحب کو بلا کر تم دونوں کا نکاح پڑھایا جائے گا پھر تم اپنی سونیا مما' پاپا اور دوسرے تمام بزرگوں سے ملنے جاؤ گے اور جناب تبریزی کی بھی دعائیں لو گے۔"

آمنہ' فہمی کو اپنی کوٹھی میں لے آئی تھی تاکہ وہاں سے نکاح پڑھوا کر اسے علی کے حوالے کرے پھر وہ دونوں اپنی کوٹھی میں چلے جائیں۔ علی نے خیال خوانی کے ذریعے فہمی سے کہا "آج تک ہم ساتھ رہتے آئے تھے۔ آج ماما تمہیں لے گئی ہیں۔ مجھے پہلی بار معلوم ہو رہا ہے کہ جدائی کیا ہوتی ہے۔ کیا تم کچھ محسوس کر رہی ہو؟"

"ہاں محسوس کر رہی ہوں اور جدائی اس لیے برداشت کر رہی ہوں کہ یہ عارضی ہے۔ کل تک کی بات ہے پھر ہمیشہ کا ساتھ ہے۔"

"میرے لیے تو یہ رات گزارنا مشکل ہے۔ پتا نہیں صبح کیسے ہوگی؟ کل کا تمام دن کیسے گزرے گا؟ پھر کل کی رات کتنی صدیوں کے بعد آئے گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "ہم ایک طویل عرصے تک ساتھ رہے لیکن تم نے ایسی پیار بھری باتیں نہیں کیں۔ میں دل میں سمجھتی تھی کہ تم مجھے بہت چاہتے ہو اور بہت کچھ کہنا بھی چاہتے ہو مگر کہہ نہیں پاتے ہو۔ آج کیسے کہہ رہے ہو۔"

"مجھے کچھ کہنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ آج تمہاری جدائی میں ایسا لگ رہا ہے جیسے تم مجھ سے چھین لی گئی ہو۔ میں تڑپ کر بے اختیار بول رہا ہوں۔"

"تم بولتے رہو۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے۔"

اسی وقت فہمی نے اپنے اندر پارس کی آواز سنی "کیا خاک اچھا لگ رہا ہے۔ جب تم بابا صاحب کے ادارے میں تھیں تب سے تمہاری ذہانت کی تعریفیں سن رہا ہوں۔ تمہارے جیسی ذہین لڑکی کو دنیا میں گھوم کر اپنے لیے اچھا جیون ساتھی تلاش کرنا چاہیے۔

کیا تمہیں اتنی بڑی دنیا میں ایک علی تیموری پسند آیا ہے' جسے پیار کے مکالمے بھی بولنے نہیں آتے۔"

فہمی نے پریشان ہو کر کہا "علی! تم سن رہے ہو۔ پتا نہیں میرے اندر کون ایسی بکواس کر رہا ہے؟"

علی نے کہا "شیطان کو خبر مل چکی ہے کہ تم اس کی بھابی بننے والی ہو۔ اب یہ تمہیں پریشان کرتا رہے گا۔ فہمی! یہ پارس بول رہا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "پارس! تم ایک عرصے سے مجھے جانتے ہو' آج پہلی بار اس لیے آئے ہو کہ میں تمہاری بھابی بننے والی ہوں۔ تم تو بڑے خود غرض ہو۔"

"میں تمہیں مصیبت سے بچانے آیا ہوں اور تم مجھے خود غرض کہہ رہی ہو۔ جانتی ہو یہ شادی کر کے کتنی بڑی غلطی کرنے والی ہو؟"

"کیا تمہارے بھائی سے شادی کر کے غلطی کروں گی؟"

"اور نہیں تو کیا؟ اب سے پہلے بھی اس کی زندگی میں دو چار لڑکیاں آئی ہیں لیکن وہ اسے چھوڑ کر چلی گئیں۔ جو رومانس نہ کرنا جانتا ہو' تنہائی میں ہاتھ نہ پکڑتا ہو' بستر چھوڑ کر بھاگ جاتا ہو۔ کیا اسے لڑکیاں چھوڑ کر بھاگ نہیں جائیں گی؟"

فہمی نے کہا "علی! تم خاموشی سے سن رہے ہو۔ یہ تمہارا بھائی ہے یا دشمن؟"

پارس نے کہا "میں سچ کہہ رہا ہوں اس لیے دشمن نہیں ہوں۔ کل تم دلہن بن کر سہاگ کی سیج پر جاؤ گی۔ میں باہر ایک گاڑی تیار رکھوں گا کیونکہ تم بھی دولہا کے گھر سے بھاگ کر باہر آؤ گی تو گاڑی کی ضرورت پڑے گی۔"

فہمی نے کہا "پارس! میں نے تمہاری بڑی تعریفیں سنی تھیں۔ خاص طور پر لڑکیوں کے معاملے میں تم فرشتہ ہو۔ کسی بھی لڑکی کو مصیبت میں دیکھتے ہی تم اس کی مدد کے لیے یوں چلے آتے ہو جیسے میرے پاس پہنچ گئے ہو۔ آج تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ تم نے مجھے جو سمجھایا ہے' وہ سمجھ گئی ہوں۔ بس یہ فیصلہ ہے کہ میں شادی نہیں کروں گی۔ کیا تم مانتے ہو کہ میں ذہین ہوں اور تمہارے جیسے ذہین کی بات سمجھ چکی ہوں؟"

"واقعی تمہیں مان گیا۔ کمال ہے تم نے زیادہ بحث نہیں کی اور میری بات مان گئیں۔"

"اب تم بھی میری بات مان لو اور میرے دماغ سے جاؤ۔ اگر سیدھی طرح نہ گئے تو میں سانس روک کر بھگا دوں گی۔"

پارس نے کہا "علی! تمہاری غیرت کو کیا ہو گیا ہے؟ تم ایک لڑکی سے شادی کرو گے جو مجھے بھگانا چاہتی ہے؟"

علی نے کہا "میں جانتا تھا' فہمی کے سامنے تمہاری دال نہیں گلے گی۔ اسی لیے خاموش تھا اور تمہیں بکواس کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ چلو اب عزت سے جاؤ ورنہ بڑے بے آبرو ہو کر ہمارے کوچے سے نکلو گے۔"

اسی وقت آمنہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "اچھا ہوا' تم تینوں ایک ہی جگہ ہو۔ میں علی کو بتانے آئی تھی کہ تمہارے پاپا مصیبت میں ہیں۔ میں ان کے پاس جا رہی ہوں۔ مصیبت کیا ہے یہ تم خود جا کر معلوم کرو۔"

آمنہ چلی گئی۔ وہ تینوں ہنستے بولتے رہے تھے۔ میری مصیبت کی بات سنتے ہی تینوں کے اندر آگ بھر گئی۔ وہ چشمِ زدن میں میرے اندر پہنچ گئے۔

صرف وہی نہیں' سلمان' سلطانہ اور بابا صاحب کے ادارے کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میرے اندر چلے آئے تھے۔ میں کچھ عجیب و غریب قسم کی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ شیریں کے جس بنگلے میں تھا' اس کے اندر آ کر سونیا ہر کمرے میں مجھے تلاش کر چکی تھی اور میں اسے نظر نہیں آ رہا تھا جبکہ میں اسی بنگلے کے ایک کمرے میں مہمان تھا۔ اس کے دروازے اور کھڑکیاں اندر اور باہر سے اس طرح بند تھیں کہ انہیں کھولا نہیں جا سکتا تھا۔

میں نے کھڑکیوں کے شیشے توڑنے کی کوششیں کیں۔ وہ ٹوٹ نہ سکے۔ اگر ٹوٹ جاتے تو میں کمرے سے باہر دیکھ سکتا تھا کہ آخر میں کہاں ہوں؟ اسی بنگلے میں سونیا مجھے ڈھونڈ رہی ہے اور میں اسے کیوں نظر نہیں آ رہا ہوں۔

میرے تمام اپنے میرے دماغ میں رہ کر یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور سمجھنے کی کوششیں کر رہے تھے' کیا وہ وہی شیریں کے بنگلے کا کمرا ہے' جہاں میں مہمان بن کر آیا تھا؟ یا وہ کوئی طلسمی قید خانہ ہے' جو ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

پھر میرے تمام اپنوں نے میرے اندر رہ کر دیکھا' جہاں میں قید تھا اور جہاں سے باہر نہ جا سکتا تھا اور نہ کوئی اندر آ سکتا تھا وہاں مجھے ایک نورانی سراپا دکھائی دیا۔ وہ کوئی ٹھوس جسم نہیں تھا اور نہ ہی اس کی صورت شکل واضح تھی۔ اس وقت مجھے آمنہ کی آواز سنائی دی "میں آگئی ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "آمنہ! یہ کیا شیطانی چکر ہے۔ کھڑکیوں کے نازک شیشے بھی مجھ سے توڑے نہیں جا رہے ہیں۔"

آمنہ نے کہا "نہ تم کسی کمرے میں ہو۔ نہ یہاں کھڑکیاں اور دروازے ہیں۔ اگر واقعی کھڑکیوں کے شیشے ہوتے تو ٹوٹ جاتے۔ اس وقت تم فریبِ نظر میں الجھے ہوئے ہو۔"

"کیا میں کالے عمل کے ذریعے فریبِ نظر میں مبتلا کیا گیا ہوں؟ کون ایسا کر رہا ہے؟ کون مجھے قیدی بنا رہا ہے؟"

"وہ ایک خطرناک بلا ہے۔ کالے جادو اور آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ فی الحال میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکوں گی۔ تمہیں یہاں سے نکال رہی ہوں۔"

وہ نورانی سراپا آہستہ آہستہ دروازے کے پاس گیا۔ اس کے وہاں جاتے ہی ایک دھماکا سا ہوا اور دروازہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آمنہ نے کہا "فرہاد آجاؤ۔"

باہر تاریکی نظر آ رہی تھی۔ میں اسی نورانی سراپا کے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا تو میرے پیچھے بھی جہاں کمرا تھا' وہاں تاریکی چھا گئی۔ وہ کمرا بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ شاید اسی لیے کہ وہ کمرا نہیں تھا' فریبِ نظر تھا۔

میں نے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھا۔ اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا "میں کہاں ہوں؟ کیا تم جانتی ہو؟ یہاں اتنی گہری تاریکی کیوں ہے؟"

"رات کا وقت ہے۔ آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ نہ آسمان پر کوئی ستارہ ہے اور نہ تمہارے آس پاس کوئی بستی یا گھر ہے پھر روشنی کہاں سے نظر آئے گی۔"

"کیا مجھے یہاں صبح کا انتظار کرنا ہوگا؟"

"کسی ایک سمت چلو۔ کہیں نہ کہیں انسانی آبادی میں پہنچ جاؤ گے۔"

"یعنی اس اندھیرے میں ایک اندھے کی طرح چلنا ہوگا۔ کہیں کسی گڑھے میں گر سکتا ہوں۔"

"میں تمہاری شریکِ سفر ہوں۔ کہیں گرنے لگو گے تو سنبھال لوں گی۔"

میں نے ایک سمت چلتے ہوئے سونیا سے پوچھا "کیا تم شیریں کے بنگلے میں ہو؟"

وہ بولی "میں واپس جا رہی ہوں۔ آمنہ نے بتا دیا ہے کہ تمہارے ساتھ ایک شیطانی چکر تھا۔ اس کا توڑ ہو چکا ہے۔"

میں نے تاریکی میں آگے بڑھتے ہوئے کہا "آمنہ! روحانی قوتیں حاصل کر کے بہت پراسرار بن رہی ہو۔ کم از کم اپنے مجازی خدا کو تو بتاؤ' وہ خطرناک بلا کون ہے؟ اس نے مجھے ایک طلسمی کمرے میں کیوں قید کیا تھا؟ اسے مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"مجھ سے سوالات نہ کیا کرو۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں' روحانی قوتیں حاصل کر لینے والوں پر قدرتی طور پر زبان بند رکھنے کی پابندیاں ہوتی ہیں۔ خداوند کریم نے انسان کو عقل دی ہے کہ وہ پیش آنے والے خطرات کا خود اندازہ کرے اور پوری ذہانت کے ساتھ اپنے مصائب سے گزرتا رہے۔"

"میں موجودہ مصیبت سے خود نکل سکتا تھا یا مر سکتا تھا۔ تم میری مدد کرنے کیوں آئیں؟"

"اس لیے کہ میں بیوہ نہیں کہلانا چاہتی تھی۔ تم ناراض کیوں ہوتے ہو۔ سمجھتے کیوں نہیں کہ قدرتی طور پر مجھے جس حد تک روحانی قوت کو استعمال کرنے کی اجازت ہے' اس حد تک میں اپنوں کے کام آ سکتی ہوں۔"

"کیا اس خطرناک بلا کے بارے میں بھی بتانے کی اجازت نہیں ہے؟"

"صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ اس نے آتما شکتی اس انتہا تک حاصل کی ہوئی ہے کہ میں اس کے مقابلے میں چھوٹی پڑ جاؤں گی۔

صرف جناب علی اسد اللہ تبریزی ہی اس کی آتما شکتی کا توڑ کر سکیں گے۔"

"ابھی تم نے اس کا توڑ کیسے کیا تھا؟"

"وہ موجود نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو ہمیں اس طلسمی کمرے سے نکلنے نہ دیتی۔ تب تبریزی صاحب ہی ہماری مشکل آسان کر سکتے تھے۔"

"آمنہ! میں اس حد تک یہ سمجھ چکا ہوں کہ وہ جو خطرناک بلا ہے' وہ شیریں کی ہمزاد بن کر ہمارے لیے دشواریاں پیدا کر رہی ہے۔"

"یہ تو سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ وہ آخر کون ہے؟"

"اسے ڈھونڈ لینا مشکل ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ اب میں سوامی تلک رام بھاٹیا کے پیچھے پڑ جاؤں گا۔ دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور اس ہمزاد بننے والی خطرناک بلا سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

بہت دیر تک اور بہت دور تک چلنے کے بعد انسانی آبادی کے آثار نظر آئے۔ کچھ فاصلے پر مکانوں کی کھڑکیوں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ میں نے کہا "پتا نہیں' میں کہاں پہنچ گیا ہوں۔"

آمنہ نے کہا "جیسا کہ تم جانتے ہو' میں دنیاوی معاملات میں زیادہ دیر دلچسپی نہیں لے سکتی اس لیے جا رہی ہوں۔"

"کچھ دیر تو رک جاؤ۔ مجھے وہاں پہنچ کر دیکھنے تو دو کہ وہ کون سی بستی ہے؟"

"میں نے تمہیں کام کی جگہ پہنچا دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ جاتے جاتے کہہ گئی کہ اس نے مجھے کام کی جگہ پہنچا دیا ہے۔ پتا نہیں' وہ کون سی جگہ تھی اور میرے کس کام آ سکتی تھی؟

میں اس بستی میں پہنچ گیا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ تمام مکانوں کے دروازے بند تھے۔ بند کھڑکیوں کے شیشوں سے روشنیاں باہر گلیوں اور سڑکوں تک آ رہی تھیں۔ میں نے سوچا۔ اتنی رات کو کسی مکان کے دروازے پر دستک دینا مناسب نہیں ہوگا۔ اس بستی میں کوئی ہوٹل یا سرائے ہوگی' وہاں رات گزارنے کی جگہ مل جائے گی۔

علی' پارس' فہمی' سلطانہ اور سلمان وغیرہ میرے اندر موجود تھے۔ میں نے کہا "اب تم لوگ آرام کرو۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔"

علی نے کہا "پاپا! ابھی ماما جاتے وقت کہہ گئی ہیں کہ آپ کو کسی کام کی جگہ پہنچایا ہے۔ اب ہمارے اندر تجسس پیدا ہو گیا ہے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ اس وقت کہاں پہنچے ہوئے ہیں؟"

میں مختلف راستوں سے گزرتا ہوا ایک ریسٹ ہاؤس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ ریسٹ ہاؤس سرکاری افسران کے لیے تھا۔ وہاں ویرانی اور خاموشی تھی۔ صرف ایک کمرے میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ اسی وقت ریسٹ ہاؤس کے پیچھے سے چوکی دار ہاتھ میں ٹارچ لیے آیا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی میں مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ میں بے سر و سامان تھا۔ حلیہ بھی درست نہیں تھا۔ اس نے ناگواری سے کہا "کون ہو؟ یہاں کیا چوری کے ارادے سے آئے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا میں تمہیں چور نظر آتا ہوں؟ ایک مسافر ہوں۔ راستے میں لٹ گیا ہوں۔ ڈاکو سامان بھی لے گئے اور نقدی بھی لیکن اتنی رقم ہے کہ تمہیں خوش کر سکتا ہوں۔"

میں نے اسے دو بڑے نوٹ نکال کر دیے۔ وہ انہیں جیب میں رکھتے ہوئے بولا "صبح تک کسی کمرے میں رہ سکتے ہو۔ دن نکلتے ہی چلے جانا ورنہ کوئی افسر آئے گا تو میری ملازمت چلی جائے گی۔"

"میں صبح ہوتے ہی چلا جاؤں گا۔ جس کمرے میں روشنی ہے وہاں کوئی افسر ہے؟"

"وہ بھی ایک مسافر ہے۔ آپ سے ایک گھنٹا پہلے آیا ہے۔ میں نے اسے بھی صبح تک رہنے کی جگہ دی ہے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں آئے۔ ہمارے قدموں کی آواز سن کر کمرے کے اندر سے ایک شخص نے پوچھا "چوکی دار! کون ہے؟"

"صاحب! آپ کی طرح ایک مسافر ہے۔ اسے دوسرا کمرا دے رہا ہوں۔ آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔ آرام کریں۔"

"اس سے پوچھو' وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟"

"صاحب! میں نے سب پوچھ لیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

میں نے اپنوں سے کہا "تم سب چوکی دار کے دماغ میں جاؤ۔ مجھے شبہ ہے' یہ شخص چوکی دار کے ذریعے میری آواز سن کر میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

وہ سب چوکیدار کے دماغ میں چلے گئے۔ میں نے دروازے پر دستک دے کر کہا "مسٹر! ہمیں ایک ہی ریسٹ ہاؤس میں رات گزارنا ہے۔ بہتر ہے ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں۔ آپ دروازہ کھولیں۔"

بات ختم ہوتے ہی میں نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ جناب تبریزی نے ہم باپ بیٹوں کے دماغوں پر کچھ ایسا عمل کیا تھا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے چور خیالات سے ہماری اصلیت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

میرے چور خیالات پڑھنے والے کو وہی باتیں معلوم ہوئیں جو میں چوکی دار سے کہہ چکا تھا۔ یعنی میں ایک افسر ہوں۔ راستے میں ڈاکوؤں نے مجھے لوٹ لیا ہے اور یہ کہ میں اصفہان سے آ رہا ہوں۔

اسے اطمینان ہو گیا کہ میں ایک مظلوم مسافر ہوں۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ کمرے کی روشنی دروازے کے باہر تک آئی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ مجھے طیارے میں شیریں کے ساتھ دیکھ چکا تھا اور ہمزاد اسے بتا چکی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔

اور میں اسٹون ہارٹ کو ائرپورٹ کی عمارت میں دیکھ چکا تھا اس لیے پہچان گیا۔ کمرے میں ایک بڑے سے آئینے کے سامنے میک اپ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ پھر ایک بار روپوش ہونے کے لیے اپنا چہرہ بدلنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی میں وہاں پہنچ گیا تھا۔

وہ مجھے دیکھتے ہی بری طرح بدحواس ہو گیا تھا۔ اس کے لباس کے اندر ریوالور موجود تھا۔ زندگی میں پہلی بار میرے سامنے آ کر وہ خوف سے ریوالور کو بھول گیا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے ہمزاد کو مدد کے لیے پکار رہا تھا۔

وہ شاید نہیں تھی ورنہ ضرور اس کے لیے ڈھال بن جاتی۔ میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ اس کی حالت ایسی تھی کہ وہ مارے دہشت کے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دو چار ہاتھ کھا کر فرش پر گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔

میں نے اس کے سامان اور لباس کی تلاشی لی۔ ایک ریوالور ہاتھ آیا۔ پارس نے کہا "پاپا! اسے فوراً ختم کر دیں۔ وہ ہمزاد واپس آئے گی تو اس کے ذریعے پھر آپ کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گی۔"

علی اور سلمان نے بھی یہی مشورہ دیا۔ میں نے کہا "یہ حکومتِ ایران کا مجرم ہے۔ تم لوگ سونیا کو اطلاع دو کہ اسٹون ہارٹ اس بستی کے ایک ریسٹ ہاؤس میں زخمی پڑا ہے۔"

میں نے ریوالور سے اسٹون ہارٹ کا نشانہ لیا۔ وہ گڑگڑانے لگا۔ "فار گاڈ سیک۔ مجھے نہ ماریں۔ میں آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔"

میں نے ایک فائر کیا۔ اس کا ایک پیر زخمی ہو گیا پھر دوسرا فائر کیا۔ اس کا ایک بازو زخمی ہو گیا۔ چوکی دار سہما ہوا تھا۔ کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔ میں نے کہا "میں اس بستی میں نہیں رہوں گا۔ یہاں کسی ایسے شخص کے پاس لے چلو جس کے پاس گاڑی ہو۔ اب میں آرام سے سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

سونیا کو اطلاع مل چکی تھی۔ ایرانی خفیہ ایجنسی کے چند جاسوس' پولیس والوں کے ساتھ اس بستی کی طرف چل پڑے تھے۔ مجھے وہاں ایک گاڑی مل گئی۔ میں نے گاڑی کے مالک کو خیال خوانی کے ذریعے مجبور کیا۔ وہ مجھے گاڑی میں بٹھا کر دوسرے شہر کی طرف لے جانے لگا۔

میرے جو اپنے تھے' وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ گاڑی کے مالک نے پوچھا "کیا آپ اصفہان جانا پسند کریں گے۔ وہ یہاں سے قریب ہے۔ ہم صبح تک وہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ اصفہان چلیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔"

"میں حیران ہوں کہ زحمت اٹھانے پر آمادہ کیوں ہو گیا؟ ویسے میری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ جب سے کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے' گھر والے یہی کہتے ہیں کہ میں خبطی ہو گیا ہوں۔"

"آپ خبطی نہیں ہیں۔ ویسے گرتے ہوئے کاروبار کو سنبھالنے کے لیے کتنی رقم کی ضرورت ہوگی؟"

"آپ پوچھ کر کیا کریں گے۔ آپ آدھی رات کے بعد فرشتہ بن کر میرے پاس نہیں آئے ہیں۔"

"یہاں میں تمہارے کام آنے کے لیے ہی آیا ہوں۔ اصفہان پہنچو گے تو وہاں تمہیں پانچ لاکھ ڈالر ملیں گے۔"

وہ بے یقینی سے ہنسنے لگا۔ سونیا کے ایک ماتحت نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میڈم نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

میں نے کہا "میں ابھی آ رہا ہوں۔ یہ شخص جو مجھے گاڑی میں لے جا رہا ہے اس کے دماغ میں پہنچو اور صبح اصفہان میں اس کے لیے پانچ لاکھ ڈالر کا انتظام کر دو۔"

میں نے اسے گاڑی کے مالک کی آواز سنائی پھر سونیا کے پاس آیا۔ وہ بولی "ابھی اطلاع ملی ہے اسٹون ہارٹ پھر فرار ہو گیا ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے اسے اس طرح زخمی کیا تھا کہ وہ چل نہیں سکتا تھا پھر فرار کیسے ہو گیا؟"

"مقامی سراغ رسانوں نے چوکی دار سے پوچھا تھا۔ چوکی دار کا بیان ہے کہ اسٹون ہارٹ زخمی ہونے کے بعد فرش سے اٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد وہ اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر اپنا تمام سامان جلدی جلدی اٹیچی میں رکھ کر وہاں سے چلا گیا۔"

"تعجب ہے۔ ریوالور کی دو گولیوں نے اسے بری طرح زخمی کیا تھا پھر وہ کیسے اٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا؟"

میں گاڑی میں دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ اسی وقت پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ میں نے پوچھا "کون؟"

"میں ہوں ہمزاد۔"

میں نے کہا "تم ہمزاد نہیں' کوئی اور ہو۔"

"فی الحال ہمزاد ہوں۔ تمہیں مبارک ہو' میرے طلسمی قید خانے سے نکل آئے۔ آئندہ کیا ہوگا' کچھ اس کی خبر ہے؟"

"آئندہ کی باتیں صرف خدا جانتا ہے۔"

"میں بھی جانتی ہوں۔"

"اگر جانتیں تو تمہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ میں طلسمی قید خانے سے نکل جاؤں گا۔"

"ایک بار نکل آئے۔ دوسری بار نیا شکنجہ ہوگا' وہاں سے مر کر ہی نکلو گے۔"

"اگر نکل جاؤں تو یہ تسلیم کر لینا کہ آئندہ کی باتیں صرف خدا جانتا ہے۔"

"جب میں ناکام ہوتی ہوں تو پھر اس ناکامی کا بدلہ لینے میں دیر نہیں کرتی اور میں بدلہ لے چکی ہوں۔"

"مجھے بتاؤ۔ تم نے کیا ذلالت کی ہے؟"

"میں نہ بتاؤں، تب بھی تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ ویسے یہ نہیں پوچھو گے کہ بری طرح زخمی ہونے والا اسٹون ہارٹ پھر کیسے فرار ہوگیا؟"

"تم نے کوئی کالا جادو کیا ہوگا۔"

"مجھے جادوگرنی نہ کہو۔ میں مہان آتما شکتی والی ہوں۔ تم نے اس کے ایک پیر اور ایک بازو کو زخمی کیا تھا۔ میں نے آتما شکتی سے پلک جھپکتے ہی اس کے دونوں زخم بھردیے ہیں اور اسے ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچادیا ہے۔"

"تمہاری باتوں اور حرکتوں سے صاف ظاہر ہے کہ تم امریکا کے لیے ایران کے خلاف کام کررہی ہو۔"

"تمہاری بات کسی حد تک درست ہے لیکن میں کون ہوں اور آئندہ کیا کرنے والی ہوں، یہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معلوم ہوگا۔"

اچانک علی نے میرے پاس آکر کہا "پاپا! فہمی کا پتا نہیں چل رہا ہے، وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی نہیں مل رہی ہے۔"

"وہ کیسے لاپتا ہوگئی؟ وہ کہاں تھی؟"

"ماما کے پاس کوٹھی میں تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ماما جب آپ کو طلسمی قید خانے سے نکالنے میں مصروف تھیں، اسی وقت فہمی کو اغوا کیا گیا ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "او خدایا! اس ہمزاد نے اپنی ناکامی کا بدلہ لیا ہے۔ اسی نے فہمی کو ہم سے دور کردیا ہے۔"

میں نے اور علی نے اس ہمزاد کہلانے والی کے قہقہے سنے۔ وہ کہہ رہی تھی "تمہارا بیٹا اب اپنی دلہن کو ڈھونڈتا رہ جائے گا۔"

○☆○

ملی ڈونا یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کتنے گھنٹوں تک بے ہوش رہی؟ پھر پورس نے اسے کتنے دنوں تک کوما میں رکھا؟ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر آتے رہے تھے، انہوں نے بے ہوشی کے دوران میں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

ثی تارا، نتاشا، ان کے معمول اور تابعدار میجر ٹی ہنٹر، گورانو جوزف، کرسٹو وسکی اور دوسرے کئی امریکی اور روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے آپس میں یہ طے کرچکے تھے کہ وہ ہر پندرہ بیس منٹ کے وقفے سے ملی ڈونا کے اندر جاتے رہیں گے تاکہ اسے اغوا کرنے والا اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک نہ کرے۔

وہ سمجھ گئے تھے کہ اسے پورس نے اغوا کیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ملی ڈونا کے دماغ میں اجازت کے بغیر آئے اور اس کے چور خیالات سے یہ معلوم کرسکے کہ پورس کی مصروفیات کیا ہیں؟ اور وہ کس تعلق سے ملی کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے؟ اور کیا ملی کو یہ بات معلوم ہوگی کہ پورس ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دینے والی دوا تیار کرچکا ہے؟ اگر نہیں تو وہ تیاری کے کس مرحلے پر ہے؟

ایسی بہت سی معلومات حاصل کرنے کے لیے ملی ڈونا ... ضرورت بن گئی تھی۔ ان سب کی ایک ہی خواہش تھی کہ کسی ... ملی کے ذریعے پورس تک پہنچ کر اسے گولی ماردیں۔ وہ بار بار ... کے دماغ میں جاتے رہے۔ پہلے تو انہوں نے اسے بے ہوش ... پھر پتا چلا کہ پورس نے اسے کوما میں پہنچادیا ہے۔ وہ سب ... اسے گالیاں دینے لگے۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کرسکتے تھے۔

اب وہ لوگ اپنے اپنے طور پر اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو ... رکھنے کی تدابیر سوچ رہے تھے۔ ایک سیدھی سی تدبیر یہ تھی کہ ... اپنے ملک اور اپنی برسوں کی رہائش گاہوں کو چھوڑ کر ایسی جگہ ... جائیں، جہاں پورس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے کے لیے ... پہنچ سکے۔

ایسی کون سی جگہ ہوسکتی ہے، جہاں پورس نہ پہنچ سکے؟

دیکھا جائے تو صرف چند ممالک میں ٹیلی پیتھی جاننے وا... مستقل رہائش اختیار کیے ہوئے تھے۔ جیسے میں اور میری فیملی ... افراد فرانس میں واقع بابا صاحب کے ادارے میں رہتے تھے ... ضرورت کے وقت وہاں سے دوسرے ممالک کی طرف جایا کر... تھے۔ الپا بھی ہمیشہ تل ابیب شہر میں رہتی تھی اور کبھی اپنا ملک ... چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں نہیں جاتی تھی۔ روسی ٹیلی ... جاننے والے بھی اپنے ملک میں رہ کر اپنے دشمنوں کے خلا... مصروف رہتے تھے۔

ایسے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ وہ ... مستقل جگہ سے کسی دوسرے ملک میں منتقل ہوجائیں گے پھر ... روپوش رہ کر اپنے اپنے ملک کی بہتری کے لیے کام کرتے رہیں ... گے۔ پورس کو ہوا بھی لگنے نہیں دیں گے کہ وہ کہاں چھپے ر... ہیں؟

ایک ٹرانسفارمر مشین امریکا میں تھی اور دوسری بابا صاحب ... کے ادارے میں۔ پورس اس ادارے میں داخل نہیں ہوسکتا ... اور اس ادارے کے باہر کئی کلومیٹر دور رہ کر بھی مخالفانہ کارروا... نہیں کرسکتا تھا۔ اب سے پہلے وہ نادیدہ گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ضائع کرنے کے لیے ثی تارا کے ساتھ اس ادار... کی طرف گیا تھا لیکن ادارے کے باہر ہی اسے وارننگ دی گئی ... کہ وہ کسی قسم کی دوا اسپرے کرنے کی نادانی نہ کرے۔ اسے ... انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

میں اور میری فیملی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جس ملک ... بھی جاتے تھے وہاں محتاط رہنے لگے تھے تاکہ پورس کو ہماری رہائش ... گاہ اور ہمارے آس پاس کے علاقوں کا علم نہ ہوسکے۔ اس نے ... تک ہمارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ اس کے باوجود ... محتاط تھے۔ وہ بھی شاید اس لیے محتاط ہوگا کہ اسے ایک بار ... صاحب کے ادارے سے وارننگ مل چکی تھی۔

امریکی اکابرین نے بھی اپنے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا کہ ... ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واشنگٹن، نیویارک اور میامی وغیرہ کے تمام ... کہیں دور بھیج دیا جائے گا۔ جب تک پورس گرفت میں نہیں آئے گا اور اسے ہلاک نہیں کیا جائے گا تب تک ان کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی احتیاط سے چھپا کر رکھا جائے گا۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پورس کی نئی دوا کا اثر ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر ہوگا۔ ٹرانسفارمر مشین اس دوا سے متاثر نہیں ہوگی۔ پورس ہمارے ایک آدمی کی ٹیلی پیتھی کو مٹائے گا تو ہم ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلیں گے۔ اس کی دوا ختم ہوجائے گی۔ ہماری ٹرانسفارمر مشین کبھی ختم یا ناکارہ نہیں ہوگی۔"

ٹرانسفارمر مشین کی موجودگی سے انہیں حوصلہ مل رہا تھا کہ امریکا میں محبِ وطن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی کبھی نہیں ہوگی۔

ایک حاکم نے کہا "ہمارے ساتھ یہ ٹریجڈی ہمیشہ رہی ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھوٹی چھوٹی کامیابیاں حاصل کرلیتے ہیں لیکن فرہاد اور اس کی فیملی کے مقابلے میں ناکام رہتے ہیں۔ اب ایک پورس نامی جوان آیا ہے۔ اس کے مقابلے میں بھی ہمارے لوگوں کو مسلسل ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔"

"ہم نے مین کلر کو ٹیلی پیتھی کے شعبے کا انچارج بنایا تھا۔ ہمیں پتا ہی نہ چلا کہ وہ کب خسرا بن گیا ہے۔ ہمارے ایک جوان افسر نے اس کے خلاف بڑی شرمناک شکایت کی تھی۔"

"اجلاس میں بتایا جائے کہ وہ شکایت کیا تھی؟"

"مین کلر نے خیال خوانی کے ذریعے ایک جوان افسر کو اپنی خواب گاہ میں بلایا تھا۔ جب اس افسر کو پتا چلا کہ مین کلر کی جنس تبدیل ہوچکی ہے اور اس کے ارادے اچھے نہیں ہیں تو وہ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ مین کلر نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے صبح تک مجبور کرتا رہا۔ اس افسر کو صبح اس کے جبر سے نجات ملی۔"

دوسرے افسر نے کہا "مین کلر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسری رات مجھے ٹریپ کیا تھا۔ میرے ساتھ اور دو افسران تھے۔ انہیں جب حقیقت معلوم ہوئی کہ مین کلر جوان اور تگڑے افسروں کے لیے وبالِ جان بن گیا ہے تو اسے بے ہوش کرکے اس جزیرے میں بھیج دیا گیا، جہاں ٹرانسفارمر مشین ہے۔ اس مشین کے ذریعے مین کلر کا برین واش کرکے اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹادیا گیا ہے۔"

ایک افسر نے کہا "انکوائری سے پتا چلا ہے کہ پورس نے اسے ہارمونز کا انجکشن لگایا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کو خسرا بنا دیا گیا، یہ ہمارے لیے بڑے شرم کی بات ہے۔"

"شرم کی بات بھی ہے اور تشویش کی بھی۔ یہ پورس کم سے کم عرصے میں بڑی تیزی سے خود کو ناقابلِ گرفت اور ناقابلِ شکست ثابت کرتا جارہا ہے۔"

"کمال تو یہ ہے کہ وہ بالکل تنہا ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کررہے ہیں اور یہی معلومات حاصل ہورہی ہیں کہ واقعی وہ تنہا ہے۔ نہ اس نے کوئی خفیہ تنظیم بنائی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی خاص ماتحت ہے۔ اس کا کوئی ایک معمولی ملازم بھی نہیں ہے حتیٰ کہ کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ سننے میں آرہا ہے کہ وہ ملی ڈونا کا دیوانہ ہے اسی لیے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔ اس سے محبت ہے اسی لیے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اسے محفوظ رکھنے کے لیے اس دیوانے نے اسے کہیں گم کردیا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اگر یہ بات درست ہے تو پھر پارس اور پورس ایک دوسرے کے رقیب ہیں۔ ان کی رقابت جلد ہی منظرِ عام پر آئے گی۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "ایسا ہونا چاہیے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے ہیں لیکن پارس اور پورس نہیں ٹکرا رہے ہیں۔ دو مردوں کے درمیان ایک حسین عورت خونریزی کا باعث بنتی ہے۔ کچھ ایسا لگتا ہے کہ ملی ڈونا ان دو پہاڑوں کو ایک دوسرے سے ٹکرانے پر مجبور کردے گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں اپنے ٹیلی پیتھی کے شعبے کی طرف آنا چاہیے۔ اب اس شعبے کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کون ہوگا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہمیں ایک ہی شخص کو ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ بنا کر اسے اس شعبے کا ڈکٹیٹر نہیں بنانا چاہیے۔ بلکہ پانچ نہایت ذہین اور معاملہ فہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس شعبے کا انچارج بنانا چاہیے تاکہ کسی بھی مسئلے پر ایک کا نہیں، پانچ افراد کے دماغ کام کریں اور وہ صحیح اقدامات کیا کریں۔"

پورس ان امریکی اکابرین میں سے چند حکام اور افسران کے دماغوں میں جاسکتا تھا اور ایسے تمام اجلاسوں میں ان کے ذریعے موجود رہتا تھا۔ وہ اسی طرح اسرائیل میں بھی چند یہودی اکابرین کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ الپا مطمئن تھی۔ اس نے برین آدم سے کہا "ٹیک برادر! ہمارے لیے یہ بات اطمینان بخش ہے کہ پورس نے ہمارے ملک کی طرف رخ نہیں کیا ہے۔ ہمارے کسی معاملے میں اس نے مداخلت نہیں کی ہے۔"

برین آدم نے کہا "اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ہم نے اس کے خلاف کبھی کوئی بیان جاری نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی جاسوسی کررہے ہیں کہ وہ کون ہے؟ اس کے ارادے کیا ہیں؟ اور آئندہ وہ کیا کرنے والا ہے۔"

"اس کی طرف سے ایک ہی خطرہ تھا کہ وہ کسی دن اچانک

اس نامعلوم دوا کے ذریعے میری ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دے گا۔ اب یہ خطرہ نہیں رہا۔ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے ساتھ اسرائیل سے بہت دور آگئی ہوں۔ میری یہی کوشش ہوگی کہ پورس کو کبھی میرا سراغ نہ ملے۔"

پورس فرانس کے بھی چند اکابرین کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ شی تارا نے وہاں کے سب سے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے میجرٹی ہنٹر کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔

میجرٹی ہنٹر کو شی تارا کے تنویمی عمل سے نجات دلانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ پورس نادیدہ بن کر میجرٹی ہنٹر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کے بعد اس کے دماغ سے شی تارا کے عمل کا توڑ کرسکتا تھا۔

لیکن اس معمولی سے کام کے لیے فرصت نہیں تھی۔ وہ دوسرے کئی معاملات میں مصروف تھا اور ان معاملات میں وہ ملی ڈونا کے معاملے کو اہمیت دے رہا تھا۔ وہ کئی دنوں تک دیکھتا رہا کہ کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ملی کے بے حس دماغ میں آتے تھے' اسے مخاطب کرتے تھے پھر جواب نہ پاکر مایوس ہو کر چلے جاتے تھے۔

پھر وہ سب رفتہ رفتہ بالکل ہی مایوس ہوگئے۔ ان کے اپنے مسائل کم نہیں تھے۔ وہ ان مسائل پر توجہ دینے لگے۔ ایک رات پورس نے ملی ڈونا کو کوما سے نارمل حالت میں لا کر یہ آزمایا کہ مخالفین اب بھی اس کے اندر آرہے ہیں یا نہیں؟ اس نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ یہ سوچ لیا کہ ناکام ہوگا تب بھی ملی اس کی نگاہوں کے سامنے ہی رہے گی۔ وہ مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا توڑ کرے گا۔

اسے ناکامی نہیں ہوئی۔ وہ خوب سوچ سمجھ کر بڑے صبر و تحمل سے کام کرنے کا عادی تھا اس لیے کامیاب رہا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے ملی کے دماغ میں توانائی پیدا کی۔ اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ اب پارس تو کیا خود وہ بھی اس کے دماغ میں نہیں جاسکتا تھا۔

لیکن بڑا مکّار تھا۔ اس نے ملی کے ذہن میں ایک نئی آواز اور لب و لہجے کو نقش کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ صرف اس لب و لہجے کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کرے گی۔ اس لب و لہجے والا شخص اس کے اندر آکر جو حکم دے گا' وہ اس کی تعمیل کرے گی۔

اس طرح وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی لیکن تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اس کی جان چھوٹ گئی۔ اب کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں آسکتا تھا۔

جب وہ تنویمی نیند کے بعد بیدار ہوئی تو خود کو ایک آرام دہ بستر پر پایا۔ وہ تھوڑی دیر تک چھت کو تکتی رہی اور سوچتی رہی کہ کہاں ہے؟

اس نے بستر پر بیٹھ کر دیکھا۔ وہ کسی کے بیڈ روم میں تھی۔ سوچنے لگی کہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے؟ اس نے آواز دی "کوئی ہے؟"

جواب نہیں ملا۔ اس نے بار بار آواز دی "کوئی ہے؟ مجھ آواز سنو۔ یہاں آؤ۔"

کوئی نہیں تھا۔ کوئی نہیں آیا۔ سرہانے کی میز پر ایک کھلا ہوا کاغذ تھا۔ کاغذ کے اوپر چابیوں کا گچھا رکھا ہوا تھا۔ اس نے چابیوں کو ایک طرف رکھ کر کاغذ کو اٹھا کر پڑھا۔ اس پر لکھا تھا "ملی! ذرا یاد کرو۔ تم کن حالات سے گزر رہی تھیں۔ میں تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے بچا کر اس بنگلے میں لے آیا ہوں اور میں نے تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ مجھ پر شبہ نہ کرنا کہ میں نے تمہیں معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ میں تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔ تمہیں دشمنوں کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنے کی نیکی کرکے تمہارا برا نہیں چاہوں گا۔ تمہیں اپنی معمولہ اس لیے نہیں بناؤں گا کہ اپنی محبت سے اور اپنے اچھے عمل سے تمہارا دل جیتنا چاہتا ہوں۔

"تم یقین کرو کہ پارس تو کیا' میں بھی تمہارے دماغ میں نہیں آسکوں گا۔ تم کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیا کروگی۔ تم بالکل آزاد اور خود مختار ہو۔ میری اب ایک ہی خواہش ہے کہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے باتیں کرلیا کرو۔ شاید اس طرح میری محبت اور خلوص کو سمجھ کر مجھے اپنی زندگی میں اہمیت دے سکو۔ فقط تمہارا ہی تمہارا پورس۔"

وہ خط پڑھنے کے بعد سوچنے لگی کہ وہ کہاں تھی؟ اس پر کیا گزر رہی تھی؟ اسے پچھلی باتیں یاد آنے لگیں۔ آخری بات یہی یاد آئی کہ کسی نے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی اور وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔

اب ہوش میں آنے کے بعد خود کو اس نئے بنگلے میں پارہی تھی۔ اس بنگلے کی تمام چابیاں سرہانے والی میز پر رکھی ہوئی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "آجاؤ۔ میرے دماغ کا دروازہ تمہارے لیے ہمیشہ کھلا رہے گا۔ کیا ابھی نیند سے بیدار ہوئی ہو؟"

"ہاں۔ ابھی آنکھ کھلتے ہی خود کو انجانی جگہ پارہی ہوں۔"

"کسی طرح کا اندیشہ نہ کرو۔ وہ بنگلا محفوظ ہے۔ دشمن یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں تمہیں کسی دوسرے شہر لے گیا ہوں لیکن تم اسی شہر نیویارک میں ہو۔ میں نے تمہارے چہرے پر ماہرانہ میک اپ کیا ہے۔ کوئی تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔ شاید تم نے ابھی آئینہ نہیں دیکھا ہے۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر قد آدم آئینے کے سامنے آئی۔ آئینے میں ایک اجنبی جوان حسینہ کو دیکھ کر چونک گئی۔ اپنے چہرے کو جگہ جگہ سے چھو کر بولی "تم واقعی باکمال ہو۔ بڑی مہارت سے میک اپ کیا ہے۔"

"کیا تمہیں یہ چہرہ پسند ہے؟"

"بہت پسند ہے۔ تم نے مجھے پہلے سے زیادہ حسین بنادیا ہے۔ میں تمہارا کس طرح شکریہ ادا کروں؟ تم نے میرے دماغ سے تمام دشمنوں کو بھگا دیا ہے۔ میری ایسے حفاظت کررہے ہو' جیسے کوئی اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے۔"

"تمہیں اپنی جان سمجھتا ہوں اس لیے جان پر کھیل کر تمہاری حفاظت کی ہے اور کروں گا اور اب تو تم دماغی طور پر کسی کے دباؤ میں نہیں ہو۔ میں بھی تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے دماغ میں نہیں آسکوں گا۔"

"پورس! تم بہت اچھے ہو۔"

"تم ایک بات کا برا نہ ماننا۔ میں نے تمہارے دماغ کو اس طرح لاک کیا ہے کہ پارس بھی تمہاری اجازت کے بغیر نہیں آسکے گا۔"

"اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟ تم نے میرے لیے جو بہتر سمجھا وہی کیا ہے۔ میں پارس کو سمجھا دوں گی کہ خواہ اپنا آدمی ہی کیوں نہ ہو' اسے دستک دیے بغیر نہیں آنا چاہیے۔"

"اور اخلاق اور تہذیب کا بھی یہی تقاضا ہے۔"

"مجھے یہ بتاؤ۔ میرے بے ہوش ہونے کے بعد اب تک کتنا وقت گزر چکا ہے؟"

"آج پانچواں دن ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے بولی "میں پانچ دنوں تک اپنے آپ سے غافل رہی ہوں؟"

"ہاں۔ دشمن تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ میں نے تمہیں چار دنوں تک کوما میں رکھا تھا۔ جب یقین ہوگیا کہ دشمن اب نہیں آئیں گے تو میں نے تمہارے دماغ کو لاک کردیا۔"

"یو آر سو نائس ٹوی۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

"احسان بھول جاؤ۔ کوئی بات نہیں' مجھے نہ بھولنا۔"

"پورس! میں سمجھ رہی ہوں کہ تم میری ذات میں دلچسپی لے رہے ہو۔ مجھے اتنا چاہتے ہو کہ میرے لیے جان پر کھیل جاتے ہو۔ تمہارے پیار کی اس دیوانگی نے مجھے دوراہے پر لا کر کھڑا کردیا ہے۔ ایک طرف تم ہو اور دوسری طرف پارس۔"

"تم میرے خلوص اور نیک نیتی کو دیکھو۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنی طرف مائل کرسکتا تھا۔ تمہارے حسن اور شباب سے بہ آسانی کھیل سکتا تھا لیکن میں ہوس کا پجاری نہیں' محبت کا پجاری ہوں۔"

"میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم میری مرضی کے خلاف میرے ساتھ بہت کچھ کرسکتے تھے اور میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔"

"اور ایسے وقت پارس بھی تمہیں نہیں بچا سکتا تھا۔ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے کہ میں تمہیں کہاں لے آیا ہوں۔"

"تم نے اپنے بہترین اعمال سے ثابت کردیا ہے کہ ایک سچے اور کھرے انسان ہو۔ مجھے ذرا سوچنے سمجھنے کا وقت دو۔ میں اپنے موجودہ حالات پر غور کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے شک تمہیں نہایت سکون اور اطمینان سے غور کرنا چاہیے۔ اب وہاں سے اٹھو۔ غسل کرکے فریش ہوجاؤ۔ وارڈ روب میں کچھ ملبوسات ہیں اور اتنی زیادہ رقم ہے کہ اپنی مرضی سے خوب شاپنگ کرسکتی ہو۔ اب میرے دماغ سے جاسکتی ہو پھر جب چاہو آسکتی ہو۔"

وہ پورس کے دماغ سے نکل کر الماری کے پاس آئی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ طرح طرح کے ملبوسات تھے۔ ایک طرف نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ ایک لباس پسند کرکے باتھ روم میں چلی گئی۔ پورس نئے لب و لہجے کے ذریعے اس کے اندر پہنچا ہوا تھا اور وہ اسے محسوس نہیں کررہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے اس کے دماغ سے نکل آیا۔ جب ملی ڈونا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نیا لباس پہن کر بیڈ روم میں آئی تو وہ پھر اس کے دماغ میں آگیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ پارس سے رابطہ کرے گی۔

فریج میں دودھ اور پھل رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں نکال کر ایک میز پر لے آئی۔ پھر سیب کھاتے اور دودھ پیتے ہوئے پارس کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا "ملی! تم بول رہی ہو؟ خدا کا شکر ہے' تم نیچے آگئیں۔"

"یہ نیچے آنے کا مطلب کیا ہوا؟"

"میں سمجھ رہا تھا' اوپر جا چکی ہو۔ چار دنوں سے لاپتا تھیں اور کیا سوچا جاسکتا تھا۔"

"آج پانچواں دن ہے اور تم نے مجھے تلاش نہیں کیا۔ یہ سمجھ لیا کہ میں مرچکی ہوں۔ کیا یہی تمہاری محبت ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے' کچھ کھا رہی ہو۔"

"سیب کھا رہی ہوں۔"

"سیب تو جنت کا پھل ہے۔ تم کہاں سے بول رہی ہو؟"

"میری بات کو مذاق میں مت اڑاؤ۔ جب محبت میں آزمائش کا وقت آیا تو تم نے کہہ دیا کہ میں صبر کروں۔ دشمنوں کو اپنے دماغ میں آنے دوں۔ تم کوئی مناسب موقع پاتے ہی مجھے دشمنوں سے نجات دلاؤ گے۔"

"جب میں تمہارے دماغ میں یہ بات کہہ رہا تھا تو وہاں دشمن بھی موجود تھے۔ میں انہیں دھوکا دے رہا تھا کہ تمہارے لیے فوری طور پر کچھ نہیں کرسکوں گا۔ جبکہ یہ جانتا تھا کہ پورس نادیدہ بن کر تمہارے پاس موجود ہے اور وہ یقیناً کچھ کر گزرنے والا ہے۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ پورس نادیدہ بن کر میرے پاس ہے؟"

"خدا نے مجھے تھوڑی سی عقل دی ہے۔ یہ عقل مجھے کچھ سمجھا دیا کرتی ہے۔"

"کیا خاک سمجھاتی ہے۔ تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور دور رہ کر میری تباہی کا تماشا دیکھتے ہو۔ جبکہ پورس جان پر کھیل کر میری ایسی حفاظت کر رہا ہے کہ آئندہ کوئی دشمن میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"پورس نے واقعی بڑے احسانات کئے ہیں۔ ہم دونوں مل کر اس کا شکریہ ادا کریں گے۔ کیا تمہارا دماغ لاک ہو چکا ہے؟"

"ہاں۔ یہ بھی پورس نے کیا ہے۔"

"ہم اس احسان کا بھی شکریہ ادا کریں گے۔ اس نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تمہارے دماغ میں وہ آتا ہو گا۔"

"اس نے ایسی نیکی اور سچائی سے میرے دماغ کو لاک کیا ہے کہ وہ خود میری اجازت کے بغیر میرے اندر نہیں آسکتا ہے۔"

"ہم اس کی اس نیکی اور سچائی کا بھی شکریہ ادا کریں گے۔ ویسے میں تو تمہارے اندر آسکتا ہوں؟"

"ہرگز نہیں۔ اجازت کے بغیر آؤ گے تو سانس روک کر بھگا دوں گی۔"

"اس نے میرا راستہ بھی روک دیا۔ ہم اس احسان کا بھی شکریہ ادا کریں گے۔"

"کیا شکریہ، شکریہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس نے بے شمار احسانات کئے ہیں۔ وہ بہت بڑے انعام کا مستحق ہے۔"

"تم سے بڑا انعام کیا ہو سکتا ہے۔ کیا تمہیں اٹھا کر دے دوں؟"

"کیا تم ایسا چاہتے ہو؟"

"اس نے تمہارے اندر آنے کا راستہ روک دیا۔ آئندہ میں نہیں آسکوں گا۔ تم بھی خوش ہو۔ اجازت کے بغیر آؤں گا تو بھگا دیا کرو گی۔ جب بھگانے کے لیے سوچ ہی چکی ہو تو پھر ہمارے درمیان کیا رہ جاتا ہے؟"

"تمہاری باتوں سے یوں لگ رہا ہے کہ تم میرے معاملے میں پورس سے شکست کھا رہے ہو۔"

"بھئی سچ تو یہی ہے کہ تمہارے پورس نے خود کو مردِ میدان ثابت کیا ہے۔ اس نے پہلی بار تمہیں امریکی انٹیلی جنس والوں کی حراست سے رہائی دلائی۔ دوسری بار وہ تمہیں بنگلے سے نکال کر پارک میں نہ لے جاتا تو مین کلرا ہی بنگلے میں میرے ساتھ تمہیں بھی مار ڈالتا۔ تیسری بار اس نے تمہارے دماغ کو لاک کر کے تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تمہیں نجات دلائی ہے۔ میں نے کیا کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ ایک خاموش تماشائی بن کر تماشا دیکھتا رہا ہوں۔"

"گویا تم تسلیم کرتے ہو کہ عورت تحفظ چاہتی ہے اور تم میری حفاظت کرنے میں ناکام رہے ہو؟"

"آہ بلی! مجھے اور شرمندہ نہ کرو۔ میں پانی پانی ہو رہا ہوں۔ تم سے التجا کرتا ہوں۔ پورس کے ساتھ مل کر نیکی کرو اور مجھے پانی میں ڈال دو۔ خدا تم دونوں نیک بندوں کو اس کا اجر دے گا۔ آمین اور خدا حافظ۔"

اس نے سانس روکی۔ بلی ڈونا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ پورس بھی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ میں پڑ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ بلی اس کی تعریفیں کرے گی اور اس کی طرف مائل ہو گی تو پارس اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لے گا۔ بلی کو اپنے پاس بلائے گا یا کسی طرح بلی کے پاس پہنچ جائے گا۔

پچھلی رات اس کے دو خاص ڈاکٹروں نے اطلاع دی تھی کہ ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دینے والی دوا تیار ہو چکی ہے اور پوچھا تھا کہ اس دوا کو کس طرح آزمایا جائے گا؟

پورس نے ڈاکٹروں سے کہا تھا کہ وہ ہندوستان آئے گا پھر وہاں یہ طے کرے گا کہ وہ دوا پہلے کس پر آزمائی جائے؟

اور وہ طے کر چکا تھا کہ پارس بلی کے معاملے میں جذباتی ہو کر اسے حاصل کرنے کے لیے ڈھونڈتا ہوا اس کے پاس پہنچے گا تو پہلی دوا اسی پر اسپرے کی جائے گی۔

پارس اور پورس میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔ دونوں ذہانت میں، طاقت میں، چالبازیوں میں ایک دوسرے کے جوڑ کا توڑ تھے۔ کسی ایک کی صلاحیتوں میں کچھ کمی ہونی چاہیے تھی۔ اگر وہ نئی دوا پارس پر اسپرے کر دی جاتی اور وہ ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جاتا تو پورس کے مقابلے میں کمتر ہو جاتا۔

اس مرحلے پر پورس نے پارس کو سمجھنے میں غلطی کی۔ اس کے خیال کے مطابق پارس کو غیرت میں آکر بلی ڈونا کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانا تھی۔ وہ اس کی محبوبہ تھی۔ بھارتی فلموں کی طرح ہیرو اپنی محبوبہ کے گھر میں گھس کر اسے اٹھا کر لے جانے والا تھا۔ ایسے وقت بھارت سے آنے والی وہ دوا اس پر اسپرے کی جا سکتی تھی۔

لیکن پارس نام کا وہ ہیرو بڑا بے غیرت نکلا۔ اپنی ہیروئن کو رقیب کے حوالے کر کے کہیں چین کی بنسری بجا رہا ہو گا۔ پورس نے اپنے دماغ میں بلی ڈونا کی آواز سنی "پورس! میں ہوں۔ تمہاری بلی ڈونا۔ میں ابھی پارس کے پاس گئی تھی۔"

پورس نے پوچھا "اس سے کیا باتیں ہوئیں؟"

"باتیں کیا ہوں گی؟ وہ تمہارے مقابلے میں خود کو کمتر سمجھ رہا ہے۔ خود کو میرے قابل بھی نہیں سمجھ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ مجھ سے دستبردار ہو چکا ہے۔"

پورس نے اسے سمجھایا "میں تمہیں چاہتا ہوں لیکن یہ نہیں چاہتا کہ پارس تمہارا دوست نہ رہے۔ وہ ہمارے بہت کام آسکتا ہے۔ اسے دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تم اس کی محبوبہ نہ رہو تو دوست بھی نہ رہو۔"

"تم نے پہلے یہ بات کیوں نہیں سمجھائی؟ میں تو اس سے نہ؟

کر نفرت سے باتیں کر رہی تھی۔ تمہارے مقابلے میں اسے بدل شرمندہ کر رہی تھی۔"

"تمہیں اتنی سختی سے پیش نہیں آنا چاہیے تھا۔ بہرحال بگڑی ہوئی بات بنائی جا سکتی ہے۔ اس سے پھر رابطہ کرو۔ جو رویّہ اختیار کیا تھا اس کے لیے معافی مانگ لو۔ اسے یقین دلاؤ کہ تم ہمیشہ اس کی دوست بن کر رہو گی بلکہ اس سے کہیں ملاقات کا وقت مقرر کر لو۔ وہ بہت چالاک ہے۔ تم میری طرف مائل ہو، یہ سوچ کر تم سے نہیں ملے گا کہ تم اسے پھانسنے کے لیے بلا رہی ہو۔"

"پھر تو اس سے رابطہ کرنا ہی فضول ہے۔"

"نہیں، رابطہ ضرور کرو۔ پہلے جیسی دوستی بحال کرو۔ میں اکثر ایسی جگہ ضرور کامیاب ہوتا ہوں، جہاں ناکامی کے امکانات ہوا کرتے ہیں۔"

وہ اس کے مشورے کے مطابق دوسری بار پارس کے دماغ میں گئی تو دیکھا، وہ ایک کرسی پر کھڑا ہوا تھا اور چھت سے لٹکتی ایک رسی کا پھندا اپنا کر اپنی گردن میں ڈال رہا تھا۔

بلی نے پورس کے پاس آکر کہا "فوراً میرے دماغ میں آؤ اور دیکھو پارس کیا کر رہا ہے۔"

پورس نے بھی بلی کے ساتھ دیکھا۔ اس کے خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہا تھا "میں جی کے کیا کروں گا۔ جب دل ہی ٹوٹ گیا۔ بلی میری آخری محبت تھی۔ اس آخری محبت نے پورس کے مقابلے میں مجھے ذلیل کیا ہے۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ کیا ہی اچھا ہو تا کہ پھانسی کے بعد بھی کوئی میرا منہ نہ دیکھتا۔"

بلی نے کہا "پارس! یہ کیا کر رہے ہو؟ رک جاؤ۔ میں دوستی کرنے آئی ہوں۔ ہم دونوں ہمیشہ اچھے دوست بن کر رہیں گے۔"

"نہیں۔ کبھی نہیں۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ دوستی مجھ سے کرو اور بستر پورس کے لیے بچھاؤ۔ میں بے غیرت نہیں ہوں۔"

پورس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی خودکشی کر لے گا۔ پارس نے آخری مکالمہ ادا کیا "میں راضی خوشی اس دنیا سے جا رہا ہوں۔ میری وہ تمام محبوبائیں پھولوں کے ہار لیے میرا انتظار کر رہی ہوں گی، جو مجھ سے پہلے اوپر پہنچ چکی ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس کرسی کو لات ماری جس پر کھڑا ہوا تھا۔ کرسی دور جا کر گری۔ اس کے ساتھ ہی اس کی گردن پھندے سے لٹک کر رہ گئی۔ یک لخت سانس اکھڑ گئی۔

جب سانس نہ رہے تو آدمی نہیں رہتا۔ آدمی نہ رہے تو دماغ نہیں رہتا اور دماغ نہ رہے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس ہو جاتے ہیں۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے پھر پورس نے کہا "نہیں۔ وہ بڑا چالباز ہے۔ اس نے سانس روک کر ہمیں بھگا دیا ہے۔"

ان دونوں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی لیکن بھٹک کر واپس آگئے۔ خیال خوانی کرنے والوں کو مرنے والے کے مردہ دماغ میں جگہ نہیں ملتی۔ اس دنیا میں پارس کہیں بھی زندہ چھپا ہوتا تو خیال خوانی کی لہریں اس کے اندر پہنچ جاتیں۔ بلی اور پورس بار بار اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر زندہ پارس کے زندہ دماغ کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ ملا۔ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر چکا ہے۔

بلی نے کہا "پورس! یہ کیا ہو گیا؟ وہ احمق تو ہماری توقع سے زیادہ غیرت مند نکلا۔ میری بے وفائی برداشت نہ کر سکا اور تمہارے مقابلے میں کمتر ہو کر منہ چھپا کر دنیا سے چلا گیا۔"

پورس نے کہا "میں چاہتا تھا، وہ ہمیشہ مجھ سے کم تر رہے لیکن یہ نہیں چاہتا تھا کہ مر جائے۔ ویسے اس نے مر کر، بزدلی دکھا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ میرے مقابلے میں کھڑا رہنے کے بھی قابل نہیں تھا۔ تعجب ہے، کیا اس کی چالبازیوں اور مکاریوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا؟"

بلی نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کر کے کہا "آپ کے لیے بہت بری خبر ہے۔ پارس نے خودکشی کر لی ہے۔"

میں نے کہا "میرا بیٹا اتنا بزدل نہیں ہے کہ خودکشی کرے۔"

"آپ یقین نہیں کر رہے ہیں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر لیں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کی پہلی آواز اور لب و لہجہ مٹ چکا تھا اس لیے مجھے اس کا دماغ نہیں ملا لیکن میں جانتا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اس کے دماغ کو عجوبہ بنا دیا ہے۔ وہ اپنے ذہن میں جب کوئی دوسرا لب و لہجہ نقش کر لیتا ہے تو پہلے والا لب و لہجہ اس کے دماغ سے مٹ جاتا ہے پھر جو بھی اس سے دماغی رابطہ کرتا ہے، اسے پارس کا دماغ نہیں ملتا۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔

میں نے دوسرے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر رابطہ کیا تو اس نے پوچھا "ہیلو پاپا! کیا میرے وفات پانے کی خبر مل چکی ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں۔ میں تمہاری ماما، مما اور علی وغیرہ کو بتا دوں گا کہ تم کوئی ڈراما پلے کر رہے ہو۔"

میں نے غم زدہ ہو کر بلی ڈونا سے کہا "تم درست کہہ رہی تھیں۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔ اب میرے پیارے بیٹے سے کبھی رابطہ نہیں ہو گا۔ مجھے وہ جگہ بتاؤ، جہاں اس نے خودکشی کی ہے؟"

بلی نے کہا "ہم نہیں جانتے وہ کون سی جگہ تھی۔ پارس نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کس ملک، کس شہر اور کس مکان میں تھا۔"

میں نے کہا "آہ! اب تو ساری دنیا کے شہروں اور مکانوں میں ڈھونڈنا ہو گا۔ پتا نہیں اس دنیا کے کتنے مکانوں میں کتنے جوان پھندے سے لٹک رہے ہوں گے۔ اگر پارس نے پڑوسیوں اور محلے والوں کو اپنا اصلی نام اور پتا نہیں بتایا ہو گا تو پھر وہ لاوارث کے طور

پر دفنا دیا جائے گا۔ ہمیں اس کی لاش بھی نہیں ملے گی۔"

مجھے بیٹے کی خاطر تھوڑا ڈراما کرنا پڑا پھر میں بلی کے پاس سے چلا آیا۔ پورس نے بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بلی کو نجات دلانے کے لیے چار دنوں کے بعد ایسے وقت اس پر تنویمی عمل کیا تھا' جب کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہیں تھا لیکن دوست تھا۔

پارس ابتدا سے پورس کی اسٹڈی کررہا تھا۔ یہ دیکھتا اور سمجھتا آرہا تھا کہ پورس مجھ سے اور میری فیملی سے کیوں کترا رہا ہے پھر وہ بلی ڈونا کے ذریعے احسان کرنے کی ابتدا کیوں کررہا ہے۔ پارس نے بھی احسان کے بدلے احسان کیا لیکن ایک دوسرے کے ساتھ احسانات کے پیچھے دوسرا کھیل تھا۔ پورس اس طرح بلی ڈونا کے ذریعے پارس سے اتنے فاصلے پر پہنچنا چاہتا تھا کہ اس پر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرسکے اور پہلے ہی حملے میں اسے بے دست و پا بنادے۔

سونیا کے سائے میں پرورش پانے والا مکارِ زمانہ پارس سمجھ رہا تھا کہ پورس بہت گھما پھرا کر اسے اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے اور اس کے لیے وہ بلی ڈونا کو ذریعہ بنا رہا ہے اسی لیے وہ چار دنوں تک تھوڑے تھوڑے وقفے سے بلی کے اندر جاتا رہا تھا اور اسے کوما کی حالت میں دیکھتا رہا تھا۔ چوتھا دن گزرنے کے بعد رات کو پارس نے دیکھا' پورس بلی کو کوما سے نارمل حالت میں لے آیا تھا پھر وہ جس مکاری سے اس پر عمل کررہا تھا' اس تنویمی عمل کی کوئی بات پارس سے چھپی نہیں رہی۔

پورس نے بلی کے دماغ میں رازداری سے آنے کے لیے ایک نئی آواز اور لب ولہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا تھا۔ پارس نے اس لب ولہجے کو یاد کرلیا۔ بلی نہیں جانتی تھی کہ پورس کس طرح رازداری سے اس کے اندر آیا کرے گا اور پورس نہیں جانتا تھا کہ پارس اسی کے طریقۂ کار کے مطابق بلی کے اندر پہنچتا رہے گا۔

پارس اور پورس کی یہ پہلی بازی تھی۔ پورس کو یہ گمان تھا کہ اس نے بازی جیت لی ہے جبکہ پارس نے اسے فتح مندی کے سبز باغ میں پہنچا دیا تھا۔

○☆○

فہمی ایسے وقت لاپتا ہوئی تھی' جب آمنہ مجھے اس طلسمی کمرے سے باہر نکالنے آئی تھی۔ ایسے وقت علی' پارس' سلطانہ اور سلمان وغیرہ کے ساتھ فہمی بھی میرے دماغ میں تھی۔ وہ سب میرے لیے پریشان تھے اور دیکھ رہے تھے کہ آمنہ مجھے کس طرح اس کمرے سے نکال کر کہاں پہنچانے والی ہے؟

آمنہ اور فہمی لاہور والی ایک کوٹھی میں تھیں۔ اس کوٹھی کا ایک کمرا آمنہ کی عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ وہ مراقبے میں جانے سے پہلے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرلیتی تھی۔ فہمی دوسرے کمرے میں تھی اور خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہی تھی کہ آمنہ روحانی قوت کے ذریعے میرے پاس طلسمی کمرے کے اندر پہنچی ہوئی ہے۔

میں ایک نورانی سراپا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سراپا جیسے ہی بند دروازے کے پاس گیا وہ دروازہ ایک دھماکے سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا اور میں اس طلسمی کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ ایسے ہی وقت فہمی نے اپنے کمرے میں ایک عجیب سی بُو محسوس کی پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی اور خیال خوانی کے ذریعے علی کو خطرے سے آگاہ کرتی' وہ چکرا کر گر پڑی۔ اس کے بعد وہ اٹھ نہ سکی۔ بے ہوش ہوگئی۔

علی یہی سمجھ رہا تھا کہ فہمی بھی اس کی طرح میرے دماغ میں ہے اور ایک بستی کے ریسٹ ہاؤس میں پہنچنے اور اسٹون ہارٹ کو زخمی کرنے کا تماشا دیکھ رہی ہے۔ جب میں بستی کی ایک گاڑی میں بیٹھ کر اصفہان کی طرف جانے لگا تب علی نے میرے دماغ سے نکل کر فہمی کو مخاطب کیا۔ اس وقت خیال خوانی کی لہروں نے بتایا کہ فہمی کا دماغ بے حس ہے یعنی کہ وہ بے ہوش ہے۔

اس نے فوراً ہی آمنہ کو مخاطب کیا "ماما! فہمی بے ہوش ہوگئی ہے۔ آپ اس کے کمرے میں جائیں۔"

آمنہ فوراً ہی اٹھ کر دروازہ کھول کر تیزی سے چلتی ہوئی اس کے کمرے میں پہنچی۔ ہونے والی بہو وہاں نہیں تھی۔ کوٹھی کے کسی حصے میں نہیں تھی۔ اسے اغوا کرلیا گیا تھا۔

وہ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا پھر عبادت کی جگہ دو زانو بیٹھ کر سر جھکا کر اس نے آنکھیں بند کیں اور تبریزی صاحب کو یاد کیا۔ انہوں نے کہا "آمنہ! میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ دنیا کے مسائل میں نہ الجھو۔ تم نے اس کالا عمل جاننے والی ہمزاد بننے والی کے ایک جادو کا توڑ کیا۔ اس نے انتقاماً فہمی کو اغوا کیا ہے۔ اس دنیا میں ازل سے کیا ہو رہا ہے؟ کوئی کسی سے کچھ چھین رہا ہے۔ کوئی کسی سے کچھ جھپٹ رہا ہے اور جب تک یہ دنیا ہے' تب تک یہی ہوتا رہے گا۔ یہ قدرت کا قانون ہے کہ وہ انسانوں کے مسائل بیٹھے بٹھائے حل نہیں کرتی۔ انسان اپنے عمل اور جہاد سے مسائل حل کرتا ہے۔ جو نہیں کرتا وہ محتاج بن کر رہ جاتا ہے۔ دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔

"تمہارا مجازی خدا فرہاد علی تیمور کیا محتاج تھا؟ کیا وہ پہلے کبھی کسی کا سہارا ڈھونڈتا تھا؟ نہیں' وہ شیر کالے جادو سے اور شیطانی قوتوں سے تنہا ٹکرا کر انہیں پاش پاش کردیتا تھا۔ جب سے تم نے روحانی قوتیں حاصل کی ہیں' تب سے وہ انسانی قوتوں سے لڑتا ہے لیکن شیطانی قوتوں کے مقابلے میں تمہیں پکارتا ہے۔"

آمنہ نے کہا "میں شرمندہ ہوں۔ وہ میرے مجازی خدا ہیں۔ میں انہیں مصیبت میں دیکھ کر بے اختیار انہیں طلسمی کمرے سے نکالنے چلی گئی تھی۔ آئندہ آپ کی اجازت کے بغیر کبھی روحانی قوتوں کو استعمال نہیں کروں گی۔"

"بعض اوقات انسان شیطانی چکروں میں پھنس کر بہت مجبور ہوجاتا ہے۔ اپنی تمام صلاحیتوں اور قوتوں کے باوجود ان چکروں سے نکل نہیں پاتا۔ ایسا برا وقت آئے تو ہم اپنوں کے کام ضرور آتے ہیں۔ فی الحال فہمی کی فکر نہ کرو۔ عبادت میں مصروف رہو۔"

علی نے اسے مخاطب کیا "ماما! کیا فہمی ہوش میں آرہی ہے؟"

"بیٹے! فہمی یہاں نہیں ہے۔ کسی نے اسے اغوا کیا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ تو روحانیت کے ذریعے معلوم کرسکتی ہیں؟"

"بیٹے! وہی ہمزاد انتقاماً ایسا کررہی ہے۔ اس سے زیادہ نہ میں کچھ بتا سکوں گی اور نہ ہی اس سلسلے میں تمہارے کام آسکوں گی۔ اب میں عبادت میں مصروف رہوں گی۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

علی نے میرے پاس آکر بتایا کہ فہمی کو اغوا کیا گیا ہے اور آمنہ اب پتا نہیں کب تک ہمارے معاملات سے دور رہے گی۔ وہ عبادت میں مصروف ہوگئی ہے۔ ہم سب اس عبادت اور ریاضت کو سمجھتے تھے اور اب یہ بھی سمجھ میں آگیا تھا کہ ہمزاد کے شیطانی حملوں سے ہمیں خود ہی بچنا اور اس سے اپنے طور پر نمٹنا ہوگا۔

میں نے سونیا کو فہمی کے اغوا ہونے کے بارے میں بتایا۔ وہ بولی "یہ نئی مصیبت ہمارے پیچھے پڑگئی ہے۔ یہ اسٹون ہارٹ کی محافظ بنی ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نامعلوم بلا امریکا کے مفاد میں کام کررہی ہے۔"

میں نے کہا "اس کی حرکتوں سے اس کے عزائم کا پتا چل رہا ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسٹون ہارٹ کے ساتھ اس نامعلوم بلا کو ہم پر حملے کرنے اور اسٹون ہارٹ کو ہمارے حملوں سے بچانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

"میں تو اسٹون ہارٹ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ اسے تلاش کیا جارہا ہے۔ صبح تک ضرور میرے شکنجے میں ہوگا۔"

"میں اس نامعلوم بلا سے فہمی کے سلسلے میں ابھی بات کروں گا۔"

علی نے پوچھا "پاپا! آپ اس بلا سے رابطہ کیسے کریں گے؟"

میں نے علی سے کہا "میں شیریں کے پاس جارہا ہوں۔ تم بھی آؤ۔"

میں شیریں کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر بولا "شیریں! تم نے ایک بار اپنے باپ سے کہا تھا کہ تمہاری ہمزاد ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ وہ سچ مچ ہمزاد ہے۔ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو لیکن جب چاہو ہمزاد کو آواز دے کر بلا سکتی ہو۔ پلیز ابھی اسے بلاؤ۔"

نیند کی حالت میں اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ وہ بولنے لگی۔ "اے میری ہمزاد! تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی شیریں کے دماغ میں ہمزاد کی آواز سنائی دی "کیا بات ہے شیریں؟ مجھے کیوں یاد کررہی ہو اور وہ بھی نیند کی حالت میں؟"

شیریں نے کہا "میں نے جس ہستی کو باپ بنا کر اپنے گھر میں رکھا ہے اس نے فرمائش کی ہے کہ میں تمہیں بلاؤں۔"

"اچھا تو فرہاد علی تیمور ابھی تمہارے دماغ میں ہے؟"

میں نے کہا "ہاں۔ میں موجود ہوں۔ تم سے پوچھ رہا ہوں کہ ہم سے خواہ مخواہ دشمنی کیوں کررہی ہو؟"

"اسٹون ہارٹ میرا آلۂ کار ہے۔ تم اس سے دشمنی نہ کرو' میں تم سے دشمنی نہیں کروں گی۔"

"اس کا مطلب ہے تم امریکا کے لیے کام کررہی ہو۔ ایران سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟"

"میں نے تو تم سے یہ نہیں پوچھا کہ ایران کے لیے کیوں کام کررہے ہو اور امریکا سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟"

"فہمی کہاں ہے؟"

"میرے پاس بطور یرغمال ہے۔ اسٹون ہارٹ کو کوئی نقصان پہنچے گا تو فہمی زندہ واپس نہیں ملے گی۔ یہ بات اپنی چہیتی سونیا کو سمجھا دو کہ وہ اسٹون ہارٹ کی تلاش سے باز آجائے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بولوں گی۔ بہت مصروف ہوں۔ جارہی ہوں۔"

وہ شیریں کے دماغ سے چلی گئی۔ میں نے سونیا کے پاس آکر اس بلا سے ہونے والی گفتگو سنائی۔ وہ بولی "میرے لوگ اسٹون ہارٹ کو ضرور تلاش کریں گے لیکن گرفتار نہیں کریں گے۔ پہلے فہمی کا سراغ لگائیں گے۔ وہ مل جائے گی تو پھر اسٹون ہارٹ کی گردن دبوچ لیں گے۔"

وہ ہمزاد شیریں کے دماغ سے یہ کہہ کر چلی گئی تھی کہ بہت مصروف ہے۔ اس کی مصروفیت اسٹون ہارٹ کے سلسلے میں تھی۔ میں نے اسے ریسٹ ہاؤس میں زخمی کیا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ میں اور ایک بازو میں گولی ماری تھی بعد میں پتا چلا کہ حیرت انگیز طور پر زخم بھر گئے ہیں اور وہ سراغ رسانوں اور پولیس والوں کے آنے سے پہلے ریسٹ ہاؤس چھوڑ کر چلا گیا ہے۔

کالے جادو کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ جادو عارضی طور پر اثر کرتا ہے پھر اس کا اثر زائل ہونے لگتا ہے۔ ہمزاد نے کالے عمل سے جو زخم بھرے تھے' وہ پھر کھلنے لگے۔ ان زخموں سے خون رسنے لگا۔ اس وقت تک وہ ایک اسپتال میں پہنچ چکا تھا۔ ہمزاد نے اس اسپتال کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ انچارج نے ڈاکٹر کو اور اسپتال کے ملازمین کو حکم دیا تھا کہ وہ اس زخمی کے سلسلے میں پولیس کو اطلاع نہ دیں۔

وہاں اس کی مرہم پٹی ہوگئی۔ اسے تکلیف سے نجات ملی۔ ذرا آرام آیا تو اس نے ہمزاد سے کہا "مجھے نیند آرہی ہے لیکن خوف سے سو نہیں سکتا۔ نیند میں بھی دھڑکا لگا رہے گا کہ سونیا اس اسپتال میں بھی پہنچ جائے گی۔"

"میں نے سونیا اور فرہاد کی ایک کمزوری اپنے ہاتھ میں لی

ہے۔ ان کی ہونے والی بہو کو قیدی بنایا ہے اور یہ دھمکی دی ہے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے تو ان کی بہو انہیں زندہ واپس نہیں ملے گی۔"

"تم بہت باکمال ہو۔ ہر مشکل میں کام آرہی ہو۔ میں تو تمہارا غلام بن گیا ہوں۔"

"وہ تمہیں اسٹون ہارٹ کی حیثیت سے پہچان نہیں سکیں گے۔ میں نے ایک عمل سے تمہارا چہرہ بدل دیا ہے۔"

"میں ریسٹ ہاؤس میں میک اپ کے ذریعے اپنی صورت بدلنے والا تھا۔ اس وقت تم نے میری صورت کیوں نہیں تبدیل کی؟"

"اس وقت میں دوسری جگہ مصروف تھی۔ بہرحال اطمینان رکھو کہ سونیا اور فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"میں جب سے ایران آیا ہوں' تم ہر مصیبت کے وقت میرے لیے ڈھال بنتی آرہی ہو۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ تم بھی میری طرح امریکی ہو اس لیے میری مدد کررہی ہو۔ خود کو کب تک ہمزاد کہتی رہو گی۔ کیا مجھے اپنا نام نہیں بتاؤ گی؟"

"تمہارے لیے اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ میں شیریں کی ہمزاد ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ معلوم کرسکو تو کرلو۔"

وہ اس طلسم خانے میں آئی' جہاں فہمی کو قید کیا تھا۔ فہمی ہوش میں آگئی تھی۔ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی تھی اور اس کمرے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کمرے کے در و دیوار' وہاں کی چھت اور فرش سب شیشے کے تھے۔

شیشے کے آرپار باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ چاروں طرف لاہور کے شاہی قلعے کا منظر تھا۔ چونکہ رات تھی اس لیے قلعے میں ویرانی اور سناٹا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی' شاہی قلعے میں ایسا شیشے کا کمرا کہیں نہیں ہے پھر یہ کمرا کہاں سے آگیا ہے؟ اور وہ اس کمرے کے اندر کیسے پہنچ گئی ہے؟

پھر اس کی عقل نے سمجھایا "یہ وہی شیطانی چکر ہے' جس میں پاپا کو پھانسا گیا تھا۔ ماما نے انہیں اس طلسمی کمرے سے نکال دیا تھا۔ اس ہمزاد نے انتقاماً مجھے دھوکے سے یہاں پہنچا دیا ہے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ علی کے پاس پہنچنا چاہا لیکن سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس نے دوسری بار آمنہ کو مخاطب کرنا چاہا پھر اسی طرح ناکامی ہوئی۔

تب اسے ہمزاد کی آواز سنائی دی "تمہارا دماغی رابطہ صرف مجھ سے ہوسکتا ہے۔ کسی دوسرے کے دماغ میں جانا چاہو گی تو تمہاری خیال خوانی کی لہریں شیشے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آجایا کریں گی۔"

"تم نے یہ دیکھا تھا کہ ماما نے کس طرح پاپا کو تمہارے طلسمی کمرے سے نکالا تھا۔ وہ مجھے بھی یہاں سے لے جائیں گی۔ تم یہ بچکانا حرکتیں کیوں کررہی ہو؟"

"بچکانا حرکت پہلے کی تھی۔ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ اگر بھی شیشے کی چار دیواری میں رکھتی تو اس کی سوچ کی لہریں بھی تک پہنچ نہ پاتیں اور اسے معلوم نہ ہوتا کہ فرہاد کہاں پھنسا ہے؟"

وہ چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہوئے بولی "تعجب ہے۔ تم شیشے کی چار دیواری سے باہر ہو اور تمہاری سوچ کی لہریں میرے دماغ میں آرہی ہیں۔"

"یہ میرا کمال ہے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ صرف میں ہی تم سے دماغی رابطہ کرسکتی ہوں۔ دوسری سوچ کی لہریں کبھی شیشے کے اندر نہیں آسکیں گی۔"

"علی اور اس کے والدین اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام بزرگ کہتے ہیں' میں ذہانت میں بے مثال ہوں۔ اسی ذہانت کے باعث مجھے فرہاد علی تیمور کی بہو بننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔"

"تم اپنے منہ سے اپنی تعریفیں کیوں کررہی ہو؟"

"میں میاں مٹھو کیوں بن رہی ہوں' یہ تمہیں سمجھاتی ہوں سنو!" یہ کہتے ہی اس نے اچانک خیال خوانی کی پرواز کی پھر علی کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "لاہور کے شاہی قلعے میں نادیدہ طلسمی شیشے کا گھر ہے۔ تمہاری فہمی....."

ہمزاد غصے سے بولی "یہ کیا بکواس کررہی ہے۔ میں تجھے خیال خوانی کرنے نہیں دوں گی۔"

"میں خود نہیں کروں گی۔ تم نے میرے دماغ میں آکر بڑی غلطی کی۔ کیا میں اتنا نہیں سمجھ سکتی تھی کہ تمہاری سوچ کی لہریں بھی شیشے کی دیواروں سے ٹکرا سکتی ہیں۔ تم نے اس چار دیواری میں کوئی ایسا چور دروازہ یا سوراخ رکھا ہے جسے کھول کر میرے دماغ میں آئی ہو اور واپس جاتے ہی اس سوراخ کو بند کردو گی۔ اس سے پہلے ہی میں نے اپنے علی تک پیغام پہنچا دیا ہے۔"

"ذلیل! کمینی! اپنی ذہانت کی تعریفیں کرکے مجھے الجھا رہی تھی۔ آئندہ میں نہیں آؤں گی۔ تجھے اپنے یار سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

"ٹھہرو' یہ سنتی جاؤ کہ کل صبح تک مجھے یہاں سے رہائی مل جائے گی۔"

"اونہہ' یہ تیری خوش فہمی ہے۔ تیرا یار یہاں آئے گا تو اسے یہ شیشے کا گھر نظر نہیں آئے گا۔"

"میں نے ابھی ذہانت کا ایک نمونہ دکھایا تھا پھر بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ کالا جادو' ذہانت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کل تمہیں سمجھا دے گا۔"

"میں دیکھوں گی کہ وہ کیا کرسکتا ہے۔ اس کی بھی شامت آئی ہے۔"

فہمی خلا میں تکتے ہوئے بولی "ہاں۔ اچھا۔ اب تم جارہے ہو؟ اب اسے باتوں میں نہ الجھاؤں؟ اچھا خدا حافظ۔"

ہمزاد چیخ کر بولی "کیا وہ تمہارے دماغ میں پہنچا ہوا تھا؟"

"ہاں۔ تم نے مجھے خیال خوانی سے روک دیا تھا مگر یہ بھول گئیں کہ وہ میرے اندر آکر تمہاری باتیں سن رہا ہے اور اس طلسم خانے کا جغرافیہ معلوم کررہا ہے۔"

وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر فہمی کے دماغ سے چلی گئی۔ یہ بات عقل میں آنے والی تھی کہ ہمزاد نے اپنی سوچ کی لہروں کے لیے کوئی چور راستہ بنایا ہوگا' یا شیشے کی دیوار میں کالے عمل سے سوراخ کرکے آئی ہوگی اور واپس جاتے وقت اس سوراخ کو بند کردیا ہوگا۔

بہرحال فہمی نے بھرپور ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔

○☆○

آشرم کے تہ خانے میں بھی ویسا ہی شیشے کا ایک کمرا تھا جس کے فرش پر سانپ بچھو رینگتے رہتے تھے۔ کمرے کے وسط میں ایک اونچا سا چبوترا تھا جس پر سوامی تلک رام بھاٹیا کی بوڑھی دادی پالتی مارے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی عمر تقریباً ایک سو پچاس برس تھی۔ اس کے چہرے اور جسم کی جلد جگہ جگہ سے اس طرح پھٹی ہوئی تھی جیسے دیواروں پر دراڑیں پڑ گئی ہوں۔

وہ آنکھیں بند کیے' سانس روکے بیٹھی ہوئی تھی۔ سوامی جی نے ثی تارا کو بتایا تھا کہ اس کی دادی ماں آتما شکتی کے ذریعے اپنے جسم کو روح سے خالی کرچکی ہیں اور اپنی روح کو کسی دوسری جگہ پہنچا رہی ہیں۔ اس وقت شیشے کے کمرے میں دادی ماں کا خالی جسم تھا۔ روح کے بغیر کھوکھلا تھا۔

ثی تارا اور سوامی جی اس تہ خانے سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے کئی گھنٹے بعد بوڑھی عورت ہولے ہولے سانس لینے لگی پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہورہی تھیں۔ وہ غصے سے سوچ رہی تھی "میں ایک سو پچاس برس سے زندہ ہوں۔ میں نے اس دنیا میں ڈیڑھ صدی گزار دی ہے اور اس کل کی چھوکری نے اپنی ذہانت سے مجھے کم تر بنایا ہے۔ اس کا یار بھی کچھ کم مکار نہیں ہے۔ وہ مجھے باتوں میں الجھاتی رہی اور اس کا یار اس کے دماغ میں آکر میری باتیں سنتا رہا۔ اس نے شیشے کی دیوار کے پار دیکھ لیا ہے اور سمجھ لیا ہے کہ وہ طلسم خانہ شاہی قلعے کے کس حصے میں ہے۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے کہ اس طلسم خانے کو کسی دوسری جگہ منتقل کروں۔ کالے جادو کی ایک حد ہوتی ہے۔ میں اس حد سے آگے نہیں جاسکوں گی۔"

ڈیڑھ صدی یا اس سے بھی زیادہ زندگی گزارنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ تجربات اور زیادہ سے زیادہ عقل بھی حاصل ہوجائے۔ عقل تو خدا دیتا ہے اور اگر کم دیتا ہے تو اس کی کمی علم حاصل کرکے پوری کی جاتی ہے۔ فہمی کے پاس خداداد ذہانت تھی۔ اس ذہانت کو بابا صاحب کے ادارے میں اس طرح چمکایا گیا تھا کہ ڈیڑھ سو برس میں بھی وہ دادی ماں اپنی ذہانت کو اتنی خوبیوں سے نہیں چمکا پائی تھی۔

ڈیڑھ سو برس کچھ کم نہیں ہوتے۔ وہ بیل گاڑی' موٹر کار' ریل گاڑی اور ہوائی جہاز سے لے کر راکٹ تک کا دور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی لیکن راکٹ سے بھی آگے جانے والی ذہانت کو سمجھ نہیں پائی تھی۔ اس نے دوسرے تمام دشمنوں کی طرح میرے بارے میں اور میری فیملی کے تمام افراد کے بارے میں بھرپور معلومات حاصل کی تھیں۔ دوسرے تمام دشمن تو ہماری فائلیں پڑھتے رہے تھے اور وڈیو فلموں کے ذریعے ہماری حرکات و سکنات کا مشاہدہ کرتے تھے۔ ان کے برعکس وہ عورت اپنے جسم سے اپنی روح کو خارج کرکے اسے ہماری طرف بھیجا کرتی تھی اور اپنی آتما شکتی کے ذریعے ہماری کارکردگی اور کارنامے دیکھا کرتی تھی۔

گویا وہ دوسروں کے مقابلے میں قریب سے قریب تر رہ کر ہمارے متعلق سب سے زیادہ معلومات حاصل کرتی تھی اور یہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی کہ وہ اپنی محدود ذہانت سے' ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے' اپنی بھگتی' پوجا اور گیان دھیان کی تمام تر صلاحیتوں کے ذریعے بھی شاید ہم پر غالب نہیں آسکے گی۔

جس طرح عبادت اور ریاضت کے ذریعے روحانیت کو سمجھنا ایک ایمانی عمل ہے اسی طرح گیان دھیان کے ذریعے آتما کا گیان حاصل کرنا دھرم کرم کی بات ہے۔ دھرم میں کبھی ناپاکی اور کالے جادو کی اجازت نہیں ہوتی لیکن اس بڑھیا کی عقل نے اسے سمجھایا کہ آتما شکتی کے علاوہ کالے جادو میں بھی مہارت حاصل کرلے گی تو مجھ پر اور میری تمام فیملی پر غالب آسکے گی۔

اس طرح اس نے آتما شکتی کی پاکیزگی میں کالے جادو کی ناپاکی اور غلاظت شامل کرلی۔ جہاں بھگوان ہوتا ہے وہاں شیطان نہیں ہوسکتا لیکن اس نے شیطان کا بھی سہارا لے کر خود کو بہت بڑی شکتی مان سمجھ لیا تھا۔ بے شک اس نے بے انتہا آتما شکتی حاصل کی تھی اور اس کے ساتھ کالے جادو کی بھیانک شکتی بھی تھی لیکن عقل اسی حد تک تھی' جتنی نصیب میں لکھی تھی۔ وہ شاید کبھی اپنی ذہانت کو کم تر نہ سمجھتی لیکن فہمی نے اسے سمجھنے پر مجبور کردیا تھا۔

فہمی کو دیکھ کر اس ڈیڑھ سو برس پرانی اور بوڑھی عورت کو اپنی جوانی یاد آگئی تھی۔ وہ بھی فہمی کی طرح حسین تھی۔ اس کا نام نیلماں تھا۔ اس نے اپنی جوانی میں بڑے بڑے تجربات کیے تھے۔ وہ گمراہ بھی ہوتی رہی تھی اور طرح طرح کے علوم بھی حاصل کرتی رہی تھی۔ پھر ایک بہت بڑے جوگی نے اس کی راہنمائی کی تھی۔ اسے عبادت' ریاضت اور گیان حاصل کرنے کی راہ پر لگا دیا تھا۔ جوگی نے اس سے کہا تھا کہ وہ جتنی زیادہ آتما شکتی حاصل کرے گی' اتنی ہی زیادہ عمر حاصل کرتی رہے گی۔ اس شکتی کے ذریعے آتما ہمیشہ اس کے اختیار میں رہے گی۔

یہ اس کی لگن اور محنت کا نتیجہ تھا کہ اس نے آتما کو اپنے تابع کرلیا تھا اور حیرت انگیز طور پر اتنی طویل زندگی حاصل کرلی تھی۔ ایک سو پچاس برس میں یہ پہلا موقع تھا کہ فہمی نے اسے کم تر ہونے کا ایک ذہنی جھٹکا دیا تھا اور اسے یہ سوچنے پر مجبور کردیا تھا کہ میری ہونے والی بہو کو زیر کرنے کے لیے طریقۂ کار بدلنا ہوگا۔

ہم ایران میں تھے۔ اتنے سارے واقعات ایک رات میں ہورہے تھے۔ امریکا میں ابھی رات نہیں ہوئی تھی۔ سوامی تلک رام بھاٹیا آشرم کے ایک ائرکنڈیشنڈ کمرے میں شی تارا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سوامی اچانک اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کمرے میں نیلماں داخل ہورہی تھی۔ شی تارا نے چونک کر اسے دیکھا پھر وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ دونوں نے ہاتھ جوڑ کر اپنے سر جھکائے پھر سوامی نے کہا "دادی ماں! آپ نے کیوں یہاں آنے کا کشٹ کیا ہے؟ آپ حکم دیتیں' میں حاضر ہوجاتا یا آپ میرے دماغ میں چلی آتیں۔ آپ پتا نہیں کب سے آتما کے بغیر خالی شریر کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ کو آرام کرنا چاہیے تھا۔"

وہ بہت آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کی طرف آنے لگی۔ عمر کے لحاظ سے اتنی سوکھ گئی تھی کہ چلتے وقت سوکھے پتے کی طرح لرز رہی تھی۔ وہ ان کے سامنے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی پھر بولی "بیٹھ جاؤ۔"

وہ دونوں قالین پر اس کے چرنوں سے لگ کر بیٹھ گئے۔ نیلماں نے کہا "آج پہلی بار فرہاد اور اس کی فیملی سے ٹکراؤ ہوا ہے۔ اگرچہ ان کے مقابلے میں میرا پلڑا بھاری ہے' میں انہیں اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہی ہوں لیکن...."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ سوامی نے پوچھا "لیکن؟ دادی ماں! لیکن کیا؟ کوئی ارچن (رکاوٹ) ہے کیا؟"

"ہاں۔ ذہانت کے معاملے میں وہ لوگ بڑے خطرناک ہیں۔"

"دادی ماں! آپ آتما شکتی کے ذریعے اکثر ان لوگوں کے پاس جاتی رہی ہیں' ان کے ذہانت سے بھرپور کارنامے دیکھتی رہی ہیں لیکن اب کون سی نئی بات ہوگئی ہے؟"

"پہلے میں خاموشی اور رازداری سے انہیں دیکھتی تھی۔ اب عملی طور پر ان کے مقابلے پر آئی ہوں۔ دیکھنے میں' اور عملی طور پر کچھ کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔"

نیلماں نے شی تارا کو دیکھا پھر کہا "میں اپنے پوتے سے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرسکتی تھی لیکن یہاں تمہیں دیکھنے آئی ہوں۔ تم نے فرہاد کے بیٹے پارس کے ساتھ بہت وقت گزارا ہے۔"

شی تارا نے ہاتھ جوڑ کر کہا "نہیں دادی ماں! میں نے اس کے ساتھ وقت کم گزارا ہے لیکن اس کے ساتھ دور کی دوستی برسوں تک رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے ہی سہی لیکن اس فیملی کے بہت قریب رہی ہو۔ کیا وہ لوگ خطرناک طور پر ذہین نہیں ہیں؟"

"جی دادی ماں! آپ درست فرماتی ہیں۔ میں نے کئی بار ا... صلاحیتوں سے اور اپنی خطرناک تدابیر سے پارس پر غالب آنے... کوششیں کی ہیں.... لیکن میں نے زندگی میں ایسا ذہین اور م... شخص نہیں دیکھا۔ وہ ہمیشہ غالب آتا رہا۔"

نیلماں نے کہا "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے فرہاد نے ا... خاندان والوں کے لیے ذہانت کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔ فہمی نام... ایک لڑکی اس خاندان میں بہو بن کر جانے والی ہے۔ وہ بھی بلا... ذہین ہے۔ اس کی ذہانت دیکھ کر میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے... طریقۂ کار بدلنا ہوگا۔ کسی نئی حکمتِ عملی سے کوئی نیا جال بچھ... ہوگا۔"

سوامی نے کہا "دادی ماں! آپ کو زیادہ سے زیادہ آرام کر... چاہیے۔ فرہاد اور اس کی فیملی کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ ہم... امریکی حکام سے وعدہ کیا ہے کہ ایران میں اسٹون ہارٹ کی ا... طرح حفاظت کریں گے کہ سونیا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

نیلماں نے کہا "لیکن وہاں اب صرف سونیا نہیں ہے۔ فر... بھی پہنچ چکا ہے۔ ان دونوں نے مل کر اسٹون ہارٹ کی بہت بر... حالت کی ہے۔ اسے زخمی بھی کیا ہے۔ ان حالات میں بھی میں... اسٹون ہارٹ کی حفاظت اور سلامتی کے لیے فرہاد کی ہونے والی... کو یرغمال بنایا ہے۔"

نیلماں نے انہیں ہمارے بارے میں تفصیلی حالات بتائے... شی تارا نے کہا "جب علی' فہمی کے دماغ میں آکر اس شیشے کے طل... خانے کو دیکھ چکا ہے تو آمنہ وہاں جا کر اپنی ہونے والی بہو کو نکا... لائے گی۔"

نیلماں نے کہا "یہی میرے لیے پریشانی کی بات ہے کہ فہمی ا... علی اپنی ذہانت اور چالاکی سے میرے کالے عمل کا توڑ کرنے... ہیں۔"

سوامی نے کہا "اگر فہمی اس طلسم خانے سے رہائی پالے گی... سونیا اور فرہاد اسٹون ہارٹ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہم... امریکی حکام سے وعدہ کیا ہے۔ ہمیں اس کی حفاظت کے لیے... کرنا ہوگا۔"

"بیٹے تلک رام! اب میں ذرا آرام کروں گی۔ تم شی تارا... ساتھ جاؤ اور اسٹون ہارٹ کی حفاظت کرو۔ اگر اس کا معاملہ... پیچیدہ ہوجائے تو مجھے بلالینا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ وہ دونوں بھی اٹھ کر کھڑے ہو... اسے سہارا دے کر اس کے بیڈ روم میں لے آئے پھر اسے... سے بستر پر لٹا دیا پھر وہ دونوں واپس اسی کمرے میں آئے... دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ سوامی نے کہا "ہم... اسٹون ہارٹ کی آواز نہیں سنی اس لیے میرے دماغ میں آجاؤ..."

وہ اس کے دماغ میں آگئی اور وہ اسٹون ہارٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ سوامی نے شی تارا کو سمجھا دیا کہ وہ اسٹون ہارٹ کے دماغ میں پہنچ کر شیریں کی ہمزاد کے لہجے میں بات کرے۔ اس نے شی تارا کو شیریں کے اندر پہنچا کر اس کا لب و لہجہ بھی سمجھا دیا تھا۔ اس طرح جب اس نے اسٹون ہارٹ کو مخاطب کیا تو اس نے یہی سمجھا کہ ہمزاد اس سے بول رہی ہے۔ وہ بولا "ایک پولیس افسر دو سپاہیوں کے ساتھ آیا تھا۔ وہ اسپتال والوں سے میرے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا لیکن تم نے صورت ایسی بدل دی ہے کہ وہ پہچان نہ سکا۔"

"تم اطمینان سے سوجاؤ۔ وہ مطمئن ہوکر گئے ہیں اب یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ فی الحال تم اسی اسپتال میں محفوظ رہوگے۔"

سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت اس افسر اور دو سپاہیوں کے دماغوں میں تھے' جو اسپتال گئے تھے۔ انہوں نے اسٹون ہارٹ سے باتیں کی تھیں۔ معلوم ہوا تھا کہ اس کا ایک بازو اور ایک پیر زخمی ہے اور یہ زخمی اسٹون ہارٹ کی پہچان تھی۔ انہوں نے اس زخمی کے خیالات پڑھے تو اس کے اسٹون ہارٹ ہونے کی تصدیق ہوگئی۔ انہوں نے سونیا کو بتا دیا کہ وہ چہرہ بدل کر ایک اسپتال میں آرام فرما رہا ہے۔

سونیا نے انہیں ہدایات دیں کہ اسے نہ چھیڑا جائے۔ اس اسپتال کے آس پاس رہ کر اس کی نگرانی کی جائے۔ مجھے اور علی کو بھی بتا دیا گیا کہ وہ کس اسپتال میں ہے۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "ہماری کوشش ہوگی کہ ان کا یہ مہرہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ ویسے اس سے بھی اہم مہرہ شیریں کا باپ آغا تابش علی ہے۔ دشمن اس کے ذریعے ایران کو مالی اور اقتصادی طور پر کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ آغا اس تلک رام بھاٹیا کے دباؤ میں ہے۔"

وہ بولی "ہم شیریں کی ہمزاد سے نمٹ ہی رہے ہیں۔ اب سوامی تلک رام بھاٹیا سے بھی اس طرح نمٹنا ہوگا کہ وہ آغا کو امریکا کے مفاد میں استعمال نہ کرسکے۔"

سونیا ایرانی حکام کو پہلے ہی بتا چکی تھی کہ ایک امریکی ایجنٹ سوامی تلک رام بھاٹیا کس طرح ایران کو نقصان پہنچانے کے لیے آغا تابش علی کو استعمال کررہا ہے۔ یہ سراسر اپنے ملک سے غداری تھی۔ آغا کو پہلے ہی گرفتار کرلیا جاتا لیکن سونیا نے وہاں کے حکام سے درخواست کی تھی کہ آغا کو ڈھیل دی جائے تاکہ اس کے پیچھے چھپے ہوئے مزید دشمنوں کا سراغ لگایا جاسکے۔

اس عرصے میں شیریں کی ہمزاد اور اسٹون ہارٹ دشمنوں کی حیثیت سے سامنے آئے تھے۔ سونیا نے وہاں کے حکام سے رابطہ کیا پھر کہا "اب آغا تابش علی کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اسے بڑی رازداری سے حراست میں لے کر ملک بدر کردیا جائے۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں جا کر رہے گا۔"

ایک حاکم نے کہا "وطن کے غدار کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ آغا کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔"

سونیا نے کہا "بے شک اس نے بیٹی کو تاحیات ذہین بنائے رکھنے کے لیے وطن سے غداری کی ہے۔ آپ اپنے ملکی قانون کے مطابق جو چاہیں' سزا دے سکتے ہیں لیکن ہماری حکمتِ عملی کے مطابق آغا کو زندہ رہنا چاہیے۔ اسے ملک بدر کیا جائے گا تو ہم امریکی ایجنٹ سوامی تلک رام بھاٹیا کا ردِ عمل دیکھیں گے۔"

شی تارا اور سوامی اسپتال میں اسٹون ہارٹ کو محفوظ دیکھ کر مطمئن ہوگئے تھے۔ وہاں سے وہ دونوں آغا تابش علی کے دماغ میں چپکے سے آئے اور اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ وہاں یہ اطمینان ہوا کہ آغا پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جارہا ہے۔ وہ اپنی بیٹی شیریں کے ساتھ صبح کی فلائٹ سے لندن جانے والا ہے۔

سوامی نے آغا سے پوچھا "آغا! تم اچانک لندن کیوں جارہے ہو؟ میں نے حکم دیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر ایران سے باہر نہ جایا کرو۔ تم جاؤ گے تو تمہاری غیر موجودگی میں مالی امور سے متعلق یہاں کے حاکم اہم فیصلے کرسکتے ہیں۔"

"میں بیٹی کے ساتھ دو دن کے لیے لندن جارہا ہوں۔ ان دو دنوں میں اعلیٰ حکام کا اجلاس نہیں ہوگا۔ میرا یہ کاروباری دورہ میرے لیے بہت اہم ہے۔ شیریں لندن میں شاپنگ کرنا چاہتی ہے۔ تم سے رابطہ نہیں ہورہا تھا اور تم خود بھی رابطہ نہیں کررہے تھے' پھر میں کس طرح یہاں سے جانے کی اجازت لے سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر یہاں دو دنوں تک اجلاس نہیں ہوگا تو تم جاسکتے ہو۔ تیسرے دن ضرور واپس چلے آؤ۔"

شی تارا اور سوامی دماغی طور پر آشرم کے ائرکنڈیشنڈ کمرے میں حاضر ہوگئے۔ شی تارا نے کہا "فرہاد کی طرف سے بڑی خاموشی ہے۔ یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ اور سونیا کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں؟ پھر علی' فہمی سے بے نیاز ہوگیا ہے۔ اسے رہائی دلانے کے لیے شیشے کے طلسم خانے کی طرف نہیں جارہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ فہمی کی فکر کیوں نہیں کررہے ہیں۔"

سوامی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "وہ لوگ نہ باتیں کررہے ہیں' نہ کسی طرح کی حرکت کررہے ہیں۔ ایسے گم ہوگئے ہیں جیسے ان میں سے کسی کا بھی وجود نہ ہو۔"

"ان کی خاموشی بھی معنی خیز اور خطرناک ہوتی ہے۔"

"تم پارس کے ساتھ رہ چکی ہو۔ یہ بتاؤ کہ وہ ایسے حالات میں کیا کرتا ہے؟"

"آپ یقین نہیں کریں گے وہ سوجایا کرتا ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ خطرات سر پر منڈلا رہے ہوں تو اسے نیند کیسے آجاتی ہے؟"

"وہ کہتا ہے' رات سونے کے لیے ہوتی ہے۔ جب تک آدمی نیند میں رہتا ہے' ہر طرح کے خطرے سے بے نیاز رہتا ہے۔"

"اس وقت ایران اور پاکستان میں رات ہے۔ کیا فرہاد' سونیا

اور علی وغیرہ سو رہے ہوں گے؟"

"ہو سکتا ہے' سو رہے ہوں۔"

"لیکن دشمن کو غافل نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"یہ پرانی کہاوت ہے کہ دشمن کو غافل نہیں سمجھنا چاہیے۔ پارس اس کہاوت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ دشمن غافل نہیں رہتے۔ وہ انہیں اندیشوں میں مبتلا کر کے جگائے رکھتا ہے اور خود سوتا رہتا ہے۔"

سوامی نے کہا "وہ لوگ سالہا سال سے خطرناک دشمنوں سے نمٹتے آئے ہیں یعنی وہ خطرات سے نمٹنے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ کام کے وقت کام کرتے ہیں اور آرام کے وقت آرام کرتے ہیں۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ وہ رات کا باقی حصہ سو کر گزار رہے ہیں۔ اسی لیے ان کی طرف سے اتنی خاموشی ہے۔"

شی تارا نے کہا "دو یا ڈھائی گھنٹے بعد پاکستان اور ایران میں صبح ہو جائے گی پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ صبح ہونے کے بعد کیا کرتے ہیں۔"

صبح نہیں ہو رہی تھی۔ اس رات اتنے واقعات پیش آتے جا رہے تھے کہ میں' سونیا' علی اور فہمی مختلف سمتوں میں دشمنوں سے نمٹتے رہے تھے۔ ساری رات ایسی جدوجہد میں گزر رہی تھی کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ قیامت کی رات لگ رہی تھی۔

اور اس قیامت کی رات کی صبح کیسے ہوتی ہے' اس کا ہمیں بھی انتظار تھا۔

○☆○

نتاشا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ابھی یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ شی تارا ایک ایسے آشرم میں پہنچ گئی ہے جہاں وہ تمام دشمنوں سے محفوظ بھی رہے گی اور پہلے سے زیادہ خطرناک صلاحیتیں بھی حاصل کرتی رہے گی۔

نتاشا نے اس بار شی تارا کے تابعدار میجر ٹی ہنٹر کو اپنا ٹارگٹ بنایا تھا۔ وہ شی تارا اور الپا کی طرح خود کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانا چاہتی تھی اور جس طرح الپا مملکت اسرائیل کا اہم ستون بنی ہوئی تھی بلکہ وہاں کی حکمران بنی ہوئی تھی اسی طرح وہ میجر ٹی ہنٹر کو ٹریپ کر کے فرانس کا اہم ستون یا حکمران بننا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لیے وہ خیال خوانی کے ذریعے فرانسیسی فوج کے افسروں کے دماغوں میں جانے لگی تھی۔ اس طرح ایک افسر سے دوسرے افسر تک پہنچتے پہنچتے میجر ٹی ہنٹر کے ایک خاص ماتحت تک پہنچ گئی لیکن اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکی۔ چونکہ وہ خاص ماتحت تھا اس لیے یوگا کا ماہر تھا۔ کوئی آسانی سے اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

نتاشا نے وہی روایتی طریقہ اختیار کیا۔ اس کے خاص ماتحت کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا پھر اس کے اندر پہنچنے کا اور اس کے خیالات پڑھنے کا اسے موقع ملا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ میجر ٹی ہنٹر اور شی تارا کی بہت گہری دوستی ہو گئی ہے۔ ٹی ہنٹر ہمیشہ اس کا ذکر یوں کرتا ہے جیسے اس کا دیوانہ ہو گیا ہو یا اس کا تابعدار بن گیا ہو۔

اس کے خیالات پڑھ کر مزید یہ معلوم ہوا کہ پہلے ٹی ہنٹر فرانس چھوڑ کر باہر نہیں جاتا تھا لیکن شی تارا کے بلانے پر وہ امریکا گیا اور نیو یارک میں رہ کر شی تارا کی فرمائش کے مطابق وہاں پورس کو تلاش کرنے کی کوششیں کرتا رہا تھا۔ شی تارا' مین کلر اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے تلاش کرتے رہے تھے پھر ان سب کی طرح میجر ٹی ہنٹر بھی پورس تک پہنچنے میں ناکام ہو گیا تھا۔

اور اب وہ فرانس واپس آ گیا تھا۔ آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں تھا۔ اس بنگلے میں اس کے ایک خاص ماتحت اور ایک ملازم کے سوا کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ نتاشا کے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ وہ اس خاص ماتحت کے ذریعے ملازم کے دماغ میں پہنچ گئی اور انتظار کرنے لگی کہ رات کو کھانے کا وقت ہو گا تو وہ اس کے کھانے یا پینے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دے گی۔

ابھی دوپہر کا وقت تھا۔ رات کے کھانے میں بہت دیر تھی۔ وہ اپنی ناکامیوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ اسے سب سے بڑی ناکامی یہ ہوئی تھی کہ پارس نے اسے الپا کے دماغ سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ دوسری بڑی ناکامی یہ ہوئی تھی کہ وہ بلی ڈونا کے دماغ پر قبضہ جمانے کے بعد پارس کے بالکل قریب پہنچ کر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا پائی تھی۔

اس نے سوچا تھا۔ پارس قابو میں نہیں آیا تو کوئی بات نہیں۔ بلی ڈونا اپنے شکنجے میں ہے۔ وہ اس کے ذریعے پھر پارس کو زیر کر سکے گی لیکن ایک بار پھر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ پورس نے بلی ڈونا کو کہیں غائب کر دیا تھا۔

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح نتاشا بھی سوچ رہی تھی کہ پورس آخر کب تک بلی ڈونا کو کوما میں رکھے گا؟ جیسے ہی وہ کوما سے نکلے گی وہ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لے گی۔

وہ چوبیس گھنٹے بلی کے پاس جا کر اسے دیکھ نہیں سکتی تھی کہ وہ کس حالت میں ہے؟ کوما میں ہے یا کوما سے نکل چکی ہے؟ دن رات کسی کی نگرانی نہیں کی جا سکتی۔ اسے پانچویں دن پتا چلا کہ پورس نے بلی ڈونا کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ نتاشا اپنی ناکامی پر جھنجھلا کر رہ گئی۔

پہلے تو اسے یقین نہیں آیا کہ بلی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اس نے آزمائشی طور پر اس سے دماغی رابطہ کیا تو اس نے سانس روک لی۔ نتاشا نے تھوڑی دیر بعد دوبارہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "سانس نہ روکنا۔ میں نتاشا ہوں۔ اب تو تمہارا دماغ لاک ہو چکا ہے۔ مجھ سے یا کسی سے بھی تمہیں کترانا نہیں چاہیے۔"

بلی نے کہا "نہ میں کتراتی ہوں' نہ کسی سے ڈرتی ہوں۔ بس اس وقت میرے ذہن پر بوجھ ہے۔ ایک ایسی ٹریجڈی ہو گئی ہے جس کی میں تو کیا' کوئی بھی توقع نہیں کر سکتا تھا۔"

"ایسی کیا ٹریجڈی ہو گئی ہے؟"

"پارس نے خودکشی کر لی ہے۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ یہ کوئی یقین کرنے کی بات ہے؟ خودکشی تو بزدل کرتے ہیں اور کبھی یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ پارس کسی مرحلے پر زندگی سے بیزار ہو کر خودکشی کر لے گا۔"

"سانچ کو آنچ کیا؟ اگر تم اس سے رابطہ کر کے اسے دوسری دنیا سے بلا سکتی ہو تو بلا لو۔"

نتاشا نے اس کے دماغ سے نکل کر پارس کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس لب و لہجے والا نہ وہ شخص تھا نہ وہ دماغ تھا۔ اس نے بار بار کوششیں کیں اور بار بار یقین ہوتا گیا کہ وہ ایک مردہ دماغ میں پہنچنے کی حماقت کر رہی ہے۔

اس نے بلی ڈونا کے پاس آ کر پوچھا "کیا اس کے والدین اور بابا صاحب کے ادارے والوں کو اس کی موت کی اطلاع مل چکی ہے؟"

"سبھی کو خبر ہو چکی ہے لیکن بابا صاحب کے ادارے کے باہر شاید دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بے خبر ہیں۔"

"کیا تم نے امریکی اکابرین اور الپا وغیرہ کو اطلاع نہیں دی ہے؟"

"نہیں۔ میرا دماغ اس کی موت سے ایسا متاثر ہے اور میں ایسا بوجھ محسوس کر رہی ہوں کہ کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ پلیز تم بھی چلی جاؤ۔"

نتاشا نے ایک امریکی فوجی افسر سے رابطہ کیا۔ اسے پارس کی خودکشی کی خبر سنائی۔ یہ ایسی خبر تھی کہ کسی کو یقین آ ہی نہیں سکتا تھا۔ یقین کرنے کے لیے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ گمشدہ پارس کو تلاش کریں۔ یہ حقیقت معلوم کریں کہ وہ واقعی مر چکا ہے یا کہیں روپوش ہو گیا ہے؟

سب نے خیال خوانی کی دوڑ لگائی لیکن کوئی اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکا۔ الپا کو معلوم ہوا تو وہ صدمے سے نڈھال ہو گئی۔ اس نے بھی تمام ذرائع سے اس کی موت کی تصدیق کی تھی۔ مجھ سے بھی پوچھا "آپ مجھ سے جھوٹ نہیں کہیں گے۔ پلیز سچ بتائیں پارس کہاں ہے؟"

میں نے کہا "تم نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی ہو گی؟ کیا اس کا دماغ تمہیں مل رہا ہے؟ ہمیں تو نہیں مل رہا ہے۔ بلی ڈونا نے بتایا تھا کہ اس نے کسی مکان کے کمرے میں خودکشی کی ہے۔"

الپا نے بے قراری سے پوچھا "اس نے کس مکان میں خودکشی کی ہے؟"

"یہی تو معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ کس ملک کے' کس شہر کس مکان میں ہے؟ ہم سب وہ جگہ تلاش کر رہے ہیں۔"

الپا رونے لگی۔ جب سے وہ ماں بنی تھی' تب سے پارس اس کے ہر برے وقت میں کام آتا رہا تھا۔ بہت پہلے ایک یہودی کی حیثیت سے وہ پارس سے جتنی نفرت کرتی تھی اتنی ہی شدت سے اب اسے چاہنے لگی تھی۔

برین آدم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں نے آج تک تمہیں اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے نہیں دیکھا۔ اگر ہمارے ملک کے اکابرین کو یہ معلوم ہو گا کہ تم ایک مسلمان کے لیے رو رہی ہو تو تم پر سے ان کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اب سے پہلے بھی دشمنوں نے یہی کوشش کی تھی۔ یہاں کے اکابرین اور پوری یہودی قوم کو تم سے بدظن کرنا چاہا تھا۔ پلیز دشمنوں کو موقع نہ دو۔ اپنے آنسو پونچھ لو۔"

وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی "نیک برادر! آپ کچھ خیال نہ کریں' میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

"تم وعدہ کرو۔ تنہائی میں آنسو نہیں بہاؤ گی۔ خود کو سنبھالو گی پھر میں تمہیں تنہا چھوڑ کر جاؤں گا۔"

اس نے وعدہ کیا۔ برین آدم اس کی رہائش گاہ سے چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ دل کہہ رہا تھا کہ پارس جیسا ناقابل شکست انسان صرف طبعی موت مر سکتا ہے۔ اسے نہ کوئی مار سکتا ہے اور نہ خودکشی کرنے پر مجبور

کرسکتا ہے۔

اس نے سوچتے سوچتے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جناب علی اسد اللہ تبریزی کے پاس پہنچتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ انہوں نے کہا "میں جانتا ہوں تم ہم سے کس قدر متاثر ہو اور پارس کے پچھلے بہترین سلوک کے پیشِ نظر اسے دل سے چاہتی ہو۔ تم نے ہم مسلمانوں کی محبت کو تمام یہودی قوم سے چھپا رکھا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں جو سچ بتایا جائے گا اسے بھی دل میں چھپا کر رکھوگی۔"

پھر انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "جاؤ' خوش رہو۔ پارس زندہ ہے۔ آگے کچھ نہ پوچھنا۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آکر خوشی سے چیخ پڑی۔ دوڑتی ہوئی آکر بستر پر اوندھے منہ گر پڑی' قہقہے لگاتے ہوئے تکیے کو اٹھا کر سینے سے بھینچنے لگی۔ پارس اسے نہیں ملا تھا' تکیہ مل گیا تھا۔

○☆○

بلی ڈونا پٹڑی بدل چکی تھی۔ پارس کو چھوڑ کر پورس کی طرف چلی آئی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ پورس نے بار بار اس کے کام آکر اسے متاثر کیا تھا اور اس حد تک متاثر کیا تھا کہ وہ اس پر مرمٹی تھی' اس کے بعد جب پارس نے خودکشی کی تو اس کے ضمیر نے اسے ملامت کیا تھا۔ پورس نے اس سے پوچھا "کیا تم میرے پاس آکر پچھتا رہی ہو؟"

"نہیں۔ مجھے یہ احساس مار رہا ہے کہ پارس نے میری بے وفائی کی وجہ سے خودکشی کی ہے۔"

"اس کی خودکشی کی وجہ صرف تم نہیں ہو' میں بھی ہوں۔ وہ میرے مقابلے میں شکست کھا کر دنیا والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ویسے پتا نہیں کیوں مجھے اس کی موت کا یقین نہیں آرہا ہے۔"

"ویسے تو مجھے بھی یقین نہیں آرہا ہے لیکن ہم دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے خودکشی کرتے دیکھا ہے۔ پھر ایک ہم ہی نہیں' تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے تلاش کرتے رہے ہیں اور اس کے مردہ دماغ تک پہنچتے رہے ہیں۔"

"بے شک تمام ذرائع سے تصدیق ہوچکی ہے۔ وہ یقیناً مرچکا ہے۔ بڑے بڑے کارنامے کرنے والے جب اچانک مرجاتے ہیں تو بڑی مشکل سے ان کی موت کا یقین آتا ہے۔"

بلی نے کہا "مجھے اس کی موت کا افسوس رہے گا۔ میں بہت شدت سے تنہائی محسوس کررہی ہوں۔ مجھے اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔ تم میرے پاس رہوگے تو میں ساری دنیا کو بھول جاؤں گی۔"

"کیا پارس کی موت کافی نہیں ہے۔ مجھے بھی اپنے پاس بلا کر مارنا چاہتی ہو؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تم [illegible] دشمن سمجھ رہے ہو۔"

"میری بات کو سمجھو۔ میں تمہارے پاس آؤں گا تو ہو[illegible] ہے' بدنصیبی میرے ساتھ آئے۔ دشمن ہمارے پیچھے لگ جا[illegible] اور ہم دونوں کو ایک ساتھ ایک چھت کے نیچے شکار کرلیں۔"

"کیا اس طرح خوف کے باعث تم کبھی میرے پاس نہیں [illegible] گے؟"

"ضرور آؤں گا۔ جس طرح پارس موقع محل دیکھ کر دشمنوں [illegible] ڈاج دے کر اچانک تمہارے پاس آیا کرتا تھا' اسی طرح آؤں گا۔"

"پلیز' کسی طرح آج چلے آؤ۔"

"میرا دل خود چاہتا ہے کہ ابھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں لیکن میں ابھی ایک فلائٹ سے ہندوستان جارہا ہوں۔"

"کیا انڈیا جانا میرے پیار سے زیادہ ضروری ہے؟"

"ہاں۔ بہت ضروری ہے۔ جانتی ہو کیوں؟"

"میں تم سے ناراض ہوں۔ نہیں پوچھوں گی کہ کیوں جارہے ہو۔"

"اس لیے کہ میرے تجربہ کار ڈاکٹروں نے ٹیلی پیتھی کو خ[illegible] کردینے والی دوا تیار کرلی ہے۔ میں وہ لینے جارہا ہوں۔"

وہ چونک کر بولی "کیا واقعی؟ کیا وہ دوا تیار ہوچکی ہے؟"

"ہاں۔ میں کل صبح انڈیا پہنچوں گا۔ لیبارٹری جاؤں گا پھر [illegible] سے تمام دوائیں پیک کرانے کے بعد رات کی فلائٹ سے واپس آجاؤں گا۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "کیا وہ دوا میرے بنگلے میں لاؤ گے؟ مجھے [illegible] لگتا ہے۔ میری ٹیلی پیتھی ختم ہوجائے گی۔"

"جب تک اس دوا کو اسپرے نہیں کیا جائے گا' اس وقت تک ٹیلی پیتھی کا علم متاثر نہیں ہوگا۔ دوا میرے پاس رہے گی لیکن مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"کچھ بھی ہو اسے میرے بنگلے میں نہ لانا۔"

"فکر نہ کرو۔ نہیں لاؤں گا۔"

"تم کس فلائٹ سے جارہے ہو؟ ہم کم از کم ائرپورٹ پر [illegible] سکتے ہیں۔"

اس نے فلائٹ کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "میں بہروپ میں رہوں گا۔ تم مجھے نہیں پہچان سکوگی اور تم بھی اصل روپ میں نہیں [illegible] آخر ملنے میں ایسی جلدی کیوں کی جائے کہ ہم کسی ناگہانی مصیبت میں پھنس جائیں۔ چند ہی دنوں میں جب میں سب ہی کے ٹیلی [illegible] کے علم کو مٹادوں گا تو پھر کسی خطرے کے بغیر ہم آزادی سے [illegible] سکیں گے۔"

ان کا دماغی رابطہ ختم ہوگیا۔ بلی اپنے نئے بنگلے میں تنہا [illegible] سوچنے لگی "پارس کی موت کا افسوس تو ہے لیکن یہ اچھا ہوا کہ اس کی موت سے پہلے پورس مجھ پر عاشق ہوگیا تھا۔ اب وہ میرا بن گیا ہے۔ میرا نہ بنتا تو میں پارس کی موت کے بعد تنہا رہ جاتی۔ میں خوش نصیب ہوں کہ اس کی موت کے بعد بالکل اسی کی طرح ذہین' چالاک اور اسی کی شکل والا ساتھی مل گیا ہے۔"

دوسری طرف پورس کا دل واقعی بلی ڈونا پر آگیا تھا۔ وہ ایسی البیلی دوشیزہ تھی کہ پورس نے پہلی ملاقات میں ہی سوچ لیا تھا کہ وہ اسے ضرور حاصل کرے گا۔ اسی لیے وہ ہمیشہ ضرورت کے وقت بلی کی مدد کے لیے پہنچ جایا کرتا تھا اور اسے متاثر کیا کرتا تھا۔

وہ پارس سے محبت کرتی تھی۔ اسے پارس سے چھین لینا آسان نہیں تھا لیکن پورس نے بڑی حکمتِ عملی سے رفتہ رفتہ اسے اپنی طرف مائل کرلیا تھا۔ اگر اسے انڈیا نہ جانا ہوتا تو وہ خطرہ مول لے کر بھی اس البیلی حسینہ کے پاس پہنچ جاتا۔

وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا بھی ضروری تھی۔ اس کے ذریعے وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زیر دیتا کر اور ان سب کو عام انسان بنا کر اتنی بڑی دنیا میں اکیلا ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ جاتا اور سب پر حکومت کرتا رہتا۔ ازل سے ایسے تمام لوگوں نے تنہا پوری دنیا پر حکومت کے خواب دیکھے ہیں' جنہیں ضرورت سے زیادہ طاقت' ذرائع اور اختیارات حاصل ہوتے رہے تھے۔

پورس نے پلاننگ کی کہ اگر اپنی دنیا کے زبردست لوگوں سے نادیدہ ہونے کی صلاحیتیں چھین لے گا پھر ان کے ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم کردے گا تو پھر کوئی اس کے مدِمقابل نہیں رہے گا۔ سپرپاور ممالک بھی اس کے آگے گھٹنے ٹیکتے رہیں گے۔

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غیر معمولی ذہانت رکھنے والے ڈاکٹروں کو تلاش کرتا رہا۔ اسے ایسے ہی دو ڈاکٹر اپنے دیس بھارت میں مل گئے۔ اس نے ان ڈاکٹروں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالیا۔ وہ ڈاکٹر اس کی پلاننگ کے مطابق لیبارٹری میں تجربات کرنے لگے۔ تقریباً دو برسوں کی مسلسل کوششوں کے بعد ایک ڈاکٹر نے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا تیار کرلی۔ دوسرے ڈاکٹر نے امید دلائی کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرنے والی دوا تیار کرنے کے آخری مرحلے میں ہے اور ایک آدھ ماہ میں اسے کامیابی کی خوش خبری سنائے گا۔

اور اب خوش خبری سننے کے بعد وہ دوا لانے ہندوستان جارہا تھا۔ اس کے پاس جو فلائنگ کیپسول تھے' وہ ختم ہوگئے تھے ورنہ وہ کیپسول کے ذریعے صرف آدھے گھنٹے میں ہندوستان پہنچ جاتا۔

بہرحال وہ پہنچ گیا۔ بمبئی شہر کے مضافات میں اس نے خفیہ طور پر ایک لیبارٹری قائم کی تھی۔ وہاں ڈاکٹر اس کے منتظر تھے۔ ایک ڈاکٹر نے دوا کا ایک نمونہ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "میں بہت خوش ہوں۔ میں نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔"

پورس نے پوچھا "کیا تم نے اس دوا کو آزمایا ہے؟"

"جی ہاں۔ آپ نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قیدی بنا کر رکھا تھا۔ آپ کے آدمی ان میں سے ایک کو پکڑ کر یہاں سے سو کلو میٹر دور لے گئے تھے۔ میں نے وہاں یہ دوا اس پر اسپرے کی۔ پہلے تو بظاہر اس دوا کا اثر نہ ہوا۔ اس قیدی نے پوچھا کہ اس کے ساتھ یہ کیا حرکت کی جارہی ہے؟ یہ کون سی دوا اسپرے کی جارہی ہے؟

"دوا اسپرے کرنے کے بعد اسے بمبئی واپس لایا گیا۔ واپس لانے سے پہلے اس سے کہا گیا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو بھی اپنی مدد کے لیے بلا سکتا ہے۔ وہ پریشان ہوکر بولا کہ بڑی دیر سے خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کررہا ہے مگر کامیابی نہیں ہورہی۔

"اس طرح یہ معلوم ہوا کہ دوا اسپرے کرنے کے بعد اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹ گیا تھا۔ اسے کمرے میں قید کرکے رکھا گیا تاکہ دوا کی دیرپا تاثیر کا یقین ہوسکے۔ اس قیدی کو یہ کہا گیا کہ جب وہ دوبارہ خیال خوانی کرنے کے قابل ہوگا تو اسے وہاں سے رہا کردیا جائے گا۔ تقریباً بارہ گھنٹے کے بعد وہ پھر ایک بار خیال خوانی کے قابل ہوگیا۔

"میں آپ کی مرضی کے مطابق یہ دوا بنانے میں کامیاب ہوگیا ہوں لیکن اس کا اثر صرف بارہ گھنٹے تک رہتا ہے۔ جس پر یہ دوا اسپرے کی جائے گی وہ بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہے گا۔"

"ڈاکٹر! میں نے کہا تھا ایسی دوا تیار کرو' جو ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دے لیکن یہ دوا تو عارضی ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "بے شک عارضی ہے لیکن میں جلد ہی اس دوا کے فارمولے میں تبدیلیاں کر کے اس کے اثر کو دائمی بنا دوں گا۔"

"مجھے یقین ہے ڈاکٹر' تم اسے دائمی بنانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ فی الحال یہ عارضی اثر رکھنے والی دوا بھی میرے بڑے کام آئے گی۔"

وہ دوا کی شیشی کو اٹھا کر بولا "میں اس کے ذریعے تمام مخالفین کو بارہ گھنٹوں تک ٹیلی پیتھی سے محروم رکھوں گا۔ یہ بھی کامیابی ہوگی۔ ان بارہ گھنٹوں کے اندر میں ان پر تنویمی عمل کر کے ان سب کو باری باری اپنا معمول اور تابعدار بنا سکوں گا۔ اپنی تیار کردہ دوا کے فی الحال دو کارٹن پیک کردو۔ باقی یہیں لیبارٹری میں رہنے دو۔ میں ضرورت کے وقت لے جاؤں گا۔"

وہ انہیں حکم دے کر دوسرے ضروری کام سے چلا گیا۔ اس شہر میں اس کے کئی معمول اور تابعدار تھے جن سے وہ ضرورت کے وقت کام لیا کرتا تھا۔

وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول چھپا کر رکھتا تھا۔ وہ رہائش گاہ شہر سے بہت دور ایک چھوٹے سے دیہات میں تھی تاکہ کبھی کسی دشمن کو شبہ نہ ہو کہ اس معمولی اجڑے ہوئے مکان میں نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ ہندوستان میں ایسے تین خفیہ اڈے تھے' جہاں اس نے ایسی غیر معمولی چیزوں کو چھپا رکھا تھا۔

وہ شام کو لیبارٹری میں آیا۔ اس کے حکم کے مطابق نئی دوا کے دو کارٹن پیک کر دیے گئے تھے۔ اس لیبارٹری میں ڈاکٹروں کے سوا کوئی نہیں آتا تھا۔ پورس وہاں کسی تیسرے کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے ڈاکٹروں کو حکم دیا کہ پہلی دواؤں کی طرح اس نئی دوا کو بھی اس کے تینوں خفیہ اڈوں میں لے جا کر چھپا دیا جائے۔

اب اسے ہوائی جہاز سے سفر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے وہ دو کارٹن اٹھائے۔ گولی نگل کر نادیدہ بن گیا پھر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اسی رات انڈیا سے امریکا پہنچ گیا۔ اس نے بلی سے دماغی رابطہ کر کے کہا "میں واپس آگیا ہوں اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا بھی لے آیا ہوں۔"

وہ گھبرا کر بولی "کیا وہ دوا میرے دروازے پر لائے ہو؟"

"گھبراتی کیوں ہو؟ میں تم سے دس کلو میٹر دور ہوں۔ ابھی یہ دوا آزمانے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پاس جا رہا ہوں۔ تم سے پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

پورس نے دماغی طور پر اپنے بنگلے میں حاضر ہو کر ایک کارٹن کو کھولا۔ ان تمام بوتلوں کی دواؤں کو چھوٹے چھوٹے پلاسٹک کے کین میں منتقل کیا گیا تھا تاکہ کین کے ذریعے دوا اسپرے کی جا سکے۔

اس نے اتنے عرصے میں چند امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگایا تھا اور ان کی رہائش گاہوں سے بھی واقف تھا۔ اس نے دوا کے دو کین اپنی جیبوں میں رکھے پھر نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ وہاں نمودار ہو کر اس نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دیکھا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس نے جیب سے ایک کین نکالا پھر سانس روک کر اس پر دوا اسپرے کی۔ اس کے بعد فوراً ہی نادیدہ ہو کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس سے کئی کلو میٹر دور اپنے بنگلے میں آگیا۔ اس سے دور جانے تک پورس نے سانس نہیں لی ورنہ وہ اسپرے کی جانے والی دوا سانسوں کے ذریعے اس کے اندر بھی پہنچ سکتی تھی پھر وہ بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو سکتا تھا۔

اس نے اپنے بنگلے میں پہنچ کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جس پر ابھی دوا اسپرے کی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور سوچ رہا تھا "ابھی یہاں کوئی آیا تھا مگر وہ کون تھا؟ کہاں چلا گیا تھا؟"

پورس نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے خیال خوانی کے ذریعے اپنی گرل فرینڈ کے دماغ میں جانا چاہیے۔ شاید وہ جاگ رہی ہوگی۔"

پورس کے مائل کرنے پر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی گرل فرینڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس سے باتیں کرنے لگا۔

پورس حیرانی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس دوا نے اثر نہیں کیا تھا جبکہ ڈاکٹر نے اس دوا کو آزما کر کامیاب قرار دیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹر سے پوچھا "تم نے کون سی دوا پیک کر کے مجھے دی ہے؟ میں نے اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آزمایا ہے اور مجھے ناکامی ہوئی ہے۔"

ڈاکٹر نے حیرانی سے پوچھا "آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم اس دوا کو کامیابی سے آزما چکے ہیں۔"

پورس نے کہا "تمہارے پاس جو دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا قیدی ہے اس پر دوا آزماؤ۔ میں ابھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں ڈاکٹر لیبارٹری آئے۔ وہاں سے دوا کا ایک کین لے کر دوسرے قیدی کے پاس گئے پھر اس پر دوا اسپرے کی۔ پورس اس قیدی کے دماغ میں تھا۔ ڈاکٹر نے ایک منٹ کے بعد اس قیدی سے کہا "خیال خوانی کرو اور اپنے ساتھی قیدی کے دماغ میں پہنچو۔"

وہ قیدی فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے دوسرے ساتھی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پورس نے کہا "ڈاکٹر! تم سے کیسے غلطی ہوگئی ہے۔ پہلی بار تم کامیاب ہوئے۔ وہی دوا اب ہم دونوں استعمال کر رہے ہیں اور ناکام ہو رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

وہ دونوں ڈاکٹر اس دوا کا الگ الگ کیمیائی تجزیہ کرنے لگے پھر حیرانی سے بولے "یہ وہ دوا نہیں ہے جو ہم نے بنائی تھی۔ یہ دوسری ہے۔ دوا بدل گئی ہے۔"

پورس نے کہا "لیبارٹری مقفل رہتی ہے۔ کوئی تیسرا یہاں نہیں آتا ہے پھر دوا کیسے بدل گئی؟"

دوسرا ڈاکٹر ایک فائل کھول کر پڑھ رہا تھا۔ اس نے پورس سے کہا "سر! ہم نے دوا کا جو تحریری فارمولا اس فائل میں رکھا تھا' وہ یہاں نہیں ہے۔ کوئی وہ فارمولا لے گیا ہے۔"

"کوئی لیبارٹری کے اندر کیسے آسکتا ہے۔ دوسری دواؤں کو ابھی چیک کرو۔"

وہ دوائیں نکال کر ان کا کیمیائی تجزیہ کرنے لگے۔ حیرانی اور پریشانی سے کہنے لگے "یہ سب فضول سی دوائیں ہیں۔ ہماری بنائی ہوئی تمام اصل دوائیں غائب ہو چکی ہیں۔ اب یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس بند لیبارٹری میں کوئی آیا تھا۔ دوائیں بھی غائب ہیں اور فارمولا بھی نہیں ہے۔ وہ ہماری برسوں کی محنت پر پانی پھیر گیا ہے۔"

پورس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ بہت بڑا نقصان اٹھا رہا تھا لیکن اس میں یہ خوبیاں تھیں کہ وہ ناکامیوں سے کبھی مایوس نہیں ہوتا تھا۔ کبھی غصے میں نہیں آتا تھا۔ وہ بڑے ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہا تھا' لیبارٹری میں ڈاکا ڈالنے والا کوئی بہت ہی چالاک اور پراسرار دشمن ہے۔

کون ہے وہ دشمن؟

وہ جو بھی ہے اس دنیا میں کہیں زندہ ہوگا۔ کوئی زندہ شخص ہی چوری کر سکتا ہے۔ یہ تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی خودکشی کرنے والے مُردے نے چوری کی ہوگی۔

مُردے کے لیے مغفرت کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ اس پر چوری کا الزام نہیں لگایا جاتا۔

انسان کے قد کی ایک حد ہوتی ہے' وہ اس حد سے نیچے ہو سکتا ہے' اس حد سے اونچا نہیں ہو سکتا لیکن اس کی ذہانت' صلاحیت اور شخصیت اسے حد سے زیادہ قد آور بنا دیتی ہے۔ اکثر لوگ کچھ نہیں ہوتے لیکن ان کے چاہنے والے انہیں کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں۔ اگر کوئی دکھاوے کے لیے نیکیاں کرنا شروع کردے تو عقیدت مند یہ نہیں دیکھتے کہ وہ نیکیاں کرکے دریا میں ڈال رہا ہے یا ان نیکیوں کو سود سمیت اپنی تجوری میں رکھ رہا ہے۔

پورس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ ابتدا میں اچانک یوں منظرِ عام پر آیا جیسے اس دنیا سے تمام برائیوں کو مٹادے گا' جو لوگ نادیدہ بن کر نت نئے جرائم کررہے ہیں' ان کی نادیدہ بننے والی صلاحیتوں کو مٹادے گا (اور اس نے مٹادیا تھا)

پھر اس نے یہ پرچار کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ایک دوسرے کے دوست بن کر نہیں رہ سکتے' یہ ازل سے دستور رہا ہے کہ جن کے پاس ضرورت سے زیادہ طاقت ہوتی ہے' وہ لنگوٹ باندھ کر اکھاڑے میں اتر جاتے ہیں لہٰذا پورس نے سب کی لنگوٹ اتارنے کا فیصلہ کرلیا۔

اس نے اعلان کیا کہ آئندہ ایسی دوا منظرِ عام پر لا رہا ہے جس کے اثر سے ٹیلی پیتھی کا علم ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گا۔ پھر کوئی کسی کے اندر کے راز اور اس کی کمزوریاں معلوم نہیں کرسکے گا۔ کسی علم کو مٹانا اچھا عمل نہیں ہے لیکن وہ علم انسانیت کا دشمن بن جائے اور انسانوں کو آپس میں کتوں کی طرح لڑانا شروع کردے تو ایسے علم کا نہ ہونا بہتر ہے۔

پورس اب تک فرشتہ ثابت ہو رہا تھا۔ وہ انسانوں کی دنیا میں دوستی' بھائی چارگی اور امن و امان پیدا کرنے کے لیے ایسے اقدامات کررہا تھا جیسے آج تک کسی نے نہیں کیے تھے اور جیسے کارنامے کسی نے نہ کیے ہوں اور اچانک کوئی کر بیٹھے تو پھر وہ فرشتہ یا دیوتا لگنے لگتا ہے اور اس کی شخصیت پہاڑ جیسی قد آور ہو جاتی ہے۔ ابھی میں نے کہا تھا کہ کوئی اپنے قد سے اونچا نہیں ہو سکتا لیکن اس طرح ہو جاتا ہے' جس طرح میں بیان کررہا ہوں۔

میری اس مسلسل داستان میں قارئین نے پورس کے کردار کو بہت پسند کیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ان کی یہ پسندیدگی پورس کو ان کی نظروں میں فرشتہ یا دیوتا نہ بنادے لہٰذا میں وضاحت کردوں کہ ہماری دنیا میں قد آور بگلا بھگت جیسی شخصیات بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔

انسانی زندگی کا ایک کلیہ ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ قوت کا توازن قائم نہ رہے اور کوئی کسی کے مقابلے میں بہت زیادہ طاقت ور ہو جائے اور جسے چاہے اپنے شکنجے میں جکڑتا رہے تو پھر وہ مغرور' خود سر اور اپنی دنیا کا خدا (نعوذ باللہ) ہو جاتا ہے۔ صرف پیغمبروں کی مثالیں ایسی ہیں کہ وہ ہمیشہ اعتدال میں رہے۔

میری داستان کے اوراق الٹ کر دیکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ میں بھی اپنی ذہانت' جسمانی قوت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت حاصل کرنے کے بعد گمراہ ہو گیا تھا۔ ویسے تو میں خود کو ہیرو بنا کر پیش کرتا تھا لیکن ایسی راہوں پر چل پڑا تھا جو فرعونیت کی طرف لے جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جسے راہِ راست پر لانا چاہتا ہے اس کے لیے مثبت ذرائع پیدا کردیتا ہے۔ یہ میری انتہائی خوش قسمتی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے میرا رابطہ ہو گیا۔ اس وقت بابا فرید واسطی حیات تھے۔ اس وقت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بابا فرید واسطی کس انتہا کی روحانیت کو پہنچے ہوئے ہیں اور انہوں نے جو ادارہ قائم کیا ہے' وہ ایک دن دنیائے اسلام کا اتنا بڑا دینی مرکز ہوگا کہ دنیا کے سپر پاور کہلانے والے ممالک اس ادارے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مجھے فرعونیت کے راستے سے ہٹا کر اس ادارے میں لانے والی ہستی سونیا تھی۔ ان بزرگ کی شخصیت کا رعب اور دبدبہ ایسا تھا کہ مجھ جیسا مغرور اور خود سر ان کے زیرِ اثر آگیا تھا۔ تب سے اب تک میں اور میرے خاندان کے تمام افراد اس ادارے کے زیرِ اثر ہیں۔ اب ہم تمام قوتوں اور تمام صلاحیتوں کو صرف اپنی مرضی سے استعمال نہیں کرتے ہیں' ہم ادارے سے باہر جہاں بھی جاتے ہیں یا کسی مشن کو پورا کرنا ہوتا ہے تو اس ادارے کے بزرگوں کی ہدایات ہمارے ساتھ ہوتی ہیں جیسا کہ آج کل ہم جناب اسد اللہ تبریزی کے زیرِ سایہ اس ادارے میں رہ کر ان کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔

اتنی طویل وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ میں طاقت کے توازن اور غیر متوازن ہونے کے نتائج پیش کرسکوں۔ ابتدا میں میری بھی ذہانت' صلاحیت اور طاقت مجھے بے لگام بنا رہی تھی۔ اگر اس ادارے میں مجھ پر لگام نہ ڈالی جاتی تو آج میں فرہاد نہیں' فرعون کہلاتا۔ اسی طرح میں نے پورس کی ابتدائی ہسٹری پیش کی ہے۔ وہ بھی میری طرح بڑی بڑی باتیں کرتا تھا۔ دوستی' بھائی چارگی اور امن امان قائم رکھنے کے لیے اور انسانوں کے درمیان دشمنی ختم کرنے کے لیے ایسے اقدامات کررہا تھا' جس کی ہم توقع بھی نہیں کرسکتے تھے۔

یہ تو ساری دنیا کو متاثر کرنے والی باتیں تھیں کہ وہ سبھی کی نادیدہ بننے والی صلاحیتیں ختم کرچکا تھا۔ اب کوئی بے حیا نادیدہ بن کر کسی کے بیڈ روم میں اور باتھ روم میں نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی مجرم نادیدہ بن کر قتل و غارت گری کا بازار گرم نہیں کرسکتا تھا۔ وہ آئندہ ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرنے والا تھا۔ اس طرح کوئی کسی کے اندر پہنچ کر وہ راز معلوم نہیں کرسکتا تھا جو شرم و حیا اور اخلاقی تقاضوں کے باعث چھپائے جاتے ہیں۔

یوں تو ٹیلی پیتھی کے بہت سے فوائد ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی بیمار اور کمزور کے دماغ میں پہنچ کر اس میں اپنے حالات سے لڑنے کا حوصلہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ کسی ذہنی مریض کے دماغ میں رہ کر اسے مزید پاگل پن سے بچایا جا سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دین و ایمان اور اخلاق و تہذیب کو عام کیا جا سکتا ہے لیکن اب تک کے نتائج یہ ثابت کررہے تھے کہ اس علم کے ذریعے دشمنی اور نفرت ہر ملک' ہر شہر میں عام ہو رہی تھی۔ ایک دوسرے کو کچل ڈالنے کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

ان حالات میں دنیا والے یہی چاہیں گے کہ یہ فسادات پھیلانے والا علم ختم ہو جائے اور جو یہ علم ختم کرنے والا تھا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دشمن اور ساری دنیا کا دوست نظر آ رہا تھا۔ پورس کو نہ کوئی جانتا تھا اور نہ کوئی اس کے اندر گھس کر اس کی اصلیت معلوم کرسکتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی حرکتوں سے اس کے اصل مقاصد سامنے آ سکتے تھے۔ بلکہ اب کچھ سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ بھی ایک انسان ہے اور اپنی طاقت اور غیر معمولی دواؤں کے سہارے سب کو ٹیلی پیتھی سے محروم کرکے خود اس علم کے ذریعے تنہا ساری دنیا پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ وہ ابتدا ہی میں سب پر اپنا رعب اور دبدبہ قائم کرچکا تھا۔ قدرتی طور پر بھی پارس کی طرح ذہین اور مکار تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا ایک زبردست کردار بننے والا ہے۔

یہ تو ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے کہ جو بھی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے' وہ براہِ راست یا بالواسطہ ہم سے ضرور ٹکراتا ہے۔ پورس نے بھی یہی کوشش کی۔ اس نے ہمارے مقابلے میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے پارس کے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھایا۔

وہ گوشۂ گمنامی سے نکلا اور میدانِ عمل میں آکر بڑی خاموشی اور راز داری سے پارس کی مصروفیات کو سمجھنے لگا۔ اس انتظار میں رہنے لگا کہ کوئی موقع ملے تو پارس کے قریب آنے کی کوشش کرے۔ یہ موقع اس وقت ملا جب لیلی ڈونا اپنا چندر مکھی ہیرا حاصل کرنے کے لیے نیویارک آئی اور ائرپورٹ پر اسے دیکھ کر پارس سمجھ بیٹھی۔ اس طرح وہ پہلے پارس کی محبوبہ کے قریب ہو گیا پھر وہ مصیبت میں پھنس گئی اور امریکن ملٹری انٹیلی جنس والوں نے اسے گرفتار کیا تو پورس اسے ان کی حراست سے چھڑا کر لے آیا۔

اس وقت اس نے یہ ظاہر کیا کہ اسے لیلی ڈونا سے کوئی ذاتی دلچسپی نہیں ہے جبکہ پہلی نظر میں ہی اس کی نیت خراب ہو گئی تھی۔ اس کے اندر کی بات لیکن کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ وہ جو کہتا تھا اور جو کچھ کرتا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ نیک نیتی سے پارس کے کام آ رہا ہے۔ اس نے لیلی ڈونا کو انٹیلی جنس والوں سے اس لیے بچایا کہ وہ پارس کی محبوبہ ہے۔ گویا اس نے پہلی بار پارس پر احسان جتایا۔

اس کا خیال تھا کہ پارس اس احسان کے بدلے اس کا شکریہ ادا کرے گا لیکن اس نے شکریہ کا ایک لفظ ادا نہیں کیا۔ وہ پارس کی تمام عادات اور حرکات و سکنات کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا اس کے باوجود ابھی تجربات اسے بہت کچھ سمجھانے والے تھے۔

دوسری بار پورس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ ایک مرحلے پر شی تارا اس کی جان لینے والی تھی۔ پارس نے عین وقت پر اس کی جان بچائی اور صرف یہ کہہ گیا کہ یہ اس کے احسان کا بدلہ ہے۔ یوں پورس کی سمجھ میں آگیا کہ پارس گفتار کا غازی نہیں ہے۔ زبان سے شکریہ ادا نہیں کرتا ہے' عملی طور پر احسان کا بدلہ چکا دیتا ہے۔ اس نے تو لیلی ڈونا کو صرف گرفتاری سے بچایا تھا۔ وہ اتنا بڑا احسان نہیں تھا جتنا بڑا احسان پارس نے پورس کی جان بچا کر کیا تھا۔

پورس کو ایک طرح سے پارس کے انداز اور طریقۂ کار کو سمجھنے کا مزید موقع مل رہا تھا۔ وہ آئندہ بھی کسی نہ کسی بہانے پارس کے آس پاس رہنے کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔ لیلی ڈونا پر دل آیا ہوا تھا اس لیے وہ اسی کا سہارا لے رہا تھا۔ چونکہ پارس نے ایک بار اس کی جان بچائی تھی لہٰذا اس بار اس نے مین کلر اور اس کے آلۂ کاروں سے پارس کی جان بچائی اور ایسا کرنے کے لیے وہ لیلی ڈونا کو اس کے بنگلے سے نکال کر پارک میں لے گیا تھا۔ وہاں اس نے پھر ایک بار پارس پر احسان جتایا کہ اس نے شی تارا سے اس کی جان بچائی تھی لہٰذا اس نے مین کلر سے اس کی جان بچائی ہے۔

پارس اس کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ اس کے اندر کی بات کھل کر سامنے آجائے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ لیلی ڈونا میں دلچسپی لے رہا ہے اور یہ بات بھی اس سے چھپی ہوئی نہیں تھی کہ وہ نادیدہ بن کر لیلی کے قریب ہے۔

اس وقت جب کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے لیلی کے دماغ میں میلہ لگائے ہوئے تھے' پارس بڑی آسانی سے اسے بے ہوش کرکے کسی دوسری جگہ لے جا سکتا تھا لیکن اس نے لیلی سے بہانہ کیا کہ وہ ابھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات نہیں دلا سکے گا۔ اس طرح وہ پورس کو موقع دے رہا تھا۔

پورس اس کی چال کو سمجھ نہیں پایا۔ وہ لیلی کو بے ہوش کرکے دوسری جگہ لے گیا۔ وہاں اسے کوما میں رکھ کر کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا پھر ایک موقع پر اسے یقین ہوا کہ وہ اس پر کامیابی سے تنویمی عمل کرسکتا ہے اور جب اس نے عمل کرنا شروع کیا تو ہر دس پندرہ منٹ کے وقفے سے آنے والا پارس لیلی کے اندر پہنچ گیا۔

پورس اس کی آمد سے بے خبر رہا۔ وہ لیلی کے دماغ میں اپنے عمل کے ذریعے جس قسم کی باتیں نقش کرتا رہا اس سے پہلی بار اس کی منافقت ظاہر ہو گئی۔ پارس نے اس کے تنویمی عمل کے دوران میں مداخلت نہیں کی۔ پورس نے اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا تھا کہ کوئی اس کے اندر نہ آسکے۔ اس نے ایک نئی آواز

اور لب ولہجہ بلی کے ذہن میں نقش کیا تاکہ وہی صرف اس لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں رازداری سے آسکے اور اس کی خبر پارس کو بھی نہ ہوسکے۔

پھر وہ وقت آیا جب پورس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا لانے انڈیا جانے والا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں خیال خوانی کے ذریعے بلی ڈونا سے باتیں کیں۔ اسے پورا یقین تھا کہ پارس نہ تو اس کے دماغ میں آسکتا ہے' نہ بلی ڈونا کے اندر جاسکتا ہے۔ اس نے گفتگو کے دوران میں بلی ڈونا کو بتایا کہ کس فلائٹ سے انڈیا جارہا ہے۔

پارس کے لیے اتنی معلومات کافی تھیں۔ وہ نادیدہ بن کر اس فلائٹ پر پہنچ گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ پورس کو بابا صاحب کے ادارے کے قریب آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی اس لیے اس نے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے کے لیے دوا اسپرے نہیں کی تھی۔ پورس سے یہ کہا گیا تھا کہ فی الحال ادارے کی تمام گولیاں اور کیپسول ناکارہ کردی گئی ہیں۔ آئندہ پورس کو آزمایا جائے گا کہ وہ یہ کام نیک نیتی سے کررہا ہے یا بدنیتی سے؟

اور اس کی بدنیتی پر اسی وقت شبہ ہوا تھا جب وہ سخت پہرے کے باوجود آہنی سلاخوں کے پیچھے سے نکل بھاگا تھا۔ دوسری بار شبہ یقین میں بدل گیا جب وہ نادیدہ بن کر شی تارا کے بنگلے میں پہنچا۔ میں' علی' پارس اور ادارے کے تمام افراد اپنے اس وعدے پر قائم تھے کہ ہم نادیدہ بننے والی گولیاں استعمال نہیں کریں گے۔ پورس کی بدنیتی ظاہر ہوتے ہی پارس نے بابا صاحب کے ادارے سے گولیاں اور کیپسول منگوالیے تھے۔

اس طرح بہت عرصے بعد پارس نادیدہ بن کر اس جہاز میں آگیا جس میں پورس سفر کررہا تھا۔ وہ کسی بہروپ میں تھا' آسانی سے پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ پارس طیارے کے اندر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہل رہا تھا۔ ایک ایک مسافر کو جانچ رہا تھا اور پورس کو پہچاننے کی کوشش کررہا تھا۔

مسافر کبھی خاموش رہتے تھے' کبھی ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ وہ قریب پہنچ کر گفتگو کرنے والوں کی آواز اور لب ولہجے پر غور کررہا تھا۔ اسے ایک جوان پر شبہ ہوا۔ اس جوان کے ساتھ ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی اور بہت زیادہ باتیں کررہی تھی۔ پارس اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پہلے ہی اندازہ کرلیا تھا کہ اس عورت کے پاس بیٹھا ہوا جوان اس کی باتوں سے بور ہورہا ہے۔ اس نے ایک دوبار اسے بڑی شائستگی سے سمجھایا۔ "محترمہ! پلیز آپ مجھے مخاطب نہ کریں' میں خاموشی پسند کرتا ہوں۔"

عورت نے کہا "تعجب ہے۔ تمہاری عمر کے جوانوں کو تو خوب ہنسنا بولنا چاہیے۔"

"نہ میں ہنسنا چاہتا ہوں' نہ بولنا چاہتا ہوں صرف خاموشی چاہتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے۔ اگر ہو گئی ہوتی تو تم عورتوں کی باتیں سننے کے عادی ہوجاتے۔"

"آپ کسی نہ کسی بہانے بولتی جارہی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں آپ سے کس طرح خاموش رہنے کی درخواست کروں۔ اب میں دعا کررہا ہوں کہ آپ کو چپ لگ جائے اور میری دعا بڑی زبردست ہوتی ہے' ضرور قبول ہوتی ہے۔"

عورت نے اس کے جواب میں پھر کچھ کہنا چاہا لیکن کہتے کہتے رک گئی۔ اسے تعجب ہوا کہ وہ کیوں رک گئی ہے۔ اس نے دوسری بار بولنا چاہا تو پھر زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ وہ کوشش کے باوجود نہ بول سکی۔ اب وہ نہ بول پانے کے باعث پریشان ہورہی تھی۔ پارس نے سمجھ لیا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بولنے سے روکا جارہا ہے۔ ابھی اس جوان نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کی دعا قبول ہوجاتی ہے اور دعا قبول ہوگئی تھی۔ وہ بول نہیں پارہی تھی۔ اس جوان کے سامنے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔ تب اس جوان نے کہا "آپ ابھی بولنے لگیں گی لیکن زبان کھلنے کے بعد میرے پاس بیٹھ کر نہیں بولیں گی۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر وعدہ کیا پھر اچانک جیسے اس کی زبان کھل گئی "میں قسم کھاتی ہوں' تمہارے سامنے نہیں بولوں گی۔ اس لمحے سے خاموش رہوں گی۔"

پھر واقعی وہ چپ ہوگئی۔ ایک فقرہ ادا کرنے کے بعد اسے یقین ہوگیا تھا کہ اب وہ بول سکتی ہے۔ ویسے پارس کا کام بن گیا تھا۔ بلی تھیلے سے باہر آگئی تھی۔ اس کے بعد پھر اس نے پورس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ ممبئی شہر کے مضافات میں اس کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہ کبھی خواب وخیال میں بھی یہ شبہ نہیں کرتا تھا کہ پارس کیسی کیسی چالیں چلتا ہوا اس کے اتنے قریب آیا ہوگا۔ ڈاکٹروں سے اس کی گفتگو سن رہا ہوگا اور نئی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے بارے میں معلومات حاصل کررہا ہوگا۔

پورس لیبارٹری سے نکلنے کے بعد صبح سے شام تک ممبئی شہر میں مصروف رہا۔ پارس بھی مصروف رہا۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوائیں جس قسم کے کین میں رکھی گئی تھیں' اس نے ویسے ہی سیکڑوں خالی کین اس شہر کے ایک بازار سے خریدے پھر نادیدہ بن کر لیبارٹری میں آیا۔ جب وہ دونوں ڈاکٹر لیبارٹری کو باہر سے لاک کرکے چلے گئے تو اس نے نمودار ہوکر نہایت اطمینان سے اصل جیسی نقلی دوائیں بنائیں۔ جتنے کین خرید کر لایا تھا' ان میں وہ دوائیں ڈال کر اسٹور میں گیا۔ جہاں اصلی دوائیں رکھی ہوئی تھیں' اس نے وہاں سے اصلی دوائیں ہٹا کر ان کی جگہ نقلی دوائیں رکھ دیں۔ پھر وہاں سے تمام اصلی دوائیں نکال کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے سیکڑوں کلومیٹر دور ایک جنگل میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دواؤں کے تمام کارٹن گھنی جھاڑیوں میں چھپادیے۔

پورس شام کو لیبارٹری آکر دواؤں کے دو مطلوبہ کارٹن لے کر امریکا چلا گیا۔ لیکن پارس وہاں مصروف رہا۔ اس نے اسی جنگل کے قریب ایک چھوٹے سے شہر میں پہنچ کر ایک ایسے شخص کو ٹریپ کیا جو آدم بے زار تھا۔ اپنے مکان میں تنہا رہتا تھا۔ اس نے اس شخص پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ اس کے مکان کے ایک کمرے میں بیس کارٹن رکھے رہیں گے۔ ان کی موجودگی کو وہ نظرانداز کرتا رہے گا اور کبھی انہیں کھول کر نہیں دیکھے گا۔

پورس نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے صرف دو کارٹن اٹھا کر لے گیا تھا۔ پارس بیک وقت بیس کارٹن نہیں لے جاسکتا تھا۔ اس لیے انہیں چھپا کر رکھنے کے لیے اسے وہ خفیہ اڈا بنانا پڑا تھا۔ ان مصروفیات سے فارغ ہوکر وہ بھی اپنے ساتھ... فی الحال دو کارٹن لے گیا تھا۔

پورس نے امریکا پہنچ کر جب اس دوا کو آزمایا تو پتا چلا کہ بہت بڑا دھوکا کھاچکا ہے۔ انڈیا سے اصلی دوا لے کر چلا تھا۔ امریکا پہنچ کر وہ دوا نقلی ہوگئی۔ وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے نادیدہ بن کر وہ دو کارٹن ساتھ لایا تھا۔ راستے میں کوئی اس کا ہمسفر نہیں تھا۔ کوئی اس کی اصلی دواؤں کو کسی بھی چالبازی سے بدل نہیں سکتا تھا۔

پورس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹروں سے رابطہ کیا۔ لیبارٹری میں جو دوائیں اسٹور میں رکھی گئی تھیں' انہیں چیک کرنے کا حکم دیا۔ انہیں ڈاکٹر نے چیک کیا اور بتایا کہ وہ تمام دوائیں بدل دی گئی ہیں۔ وہ اصل دوائیں نہیں ہیں' جنہیں ڈاکٹر نے شب وروز کی محنت سے تیار کیا تھا۔

پھر پتا چلا کہ فائل میں سے دواؤں کا فارمولا بھی چوری ہوگیا ہے۔ کوئی شاطر چور اس لیبارٹری میں آیا تھا' وہ کون ہوسکتا ہے؟

پورس کی عقل گھوم پھر کر ایک ہی بات کہتی رہی کہ ایسا شاطر صرف پارس ہوسکتا ہے لیکن وہ تو مرچکا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے پھانسی کے پھندے سے لٹکتے دیکھا تھا۔ اس کی آواز اور لب ولہجے کو گرفت میں لے کر کئی بار وہ اس کے پاس گیا اور ہر بار اس کا دماغ مردہ ثابت ہوا۔ اگر زندہ رہتا تو وہ دماغ پورس کی سوچ کی لہروں کو ضرور قبول کرتا۔

اس کی معلومات کے مطابق میں اور میری فیملی کے تمام افراد اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کی لاش ڈھونڈ رہے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس نے کس ملک کے کس شہر کے کس مکان کے اندر خودکشی کی ہے۔

کئی ممالک میں ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ کسی خودکشی کرنے یعنی پھانسی لگا کر مرنے والے جوان کی لاش کسی مکان کے اندر پائی جائے تو فوراً قریبی پولیس اسٹیشن میں اطلاع دی جائے۔ ایسی کسی لاش کو پولیس کے علم میں لائے بغیر دفن نہ کیا جائے۔

اس طرح اعلان کرنے کے نتیجے میں پتا چلا کہ ہماری دنیا میں نوجوان زیادہ خودکشی کرتے ہیں۔ کچھ عشق میں ناکام ہوکر' کچھ بے روزگاری سے مجبور ہوکر اور اپنے مسائل کے حل نہ پاکر اپنی جان دے دیتے ہیں۔ کئی ممالک کے کئی گھروں سے خودکشی کرنے والوں کی لاشیں پولیس والوں کے سامنے پیش کی گئیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر بار بار پارس کی تصویر دکھائی جارہی تھی۔ جو لاشیں پولیس والوں کے سامنے لائی جارہی تھیں' ان کی شکلیں پارس سے مختلف تھیں۔ ان لاشوں کے چہروں کو اچھی طرح چیک کیا گیا۔ خیال تھا کہ خودکشی کے وقت پارس اصلی چہرے کے ساتھ نہیں ہوگا۔ کسی بہروپ میں ہوگا۔

تین مختلف ممالک میں تین ایسی لاوارث لاشیں ملیں جن کے چہروں پر یا تو چاقو کے زخموں کے نشان تھے یا تیزاب کے ذریعے ان کی صورت بگاڑ دی گئی تھی۔ ان میں سے کسی کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ جس لاش کا چہرہ تیزاب سے بگاڑا گیا تھا وہ قد اور جسامت میں پارس کے جیسا تھا۔ میں نے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے تسلیم کرلیا کہ وہی پارس کی لاش ہے۔ ہم نے اس لاوارث لاش کو تمام آخری رسومات کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کے قبرستان میں دفن کردیا۔

اس کے بعد پورس کے لیے اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کسی شبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ بلی نے کہا "پورس! اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ جب وہ زندہ تھا تو مجھے ایک رات یا ایک دن سے زیادہ تنہا نہیں چھوڑتا تھا۔ دور جاکر بھی میری خیریت معلوم کرتا رہتا تھا لیکن تم نے تو مجھے بالکل ہی تنہا چھوڑ دیا ہے۔ میرے پاس کیوں نہیں آرہے ہو؟"

"تم جانتی ہو کہ میں کتنا بڑا نقصان اٹھاچکا ہوں۔ میری تمام دوائیں ناکارہ ثابت ہوئی ہیں۔ کسی نے مجھ سے زبردست فراڈ کیا ہے۔ میں اس شاطر کو زیادہ دنوں تک چھپنے نہیں دوں گا۔ اسے ضرور بے نقاب کروں گا۔"

"ایسا تم میرے ساتھ رہ کر بھی کرسکتے ہو۔ ہم دونوں مل کر اس شاطر کی شہ رگ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ہم ساتھ رہیں گے تو وہ ہماری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔ جو میرے دیس بھارت میں پہنچ کر میری خفیہ لیبارٹری میں گھس کر میری تمام غیر معمولی دواؤں کو دو نمبر بنا سکتا ہے' کیا وہ ہمارے بیڈ روم میں گھس کر ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا؟"

"پتا نہیں' وہ کمبخت کون ہے۔ پارس سے نجات ملی ہے تو یہ ہمارے لیے عذاب بن گیا ہے۔ اس طرح تو ہم کبھی ایک چھت کے نیچے نہیں مل سکیں گے۔"

"ہم ضرور ملیں گے۔ ذرا صبر کرو۔ کچھ معلوم تو ہونے دو کہ آخر وہ کون شاطر ہے؟"

پورس جب ٹیلی پیتھی کی دنیا میں منظرِ عام پر آیا تو اس کا

ابتدائی طریقۂ کار درست تھا۔ اگر وہ پارس سے دور رہ کر یلی کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا اور خود کو دوست ظاہر کرنے کے لیے وہ یلی کے ذریعے اس پر احسانات کرتا رہتا اور یلی پر تنویمی عمل کر کے اسے پارس سے چھیننے کی نادانی نہ کرتا تو کبھی اتنا بڑا نقصان نہ اٹھاتا۔

پارس تو جیسے کو تیسا کے اصول پر عمل کر رہا تھا۔ جب تک پورس احسان کرتا رہا' وہ اس کے ہر احسان کا بدلہ چکاتا رہا جب اس نے اس کی محبوبہ کو چھین لیا تو اس نے بھی اس کی تمام غیر معمولی دوائیں چھین لیں۔

اور اس انداز سے چھین لیں کہ پورس کبھی ایک خودکشی کرنے والے مُردے کو الزام دے ہی نہیں سکتا تھا۔ اس مُردے نے اسے بہت بڑا شاک پہنچایا تھا۔ اس کے بعد جو دوسرا شاک پہنچنے والا تھا' اس کا ذکر اب ہو رہا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' نتاشا بھی الپا اور شی تارا کی طرح زیادہ قوتیں حاصل کرنے کے لیے فرانس کے میجر ڈی ہنٹر کو ٹریپ کرنے کے کامیاب مرحلے میں پہنچ چکی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے میجر ڈی ہنٹر کے خاص ماتحت اور ایک خاص ملازم کے دماغوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ ان کے ذریعے رات کو کھانے کے وقت میجر ڈی ہنٹر کے کھانے کی ایک ڈش میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا چکی تھی جس کے نتیجے میں وہ خود کو کمزور محسوس کرنے لگا تھا۔

کھانے کے بعد وہ چند افسر دوستوں کے گھر جا کر رمی کھیلنا چاہتا تھا لیکن کمزوری کے باعث نہ جا سکا۔ بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ نتاشا اسے گہری نیند سلا کر اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اسے اپنا معمول بنا کر پہلے یہ معلوم کیا کہ فرانس کے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ کتنے شہروں میں ہیں' ان کے نام' پتے اور فون نمبرز کیا ہیں۔

اس نے یہ تمام معلومات نوٹ کرنے کے بعد اس کے دماغ میں ایک نئے لب و لہجے کو نقش کیا۔ اسے حکم دیا کہ اب وہ شی تارا کا تابعدار نہیں رہے گا۔ شی تارا یا کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرے گا۔ نتاشا جب بھی اس نئے لب و لہجے کے ساتھ آئے گی تو وہ اسے خوش آمدید کہے گا اور اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

اس نے اپنی دانست میں اس پر مکمل تنویمی عمل کیا۔ اسے شی تارا سے نجات دلائی اور اسے ہر پہلو سے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ میجر ڈی ہنٹر بہت اہم شخص تھا' وہ اس کے اندر رہ کر پورے فرانس پر اس طرح حکومت کر سکتی تھی جیسے کچھ عرصے پہلے الپا کے دماغ میں رہ کر اسرائیل پر حکومت کرتی رہی تھی۔

اس کے بعد وہ میجر ڈی ہنٹر کے ایک دستِ راست ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں آئی۔ اس نے نتاشا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ نتاشا نے حیرانی سے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہو۔ پھر مجھے کیوں محسوس نہیں کر رہے ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں کئی بار خیال خوانی کی پرواز کر کے صاحب کے پاس جانے کی کوششیں کرتا رہا ہوں۔ پتا نہیں کیا ہے' میں ٹیلی پیتھی کا علم استعمال نہیں کر پا رہا ہوں۔"

نتاشا نے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے اندر ٹیلی پیتھی کا علم مٹ چکا ہے؟"

"مجھے ایسا ہی لگ رہا ہے۔ میں پھر ایک بار کوشش کر رہا ہوں۔"

اس نے میجر ڈی ہنٹر کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی کوشش کی لیکن نہ کر سکا۔

نتاشا پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا پورس نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کر لی ہے؟ کیا میجر ڈی ہنٹر کا دستِ راست اسی دوا کے زیرِ اثر ٹیلی پیتھی سے محروم ہو گیا ہے؟

وہ واپس میجر ڈی ہنٹر کے دماغ میں آئی۔ وہ اسے تنویمی نیند سلا گئی تھی لیکن وہ جاگ رہا تھا۔ دماغی توانائی کے لیے ایک کیپسول کھانے کے بعد پھل کھا رہا تھا اور دودھ پی رہا تھا۔

یہ حیرانی کی بات تھی کہ اس کے معمول اور تابعدار نے حکم کے مطابق تنویمی نیند پوری نہیں کی تھی۔ وہ عمل کرنے کے بعد تو اس کے بعد ہی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے مخاطب کیا "ہیلو! کیا تمہیں یاد ہے کہ ابھی میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

"ہاں۔ یاد ہے۔ تم وہ تمام بکواس کر رہی تھیں جو تنویمی عمل کرنے والے کیا کرتے ہیں۔ شاید تمہیں عمل کرنا نہیں آتا ہے۔"

"ذرا سوچو میجر! تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے انہیں بھگا دیتے ہو پھر سانس روک کر مجھے کیوں نہیں بھگا رہے ہو؟"

"یہی میں سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ پہلی بار تمہارے آتے ہی میں نے تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا ہے؟"

"کیا تم خیال خوانی کر کے میرے دماغ میں آ سکتے ہو؟"

"تم بلا رہی ہو تو ابھی آ رہا ہوں۔"

اس نے نتاشا کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ نتاشا کو اب یقین ہو گیا کہ پورس فرانس کے ان تمام علاقوں میں دوا اسپرے کر رہا ہے' جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے ہیں۔

اس نے میجر ڈی ہنٹر کے دماغ سے جتنے فرانسیسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کیے تھے' ان سب کے دماغوں میں باری باری جا کر معلوم کرنے لگی۔ یہ تصدیق ہوتی گئی کہ ان سب کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیا گیا ہے۔

نتاشا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی "میرے مقدر میں ناکامیاں کیوں ہیں؟ آج میں میجر ڈی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغ پر قبضہ جما کر اتنے بڑے ملک فرانس کی حکمران بن سکتی تھی لیکن عین وقت پر پورس نے اس ملک میں ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیا ہے۔"

نتاشا کو اپنی فکر نہیں تھی۔ وہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے اثر سے محفوظ رہنے کے لیے امریکا چھوڑ چکی تھی اور ایک چھوٹے سے ملک کے ایک گمنام علاقے میں رہائش اختیار کر چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ پورس اپنی نئی دوا کے ساتھ اس علاقے تک نہیں آئے گا۔

اسے پورس کا خوف نہیں تھا۔ اپنی ناکامی کا صدمہ تھا۔ وہ کامیابی کی بلندیوں پر پہنچتے پہنچتے پھر نیچے اپنے مقام پر آ گئی تھی۔ اس نے غصے سے پورس کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "سانس نہ روکنا۔ میں نتاشا بول رہی ہوں۔"

"ہاں بولو۔ کیوں آئی ہو؟"

وہ جل کر بولی "تمہیں مبارک باد دینے آئی ہوں۔ آخر تم نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا استعمال شروع کر دیا ہے اور پہلا حملہ فرانس پر کیا ہے۔"

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"تم انکار کرو گے یا انجان بن کر رہو گے تو حقیقت بدل نہیں جائے گی۔ میجر ڈی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو چکے ہیں۔"

پورس یہ سن کر چونک گیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ نتاشا کس حد تک درست کہہ رہی ہے؟ اس نے کہا "ابھی میرے دماغ سے جاؤ۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

"مجھ سے رابطہ کرنے کی زحمت نہ کرنا۔ میں اب امریکا میں نہیں ہوں۔ ایک ایسی جگہ ہوں' جہاں تمہاری وہ دوا مجھ تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ پورس نے حیرانی اور پریشانی سے سوچا "میں اصلی دوا انڈیا سے لے کر آیا تھا۔ وہ امریکا پہنچ کر نقلی ہو گئی۔ وہ شاطر بھی میری لیبارٹری سے اصلی دوا لے کر آیا ہے اور اب اسے فرانس میں استعمال کر چکا ہے۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے میجر ڈی ہنٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھے تو یہ بات سچ نکلی کہ وہ اپنے تمام ماتحتوں سمیت ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو چکا ہے۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "میرے خلاف جو بھی شاطر ہے' وہ قیامت کی چال چل گیا ہے۔ میں اس دنیا سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے کا اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا اور میں تنہا ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے مالا مال ہو کر سب پر حکومت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ شاطر یہ کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔ ہے بھگوان! آخر وہ کون ہے؟"

اب اسے سب سے پہلے اپنی فکر ہوئی۔ عقل نے سمجھایا' اس شاطر نے اسے انڈیا جاتے اور امریکا واپس آتے دیکھا ہے۔ ہو سکتا ہے' وہ اس کی رہائش گاہ اور اس کے علاقے سے واقف ہو۔ وہ ایسی جگہ آ کر دوا اسپرے کرے گا تو اسے بھی ٹیلی پیتھی سے محروم کر دے گا۔

وہ اسی وقت گولی نگل کر نادیدہ ہو گیا۔ پھر اس رہائش گاہ کو چھوڑ کر کسی نامعلوم منزل کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

اسے آواز سنائی دی "میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ تم مجھے نہیں جانتے ہو۔ ہمیں نتاشا کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ تم اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا استعمال شروع کر چکے ہو۔"

وہ ناگواری سے بولا "میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے والی دوا میرے پاس نہیں ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میجر ڈی ہنٹر کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ تم نے فرانس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ ان بے چاروں کو اتنے بڑے غیر معمولی علم سے محروم کر دیا ہے۔"

پورس سانس روک کر اسے بھگانا چاہتا تھا۔ اسی لمحے شی تارا کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی "میں تم لوگوں کی باتیں سن رہی ہوں۔ یہ درست ہے۔ مجھے بھی نتاشا نے بتایا تھا اور میں بھی میجر ڈی ہنٹر کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ وہ میرا معمول اور تابعدار تھا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر فرانس کی حکمران بنی ہوئی تھی۔ تم نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ تم آخر کب تک روپوش رہو گے؟ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

پورس نے کہا "تم سب میری بات کا یقین کرو یا نہ کرو۔ ٹیلی پیتھی کو مٹا دینے والی دوا میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے فرانس میں وہ دوا اسپرے نہیں کی ہے۔ میرے مقابلے میں ایک شاطر پیدا ہو گیا ہے اور وہی کام کر رہا ہے' جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔"

شی تارا نے کہا "تم بڑی رازداری سے دوا تیار کر رہے تھے۔ اب تم کوئی کہانی سناؤ گے کہ وہ شاطر کس طرح تمہارا راز جان گیا ہے اور تمہیں اُلّو بنا کر تم سے وہ دوائیں چھین کر لے گیا ہے۔"

"میں تم سب پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

اس نے سانس روک کر سب کو اپنے دماغ سے بھگا دیا۔ شی تارا آشرم کے ایک ائرکنڈیشنڈ کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہ وہاں بڑی شان و شوکت سے زندگی گزار رہی تھی۔ سوامی تلک رام بھاٹیا اس پر بڑا مہربان تھا۔ اس کے رہنے سہنے' بھگتی اور گیان حاصل کرنے کے سلسلے میں اس کی راہنمائی کر رہا تھا۔ اس نے اسے مخاطب کیا "سوامی جی! ابھی پتا چلا ہے کہ پورس نے فرانس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس علم سے محروم کر دیا ہے۔ میرا معمول اور تابعدار میجر ڈی ہنٹر بھی خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے کہا "یہ اچھی بات ہے کہ اس نے

وہ دوا تیار کرلی ہے اور دوا کامیاب ثابت ہورہی ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا یہ اچھی بات ہے؟ وہ ہمارے ٹیلی پیتھی کے علم کو نقصان پہنچائے گا۔"

"میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ وہ خواہ کتنی ہی دوا اسپرے کرلے، وہ دوا آشرم کے اس حصے تک اثر دکھانے نہیں آئے گی، ہم محفوظ رہیں گے۔"

"آپ کبھی آشرم میں موجود نہیں رہیں گے تو وہ نادیدہ بن کر یہاں آسکتا ہے۔"

"نہیں آئے گا۔ پورس ہمارے دھرم سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"سوامی جی! آپ بہت سی باتیں گیان سے جان لیتے ہیں۔ کیا یہ جان سکتے ہیں کہ پارس واقعی مرچکا ہے؟"

"تمہیں اس کی موت کا یقین کیوں نہیں ہے؟"

"میں اس کی ایک غیر معمولی صلاحیت کو جانتی ہوں۔ وہ چشم زدن میں اپنا لب و لہجہ بدل کر سابقہ لب و لہجے کے ذریعے اپنے دماغ کو مُردہ ثابت کرتا ہے۔ جو بھی سابقہ لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہے، اسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب اس لب و لہجے والا اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ اس کا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔ وہ کئی بار ایسی حرکتیں کرکے مجھے بے وقوف بنا چکا ہے۔"

سوامی جی نے کہا "تم پھر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو میں تمہارے اندر رہ کر حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

شی تارا نے پارس کے لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ سوامی نے کہا "اس طرح ثابت ہورہا ہے کہ وہ مرچکا ہے۔"

"اگر وہ مرچکا ہے تو اس کی آتما اسی دنیا میں ہوگی۔ کیا دادی ماں اپنی آتما شکتی سے پارس کی آتما سے ملاقات کرسکتی ہیں؟"

سوامی نے آنکھیں بند کرکے اپنی دادی ماں کا دھیان کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں شی تارا اور سوامی نے نیلماں کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی "موت کے بعد آتمائیں پرلوک سدھار جاتی ہیں۔ جو آتمائیں بے چین ہوتی ہیں اور موت کے بعد بھی اس دنیا والوں سے کچھ حاصل کرنا چاہتی ہیں، وہ اسی دنیا میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ اگر پارس کی آتما بے چین ہوگی اور اسی دنیا میں بھٹک رہی ہوگی تو میں اسے دیکھ لوں گی۔"

شی تارا نے پوچھا "دادی ماں! آپ کب تک پارس کی آتما کو دیکھ سکیں گی؟"

"جب میں گیان دھیان والے کمرے میں جاؤں گی اور میرے شریر (جسم) سے آتما پرواز کرے گی تو میں پارس کی بھٹکنے والی آتما سے ضرور مل سکوں گی۔ ابھی انتظار کرو، میں آرام کررہی ہوں۔"

"سوامی جی نے مجھے یقین دلایا ہے کہ پورس ہماری ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم نہیں کرسکے گا۔ میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ کیا آپ اسے اپنے زیرِ اثر نہیں لاسکتیں؟"

نیلماں نے کہا "پورس ہمارے دھرم والا ہے۔ وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تم اس کے لیے چیلنج بن گئی تھیں اس لیے وہ تمہارا دشمن بن گیا تھا۔ آئندہ اس سے دوستانہ رویہ اختیار کرو۔ جب تک تم ہماری پناہ میں ہو، وہ تمہیں نظرانداز کرتا رہے گا۔"

شی تارا نے سر جھکا لیا۔ نیلماں کی طرف سے خاموشی رہی۔ سوامی نے کہا "دادی ماں جاچکی ہیں۔ اب تمہیں پورس کی طرف سے مطمئن ہوجانا چاہیے۔"

"اب میں مطمئن ہوں لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ پہلے وہ ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے کے بڑے دعوے کررہا تھا۔ اب اس نے مٹانا شروع کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ کہہ رہا ہے کہ اس کے پاس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا نہیں ہے۔ کوئی دوسرا شخص اس علم کو مٹانے والی حرکتیں کررہا ہے۔"

سوامی نے کہا "پورس جو کررہا ہے، اس سے انکار کررہا ہے یہ اس کی حکمتِ عملی ہوگی۔ تم دیکھتی جاؤ کہ کیا ہورہا ہے اور آئندہ کیا ہونے والا ہے۔"

○☆○

پورس فلائنگ کیپسول کے ذریعے امریکا سے دور ایک جزیرے میں آگیا تھا۔ وہاں اس نے نمودار ہوکر ایک ہوٹل میں اپنے لیے کمرا حاصل کیا۔ پھر کمرے میں آرام سے بیٹھ کر بلی ڈونا کو مخاطب کیا "بلی! میں نے امریکا چھوڑ دیا ہے۔ ایک ایسی جگہ آیا ہوں، جہاں وہ دشمن اور اس کی دوا نہیں پہنچ سکے گی۔"

"تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاسکتے تھے لیکن یہاں تنہا چھوڑ گئے ہو۔"

"مجھ سے شکایت کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اسی وقت یہ شہر چھوڑ دو۔ کسی دوسرے ملک میں جاؤ۔ اگر کسی فلائٹ میں جگہ نہ ملے تو فلائنگ کلب کے کسی طیارے یا ہیلی کاپٹر کے ذریعے امریکا کی کسی ریاست میں جاؤ اور وہاں کسی چھوٹے سے غیر معروف شہر میں رہائش اختیار کرو۔"

وہ گفتگو کے دوران میں سفر کی تیاریاں کررہی تھی اور اپنا ضروری سامان ایک اٹیچی میں رکھ رہی تھی۔ پھر وہ اپنی کار میں بیٹھ کر فلائنگ کلب کی طرف جاتے ہوئے بولی "مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ شاطر چھپ چھپ کر مجھے دیکھ رہا ہے، میرا پیچھا کررہا ہے۔"

"تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ پوری طرح ہوش و حواس میں رہ کر سفر کے دوران میں آس پاس کے لوگوں کو تاڑنے کی کوششیں کرتی رہو۔ میں نے تم پر ایسا تنویمی عمل کیا ہے کہ کوئی تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ کوئی تمہیں بلی ڈونا کی حیثیت سے نہیں پہچان سکے گا۔ اب میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر رہنا چاہتا ہوں۔ کوئی پرابلم ہو تو مجھ سے رابطہ کرو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس کے اندر ایسی بے چینی بھر گئی تھی کہ وہ سکون سے نہ بیٹھ سکتا تھا، نہ لیٹ سکتا تھا۔ اس کی پہلی اور آخری خواہش ایک ہی تھی کہ اس شاطر کا سراغ مل جائے۔ وہ پارس جو اس کی آنکھوں کے سامنے خودکشی کرچکا تھا، اس پر وہ شبہ نہیں کرسکتا تھا لیکن عقل اسے سمجھا رہی تھی۔ ایسی چالاکی اور سوچی سمجھی مکاری سے وہ دوا میں اس سے چھین سکتا ہوں یا پھر سونیا اور علی وغیرہ ہی ایسا کرسکتے ہیں۔

پورس ہر پہلو سے غور کررہا تھا اور ہر پہلو سے یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ میں یا میری فیملی کا کوئی فرد ہی اتنی زبردست مکاری کے ذریعے اسے ہیرو سے زیرو بنا سکتا ہے۔

پہلے اس نے سوچا کہ مجھ سے رابطہ کرے اور مجھے مرحوم بیٹے کی قسمیں دے کر سچ بولنے پر مجبور کرے پھر اس نے سوچا، اگر ہم مکار ہیں تو بڑی مکاری سے اسے ٹال دیں گے اور وہ حقیقت معلوم نہیں کرسکے گا۔ لہٰذا ذرا صبر سے یہ مشاہدہ کرنا ہوگا کہ وہ آئندہ کیا کرنے والے ہیں۔ اگر انہوں نے سب ہی کے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹایا اور اپنے علم کو برقرار رکھا تو ثابت ہوجائے گا کہ وہ سب کو ٹیلی پیتھی سے محروم کرکے خود اس علم کے ذریعے سب پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔

○☆○

جب کبھی اہم اور پیچیدہ مسائل درپیش ہوتے ہیں تو بڑے بڑے ممالک کے اکابرین خفیہ اجلاس منعقد کرتے ہیں اور ان پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔ ایسے ہی ایک اجلاس میں امریکا کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک بند کمرے میں پورس کے متعلق گفتگو کررہے تھے۔

وہ کئی ماہ پہلے یہ چیلنج کرچکا تھا کہ اس دنیا سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹادے گا۔ جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں وہ اس علم سے محروم ہوجائیں گے۔ اس سے پہلے پورس نے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو کسی دوا کے ذریعے ناکارہ بنادیا تھا۔ اس لیے سب کو یقین تھا کہ پورس اپنے دوسرے چیلنج کو بھی پورا کر دکھائے گا۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وہ اپنی زبان کا دھنی ہے۔ جو کہا تھا، وہ کر دکھایا ہے۔ اس نے پہلے حملے میں میجر ہنٹر اور اس کے ماتحتوں کو ٹیلی پیتھی سے محروم کردیا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ویسے تو یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہے کہ فرانس جیسا بڑا ملک ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی ہوچکا ہے اور ہم سے وہ آئندہ کمتر رہے گا۔ لیکن پورس اس دوا کو ہمارے خلاف استعمال کرنے یہاں بھی آسکتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "اس نے نادیدہ گولیوں کو ناکارہ بنانے کے دوران میں کسی بھی بڑے ملک سے سمجھوتا نہیں کیا تھا۔ اس بار بھی وہ کسی کو نہیں بخشے گا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی یہ علم چھین لے گا۔"

"فی الحال ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے نامعلوم مقامات کی طرف منتقل ہوچکے ہیں۔ پورس انہیں تلاش کرتا رہ جائے گا۔ صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس ہیں تاکہ ہم ان کے ذریعے اپنے روپوش رہنے والوں سے رابطہ کرسکیں۔"

"ہم حفاظتی تدابیر کرچکے ہیں۔ بے شک ہمیں ابھی پورس سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن ہمارے آج کے اجلاس کا موضوع یہ ہے کہ پورس بہت کم عرصے میں خود کو بہت زیادہ خطرناک ثابت کرچکا ہے۔ لہٰذا ہم کس طرح اسے ہر قیمت پر اپنا دوست بناسکتے ہیں اور اسے اس بات پر آمادہ کرسکتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے کام کرے۔"

"ہم نے یہ طے کرلیا ہے کہ ہمیں اس سے کس طرح گفتگو کرتے ہوئے اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہیے۔ لہٰذا جیری ویکس کو پیغام بر بنا کر پورس کے پاس بھیجا جائے۔"

جیری ویکس اور جان ریکسن نامی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکا میں رہ گئے تھے۔ جیری ویکس نے اپنے اکابرین کے حکم سے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پورس کے پاس پہنچ کر بولا "پلیز، آپ سانس نہ روکیں۔ پہلے میری بات سن لیں۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ آپ کو اپنے اکابرین کا پیغام سنانا چاہتا ہوں۔"

"اب سے پہلے بھی تم آئے تھے اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے سلسلے میں بکواس کررہے تھے۔"

"تو سر! وہ میں نہیں تھا۔ وہ جان ریکسن تھا۔ میرا نام جیری ویکس ہے۔ میں عرض کرنے آیا ہوں، امریکا میں ہمارے اکابرین ایک اجلاس میں آپ کی شرکت کے متمنی ہیں اور آپ کا انتظار کررہے ہیں۔"

"تمہارے اکابرین کے اجلاس سے میرا کیا تعلق ہے۔ میں وہاں کیوں جاؤں؟"

"یوں تو آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ نہ جانا چاہیں تو ہم آپ کو مجبور نہیں کرسکیں گے لیکن یہ ہماری التجا ہے۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے چلے آئیں۔"

"یہ اجلاس امریکا میں کہاں ہورہا ہے؟"

"آپ میرے دماغ میں تشریف لے آئیں۔ میں ابھی آپ کو وہاں لے چلوں گا۔ وہ سب آپ کے منتظر ہیں۔"

پورس اس کے دماغ میں آیا۔ وہ اپنے اکابرین کے اجلاس میں دماغی طور پر حاضر ہوکر بولا "حضرات! پورس صاحب اس وقت

میرے دماغ میں موجود ہیں اور میری زبان سے گفتگو کریں گے۔"

پورس نے جیری ویکس کی زبان سے پوچھا "آپ حضرات نے مجھے کیوں یاد کیا ہے؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے جیری ویکس کو دیکھا پھر کہا "یہاں آپ کے لیے ایک کرسی خالی ہے۔ تشریف رکھیں۔"

"میں اپنے گھر کے ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا ہوں۔ ویسے جیری' تم بیٹھ جاؤ۔"

جیری ویکس ایک خالی کرسی پر اپنے اکابرین کے برابر بیٹھ گیا۔ ایک افسر نے کہا "مسٹر پورس! آپ بہت باکمال ہیں۔ آپ کی جتنی تعریفیں کی جائیں' کم ہیں۔ آپ نے فرانس والوں سے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار چھین لیا ہے۔"

"میں آپ کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جان ریکسن سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ میجر ٹی ہنٹر اور اس کے ماتحتوں کے ساتھ جو ہوا' اس کا ذمے دار میں نہیں ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "جان ریکسن نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ نے جو کارنامہ انجام دیا ہے' اس سے انکار کررہے ہیں۔ کیا یوں انکار کرنے میں کوئی مصلحت ہے؟"

وہ بولا "میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر آپ حضرات یقین کریں گے تو میں یہاں رہوں گا ورنہ ابھی چلا جاؤں گا۔"

"ہم آپ کی باتوں کا یقین کریں گے۔ پلیز آپ یہاں سے نہیں جائیں۔ ہم آپ سے اہم معاملات پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ درست ہے کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹادینے کا دعویٰ کیا تھا اور اس مقصد کے لیے دوا بھی تیار کرلی لیکن اچانک میرا کوئی ایسا مخالف پیدا ہوگیا ہے' جس نے میری بے خبری سے فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ میری تیار کردہ تمام دوائیں چرا کر لے گیا ہے۔ اس نے میجر ٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحتوں کو ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم کیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ کون ہے؟ جو مجھے کرنا چاہیے تھا' وہ کام وہ کررہا ہے اور الزام مجھ پر آرہا ہے۔"

"ہم آپ کی ان باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ اس طرح ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے کہ وہ دوا کس شخص کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ پتا نہیں' وہ کس کا دوست ہے اور کس کا دشمن ہے۔ کس کی ٹیلی پیتھی برقرار رکھے گا اور کس کی ٹیلی پیتھی مٹادے گا۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "آپ خود اندازہ کرسکتے ہیں۔ جب سے آپ ٹیلی پیتھی کے عملی میدان میں آئے ہیں' تب سے آپ کی زیادہ مخالفت کس نے کی ہے؟"

"سب ہی نے زیادہ سے زیادہ مخالفت کی ہے۔ میں نے سب کی نادیدہ بننے والی صلاحیتیں چھین لی تھیں اور آئندہ ٹیلی پیتھی کا علم چھیننے والا تھا۔ اس لیے سب ہی میرے دشمن بن گئے تھے اور سب ہی اپنے اپنے طور پر میری جان لینے کی کوشش کرتے رہے تھے۔"

"جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے' آپ کی سب سے پہلی ملاقات شی تارا سے ہوئی تھی۔ پھر آپ دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ دشمنی کی وجہ کیا تھی؟"

"شی تارا نے مجھ سے فراڈ کیا تھا۔ میرے اعتماد کو دھوکا دیا تھا۔ اس نے کچھ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولز کو ایسی جگہ چھپایا تھا جہاں میں دوا اسپرے نہ کرسکا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہیں۔"

"ہاں' چند گولیاں ہیں۔"

"پھر تو وہی نادیدہ بن کر آپ کی دوائیں چرا سکتی ہے۔"

پورس نے کہا "مجھے اس پر شبہ ہے لیکن یقین نہیں ہے کہ شی تارا نے دوائیں چرائی ہیں۔ میری خفیہ لیبارٹری تک پہنچنے پھر وہاں سے اصلی دواؤں کے سیکڑوں کین چرالانے کے لیے ذہانت اور مکاری لازمی ہے۔ شی تارا مکاریاں تو خوب دکھاتی ہے لیکن اس کی مکاریاں ذہانت سے خالی ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں اسے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔"

"ہم مانتے ہیں کہ آپ کے سب ہی دشمن ہیں لیکن اس چوری کے سلسلے میں کسی پر تو شبہ ہوگا؟"

"آپ حضرات خود بھی سوچیں' وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے جو ہمیشہ ناقابلِ شکست رہا ہے اور جو سب کی توقع کے خلاف ناممکن کو ممکن بنادیا کرتا ہے؟"

کئی حاکموں اور فوجی افسران نے بیک زبان کہا "فرہاد علی تیمور۔"

پورس نے کہا "جی ہاں۔ وہ ایسی پہاڑ جیسی شخصیت کا مالک ہے کہ میں اسے الزام نہیں دے سکتا اور الزام دے کر اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہوں۔ بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا فرانس کے چند علاقوں میں اسپرے کی گئی۔ وہاں سے چند کلومیٹر فاصلے پر بابا صاحب کا ادارہ ہے لیکن وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی صلاحیتیں محفوظ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں فرہاد نے اپنے لوگوں کو محفوظ رکھا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "آئندہ بھی یہی حقیقت سامنے آئے گی کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ رہیں گے اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہوتے رہیں گے۔"

"دراصل میں اس خوش فہمی میں دھوکا کھا گیا کہ کوئی مجھے دھوکا نہیں دے سکے گا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔ میں دھوکا دینے والوں کو بتاؤں گا کہ ان سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔"

"مسٹر پورس! آج تک ایسی کوئی مثال قائم نہیں ہوئی ہے کہ ایک تنہا شخص پوری دنیا سے لڑنے میں کامیاب رہا ہو۔ کامیابی

حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ بڑی جماعتیں اور بڑی تنظیمیں بنائی جاتی ہیں۔ ہمارا دوستانہ مشورہ ہے کہ آپ تنہا نہ رہیں۔ ہمیں اپنا مخلص دوست سمجھیں۔ آپ ایک بار ہم پر بھروسا کریں۔ پھر ساری عمر بھروسا کرتے رہیں گے۔"

پورس نے کہا "تجربات مجھے سکھا رہے ہیں کہ میں تنہا رہ کر دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر نظر نہیں رکھ سکوں گا۔ پھر میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔ سب ہی دشمن ہیں۔ اگر ایک دشمن مجھے دوا کے سلسلے میں نقصان پہنچاسکتا ہے تو کوئی دوسرا دشمن میری توقع کے خلاف اچانک مجھ پر جان لیوا حملہ کرسکتا ہے۔"

"آپ کی سوچ بالکل درست ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ آئندہ چند دنوں میں یا چند ہفتوں میں پھر ویسی ہی دوا تیار کرالیں گے۔ لیکن دوا کی اور آپ کی جان کی سلامتی کے لیے ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے۔ آپ کی تنظیم اتنی مضبوط ہو کہ کوئی دشمن خواب و خیال میں بھی آپ کے قریب نہ پہنچ سکے۔"

"ہاں۔ اب میں یہی کرنے والا ہوں۔ تنویمی عمل کے ذریعے بہترین جان نثاروں کی ایک ٹیم بنانے والا ہوں۔"

"ہم آپ سے دوستی قائم رکھنے کے لیے ایک بہت بڑی آفر دینا چاہتے ہیں۔"

"وہ آفر کیا ہے؟"

"ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی کا جو شعبہ ہے' آپ اس کے سربراہ بن جائیں۔ فی الوقت اس شعبے میں تیس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ سب آپ کے ماتحت رہیں گے۔ آپ تنویمی عمل کے ذریعے انھیں اپنا جان نثار بھی بنا سکتے ہیں۔ ہم آپ کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں ہماری ایک شرط ہے۔"

"آپ مجھے بہت بڑی آفر دے رہے ہیں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنا رہے ہیں۔ ظاہر ہے آپ بھی اپنا فائدہ چاہیں گے۔ آپ اپنی شرط بیان کریں۔"

"صرف ایک شرط یہ ہے کہ آپ امریکی مفادات کے لیے بھی کام کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنے مفادات کے علاوہ آپ کے مفادات کے لیے بھی کام کروں گا۔ لیکن میری بھی ایک شرط ہے' آپ کبھی میرے بھارت دیس کے خلاف نہ کوئی بات کریں گے' نہ کوئی سازش کریں گے۔"

"ہمیں منظور ہے۔ بھارت سے ہماری کبھی نہ ٹوٹنے والی دوستی رہے گی۔ آج کا یہ اجلاس ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اب ہماری کوشش یہی ہوگی کہ آئندہ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی جو دوا آپ تیار کریں گے' اسے کوئی چرا نہ سکے۔"

پورس نے کہا "اگر فرہاد نے وہ دوا چرائی ہے تو آئندہ وہ اپنی تمام تر ذہانت اور مکاریوں کے باوجود ایسا نہیں کرسکے گا۔"

"کیا وہ دوا کافی مقدار میں چرائی گئی ہے؟"

"ہاں۔ وہ تقریباً بیس کارٹن لے گیا ہے۔ ویسے آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ وہ دوا تجربے کے طور پر بنائی گئی تھی۔ جب اسے آزمایا گیا تو پتا چلا کہ اس کا اثر صرف بارہ گھنٹوں تک رہتا ہے۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس پر یہ دوا اسپرے کی جاتی ہے وہ صرف بارہ گھنٹوں کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہتا ہے۔"

"ہاں۔ میجر ٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحت بارہ گھنٹے کے بعد پھر سے خیال خوانی کرنے لگیں گے۔ لیکن اب جو دوا میں تیار کراؤں گا' اس کا اثر دائمی ہوگا۔ کسی پر ایک بار وہ دوا اسپرے کی جائے گی تو وہ زندگی بھر خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔"

"آپ کی اس بات سے اطمینان ہو رہا ہے۔ جو بھی وہ دوا چرا کر لے گیا ہے وہ آئندہ ہم سے کمتر رہے گا۔ وہ ہمارے خلاف صرف بارہ گھنٹے تک کامیاب رہے گا جبکہ ہم اسے اور اس کے لوگوں کو ساری زندگی کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم کردیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ایک خیال مجھے پریشان کررہا ہے۔ اگر فرہاد یا کسی اور دشمن نے آپ کی خفیہ لیبارٹری میں پہنچ کر چوری کی ہے تو وہ دوسری بار بھی اس لیبارٹری میں جاسکتا ہے اور وہاں کے دونوں ڈاکٹروں کے دماغوں میں پہنچ کر آپ کے آئندہ منصوبے معلوم کرسکتا ہے۔"

پورس نے کہا "نہ وہ لیبارٹری رہے گی اور نہ وہ ڈاکٹرز رہیں گے۔ میں دشمن کے لیے مشکلات پیدا کردوں گا۔"

"کیا آپ کے نئے ڈاکٹرز ایسی ہی کامیاب دوا تیار کرسکیں گے؟"

"ایک ہفتے پہلے جب ڈاکٹروں نے مجھے کامیابی کی خوش خبری سنائی تھی تب ہی میں نے ان کے دماغوں میں بیٹھ کر اس دوا کے فارمولے کو نوٹ کرلیا تھا۔ وہ فارمولا چوری ہونے کے باوجود میرے پاس تحریری طور پر موجود ہے۔ اب جس نئے تجربے کار ڈاکٹر کی خدمات حاصل کروں گا' اسے تیار فارمولے پر کام کرنے میں نہ دشواری ہوگی اور نہ زیادہ وقت لگے گا۔ اس نئے ڈاکٹر کو صرف اتنی سی محنت کرنی ہوگی کہ وہ دوا کے اثر کو پائیدار بنادے۔"

وہ سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ جیری ویکس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں ان لمحات میں آپ کا ماتحت نہیں' بلکہ پورس ہوں۔ آیئے ہم نئی دوستی کی خوشی میں مصافحہ کریں۔"

وہ سب خوش ہو کر جیری ویکس سے یعنی پورس سے مصافحہ کرنے لگے۔ پھر وہ ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ امریکی اکابرین سے جو گفتگو ہوچکی تھی' اس پر غور کرنے لگا۔ وہ ایسا نادان نہیں تھا کہ امریکی اکابرین یا کسی پر بھی بھروسا کرلیتا۔ وہ اپنی زندگی سے اعتماد کا لفظ مٹاچکا تھا۔

ان اکابرین نے واقعی اسے بہت بڑی آفر دی تھی۔ اسے

امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنا دیا تھا۔ ایک دو نہیں، بلکہ تمیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے ماتحت رکھا گیا تھا۔ پورس نے اتنی بڑی آفر کو قبول کیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ بھارت دیس سے امریکا کے تعلقات ہمیشہ مستحکم رہنے والے تھے۔ وہ تمیں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو رفتہ رفتہ تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتا تھا۔

اسے اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا کیونکہ وہ جسمانی طور پر کبھی کسی کے سامنے نہ آتا۔ پچھلے دنوں وہ دو چار بار پارس بن کر کسی نہ کسی کے سامنے آیا تھا۔ اب پارس بن کر کسی کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ ویسے اس نے طے کرلیا تھا کہ اپنی خفیہ پناہ گاہوں سے باہر پورس کی حیثیت سے کبھی کسی کا سامنا نہیں کرے گا۔

اجلاس ختم ہونے کے بعد تمام امریکی اکابرین اس کمرے سے جاچکے تھے۔ ان میں سے پانچ اعلیٰ فوجی افسران یوگا کے ماہر تھے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے فولادی دماغوں میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ کھانے پینے کے معاملات میں بہت محتاط تھے۔ کوئی ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں اعصابی کمزوری کی دوا نہیں ملا سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے اطراف سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے تھے۔ ان کی حفاظت کرنے والے گارڈز بھی یوگا کے ماہر تھے۔

وہ پانچوں آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں آگئے اور ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان پانچوں کے دماغوں میں آوازیں سنائی دیں "ہم امریکن بلیک آرمی کے افراد بول رہے ہیں۔ ہمارے لیے یہ بات خوش آئند ہے کہ پورس نے دوستی قبول کرلی ہے۔ اس قبولیت کے پیچھے وہ خود غرض اور مکار ہوسکتا ہے لیکن ایشیا میں بھارت دیس کو سپر پاور بنانے کے لیے وہ ہمارے مفادات کے لیے کام کرتا رہے گا۔

"وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہم اسے امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنادیں گے اور تمیں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے حوالے کردیں گے۔ اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ ہمارے پاس مزید چالیس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور آئندہ بھی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ان کی تعداد بڑھتی جائے گی۔

"پورس ہمارے مفادات کے لیے کام کرے گا تو ہمارے ملک کے کسی حصے میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے نہیں کرے گا۔ ہمارے چالیس ٹیلی پیتھی جاننے والے اور مزید پیدا ہونے والے اس دوا سے محفوظ رہیں گے۔

"ابھی وہ شاطر بے نقاب نہیں ہوا ہے، جس نے پورس کی تیار کردہ دوا چرائی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور پر شبہ کر رہا ہے۔ ہمیں اس شبے کو یقین میں بدلنا چاہیے تاکہ وہ فرہاد اور اس کی فیملی سے ٹکراتا رہے۔ اس میں اتنی صلاحیتیں ہیں کہ وہ فرہاد کی فیملی کو لوہے کے چنے چبوا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم اس کی پشت پناہی کرتے رہیں گے اور ہر پہلو سے اسے زیادہ سے زیادہ طاقتور بنائے رکھیں گے۔"

فوج کے وہ پانچوں یوگا کے ماہرین افسران سر جھکائے ہوئے تھے اور امریکن بلیک آرمی کی باتیں سن رہے تھے۔ ان سے پوچھا گیا "اس سلسلے میں کوئی ایسی بات ہے، جو تم کہنا چاہتے ہو؟"

پانچوں نے سر اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر انکار میں سر ہلایا۔ ایک افسر نے کہا "آپ نے ہمیں یہ ذمے داری سونپی کہ کسی طرح پھر اس کو اپنی طرف مائل کریں۔ ہم یہ ذمے داری پوری کرچکے ہیں۔ کوئی اور ذمے داری دی جائے۔"

امریکن بلیک آرمی کا مخفف اے بی اے تھا۔ اس اے بی اے نے کہا "ہمارے روپوش ٹیلی پیتھی جاننے والے بلی کا سراغ لگا رہے ہیں۔ وہ کہیں ملے گی تو اسے پورس کے اثر سے نکالا جائے گا اور یہ غلط فہمی پیدا کی جائے گی کہ بلی کی بے وفائی کے باعث پارس نے جان دی تھی۔ لہٰذا فرہاد نے بیٹے کا انتقام لینے کے لیے اس کو پورس سے چھین لیا ہے۔

"ابھی تو بلی کو تلاش کیا جارہا ہے۔ وہ ہمارے ہتھے چڑھ گئی تو تم لوگ پورس کے دل میں فرہاد کے خلاف غلط فہمی پیدا کرو گے۔ اب ہم جارہے ہیں۔ کسی ضرورت کے وقت مخاطب کریں گے۔"

خاموشی چھاگئی۔ حالانکہ خاموشی پہلے سے تھی۔ بلیک آرمی والے ان کے دماغوں میں بول رہے تھے۔ پھر وہ چلے گئے۔ پانچوں نے سر اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر باتیں کرنے لگے۔ ایک نے کہا "آخری اطلاع کے مطابق بلی ڈونا نیویارک میں تھی۔ اب وہاں نہیں ہوگی۔"

دوسرے نے کہا "جتنی حسین ہے، اتنی ہی چالاک ہے۔ پارس کے بعد پورس کو اپنا دیوانہ بنالیا ہے۔ پورس نے ہی اسے کہیں چھپا دیا ہے۔"

تیسرے نے کہا "کیا میرا یہ اندازہ درست ہوسکتا ہے کہ پورس حسن پرست ہے اور اس کی حسن پرستی نے اسے یہ سوچنے نہیں دیا کہ پارس کی محبوبہ پر ڈورے نہیں ڈالنے چاہئیں؟"

"تمہارا یہ اندازہ درست ہوسکتا ہے۔ ہم اس کی حسن پرستی کو آزما سکتے ہیں۔ لیڈیز ملٹری ٹریننگ سینٹر میں ایسی حسین دوشیزائیں لڑکیاں سراغ رسانی کی ٹریننگ حاصل کررہی ہیں، جو اپنے حسن و شباب سے پہلی نظر میں ہی دیوانہ بنادیتی ہیں۔ پورس اگر حسن پرست ہوگا تو ان حسیناؤں کے ناز و انداز دیکھ کر انہیں حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔"

"لیڈیز ملٹری ٹریننگ سینٹر سے حسین ترین دوشیزہ کا انتخاب کیا جاسکتا ہے لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پورس کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ پھر اس حسینہ کو وہاں پہنچایا جائے گا۔"

"ایک طریقہ ہے۔ ایک حسین ترین لڑکی کو ایک اسٹیج ڈانسر اور اداکارہ کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے۔ اخبارات اور رسائل میں اس کی ہیجان انگیز تصاویر شائع کرائی جائیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر اس کے ناز و انداز دکھائے جائیں۔ پورس جس ملک میں بھی ہوگا، رسائل اور ٹی وی اسکرین پر اسے ضرور دیکھے گا۔ پھر جس طرح پیاسا کنوئیں کی طرف جاتا ہے، اسی طرح وہ حسینہ کے پاس بہروپ میں آئے گا یا پھر اسے تنویمی عمل کے ذریعے سحرزدہ کرکے اپنے پاس بلائے گا۔"

"یہ بہترین آئیڈیا ہے۔ وہ حسینہ کے پاس آئے یا حسینہ کو اپنے پاس بلائے، دونوں صورتوں میں وہ ہم سے چھپ نہیں سکے گا۔ ہماری نظروں میں آجائے گا۔"

"ہمیں آج ہی سے اس تدبیر پر عمل کرنا چاہیے۔ ایک حسین ترین دوشیزہ کا انتخاب کرکے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ سے یہ بات مٹائی جائے گی کہ وہ لیڈیز ملٹری ٹریننگ سینٹر میں رہ چکی ہے۔"

"ہم اس دوشیزہ کو ہر پہلو سے قاتل اداؤں والی حسینہ بنائیں گے لیکن اس منصوبے کو پہلے امریکن بلیک آرمی کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ وہ اجازت دیں گے تب اس پر عمل کیا جائے گا۔"

ان کے درمیان رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک نے ریسیور اٹھا کر اسپیکر کو آن کیا تاکہ دوسرے ساتھی دوسری طرف کی باتیں سن سکیں۔ اس نے کہا "میں جنرل واٹسن بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "سر! ایک بری خبر ہے۔ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جان ریکسن نے فون پر اطلاع دی ہے کہ اس کی خیال خوانی کی صلاحیت اچانک ختم ہوگئی ہے۔"

"اچانک ختم ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے آس پاس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی گئی ہے۔"

"جی ہاں، یہی بات ہے۔ وہ دشمن اس شہر میں آپہنچا ہے۔"

"ہمارا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری ویکس کہاں ہے؟"

"وہ کرنل صاحب کے ساتھ بالٹی مور گیا ہے۔"

"پھر تو وہ دوا کے اثر سے محفوظ ہوگا۔ اس سے فوراً رابطہ کرو۔ اسے جان ریکسن کے بارے میں بتاؤ۔ واشنگٹن واپس آنے سے منع کرو۔ اس سے کہو، ہم سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ کرے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "اگر پورس کے شبے کے مطابق فرہاد نے وہ دوا چرائی ہے تو پھر فرہاد کی فیملی کا کوئی فرد واشنگٹن پہنچا ہوا ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

تشویش بڑھ گئی۔ ان سب کے ذہنوں میں ایک ہی سوال پیدا ہوا کیا میں خود اس دوا کے ساتھ واشنگٹن پہنچا ہوا ہوں؟

○☆○

نیلماں نے اپنے پوتے سے کہا تھا کہ وہ آرام کرنے جارہی ہے۔ لہٰذا وہ شی تارا کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے ایران جائے اور اسٹون ہارٹ کو تحفظ فراہم کرتا رہے۔

میں نے اسٹون ہارٹ کی ایک ٹانگ پر اور ایک بازو پر گولی ماری تھی اور اسے ریسٹ ہاؤس میں زخمی چھوڑ کر چلا گیا تھا کیونکہ ایرانی پولیس اسے گرفتار کرنے کے لیے وہاں پہنچنے والی تھی لیکن پولیس کے پہنچنے سے پہلے نیلماں نے اسے ریسٹ ہاؤس سے اسپتال پہنچادیا تھا۔ اس کی صورت بدل دی تھی۔

اس طرح سراغ رساں اور پولیس والے تو اسے نہ پہچان سکے لیکن سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے پہچان لیا۔ پھر اس سے انجان بنے رہے۔ اسے اسی وقت اس لیے گرفتار نہیں کرسکتے تھے کہ نیلماں نے فہمی کو یرغمال بنا رکھا تھا۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ اسٹون ہارٹ کو گرفتار کیا جائے گا یا اسے نقصان پہنچایا جائے گا تو وہ فہمی کو نقصان پہنچائے گی۔

یہ بات ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ فہمی کی ذہانت دیکھ کر نیلماں احساسِ کمتری میں مبتلا ہوگئی تھی۔ اس نے اپنے پوتے سوامی تلک رام بھاٹیا سے کہا "ذہانت کے مقابلے میں جادو نہایت کمتر ہوتا ہے۔ میں فہمی کی ذہانت سے یہ معلوم کرچکی ہوں کہ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لے گی۔ میرے بنائے ہوئے طلسمی کمرے سے نکلنے کے لیے اپنی عقل سے کام لے گی لہٰذا اسے نظرانداز کردو۔"

نیلماں کی ہدایات کے مطابق شی تارا اور سوامی خیال خوانی کے ذریعے اسٹون ہارٹ کے پاس آئے۔ شی تارا نے نیلماں کی طرح ہمزاد بن کر اسٹون ہارٹ کی خیریت معلوم کی۔ اسے دلاسا دیا کہ وہ اس اسپتال میں محفوظ رہے گا۔ سونیا، فرہاد اور ایرانی ایجنسی کے سراغ رساں اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

اس کے بعد سوامی تلک رام بھاٹیا نے آغا تابش علی سے رابطہ کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ دو دنوں کے لیے ایک ضروری کام کے سلسلے میں لندن جارہا ہے۔ اس کے ساتھ شیریں بھی جارہی ہے۔ وہ لندن میں شاپنگ کرنا چاہتی ہے۔

آغا تابش علی ایران کے اہم مالیاتی امور کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ وہاں کے حکام کے اجلاس میں شریک رہا کرتا تھا۔ سوامی، آغا کے دماغ میں رہ کر ایران کے اندرونی اقتصادی اور مالی رازوں سے واقف ہوکر وہ تمام رپورٹس امریکا پہنچایا کرتا تھا۔

اس نے آغا سے کہا "ٹھیک ہے۔ اگر یہاں دو دنوں تک اجلاس نہیں ہوگا تو تم جاسکتے ہو۔ تیسرے دن ضرور واپس چلے آؤ۔"

آغا اپنی اکلوتی بیٹی شیریں کے ساتھ لندن روانہ ہوگیا۔ وہاں باپ بیٹی نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ میں نے یہ طے کرلیا تھا کہ اب آغا کو سوامی کا آلۂ کار بننے نہیں دیا جائے گا۔ ایرانی حکام سے اس سلسلے میں بات ہوچکی تھی کہ آغا تابش علی کو ملک بدر کیا جائے گا اور آئندہ اسے ایران کی زمین پر قدم رکھنے نہیں دیا جائے گا۔

اتفاق سے آغا خود ہی شیریں کو لے کر دو دنوں کے لیے لندن

چلا گیا۔ ایرانی حکام نے متعلقہ شعبوں کو ہدایات دیں کہ آغا تابش علی کو ایران میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ لندن میں ایرانی سفیر سے کہہ دیا تھا کہ جب آغا وہاں پہنچے تو ہوٹل میں اس کی رہائش کے ایک گھنٹے بعد اسے بلا کر تحریری حکم نامہ دے کہ اسے ملک بدر کیا گیا ہے لہٰذا وہ واپس آنے کی زحمت نہ کرے۔ امریکا کی گود میں جا کر بیٹھ جائے۔

میرے دوسرے منصوبے کے مطابق ہوٹل پہنچتے ہی ہمارے ادارے کے جان نثار شیریں کو بے ہوش کرکے اسے وہاں سے لے گئے۔ ہوٹل میں باپ بیٹی کے کمرے الگ مگر آمنے سامنے تھے۔ پہلے اسے پتا نہ چلا کہ بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے۔

میں نے شیریں کے دماغ میں اس کی ہمزاد بن کر کہا تھا کہ وہ باپ سے کچھ کہے بغیر ہوٹل کے باہر آئے اور ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جائے۔ اس نے ہمیشہ کی طرح ہمزاد کی ہدایت پر عمل کیا۔ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر پہنچتے ہی ہمارے ادارے کے جان نثاروں نے اسے بے ہوش کردیا۔ اسے وہاں سے لے گئے۔

ایرانی سفیر نے مقررہ وقت پر آغا تابش علی سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا "آپ کو زحمت نہ ہو تو ابھی میرے دفتر میں تشریف لے آئیں۔"

"خیریت تو ہے جناب! میں اکثر یہاں آتا ہوں لیکن پہلی بار آپ مجھے بلا رہے ہیں۔"

"سرکاری معاملہ ہے۔ آپ ابھی چلے آئیں۔"

فون بند ہوگیا۔ آغا نے لباس تبدیل کیا۔ جوتے پہنے۔ پھر اپنے کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "شیریں! میں ہوں' دروازہ کھولو۔"

مگر جواب نہیں ملا۔ اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو دروازہ کھل گیا۔ اس نے آواز دیتے ہوئے اندر آکر دیکھا' کمرا خالی تھا۔ اس نے پوچھا "کیا واش روم میں ہو؟"

وہ واش روم میں بھی نہیں تھی۔ وہ کمرے سے نکل کر کاریڈور سے گزر کر لفٹ میں آیا۔ وہاں سے گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر اسے لابی میں اور ریستوران وغیرہ میں تلاش کرنے لگا۔ پھر اس نے کاؤنٹر پر آکر فون کے ذریعے سفیر سے رابطہ کیا پھر کہا "میری بیٹی اپنے کمرے میں اور ہوٹل میں نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں چلی گئی ہے جبکہ وہ کہیں جانے سے پہلے مجھے اطلاع دیتی ہے۔"

"وہ جوان ہے۔ سمجھ دار ہے۔ جہاں بھی گئی ہے' واپس آجائے گی۔ آپ یہاں چلے آئیں۔"

"میری بیٹی سمجھ دار ہے لیکن پرائے دیس میں ہے۔ پہلے میں اسے تلاش کروں گا۔ آپ سے دوسرے دفتری اوقات میں ملاقات کرسکتا ہوں۔"

اسی وقت سوامی تلک رام بھاٹیا' آغا کے دماغ میں آگیا تھا۔ وہ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ سفیر نے کہا "مسٹر آغا! میں ایک ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں۔ پتا نہیں آپ کب آئیں۔ لہٰذا میں فون پر ہی بتا دوں کہ حکومت ایران نے آپ کو ملک بدر کردیا ہے۔ آپ ایران واپس نہیں جاسکیں گے۔ آپ اپنا ایرانی پاسپورٹ میرے دفتر میں لاکر جمع کردیں اور اپنے خلاف حکومتِ ایران کا حکم نامہ وصول کرلیں۔"

آغا نے کہا "آپ کی بات مجھے شاک پہنچا رہی ہے۔ میں محبِ وطن ایرانی ہوں۔ مجھے کس جرم میں ملک بدر کیا جا رہا ہے؟"

"حکومتِ ایران کی طرف سے جو حکم نامہ جاری کیا گیا ہے اس میں آپ کے خلاف الزامات درج کیے گئے ہیں۔ آپ اسے پڑھ سکتے ہیں۔ پلیز آپ بحث نہ کریں۔ اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے آئیں۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا تھا۔ سوامی نے کہا "مسٹر آغا! میں تمام باتیں سن رہا تھا۔ تم ایرانی حکومت کے معتمدِ خاص تھے۔ تمہیں اچانک ملک بدر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وطن سے تمہاری غداری کا علم انہیں ہوچکا ہے۔"

"لیکن انہیں کیسے معلوم ہوگیا۔ میں تو بہت محتاط رہا ہوں۔"

"تم نہیں جانتے۔ سونیا اور فرہاد تمہاری اصلیت جان گئے ہیں۔ حکومتِ ایران نے ان دونوں کی رپورٹ پر تمہارے خلاف یہ قدم اٹھایا ہے۔"

وہ چونک کر بولا "او خدایا! میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا۔ شیریں اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ ہوٹل میں کہیں نظر نہیں آرہی ہے۔ پلیز تم معلوم کرو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شیریں کے دماغ میں پہنچا پھر واپس آکر بولا "تمہاری بیٹی بے ہوش ہے۔"

"وہ کہاں ہے؟ کیسے بے ہوش ہوگئی ہے؟"

"وہ ہوش میں آئے گی تو معلوم ہوسکے گا لیکن میں اپنے گیان سے کہہ سکتا ہوں کہ فرہاد نے اسے اغوا کیا ہے۔"

"اسے میری بیٹی سے کیا دشمنی ہوسکتی ہے۔ اس نے تو ایک بیٹی کی طرح اس کی عزت کی تھی۔ اسے اپنے بنگلے میں مہمان بنا کر رکھا تھا۔"

"لیکن شیریں کی ہمزاد نے فرہاد کو سمجھ لیا تھا کہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ اس ہمزاد نے اسے بنگلے سے نکل جانے پر مجبور کیا تھا اس لیے اس نے انتقاماً شیریں کو اغوا کیا ہے۔"

"مسٹر سوامی! تم دیکھ رہے ہو کہ میں تمہارا ایک آلۂ کار بن کر کتنا نقصان اٹھا چکا ہوں۔ مجھ سے میرا آبائی وطن چھوٹ گیا۔ میری بیٹی مجھ سے چھین لی گئی ہے۔ میری زندگی کا تمام سرمایہ میری وہی ایک بیٹی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گا۔"

"تم ناحق پریشان ہو رہے ہو۔ تمہاری بیٹی تمہیں مل جائے گی۔ اسے ہوش میں آنے دو۔ یہ معلوم تو ہونے دو کہ اسے اغوا

کرکے کہاں پہنچایا گیا؟"

"اسے کسی خطرناک جگہ پہنچایا گیا ہوگا تو کیا تم اسے بخیریت لے آؤ گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم میری طاقت اور وسیع ذرائع کو نہیں سمجھتے ہو۔ ایک بار معلوم ہوجائے کہ وہ کہاں ہے تو میں چٹکی بجا کر اسے وہاں سے لے آؤں گا۔"

میں آغا کے دماغ میں ہنسنے لگا۔ وہ دونوں چونک کر ہنسی کی آواز سننے لگے پھر میں نے کہا "سوامی تلک رام بھاٹیا! پہلے اچھی طرح چٹکی بجانا سیکھ لو۔ شیریں کو جہاں پہنچایا جا رہا ہے' وہاں سے تمہاری چٹکی بجتی اور تمہارا کالا جادو بھی اسے واپس نہیں لا سکے گا۔"

سوامی نے پوچھا "کیا تم نے شیریں کو دوسری دنیا میں پہنچا دیا ہے؟"

"وہ بابا صاحب کے ادارے میں جا رہی ہے۔ کہو کیا کہتے ہو؟ ماں کا دودھ پیا ہے تو اسے وہاں سے لے آؤ۔"

سوامی سوچ میں پڑ گیا۔ آغا نے کہا "میری بیٹی کو میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ اس کی ہمزاد اسے ذہانت کے ذریعے دنیا کی تمام خوشیاں دے رہی تھی اس لیے میں مجبور ہوگیا۔"

"تم اپنا ضمیر بیچ کر اسے یہ سب کچھ دے رہے تھے۔ جب تم ان کے کسی کام کے نہیں رہو گے تو یہ تمہارے بھی کسی کام نہیں آئیں گے۔ وہ جو شیریں کی ہمزاد بنی ہوئی ہے' وہ کوئی کالا جادو جاننے والی چڑیل ہے۔"

سوامی نے غصے میں بھڑک کر کہا "خبردار! اگر تم نے میری دادی ماں کو چڑیل کہا تو پھر ایک بار ایسے طلسمی قید خانے میں پہنچا دیے جاؤ گے جہاں سے تمہیں کبھی رہائی نہیں ملے گی۔"

میں نے کہا "اچھا تو ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ ہمزاد بن کر آنے والی تمہاری دادی ہے۔ آغا کو اب سمجھ لینا چاہیے کہ دونوں باپ بیٹی کالا جادو جاننے والوں کی گرفت میں تھے۔"

آغا نے کہا "سوامی جی! ابھی تم نے جو کہا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ میری بیٹی کی کوئی ہمزاد نہیں ہے۔ وہ ہمزاد بننے والی تمہاری دادی ماں ہے۔"

سوامی نے کہا "ہاں۔ اب تم سے دو ٹوک باتیں ہو جانی چاہئیں۔ تمہیں ملک بدر کردیا گیا ہے۔ تم کبھی ایران کی زمین پر قدم نہیں رکھ سکو گے اور نہ کبھی ہمارے کام آسکو گے۔ لہٰذا ہمارے لیے ایک تھوک دینے والی چیز ہو۔ آج سے ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ تم اپنی بیٹی کے ساتھ جہنم میں جاؤ۔"

آغا سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے اندر خاموشی تھی۔ میں نے کہا "شیریں بہت معصوم ہے۔ ان کمبخوں نے اسے آلۂ کار بنا رکھا تھا۔ میں نے سوچا' جب وہ لوگ تمہیں دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے تو شیریں بھی اس ذہانت سے محروم کردی جائے گی جو اسے خیرات کے طور پر مل رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ پھر ابنارمل بن جاتی' میں نے اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولا "میں نے اپنی دنیا بھی خراب کی اور عاقبت بھی۔ میں بہت نقصان اٹھا چکا ہوں لیکن بیٹی کو نقصان پہنچے تو میں برداشت نہیں کرسکوں گا۔ مجھے اتنا یقین دلا دو کہ میری بیٹی بابا صاحب کے ادارے میں ابنارمل نہیں رہے گی۔"

"خدا کے فضل و کرم سے وہ نارمل رہے گی۔ ذہانت خدا دیتا ہے۔ کوئی ہمزاد بننے والی چڑیل کسی کو ذہین نہیں بنا سکتی۔ بابا صاحب کے ادارے میں ایسی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے کہ جو افراد کند ذہن ہوتے ہیں' وہ بھی اس حد تک سمجھ دار ہو جاتے ہیں کہ اپنی زندگی اچھے طور طریقوں سے گزار سکیں۔ انشاء اللہ شیریں جب کبھی اس ادارے سے باہر تمہارے پاس آئے گی تو تم دیکھو گے کہ وہ دنیا والوں اور دنیا داری کو بخوبی سمجھنے لگی ہے۔"

وہ اپنی بیٹی کے لیے دعائیں مانگنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ ابھی دادی اور پوتے سے ہماری محاذ آرائی جاری تھی۔ وہ ایران میں اسٹون ہارٹ کی حفاظت کے لیے ہمارے مقابلے پر تھے۔ دوسری طرف انہوں نے فہمی کو شیشے کے طلسمی کمرے میں قید کر رکھا تھا۔

وہ کمرا ایسے نادیدہ شیشے کا تھا کہ خیال خوانی کی لہریں بھی اس شیشے کے آر پار نہیں جاسکتی تھیں۔ اس لیے فہمی سے ہمارا دماغی رابطہ نہیں ہو رہا تھا لیکن جب نیلماں نے فہمی کے دماغ میں آکر گفتگو کی تو فہمی نے فوراً ہی حاضر دماغی سے سمجھ لیا کہ وہ ہمزاد بننے والی کسی چور راستے سے شیشے کے کمرے میں آئی ہے اور جب تک اس کے دماغ میں رہے گی وہ چور راستہ بھی کھلا رہے گا۔ تب فہمی نے فوراً ہی علی کے دماغ میں پہنچ کر کہا "لاہور کے شاہی قلعے میں نادیدہ طلسمی شیشے کا کمرا ہے۔ تمہاری فہمی....."

نیلماں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فہمی اتنی حاضر دماغی سے علی کو اپنی موجودہ پوزیشن بتا دے گی۔ وہ غصے میں بولی "یہ کیا بکواس کر رہی ہے۔ میں تجھے خیال خوانی کرنے نہیں دوں گی۔"

فہمی نے پھر اسے دھوکا دیا۔ اسے باتوں میں لگائے رہی۔ اتنی دیر میں علی اس کے اندر آکر اس شیشے کے کمرے میں دیکھتا رہا۔ شیشے کے آر پار شاہی قلعے کا جو حصہ نظر آرہا تھا' اسے یاد رکھا۔ جب نیلماں جانے لگی تو فہمی نے کہا "میں نے ابھی ذہانت کا ایک نمونہ دکھایا تھا پھر بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ کالا جادو ذہانت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کل علی تمہیں سمجھا دے گا۔"

علی رات کی تاریکی میں شاہی قلعے کی طرف نہیں گیا۔ صبح کا اجالا پھیلتے ہی وہ قلعے کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے فہمی کے اندر رہ کر دیکھا تھا کہ شاہی قلعے کے اندر دیوانِ عام کے سامنے شیشے کا وہ نادیدہ کمرا تھا۔ جب وہ اس طرف آیا تو دن کے اجالے میں فہمی نے علی کو دیکھا۔ پھر اسے آواز دی "علی! ادھر دیکھو۔ میں یہاں

ہوں۔"

اس کی آواز علی تک نہیں پہنچی جبکہ وہ چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ نہ ہی فہمی اور وہ شیشے کا کمرا اسے نظر آرہا تھا۔ وہ سمجھ گئی اُسے پکارنا فضول ہے۔ آواز شیشے کے آرپار نہیں جائے گی۔

اس کمرے کے اندر قلعے کی وہی زمین تھی' جو دیوانِ عام کے باہر تھی۔ وہاں جو پودے لگے ہوئے تھے' وہی شیشے کے کمرے کے اندر تھے۔ نیلماں نے کالے جادو سے ایک نادیدہ قید خانہ بنادیا تھا مگر وہاں کی زمین نہیں بدل سکتی تھی۔ اس کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ دن کی روشنی میں دنیا والے فہمی کو اس شیشے کے قید خانے میں نہیں دیکھ سکیں گے۔

فہمی ایک پھولوں بھرے پودے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پودا شیشے کی دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس دیوار کے دوسری طرف علی کھڑا ہوا غور سے اِدھراُدھر دیکھ رہا تھا۔ جب اس کی نظر اس پودے پر گئی تو فہمی نے دونوں ہاتھوں سے اس پودے کو پکڑ کر پوری قوت سے کھینچا اور اسے زمین سے اکھاڑ دیا۔

علی ایک دم سے چونک گیا۔ اس نے حیرانی سے دیکھا' سامنے ایک پودا خود بخود زمین سے اکھڑ کر ذرا دور جاگرا تھا۔ وہ اس جگہ کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ فہمی دونوں ہاتھوں سے اس اکھڑی ہوئی زمین کو کھود کر تھوڑی تھوڑی مٹی ایک طرف پھینک رہی تھی۔ علی کو سب نظر آرہا تھا۔ صرف فہمی اور شیشے کا کمرا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ سمجھ چکا تھا کہ اسی جگہ وہ طلسمی کمرا ہے اور فہمی پودے کو اکھاڑ کر پھینکنے کے بعد اسی جگہ تھوڑی تھوڑی مٹی کھود رہی ہے۔ اگر وہ اس کی طرف بڑھے گا تو اکھڑی ہوئی زمین کے پاس پہنچ سکے گا۔ لیکن فہمی کو نہیں پاسکے گا' لہٰذا فہمی جو کچھ کررہی ہے' اس کے نتیجے کا انتظار کیا جائے۔

پودے کے اکھڑنے کے باعث وہاں کی مٹی اس قابل ہوچکی تھی کہ فہمی دونوں ہاتھوں سے ایک ایک انچ زمین کھودنے لگی تھی۔ وہ حصہ شیشے کی دیوار کے ساتھ تھا۔ فہمی اس دیوار کے نیچے بھی زمین سے تھوڑی مٹی ہٹانے لگی۔ اس طرح شیشے کی دیوار کے اندر اور باہر کی زمین میں ایک بہت چھوٹا سا گڑھا پڑ گیا تھا۔

باہر سے آنے والی ہوا کا ایک جھونکا فہمی نے اپنے ہاتھ پر محسوس کیا۔ اس کا مطلب تھا' اس گڑھے کے ذریعے جب باہر سے ہوا آئی ہے تو خیال خوانی کی لہریں بھی آسکیں گی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی پھر خوشی سے چیخ کر بولی "علی! میں نے راستہ بنالیا ہے۔ اس چھوٹے سے گڑھے کو دیکھو۔ یہ شیشے کی دیوار کے نیچے ہے۔ اس جگہ کھدائی کرو گے تو میں باہر نکل آؤں گی۔"

علی دوڑتا ہوا مالی کے پاس گیا پھر اس سے ایک کدال مانگ کر لے آیا۔ صبح کا وقت تھا۔ اس وقت شاہی قلعہ عام لوگوں کے لیے کھولا نہیں جاتا تھا۔ صرف تین چار مالی تھے' جو پودوں اور زمین پر بچھی ہوئی گھاس کو پانی دے رہے تھے۔

وہ کدال لاکر کھودنے لگا تو تمام مالی دوڑے چلے آئے۔ اُس سے پوچھنے لگے کہ وہ کون ہے؟ قلعے کے اندر کیسے آگیا ہے؟ اور وہاں کی زمین کیوں کھود رہا ہے؟

اس نے کدال چلاتے ہوئے کہا "ذرا صبر کرو۔ یہاں اس کے اندر سے مغلیہ دور کی شہزادی نکل کر ہمارے سامنے آنے والی ہے۔"

ان میں سے ایک مالی نے اسے روکنا چاہا مگر خود رک گیا۔ فہمی نے اسے روک دیا تھا۔ میرے علاوہ بابا صاحب کے ادارے کے کئی خیال خوانی کرنے والے میرے اور علی کے اندر موجود تھے۔ وہ ان مالیوں کے اندر بھی چلے گئے تھے۔ اس لیے وہ تمام مالی دور کھڑے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

زیادہ کھدائی نہیں کرنی پڑی۔ صرف اتنا سا گڑھا کھودا گیا جس میں سے فہمی گزر سکے اور وہ اس گڑھے سے نکل کر باہر آئی تو تمام مالی دم بخود ہو کر ایک مغلیہ دور کی شہزادی کو دیکھنے لگے۔

علی شرمیلا تھا۔ کبھی اس کا ہاتھ نہیں پکڑتا تھا مگر اس وقت دیوانہ وار فہمی سے لپٹ کر قہقہے لگا رہا تھا۔

○☆○

ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دوست بہت کم ہوتے ہیں لیکن دشمن اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ خود انہیں یاد نہیں رہتا کہ وہ کتنوں سے دشمنی کرچکے ہیں۔ جب یہ خبر عام ہوئی کہ میجرٹی ہنٹر اور اس کے کئی ماتحت ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوچکے ہیں تو ان کے سامنے کئی دشمن آنے لگے۔

اگرچہ ان محروم ہونے والوں کو فوج کی کسٹڈی میں رکھا گیا تھا تاہم دشمن انہی فوجی افسران میں سے تھے۔ میجرٹی ہنٹر نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد اپنے سے سینئر افسروں کو بہت ہی کمزور بنا رکھا تھا۔ اپنے ملک کے حکمرانوں کی بھی توہین کیا کرتا تھا اور ان کی مرضی کے خلاف اپنا حکم منوایا کرتا تھا۔

اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت بھی کسی حاکم اور کسی فوجی افسر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ صرف میجرٹی ہنٹر کو اپنا مالک اور مختار سمجھتے تھے اور اسی کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے تھے۔

میجرٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحتوں کو قیدی بنا کر ایک بڑے ہال میں لایا گیا۔ ایک حاکم نے ٹی ہنٹر سے پوچھا "میجر! اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ تم نے قانون کے خلاف اپنے حکمرانوں کی توہین کی۔ فوجی ڈسپلن کے خلاف اپنے اعلیٰ افسران سے بدتمیزی کرتے رہے۔ تمہیں اپنے غرور اور ڈکٹیٹر شپ کی جتنی بھی سزائیں دی جائیں' وہ کم ہوں گی۔"

میجر نے کہا "بے شک میں نے ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل کرنے کے بعد بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ میں معافی کے قابل نہیں ہوں۔ پھر بھی معافی کی درخواست کرتا ہوں۔"

وہ جن فوجی افسران کی بے عزتی کرتا رہا تھا وہ سب غصے میں اسے گھونسے لاتوں سے مارنے لگے اور کہنے لگے "دیکھو ٹیلی پیتھی جاننے والے انسان کو قوت ملتی ہے تو کتنی؟ اور ذلت ملتی ہے تو کتنی؟ تمہیں دیکھ کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔"

اس کے ماتحتوں کی بھی بری طرح پٹائی ہورہی تھی۔ یہ کہا جارہا تھا کہ ان سب کو سزائے موت دی جائے اور یہ بھی کہا جارہا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں توڑ کر انہیں اپاہج بنا کر فٹ پاتھ پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ سب ساری عمر بھیک مانگتے رہیں گے۔

اسی وقت ایک امریکی حاکم نے ہاٹ لائن پر فرانس کے حاکم سے رابطہ کیا پھر کہا "ہمیں یہ خبر مل چکی ہے کہ آپ کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکام ہوچکے ہیں۔ یہ خبر سن کر ہمیں بہت افسوس ہورہا ہے۔"

"آپ افسوس نہ کریں۔ ہمیں تو خوشی ہورہی ہے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اپنے ملک کو فائدے پہنچاتے رہتے ہیں لیکن میجرٹی ہنٹر نے ہمارے ملک کو کبھی فائدہ نہیں پہنچایا۔ صرف اپنے مفادات کی خاطر ملک کے باہر دوسرے معاملات میں مصروف رہا۔ ان آخری دنوں میں اس نے دیوی کہلانے والی شی تارا کو ہم پر مسلط کردیا تھا۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میجرٹی ہنٹر ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف ذاتی مفادات حاصل کیا کرتا تھا۔"

فرانس کے حاکم نے کہا "ان دنوں ہمارا بس نہیں چلتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اسے گولی ماردیں۔ یہ ہمارے حق میں اچھا ہوا ہے کہ وہ اس علم سے محروم ہوگیا ہے۔ اب ہم اسے اس کے ساتھیوں سمیت اپاہج بنا کر سڑکوں پر پھینک دیں گے۔"

امریکی حاکم نے کہا "ایک اہم بات آپ نہیں جانتے' جو ہم جانتے ہیں۔"

"وہ اہم بات کیا ہے؟"

"پورس نے جو دوا اسپرے کی ہے' اس کا اثر صرف بارہ گھنٹے تک رہے گا۔ میجرٹی ہنٹر اور اس کے ماتحت صرف بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہیں گے۔ اس کے بعد وہ پھر خیال خوانی کرنے لگیں گے۔"

فرانس کے حاکم نے گھبرا کر پوچھا "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ کیا یہ پھر مغرور حکمران بن کر ہم پر مسلط ہوجائیں گے؟"

"یہی ہوگا۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ پورس نے خود ہمیں یہ بتایا ہے۔ میں نے آپ کو یہی بات بتانے کے لیے فون کیا ہے۔ اوکے' سوفار۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ اس حاکم نے فرانس کے تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو ایک کمرے میں لے جاکر وہ تمام گفتگو سنائی جو امریکی حاکم سے ہوچکی تھی۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "دیکھا جائے تو امریکی حاکم نے ہمیں خوش خبری سنائی ہے کہ ہمارے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر خیال خوانی کرنے لگیں گے۔ لیکن یہ ہمارے لیے خوش خبری نہیں ہے بلکہ ہماری موت کی خبر ہے۔"

دوسرے نے کہا "بے شک۔ ہم نے میجرٹی ہنٹر اور اس کے ماتحتوں کو اتنے لات جوتے مارے ہیں کہ دوبارہ ٹیلی پیتھی کا علم بحال ہوتے ہی وہ ہمارے دماغوں میں زلزلے پیدا کرکے ہمیں مار ڈالیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم سب کی بھلائی اور سلامتی اسی میں ہے کہ ان سب کو فوراً گولی ماردی جائے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پتا نہیں کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہ سب کسی وقت بھی دوبارہ خیال خوانی شروع کرسکتے ہیں۔"

وہ تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے نکل کر بڑے ہال میں آئے۔ میجرٹی ہنٹر اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایک قطار میں مجرموں کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اس نے خوب لات جوتے کھائے تھے۔ اسے اپنی بے بسی پر غصہ آرہا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگیا ہے' اس نے کئی بار غصے میں آکر خیال خوانی کی پرواز کی۔ آخری بار وہ چونک گیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ماتحت سے کہا۔ "شاید ہماری کھوئی ہوئی صلاحیت بحال ہورہی ہے۔ اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرو۔"

پھر وہ اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا' جس نے اسے ہتھکڑی پہنائی تھی۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس افسر نے ایک تابعدار کی طرح آکر اس کی ہتھکڑی کھول دی۔ اس نے دیکھا اس کے ماتحت بھی اسی طریقۂ کار کے مطابق اپنی ہتھکڑیاں کھلوا رہے ہیں۔

اسی وقت تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران تیزی سے چلتے ہوئے بڑے ہال میں آئے۔ اس وقت تک بازی پلٹ چکی تھی۔ میجرٹی ہنٹر کے تمام ماتحت ان اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچ گئے تھے۔ ان سب نے ان کے دماغوں میں بیک وقت کہا "ہم واپس آگئے ہیں۔"

وہ سب ایک دم سے گھبرا گئے۔ انہوں نے سہم کر میجر اور اس کے ماتحتوں کو دیکھا۔ ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھل چکی تھیں اور وہ سب مسکرا رہے تھے۔

میجرٹی ہنٹر نے کہا "حاکم کی حیثیت سے حکم دو کہ اس ہال کے اندر جتنے فوجی جوان ہیں' وہ اپنے ہتھیار پھینک دیں ورنہ تم سب کے دماغوں میں بیک وقت زلزلے پیدا ہوں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسران نے حکم دیا' جوانوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ میجر نے کہا "اب انصاف کی کرسیاں چھوڑ دو اور یہاں مجرموں کی قطار میں آجاؤ۔"

ان سب نے حکم کی تعمیل کی۔ کرسی چھوڑ کر مجرموں کی جگہ

آئے اور جو مجرموں کی جگہ کھڑے تھے' وہ میجر ٹی ہنٹر کے ساتھ انصاف کی کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔ میجر نے کہا "آج تم لوگوں نے اپنی اصلیت بتادی۔ ہم عارضی طور پر طاقت سے محروم ہو گئے تو تم لوگوں نے ہمیں لات جوتے مارے' ہم پر تھوکا' ہمیں گالیاں دیں' پھر فیصلہ کیا کہ ہمیں اپاہج بنا کر سڑکوں پر چھوڑ دیا جائے گا' اب کیا کہتے ہو؟"

وہ سب بے بسی سے اور رحم طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ وہ بولا "تم لوگوں نے مجھے مارتے ہوئے کہا تھا کہ دیکھو انسان کو قوت ملتی ہے تو کتنی اور ذلت ملتی ہے تو کتنی؟ مجھے دیکھ کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ لیکن اب تمہارے جیسے اعلیٰ حکّام اور اعلیٰ افسران مجرموں کی طرح کھڑے ہیں۔ اب تمہیں دیکھ کر عبرت حاصل کرنا چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قوت اور اقتدار سب کو حاصل نہیں ہوتا' وہ مجھ جیسی باکمال ہستیوں کے مقدر میں ہوتا ہے۔"

وہاں سے ہزاروں کلومیٹر دور پارس ایک خفیہ پناہ گاہ میں آرام سے لیٹا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے فرانس کے حکمرانوں کے ساتھ ہونے والا تماشا دیکھ رہا تھا۔

اس نے پچھلے دن فرانس میں ایک درجن آلۂ کار پہنچائے تھے اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرنے والا ایک ایک کین دیا تھا۔ انہیں سمجھادیا تھا کہ وہ ان کے دماغوں میں آکر جو ہدایات دیا کرے گا' وہ ان کے مطابق عمل کرتے رہیں گے۔

ان آلۂ کاروں نے اس کی ہدایت کے مطابق پچھلی رات عمل کیا تھا۔ جس وقت نتاشا' میجر ٹی ہنٹر پر تنویمی عمل کررہی تھی اور اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام' پتے اور فون نمبر معلوم کررہی تھی' اس وقت پارس میجر ٹی ہنٹر کی کھوپڑی میں موجود تھا۔

اس نے اپنے آلۂ کاروں کو ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے نام اور پتے لکھوا دیے۔ پھر انہیں دوا اسپرے کرنے کی ہدایت کی۔ وہ دوا تمام مطلوبہ افراد پر اسپرے کی گئی۔ کسی کے قریب جاکر اسپرے کی گئی اور کسی کے گھر کے باہر دور سے کی گئی۔ تمام نتائج یکساں ظاہر ہوئے۔ وہ سب ہی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئے۔

اس کے بعد پارس امریکی' روسی اور اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں جاکر ردِّعمل معلوم کرتا رہا۔ ایک نئی تباہ کن دوا نے اپنا اثر دکھایا تھا۔ سب ہی ممالک پریشان تھے اور کسی حد تک مطمئن بھی تھے کہ ان سب کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنا اپنا ملک چھوڑ کر کہیں دوسرے ممالک میں جاکر روپوش ہوگئے تھے۔

امریکی اکابرین کے دماغوں میں جانے سے پتا چلا کہ وہ ایک خفیہ اجلاس میں مصروف ہیں۔ اس اجلاس میں پورس بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا۔ امریکا سے جس طرح اس کی دوستی ہوئی اور جیسے معاملات طے ہوئے' وہ تمام باتیں پارس سنتا رہا۔

اس اجلاس میں پانچ ایسے اعلیٰ افسران تھے' جو یوگا کے ماہر تھے۔ پارس ان کے دماغوں میں نہیں جاسکتا تھا۔ اس لیے یہ معلوم نہ کرسکا کہ ان پانچوں کی پشت پر ایک امریکن بلیک آرمی ہے' جو بڑے ٹھوس منصوبے بناکر ان پر کامیابی سے عمل کررہی ہے۔ ایسے ہی ایک منصوبے کے تحت بڑی کامیابی سے پورس کو امریکا کا دوست بنالیا گیا تھا۔

پارس مسلسل خیال خوانی میں مصروف رہا اور بڑی اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر جب بارہ گھنٹے پورے ہونے والے تھے' تب وہ میجر ٹی ہنٹر کے دماغ میں آگیا۔ وہ تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ بارہ گھنٹوں کے بعد دوا کا اثر ختم ہوتا ہے اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوتی ہے یا نہیں؟

میجر ٹی ہنٹر کے دماغ میں جانے سے پتا چلا کہ اسے اور اس کے ماتحتوں کو لات جوتے پڑرہے ہیں۔ میجر ٹی ہنٹر نے جن اعلیٰ حکّام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو پاؤں کی جوتیاں بناکر رکھا تھا اب وہ اس سے انتقام لے رہے تھے۔

اس دوران میں ایک امریکی حاکم نے جب انہیں بتایا کہ بارہ گھنٹے کے بعد ان کی ٹیلی پیتھی کا علم بحال ہونے والا ہے تو فرانس کے حکّام گھبرا گئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ فوراً ہی میجر اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کردیا جائے۔

لیکن فیصلہ کرنے میں دیر ہوگئی۔ میجر ٹی ہنٹر اور اس کے ماتحتوں کی ٹیلی پیتھی کا علم بحال ہوگیا تھا۔ وہ فرانس کے حکّام اور فوج کے افسران پر غالب آگئے۔ ان سب کے دماغوں میں گھس کر حکم دیا کہ انصاف کی کرسیوں سے اتر کر مجرموں کی قطار میں آجاؤ۔

بازی پلٹ گئی تھی۔ میجر اور اس کے ماتحت کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔ تمام حکام اور اعلیٰ افسران مجرموں کی طرح ایک قطار میں کھڑے ہوگئے۔ پھر میجر ایک فاتح کی شان سے بہت کچھ بولنے لگا۔

پارس نے عملی طور پر یہ آزمالیا تھا کہ دوا کا اثر صرف بارہ گھنٹے تک رہتا ہے۔ اب وہ نہیں چاہتا تھا کہ میجر ٹی ہنٹر جیسا ناکارہ شخص فرانس کے حکمرانوں پر حاوی رہے۔ پھر کبھی شی تارا کا اور کبھی نتاشا کا معمول اور تابعدار بنتا رہے۔

اس نے اپنے آلۂ کاروں کو ہدایت کی "ہال کے اندر جاؤ اور نہ جاسکو تو باہر ہی سے دوا کا اسپرے کرو۔ تم میں سے کوئی ایک ہی اسپرے کرے۔ وہاں ایک ہی کین کی دوا کافی ہے۔"

ایک آلۂ کار نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور ہال کی ایک کھڑکی سے دوا اندر اسپرے کردی۔ پارس پھر میجر کے اندر آگیا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا فرانس کے اکابرین کے سامنے آیا۔ وہ بے چارے معزز حکمران اور افسران مجرموں کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ میجر نے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "ہوں! تمہارے اندر انتقام بھرا ہوا تھا۔ تم نے مجھے لاتوں سے بھی مارا اور جوتوں سے بھی۔ اب تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم زیادہ سے زیادہ کیا کروگے؟ دماغ میں زلزلہ پیدا کروگے اور اذیتیں دے کر مار ڈالوگے۔"

"نہیں۔ میں تمہیں معاف بھی کرسکتا ہوں اور معافی کی شرط یہ ہے کہ تم مجھ پر تھوک دو۔"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے میجر کو دیکھا۔ میجر ٹی ہنٹر نے کہا "مجھے دیکھتے کیا ہو؟ میرے منہ پر تھوکو۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "جب مرنا ہے تو ڈرنا کیا۔ یہ لو' آخ تھو۔"

اس نے میجر کے منہ پر تھوک دیا۔ اس کے تمام ماتحت کرسیوں سے اٹھ کر غصے سے بولے "اس کی اتنی جرأت۔ اس نے تمہارے منہ پر تھوکا ہے۔ ہم ان سب کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کریں گے۔"

میجر ٹی ہنٹر نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ارے کتے کے بچو! تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا ہے کہ ہم سب پھر ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی ہوگئے ہیں۔ جاؤ' اپنے اپنے باپ کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرو۔"

ان سب نے خیال خوانی کی کوشش کی اور ناکام رہے۔ تمام اکابرین اور افسران کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ لوگ پھر ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئے ہیں۔ ایک نے میجر سے پوچھا "تمہارے منہ پر تھوکا گیا ہے اور تم جواباً اسے ذہنی اذیت نہیں پہنچارہے ہو؟"

میجر نے کہا "پتا نہیں کون میرے دماغ میں تھا۔ اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اسے اپنے منہ پر تھوکنے کے لیے کہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا' ہمارے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ پہلے ہم بارہ گھنٹوں تک ٹیلی پیتھی سے محروم رہے۔ پھر یہ علم ہمیں ابھی تھوڑی دیر کے لیے ملا۔ اس کے بعد ہم پھر اس علم سے محروم ہوچکے ہیں۔"

ایک افسر نے میجر کو زور کا تھپڑ رسید کیا پھر ذرا انتظار کرنے کے بعد بولا "واقعی یہ تمام کتے پھر ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئے ہیں۔ ان سب کو گرفتار کرلو۔"

ان سب کو پھر ہتھکڑیاں پہنادی گئیں۔ ایک حاکم نے کہا "انہیں زندہ رکھنا' سانپ کو پالنے کے برابر ہے۔ سانپوں کی طرح کبھی یہ زہریلے ہوجاتے ہیں۔ کبھی ان کا زہر نکل جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ پھر زہریلے ہوجائیں' ان سب کو گولی ماردو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ انہیں ایک کھلے میدان میں لاکر ایک قطار میں کھڑا کیا گیا۔ پھر میجر ٹی ہنٹر سمیت تمام ماتحتوں کو فائرنگ اسکواڈ نے گولی ماردی۔

○☆○

نیلماں سورہی تھی۔ اس نے سپنے میں دیکھا کہ فہمی کو شیشے کے جس طلسمی کمرے میں قید کیا تھا' وہ پورا کمرا ایک دھماکے سے تباہ ہوگیا ہے۔ شیشے کی چھت اور دیواریں چکناچور ہوگئی ہیں۔ وہاں صرف فہمی ثابت و سالم رہ گئی ہے۔

وہ چونک کر نیند سے بیدار ہوگئی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ خواب تھا یا اس کے گیان کی شکتی تھی جس نے اسے بتادیا تھا کہ فہمی اس کے طلسم سے آزاد ہوگئی ہے۔ وہ خلا میں تکنے لگی۔ گیان کی شکتی سے معلوم کرنے لگی کہ وہ کس طرح آزاد ہوگئی ہے۔ پتا چلا' جس طرح میں نے آمنہ کے ذریعے روحانی قوت سے کالے جادو کا توڑ کیا تھا اور نادیدہ طلسمی کمرے سے باہر نکل آیا تھا اس کے برعکس فہمی نے روحانی قوتوں کا سہارا نہیں لیا تھا۔ اپنی ذہانت سے اس کے کالے جادو کا منہ توڑ جواب دے کر ثابت کیا تھا کہ فہمی' فہم و فراست کا نام ہے۔

اس نے سوامی کو مخاطب کیا "ہم نے فہمی کو یرغمال بنایا تھا تاکہ سونیا اور فرہاد امریکی ایجنٹ اسٹون ہارٹ کو نقصان نہ پہنچاسکیں۔ لیکن اس نے شیشے کے طلسمی کمرے سے رہائی پالی ہے۔ اب وہ لوگ اسٹون ہارٹ کے پیچھے پڑجائیں گے اور اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اس کی حفاظت کو اور زیادہ یقینی بناؤ۔"

"میں ابھی جاتا ہوں لیکن وہ لڑکی آپ کے طلسمی کمرے سے کس طرح زندہ سلامت نکل آئی ہے؟"

"وہ بہت عقل مند ہے۔ میری زندگی میں وہ پہلی لڑکی ہے جس نے اپنی عقل سے ثابت کردیا ہے کہ کالا جادو عارضی طور پر نقصان پہنچاتا ہے۔ میں نے ایک نادیدہ کمرے کا شعبدہ دکھایا تھا۔ اس نے میری شعبدہ بازی کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ میں بعد میں اس سے نمٹ لوں گی۔ تم اسٹون ہارٹ کے پاس جاؤ۔"

"دادی ماں! ایک اور بری خبر ہے۔ آپ سورہی تھیں۔ میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ آپ کی نیند کے دوران میں فرہاد نے آپ کی معمولہ شیریں کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا ہے۔ کیا اب آپ اس کی ہمزاد بن کر اس کے پاس جاسکیں گی؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "اس ادارے کے اندر اور باہر کچھ روحانی قوتیں ہیں۔ دنیا کی جیسی بھی خطرناک نادیدہ قوتیں ہوں' وہ ادھر سے گزر نہیں پاتی ہیں۔ میں بھی ادھر نہیں جاسکوں گی۔"

"اس کے باپ آغا تابش علی کو ملک بدر کردیا گیا ہے۔ اب وہ کبھی ایران کی سرحد میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ وہ ہمارے لیے ناکارہ ہوچکا ہے۔"

"اسے نرک میں جانے دو۔ تم اسٹون ہارٹ کے پاس جاؤ۔ امریکی اکابرین ہماری غیر معمولی قوتوں پر بہت بھروسا کررہے ہیں۔ اگر ہم اس کی حفاظت نہ کرسکے تو امریکی حکومت سے ملنے والی سہولتیں ختم کردی جائیں گی۔"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے شی تارا سے کہا "اسٹون ہارٹ کے

لیے خطرہ بڑھ گیا ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے شیریں کی ہمزاد بن کر چلو۔"

شی تارا نے کہا "وہ تو اسپتال میں محفوظ ہے۔ اسے سونیا اور وہاں کے سراغ رساں پہچان نہیں پائے ہیں۔ اس اسپتال میں پولیس والے گئے تھے۔ اگر وہ پہچان لیا جاتا تو پولیس والے اسے گرفتار کرلیتے۔ پھر اسے زندہ نہیں چھوڑتے۔"

"ہاں مگر دادی ماں نے پھر ایک بار مجھے اس کی حفاظت کے لیے کہا ہے تو ضرور کوئی بات ہوگی۔ اس اسپتال میں کوئی گڑبڑ ہوسکتی ہے یا وہ اپنی کسی غلطی کی وجہ سے پہچانا جاسکتا ہے۔"

وہ دونوں اس کے دماغ میں آئے۔ انہیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ وہ اسپتال میں نہیں تھا۔ اس کے زخموں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور وہ ایک فٹ پاتھ پر ایک اندھے کی طرح چھڑی ٹیکتا ہوا چل رہا تھا۔

شی تارا نے ہمزاد کی حیثیت سے پوچھا "یہ تم کہاں جارہے ہو؟"

اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"کیا تم میری آواز اور لب ولہجہ بھول گئے ہو۔ میں شیریں کی ہمزاد بول رہی ہوں۔"

"ہاں یاد آیا۔ تم مجھ پر مہربان رہنے والی ہمزاد ہو۔ پتا نہیں، مجھے اسپتال میں کیسی دوا پلادی گئی تھی۔ اسے پینے کے بعد محسوس کر رہا ہوں کہ میری یادداشت کمزور ہوگئی ہے اور جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو، میں چھڑی ٹیک کر اندھے کی طرح چل رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کس قسم کا اندھا بن گیا ہوں۔ مجھے کبھی دھندلا سا نظر آتا ہے اور کبھی آنکھوں کے سامنے بالکل تاریکی چھا جاتی ہے۔ میں کچھ دیکھ نہیں پاتا اس لیے اپنے ہاتھ میں چھڑی رکھی ہے۔"

"تم اسپتال سے چلے آئے ہو۔ کیا وہاں خطرہ محسوس کررہے تھے؟"

"میری یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ میں کبھی دیکھ پاتا ہوں اور کبھی اندھا ہوجاتا ہوں۔ کیا ان حالات میں مجھے وہاں خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے اور تمام انسانی حرکات کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ میں نے اسٹون ہارٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا اور دماغ کی اس رگ کو چھیڑ رہا تھا، جس کا تعلق بینائی سے ہے۔ اس رگ پر میرا کنٹرول تھا اور وہ میری مرضی کے مطابق کبھی دیکھ رہا تھا اور کبھی اندھا ہورہا تھا۔

شی تارا اور سوامی یہ سمجھنے کی کوشش کررہے تھے کہ اس کے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہے یا کسی دوا کے اثر سے اس کی بینائی متاثر ہوتی جارہی ہے۔ شی تارا نے کہا "سوامی جی! آپ مہاگیانی ہیں۔ کسی نادیدہ ہستی کی موجودگی کو سمجھ لیتے ہیں۔ کیا آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے؟"

سوامی نے کہا "کوئی انسانی جسم نادیدہ بن کر آئے تو مجھے موجودگی کا پتا چل جاتا ہے کیونکہ وہ نادیدہ بننے کے باوجود سانس لیتا رہتا ہے اور میری قوتِ سماعت بہت تیز ہے۔ میں آس پاس ہوئے لوگوں کے دل کی دھڑکنیں سن لیتا ہوں۔ جب تم میرے کمرے میں نادیدہ بن کر آئی تھیں تو میں نے تمہاری سانسوں سے تمہاری موجودگی کو سمجھ لیا تھا لیکن سوچ کی لہریں بے آواز ہوتی ہیں۔ اسی لیے اسٹون ہارٹ کے دماغ میں کسی خیال خوانی کرنے والے کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

شی تارا نے کہا "سونیا اور ایرانی سراغ رساں اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہے تھے۔ حالانکہ یہ زخمی ہے۔ دادی ماں نے اپنے طور سے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں آسکتا۔"

سوامی نے کہا "اس کا بیان ہے کہ کوئی دوا پینے کے بعد اس کی یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ یعنی دماغ کچھ کمزور ہوگیا ہے۔ کوئی دشمن اس کے اندر آسکتا ہے۔"

"لیکن یہ اس طرح اندھا دھند کہاں جارہا ہے؟"

ان دونوں نے اس کے خیالات پڑھے، وہ سوچ رہا تھا میں اسپتال سے نکل آیا ہوں۔ یہ اطمینان ہے کہ خطرے سے دور ہوں۔ بہت دور کسی شہر میں پہنچ گیا ہوں۔ سوچ رہا ہوں کوئی مجھے اندھا سمجھ کر اپنے گھر میں پناہ دے گا یا پھر کسی ہوٹل میں کرایہ دے کر وہاں بیٹھ کر اپنی بینائی درست ہونے کا انتظار کروں گا۔"

سوامی نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ وہ انہیں اس رات تک کی رپورٹ پہنچا چکا تھا جب اسٹون ہارٹ اسپتال میں محفوظ تھا۔ اس نے اس کے بعد کی رپورٹ پیش کی کہ اسپتال کی کسی دوا کا ری ایکشن ہوا ہے اس لیے اس کی بینائی کبھی آتی ہے اور کبھی چلی جاتی ہے۔

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا "وہاں اس کی بینائی درست کرانے کے لیے کسی بڑے اسپتال میں پہنچایا جائے گا تو وہ بے نقاب ہوسکتا ہے۔ اسے امریکا واپس آجانا چاہیے۔"

سوامی اس سے پہلے آغا تابش علی کے سلسلے میں رپورٹ پیش کرچکا تھا۔ ایک حاکم نے کہا "مسٹر سوامی! ایران میں پھر ناکامی ہورہی ہے۔ آغا اور اسٹون ہارٹ جیسے مہرے پٹ گئے۔ وہ دونوں تمہارے زیرِ اثر تھے۔ تم کسی ایک مہرے کو بھی وہاں ثابت قدم نہ رکھ سکے۔"

سوامی نے کہا "اسٹون ہارٹ کے اندھا ہوجانے میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ آغا ہمارے لیے بڑی عمدگی سے کام کررہا تھا لیکن فرہاد نے اس کے دماغ میں گھس کر اس کی اصلیت معلوم کرلی۔"

"ناکامی کی بہت سی وجوہات پیش کی جاتی ہیں۔ تم بھی وہی پیش کر رہے ہو لیکن تمہارا دعویٰ تھا کہ تم سونیا کے مقابلے میں بہت ہی غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو۔ پھر تمہاری وہ تمام صلاحیتیں کام کیوں نہیں آئیں؟"

"آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ پہلے وہاں صرف سونیا تھی۔ اچانک فرہاد بھی پہنچ گیا۔ میں ابھی صفائی کے طور پر یہ نہیں کہنا چاہتا کہ ہماری غیر معمولی صلاحیتیں کام کیوں نہیں آئیں؟ اس کا جواب جلد ہی ملے گا، جب ہماری صلاحیتیں رنگ دکھائیں گی۔ اب ہماری یہی کوشش ہوگی کہ سونیا اور فرہاد کو ایران سے چلے جانے پر مجبور کردیں۔"

شی تارا نے سوامی کے دماغ میں آکر کہا "ہم اسٹون ہارٹ کو سونیا اور سراغ رسانوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور وہ کمبخت اندھا بن کر چھڑی ٹیکتا ہوا ایک پولیس اسٹیشن پہنچ گیا ہے۔"

سوامی نے اسٹون ہارٹ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ تھانے میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا پولیس کے ایک بڑے افسر کو اپنا کچا چٹھا سنا رہا تھا۔ اسے چھپانے کی کوششیں کی جارہی تھیں اور وہ خود ہی اپنا پول کھول رہا تھا۔

سوامی نے ان اکابرین سے کہا "ابھی شی تارا نے آکر مجھے بتایا تھا کہ اسٹون ہارٹ پولیس اسٹیشن پہنچ گیا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا ہے۔ واقعی وہ ابھی ایک افسر کے سامنے بیٹھ کر اپنی اصلیت بتا رہا ہے۔ آپ ان حالات میں بتائیں کہ ہم آپ کے کسی بھی سیکرٹ ایجنٹ کی حفاظت کس طرح کرسکتے ہیں؟ آپ نے آج تک جتنے ایجنٹ ایران بھیجے ہیں وہ اب تک اپنی طاقت کے غرور میں مارے گئے۔ یا اپنی حماقتوں سے اسی طرح پھنستے رہے جیسے یہ اسٹون ہارٹ پھنسنے گیا ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اسٹون ہارٹ اتنا احمق نہیں ہے کہ خود پھنسنے چلا جائے۔ یقیناً فرہاد نے اس کے دماغ پر قبضہ جمار کھا ہے۔"

"ہم آئندہ فرہاد سے نمٹ سکتے ہیں لیکن اب اسٹون ہارٹ کو نہیں بچا سکتے، وہ سب کچھ اگل چکا ہے۔ فرہاد اس کی کھوپڑی میں گھسا ہوا ہے اور ایرانی خفیہ ایجنسی والے اسے تھانے سے باہر لے جاکر گولی مار سکتے ہیں۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "کیا کیا جاسکتا ہے؟ اب تک ہمارے کتنے ہی ایجنٹ مارے گئے ہیں؟ وہ اندھا ایجنٹ اب ہمارے کسی کام کا نہیں رہا ہے۔ وہ مرتا ہے تو اسے مرنے دو۔"

شی تارا اور سوامی اپنے آشرم والے کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سوامی نے کہا۔ "یہ تو ہونا ہی تھا۔ ہم نے فہمی کو یرغمال بنا کر سونیا اور فرہاد کو اپنے بازو میں رکھا تھا۔ فہمی کے رہائی پاتے ہی بات سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ لوگ اسٹون ہارٹ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اسے تو مرنا ہی ہے۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم سونیا اور فرہاد کو کس طرح ایران چھوڑنے پر مجبور کرسکتے ہیں۔"

"میرا بس چلے تو میں انہیں دنیا چھوڑنے پر مجبور کردوں لیکن عرصۂ دراز سے کسی کا بس نہیں چل رہا ہے۔ ہزاروں جان لیوا حملوں کے باوجود وہ زندہ ہیں۔"

"یہ حقیقت ہے کہ موت سے پہلے آدمی نہیں مرتا۔ تم نے کئی بار پارس کو مار ڈالنا چاہا مگر ناکام رہیں لیکن جب موت آئی تو وہ خود ہی مرگیا۔"

پھر وہ چونک کر بولا "ہم خواہ مخواہ انہیں ایران سے نکالنے کی بات کررہے ہیں۔ وہ دونوں تو بابا صاحب کے ادارے میں ہوں گے۔ پارس کی آخری رسومات ادا کرنے کے بعد بھی سوم وغیرہ کی کچھ رسمیں ہوتی ہیں۔ شاید وہ چالیس دنوں تک ادارے میں رہیں گے اور وہیں سے اس طرح خیال خوانی کریں گے جیسے کہ وہ ایران میں ہوں۔"

"واقعی وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہوں گے۔ ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے پھر امریکی اکابرین کو مخاطب کیا اور کہا "ابھی ایک بات سمجھ میں آئی ہے۔ سونیا اور فرہاد ایران میں نہیں ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہیں لیکن ہم پر یہ ظاہر کررہے ہیں کہ وہ ایران میں بیٹھے ہیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"عقل سے۔ آپ ذرا عقل سے سوچیں۔ وہ پارس کی آخری رسومات میں آئے ہوں گے۔ وہ اپنا بیٹا تھا۔ پھر مرنے والے کے سلسلے میں ان کے ہاں کچھ رسموں کی ادائیگی ہوتی رہتی ہے۔ پارس کو اس ادارے کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ وہ دونوں چالیس دنوں تک وہاں رہیں گے، ایران نہیں جائیں گے۔"

"ہاں۔ بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ پارس کی موت کے بعد خیال خوانی کے ذریعے ایران پہنچتے ہیں اور ہم سمجھ رہے ہیں، وہ سچ مچ... وہاں موجود ہیں۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "پھر تو یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ پھر کبھی ایران نہ جائیں۔"

ایک افسر نے کہا "ویسے ان کے ایران میں نہ رہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ تو خیال خوانی کے ذریعے اس طرح کام کرتے ہیں جیسے وہاں واقعی موجود ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ان کی موجودگی اور غیر موجودگی سے بڑا فرق پڑتا ہے۔ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ اس کی موجودگی سے وہاں کے حکام کو تقویت ملتی ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس کے شعبے دن رات چوکس رہتے ہیں۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "سونیا کچھ کم نہیں ہے۔ اس پر فرہاد وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ وہاں موجود رہ کر ہمارے اہم ایجنٹوں کی خفیہ پناہ گاہوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے دور سے وہ

اپنے آلۂ کاروں کو صرف ہدایات دے سکتے ہیں۔ جب تک وہ آلۂ کار ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں' تب تک ہمارے ایجنٹ کو خبر ہو جاتی ہے پھر وہ ان کے ہاتھ نہیں آتے۔ بہرحال ہماری یہی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ دونوں اب ایران نہ جانے پائیں۔"

سوامی نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ ابھی چالیس دنوں تک اطمینان ہے کہ وہ ایران نہیں جائیں گے۔ اس وقت تک ہم حکومتِ ایران کے اہم شعبوں کے اہم افراد کو آغا تابش علی کی طرح اپنا معمول اور تابعدار بنالیں گے۔"

شی تارا اور سوامی پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ سوامی نے کہا "ہم کچھ دیر آرام کریں گے۔ پھر وہاں کے اہم شعبوں میں جا کر پہلے ان افراد کی سیاسی پوزیشن کو سمجھیں گے۔ ان میں سے جو افراد اہم ہوں گے' انہیں ہم ٹریپ کریں گے۔"

"میں وہاں کی زبان نہیں جانتی ہوں۔ میرے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔"

"تم تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے ذہن میں فارسی زبان نقش کر دوں گا۔"

وہ یوں بھی تھکن محسوس کر رہی تھی۔ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو سونے کی ہدایت کرنے لگی۔ سوامی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اب اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے زیرِ اثر لایا جا سکتا تھا۔

سوامی بستر کے قریب آ گیا پھر اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت اسے دادی ماں کی آواز سنائی دی "بیٹے! ابھی اس پر عمل نہ کرو۔ پہلے میری بات سن لو۔"

"میں سن رہا ہوں' دادی ماں!"

"میرا آخری وقت آ گیا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ نے کہا تھا' آپ مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گی اور میرے ساتھ رہا کریں گی۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن اس دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی دن فنا ہوتی ہے۔ میں ڈیڑھ سو برس سے زندہ ہوں۔ آئندہ بھی زندہ رہ سکتی ہوں لیکن میرا یہ جسم' میرا گوشت اور میری کھال خشک ہو کر شکن آلود ہو گئی ہے۔ بدن پر جیسے گوشت نہیں رہا ہے۔ سب سوکھ گیا ہے۔ میری بوڑھی ہڈیاں اتنی نرم ہو گئی ہیں کہ جیسے کوئی موم بتی پگھلتی جا رہی ہے۔ میں اس گلتے' سڑتے ہوئے بدن کے ساتھ جی نہیں سکوں گی۔"

"دادی ماں' آپ میرا ساتھ چھوڑ دینے والی بات نہ کریں۔"

"نہیں بیٹے! ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ اسی وقت کے لیے میں دن رات بھگتی اور دھیان گیان میں ڈوب کر آتما شکتی حاصل کرتی رہی۔ آج میں اتنی شکتی مان ہو گئی ہوں کہ میرا بوڑھا جسم مر جائے گا لیکن میں نہیں مروں گی' اپنی آتما کو کسی جوان عورت کے جسم میں داخل کروں گی' پھر اس عورت کے روپ میں زندہ رہوں گی۔"

"بس دادی ماں! میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی روپ میں رہیں' میرے لیے زندہ رہیں۔"

"لیکن میں جس عورت کے بھی جسم میں جاؤں گی اس عورت کو مرنا ہو گا کیونکہ اس کے جسم سے اس کی آتما نکلے گی تو میں اس کے خالی جسم میں جا کر رہ سکوں گی۔"

"اگر آپ کے بوڑھے جسم کا آخری وقت آ چکا ہے تو مجھے حکم دیں۔ آشرم میں کئی جوان لڑکیاں ہیں۔ میں ان میں سے کسی ایک کو مار ڈالوں گا۔"

"بیٹے! مجھے شی تارا کا حسن اور جسم پسند ہے۔ تو اس کے اندر سے اس کی آتما نکال دے۔ اس کا جسم میری آتما کے لیے خالی کر دے۔"

"میں آپ کی آگیا (حکم) کا پالن کروں گا لیکن۔۔۔"

"میں جانتی ہوں تو اسے پسند کرتا ہے۔ اسے اپنی دھرم پتنی بنانا چاہتا ہے۔ میری آتما اس کے اندر سما گئی تو پھر تو اسے اپنی مجبور نہیں کہہ سکے گا۔ یہ تیری دادی ماں بن جائے گی' جوان دادی ماں۔"

"آپ میری پسند اور میری چاہت کو جانتی ہیں۔ پھر اسے اپنی آتما اور نئی زندگی کے لیے کیوں پسند کر رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ یہ بہت خود غرض اور بے وفا ہے۔ تجھ سے بھی وفا نہیں کرے گی۔ اس نے پہلے پارس کو چاہا۔ پھر اسے مار ڈالنے کی کوششیں کیں۔ اس کے بعد پورس کو چاہا۔ اسے بھی مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ یہ تیرے ساتھ بھی یہی سلوک کرے گی۔ میں تجھے اس کے فریب میں نہیں آنے دوں گی۔"

"آپ کی باتیں کبھی غلط نہیں ہوتیں۔ آپ مجھے اتنا چاہتی ہیں کہ میرے لیے اپنی زندگی کو طول دے رہی ہیں۔"

"یہ جب پہلی بار آشرم کے تہ خانے میں آئی تھی اور مجھے سانپوں اور بچھوؤں کے درمیان آتما شکتی کے عمل میں مصروف دیکھا تھا تو جانتے ہو' اس نے کیا ارادہ کیا تھا؟"

"میں نہیں جانتا۔ آپ بتائیں۔"

"اس نے عہد کیا تھا کہ یہ آتما شکتی کے حوالے سے دادی ماں کی طرح مہا شکتی مان بنے گی۔ آج اس کی یہ خواہش پوری ہو گی' یہ مہا شکتی مان بھی بنے گی اور تیری دادی ماں بھی۔"

سوامی نے کہا "ایک خود غرض اور بے وفا کو مر جانا چاہیے اور میری دادی ماں کو زندہ رہنا چاہیے۔"

"تو پھر دیر نہ کر۔ میری آتما آ رہی ہے۔ اس کی نئی رہائش گاہ بنا دے۔"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے شی تارا کے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے سوامی کو دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ سکتی یا اس سے کچھ پوچھتی' اس نے اس کے منہ اور ناک پر تکیہ رکھ کر دبا دیا۔

شی تارا کے دیدے پھیل گئے۔ وہ تڑپنے لگی۔ سوامی اگرچہ مریل سا تھا مگر پہلوان تھا۔ اتنا شہ زور تھا کہ وہ اس کے نیچے سے نکل نہیں سکتی تھی۔ وہ تکیے کو پوری قوت سے دباتے ہوئے کہہ رہا تھا "ہے منگ لم۔۔۔ سوا گتم۔۔۔ نیا جنم۔ ہے منگ لم' سوا گتم نیا جنم۔"

سوامی دیر تک قوت آزماتا رہا کیونکہ شی تارا یوگا کی ماہر تھی۔ کئی منٹ تک سانس روکنے کے بعد بھی زندہ رہتی تھی۔ وہ پندرہ بیس برسوں میں مہارت کے باعث سوامی کی گرفت سے نکلنے کی کوششیں کرتی رہی۔

بیس منٹ گزر گئے۔ پھر پچیس منٹ بھی گزر گئے۔ اس نے آخری بار رہائی پانے کی کمزور سی کوشش کی پھر ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ بدن میں آخری بار لرزہ پیدا ہوا پھر وہ ساکت ہو گئی۔ اس کے دیدے بھی پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔

سوامی نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اسے شی تارا کا دماغ نہیں ملا۔ وہ مردہ ہو چکا تھا۔ سوامی کی آواز کہہ رہی تھی "ہے منگ لم' سوا گتم نیا جنم۔۔۔"

○☆○

انسان اپنی زندگی میں یہ صحیح طرح معلوم نہیں کر سکتا کہ وہ کس قدر ہر دلعزیز ہے اور کس حد تک قابلِ نفرت؟

اگر وہ مرنے کے بعد دیکھنے کے قابل رہے تو اسے اپنی قدر و قیمت کا' یا قابلِ نفرت ہونے کا صحیح علم ہوتا ہے۔

پارس مرنے کے بعد بھی زندہ تھا۔ اس لیے دیکھ رہا تھا کہ تمام مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی موت سے خوش اور مطمئن تھے اور جسے اس کی موت کا زیادہ صدمہ ہوا تھا' وہ الپا تھی۔ ایک کٹر یہودی ہونے کے باوجود اس کے لیے پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی تھی۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ پارس یوں اچانک دنیا سے اٹھ جائے گا۔ وہ تصدیق کے لیے میرے پاس آئی تھی۔ میں نے بھی اس کی موت کی تصدیق کرنے کے لیے کہا "تم نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی ہو گی؟ کیا اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے؟ ہمیں تو نہیں مل رہا۔ لی ژونا نے بتایا تھا کہ اس نے کسی مکان کے کمرے میں خود کشی کی ہے۔"

لیکن الپا کو پارس سے ایسا گہرا لگاؤ تھا کہ اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ آخر وہ جناب علی اسد اللہ تبریزی کے پاس روتی ہوئی پہنچ گئی۔ وہ بزرگ جانتے تھے کہ الپا جیسی کٹر یہودی کے اندر انقلابی تبدیلی آئی ہے۔ وہ آئندہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف نہ کچھ سوچے گی اور نہ کسی مخالفانہ کارروائی میں حصہ لے گی اور پارس کے خلاف تو کچھ سوچنے سے پہلے مر جانا پسند کرے گی۔

جناب تبریزی جانتے تھے کہ وہ پارس کے معاملے میں ہمیشہ راز دار بن کر رہے گی اس لیے اسے حقیقت بتا دی کہ پارس زندہ ہے۔

پھر تو اس کی خوشیوں کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ جتنا روئی تھی' اس سے زیادہ ہنسنے' ناچنے اور گانے لگی۔

تھوڑی دیر پہلے جب وہ روتی رہی تھی تو برین آدم اسے تسلیاں دیتا اور سمجھاتا رہا تھا کہ وہ ایک مسلمان کے لیے آنسو بہائے گی تو مملکتِ اسرائیل کے تمام اکابرین یہی کہیں گے کہ وہ ایک بیٹی کو جنم دینے کے دن سے اب تک بابا صاحب کے ادارے والوں سے یعنی مسلمانوں سے متاثر ہے اور اس قدر متاثر ہے کہ ایک مسلمان کی موت پر ماتم کر رہی ہے۔ اور شاید اندر سے مسلمان ہو گئی ہے۔

برین آدم کو الپا پر اعتماد تھا کہ وہ یہودی ہے اور یہودی رہے گی۔ اس نے سمجھایا "۔۔۔اگر ہمارے ملک کے اکابرین کو یہ معلوم ہو گا کہ تم ایک مسلمان کے لیے رو رہی ہو تو تم پر سے ان کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اب سے پہلے بھی دشمنوں نے یہی کوشش کی تھی۔ یہاں کے اکابرین اور پوری یہودی قوم کو تم سے بدظن کرنا چاہا تھا۔ پلیز دشمنوں کو موقع نہ دو۔ اپنے آنسو پونچھ لو۔"

اس نے برین آدم سے وعدہ کیا۔ اب آنسو نہیں بہائے گی لیکن ابھی وہ تنہائی چاہتی ہے۔ برین آدم اسے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازے کو اندر سے بند کر کے جناب تبریزی سے حقیقت معلوم کر لی تھی۔

وہ ہنستی گنگناتی اور رقص کرتی ہوئی بستر پر آ کر گر پڑی۔ محبت وہ ہوتی ہے' جس کے زیرِ اثر ایک دوسرے کو پا لینے کی خواہش ہوتی ہے۔ الپا کے دل میں ایسی محبت نہیں تھی بلکہ ایسی محبت تھی' جو عقیدت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ وہ کسی غرض کے بغیر اس سے محبت بھی کرتی تھی اور اس کی عقیدت مند بھی تھی۔

اسی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ آواز آئی "پلیز سانس نہ روکنا' میں پورس بول رہا ہوں۔"

وہ بولی "تم پہلی بار میرے پاس آئے ہو۔ میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ بائی دا وے کیسے آنا ہوا؟"

"میں پارس کی موت پر افسوس کرنے آیا ہوں کیونکہ تم اسے بہت چاہتی تھیں۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں اسے چاہتی تھی؟"

"پہلے تو شی تارا نے بتایا تھا کہ تم بابا صاحب کے ادارے اور خاص طور پر پارس سے اس لیے محبت کرتی ہو کہ انہوں نے تمہاری زچگی کے وقت دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے دماغ میں گھسنے اور تم پر غالب آنے سے روکا تھا۔"

"بے شک یہ ان لوگوں کا احسان مجھ پر ہے۔ کبھی وقت آئے گا تو اس احسان کا بدلہ چکا دوں گی۔ ان کے احسان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ایک مسلمان سے عشق کرنے لگوں۔"

"شی تارا کے علاوہ ثنا شا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے

بھی یہی کہتے ہیں کہ پارس کے ساتھ تمہارا خفیہ رابطہ رہتا تھا۔"

"تم جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حوالہ دے رہے ہو' یہ سب میرے دشمن ہیں۔ میرے خلاف ایسی ہی بے تکی باتیں کریں گے۔ میں پوری یہودی قوم کی آنکھوں کا تارا ہوں۔ کیا ایک مسلمان سے محبت کرکے اپنی قوم کی نظروں سے گر جاؤں گی۔ مملکتِ اسرائیل میں حکمران بدلتے رہتے ہیں لیکن میرا اقتدار برسوں سے قائم ہے۔ میں یہاں کی بے تاج ملکہ ہوں۔ کیا میں ایسی نادان ہوں کہ ایک مسلمان کی خاطر اقتدار سے محروم ہو جاؤں گی۔"

پورس نے قائل ہو کر کہا۔ "تمہاری باتوں میں وزن ہے۔ تمہارے دشمنوں نے تمہارے خلاف بے تکی باتیں کی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں غلط سمجھا تھا۔"

"کوئی بات نہیں' غلط فہمیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ اب اصل بات بتاؤ' کس لیے آئے ہو؟"

"تعجب ہے۔ تم مجھے خود غرض سمجھ رہی ہو۔ کیا ایک دوسرے سے دوستی یا کم از کم شناسائی نہیں ہونی چاہیے۔"

"تمہاری دوستی خطرے کا سگنل ہے۔ دوستی کی آڑ میں یہ سراغ لگاؤ گے کہ میں اسرائیل میں ہوں یا کسی اور ملک میں؟ پھر وہاں پہنچ کر دوا اسپرے کرو گے اور مجھے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم کر دو گے۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے برسوں سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرتی آ رہی ہو۔ میں تمہارے جیسے اچھے اور تعمیری کام کرنے والوں کا دشمن نہیں ہوں۔ میں اس دوا کے ذریعے ایسے افراد کو ٹیلی پیتھی سے محروم کروں گا جو لالچی اور خود غرض ہیں اور فسادات پھیلاتے رہتے ہیں۔"

"پھر تو تم بہت ہی نیک کام کر رہے ہو۔"

"مجھے اس نیک کام کے لیے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

"میں حاضر ہوں۔ جب بھی میری ضرورت ہوگی' میں نیک کام میں تمہارا ساتھ دوں گی لیکن دور ہی دور سے۔ خیال خوانی کے ذریعے۔"

"کیا ہمارے درمیان دوستی اور اعتماد کا رشتہ قائم نہیں ہو سکتا؟"

"جب ہم دور ہی دور سے ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے تو ہم میں سے کسی کو کسی پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔"

"چلو یہی سہی۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔"

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن آئندہ میں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ ہمارے درمیان ایک آلۂ کار ہوگا جس کے دماغ میں پہنچ کر ہم گفتگو کریں گے۔ تم کسی آلۂ کار کو مقرر کرو۔ تب تک کے لیے رخصت چاہتی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ چلا گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے برین آدم سے کہا "ٹھیک برادر! میں نے آنسو پونچھ لیے ہیں۔ آپ کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں۔ پارس کی موت پر ذرا ... کے لیے جذباتی ہو گئی تھی۔ اب نارمل ہوں۔"

برین آدم نے کہا "الپا! تم بہت ذہین ہو۔ میں نے ... تمہیں ایب نارمل ہوتے دیکھا تھا۔ شکر ہے کہ تم نے خود پر قابو پایا ہے اور اب نارمل ہو۔"

"میں تھوڑی دیر بعد اپنا یہ ملک چھوڑ دوں گی۔ کسی ... ملک میں رہائش اختیار کروں گی۔ پھر آپ سے رابطہ کروں گی۔"

"جاؤ۔ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ خدا ... پورس کو غارت کرے۔ اس کمبخت کی وجہ سے تم اپنا ملک چھوڑ رہی ہو۔ بہرحال تم مجھے بھی یہ نہ بتانا کہ کس ملک کے ... علاقے میں رہائش اختیار کر رہی ہو۔ خدا تمہاری حفاظت کرنے والا ہے۔"

وہ برین آدم سے رابطہ ختم کرکے بڑے افسوس کے ساتھ سوچنے لگی "یہ کیسی دنیا ہے۔ ہم یہاں کھل کر کسی سے محبت نہیں کر سکتے۔ میں یہ کہہ نہیں سکتی کہ پارس کے لیے میرے دل میں ... نیک جذبے ہیں اور اس کے لیے جو پیار ہے' اس میں کتنی ... ہے۔ پوری یہودی قوم یہ برداشت نہیں کرے گی کہ جو الپا ... اسرائیل کا اہم ستون کہلاتی ہے' وہ ایک مسلمان سے محبت کرے اور اس کی عقیدت مند رہے۔ کتنے نادان ہیں یہ دنیا والے!؟ ... ہیں اس طرح محبت دل سے ... نکل جاتی ہے جبکہ یہ اور مضبوطی سے اپنی جڑیں گہری کرتی رہتی ہے۔"

نیپال کے ایک شہر پٹن میں ایک عیسائی میاں بیوی رہتے تھے۔ وہ ایک ہفتے پہلے یروشلم زیارت کے لیے آئے تھے اور اب نیپال واپس جانے والے تھے۔ ان کی ایک بیٹی لندن میں تھی ... بیوہ ہو گئی تھی۔ وہ ایک بچی کی ماں تھی۔ وہ میاں بیوی یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی بیوہ بیٹی مر چکی ہے۔ الپا نے ان میاں بیوی پر تنویمی عمل کیا۔ ان کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ ان کی بیوہ بیٹی سوی زندہ ہے۔ وہ دونوں لندن گئے تھے' وہاں سے اپنی بیٹی سوی اور ننھی نواسی کو اپنے ساتھ نیپال لے آئے ہیں۔

پٹن میں ان کے پڑوسی اور محلے والے سوی کو جانتے تھے۔ پانچ برس پہلے ایک انگریز کی دلہن بن کر لندن گئی تھی۔ اب بیوہ ہو کر ایک ننھی بچی کو گود میں لے کر اپنے میکے پٹن واپس آئی تھی۔ الپا میک اپ کے ذریعے سوی بن چکی تھی۔ اس پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ سوی کے بارے میں وہاں کچھ لوگ جانتے تھے کہ ... ایک دولت مند کی بیوی تھی۔ شوہر کی موت کے بعد بہت سارا ... دولت کے ساتھ پٹن آئی ہے۔

وہاں عیسائی برائے نام تھے۔ مسلمانوں کی بھی تعداد کم تھی۔ ہندو اور بدھ مت والے زیادہ تھے۔ اونچی نیچی پہاڑیوں میں ... مکانات بنے ہوئے تھے۔ برف باری ہوتی رہتی تھی۔ اسرائیل جیسے گرم علاقے میں رہنے والی الپا زیادہ سردی اور برف باری کی عادی نہیں تھی لیکن وہ مضبوط قوت ارادی کی حامل تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ تکلیف برداشت کرے گی اور ایسی ہی جگہ رہے گی' جہاں کسی کو اس کی موجودگی کا شبہ نہیں ہوگا۔

نیپال بظاہر ایک چھوٹا سا آزاد ملک ہے لیکن وہ بھارتی حکومت کے زیر اثر ہے۔ وہاں دنیا کے مختلف حصوں سے سیاح خاصی تعداد میں آتے ہیں لیکن الپا کی معلومات کے مطابق کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ادھر نہیں گیا تھا۔ ہو سکتا ہے' عارضی طور پر کوئی گیا ہو لیکن کسی نے وہاں مستقل رہائش اختیار نہیں کی تھی۔

وہاں سوی کو جاننے والی پرانی سہیلیاں اور دوسرے لوگ اسے مخاطب کیا کرتے تھے اور وہ فوراً ہی ان کے خیالات پڑھ کر ان کے نام اور ضروری معلومات حاصل کر لیتی تھی۔ الپا کو ان سہیلیوں کے نام معلوم ہو گئے تھے۔ ان کے خیالات پڑھ کر مزید معلومات حاصل ہوتی رہتی تھیں۔

جہاں اچھے لوگ ہوتے ہیں' وہاں برے بھی ہوتے ہیں۔ کچھ منچلے ایسے بھی تھے جو اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے کیونکہ وہ حسین اور جوان بیوہ بہت دولت مند سمجھی جا رہی تھی۔ ان میں سے ایک سیٹھ دولت رام تھا' جو اپنی تجوری سے زیادہ دولت چاہتا تھا۔ دوسرا عاشق اس علاقے کا دادا تھا۔ جب وہ بازار جاتی تھی تو وہ اسے چھیڑتا رہتا تھا۔ تیسرا عاشق ایک باڈی بلڈر قد آور جوان وجے تھا' جو اسے چھیڑتا نہیں تھا لیکن دور ہی دور سے اسے اس طرح دیکھتا رہتا تھا کہ وہ بھی اسے کبھی کبھی دیکھنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ اس انتظار میں رہتی تھی کہ وہ کچھ بولے گا تو اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے گی۔

ویسے وہ بہت محتاط تھی۔ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ خواہ مخواہ خیال خوانی نہیں کرے گی۔ کوئی اس سے زیادتی کرے گا تو ایک عام عورت کی طرح اس کا مقابلہ کرے گی یا برداشت کرے گی۔ ہاں کبھی جان پر بن آئے تو پھر مجبور ہو کر ٹیلی پیتھی کا سہارا لے گی۔

اس نے پہلے یہ یقین کر لیا تھا کہ سیٹھ دولت رام اور علاقے کا دادا رگھوناتھ یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ وہ ان کے خیالات پڑھ چکی تھی۔ اس گبرو جوان وجے سے بھی محتاط تھی۔ اسے سمجھ نہیں پائی تھی۔ وہ جسمانی طور پر صحت مند اور چہرے سے بہت ذہین لگتا تھا۔

اس روز وہ اپنی ننھی سی بچی کو اچھی طرح گرم کپڑوں میں لپیٹ کر ایک ڈاکٹر کے کلینک جا رہی تھی۔ رگھوناتھ نے بیچ بازار میں اس کا راستہ روک کر کہا "جانی! یہ جوانی جس کے لیے تھی' وہ مر گیا۔ اب مجھے خیرات میں دے دو۔"

وہ بولی "رگھو! یہاں تمہیں سب ہی خطرناک غنڈا اور قاتل کہتے ہیں۔ یہ تو کوئی تعریف کی بات نہیں ہے۔ تمہیں بدنامی کیوں پسند ہے؟"

"جو مزہ بدنامی میں ہے' وہ نیک نامی میں نہیں۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ پورا علاقہ میرا نام سن کر لرزتا ہے۔ لوگ اس ملک کے راجا سے اتنا نہیں ڈرتے' جتنا کہ مجھ سے خوف کھاتے ہیں۔"

"تم چاہتے ہو کہ میں تم سے ڈر کر اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دوں؟"

"خود کو میرے حوالے نہیں کرو گی تو تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ یہ پورا بازار دیکھتا رہ جائے گا' کوئی تمہیں بچانے والا نہیں آئے گا۔"

"میں ابھی تھانے جا کر تمہارے خلاف رپورٹ لکھواؤں گی۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "کہو تو پورا تھانہ یہاں لے آؤں۔ یہاں کے پولیس والے پہلے ہاتھ جوڑ کر مجھے نمستے کہتے ہیں بعد میں اپنے افسروں کو سیلیوٹ کرتے ہیں۔ میں تمہیں ایک نمونہ دکھاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے الپا کی کلائی پکڑ لی۔ وہ اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "جسے مدد کے لیے بلاتا ہو' اسے بلاؤ۔ اس دھرتی پر تو کوئی سورما نہیں ہے اور بھگوان کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ ایک ابلا ناری کو بچانے کے لیے اوپر سے نیچے آئے۔"

کچھ لوگ رگھو سے کترا کر گزر رہے تھے اور کچھ لوگ دور سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ وجے نے قریب آ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا "رگھو دادا! آپ سے تو دنیا ڈرتی ہے' آپ ایک کمزور عورت کی بھرے بازار میں بے عزتی نہ کریں۔ بھگوان کے لیے اسے چھوڑ دیں۔"

"بھگوان کے لیے کیوں چھوڑ دوں۔ اس کی ضرورت بھگوان کو نہیں' مجھے ہے۔"

پھر وہ الپا سے بولا "دیکھ یہ گبرو جوان ہے۔ کسرت کرتا ہے اور باڈی بلڈر کہلاتا ہے لیکن بزدل ہے۔ کبھی کسی سے لڑتا نہیں ہے' میرے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہے۔"

وہ بولا "بات یہ ہے رگھو دادا! کہ لڑنا جھگڑنا اچھی بات نہیں ہے۔ مرد اس لیے ہوتا ہے کہ عورت کی حفاظت کرے۔ آپ کو بھی یہی کرنا چاہیے۔"

"میں تو نہیں کر رہا ہوں۔ تم مرد ہو تو اسے بچا لو۔"

"بچا تو لوں مگر خواہ مخواہ آپ سے جھگڑا کرنا پڑے گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "سنو لوگو! سنو' یہ ہیجڑا باڈی بلڈر مجھ سے جھگڑا کرنے اور اسے بچانے کی بات کر رہا ہے۔ کیا کہتے ہو' اسے ایک ہاتھ جما دوں؟"

رگھو دادا کے دو چار چیلے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا۔ "گرو! ایک ہاتھ جما دو۔ پھر یہاں کے دوسرے پہلوان بھی تمہارے

نام کی مالا جپنے لگیں گے۔"

رگھو نے ایک ہاتھ اٹھا کر وجے کے منہ پر مارنا چاہا۔ وجے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن جس طرح الپا اس سے ہاتھ نہ چھڑا سکی' اسی طرح وہ وجے کے سامنے ناکام رہا۔ تب رگھو نے الپا کی کلائی چھوڑ کر دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ وجے نے دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ گرفت اتنی مضبوط تھی جیسے دونوں ہاتھ فولادی شکنجے میں آگئے ہوں۔ اس نے خود کو چھڑانے کے لیے سر سے سر پر ٹکر ماری۔ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ ایسا لگا جیسے دیوار سے سر ٹکرایا ہو۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔

لڑائی شروع ہوتے ہی رگھو دادا کی سمجھ میں آگیا کہ وہ پہاڑ کے نیچے آگیا ہے۔ اگر وہ شکست کھائے گا تو برسوں کی دادا گیری مٹی میں مل جائے گی۔

اسی وقت وجے نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بن کر رگھو دادا کے بارہ بجاتا رہا۔ اس نے دونوں ہاتھ چھوڑ کر اس کی ناک پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ چکرا کر گرنے لگا۔ اس کے چیلوں نے اسے سنبھالا۔ پھر ایک چیلے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وجے ایک طرف ہٹ گیا' وہ زمین پر آکر ایک پتھر پر گرا۔ تکلیف سے چیخنے لگا۔ دوسرے چیلے نے حملہ کیا۔ پھر تیسرے چیلے نے بھی حملہ کیا۔ تمام بازار والے حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ وجے پر کسی کا حملہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ایک تربیت یافتہ فائٹر کی طرح بڑی مہارت سے لڑ رہا تھا۔ وہ تمام چیلے تو دو چار ہاتھ کھانے کے بعد ہی بھاگتے ہوئے دور چلے گئے۔ رگھو کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ گرنے کے بعد دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکا۔ وجے نے الپا سے کہا "سومی! تم جاؤ' یہ پھر کبھی نہیں چھیڑے گا۔"

وہ بولی "تم بہت اچھے ہو۔ مرد کو سپاہی بننا چاہیے' غنڈا نہیں۔"

وہ بچی کو سینے سے لگائے کلینک کی طرف جانے لگی۔ اتنی دیر میں اس نے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وجے پہلے بہار کے ایک شہر پٹنہ میں رہتا تھا۔ پچھلے برس اپنی ماں اور جوان بہن کے ساتھ اس علاقے میں آکر رہنے لگا تھا۔ اس کی آمدنی کا ذریعہ یہ تھا کہ وہ وہاں کے جوانوں سے ماہانہ فیس لے کر انہیں باڈی بلڈنگ اور جوڈو کراٹے سکھاتا تھا۔ اس نے بہن کی شادی کر دی تھی۔ وہ دلہن بن کر پھر پٹنہ شہر چلی گئی تھی۔ اب وہ ماں کے ساتھ وہاں رہتا تھا۔ ایک ماہر فائٹر ہونے کے باوجود کسی سے لڑتا جھگڑتا نہیں تھا۔

وجے نے دور بھاگنے والے چیلوں کو بلا کر کہا "اپنے گرو کو اٹھا کر لے جاؤ اور اسے سمجھاؤ کہ یہاں آدمی بن کر رہے۔ پھر کبھی غنڈا بنے گا تو حرام موت مرے گا۔"

وہ اپنے گرو کو سہارا دے کر لے گئے۔ بازار کے تمام لوگ وجے کی تعریفیں کرنے لگے۔ وہ ایک ہوٹل میں آکر بیٹھ گیا۔ چائے کا آرڈر دے کر سوچنے لگا' کون میرے خیالات پڑھ رہا تھا؟ ایک صحت مند جوان عورت ہے۔ چہرے سے بڑی پُراعتماد دکھائی دیتی ہے۔ اس کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ وہ طوفانوں سے لڑتی آئی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک نوجوان ایسا تھا' جس کے دماغ کو جناب تبریزی نے عجوبہ بنا دیا تھا۔ وہ چشم زدن میں اپنا لب و لہجہ بدل کر خود کو مُردہ ظاہر کرتا تھا۔ اپنے دماغ میں نئے لب و لہجے کو نقش کر لیتا تھا۔ کوئی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ اپنی جیسی نئی شخصیت بناتا تھا' شخصیت کے مطابق اس کے چور خیالات اسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ الپا اس کے خیالات پڑھ کر یقین کر چکی تھی کہ وہ وجے کمار ہی ہے۔

پورس نے بلی ڈونا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے سوا کوئی بلی کے دماغ میں نہیں جائے گا جبکہ پارس جا سکتا تھا۔ وہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تو پارس خاموشی سے سنتا رہتا تھا۔ ایک بار پورس نے گفتگو کے دوران میں بلی سے کہا کہ وہ دنیا میں کسی کو دوست نہیں بناتا لیکن اس کا ایک کلاس فیلو وجے کمار اسے بہت پسند ہے۔ اسے موجودہ معاملات سے فرصت ملے گی تو وہ کبھی اس سے ملنے کے لیے نیپال جائے گا۔

پارس اسی تاک میں رہتا تھا کہ پورس کے قریب رہنے کے ذرائع بناتا رہے۔ ایک ذریعہ بلی ڈونا بنی ہوئی تھی۔ اس نے دوسرا ذریعہ وجے کمار کو بنایا۔ وہ چار دن پہلے پٹن آیا تھا۔ وجے کمار کو دیکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے تمام حالات معلوم کر لیے تھے۔

وجے واقعی ایک باڈی بلڈر تھا اور وہاں کے جوانوں کو جوڈو کراٹے وغیرہ سکھاتا تھا۔ بظاہر بہت شریف اور نیک نام تھا لیکن حسن و شباب کا رسیا تھا۔ رات کی تاریکی میں دنیا والوں سے چھپ کر عیاشی کرتا تھا۔

پارس جس دن پٹن پہنچ کر وجے کمار کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اس رات وجے ایک پہاڑی کے ٹیلے کے پیچھے ایک جوان لڑکی کو شکار کر رہا تھا۔ وہ راضی نہیں ہو رہی تھی۔ خود کو اس سے چھڑا کر بھاگ رہی تھی کہ پیر پھسلا اور وہ پہاڑی سے ایک کھائی میں گر کر مر گئی۔

اس بات کا کوئی چشم دید گواہ نہیں تھا کہ وجے کی ہوس کے نتیجے میں ایک معصوم لڑکی جان سے گئی ہے۔ پارس نے وجے کو ٹریپ کر کے اپنے ہوٹل کے کمرے میں بلایا۔ وہ سحر زدہ تھا۔ پارس نے اسے سامنے بٹھا کر اپنا چہرہ تبدیل کیا۔ اس کے ناک نقشے کے مطابق خود کو وجے کمار بنایا پھر اسے ہوٹل سے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ رات کی تاریکی میں چلتا ہوا اسی پہاڑی پر آیا' جہاں سے وہ لڑکی خود کو بچاتے ہوئے پھسل کر گر پڑی تھی۔ وہاں سیکڑوں فٹ گہری کھائی تھی۔ گرنے والوں کو وہاں سے نکالا نہیں جا سکتا تھا۔ اگر ادھر سے کوئی لاش مل بھی جاتی تو چہرے اور جسم کے اتنے ٹکڑے ہو چکے ہوتے کہ وہ پہچانی نہیں جاتی...... وجے نے پارس کی مرضی کے مطابق وہاں سے گہری کھائی میں کود کر جان دے دی۔

اس کے گھر میں صرف ایک ماں تھی۔ بہن سسرال جا چکی تھی۔ اگر وہ ہوتی تو وہ بھی اس پر شبہ نہیں کر سکتی تھی۔ ماں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو سینے سے لگا کر اس کی دھڑکنوں سے یا بدن کی مہک سے یا اس کے کسی بھی انداز سے پہچان لیتی ہے۔ اس نے ماں کے خیالات پڑھ کر اطمینان کر لیا تھا کہ وہ کسی طرح بھی شبہ نہیں کر رہی ہے۔

اس طرح پارس' وجے بن کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اس نے پورس کے قریب رہنے کا ایک اور ذریعہ بنا لیا ہے۔ وہ تو ایک مفروضے کی بنیاد پر اس علاقے میں آیا تھا۔ وہاں کسی دن پورس سے اس کا سامنا ہونے والا تھا لیکن وہ ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ الپا بھی اپنی ٹیلی پیتھی دوا سے محفوظ رہنے کے لیے وہاں چلی آئی ہے۔

وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے دماغ میں آنے والی ہستی کون ہو سکتی ہے؟ کیا سومی پر شبہ کیا جا سکتا ہے؟ وہ ایک بچی کی ماں ہے۔ کیا وہ خیال خوانی کرتی ہوگی؟

اب تک جتنی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں تھیں' پارس نے ان کے متعلق سوچا تو الپا یاد آئی۔ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی' ایک بچی کی ماں تھی۔ اس نے حیرانی سے سوچا' کیا الپا یہاں سومی بن کر روپوش رہنے آئی ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ الپا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ سانس روکنے والی تھی۔ اس نے کہا "میں پارس بول رہا ہوں۔"

"لیکن یہ تمہاری آواز اور لہجہ نہیں ہے۔"

"آواز اور لہجہ بدل کر ہی میں نے دشمنوں کو اپنی موت کا یقین دلایا ہے۔ کیا میں سابقہ آواز میں بولوں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی بھی کسی کی بھی آواز اور لہجے کی نقل کر سکتا ہے۔ پارس کی بھی نقل کی جا سکتی ہے۔"

"ہمارے خاندان والوں کے علاوہ صرف تم ایک ایسی عورت ہو جسے جناب تبریزی نے رازدار بنایا ہے' کیا اب یقین آیا؟"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں۔ یہ بات میرے اور جناب تبریزی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تم ہی جان سکتے ہو۔ یہ بتاؤ کہاں ہو اور کیسے ہو؟"

"میں خیریت سے ہوں۔ لیکن کہاں ہوں' یہ بتا دوں؟ کیا تم بھی بتا دو گی کہاں ہو؟"

"جب مجھ پر اتنا اعتماد کیا گیا ہے کہ تمہارے بارے میں حقیقت بتا دی گئی ہے تو اب میں بھی تم سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاؤں گی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ایک دوسرے کا سامنا نہیں کرتے۔ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ دھوکے سے کوئی بھی کسی کو ٹریپ کر لے گا۔ میں نے بھی آج تک کسی کا سامنا نہیں کیا لیکن اب پورے اعتماد سے تمہارا سامنا کروں گی۔"

"میں جانتا ہوں' تمہارے دل میں میرے لیے اتنی محبت ہے کہ آج تک کسی عورت نے مجھ سے اتنی محبت نہیں کی ہوگی اور مجھے اتنا اعتماد ہے کہ میں تمہیں جہاں بلاؤں گا' تم وہاں چلی آؤ گی۔"

"تمہارا اعتماد درست ہے۔ جہاں بلاؤ گے' جب بلاؤ گے' چلی آؤں گی۔ اور اگر کبھی تمہیں فرصت ملے تو میرے پاس آؤ۔ میں نیپال کے ایک شہر پٹن میں ہوں۔"

"ابھی مجھے فرصت ہے' کیا آجاؤں؟"

وہ خوش ہو کر بولی "تم آؤ گے؟ میرے پاس آؤ گے؟ میں تو خوشی سے مر جاؤں گی۔"

"پھر نہیں آؤں گا۔ میں تمہیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "سچ بتاؤ' کب آرہے ہو؟"

"میں نے کہا نا' ابھی آرہا ہوں۔"

"کس فلائٹ سے آرہے ہو' مجھے بتاؤ۔ میں کھٹمنڈو ائرپورٹ پر تمہیں ریسیو کرنے آؤں گی۔"

"میں تمہیں ائرپورٹ آنے کی زحمت نہیں دوں گا۔ اچانک آکر تمہارے دروازے پر دستک دوں گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوگا کہ میرا گھر کہاں ہے؟ کیا یہاں دوسروں سے پوچھتے پھرو گے؟ جبکہ کوئی یہاں الپا کو نہیں جانتا ہے۔"

"میں کسی سے نہیں پوچھوں گا۔ سیدھا دروازے پر پہنچ کر اس طرح دستک دوں گا' لو سنو۔"

وہ کمرے میں تھی۔ دروازے پر دستک سن کر چونک گئی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی "کون ہے؟"

"یہ بھی خوب رہی۔ اپنے پاس بلا کر پوچھ رہی ہو' میں کون ہوں؟"

وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "نہیں' یہ ناممکن ہے۔ پتا نہیں تم کہاں ہو؟ چند سیکنڈ میں یہاں کیسے پہنچ سکتے ہو؟"

"کیا تم نے دستک کی آواز نہیں سنی؟"

"ہاں۔ مگر کانوں کو دھوکا ہو سکتا ہے۔ پھر دستک دو۔"

اس نے دوسری بار دستک دی۔ الپا کے سینے میں دل اتنی تیزی سے دھڑکنے لگا جیسے اچھل کر باہر آجائے گا۔ اس نے فوراً ہی دروازہ کھول کر دیکھا۔ سامنے وجے کمار کھڑا ہوا تھا۔

وہ تعجب سے بولی "تم؟"

"ہاں' جب میں تمہاری خاطر رگھو دادا سے لڑ رہا تھا تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ مجھے اسی وقت شبہ ہوا کہ ایک بچی کی ماں جو خیال خوانی کرنا جانتی ہے' وہ الپا ہی ہو سکتی ہے۔"

وہ بے یقینی سے وجے کمار کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اندر آکر بولا۔ "میں دنیا کے لیے وجے کمار ہوں لیکن تمہارے لیے پارس۔"

وہ قریب آکر اسے چھو کر بولی "میں نے تمہارے چور خیالات پڑھے تھے۔ چور خیالات کے ذریعے حقیقت نہیں چھپتی۔ پھر تم کیسے چھپے رہے اور خیالات کے ذریعے وجے کمار ثابت ہوتے رہے؟"

"یہ میری کھوپڑی کا کمال ہے۔ تمہیں یقین دلانے کے لیے پھر جناب تبریزی کا حوالہ دے رہا ہوں۔ تم پہلی یہودی عورت ہو جس پر ہم نے اعتماد کیا ہے اور تمہیں رازدار بنا کر میرے زندہ رہنے کی حقیقت بتائی ہے۔"

یہ راز کسی وجے کمار کو معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ الپا خوشی سے چیختی ہوئی پارس کی گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ پھر خوشی کے مارے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس کی مسرتوں اور آنسوؤں کی سچائی کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جن کا کوئی محسن موت کے بعد اچانک زندہ ہو کر چلا آیا ہو۔

○☆○

سوامی تلک رام بھاٹیا بستر کے کنارے دونوں ہاتھ جوڑے کھڑا ہوا تھا اور شی تارا کے ساکت جسم کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی موت کی تصدیق ہو گئی تھی۔

وہ شی تارا جو کبھی دیوی کہلایا کرتی تھی اور یوں ناقابلِ شکست کہلانا چاہتی تھی جیسے موت سے بھی کبھی شکست نہیں کھائے گی۔ اکثر زندہ رہنے والوں کو یہ خوش فہمی رہتی ہے کہ وہ زندہ رہنے کے لیے آئے ہیں۔ زندہ ہی رہیں گے، لیکن موت اچانک آکر دبوچ لیتی ہے تو پھر اپنی خوش فہمی پر پچھتانے کے لیے ایک ساعت کی زندگی بھی نہیں ملتی۔

وہ مر چکی تھی اور اپنا خوب صورت جسم چھوڑ گئی تھی۔ جسم خوب صورت ہو یا بدصورت تمام مرنے والے اس دنیا میں اپنا جسم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ وہ جسم ایک خالی ڈبے یا خالی بوتل کی طرح قبرستان میں دفن کر دیا جاتا ہے یا چتا کی آگ میں پھینک دیا جاتا ہے۔

بستر پر شی تارا کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے پھیلے ہوئے دیدے بالکل ساکت تھے۔ مُردے پلک نہیں جھپکتے لیکن اچانک دیدوں میں حرکت ہوئی۔ اس بدن نے ایک گہری سانس لی۔ سوامی نے خوش ہو کر اسے دیکھا۔ پھر دادی ماں کو اس دنیا میں خوش آمدید کہنے کے لیے بولا "منگل لم۔ سواگتم نیا جنم..... منگل لم، سواگتم نیا جنم....."

اس نیا جنم لینے والی کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ وہ بے آواز پرارتھنا میں مصروف تھی۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دیکھا۔ ہاتھ جوان تھے، خوب صورت تھے۔ وہ خوش ہو کر اپنے چہرے کو چھو کر دیکھنے لگی۔ یقین کرنے لگی کہ ڈیڑھ سو برس پرانا، سڑا گلا جسم مردہ ہو چکا ہے اور اب اسے یہ جوان اور خوب صورت جسم مل گیا ہے۔

وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ پھر بستر سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی قد آدم آئینے کے سامنے آئی۔ خود کو اِدھر اُدھر سے چھو کر کہنے لگی "میں جوان ہوں، خوب صورت ہوں۔ میں بوڑھی نہیں ہوں۔ اب میں اس آشرم سے باہر جایا کروں گی۔ اب مجھے شرم نہیں آئے گی۔ جب میں بوڑھی، ہڈیوں کا ڈھانچا نہیں رہی تو شرم کیسی آئے گی۔"

اس نے پلٹ کر سوامی تلک رام بھاٹیا کو دیکھا۔ وہ حیرت اور مسرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "میرے پوتے! میرے بچے! تلک رام، آ میرے گلے لگ جا۔"

وہ آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ کر بولا "آپ اتنی جوان ہو گئی ہیں کہ دادی ماں نہیں لگتیں۔ میں آپ کو دادی ماں کہوں گا تو لوگ ہنسیں گے۔"

"لوگوں کے سامنے دادی ماں کہنا ضروری نہیں ہے۔ جو ہمارا رشتہ ہے، وہی رہے گا۔ تم تنہائی میں دادی ماں کہا کرو گے۔"

وہ دادی ماں سے الگ ہو کر بولا "آپ کے کمرے میں آپ کی بوڑھی لاش پڑی ہوئی ہے۔ اس کا انتم سنسکار کرنا ہے۔"

"ہاں چلو۔ میں یہ تماشا بھی دیکھوں گی۔ میرے سامنے میری ہی چتا جلائی جائے گی۔"

آشرم میں سب کو اطلاع دی گئی کہ دادی ماں کا دیہانت ہو چکا ہے۔ وہاں بھگتی اور ریاضت کرنے والے آشرم کے ایک کونے میں صندل کی لکڑیاں لا کر جمع کرنے لگے۔ پھر بوڑھی دادی ماں کی ارتھی اٹھائی گئی۔ اس کے بعد اس بوڑھے جسم کو صندل کی لکڑیوں پر لٹا کر آگ لگا دی گئی۔

کریا کرم کے بعد وہ دونوں پھر اپنے کمرے میں آگئے۔ سوامی نے پوچھا "بڑی ہستیاں جب مر جاتی ہیں تو یادگار کے طور پر ان کی سادھی بنائی جاتی ہے۔ کیا آشرم میں آپ کی سادھی بنائی جائے؟"

وہ بولی "مجھ سے عقیدت رکھنے والے تم سے یہی تقاضا کریں گے کہ میری سادھی بنائی جائے۔ تم ان کی یہ خواہش پوری کر دینا۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ تو صرف تم جانتے ہو کہ میں زندہ ہوں۔"

"دادی ماں! آپ کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے شی تارا زندہ ہو اور ابھی وہ اپنے بارے میں کچھ بولنے لگے گی۔"

"ہاں۔ دنیا والے بھی دھوکا کھائیں گے۔ مجھے شی تارا سمجھیں گے لیکن میں نیلماں ہوں۔ یہ نام مجھے ڈیڑھ سو برس سے پیارا ہے۔ میں نیلماں ہی کہلاؤں گی۔ لوگ رفتہ رفتہ تسلیم کر لیں گے کہ میں شی تارا نہیں ہوں۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں جناب تبریزی اور آمنہ فرہاد روحانیت کے حامل ہیں۔ کیا انہیں معلوم ہو سکے گا کہ آپ نے شی تارا کا یہ جسم کس طرح حاصل کیا ہے؟"

نیلماں نے کہا "وہ دونوں عبادت اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ دنیاوی معاملات میں دلچسپی نہیں لیتے ہیں اسی لیے آمنہ ایک بار فرہاد کو طلسمی کمرے سے نکالنے کے بعد دوسری بار فہمی کی مدد کے لیے نہیں آئی تھی۔ وہ لوگ روحانیت کے سلسلے میں بڑے زندہ رہتے ہیں۔ شاید وہ میرے معاملے میں کسی سے کچھ نہیں بولیں گے اور اگر بولیں گے تو دیکھا جائے گا۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم اپنی وہی ذمے داری پوری کرو۔ اگر سونیا اور فرہاد بابا صاحب کے ادارے میں ہیں تو انہیں ایران واپس نہ جانے دو۔ انہیں روکنے کی کوئی تدبیر کرو۔ اس سلسلے میں جب بھی میری ضرورت ہوگی، میں تمہاری مدد کے لیے چلی آؤں گی۔"

"وہ دونوں ایران میں نہیں ہیں اور چالیس دنوں تک ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔ آپ کی اجازت ہو تو میں خود ایران جاؤں۔ وہاں حکومت کے جو اہم عہدے دار ہیں، ان کے روبرو جا کر انہیں آسانی سے ٹریپ کر سکوں گا۔"

"ہاں۔ میدان خالی ہے۔ تمہیں وہاں جانا چاہیے۔"

"آپ نے ایک نئی زندگی حاصل کی ہے۔ اب آپ کیا کرنا چاہیں گی؟"

"مجھے وہ لڑکی فہمی بری طرح کھٹک رہی ہے۔ میں اس سے انتقام لوں گی۔ اسے مصیبتوں کی ایسی دلدل میں پھینکوں گی جہاں سے وہ کبھی نکل نہیں سکے گی۔ وہ زندہ رہ کر موت سے بدتر زندگی گزارتی رہے گی۔"

وہ اپنے پوتے کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آئی۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے اس نے تھوڑی دیر پوجا کی۔ نئی زندگی اور جوان جسم پانے کے سلسلے میں بھگوان کا شکر ادا کیا۔ پھر فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ یوگا کا ایک آسن اختیار کر کے اپنے اندر سے آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگی۔ جب وہ جسم سانس سے بالکل خالی ہو گیا تو آتما شکتی کے ذریعے وہ بالکل ساکت ہو گئی۔ جیسے وہ جسم مردہ ہو گیا ہو۔ اس کے جسم سے آتما نکل کر پرواز کرتی ہوئی فہمی کو تلاش کرنے لگی۔

وہ آتما پہلے لاہور پہنچی لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ آتما پلک جھپکنے سے پہلے ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہزاروں لاکھوں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتی ہے۔ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کے چپے چپے پر گئی۔ پہاڑوں اور سمندروں میں دیکھا لیکن فہمی دکھائی نہیں دی۔

آخر اس کی آتما واپس آکر پھر اس کے ساکت جسم میں داخل ہو گئی۔ اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ بند کمرے میں ایک جانب تکتے ہوئے سوچنے لگی۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا وہ اس دنیا میں نہیں رہی ہے؟ اور اگر ہے تو پھر اس کی آتما کو وہ نظر کیوں نہیں آئی؟

ایک خیال آیا، کیا اس نے روپ بدلا ہے؟ میک اپ کے ذریعے چہرے میں تبدیلیاں کی ہیں؟

وہ ایسا کر سکتی ہے لیکن آتما اصل ہوتی ہے اور اصل کو ہزار بہروپ میں بھی دیکھ لیتی ہے؟ اگر فہمی میک اپ کے ذریعے چہرہ تبدیل کر لیتی تب بھی نیلماں کی آتما اسے پہچان لیتی۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ وہ پوری دنیا میں کہیں نظر نہیں آئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے فہمی کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے فوراً سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو واپس آنا پڑا۔ یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ اس دنیا میں ہے، مگر کہاں ہے؟

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا شی تارا کے جوان جسم میں سمانے کے بعد میری آتما شکتی میں کوئی کمی آگئی ہے؟ میری آتما اس جوان جسم سے پرواز تو کرتی ہے لیکن مطلوبہ ہستی کو ڈھونڈ نہیں پاتی ہے۔ میرا خیال ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل وہ بے مثال ذہانت والی ہے۔ اپنی ذہانت سے اس نے ایسا کچھ کیا ہے کہ کالے جادو کی طرح میری آتما کو بھی دھوکا دے رہی ہے۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی پھر فہمی کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "سانس نہ روکو۔ میری بات سن لو۔ میں ہمزاد بول رہی ہوں۔"

فہمی نے سانس روک کر پھر اسے بھگا دیا۔ دادی اور پوتے میں اتنی شکتی تھی کہ وہ بڑے سے بڑے یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے۔ پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ نیلماں اس کے دماغ کے اندر جانے میں ناکام ہو رہی تھی اور اس کے سانس روکنے سے باہر نکل آتی تھی۔

وہ سانس روک کر اسے بھگانے میں کامیاب ہو رہی تھی تو اس کا تعلق ذہانت سے نہیں تھا۔ کسی غیر معمولی علم کے ذریعے وہ ایسا کر سکتی تھی اور ایسا روحانی عمل سے ہی ہو سکتا تھا۔

پھر نیلماں نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ ناگواری سے بولی "کون ہے تو؟"

اسے آواز سنائی دی "وہی، جسے تُو تلاش کر رہی ہے۔"

"کیا تُو فہمی ہے؟"

"ہاں۔ میں علی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں ہوں اور ابھی جناب تبریزی کے حجرے میں ہوں۔ تُو اپنی پوری آتما شکتی کا زور لگا لے، اس حجرے تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"کیا تُو مجھ سے بچنے کے لیے ساری زندگی اس حجرے میں گزار دے گی؟"

"نہیں۔ تیرے لیے خوش خبری ہے۔ میں کسی دن، کسی وقت تیرے آشرم میں پہنچنے والی ہوں۔"

"میں حیران ہوں کہ تُو میری آتما شکتی سے ٹکرانے آئے گی لیکن افسوس! میں نہیں رہوں گی۔ آج یہ آشرم چھوڑ کر واشنگٹن

جارہی ہوں۔"

"تُو کہیں بھی جائے گی' موت تیرے پیچھے آئے گی۔ ہر آہٹ پر کان رکھنا۔ ان میں سے کوئی بھی آہٹ میری آمد کی ہوگی۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ غصے سے اس کی بات کا جواب دینے کے لیے اس کے دماغ میں گئی مگر پہلے کی طرح بھگادی گئی۔

اس نے اپنے پوتے کو مخاطب کیا۔ وہ ایران جانے کے لیے سفر کی تیاریاں کررہا تھا۔ اس نے پوتے کو بتایا کہ فہمی پھر چالاکی دکھارہی ہے۔ اس کی آتما شکتی سے بچنے کے لیے جناب تبریزی کے حجرے میں چلی گئی ہے اور اب چیلنج کررہی ہے کہ وہ خود اس کی موت بن کر اس کے پاس پہنچنے والی ہے۔

سوامی نے کہا "دادی ماں! ایک طویل عرصے سے فرہاد کی فیملی خطرناک ثابت ہورہی ہے۔ میں آپ کی لمبی عمر چاہتا ہوں۔ میرا ایک مشورہ مان لیں۔ فی الحال فہمی سے دور رہیں۔"

"بیٹے! میری عمر لمبی ہوتی رہے گی۔ میں تمہیں یہ کہنے آئی ہوں کہ آئندہ ہمیشہ ایک جوان اور خوب صورت لڑکی کے ساتھ رہا کرو۔ جب بھی میں خطرہ محسوس کروں گی' تم میرے دماغ میں آکر میرے حالات معلوم کرتے رہو گے۔ جیسے ہی کوئی میرے موجودہ جسم کو ہلاک کرے گا' تم اپنے ساتھ رہنے والی لڑکی کو ہلاک کرو گے۔ اس طرح میری آتما اس لڑکی کے اندر جائے گی اور پھر مجھے نئی زندگی اور نیا جسم مل جائے گا۔"

"میں آپ کی ہدایات پر عمل کرتا رہوں گا۔ ایک بات میں سوچ رہا ہوں کہ آپ آتما کے ذریعے فہمی کو تلاش کررہی تھیں۔ وہ تو کسی طرح چھپ گئی لیکن دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کی آتما سے چھپ نہیں سکیں گے۔ جبکہ وہ سب اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے خوف سے روپوش ہوگئے ہیں۔ اس طرح آپ یہ دوا اسپرے کرنے والے پورس کو بھی ڈھونڈ کر اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہیں۔"

"میں فہمی سے انتقام لینے کی دھن میں پورس کو نظرانداز کررہی تھی لیکن عقل یہی کہتی ہے کہ پہلے پورس کو ڈھونڈ کر اس پر قابو پایا جائے اور اس سے وہ دوا چھین لی جائے۔"

"پلیز دادی ماں! پورس ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ آپ ابھی اسے تلاش کریں۔ وہ دوا ہمارے ہاتھ لگے گی تو آپ فہمی کو ٹیلی پیتھی سے محروم کرسکیں گی۔"

نیلماں نے پھر سانس روک کر آتما شکتی کے ذریعے اپنی آتما کو جسم سے باہر نکالا اور پورس کو تلاش کرنے لگی۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ پورس بھی نظر نہیں آیا۔ اس آتما نے الپا اور نتاشا کو بھی تلاش کیا۔ وہ بھی اس کی آتما کو نظر نہیں آئیں۔ پھر اس نے ایک جانے پہچانے امریکی فوجی افسر کو تلاش کیا تو وہ واشنگٹن کے قریب آرمی ہیڈ کوارٹر میں نظر آگیا۔

اس کی آتما جسم میں واپس آگئی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں کھول کر سوچا' ایسا کیوں ہورہا ہے؟

بات جلد ہی سمجھ میں آگئی۔ وہ امریکی فوجی افسر میں نہیں تھا۔ اپنی اصل صورت شکل میں تھا' اس نے اسے دیکھ لیا۔ پورس' الپا اور نتاشا وغیرہ جتنے ٹیلی پیتھی والے تھے' وہ ایک دوسرے سے چھپنے کے لیے اور خاص اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے محفوظ رہنے کے لیے دنیا کے مختلف میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے چہروں پر ایسا مستقل کیا تھا کہ صورت کے ساتھ شخصیت بھی بدل گئی تھی۔ پہچانے نہیں جاتے تھے۔

آتما سے اصلیت نہیں چھپتی لیکن نیلماں کی آتما سے چھپ گئے تھے۔ وہ کسی کو پہچان نہیں پائی تھی۔ اس کا مطلب کہ اس کی آتما شکتی میں کوئی کمی یا کمزوری پیدا ہوگئی تھی۔ ایک جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں جاکر رہنا پڑا تو اس باعث کوئی فرق پیدا ہوگیا تھا۔

وہ جسم تو شی تارا کا تھا۔ دھڑکنے والا دل اور سوچنے سمجھنے دماغ بھی شی تارا کا تھا۔ نیلماں کے ڈیڑھ سو برس پرانے آتما شکتی کی جو شدت تھی' وہ شدت شی تارا کے دماغ میں ہوسکتی تھی۔ دل اور دماغ کی تبدیلیوں کے باعث نیلماں کی جو شکتی تھی' اس میں کمی آگئی تھی۔

فی الحال نیلماں کی سمجھ میں یہی بات آرہی تھی اور عقل سمجھارہی تھی کہ آئندہ وہ شی تارا کا جسم چھوڑ کر کسی تیسرے چوتھے جسم... میں جاتی رہے گی تو اس کی آتما شکتی میں بتدریج ہوتی جائے گی۔ لہٰذا اس کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ شی کے جسم کو کبھی نقصان نہ پہنچنے دے۔ کبھی اس جسم کو قتل نہ دے۔ اس طرح موجودہ آتما شکتی باقی رہے گی ورنہ بار بار جسم سے وہ زندہ تو رہے گی لیکن وہ خطرناک نیلماں نہیں رہے آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اب بھی اتنی شکتی رہ گئی وہ اپنی روح کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنے جسم میں واپس لے آتی تھی۔

اب وہ پابند ہوگئی تھی۔ آئندہ اپنی شکتی کو برقرار رکھنے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ شی تارا کے جسم کو کبھی نقصان نہ دے۔

○☆○

پارس اور پورس کے درمیان کسی نہ کسی دن کھل کر ہونے والی تھی۔ وہ آخر ہوگئی۔ دشمنی کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ لیلی ڈونا تھی۔

جو دشمنی درپردہ تھی' وہ لیلی ڈونا کے باعث ظاہر ہوگئی۔ سے زر' زن اور زمین کے لیے لڑائی اور خون خرابا ہوتا آیا ہے بھی اس طرح پورس کے حواس پر چھاگئی تھی کہ اس نے اسے پارس سے چھین لیا تھا لیکن اسے جیت لینے کے باوجود

حسینہ کے ساتھ ایک لمحہ بھی گزارنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اگر وقت گزارنے کے لیے ایک عورت کی ضرورت ہوتی تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے کتنی ہی حسیناؤں سے خفیہ طور سے مل سکتا تھا لیکن جسے حاصل کرنے کے لیے دل ودماغ میں دیوانگی پیدا ہوجاتی ہے پھر اس ایک حسینہ کے سامنے دنیا کی حسین ترین بھی ہیچ ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح لیلی ڈونا کے حسن وشباب اور اس کی اداؤں نے پورس کو دیوانہ بنادیا تھا۔

وہ اپنی دوسری مصروفیات کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے لیلی ڈونا کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی چالاک دشمن چھپ کر اس کے دماغ میں آتا ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی خفیہ رہائش گاہ کی نگرانی کی جارہی ہو؟

لیلی سے جب بھی دماغی رابطہ ہوتا تھا وہ یہی کہتی تھی۔ "میں کب تک تنہا رہوں گی۔ تم مجھ سے پیار جتاتے ہو' مگر آتے نہیں ہو۔"

"لیلی! یقین کرو۔ میں تمہارے لیے تڑپ رہا ہوں لیکن تمہارے لیے دیوانگی میں بھی عقل سے کام لے رہا ہوں۔ ہم جذباتی ہوکر ذرا سی بھی غلطی کریں گے تو ساری عمر پچھتاتے رہیں گے۔"

"تم نے جیسا تنویمی عمل مجھ پر کیا ہے اس کے بعد کوئی میرے اندر نہیں آسکتا اور تم کئی بار دیکھ چکے ہو کہ میری خفیہ رہائش گاہ کی کوئی نگرانی نہیں کررہا ہے۔ پھر کس بات کا اندیشہ رہ گیا ہے؟"

"تم درست کہتی ہو۔ کوئی اندیشہ نہیں رہا ہے۔ اگر میں اپنی عادت کے مطابق خواہ مخواہ اندیشوں میں مبتلا رہوں گا تو تم سے کبھی مل نہیں پاؤں گا۔"

"پلیز! اپنے دل سے اندیشے نکال دو۔ چلے آؤ' یہ ایسی جگہ ہے کہ یہاں تمہارے سوا کوئی نہیں آسکے گا۔"

"پچھلی رات میں تمہیں یاد کرتا رہا اور تڑپتا رہا۔ پھر میں نے تم سے ملنے کی ایک تدبیر سوچی ہے۔"

"سچ؟" وہ خوش ہوکر بولی "کیا تم اس تدبیر پر عمل کرو گے؟"

"ہاں۔ مگر پہلی بنیادی بات یہ سمجھ لو کہ ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔ مجھے یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ میں اپنی موجودہ پناہ گاہ میں محفوظ ہوں۔ اس طرح تم بھی ہزار یقین کے باوجود سمجھ لو کہ تم محفوظ نہیں ہو۔ میں چاہتا ہوں' تم اچانک وہ جگہ چھوڑ کر انڈیا جاؤ۔"

"کیا تم انڈیا میں ملو گے؟"

"ہاں ممبئی شہر میں میرے کئی خفیہ ٹھکانے ہیں۔ میرے لیے اطمینان کی بات یہ ہے کہ تم جس فلائٹ سے انڈیا جاؤ گی میں اسی فلائٹ میں نادیدہ بن کر رہوں گا۔ اگر تمہاری نگرانی ہوگی... تو میں تعاقب کرنے والوں کو تاڑ لوں گا۔ یہاں سے ممبئی شہر تک مجھ سے کوئی دشمن چھپا نہیں رہے گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "یہ تو فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتی ہوں کہ انڈیا جانے کے لیے کون سی پہلی فلائٹ ہے؟"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ پورس سوچنے لگا "یوں بھی انڈیا جانا ضروری ہے۔ میرے پاس دوا کا فارمولا محفوظ ہے۔ اس پر کام کرانے کے لیے مجھے بہت ہی قابل اور تجربہ کار ڈاکٹروں پر تنویمی عمل کرنا ہوگا۔ پھر وہ میرے تابعدار بن کر اس فارمولے کے مطابق دوا تیار کریں گے اور ایسے تجربات کریں گے کہ دوا کا اثر عارضی نہ رہے' پائیدار ہوجائے۔"

فرانس میں یہ تجربہ ہوچکا تھا۔ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر وہ دوا اسپرے کی گئی تھی' وہ بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہے تھے۔ پھر ان کی یہ صلاحیتیں بحال ہوگئی تھیں۔ اس کے بعد وہ پھر اس علم سے محروم ہوگئے تھے۔ پورس نے سمجھ لیا تھا کہ اس شاطر نے دوبارہ دوا اسپرے کی ہے تاکہ فرانس کے اکابرین ان پر غالب آجائیں پھر انہوں نے ان پر غالب آکر ان سب کو ہلاک کردیا تھا۔

دوسری بار اس شاطر نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جان ریکسن پر دوا اسپرے کی تھی۔ جان ریکسن اپنے ملک کے بہت سے راز جانتا تھا۔ وہ شاطر اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرسکتا تھا کہ پورس اور امریکا کے درمیان دوستی ہوچکی ہے اور پورس آئندہ امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ رہے گا۔

امریکی اکابرین یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ راز جان ریکسن کے دماغ سے اس شاطر کو معلوم ہو۔ انہیں جیسے ہی معلوم ہوا کہ جان ریکسن ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوچکا ہے' اسے امریکی فوجیوں نے فوراً گولی ماردی۔

پورس نے امریکی اکابرین سے کہا "ہمیں سب سے پہلے اس شخص کا سراغ لگانا ہے' جس نے میری لیبارٹری سے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چرائی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس بارے میں ہم اس خیال سے متفق ہیں کہ وہ دوا فرہاد نے چرائی ہے۔"

پورس نے کہا "یہ ہمارا خیال ہے اور خیال غلط بھی ہوسکتا ہے۔ ہمیں صرف فرہاد پر شبہ نہیں کرنا چاہیے ورنہ ہم فرہاد کے پیچھے دوڑتے رہ جائیں گے اور اصل چور ہماری گرفت سے بچا رہے گا۔"

"یہ بھی درست ہے۔ چور کوئی دوسرا بھی ہوسکتا ہے۔ ہمیں اس کا سراغ لگانا چاہیے۔"

پورس نے کہا "آپ لوگوں نے مجھے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا ہے۔ تمیں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ماتحت ہیں۔ میں ان سب کو اس چور کی تلاش پر مامور کروں گا۔ وہ دوا انڈیا سے چرائی گئی ہے اور دوا کا پہلا استعمال فرانس میں ہوا ہے۔ دوسری بار امریکا میں جان ریکسن پر دوا اسپرے کی گئی ہے۔ لہٰذا

پہلے ان تین ممالک میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس چور کا سراغ لگائیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "فرانس میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کردیا گیا ہے۔ اب وہاں کچھ نہیں بچا ہے۔ وہاں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیوں بھیجا جائے؟"

پورس نے جواب دیا "اس لیے کہ اس چور کا تعلق فرہاد کی فیملی سے نہیں ہے تو وہ اس کوشش میں ہوگا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں کسی مکاری سے دوا اسپرے کرے۔ بابا صاحب کا ادارہ فرانس میں ہے۔ وہ چور ادارے کے قریب پایا جاسکتا ہے۔

"وہ انڈیا میں بھی پایا جاسکتا ہے۔ اسے یقین ہوگا کہ میں دوسرے ڈاکٹروں سے کسی دوسری لیبارٹری میں پھر ویسی ہی دوا تیار کراسکتا ہوں۔ اس لیے وہ وہاں میری تاک میں رہ سکتا ہے۔ اور یہ ابھی کل کی بات ہے کہ اس نے جان ریکسن پر دوا اسپرے کی تھی۔ لہٰذا وہ امریکا میں بھی ہوسکتا ہے۔"

"مسٹر پورس! آپ کی باتوں سے ظاہر ہے کہ آپ ویسی ہی دوسری دوا انڈیا میں تیار کریں گے۔ جبکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ شاطر چور وہاں موجود ہوسکتا ہے۔"

"میں ڈبل گیم کھیلنے والا ہوں۔ ایک طرف بڑی رازداری سے وہ دوا تیار کرواؤں گا۔ دوسری طرف یہ ظاہر کروں گا کہ میری اس پہلی لیبارٹری میں وہی دوا دوسری بار تیار ہورہی ہے۔ جب یہ بات پوشیدہ نہیں رکھی جائے گی تو وہ شاطر چور اسے حاصل کرنے کے لیے پھر اس لیبارٹری میں گھسنے کی کوشش کرے گا۔"

"مسٹر پورس! آپ عمدہ پلاننگ کررہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ دوسری دوا تیار ہونے تک وہ کمبخت ضرور پکڑا جائے گا۔"

ایک حاکم نے پوچھا "بائی دا وے' آپ انڈیا کب جارہے ہیں؟"

"آج یا کل کسی بھی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔"

بلی ڈونا نے اسے بتادیا تھا کہ وہ کس فلائٹ سے انڈیا جارہی ہے۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ نادیدہ بن کر اس کے ساتھ سفر کرے گا اور اگر دشمن تعاقب میں ہوں گے تو وہ سفر کے دوران میں انہیں پہچان لے گا۔

دوسری صبح بلی نیویارک پہنچی۔ وہاں ائرپورٹ پر ہی اسے اپنے قریب پورس کی سرگوشی سنائی دی "میری جان! میں آگیا ہوں اور اب تمہارے ہی ساتھ رہوں گا۔"

وہ خوش ہوکر مسکرانے لگی۔ پورس نے کہا "یوں مسکرانے کی نادانی نہ کرو۔ اگر دشمن دیکھ رہے ہوں گے تو سمجھ لیں گے کہ تم خیال خوانی کرنے کے دوران میں کسی بات پر مسکرا رہی ہوگی۔ لہٰذا تم ہی بلی ڈونا ہوسکتی ہو۔"

واقعی دشمن اسے پہچان سکتے تھے۔ وہ سنجیدہ ہوگئی۔ پھر مقررہ وقت پر طیارے کے اندر آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پورس طیارے میں آنے والے ایک ایک مسافر کو توجہ سے دیکھ رہا تھا اور دشمن کو پہچان لینے کی کوشش کررہا تھا۔

پچھلی بار جب پورس وہ دوا لانے کے لیے انڈیا جارہا تھا تو پارس نے اسی طرح نادیدہ بن کر اس کا تعاقب کیا تھا۔ پھر کر پورس کو دھوکا دے کر وہ دوا حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

اس بار پورس نادیدہ بن کر بلی کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر باتیں کررہے تھے۔ وہ ہر مسافر کے قریب جاکر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر ان کے دماغوں میں جا کر ان کی اصلیت معلوم کررہا تھا۔

بلی کے پیچھے والی سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ صحت مند اور قد آور تھا۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی سے پتا چلتا تھا کہ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ پرواز کے دوران میں مسافروں کے لیے شراب اور کولڈ ڈرنک کی ٹرالی آئی تو اس نے کولڈ ڈرنک کی ایک بوتل اٹھائی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ شراب نہیں پیتا تھا لہٰذا یوگا کا ماہر ہوسکتا تھا۔

پورس اس کے دماغ میں نہیں گیا۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا شخص بیئر پی رہا تھا۔ پورس نے اس کے اندر جاکر اسے بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے پوچھا "آپ بیئر یا وہسکی نہیں پیتے ہیں؟"

وہ اپنی بھاری بھرکم آواز میں بولا "میں مسلمان ہوں۔ نشے کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ میرا خیال ہے' اس کے بعد تم میرا نام پوچھو گے۔ میرا نام سلطان زنگی ہے۔ میرے پاس بے انتہا دولت ہے۔ مجھے جاننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ میں کوئی بہت بڑا بزنس مین یا بہت بڑا اسمگلر ہوں مگر میں خود نہیں جانتا کہ میرے پاس بے شمار دولت کہاں سے آتی ہے؟ جبکہ میں بزنس مین یا اسمگلر نہیں ہوں۔ تم سوچو کہ میں کیا ہوسکتا ہوں اور تقریباً ایک گھنٹے تک سوچتے رہو کیونکہ میں ایک گھنٹے تک بالکل خاموش رہوں گا اور یہ نہیں چاہوں گا کہ کوئی مجھے مخاطب کرے۔"

سلطان زنگی اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا۔ پھر بوتل پیتے ہوئے ایک طرف یوں تکنے لگا جیسے کچھ سوچ رہا ہو یا خیال خوانی کررہا ہو۔

پورس نے بلی کے پاس آکر کہا "تمہارے پیچھے والی سیٹ پر ایک قد آور' صحت مند شخص بیٹھا ہے۔ اس کا نام سلطان زنگی ہے۔ وہ شراب نہیں پیتا ہے۔ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر سے کہا ہے کہ وہ ایک گھنٹے تک خاموش رہے گا لہٰذا اسے مخاطب نہ کیا جائے اور اب وہ خاموشی سے خلا میں تک رہا ہے جیسے خیال خوانی کررہا ہو۔"

بلی نے کہا "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کبھی کسی سلطان زنگی کا نام نہیں سنا ہے۔ کیا تم کسی سلطان زنگی کو جانتے ہو؟"

"نہیں' یہ میرے لیے بھی اجنبی ہے۔ ہوسکتا ہے' فرضی نام ہو اور شاید اس نے میک اپ کے ذریعے اپنا اصلی چہرہ چھپایا ہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ میرے پیچھے لگا ہے؟"

"ابھی یقین سے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ میں اس پر نظر رکھوں گا۔ تم واش روم جانے کے بہانے اٹھو اور اسے دیکھ لو تاکہ یہ تمہاری بھی صورت آشنا رہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھنے لگی۔ پورس نے کہا "ذرا ہوشیاری سے۔ تمہاری کسی حرکت سے اسے شبہ نہ ہو۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے ٹائلٹ کی طرف جانے لگی۔ اس وقت بھی وہ خلا میں تک رہا تھا اور کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس قدر خیالوں میں غرق تھا کہ بلی کو بھی اپنے قریب سے گزرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

بلی نے کہا "میک اپ سے چہرہ چھپایا جاسکتا ہے۔ قد' جسامت اور ڈیل ڈول کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ میں ایسے بھاری بھرکم شخص کو پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

"میں دوا کی چوری کے سلسلے میں پہلے تو فرہاد پر شبہ کررہا ہوں اور فرہاد ایسی بھاری جسامت والا نہیں ہے۔ اگر یہ فرہاد' یا کسی شاطر چور کا آلۂ کار ہوگا تو اب مجھ سے چھپا نہیں رہے گا۔ میں نادیدہ رہ کر اس کے ساتھ رہوں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کہاں جاتا ہے؟ کس سے ملتا ہے اور ممبئی شہر کس لیے جارہا ہے؟"

"تم نادیدہ بن کر اس کے ساتھ رہو گے؟ میں اس شہر میں تنہا کہاں جاؤں گی۔"

وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر آگئی۔ پورس نے کہا "میں بھی آرہا ہوں۔"

وہ دونوں اندر آئے۔ بلی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ تب پورس نمودار ہوگیا۔ بلی خوش ہوکر اس سے لپٹ گئی۔ دونوں تھوڑی دیر تک بھول گئے کہ کہاں ہیں؟ اور کیسی دیوانگی میں مبتلا ہوگئے ہیں؟ جب دروازے پر دستک ہوئی تو ہوش آیا کہ باہر کوئی مسافر ٹائلٹ میں آنے کے لیے انتظار کررہا ہے۔

بلی فوراً ہی پرس سے ہیئر برش نکال کر بالوں کو درست کرنے لگی۔ لپ اسٹک نکال کر ہونٹوں کی سرخی بھی درست کی۔ پورس نے اسے چابیوں کا ایک گچھا دے کر کہا "جوہو کے کنارے میرا ایک بنگلا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں گائیڈ کروں گا۔ تم وہاں پہنچ جاؤ گی۔ یہ اس بنگلے کی چابیاں ہیں۔ میں سلطان زنگی کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔ وہ نادیدہ ہوگیا۔ بلی ڈونا دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہتی تھی۔ سامنے سلطان زنگی کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ دروازے پر کھڑی رہ گئی' وہ بولا "مس! کیا آپ باہر نہیں نکلیں گی۔ میرے ساتھ ٹائلٹ میں رہیں گی۔"

وہ جلدی سے باہر آگئی۔ سلطان زنگی نے اندر جاتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "اتنی دیر ٹائلٹ میں نہیں' گھر میں میک اپ کیا جاتا ہے۔"

اس نے اندر آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پورس بھی اس کے ساتھ اندر آگیا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کا اچھا موقع تھا۔ تنہائی میں اکثر لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں' جن سے ان کی اصلیت کا کسی حد تک پتا چل جاتا ہے۔

اس نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد خود کو آئینے میں دیکھا۔ پھر اپنے سر سے وگ اتاری۔ وہ گنجا نہیں تھا۔ سر پر اچھے گھنے سیاہ بال تھے۔ اس نے سنہرے بالوں کی وگ پہنی ہوئی تھی۔ اس نے وگ کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک تصویر نکالی۔ پورس نے دیکھا' وہ ایک بوڑھی عورت کی تصویر تھی۔ تصویر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولا "یہ ظالم سماج کب تک ظالم رہے گا؟ کب تک دو دلوں کو ملنے نہیں دے گا۔ میری عذرا! ہمارا پیار سچا ہے۔ میں جلد ہی نکاح پڑھوا کر تمہیں گھر لے آؤں گا۔"

وہ اس بڑھیا کی تصویر کو چومنے لگا۔ پورس حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ جس بوڑھی کی تصویر کو اس نے دنیا والوں سے چھپا کر وگ کے اندر رکھا تھا وہ بوڑھی اس کی دادی یا نانی کے برابر ہوگی۔ لیکن اس کی باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ اس کی محبوبہ ہے اور وہ دنیا والوں سے چھپ کر اس سے پیار کررہا ہے۔

وہ تصویر کو آخری بار چوم کر اسے وگ کے اندر رکھ کر دوبارہ سر پر پہنتے ہوئے بولا "معاف کرنا' میں زیادہ دیر تک تمہیں پیار نہیں کرسکتا۔ آج صبح سے پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہے۔ مجھے فارغ ہونے کی اجازت دو۔"

وہ پتلون کھولنے لگا۔ پورس دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہوگیا اور سانس روک کر اسے دل ہی دل میں گالیاں دینے لگا۔

پھر اس نے سلطان زنگی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "سر! ایسے وقت دماغ میں نہ آئیں۔ بڑی خراب پوزیشن ہے۔ آپ جائیں' میں خود آپ کے دماغ میں آؤں گا۔"

پورس کا دماغ بدبو سے پھٹا جارہا تھا لیکن اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ سلطان زنگی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آقا بھی ہے جسے وہ سر کہہ کر مخاطب کررہا تھا۔

آخر اس نے فارغ ہونے کے بعد ٹائلٹ کا دروازہ کھولا تو پورس فوراً ہی باہر آکر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر لِلی کے دماغ میں آکر بولا "لعنت ہے سلطان زنگی پر۔"

لِلی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ ٹائلٹ کا حال سنانے لگا۔ لِلی ایک رسالے میں منہ چھپا کر ہنسی برداشت کرنے لگی۔ پھر اس نے پوچھا "کیا وہ سچ مچ اس بوڑھی کی تصویر دیکھ کر رو رہا تھا؟"

"ہاں سچ مچ آنسوؤں سے رو رہا تھا۔ میں نے زندگی میں پہلا شخص دیکھا ہے' جو ستر یا اسی سال کی بوڑھی سے عشق کر رہا ہے۔"

"پھر تو یہ احمق ہے۔ تم اسے اُلّو بنا کر' گمراہ کر کے جلد ہی میرے پاس آسکو گے۔"

"میں تو ہر حال میں تمہارے پاس آؤں گا مگر یہ ہے کون؟ اس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آقا بھی ہے' جسے یہ سر کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔"

"یہ اور اس کا آقا' جو بھی ہیں' تم نادیدہ رہ کر ان کی ہسٹری معلوم کر لو گے۔ کچھ اپنی باتیں کرو' پیار و محبت کی باتیں۔"

وہ سلطان زنگی کو بھول کر اپنی باتیں کرنے لگے۔ طیارے کی پرواز استنبول میں ایک گھنٹے کے لیے ملتوی ہوئی۔ وہاں کچھ نئے مسافر آئے اور کچھ مسافر وہاں اتر گئے۔ سلطان زنگی بھی اپنا سامان اٹھا کر چلا گیا۔ وہ طیارہ پھر پرواز کرنے لگا۔ لِلی نے کہا "ہم خواہ مخواہ اسے اپنا دشمن سمجھ رہے تھے۔ اس کی منزل استنبول تھی۔"

پورس نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی بھی ہو' دشمن ہی لگتا ہے۔ ویسے سلطان زنگی نے تحسس پیدا کر دیا ہے۔ آج معلوم ہوا کہ ترکی میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ میں دوا تیار کرنے کے بعد ترکی میں بھی اسپرے کروں گا۔"

"ابھی یہ معلوم کیا جائے کہ وہ کون ہے؟"

ان دونوں نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کے اندر پہنچتے ہی فوراً واپس آگئے۔ وہ ٹائلٹ کا دروازہ اندر سے بند کر رہا تھا۔ اس کے پیٹ میں پھر گڑبڑ شروع ہو گئی تھی۔ لِلی نے ناگواری سے کہا۔ "شٹ۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سانس روک کر بھگا تے ہیں۔ یہ ٹائلٹ میں پہنچ کر بھگاتا ہے۔"

وہ دونوں صبر کرنے لگے پھر انہوں نے آدھے گھنٹے بعد اس سے رابطہ کیا۔ وہ ایک کار میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

پورس نے کہا "ابھی تو ہم اجنبی ہیں لیکن دوست بن سکتے ہیں۔"

وہ بولا "سوری۔ میں کسی سے دوستی نہیں کرتا۔ جاؤ یہاں سے۔"

لِلی نے کہا "سانس نہ روکنا۔ ہم سے کچھ باتیں کر لو۔"

وہ بولا "اچھا مسٹر اجنبی! میں نے دوستی سے انکار کیا تو رشوت کے طور پر یہ لڑکی پیش کر رہے ہو؟"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا تم مجھے اتنا گرا ہوا سمجھتے ہو؟"

"میں نہیں جانتا' تم گرے ہوئے ہو یا گرنے والے ہو' کان کھول کر سن لو۔ میں اپنی عذرا پر' اپنی محبت کے آثارِ قدیمہ پر لاکھوں جوان لڑکیاں قربان کر سکتا ہوں۔ آہ! میری پیاری عذرا"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دونوں اس کے دماغ سے نکل آئے۔ لِلی نے کہا "وہ تو کوئی پاگل ہے۔ تعجب ہے پاگل ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

پورس گہری سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ لِلی نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟"

"جسے تم پاگل کہہ رہی ہو' اس کے بارے میں سوچ رہا ہوں وہ پاگل نہیں ہو سکتا۔ مجھے بہت گہرا شخص لگ رہا ہے۔ اگر ممبئی جانا ضروری نہ ہوتا تو میں نادیدہ رہ کر اس کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ اس کی جڑوں تک پہنچ جاتا۔"

"ابھی اسے دماغ سے نکال دو۔ جب دوا تیار ہو جائے گی تو ہم اسے اسپرے کرنے کے لیے استنبول جائیں گے۔ پہلے سلطان زنگی کو تلاش کر لیں گے' پھر اسے ٹیلی پیتھی سے محروم کریں گے۔"

وہ ممبئی پہنچ گئے۔ لِلی نے کہا "ہم تمام سفر کے دوران محتاط رہے ہیں۔ ہمیں کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ میرے ساتھ بنگلے میں چلو۔"

لِلی نے ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر ایک ٹیکسی لی۔ پورس کے ساتھ بیٹھ کر جوہو کی طرف جانے لگی۔ خیال خوانی کے ذریعے بولی "آج میں بہت خوش ہوں۔ ہم دونوں آج سے ایک نئی زندگی شروع کرنے والے ہیں۔"

"میں بھی تمہارے لیے بہت تڑپتا رہا ہوں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں نے تمہیں مجھ سے دور کر دیا تھا۔"

ٹیکسی بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئی۔ لِلی نے کرایہ ادا کر کے ٹیکسی والے کو رخصت کیا پھر بنگلے کا دروازہ کھولا۔ پورس نے اندر آتے ہی نمودار ہو کر کہا "ابھی میرے قریب نہ آنا۔"

"کیوں نہ آؤں؟"

"اگر ہم بہکنے لگیں گے تو کھانا اور اہم ضروریات کا سامان نہیں آسکے گا۔ تم صرف آدھا گھنٹہ انتظار کرو۔ میں سامنے والے جنرل اسٹور سے ابھی سارا سامان لے کر آتا ہوں۔ بہتر ہے میرے آنے تک تم غسل کر لو۔"

وہ چلا گیا۔ لِلی ڈونا بنگلے کے تمام اندرونی دروازے کھول کر کمرے' کوریڈور اور ٹی وی لاؤنج وغیرہ کو دیکھنے لگی۔ پھر اپنے کمرے

سے اپنا ایک لباس نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ یوں اسے پورس کے انتظار میں کوفت نہیں ہوئی۔ آسانی سے وقت گزر گیا۔ پورس ضرورت کی کچھ چیزیں اور اچھی خاصی کھانے کی چیزیں پیک کرا کے لے آیا تھا۔

وہ باتھ روم سے صرف ایک تولیا لپیٹ کر بیڈ روم میں آئی تو پورس بھیگے ہوئے حسن کا نظارہ محویت سے دیکھنے لگا۔ گورے گورے بدن پر پانی کی بوندیں پھول پر شبنم کی طرح لرز رہی تھیں اور اوپر سے نیچے کی طرف پھسلتی جا رہی تھیں۔

وہ بھی پھسلتا ہوا اس کے پاس چلا آیا۔ دونوں بازو پھیلا کر اسے اپنی آغوش میں لیا۔ لِلی نے اس کے سینے سے لگتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

پورس نے اچھل کر ذرا دور ہو کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں پارس کھڑا ہوا تھا۔

اسے دیکھتے ہی اس نے داڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل لی پھر مسکرا کر پارس کو دیکھا۔ پارس نے کہا "اس خوش فہمی سے مسکرا رہے ہو جیسے نادیدہ ہو چکے ہو۔"

پورس نے پریشان ہو کر پلٹ کر آئینے میں دیکھا۔ وہ نظر آ رہا تھا۔ پارس نے کہا "میں پارس ہوں۔ تم پورس ہو۔ میرے ہم شکل ہو۔ پہلی بار سامنا ہو رہا ہے۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کی شکل جی بھر کر دیکھنا چاہیے۔ اور تم ہو کہ نادیدہ بن جانا چاہتے ہو۔"

پورس اپنی بدحواسی پر قابو پا چکا تھا۔ مسکرا کر بولا "میں سمجھ گیا۔ تم نے یہاں آتے ہی نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو دوا کے ذریعے ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ دوا تمہاری ہی دی ہوئی سوغات ہے۔ تم نے خود کو ایماندار ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ دوسروں کی طرح تمہاری نادیدہ بنانے والی گولیوں کا ذخیرہ بھی ناکارہ ہو جائے گا۔ تم انصاف پسند ہو۔ دوسروں کی طرح خود کو بھی ان گولیوں سے محروم رکھو گے۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ کوئی بات نہیں' آج میں نے تمہاری گولیوں کو ضائع کر دیا ہے۔"

ان کی باتوں کے دوران میں لِلی ڈونا لباس پہن رہی تھی۔ پارس نے کہا "میری ایمانداری دیکھو' تمہارے ساتھ اپنی گولیاں بھی ضائع کر چکا ہوں۔ ابھی اسپرے کرتے وقت میری گولیاں بھی ناکارہ ہو گئی ہیں۔ مرد ایسے ہوتے ہیں۔ نامردوں کی طرح نادیدہ ہو کر بھاگتے نہیں ہیں۔ اب ہم میں سے نہ کوئی نادیدہ ہو گا۔ نہ کوئی بھاگ سکے گا۔"

اس نے پلٹ کر دروازے کو بند کیا۔ کی ہول میں چابی لگی ہوئی تھی۔ اس نے چابی سے دروازے کو لاک کر دیا۔

○☆○

پارس نے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ اب نہ کوئی باہر سے اندر آسکتا تھا اور نہ اندر سے باہر جا سکتا تھا۔ ہاں ان دونوں میں سے جو زندہ رہ جاتا اسے باہر جانے کے لیے چابی مل جاتی۔

بڑی چیلنج والی سچویشن تھی۔ چیلنج صرف پورس کے لیے نہیں تھا، پارس کے لیے بھی تھا۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی کسی بھی لمحے ہیرو سے زیرو بن سکتا تھا۔

پارس کی وہاں آمد کا انداز اور اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کر گزرنے کے لیے آیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے... دوا اسپرے کر کے ان نادیدہ گولیوں کو ناکارہ بنا چکا تھا۔ گولیاں دونوں کے پاس تھیں۔ دونوں نادیدہ بن سکتے تھے لیکن پارس نے پورس کے ساتھ اپنا بھی نقصان کیا تھا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے سے چھپ نہیں سکتے تھے۔ اب گویا روبرو مردانہ وار مقابلہ تھا۔

پورس نے مسکرا کر کہا "مانتا ہوں، تم نے اپنی موت کا ڈراما بڑی خوب صورتی سے پلے کیا تھا۔ میں تو کیا، تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دھوکا کھا گئے اور میں نے ایسا زبردست دھوکا کھایا کہ تمہیں مردہ سمجھ کر تم سے بالکل ہی غافل رہا۔"

"ہاں میری پلاننگ یہی تھی کہ تم میری طرف سے اتنے غافل ہو جاؤ کہ میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم مطمئن ہو کر بلی ڈونا کے ساتھ ہنی مون منانے یہاں نہ آتے۔"

وہ مسکرا کر بولا "ہنی مون تو ضرور مناؤں گا۔ مجھے خود پر اتنا اعتماد ہے کہ تم یہاں سے ٹوٹ پھوٹ کر جاؤ گے۔"

"بلی ڈونا تمہارے نصیب میں نہیں ہے۔ تمہارا خیال ہے تم نے اسے مجھ سے چھین لیا ہے۔ نہیں۔ بے وفا عورت کو کوئی کسی سے چھینتا نہیں ہے، وہ خود ہی ایک سے دوسرے کے پاس چلی جاتی ہے۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم اسے اپنی طرف مائل کرنے کے بعد سے اب تک ایک رات تو کیا ایک گھنٹا بھی نہ گزار سکے۔ آج موقع مل رہا تھا لیکن میں کباب میں ہڈی بن کر چلا آیا ہوں۔"

پورس نے کہا "میں کباب سے ہڈی نکالنا جانتا ہوں۔ اگر ہڈی نہ نکلے تو اسے چبا کر تھوک دیتا ہوں۔"

"یہ تو ابھی پتا چل جائے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے لیکن مقابلے کا مزہ تب آئے گا، جب ہم تمام غیر معمولی صلاحیتوں سے خالی ہو جائیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہ رہے۔"

پورس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

پارس نے جیب سے ایک کین نکال کر کہا "ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے۔"

پورس اس کین کو دیکھتے ہی چونک گیا "یہ... یہ کیا ہے؟"

"تم اس کین کا ڈیزائن دیکھ کر ہی سمجھ گئے ہو کہ اس میں وہ دوا ہے، جو ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیتی ہے۔"

پورس نے کہا "او گاڈ! اب پتا چلا کہ یہ دوا تم نے میری لیبارٹری سے چرائی تھی۔ تم نے خود کو مردہ ظاہر کر کے بہت سے فائدے اٹھائے ہیں۔ ایک تو مجھے اپنی طرف سے غافل رکھا، دوسرے یہ کہ میری تیار کردہ تمام دواؤں کے ساتھ ان کا فارمولا بھی چرا کر لے گئے۔"

"یہ تمہیں رفتہ رفتہ پتا چلے گا کہ میں کہتا کیا ہوں، کرتا کیا ہوں پھر کرتا کیا ہوں اور ہوتا کیا ہے؟ اب یہی دیکھو کہ پہلے میں نے تمہاری نادیدہ گولیوں کے ساتھ اپنی گولیاں بھی ضائع کر دیں۔ اب یہ دوا اسپرے کروں گا تو تمہارے ساتھ میں بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، اس کین کو جیب میں رکھ لو۔ ہم دونوں کو اس علم سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔"

بلی ڈونا بڑی دیر سے خاموش تھی۔ ان دونوں کو تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی، دونوں ہی فولادی ارادوں کے مالک ہیں۔ پتا نہیں، ان کے ٹکرانے کا نتیجہ کیا ہوگا۔

وہ دونوں اب تک جو کہہ رہے تھے اور آئندہ جو کرنے والے تھے، اس سے بلی ڈونا کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ وہ دونوں ہی اس کے عاشق تھے۔ ان میں سے ایک مرنے والا تھا اور دوسرا سلامت رہنے والا تھا۔ اس طرح منافع کے طور پر اسے ایک عاشق تو مل ہی جاتا۔

لیکن جب اس نے ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا پارس کے ہاتھ میں دیکھی تو ایک دم سے اچھل پڑی۔ چیخ کر بولی "نہیں پارس! نہیں۔ دوا اسپرے نہ کرنا۔ یہ تو سوچو، تم دونوں کے ساتھ میری ٹیلی پیتھی کا علم بھی ختم ہو جائے گا۔"

پارس نے کہا "یہ تو پرانی کہاوت ہے کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "میں التجا کرتی ہوں، اسے اسپرے نہ کرنا۔ تم دونوں مجھے چاہتے ہو۔ اپنے جھگڑے میں میرا نقصان نہ کرو۔"

پارس نے کہا "دو ملاؤں میں مرغی حرام ہوتی ہے۔ ہم ملاؤں کے درمیان تم بھی حرام ہونے والی ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں کو انکار میں ہلاتے ہوئے بولی "نہیں نہیں، مجھ سے اتنی محبت کا ثبوت دو کہ مجھے کہیں دور چلے جانے دو۔"

پورس نے گہری سنجیدگی سے پارس سے کہا "ہمارے درمیان کبھی دوستی نہیں رہی لیکن دشمنی بھی اتنی گہری نہیں ہے کہ مجھ سے ٹیلی پیتھی کا علم چھیننے کے لیے تم خود بھی اس علم سے محروم ہو جاؤ۔ یہ سراسر تمہاری نادانی ہوگی۔"

"میں اپنے نفع و نقصان کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ کسی کو موت کی سزا دینے سے پہلے اس کی آخری خواہش پوری کی جاتی

ہے۔ تم آخری بار خیال خوانی کے ذریعے کسی سے بات کرنا چاہتے ہو یا کسی کو مدد کے لیے پکارنا چاہتے ہو تو میں تمہیں تین منٹ کی مہلت دے رہا ہوں۔"

بلی ڈونا جلدی سے بولی "میری آخری خواہش پوری کر دو۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"عشق میں قربانی دی جاتی ہے۔ بھاگنے کی بات نہ کرو۔ جو عورت بے وفا ہوتی ہے، وہ ایک عاشق کو چھوڑتی ہے۔ تم دو عاشقوں کو چھوڑ کر بھاگنا چاہتی ہو۔ کتنے شرم کی بات ہے۔"

ان کی باتوں کے دوران میں پورس نے اچانک پارس کے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ وہ کین اس کے ہاتھوں سے نکل کر فضا میں بلند ہوا۔ ان تینوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر ایک دوسرے سے پہلے اسے کیچ کرنے کے لیے تیار ہو گئے لیکن وہ بلی ڈونا کی طرف آیا۔ اس نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا۔

پورس نے کہا "بلی! اسے اپنے پاس رکھو۔ پارس کے ہاتھ نہ لگنے دو۔"

پارس اس کین کو چھیننے کے لیے بلی کی طرف لپکا، پورس اچھل کر ان کے درمیان آ گیا۔ اس نے گھوم کر ایک کک ماری۔ پارس نے خود کو بچاتے ہوئے اس پر حملہ کیا پھر دونوں میں باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی۔

بلی ایک جگہ دیوار سے چپک کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے کین کو چھپا لیا۔ ان دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھتی رہی۔ دل میں دعائیں مانگتی رہی کہ پورس کا پلڑا بھاری رہے۔ وہ پارس پر غالب آ جائے تاکہ وہ کین اس کے ہاتھ نہ لگ سکے۔

ان دونوں کے لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ ہار جیت کا فیصلہ دیر سے ہوگا۔ وہ دونوں بڑی مہارت سے ایک دوسرے کے حملے کو ناکام بنا رہے تھے۔ کبھی کبھی پارس کا حملہ کامیاب ہو جاتا تھا۔ وہ کامیاب حملے کرتا ہوا بلی تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن پورس پھر دیوار بن جاتا تھا۔

آخر ایک بار پارس کی ایک زبردست ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ایک کرسی سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ پارس بلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کین کو مضبوطی سے پکڑے اس سے دور بھاگنا چاہتی تھی۔ پارس نے خوف زدہ ہو کر چیختے ہوئے کہا۔ "چوہا! بس... وہ پیروں کے پاس ہے چوہا!"

بلی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے اچھل کر اپنے پیروں کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے پارس نے اس کے ہاتھوں سے کین چھین لیا پھر اچھل کر ان دونوں سے دور پہنچ گیا۔ پورس فرش سے اٹھ کر اس پر حملہ کرنے والا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں کین دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

اس بار اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اس کین سے دوا اسپرے کر دی۔ وہ دونوں اسے روک نہ سکے۔ بالکل ساکت رہ گئے۔ پورس نے فوراً سانس روک لی تاکہ وہ دوا سانسوں کے ذریعے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔

اب اس کی کوشش تھی کہ سانس روک کر جتنی دور بھاگ کر جا سکتا ہے، چلا جائے لیکن پارس نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔ مقفل دروازے کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں پھر بڑی مہارت سے لڑنے لگے۔

لیکن پورس مشکل میں تھا۔ کب تک سانس روک کر لڑ سکتا تھا؟ ایک بار پارس کا گھونسا منہ پر پڑا تو اسے سانس لینا پڑا۔ ایک ہی بار سانس لینا کافی تھا۔ فضا میں تحلیل ہونے والی دوا اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔

وہ گھونسا کھا کر بستر پر گر پڑا تھا۔ اب اسے جوابی حملہ کرنا تھا لیکن بڑے اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "تم بھی آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب ہمارے درمیان جھگڑے کے لیے کچھ نہیں رہا ہے۔"

○☆○

پورس جس شان و شوکت اور رعب اور دبدبے کے ساتھ... اچانک منظرِ عام پر آیا تھا اور اب تک جس طرح ذہانت، حاضر دماغی اور چال بازیاں دکھا رہا تھا پھر اس نے نادیدہ بنانے والی گولیوں کو ناکارہ کرنے اور ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹانے کے لیے جیسی حیرت انگیز دوائیں تیار کرائی تھیں، ان تمام کارناموں کے پیشِ نظر یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ وہ ایسی چٹان ہے، جسے کوئی کاٹ نہیں سکتا۔ اگر کوئی اسے کاٹنے آئے گا تو ساری زندگی اسے کاٹتے کاٹتے خود کٹ جائے گا۔

ایسا ذہین اور فولادی جوان اتنا نادان نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک بار پارس سے دھوکا کھا کر دوسری بار پھر اس کے فریب میں آ جاتا اور محض ایک بلی ڈونا کو حاصل کرنے کے لیے اپنی فولادی شخصیت کو مٹی میں ملا دیتا اور پارس کی رگ رگ کو سمجھے بغیر اتنی جلدی اس کے مقابلے میں آ کر خود کو صفر بنا دیتا۔

جوہو کے کنارے اس بنگلے میں بلی ڈونا کے ساتھ پورس نہیں تھا۔ وہ ایسا تر نوالہ نہیں تھا کہ اتنی آسانی سے پارس اسے چبا کر نگل جاتا۔

پورس نے صرف ایک دھوکا کھایا کہ اس نے پارس کی موت کا یقین کر لیا لیکن جب اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چرائی گئی تو اس کا ماتھا ٹھنکا کہ ایسا شاطر کون ہو سکتا ہے جو اس کے منہ کے اندر سے لقمہ چرا کر لے گیا ہے؟

اس نے کئی بار سوچا کہ ایسا شاطر پارس ہی ہو سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ہر ایک کا طریقۂ کار اور اسٹائل مختلف تھا اور پارس کا اسٹائل اور واردات کرنے کا طریقۂ کار تو سب ہی سے مختلف اور نرالا ہوتا تھا۔ کوئی انوکھی واردات ہو تو یہی کہا جاتا کہ شیر کا منہ کھول کر اس کے دانت گننے والا صرف پارس ہی

ہو سکتا ہے۔

پورس یہ نہیں جانتا تھا کہ جناب تبریزی نے پارس کے دماغ کو عجوبہ بنادیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان زندہ رہ کر خود کو مردہ ثابت کرسکتا ہے۔ پورس کو بھی جب خیال خوانی کے ذریعے پارس کا دماغ نہیں ملا تو اسے اس کی موت کا یقین کرنا پڑا۔

جب سب ہی کو اس کی موت کا یقین ہوگیا تھا تب ہی وہ دوا چرائی گئی تھی اور پورس نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اس شاطر چور کو ضرور بے نقاب کرے گا۔ پھر یہ اندیشہ بھی تھا کہ جو اس کی لیبارٹری میں گھس کر دوائیں چرا سکتا ہے' وہ اس کی خفیہ رہائش گاہ کے اندر بھی کسی دن پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے اس شاطر کی گردن دبوچنا یا اسے بے نقاب کرنا ضروری ہے۔

اس نے جان بوجھ کر اس بات کو اچھالا کہ وہ ملی ڈونا کا دیوانہ ہے۔ اسی دیوانگی کے باعث اس نے پارس کی محبوبہ کو اس سے چھین لیا ہے اور وہ آئندہ بھی ملی جیسی حسینہ کے لیے خطرات سے کھیل سکتا ہے۔

پورس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ شاطر ملی ڈونا پر نظر رکھتا ہوگا اور انتظار کرتا ہوگا کہ دیوانہ پورس کسی وقت بھی اس سے ملنے آئے گا۔

پورس کے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ وہ شاطر کس طرح ملی ڈونا پر نظر رکھتا ہوگا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ نادیدہ بن کر ملی ڈونا کے قریب رہا۔ اس کی خفیہ رہائش گاہ کے اندر اور باہر دور تک دیکھتا رہا۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ ملی پر نظر رکھنے والا بھی شاید نادیدہ بن جاتا ہے یا پھر وہ یقیناً ملی کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ بنا چکا ہے۔

پورس نے ملی پر ایسے دنوں میں تنویمی عمل کیا تھا' جب کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ملی کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔ پورس نے ملی کو ان سے محفوظ رکھنے کے لیے پہلے اسے بے ہوش کیا تھا' پھر اسے کوما میں رکھا تھا تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس کے خالی' بے بس دماغ میں دن رات آتے جاتے نہ رہیں اور بیزار ہو کر اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔

جب اسے کسی حد تک یقین ہوا کہ اب اس کے دماغ میں کوئی نہیں آرہا ہے تو اس نے ملی کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا۔ اس وقت یقین تھا کہ اس کے سوا کوئی اس حسینہ کے دماغ میں نہیں آسکے گا لیکن اب شبہ ہو رہا تھا کہ ملی پر عمل کرنے کے دوران میں کوئی اس کے اندر چھپا ہوا تھا اور وہ اب بھی چھپ کر اس کے دماغ میں آکر اس کی اور ملی کی گفتگو سنتا رہتا تھا۔

پورس پہلی بار جب ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا لانے ممبئی جارہا تھا تو یہ بات صرف ملی جانتی تھی کہ وہ کس ارادے سے اور کس فلائٹ سے ممبئی جائے گا۔ یہ بات وہی معلوم کرسکتا تھا جو ملی کے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔

دواؤں کی چوری کے بعد اس شبہے میں کچھ پختگی آئی کہ ملی کے اندر کوئی چھپا ہوا ہے۔ اب اسے باہر نکالنے اور بے نقاب کرنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ ملی سے خفیہ ملاقات کرنے کی دیوانگی کرے اور ملی کے اندر چھپا ہوا چور اس کی باتیں سنتا رہے اور اس کے لیے اس کی دیوانگی کا یقین کرتا رہے۔

پورس نے اس دوران میں اپنے ہی قد اور جسامت والے ایک جوان کو ٹریپ کیا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے ایک پورس بنا دیا تھا۔ اس کے اندر یہ بات نقش کردی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے جبکہ پورس ضرورت کے وقت اس ڈی کے دماغ میں رہ کر خیال خوانی کرسکتا تھا۔ اس نے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ کوئی اس ڈی کے دماغ میں نہیں جاسکتا تھا۔

اس نے تمام پہلوؤں سے مکمل تیاریاں کرنے کے بعد ملی سے کہا کہ اب وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا وہ ممبئی پہنچے اور وہ نادیدہ بن کر اس کے ساتھ رہے گا اور تعاقب کرنے والے دشمنوں پر نظر رکھے گا۔

پارس واقعی پورس کی تاک میں تھا۔ وہ ملی کے دماغ میں رہتا تھا اور ان کی گفتگو سنتا رہتا تھا۔ جس طرح پہلے اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ کس فلائٹ سے ممبئی جانے والا ہے' اسی طرح اسے پتا چلا کہ وہ کب نادیدہ بن کر ملی سے جوہو کے بنگلے میں ملنے والا ہے۔ پارس پہلے ہی نیپال کے شہر پتن میں موجود تھا۔ ممبئی وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا' وہ کسی وقت بھی فلائنگ کیپسول کے ذریعے ممبئی پہنچ سکتا تھا۔

پورس نے اپنی ڈی کو نادیدہ بنانے والی ایک گولی دی تھی۔ ڈی پورس نادیدہ بن کر ملی ڈونا کے ساتھ طیارے میں سفر کرتا رہا جبکہ اصل پورس خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں موجود تھا۔

اس طرح اس نے اس شاطر کو جوہو والے بنگلے میں آنے پر مجبور کردیا۔

○☆○

پارس اور پورس کے درمیان جوہو والے بنگلے میں جو جنگ جاری تھی' وہ اس مرحلے پر آکر رک گئی تھی کہ پارس نے اس کے منہ پر گھونسا مارا تھا۔ پورس (ڈی) گھونسا کھا کر بستر پر گر پڑا تھا۔ اب اسے جوابی حملہ کرنا تھا لیکن وہ بڑے اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "تم بھی آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب ہمارے درمیان جھگڑے کے لیے کچھ نہیں رہا ہے۔"

پارس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا "ہاں' اب ہم دونوں غیر معمولی صلاحیتوں سے خالی ہوگئے ہیں۔ نہ نادیدہ بن سکتے ہیں اور نہ ہی خیال خوانی کرسکتے ہیں۔ ہم تو عام سے آدمی ہو کر رہ گئے۔ اب ہم ٹھہر ٹھہر کر پانی پی پی کر لڑیں گے۔"

پورس نے کہا "کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم پانچ دس منٹ تک خاموش رہیں پھر ایک فیصلہ کن جنگ شروع کریں۔"

پارس نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم پانچ منٹ تک خاموش رہیں گے۔"

یہ پانچ منٹ کی خاموشی اس لیے تھی کہ پورس خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں پہنچ کر اہم معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ دوا کے اثر سے وہ ٹیلی پیتھی اور یوگا کی صلاحیت سے محروم ہوچکا ہے۔

اصلی پورس ممبئی شہر سے کئی کلومیٹر دور ایک کاٹیج میں آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پارس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی تو حیرانی ہوئی۔ پارس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ دنیا کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی مردے کا دماغ نہیں ملتا۔ پورس نے اپنی ڈی کے ذریعے سامنے بیٹھے ہوئے پارس کو گھور کر دیکھا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ مسکرا کر بولا "میں بھی یہی پوچھنے والا تھا' تم کون ہو؟ پورس تو نہیں ہوسکتے۔"

"تم خیال خوانی نہیں کرسکتے۔ کوئی تمہارے دماغ میں ہے۔ اس نے میرے خیالات پڑھے ہیں اور معلوم کیا ہے کہ میں پورس کی ڈی ہوں۔"

"اور پورس! تم نے بھی خیال خوانی کے ذریعے ایک مردے کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم پارس نہیں ہو؟ مردہ پارس کے لب و لہجے میں بول رہے ہو؟"

"ہاں۔ چونکہ میں نے عارضی طور پر پارس کا لب و لہجہ اختیار کیا ہے اس لیے تم میرے دماغ میں نہیں پہنچ رہے ہو۔ اب میں اصلی لہجے میں بول رہا ہوں۔ ذرا دل تھام کر میری آواز سنو۔"

یہ کہہ کر مسکراتے ہوئے وہ چپ ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک وہاں خاموشی رہی پھر جب وہ بولا تو پورس ایک دم سے چونک گیا۔ چونکنے کی بات ہی تھی۔ جس کی توقع نہیں تھی اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سلطان زنگی کہہ رہا تھا "ہیلو پورس! تمہارا مال وہی چوری کرسکتا ہے' جس سے تم کبھی واقف نہیں رہے۔ تم نے کبھی میرا نام بھی نہیں سنا تھا۔ کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جب سے تم منظر عام پر آئے ہو' تب سے میں کس طرح دن رات تمہاری جڑوں تک پہنچنے کی دھن میں رہتا تھا۔"

"تم میری خفیہ لیبارٹری تک کیسے پہنچے؟"

وہ بولا "پہلے تو میں دن رات ممبئی میں رہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہاں رہ کر تمہارے کسی آلۂ کار تک پہنچ سکوں گا لیکن مجھے مایوسی ہوتی رہی۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح میں بھی ملی ڈونا کے کھلے دماغ میں جاتا رہتا تھا۔ جب تم نے ملی کو بے ہوش کیا پھر اسے کوما میں پہنچا کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات دلائی تو میں سمجھ گیا کہ تم کسی دن رازداری سے ملی کے دماغ کو لاک کرو گے۔ میں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ سب باری باری چار گھنٹے ملی ڈونا کے بے حس دماغ میں رہا کریں پھر جیسے ہی تم اس پر تنویمی عمل کرو' مجھے فوراً اطلاع دیں اور مجھے اطلاع مل گئی تھی۔ تم نے ملی کے دماغ میں جو نیا لب و لہجہ نقش کیا تھا اسے میں نے یاد رکھا اور اس طرح میں نے ملی کے اندر پہنچنے اور تم دونوں کی باتیں سننے کی راہ نکال لی۔"

"تم اپنے کسی آلۂ کار کو یہاں میرے مقابلے پر بھیج سکتے تھے' اسے سلطان زنگی بنا سکتے تھے پھر اس آلۂ کار کو پارس بنا کر کیوں بھیجا ہے؟"

"اس لیے کہ میں پارس کو زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ پارس کے مجھ پر کتنے احسانات ہیں۔ یہ درست ہے کہ موت آئی اور وہ مرگیا لیکن میں اپنے محسن کو زندہ رکھوں گا۔ میں نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بیٹے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے پارس کا ہم شکل بنایا ہے۔ وہ بہت ذہین اور حاضر دماغ نوجوان ہے۔ کبھی ضرورت پڑی تو میں اسے میدانِ عمل میں لاؤں گا۔ ورنہ اپنے قریب رکھوں گا۔ لوگ مرنے والوں کی تصویریں لگاتے ہیں میں اپنے محسن کو اپنے بیٹے کی صورت میں زندہ دیکھتا رہوں گا۔"

"تم نے اپنے محسن سے عقیدت مندی کی انتہا کردی۔ اپنے بیٹے کی صورت بدل دی۔ اسے پارس کا ہم شکل بنادیا۔ کیا تم اس طیارے میں اس لیے سفر کررہے تھے کہ تم سے ابتدائی تعارف ہوجائے؟"

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میری بیٹی استنبول جانا چاہتی تھی۔ یہ محض اتفاق ہے کہ ہمیں اسی طیارے میں سیٹ مل گئی۔"

"ہم نے تمہاری بیٹی کو اس طیارے میں نہیں دیکھا تھا۔"

"میں ایسا نادان تو نہیں ہوں کہ اسے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھاتا۔ تم اس کے دماغ میں پہنچتے اور میری ہسٹری معلوم کرنے لگتے۔ وہ اسی طیارے میں دوسری جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔"

"تم نہیں چاہتے تھے کہ میں تمہاری ہسٹری معلوم کروں۔ اس کا مطلب ہے' ابھی اپنے بارے میں جو کہہ رہے ہو' اس میں کچھ سچ ہے' کچھ جھوٹ ہے؟"

"کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے بارے میں سب کچھ سچ نہیں بتاتا۔ تم بھی اپنی اصلیت چھپاتے ہو۔"

"تم بڑے عرصے تک گمنام رہ کر میری تاک میں رہے۔ آج خود کو کیوں ظاہر کردیا؟"

"اگر پارس زندہ ہوتا تو خود کو ظاہر نہ کرتا اور اپنے حال میں مست رہتا۔ تم نے منظر عام پر آتے ہی پارس سے دشمنی کی اور اس کی موت کے ذمے دار بھی تم ہو۔ اب میں ہمیشہ اپنے کسی نہ کسی آلۂ کار کے ذریعے پارس بن کر تمہارا سکون برباد کرتا رہوں گا۔ تمہارے سامنے میرا بھیجا ہوا کوئی نہ کوئی پارس آتا رہے گا اور

تمہیں سوچنے پر مجبور کرتا رہے گا کہ پارس سے تمہارا پیچھا چھوٹا ہے' نہ کبھی چھوٹے گا۔ تمہاری اینٹی ٹیلی پیتھی دوا میں نے نہیں چرائی۔ میرے بھیجے ہوئے ایک پارس نے چرائی ہے۔ آئندہ بھی تمہیں کسی پارس سے نقصان پہنچنے والا ہے۔"

"لیکن میں تو حقیقت سمجھ رہا ہوں کہ مجھے سلطان زنگی نقصان پہنچا رہا ہے۔"

"یہ صرف تم سمجھ رہے ہو۔ آئندہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہوگا کہ پارس زندہ ہے۔ اس نے تم سے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چھین لینے کے لیے موت کی جھوٹی خبر پھیلائی تھی اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کا دماغ اس لیے نہیں مل رہا تھا کہ تنویمی عمل کے ذریعے پارس کے لب و لہجے کو مٹا دیا گیا ہے اور اس کے ذہن میں نیا لب و لہجہ نقش کیا گیا ہے۔"

"میں صرف ایک بار دھوکا کھا کر اپنی تیار کردہ دوا سے محروم ہوا ہوں.... آئندہ تم چاہو گے کہ میں دنیا والوں کے سامنے تمہارے بھیجے ہوئے کسی نہ کسی پارس سے پھر فریب کھاتا رہوں اور پارس سے کمتر کہلاتا رہوں تو یہ تمہاری بچکانا خواہش ہے۔ کیا آج مجھے ٹریپ کرنے میں تمہیں کامیابی ہوئی ہے؟"

"دونوں ہی ایک دوسرے کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اپنے ڈمی پورس سے کہو کہ اس کے سامنے جو آلۂ کار پارس بیٹھا ہوا ہے' اسے جانے دے۔ ورنہ وہ تمہارے ڈمی پورس کی لاش پر سے گزر کر وہاں سے آئے گا۔"

پورس اپنے کاٹیج میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی ڈمی کے دماغ میں رہ کر دیکھا تھا کہ لڑنے کے دوران میں اس آلۂ کار پارس کا پلڑا بھاری رہا تھا۔ اس نے سوچا اگر دونوں میں پھر لڑائی ہوگی تو ڈمی پورس کی شامت آجائے گی۔ اس نے اپنی ڈمی کی زبان سے کہا۔ "مسٹر ڈمی پارس! ہمارا کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے۔ ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔"

ڈمی پارس وہاں سے اٹھ کر دروازہ کھول کر چلا گیا۔ بلی ڈونا اب تک بڑی توجہ سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ جب یہ انکشاف ہوا کہ دونوں میں سے نہ کوئی پارس ہے اور نہ پورس تو وہ پریشان ہوگئی تھی۔ اس معاملے میں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ان دونوں کی باتوں کا سلسلہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ جب ڈمی پارس چلا گیا تو وہ ڈمی پورس سے بولی "تم پورس نہیں ہو۔ میں تمہارے ذریعے پورس سے کہہ رہی ہوں کہ اب میرا کیا بنے گا؟ ایک تو تم روپوش رہو گے' دوسرے یہ کہ میں ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئی ہوں۔ مجھے بتاؤ' میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟"

"تمہاری سمجھ میں یہ بات آگئی ہوگی کہ میں اور سلطان زنگی ایک دوسرے کو ٹریپ کرنے کے لیے تمہیں چارے کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ ہم دونوں ہی ناکام رہے۔ تمہارا صرف یہ نقصان ہوا ہے کہ تم بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رہو گی۔ تم اس بنگلے میں جب تک چاہو' رہ سکتی ہو۔ ایک الماری کے سیف میں انڈین اور امریکن کرنسی ہے۔ جتنی رقم چاہو' خرچ کرسکتی ہو۔"

"میں اس بات سے خوف زدہ ہوں کہ بارہ گھنٹے پورے ہونے تک کوئی دشمن میرے دماغ میں آسکتا ہے اور مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا ہے۔"

پورس نے کہا "یہ میرے اور سلطان زنگی کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے کہ تم عارضی طور پر ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی ہوچکی ہو اور تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا جاسکتا ہے۔ میں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن سلطان زنگی کچھ کرسکتا ہے۔"

"کیا تم میری حفاظت نہیں کرو گے؟"

"تم میرے حالات سے واقف ہو۔ ایک نیا دشمن سلطان زنگی پیدا ہوگیا ہے اور وہ نہ معلوم میرے خلاف کتنے پارس پیدا کرنے والا ہے۔ ان سے تو خیر میں نمٹ لوں گا۔ فی الحال تشویش کی بات یہ ہے کہ زنگی کے آدمی اس تاک میں رہیں گے کہ میری دوسری خفیہ لیبارٹری کہاں ہوگی۔ میں دوسری دوا تیار کرنے کے لیے کن ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنے والا ہوں۔ اب تک اس نے تمہارے اندر چھپ کر مجھے نقصان پہنچایا ہے۔ آئندہ تم سے دور رہوں گا تو تم اس کے لیے معلومات کا ذریعہ نہیں بن سکو گی۔ اس کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔ وہ مجھے ڈھونڈتا رہے گا کہ میں کہاں ہوں اور دوسری دوا تیار کرنے کے لیے کیا کر رہا ہوں؟"

"پورس! تم صاف لفظوں میں کہہ رہے ہو کہ زنگی کے خوف کے باعث مجھ سے دور رہو گے۔ کیا یہی تمہاری محبت ہے؟ تم تو دعوے کرتے تھے کہ میرے دیوانے ہو۔ تمہاری وہ دیوانگی کہاں چلی گئی ہے؟"

"بلی! یہ نہ کہو کہ میں زنگی سے خوف زدہ ہوں۔ میں نے کبھی کسی سے خوف زدہ ہونا نہیں سیکھا ہے۔ میں ایسے دشمنوں سے محتاط اور باخبر رہتا ہوں۔ باقی رہی بات عشق' محبت اور دیوانگی کی تو یہ چیزیں ہم جیسے پریکٹیکل لوگوں کے لیے بے کار ہوتی ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ اس بنگلے میں رہو' جب ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوجائے تو جہاں چاہو' چلی جاؤ۔ فی الحال گڈ بائی۔"

یہ کہہ کر وہ ڈمی پورس وہاں سے اٹھ کر جانے لگا پھر دروازے پر رک کر بولا "اس وقت مسٹر پورس میرے دماغ میں نہیں ہیں۔ میں آزاد ہوں۔ میں نے ایک ڈمی بن کر یہاں بہت کچھ دیکھا ہے اور بہت کچھ سنا ہے۔ آپ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس کر رہ گئی ہیں۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔"

وہ چلا گیا۔ بلی ڈونا وہاں تنہا بیٹھی رہ گئی۔ ان لمحات میں اسے پارس بہت یاد آرہا تھا۔ اگر وہ پٹڑی نہ بدلتی' پارس کی ہی وفادار رہتی تو یوں تنہا نہ رہ جاتی۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ صرف دو گھنٹے گزرے تھے۔ ابھی دس گھنٹے رہ گئے تھے۔ وہ یہ سوچ سوچ کر خوف زدہ ہو رہی تھی کہ کوئی ... دماغ میں آکر اسے اپنی کنیز نہ بنالے۔

اس نے یہ طے کرلیا کہ باقی دس گھنٹے تک جاگتی رہے گی۔ نیند ... تب بھی نہیں سوئے گی۔ سونے کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی ... پیتھی جاننے والے نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کے لیے اسے سلادیا ہے۔

○☆○

الپا اور پارس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ وہ الپا کے مکان میں تھا۔ الپا وہاں ایک بیوہ عورت سوی کے روپ میں تھی اور پارس اسی شہر کے دوسرے مکان میں وجے کمار کے روپ میں ایک بوڑھی عورت کے ساتھ رہتا تھا۔ اس وقت وہ الپا کے کمرے میں تھا اور سلطان زنگی بن کر پورس کے مقابلے میں وہ ڈراما پلے کر رہا تھا' جس کا ذکر پچھلے باب میں ہوچکا ہے۔

الپا' پارس کے دماغ میں رہ کر بڑی دلچسپی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی کہ پارس اور پورس کیسی چال بازیوں سے ایک دوسرے کو ٹریپ کرنے کی کوششیں کر رہے تھے لیکن دونوں ناکام رہے تھے۔

الپا نے کہا "یہ گیم اچھا رہا ہے۔ اگر پورس اس بنگلے میں اپنی ڈمی کی جگہ خود ہوتا تو اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہوجاتیں اور ابھی وہ تمہارے شکنجے میں ہوتا۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بھی تمہاری طرح چال باز ہے۔"

"واقعی زبردست چال باز ہے لیکن وہ بھی میری ڈمی سے دھوکا کھا گیا اور آج تو اسے بالکل یقین ہوگیا ہے کہ میں اس دنیا میں نہیں ہوں اور میرا ایک عقیدت مند سلطان زنگی وقتاً فوقتاً میری ڈمی دنیا والوں کے سامنے پیش کرکے مجھے زندہ رکھے گا۔"

"تم نے طیارے میں کس شخص کو سلطان زنگی بنالیا تھا؟ اس نے بڑی اچھی اداکاری کی ہے۔"

"وہ ترکی فلموں کا اداکار ہے۔ میں آئندہ بھی اس سے کام لیتا رہوں گا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا ان حالات میں پورس وہ دوا دوسرے ڈاکٹروں سے تیار کرائے گا؟"

"نہیں۔ وہ اب دوا کی تیاری کے سلسلے میں جلدی نہیں کرے گا۔ یا تو کچھ عرصے انتظار کرے گا یا پھر کسی دوسرے ملک میں جاکر وہاں کے ڈاکٹروں کو اپنا تابعدار بنا کر اپنا کام نکالے گا۔"

"ویسے تمہارا ایک نقصان ہوا ہے۔ پورس اب بلی ڈونا پر بھروسا نہیں کرے گا۔ اس سے دور رہے گا۔ وہی ایک بلی ڈونا تمہاری معلومات کا ذریعہ تھی۔ آئندہ پورس پر نظر رکھنے کے لیے کیا کرو گے؟"

"کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ وہ حسن و شباب کا رسیا نہیں ہے۔ آئندہ کسی حسینہ کے ذریعے اسے ٹریپ نہیں کیا جاسکے گا۔"

"میں نہیں مانتی کہ حسین عورتوں پر اس کا دل نہ آتا ہو۔ جو مرد دن رات مختلف معاملات میں مصروف رہتے ہیں' وہ تنہائی میں ایک محبت کرنے والی ساتھی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ پورس نے حالات سے مجبور ہوکر بلی ڈونا کا ساتھ چھوڑا ہے۔ ہر مرد کی زندگی میں کوئی ایک عورت ضرور آتی ہے۔ اس کی زندگی میں بھی کوئی ہوگی یا آئندہ کوئی اسے متاثر کرسکتی ہے۔"

"تمہاری بات درست ہوسکتی ہے لیکن پورس ابھی تک حسن پرست ثابت نہیں ہوا ہے پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی حسینہ کو آلۂ کار بنا کر اس پر نظر رکھی جائے۔ اب ہم دنیا کے ان تمام ڈاکٹروں کے نام کی ایک فہرست تیار کریں گے' جنہوں نے میڈیکل سائنس اور دوا سازی میں بڑا نام حاصل کیا ہے۔ بڑے تجربات کیے ہیں اور ایسے ڈاکٹروں کی بھی فہرست تیار کریں گے' جو مجرمانہ انداز میں دوا سازی کرتے ہیں۔"

"اس کام میں بڑا وقت لگے گا۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں اچھے اور برے تمام ڈاکٹروں کے ریکارڈز موجود ہیں۔ وہاں میری مطلوبہ فہرست تیار کی جائے گی پھر ہمارے ادارے میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ سب ان ڈاکٹروں کے دماغ میں پہنچتے رہیں گے۔ کوئی نہ کوئی ایسا ڈاکٹر ضرور نظروں میں آئے گا' جسے پورس اپنے مقصد کے لیے ٹریپ کر رہا ہوگا۔"

"بابا صاحب کے ادارے سے تمہیں بڑی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ واقعی تمہارا یہ کام دو چار دنوں میں ہوجائے گا۔"

"میں ابھی ادارے کے انچارج سے رابطہ کر رہا ہوں۔ تم بھی اپنے طور پر سوچو کہ کس طرح پورس پر نظر رکھی جاسکتی ہے۔ وہ روپوش رہنے میں کامیاب رہے گا تو ہمارے لیے مسائل پیدا کرتا رہے گا۔"

وہ خیال خوانی میں مصروف ہوگیا۔ الپا اسے بڑے پیار سے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی "میں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ امریکن ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرتی رہی پھر وہاں سے فرار ہوکر اسرائیل آگئی۔ میں یہودی ہوں۔ میرے دل میں یہودی قوم کی خدمت کا جذبہ تھا لیکن عجیب بات ہے کہ میری تنہائیوں میں آنے والا پہلا مرد یہی پارس تھا۔ اس مسلمان نے مجھے تسخیر کیا تھا۔

"پھر حالات بدل گئے۔ پارس سے جھگڑا ہوگیا۔ محبت کی جگہ نفرت نے لے لی۔ کئی برس بیت گئے۔ مسلمانوں سے نفرت بڑھتی گئی۔ خدا کی قدرت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جتنی شدت سے مسلمانوں کو قابل نفرت سمجھتی ہوں اس سے بھی زیادہ شدت سے پھر اسی مسلمان کی اسیر ہوجاؤں گی' جو پہلی بار میری زندگی میں میرا فاتح بن کر آیا تھا۔"

پارس نے ادارے کے انچارج سے صرف دس منٹ گفتگو

کی۔ اسے بتایا کہ وہ ڈاکٹروں اور دوا سازوں کے بارے میں کیسی معلومات چاہتا ہے اور ان ڈاکٹروں کے سلسلے میں ادارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کس طرح فرائض ادا کرنے ہیں۔ جس ڈاکٹر کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا جارہا ہے اس ڈاکٹر کے متعلق پارس کو فوراً اطلاع دی جائے۔

وہ انچارج سے رابطہ ختم کرکے دماغی طور پر حاضر ہوا پھر اس نے سامنے بیٹھی ہوئی الپا کو دیکھا۔ وہ اسے بڑی لگن سے دیکھتے ہوئے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی "تم تو خیال خوانی کررہے تھے؟"

"اور تم کیا کررہی تھیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہیں جی بھر کے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد تم ہی ہو۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "پھر میرے بعد کون آیا؟ اور کتنے آئے؟"

الپا نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کیں پھر آنکھیں کھول کر بولی "کیا میری بات کا یقین کرو گے کہ تمہارے بعد آج تک کوئی نہیں آیا۔"

"پھر یہ بچی کیسے پیدا کی؟"

"میں تمہارے اس سوال کا جواب ابھی دوں گی۔ تمہارے بعد کئی برس بیت گئے۔ ایک جوان عورت اتنے برس تنہا نہیں رہ سکتی لیکن تمہارے جانے کے بعد مجھے مردوں سے نفرت ہوگئی تھی۔ میں نے اپنے ملک اور قوم کی خاطر کئی چالاک اور خطرناک مردوں کو ٹریپ کیا لیکن انہیں اپنے جسم تک پہنچنے سے پہلے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُلّو بنادیا۔ ان میں سے کتنے ہی میرے بیڈ پر آئے اور مجھے ہاتھ لگانے سے پہلے گہری نیند سو گئے۔ جن سے زیادہ خطرہ محسوس ہوا' انہیں میں نے موت کی نیند سلا دیا۔

"لیکن اس عرصے میں میرے اندر کی عورت ماں بننے کے لیے بے چین رہی۔

"ممتا کا یہ تقاضا اسی وقت پورا ہوسکتا تھا' جب کوئی مرد مجھے ہاتھ لگاتا اور مجھے یہ منظور نہیں تھا۔ میں اپنی ضد پر قائم رہی۔ کسی کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا اور ممتا کا تقاضا بھی پورا کیا پھر اس پیاری سی بچی کو جنم دیا ہے۔"

"کیا تم نے کوئی کرشمہ دکھایا ہے؟"

الپا نے کہا "ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔ یہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی ہے۔ کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا اور میں ایک بچی کی ماں بن گئی۔ تم جانتے ہو' میں کتنی ضدی ہوں۔ جو ارادہ کرلیتی ہوں' اسے ضرور پورا کرتی ہوں۔ میں اپنی قوتِ ارادی کی بدولت ہی برسوں سے اسرائیلی اکابرین پر حکومت کرتی آرہی ہوں۔"

پارس نے کہا "یہ بات بڑی مشہور ہوئی تھی کہ منکی ماسٹر کے بھائی کو تم نے اپنے حسن و شباب کے ذریعے پھانسا تھا اور وہ تمہارے بیڈ روم میں رہا کرتا تھا؟"

"یہ درست ہے۔ وہ میرے بیڈ روم میں راتیں گزارتا تھا لیکن اس کے ساتھ میری ڈمی ہوا کرتی تھی۔"

"ایک بار میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ تمہیں معمول بنا کر تمہارے خیالات پڑھے۔ ان خیالات سے پتا چلا کہ تم مردوں سے نفرت کرتی ہو اور اپنے بیڈ روم میں آنے والوں کو ڈمی بنایا کرتی ہو۔"

"پھر تم نے میرے خیالات پڑھ کر یہ کیوں نہیں معلوم کیا کہ میں نے ایک ٹیسٹ ٹیوب بے بی کو جنم دیا ہے؟"

"یہ تقریباً دو برس پہلے کی بات ہے۔ جناب تبریزی کی ہدایت پر میں نے تم پر سے تنویمی عمل ختم کردیا تھا۔ اس کے بعد تمہارے چور خیالات پڑھ نہیں سکتا تھا۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا پھر چونک کر بولا "یہ بچی دس ماہ کی ہے۔ اس کا مطلب ہے' تم ڈیڑھ برس پہلے کسی اسپیشلسٹ کے پاس گئی تھیں۔"

"ہاں اس کی خاطر میں امریکا گئی تھی۔ نیویارک کے ایڈورڈ اسپتال میں۔"

پارس اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ بچی ایک پالنے میں سو رہی تھی۔ پارس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "وہاں کے کسی بھی اسپتال میں ایک ہفتے میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا ایک ہی کیس لیا جاتا ہے۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ تم کس تاریخ کو ایڈورڈ اسپتال میں داخل ہوئی تھیں؟"

"۴جنوری ۱۹۹۳ء کو....."

پارس نے جھک کر بچی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھالیا پھر اسے بڑی محبت سے چومنے لگا۔ الپا نے قریب آکر پوچھا "بچی سو رہی ہے اور تمہیں اچانک اس پر پیار آرہا ہے؟"

"اس لیے کہ یہ میری بچی ہے' میرا خون ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔ ۴جنوری ۱۹۹۳ء کو میں بھی ایڈورڈ اسپتال میں تھا۔ وہاں یہ بات چھپائی جاتی ہے کہ کوئی عورت کس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ مرد کو بھی نہیں بتایا جاتا کہ وہ فلاں عورت کے بچے کا باپ بننے والا ہے لیکن وہی اسپتال' وہی تاریخ اور وہی ایک ہفتے کی مدت سے ثابت ہوگیا ہے کہ تم نے میری بیٹی کو جنم دیا ہے۔"

الپا نے بڑی حیرت اور مسرت سے پارس کو دیکھا پھر اس سے اس طرح لپٹ گئی کہ دونوں کے درمیان وہ بچی نیند میں مسکرانے لگی۔ وہ دونوں اسے چومنے لگے۔

پھر الپا نے کہا "پارس! جناب تبریزی ایک باکمال بزرگ ہیں۔ وہ روحانی بصیرت سے بہت کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ اسی لیے زچگی کے دوران میں جب میرا دماغ کمزور تھا اور کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے ٹریپ کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے میرے دماغ کو لاک کردیا تھا۔"

پارس نے کہا "اور انہوں نے مجھے ہدایت دی تھی کہ میں تمہاری نگرانی اور حفاظت کرتا رہوں کیونکہ جو بیٹی جنم لینے والی ہے اس کا تعلق ہمارے خاندان سے ہے۔"

"ٹیوب سسٹم کے مرحلے سے گزرنے کے بعد مجھے یقین نہیں تھا کہ میں ماں بن سکوں گی۔ جناب تبریزی نے پیش گوئی کی تھی کہ میں ماں بننے والی ہوں اور یہ بھی پہلے سے کہہ دیا تھا کہ میں ایک بیٹی کو جنم دوں گی۔ یہ قدرت کے کھیل ہیں پھر بھی میں پوچھوں گی تم اس تاریخ کو اسی اسپتال میں کیوں گئے تھے؟"

"اس اسپتال میں ایک ڈاکٹر سے میری دوستی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ایک شخص بانجھ ہے لیکن میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس کی بیوی ماں بن سکتی ہے۔ اگر میں نیکی کروں تو ان میاں بیوی کے گلشن میں پھول کھل جائے گا۔"

الپا نے کہا "ہاں میں نے ڈاکٹر کو یہی بیان دیا تھا کہ میرا شوہر بانجھ ہے لیکن میں میڈیکل رپورٹ کے مطابق ماں بن سکتی ہوں۔ لہٰذا ٹیوب سسٹم کے ذریعے ماں بننا چاہتی ہوں۔ میں ڈاکٹر کے اطمینان کے لیے خیال خوانی کے ذریعے ایک شخص کو شوہر بنا کر وہاں لے گئی تھی۔"

الپا نے بچی کو اس سے لے کر پالنے میں لٹا دیا پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم ہی میری زندگی کے پہلے مرد تھے اور ہزار نفرتوں سے گزرنے کے بعد بھی تم ہی میرے مرد ہو اور آخری سانس تک رہو گے۔"

پارس اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ لینا چاہتا تھا۔ اسی وقت بچی رونے لگی۔ الپا نے اس سے الگ ہوکر اسے پالنے سے اٹھایا۔ وہ بولا "ہماری بیٹی بہت شریر ہے۔ ماں باپ کو گلے لگنے سے روک رہی ہے۔"

وہ بچی کو پچکارتے ہوئے بولی "میں ابھی اسے سلا دوں گی۔"

وہ اسے سینے سے لگا کر گنگنانے لگی۔ وہ دو منٹ میں ہی سو گئی۔ اس نے پھر اسے پالنے میں لٹا دیا۔ پارس نے کہا "تم تو بڑی تجربے کار ماں بن گئی ہو۔"

وہ پاس آکر بولی "تم مجھے تجربے کار بیوی بنا دو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے بولا "یہ ثابت ہوچکا ہے کہ تم صرف میرے لیے اس دنیا میں آئی ہو اور ہم بڑے طوفانوں سے گزرنے کے بعد پھر ایک ہورہے ہیں۔"

اس نے دونوں بازوؤں کے حصار میں اسے لیا پھر اس کے چہرے پر جھکنے لگا لیکن پھر گڑبڑ ہوگئی۔ دونوں الگ ہوکر بند دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ باہر کچھ عورتوں اور مردوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ایک شخص سوی (الپا) کے ماں باپ سے کہہ رہا تھا "تمہیں شرم نہیں آتی۔ وجے (پارس) کو یہاں بلاتے ہو اور اپنی بیوہ بیٹی کو اس کے ساتھ بند کمرے میں چھوڑ دیتے ہو۔"

ایک عورت کی آواز سنائی دی "رام! رام! یہاں تو دن دہاڑے پاپ ہورہا ہے اور یہ ماتا پتا کھلے پاپ کی اجازت دے رہے ہیں۔"

ایک بوڑھے نے کہا "مجھے تو رگھو دادا نے آکر بتایا کہ یہ دروازہ صبح سے بند ہے اور اب شام ہونے والی ہے۔"

الپا نے پریشان ہوکر کہا "پارس! اب کیا ہوگا؟ ہمارے ساتھ وہ بے چارے سوی کے ماتا پتا بھی بدنام ہورہے ہیں اور لوگوں کی باتیں سن رہے ہیں۔"

پارس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر الپا کا ہاتھ پکڑ کر سری کرشن بھگوان کی مورتی کے پاس آیا۔ وہاں ایک سندور کی ڈبیا رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اس ڈبیا میں سے ایک چٹکی سندور لے کر اس کی مانگ بھرتے ہوئے کہا "فکر نہ کرو۔ ہم کسی طرح بات بنالیں گے۔"

انہوں نے دروازے کے پاس آکر اسے کھولا۔ باہر عورتوں اور مردوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ وہ سب ان دونوں کو دیکھتے ہی خاموش ہوگئے۔ کچھ لوگوں کی نظریں الپا کے سر کی طرف تھیں۔ مانگ میں سندور دکھائی دے رہا تھا۔ پارس نے پوچھا "کون ہمیں پاپی کہہ رہا تھا؟ کچھ سوچے سمجھے اور دیکھے بغیر کسی کو بدنام کرنا کیا اچھی بات ہے؟"

ایک عورت نے کہا "سوی نے سندور لگایا ہے۔ اس کی شادی کب ہوئی؟"

پارس نے کہا "میں نے اس کی مانگ بھری ہے۔ اس طرح یہ میری دھرم پتنی بن گئی ہے۔"

"ارے واہ! کیا مانگ میں سندور لگا دینے سے پتی پتنی بن جاتے ہیں؟"

"ہاں پتی پتنی بن جاتے ہیں۔ اپنے دیس کی درجنوں فلمیں دیکھ لو۔ ہیرو کے پاس کھانے کو پیسہ ہو یا نہ ہو' اس کی جیب میں سندور کی ڈبیا ضرور ہوتی ہے۔ جب ظالم سماج ان کے درمیان آتا ہے تو وہ ڈبیا سے سندور نکال کر ہیروئن کی مانگ بھر کر اسے اپنی دھرم پتنی بنالیتا ہے۔"

رگھو دادا نے کہا "اے! تم فلموں کی بات نہ کرو۔ تمہاری شادی کا گواہ کون ہے؟"

پارس نے کہا "ابے او رگھو! کیا پھر تیری پٹائی کروں؟ فلموں میں وہ دکھایا جاتا ہے' جو ہمارے سماج میں ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا ہے تو سرکار سے جاکر پوچھو' ایسی فلمیں بنانے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے؟"

مندر کا ایک پجاری' اس بھیڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ کچھ کہنے کے

لیے آگے بڑھا۔ پارس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پجاری اس کی مرضی کے مطابق بولا "میں ان کی شادی کا گواہ ہوں۔ سوی اور وجے صبح سویرے مندر میں آئے تھے۔ میں نے بھگوان کو گواہ مان کر ان کا بیاہ کرا دیا۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اگنی کے سات پھیرے لیے جائیں۔ وجے ٹھیک کہتا ہے، ہماری درجنوں فلموں میں ہیرو ہیروئن مندر جاتے ہیں اور بھگوان اور پجاری کے سامنے پتی پتنی بن جاتے ہیں۔ یہ فلم والوں کا احسان ہے کہ وہ برات اور کھانے پینے کے اخراجات سے بچا لیتے ہیں۔ ہیروئن بیاہ کرنے کے لیے مندر میں آتی ہے تو جہیز لے کر نہیں آتی۔ اپنے ماں باپ کے لاکھوں روپے بچاتی ہے۔ آپ لوگ ذرا غور کریں۔ اگر سوی اور وجے سب کے سامنے شادی کرتے تو رگھو دادا فلم کے آخری سین کی طرح ولن بن کر آتا..... دنگا فساد اور خون خرابا ہوتا اور یہ رگھو دادا پھر ایک بار وجے سے لات جوتے کھا کر بھاگ جاتا۔

"میری بہنو! بھائیو! اور سجنو! فلم اور دھرم کی کچھ باتیں میں نے آپ کو سمجھا دی ہیں۔ اب آپ گھر جائیں اور پتی پتنی کو ہنسی خوشی زندگی گزارنے دیں۔"

یہ کہہ کر پجاری جانے لگا۔ دوسرے لوگ بھی وہاں سے جاتے ہوئے ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے لیکن پجاری کی گواہی کے بعد اعتراضات تقریباً ختم ہو چکے تھے۔

پجاری سوچتا جا رہا تھا "پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں کہنا کچھ چاہتا تھا مگر کچھ اور کہہ گیا۔ ویسے جو بھی کہا ہے، ٹھیک ہی کہا ہے۔ بے چاری سوی بیوہ تھی، سہاگن بن گئی ہے۔ ایک نیک کام ہو گیا ہے۔"

پجاری چلتے چلتے رک گیا پھر آسمان کی طرف دیکھ کر سر کھجاتے ہوئے بڑبڑایا "مگر وہ دونوں مندر کب آئے تھے؟"

○☆○

پچھلی بار فہمی اور علی کی شادی ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔ نیلماں نے شادی سے پہلے فہمی کو اغوا کرا کے شیشے کے طلسمی کمرے میں قید کر دیا تھا۔

فہمی نے دوسری صبح اپنی ذہانت سے نیلماں کے طلسم کو توڑ دیا تھا اور نجات حاصل کر لی تھی۔ اس نے صرف ذہانت سے کالے جادو کو ناکام بنا کر اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا تھا کہ میں نے اور میری پوری فیملی نے اس کے دماغ میں باری باری پہنچ کر اسے مبارک باد دی تھی۔ آخر میں جناب علی اسد اللہ تبریزی نے آ کر اسے دعائیں دیں اور اسے ظہر کی نماز ادا کرنے کو کہا۔ جب اس نے نماز ادا کی تو کہا "بیٹی! اسی طرح جائے نماز پر بیٹھی رہو اور یاد رکھو، اس دنیا میں جو جتنے بڑے کارنامے انجام دیتا ہے، اسے تمام عمر اتنی ہی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بڑے کام کرنے والوں کے بڑے دشمن بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔"

فہمی نے کہا "یا حضرت! جب تک آپ کا سایہ میرے سر پر ہے میں پورے حوصلے کے ساتھ آزمائشوں سے گزرتی رہوں گی۔"

"میری دعائیں اور نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ میں ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتا ہوں، کبھی کبھی تم لوگوں کی خاطر دنیاوی معاملات پر توجہ دیتا ہوں پھر یہ ساری دنیا فانی ہے۔ تمہارا کیا بھروسا؟ ہو سکتا ہے، دوسری بار تم سے رابطہ نہ کر سکوں۔ بہرحال تم نماز ادا کر چکی ہو، اب آنکھیں بند کرو اور مراقبے میں جاؤ۔ ساری دنیا کو بھول جاؤ۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ آنکھیں بند کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد میں غرق ہو گئی۔ تبریزی صاحب اس کے اندر موجود تھے اور ان کے لب کچھ پڑھتے جا رہے تھے۔ بہت عرصے پہلے انہوں نے پارس پر ایسا روحانی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ کو عجوبہ بنا دیا تھا۔ آج فہمی کے اندر بھی یہی صلاحیتیں پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ وہ جب چاہتی اپنی آواز، لب و لہجہ، دماغ اور شخصیت چشم زدن میں بدل سکتی تھی اور اس کے دل و دماغ پر اور اس کے جسم پر کالا جادو اثر نہیں کر سکتا تھا۔

علی نے اس کے کمرے میں آ کر دیکھا۔ وہ نماز ادا کرنے کے بعد اسی طرح جائے نماز پر دو زانو بیٹھی ہوئی تھی۔ مراقبے میں اتنی غرق ہو چکی تھی کہ پورا جسم ساکت ہو گیا تھا۔ یہ بھی پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ سانس لے رہی ہے یا نہیں؟

علی اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہا کہ وہ نماز کے بعد مراقبے میں کیوں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی؟

لیکن اس کے دماغ میں پہنچتے ہی حیرانی ہوئی۔ وہاں گہری خاموشی میں بہت دور سے دھیمی دھیمی کلام پاک کی تلاوت سنائی دے رہی تھی۔ فہمی کی اپنی سوچ کی لہریں کہیں گم ہو گئی تھیں۔ گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی یاد میں غرق ہو کر اپنی ذات کو (عارضی طور پر) فنا کر دیا تھا۔

اگر وہ موجود ہوتی اور اس کی سوچ کی لہریں ہوتیں تو علی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کب تک عبادت میں مصروف رہے گی۔ اس نے اپنی والدہ آمنہ فرہاد کے کمرے میں آ کر دیکھا، وہ بھی عبادت میں مصروف تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا "ماما! مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔"

آمنہ نے کہا "فہمی سے کم از کم چوبیس گھنٹے دور رہو۔ دوسری کوٹھی میں چلے جاؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر عبادت میں مصروف ہو گئی۔ آمنہ اپنی کوٹھی میں تنہا رہتی تھی۔ وہاں سونیا کے بیٹے کبریا فرہاد اور پارس کے نادیدہ بیٹے بابر کی پرورش کر رہی تھی۔ جب فہمی اور علی کی شادی طے پائی تو اس نے اپنی ہونے والی بہو کو اپنی کوٹھی میں بلا لیا تاکہ فہمی دلہن بن کر رخصت ہونے تک علی سے دور رہے۔

اس وقت بھی آمنہ نے اسے چوبیس گھنٹے تک فہمی سے دور رہنے کا حکم دیا تھا۔ اب اسے فہمی کے بغیر کہیں دل لگانا تھا۔ اس لیے وہ کار میں بیٹھ کر تفریح کے لیے نکل گیا۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ ایک پارک میں آ گیا۔ وہاں عورتیں، مرد اور بچے رنگا رنگ لباس پہنے بنے ٹھنے بولتے نظر آ رہے تھے۔ ہر طرف ہریالی تھی اور طرح طرح کے رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ بچوں اور بڑوں کے لیے کھیل تماشوں کا انتظام تھا۔ بڑی چہل پہل، بڑی رونق تھی۔ ایسی جگہ آ کر انسان اپنے دکھ درد، مایوسیاں اور محرومیاں بھول جاتا ہے لیکن اتنی تفریحات کے باوجود آدمی کا دل چاہتا ہے کہ وہ تنہا نہ رہے، کم از کم ایک ساتھی ہو، جس سے گفتگو کی جائے۔ علی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ کسی حسین ساتھی کی آرزو کرے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ کوئی اچھا دوست مل جائے جس کے ساتھ گپ شپ میں مزہ آتا رہے۔

وہ پتھر کی ایک بینچ پر بیٹھا رنگین نظارے دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت دو آدمی اس کے آس پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ایک آدمی پیچھے کھڑا ہو گیا۔ علی نے ان تینوں پر ایک نظر ڈالی پھر کچھ فاصلے پر کھیلنے والے خوب صورت بچوں کو دیکھنے لگا۔

دائیں طرف بیٹھے ہوئے ایک شخص نے علی کو مخاطب کیا "باؤ جی! مجھے پہچانا؟"

علی نے انکار میں سر ہلا کر پوچھا "نہیں۔ کون ہو تم؟"

"میرا نام کمال الدین ہے۔ تم نے یہاں گارڈن میں آ کر اپنی کار ایک جگہ پارک کی تھی۔ پھر ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر نوٹوں کی ایک چھوٹی سی گڈی نکال رہے تھے۔ تب میں نے دیکھا، اس خانے میں بڑے بڑے نوٹوں کی بہت سی گڈیاں ہیں۔"

علی نے کہا "ہاں چھ لاکھ روپے ہیں۔"

"باؤ جی! کیوں اتنی بڑی رقمیں لے کر گھومتے ہو۔ کوئی چاقو مار کر لے جائے گا تو جان سے بھی جاؤ گے اور رقم بھی جائے گی۔"

علی نے کہا "کوئی مجھے چاقو کیوں مارے گا؟ میں چاقو مارنے سے پہلے ہی اسے تمام رقم دے دوں گا۔ کیا پھر بھی وہ میری جان لے گا؟"

"واہ باؤ جی! ہم نے تو یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ تم اتنے سمجھ دار ہو۔ زور زبردستی کرنے سے پہلے ہی مان جاؤ گے۔"

دوسرے نے کہا "میرے کوٹ کی جیب میں پستول ہے۔ اس کا رخ تمہاری طرف ہے۔ پیچھے جو کھڑا ہے، اس کی جیب میں چاقو ہے۔ بٹن دباتے ہی کھٹاک سے کھلتا ہے۔ پیٹ میں گھستا ہے اور انتڑیاں باہر نکال لیتا ہے۔"

تیسرے نے کہا "تم تو کافی سمجھ دار ہو۔ کیا آگے کچھ اور کہنا ہو گا؟"

علی نے کہا "اب کہنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ میں تم تینوں کے درمیان خاموشی کے ساتھ یہاں سے اٹھوں گا۔ تم لوگوں سے... مسکرا کر باتیں کرتے ہوئے گارڈن کے پارکنگ ایریا میں چلوں گا۔ مجھے یہی کرنا ہے نا؟"

"بالکل یہی کرنا ہے۔ ماں قسم تمہارے جیسا سمجھ دار شکار ہمیں آج تک نہیں ملا۔"

علی نے کہا "میں اپنی کار سے وہ تمام رقم پارکنگ ایریا میں نہیں نکالوں گا کیونکہ وہاں سے تم رقم لے کر بھاگنے لگو گے تو بعد میں، میں چلاؤں گا اور پولیس والے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اس لیے تم تینوں میرے ساتھ کار میں بیٹھ کر ایسی جگہ چلو گے جہاں تمہاری گرفتاری کا خطرہ نہ ہو۔ وہاں تم چھ لاکھ روپے لے کر میری گاڑی سے اتر کر چلے جاؤ گے۔"

ایک شخص نے اس کے گھٹنے چھو کر کہا "مان گئے باؤ جی! تم اپنی جان بچانے کے لیے اتنی سمجھ داری سے وہی باتیں کر رہے ہو، جو ہم سوچ رہے ہیں۔ اب یہاں سے اٹھو اور چلو۔"

علی وہاں سے اٹھ کر ان تینوں کے درمیان چلنے لگا۔ ایک نے کہا "ہم تمہاری کار میں بیٹھ کر جی ٹی روڈ پر جائیں گے۔ پنڈی کے راستے میں کہیں بھی کار روک کر رقم لے کر چلے جائیں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے پارکنگ ایریا میں آئے۔ علی کی کار کے پاس ایک خوب صورت سی غیر ملکی جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

علی اپنی کار کا دروازہ کھولنے لگا تو لڑکی نے انگلش میں کہا۔ "ایکسکیوزمی۔ میں نے اپنی رینٹڈ کار یہاں کھڑی کی تھی، اسے کوئی لے گیا ہے۔ میں یہاں سپاہیوں سے پوچھ رہی ہوں مگر وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی کو وہ کار لے جاتے نہیں دیکھا ہے۔ اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کار کو چرایا گیا ہے۔"

علی نے کہا "تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ اب تمہیں قریبی پولیس اسٹیشن جا کر چوری کی رپورٹ درج کرانی ہو گی۔ اگر تمہارے نصیب اچھے ہوئے تو وہ کار مل جائے گی۔"

"میں پہلے بھی کئی بار پاکستان آ چکی ہوں۔ یہ جانتی ہوں کہ پولیس اور تھانے کے چکر میں پڑنے سے چوری کا مال ملے یا نہ ملے مگر ہمارا سکون برباد ہو جاتا ہے۔"

"پھر تم کیا چاہتی ہو؟"

علی کو شکار کرنے والوں میں سے ایک شکاری نے کہا "باؤ جی! اس چکنی کڑی پر کیوں پھسل رہے ہو۔ بات جلدی ختم کرو اور یہاں سے چلو۔"

علی نے کہا "میری گاڑی میں تو چھ لاکھ ہیں۔ اس لڑکی کی گاڑی میں ایک کروڑ روپے تھے۔ کوئی وہ گاڑی لے گیا ہے۔ یہ کہہ رہی ہے، جو میری گاڑی اور رقم واپس لائے گا، میں اسے پچیس لاکھ روپے دوں گی۔"

"پچیس لاکھ؟" تینوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

ایک نے کہا "یہ تو موٹی اسامی ہے۔ دیکھو باؤ جی! ہم انگریزی نہیں سمجھتے ہیں۔ اس سے بولو۔ ہم اس چور کو پکڑ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں اسے انگریزی میں سمجھاتا ہوں۔"

اس نے لڑکی سے دوبارہ پوچھا "تم پولیس تھانے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتیں پھر کیا چاہتی ہو؟"

جوان لڑکے نے کہا "یہ میری بہن بونی ہے اور میں اس کا چھوٹا بھائی آرتھر ہوں۔ ہمارے لیے کار کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم نے جس ہوٹل سے وہ کار کرائے پر لی تھی' اس کی قیمت ادا کردیں گے۔"

بونی نے کہا "میں چاہتی ہوں کہ آپ ہمیں اس ہوٹل تک پہنچادیں۔"

علی نے کہا "نو پرابلم۔ آؤ کار میں بیٹھ جاؤ۔"

وہ بہن بھائی کار میں بیٹھنے لگے تو ایک شکاری نے پوچھا۔ "انہیں کیوں بٹھا رہے ہو؟"

علی نے کہا "میں نے ان سے معاملہ طے کرلیا ہے۔ میں ان کی گاڑی کے چور کو پکڑوں گا' یہ مجھے پچیس لاکھ روپے دیں گے۔ تم لوگ جاؤ۔"

"اوئے باؤجی! کیا تیری موت آئی ہے؟"

علی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پستول نکال کر اس کے دستے سے اپنے ساتھی کے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ چیختا ہوا ذرا پیچھے گیا۔ اس نے دوسرے ساتھی کا گریبان پکڑ کر اسے ایک طرف کھینچ کر لے جاتے ہوئے کہا "چل یہاں سے ورنہ گولی ماردوں گا۔"

اس سے پہلے کہ دونوں ساتھی اس کے خلاف بولتے' اس نے دونوں کی ایک ایک ٹانگ میں گولی ماری۔ علی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کرنے لگا۔ وہ پستول والا دو فائر کرنے کے بعد وہاں سے بھاگ رہا تھا۔

بونی کار کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی' پریشان ہو کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

علی نے کار کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "شاید اس پستول والے کا دماغ چل گیا ہے۔ ہمیں بھی یہاں سے فوراً چلنا چاہیے۔"

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا گارڈن کے احاطے سے باہر آگیا۔ آرتھر اسپینی زبان میں کہنے لگا "ہم میڈرڈ سے سیدھے اسلام آباد جاتے تو بہتر تھا۔ یہ تمہاری خواہش تھی کہ پہلے کراچی گئیں' پھر لاہور آئی ہو۔ دونوں ہی شہروں میں گولیاں چل رہی ہیں۔"

بونی نے کہا "ہم موت سے کھیلنے والے باپ کی اولاد ہیں۔ ہمیں خطرات سے گھبرانا نہیں چاہیے۔"

بہن بھائی کا خیال تھا کہ علی ان کی زبان نہیں سمجھ رہا ہوگا۔ بونی نے تجسس پیدا کرنے والی بات کی تھی کہ وہ موت سے کھیلنے والے باپ کی اولاد ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کا باپ خطرات سے کھیلتا ہوگا اسی لیے کہا جارہا تھا کہ وہ موت سے کھیلتا ہے۔

علی نے بونی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ اس کے باپ کا نام جیرالڈ کاکپر ہے اور وہ انٹرپول کا ایک بہت مشہور سراغ رساں ہے انڈر ورلڈ کے مجرموں کو گرفتار کرنے کے لیے مختلف ممالک میں مصروف رہتا ہے۔ آج کل اسلام آباد میں ہے۔ مصروفیات کے باعث باپ سے چھ ماہ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ بہن بھائی اس سے ملنے آئے تھے۔

علی نے انجان بن کر پوچھا "کیا لاہور کی سیر کرنے آئے ہو؟"

بونی نے کہا "ہاں ہم ایک دن کے لیے آئے ہیں۔ کل صبح اسلام آباد جائیں گے۔ پہلے رینٹڈ کار کی قیمت ادا کریں گے پھر دوسری کار لے کر اسلام آباد جائیں گے۔ بائی دی وے تم ہوٹل تک چل رہے ہو۔ ہمارے ساتھ چائے ضرور پینا۔"

"یہ چائے پینے کا وقت ہے۔ میں انکار نہیں کروں گا۔"

وہ ہوٹل پرل کے پارکنگ ایریا میں پہنچے۔ کار سے اتر کر رینٹ اے کار کے کاؤنٹر پر آئے اور انہیں کار کی چوری کے بارے میں بتایا۔ منیجر نے فون کے ذریعے پولیس سے رابطہ کیا پھر اس سے باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھ کر بونی سے بولا "شاید آپ کو کار کی قیمت نہ دینی پڑے۔ پولیس والے چور کو گرفتار کرلیں گے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔"

آرتھر نے کہا "سسٹر! میں ٹینس کورٹ کی طرف جارہا ہوں۔ تم ہمارے محسن کو چائے پلاؤ۔"

بونی کاؤنٹر سے اپنے کمرے کی چابی لے کر علی کے ساتھ لفٹ میں آئی۔ اس لفٹ میں دو آدمی اور آگئے۔ وہ لفٹ تیسرے فلور پر آکر رک گئی۔ وہ لفٹ سے باہر آئے۔ وہ دونوں بھی ان کے پیچھے چلنے لگے۔ بونی نے اپنے کمرے کے سامنے پہنچ کر چابی سے دروازے کو کھولا۔ پھر بولی "اندر آؤ۔"

پیچھے آنے والوں نے دونوں کو زور کا دھکا مارا۔ وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے اندر پہنچ گئے۔ پیچھے آنے والے ایک شخص نے ریوالور نکال لیا۔ دوسرے نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا "کسی نے بھی چیخنے چلّانے کی حماقت کی تو ہم گولی ماردیں گے۔"

"ہم سہولت سے باتیں کریں گے۔ تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

ایک نے کہا "تم بہن بھائی اپنے باپ سے ملنے آئے ہو۔ ہماری معلومات کے مطابق بھائی تم سے چھوٹا ہے اور یہ بھرپور جوان ہے۔ تمہارا بھائی نہیں ہو سکتا پھر یہ کون ہے؟"

"یہ میرا مہمان ہے۔"

"بوائے فرینڈ کہو۔ اپنے کمرے میں عیاشی کے لیے اسے ساتھ لائی ہو۔"

وہ دونوں بول رہے تھے اور علی خاموشی سے ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ بونی نے کہا "یہ میرا ایک معزز مہمان ہے۔ ویسے تم کچھ بھی سمجھ لو مگر یہ تو بتاؤ' تم لوگ کون ہو؟"

"ہم بھی بتاتے ہیں۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ تمہارا چھوٹا بھائی آرتھر کہاں ہے؟"

"وہ ٹینس کورٹ میں ہے۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد ہی آئے گا۔ اب تم بتاؤ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے کہا "تمہارا باپ انٹرپول کا ایک بہت بڑا افسر ہے۔ اسلام آباد آکر ہمارے لیے مسئلہ بن گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں' وہ پاکستان سے چلا جائے۔"

"میں پاپا کو سمجھاؤں گی بلکہ انہیں اپنے ساتھ یہاں سے لے جاؤں گی۔"

دوسرے شخص نے ہنستے ہوئے کہا "ہمیں بچہ سمجھ کر بہلا رہی ہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تمہارا باپ اتنا فرض شناس افسر ہے کہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے باعث ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا رہتا ہے۔ برسوں گزر جاتے ہیں' وہ بیوی بچوں سے ملنے نہیں آتا ہے۔ وہ تمہارے کہنے سے یہ ملک چھوڑ کر نہیں جائے گا۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم تمہیں اور آرتھر کو یہاں سے اغوا کرکے دوسرے ملک لے جائیں گے۔ تمہارا باپ تم دونوں کو اور خاص طور پر اپنے بیٹے آرتھر کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ ہم تم دونوں کو یرغمال بنا کر رکھیں گے اور دھمکی دیں گے کہ وہ پاکستان چھوڑ کر نہیں جائے گا تو ہم اس کے بیٹے آرتھر کو گولی ماردیں گے اور تمہارے جیسی حسینہ کو بازار میں بیچ دیں گے۔"

وہ دونوں بونی سے باتیں کر رہے تھے اور علی اتنی دیر میں ان کے چور خیالات پڑھ کر ان کی اصلیت معلوم کرچکا تھا۔

علی نے ہوٹل میں آنے سے پہلے بونی کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کرلیا تھا کہ اس کے باپ کا نام جیرالڈ کاکپر ہے اور وہ انٹرپول کا بہت بڑا سراغ رساں افسر ہے۔

بونی کے خیالات نے جھوٹ نہیں کہا تھا کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا اس کی ماں نے یہی بتایا تھا کہ وہ ایک معزز فرض شناس افسر کی بیٹی ہے' پھر دو چار برسوں میں اس کا باپ آتا تھا تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ انٹرپول کا ایک بہت مصروف افسر ہے۔ لیکن ہوٹل کے اندر جب وہ دونوں کمرے میں جبراً گھس آئے اور بونی سے باتیں کرنے لگے تو علی نے ان کے چور خیالات پڑھے۔ ان دونوں کے خیالات نے بتایا کہ جیرالڈ کاکپر انٹرپول کا افسر نہیں ہے بلکہ انڈر ورلڈ کے مجرموں کی ایک تنظیم کا سربراہ جی کاک ہے اور یہ جیرالڈ کاکپر کے نام کا مخفف ہے۔ یعنی جی سے جیرالڈ اور کاک سے کاکپر۔

اور اسی کم بخت کی تو علی کو تلاش تھی۔ وہ زیرِ زمین رہ کر مجرمانہ زندگی گزار رہا تھا لیکن یہ چاہتا تھا کہ اس کی بیوی بچے اسپین میں شریفانہ زندگی گزاریں اور اب تک یہی ہو رہا تھا۔ جی کاک کا ایک بہت بڑا ایک بہت بڑی انڈسٹری کا مالک تھا۔ اٹلی' فرانس اور جرمنی تک کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ یورپ کے امیر ترین خاندانوں میں اس خاندان کا شمار ہوتا تھا۔ جی کاک کی بیوی اپنے شوہر کی اصلیت جانتی تھی پھر بڑے بیٹے کو باپ کی اصلیت معلوم ہوئی مگر بے انتہا دولت کی خاطر ماں بیٹے نے جی کاک کے بارے میں خاموشی اختیار کرلی۔

وہ جب کبھی ان سے ملنے آتا تو بیوی تنہائی میں اس سے لڑتی تھی۔ بڑا بیٹا بھی سمجھاتا تھا کہ اسے انسانی اعضا فروخت کرنے کا غیر انسانی کاروبار نہیں کرنا چاہیے۔

جی کاک کہتا تھا "میں اس کاروبار کی دلدل میں اس قدر دھنس گیا ہوں کہ اب زیرِ زمین دنیا سے باہر آکر شریفانہ زندگی نہیں گزار سکوں گا۔ اس کاروبار کے جتنے اہم رازدار ہیں' وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

انہوں نے طے کیا تھا کہ بونی اور آرتھر کو باپ کی حقیقت نہیں بتائیں گے۔ وہ ایک شریف خاندان کے افراد کی حیثیت سے عزت دار زندگی گزار رہے تھے۔ بونی میڈیکل کالج میں تھی۔ انسانی دل' گردے اور آنکھیں فروخت کرنے والے مجرموں کے خلاف نفرت سے کالج کے سیمینار میں بولتی تھی اور ان کے خلاف رسائل میں مضامین لکھتی تھی۔ بے چاری یہ نہیں جانتی تھی کہ خود اس کا باپ انسانی دل' گردے اور آنکھیں فروخت کرتا ہے۔

پچھلے چار برسوں سے جی کاک اس قدر مصروف رہا کہ بیوی بچوں سے ملاقات کرنے نہ آسکا۔ بونی اور آرتھر فون کے ذریعے باپ سے ملنے کی ضد کرتے تھے پھر وہ دونوں ضد میں آکر خود ہی باپ سے ملنے کے لیے نکل پڑے۔ جی کاک نے فون پر ان سے کہا تھا کہ وہ آج کل پاکستان میں ہے۔ مجرموں کو گرفتار کرنے کے بعد ان سے ملنے آئے گا لیکن باپ کی بار بار وعدہ خلافی کے باعث وہ ماں سے لڑ جھگڑ کر خود ہی پاکستان آگئے۔

ماں نے فون کے ذریعے جی کاک کو اطلاع دی کہ بونی اور آرتھر اس سے ملنے کی ضد میں یہاں چل پڑے ہیں۔ وہ کراچی سے لاہور پھر لاہور سے اسلام آباد پہنچیں گے۔

اب علی نے ان دونوں کے چور خیالات پڑھے تو ان سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں بونی اور آرتھر کے دشمن نہیں ہیں بلکہ جی کاک کے ماتحت ہیں۔ جی کاک نہیں چاہتا تھا کہ دونوں بچے اس سے ملنے اسلام آباد آئیں۔ یہ اندیشہ تھا کہ ان بچوں کے ذریعے انٹرپول کے جاسوس اسے پہچان لیں گے یا مختلف تنظیموں سے تعلق رکھنے والے اس کے بچوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ وہ اسپین میں اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر ان بچوں سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔

اس لیے اس نے ان دو ماتحتوں کو یہ سمجھا کر لاہور بھیجا تھا کہ وہ بونی اور آرتھر کے پاس جائیں۔ ان سے کہیں کہ ان کا باپ انٹرپول کا بہت بڑا افسر ہے۔ اسے پاکستان سے بھگانے کے لیے وہ ان دونوں کو اغوا کرنے آئے ہیں پھر انہیں اغوا کرکے وہاں سے

دوسرے ملک لے جائیں اور بعد میں یہ کہہ کر ان دونوں کو آزاد کردیں کہ باپ نے بچوں کی خاطر پاکستان چھوڑ دیا ہے۔ اس طرح وہ اسپین چلے جائیں گے' دوبارہ پاکستان نہیں آئیں گے۔

اب جی کاک کے دونوں ماتحت بونی کو دھمکی دے رہے تھے کہ اس کا باپ پاکستان چھوڑ کر نہیں جائے گا تو وہ آرتھر کو گولی ماردیں گے اور بونی جیسی حسینہ کو بازار میں بیچ دیں گے لیکن پہلے ہوٹل سے ان بہن بھائی کو اغوا کرکے کسی دوسرے ملک میں لے جائیں گے۔

ان میں سے ایک ماتحت نے بونی سے کہا "تم متعلقہ کاؤنٹر پر فون کرو کہ وہ آرتھر کو ٹینس کورٹ سے بلائیں۔ جب وہ آکر فون اٹینڈ کرے تو اسے اس کمرے میں بلاؤ۔ اگر چالاکی دکھاؤ گی اور بھائی کو خطرے سے آگاہ کروگی تو ہم تمہیں گولی مار کر باہر جائیں گے پھر تمہارے بھائی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

بونی اپنے بھائی کو اپنی طرح خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتی تھی لیکن اس کے انکار کرنے سے پہلے علی نے اس کے دماغ میں رہ کر اسے فون کرنے پر مائل کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر متعلقہ کاؤنٹر پر کہا کہ ٹینس کورٹ سے آرتھر کاسپر کو بلایا جائے۔ وہ ضروری بات کرنا چاہتی ہے۔

وہ ریسیور کان سے لگائے انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد آرتھر کی آواز سنائی دی "ہیلو سسٹر!"

بونی نے علی کی مرضی کے مطابق کہا "ہم اپنے سراغ رساں باپ سے ملنے کی خاطر خطرات سے کھیلنے آئے ہیں۔ میں دوسری جگہ سے فون کررہی ہوں۔ تم ہوٹل کے کمرے میں نہ جانا۔ وہاں ہماری جان کے دشمن ہیں۔ میں تم سے بعد میں ملوں گی۔"

ایک ماتحت جلدی سے آگے بڑھ کر کریڈل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "یہ تم نے کیا بکواس کی ہے۔ اسے یہاں آنے سے روک دیا ہے۔"

بونی نے اسے دھکا دیا۔ وہ ریوالور والے ساتھی سے ٹکرایا۔ علی نے اس کے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتا ہوا کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر چلا گیا۔ اس نے غصے سے علی پر چھلانگ لگائی۔ علی نے جھک کر اسے اپنے سر پر اچھال کر پیچھے کی طرف پھینکا۔ وہ بھی ریوالور کی طرح کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر گیا لیکن تیسری منزل کی بلندی سے گرنے سے پہلے ہی کھڑکی کی نچلی چوکھٹ کو پکڑ کر لٹک گیا۔

لٹکنے والے نے بلندی سے پستی کی طرف دیکھا۔ اس کی آدھی جان نکل گئی۔۔۔ اس نے کھڑکی سے اندر آنے کے لیے دونوں ہاتھوں کی قوت سے چوکھٹ کی طرف اٹھنا شروع کیا۔ کمرے کے اندر اس کے دوسرے ساتھی کی پٹائی ہورہی تھی۔ اس نے علی کے دو چار فولادی گھونسوں سے سمجھ لیا کہ مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ فوراً ہی پلٹ کر دروازہ کھول کر باہر بھاگ گیا۔

علی نے کھڑکی کے پاس آکر کہا "اب تو تم یہاں لٹکے رہو گے۔

اگر اندر آنا چاہتے ہو تو بونی کو بتاؤ' تم مجرموں کی کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو اور بونی کے پاپا سے کیا دشمنی ہے؟"

وہ خوف سے گڑگڑاتے ہوئے بولا "میں دشمن نہیں ہوں۔ مجھے بچالو۔ نہیں تو نیچے گر کر مرجاؤں گا۔"

علی نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر کہا "میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا۔ یہ بتاؤ' جب دشمن نہیں ہو تو بونی کو پریشان کرنے کیوں آئے تھے؟"

"ہم صرف دھمکی دینے آئے تھے۔ ہم تو مسٹر جی کاک کے وفادار ملازم ہیں۔ مسٹر جی کاک نے کہا تھا کہ۔۔۔کہ۔۔۔"

اس نے اپنی بات پوری نہیں کی۔ ایک جھٹکا دے کر علی سے اپنا ہاتھ چھڑالیا پھر دوسرے ہی لمحے چیختا ہوا پستی میں جاکر گر پڑا۔

وہ نیچے گرنے سے ڈر رہا تھا لیکن اس ڈرنے والے نے اچانک ہاتھ چھڑا کر مرنا پسند کیا تھا۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ جی کاک نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بات پوری کرنے سے پہلے اسے مرنے پر مجبور کردیا تھا۔ ورنہ وہ کہنے والا تھا کہ ان بچوں کے باپ نے ہی انہیں اغوا کرنے کے لیے انہیں بھیجا ہے۔

علی نے گرنے والے کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پتا چلا کہ وہ مرچکا ہے۔ بونی نے علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یو آر ونڈرفل۔ تم نہ ہوتے تو پتا نہیں' یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ او گاڈ! یہ دونوں بہت خطرناک تھے۔ تم نے تنہا ان کا مقابلہ کیا۔ ایک کو بھاگنے پر مجبور کردیا۔ دوسرے کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ میں حیران ہورہی ہوں کہ۔۔۔"

علی نے بات کاٹ کر کہا "پلیز میری بات نہ کرو۔ یہاں سے بھاگنے والا دشمن کہیں نیچے جاکر آرتھر کو نقصان نہ پہنچائے۔ میں ابھی نیچے جاکر آرتھر کو دیکھتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا پھر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا۔ ویسے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرچکا تھا کہ آرتھر ہوٹل کے کس حصے میں ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جی کاک اپنی بیٹی بونی کے دماغ میں رہ کر یہ جاننے کی کوشش کررہا ہوگا کہ اس کے ماتحتوں کی پٹائی کرنے والا شخص کون ہے؟ شاید وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ اگر جانتا تو نیچے ہوٹل میں آرتھر کو تلاش کرنے نہ جاتا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے بونی کے پاس کمرے میں بلالیتا۔

یہ جاننے کے باوجود کہ آرتھر کہاں ہے' وہ اسے خواہ مخواہ ہوٹل کے مختلف حصوں میں تلاش کرتا رہا۔ اس دوران میں اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک لی۔ جی کاک اس کے چور خیالات پڑھنے آیا تھا' ناکام ہوکر چلا گیا۔

آرتھر ہوٹل کے کافی ہاؤس کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ علی اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟"

یہ بات بھی سمجھ میں آنے والی تھی کہ جی کاک اب اپنے بیٹے کے دماغ میں ہے اور اس کے ذریعے ایسے سوالات کررہا ہے۔ علی نے کہا "میں بڑی دیر سے تمہیں تلاش کررہا ہوں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا۔ بونی کے کمرے میں رہ کر تمہیں بتا دیتا کہ خطرہ ہے' کمرے میں نہ آؤ پھر میں ان دو بدمعاشوں کے دماغوں سے معلوم کرتا کہ وہ کون لوگ تھے۔ میں ان کی چھٹی کرچکا ہوں۔ میں کمرے میں رہ کر معلوم کرسکتا تھا کہ تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ ٹیلی پیتھی بہت زبردست چیز ہے۔ پتا نہیں کس طرح یہ علم سیکھا جاتا ہے۔"

آرتھر نے پوچھا "کیا دو بدمعاش بونی کے کمرے میں آئے تھے؟"

"ہاں۔ پتا نہیں کون تھے مگر تمہارے سراغ رساں باپ کے دشمن تھے۔ چلو اٹھو۔ یہاں تم دونوں کے لیے خطرہ ہے۔"

وہ آرتھر کے ساتھ کاؤنٹر پر آیا پھر فون کے ذریعے بولا "ہیلو بونی! میں بول رہا ہوں۔ آرتھر میرے ساتھ ہے۔ ہم اوپر آرہے ہیں لیکن اب تم دونوں بہن بھائی کو یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ سامان پیک کرو اور ہوٹل چھوڑ دو۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ ان دو بدمعاشوں کے علاوہ پتا نہیں اور کتنے بدمعاش ہوں گے۔ ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہیے مگر رات ہوچکی ہے۔ رات کو اسلام آباد تک سفر نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں ہم کہاں رہیں گے؟"

"تم فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ہم اوپر آرہے ہیں۔"

وہ دونوں لفٹ کے ذریعے تیسرے فلور پر آئے۔ بونی کمرے میں سامان پیک کررہی تھی۔ علی کو دیکھ کر بولی "تم ہمارے لیے فرشتہ ثابت ہورہے ہو لیکن اب تک میں نے فرشتے کا نام نہیں پوچھا ہے۔"

"میرا نام محبوب ہے۔"

وہ بولی "محبوب بہت ایزی نام ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟"

"محبوب اسے کہتے ہیں' جس سے پیار کیا جائے۔ یعنی BELOVED۔"

"واقعی تم ایسے ہو کہ تم سے پیار کیا جائے۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھول پاؤں گی۔ ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

آرتھر نے پوچھا "مسٹر! ہم یہاں سے کہاں جائیں گے؟"

علی نے کہا "سیدھے اسلام آباد اپنے پاپا کے پاس چلو۔ یہ نہ سوچو کہ رات ہے۔ میں تمہیں وہاں پہنچاؤں گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "کیا واقعی؟ تم ہمارے لیے اتنی تکلیف اٹھاؤ گے؟ اتنا لمبا سفر کروگے؟"

"ہاں۔ یہ میرا فرض ہے۔ تم دونوں پاکستان آئے ہو۔ یہاں تمہارے ساتھ بڑی زیادتیاں ہورہی ہیں۔ میں تمہیں ان زیادتیوں سے بچاؤں گا

اور صحیح سلامت تمہاری منزل تک پہنچاؤں گا تو میرے وطن کی آبرو رہے گی۔ یہاں سے جاکر تم کہہ سکو گے' پاکستان میں اچھے لوگ بھی رہتے ہیں۔"

"تم واقعی بہت اچھے ہو۔ تمہارے ساتھ رات کو سفر کرتے وقت مجھے ڈر نہیں لگے گا۔"

انہوں نے ہوٹل کا بل ادا کردیا۔ رینٹ اے کار والوں نے بتایا کہ چور پکڑا گیا ہے اور ان کی کار مل چکی ہے۔ علی انہیں لکشمی چوک لے گیا۔ انہیں لاہوری چرغے کے علاوہ کٹاکٹ جیسی ڈشیں کھلائیں۔ ایسے کھانے انہوں نے پہلے کبھی نہیں کھائے تھے خوب مزے لے لے کر کھانے لگے۔ آخر رات کے کھانے سے فارغ ہوکر وہ اسلام آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ آرتھر پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ بونی اگلی سیٹ پر علی کے ساتھ تھی۔ آرتھر کچھ تھکا ہوا سا تھا۔ اسے نیند آرہی تھی۔ علی نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا پھر محسوس کیا کہ وہ سونا نہیں چاہتا تھا لیکن اسے خیال خوانی کے ذریعے سلایا جارہا تھا اور ایسا اس کا باپ جی کاک ہی کرسکتا تھا۔ وہ کس مقصد کے لیے بیٹے کو سلا رہا تھا' یہ رفتہ رفتہ معلوم ہونے والا تھا۔

اس بات کا امکان تھا کہ باپ اپنے بچوں کو اسلام آباد آنے سے پھر روکنے کی کوشش کرسکتا تھا۔ ان کے راستے میں رکاوٹ پیدا کی جاسکتی تھی۔ ان بہن بھائی کا راستہ بدلنے کے لیے یا انہیں اغوا کرکے پاکستان سے باہر بھیجنے کے لیے منظم حملہ کیا جاسکتا تھا اور علی کو نقصان پہنچایا جاسکتا تھا۔ ویسے علی نے سفر شروع کرنے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دی تھیں کہ وہ اس کے' بونی کے اور آرتھر کے دماغ میں خاموشی سے موجود رہیں اور کوشش کریں کہ وہ کسی مشکل گھڑی میں بھی خود کو ظاہر نہ کریں۔ دشمن تعداد میں زیادہ ہوں تو انہیں اس طرح ٹھکانے لگائیں کہ جی کاک کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا شبہ نہ ہو۔

وہ ایک مخصوص رفتار سے کار چلا رہا تھا۔ آرتھر سوگیا تھا۔ تب بونی نے مسکرا کر علی کو دیکھا۔ اس نے پوچھا "کس بات پر مسکرا رہی ہو؟"

وہ بولی "مرد بڑے پراسرار ہوتے ہیں۔ کسی خوب صورت لڑکی کے سامنے دل کی بات زبان پر نہیں لاتے اور یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی اپنی زبان سے چاہت کا اظہار کرے۔"

علی نے کہا "ہوسکتا ہے' مرد ایسے ہوتے ہوں جیسا تم کہہ رہی ہو۔ ویسے تم مجھے پراسرار نہ سمجھو۔ میرے دل میں تمہاری عزت ہے اور میں جلد سے جلد تمہارے پاپا کے پاس تم دونوں کو پہنچا دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا میں حسین نہیں ہوں؟"

"بے شک حسین ہو۔"

"کیا مجھ میں کشش نہیں ہے؟"
"تم بہت پُرکشش ہو۔"
"پھر یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارا دل میری طرف کھچا جارہا ہے اور تم مجھ سے قریب رہنے کے لیے اتنی دور جارہے ہو پھر اتنی دور سے واپس بھی جاؤ گے۔"

علی نے دل میں کہا 'باپ بہت بے غیرت ہے۔ بیٹی کے ذریعے میرے دل و دماغ کی باتیں اگلوا رہا ہے'

اس نے پوچھا "چپ کیوں ہوگئے؟ جواب دو۔"

"میں کیا بولوں؟ تم بہت ذہین ہو۔ بڑی چالاکی سے میرے دل کی بات اگلوانا چاہتی ہو۔ واقعی تم میرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہو تو مجھے زندگی بہت خوب صورت لگ رہی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میرے ممی اور پاپا بھی یہی کہتے ہیں۔ میں بہت ذہین ہوں اور انسانی نفسیات کو سمجھتی ہوں۔ ویسے تم کرتے کیا ہو؟"

"ہم خاندانی رئیس ہیں۔ کام نہیں کرتے۔ لائف کو انجوائے کرتے ہیں۔ میں باڈی بلڈر ہوں اور یوگا کی مشقیں کرتا ہوں۔"

"کیا تم میرے دل کی باتیں سمجھ سکتے ہو؟"

"دل کی باتیں تمہارے جیسی ماہر نفسیات سمجھ سکتی ہے یا پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بتا سکتا ہے کہ تمہارے دل میں کیا ہے اور تم کیا سوچ رہی ہو۔ ویسے ایک بات کہوں؟"

"ہاں کہو؟"

"اس وقت میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے تھوڑی دیر کے لیے ٹیلی پیتھی آجائے اور میں تمہارے دل و دماغ میں اس طرح سما جاؤں کہ تم کبھی مجھے چھوڑ کر اپنے وطن واپس نہ جاؤ۔ میری بن کر یہاں رہ جاؤ۔"

ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہورہی تھی وہ گویا علی اور جی کاک کے درمیان ہورہی تھی۔ جی کاک مختلف پہلوؤں سے اس کے دل و دماغ کو کرید رہا تھا اور علی اپنی باتوں سے یقین دلا رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے لیکن یوگا کی مشقیں کرتا ہے۔

وہ بولی "میں ایسے جیون ساتھی کے بارے میں سوچتی رہی ہوں، جو مشکلات میں میرے لیے جان کی بازی لگا دے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تم خطرات کی پروا نہ کرتے ہوئے مجھے میرے پاپا کے پاس پہنچانے جارہے ہو۔ اگر دشمنوں نے اچانک حملہ کیا تو تم تنہا کیا کرو گے؟"

"دشمن آٹھ دس ہوں گے تو تنہا ان سے نمٹ لوں گا۔ اگر دشمنوں کی فوج آئے گی تو میں مجبور ہو جاؤں گا اور کسی طرح تمہیں بچا کر لے جاؤں گا یا لڑتے لڑتے جان دے دوں گا۔"

"مجھے یہ بات سن کر خوشی ہورہی ہے کہ تم میرے لیے جان دو گے۔ ویسے تم دوسروں سے مختلف ہو۔ تمہارے چہرے سے اور تمہاری باتوں سے پریشانی یا خوف ظاہر نہیں ہورہا ہے۔" دراصل پریشانی جی کاک کو تھی کہ علی اس قدر مطمئن کیوں ہے؟ کیا اس اطمینان کے پیچھے کوئی گہرا راز ہے؟

اسے بڑی حد تک یقین ہوگیا تھا کہ علی ٹیلی پیتھی نہیں ہے لیکن نہ جاننے کے باوجود کچھ پراسرار سا ہے۔ انٹرپول کا رساں بھی ہو سکتا ہے۔

علی کو اندیشہ تھا کہ راستے میں اس پر حملہ ہو سکتا ہے لیکن نہیں ہوا۔ وہ بخیریت اسلام آباد کی اس کوٹھی میں پہنچ گئے جی کاک کی رہائش تھی۔ علی نے بونی کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ جب جی کاک کو پتا چلا کہ بونی اور آرتھر کراچی پہنچ ہیں تو اس نے فون کے ذریعے ان دونوں کو اسلام آباد میں رہائش گاہ کا پتا بتایا تھا۔ علی کے خیال میں یہ ضروری نہیں تھا کہ کاک اس کوٹھی میں رہتا ہو۔

علی نے بابا صاحب کے ادارے کے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخاطب کیا جو اسی کی ہدایت کے مطابق باری باری اس کے دماغ میں رہتے تھے۔ اس نے کہا "راستے میں ہم پر حملہ نہیں کیا گیا ہے۔ جی کاک نے اپنی پلاننگ میں تبدیلی کی ہوگی۔ وہ اسلام آباد میں مجھے روبرو دیکھنا چاہے گا کہ میں کون ہوں؟ وہ میری اصلیت معلوم کرنے کے لیے میرے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا سکتا ہے پھر میرے چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔"

ایک ماتحت نے کہا "ہم سمجھ رہے ہیں سر! اُس وقت ہم آپ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے آپ کی اصلیت معلوم نہیں ہونے دیں گے۔ آپ خود کو جیسا ظاہر کرتے آرہے ہیں، آپ کے خیالات بھی جی کاک کو وہی بتائیں گے۔"

دوسرے ماتحت نے پوچھا "کیا ہم جی کاک کو اعصابی کمزوری کی دوا پلا سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ تم لوگ ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"

پھر علی نے فہمی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "تم کہاں ہو؟"

"میں اس وقت اسلام آباد کی ایک ایسی کوٹھی میں جارہا ہوں جہاں جی کاک سے سامنا ہو سکتا ہے۔"

"تمہیں جی کاک کا پتا کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرتی رہو۔ فی الحال ضروری بات یہ ہے کہ جی کاک بہت محتاط ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خود نہ آئے۔ اس کی ڈمی میرے روبرو آئے۔ مجھے اعصابی کمزوری کی دوا دھوکے سے کھلا کر میری اصلیت معلوم کرنا چاہے۔ اس وقت تم فکر نہ کرنا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے سنبھال لیں گے۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے، میں سچویشن کو سمجھتی رہوں گی، جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ اصل جی کاک تمہارے روبرو آیا ہے تو میں اس کے دماغ کو کمزور بنا دوں گی۔"

جی کاک کی کوٹھی میں سیکیورٹی گارڈز کا پہرا تھا۔ سیکیورٹی انچارج

نے بونی اور آرتھر کے پاسپورٹ دیکھ کر اس کار کو احاطے کے اندر جانے کی اجازت دی۔ علی نے کار کو پورچ میں روکا پھر وہ تینوں ایک مسلح ملازم کی راہنمائی میں کوٹھی کے اندر آئے۔ ڈرائنگ روم میں ایک قد آور معمر شخص کھڑا ہوا تھا۔ بونی اور آرتھر اسے دیکھتے ہی "پاپا" کہتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئے۔

یہ معلوم ہوگیا کہ وہ جی کاک ہے لیکن یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ اصلی ہے۔ بونی اور آرتھر اسے باپ سمجھ کر دھوکا کھا سکتے تھے۔

وہ دونوں اپنے باپ سے شکایتیں کررہے تھے کہ وہ اپنے بچوں سے ملتا کیوں نہیں ہے۔ وہ بولا "میں ہزاروں بار سمجھا چکا ہوں کہ مسلسل ڈیوٹی کی وجہ سے مجبور ہو جاتا ہوں۔ تم دونوں کو اچانک اس طرح نہیں آنا چاہیے تھا۔"

بونی نے کہا "ہم آپ کی محبت میں آئے ہیں۔ لاہور میں دو بدمعاش ہمیں اغوا کرنا چاہتے تھے اور یرغمال بنا کر آپ کو پاکستان سے جانے پر مجبور کرنا چاہتے تھے لیکن مسٹر محبوب نے ان سے ہماری جان چھڑائی ہے۔"

انہوں نے علی کا تعارف اپنے باپ سے کرایا۔ جی کاک نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "تم نے میرے بچوں کو دشمنوں سے بچایا ہے اور خطرہ مول لے کر انہیں میرے پاس پہنچایا ہے۔ میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں نے احسان نہیں کیا ہے۔ آپ انٹرپول کے افسر ہیں۔ پاکستان آکر اہم فرائض ادا کررہے ہیں۔ میں نے بھی آپ کے بچوں کو یہاں لا کر اپنا فرض پورا کیا ہے۔"

وہ اپنے ملازم سے بولا "بھئی یہ سفر سے تھکے ہوئے آئے ہیں۔ گرما گرم کافی لے آؤ۔"

ملازم چلا گیا۔ جی کاک نے کہا "تم جب تک اسلام آباد میں رہو گے ہمارے مہمان بن کر رہو گے۔ کیوں بونی! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولی "او آئی لو یو پاپا! آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔"

ملازم کافی کی ٹرے لے آیا۔ اس نے خاص طور سے ایک پیالی اٹھا کر علی کو پیش کی۔ علی نے خیال خوانی کے ذریعے فہمی اور اپنے ماتحتوں سے کہا "ہوشیار! میں کافی پینے جارہا ہوں۔"

وہ سب کافی پینے لگے۔ جی کاک نے چور نظروں سے علی کو دیکھا۔ علی نے پہلے کافی کی ایک چسکی لی پھر کہا "کافی اچھی ہے۔"

پھر وہ ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ آدھی پیالی کے بعد ہی اسے کمزوری کا احساس ہونے لگا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ جی کاک نے پوچھا "مسٹر محبوب! کیا بات ہے؟"

وہ بولا "پتا نہیں۔ کچھ کمزوری سی محسوس ہورہی ہے۔"

"سفر کی تھکن زیادہ ہو تو کمزوری محسوس ہوتی ہے۔"

بونی نے کہا "پاپا! ہم نے بھی سفر کیا ہے۔ ہمیں تو کمزوری نہیں لگ رہی ہے۔ تھکن بھی نہیں ہے۔"

"بیٹی! تم بہت بولتی ہو۔ ضروری نہیں کہ سب ہی کے اعصاب تمہاری طرح مضبوط ہوں۔ مسٹر محبوب! کافی پیو۔ تھکن اتر جائے گی۔"

اس نے مزید دو گھونٹ پیے پھر پیالی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ نڈھال سا ہو کر صوفے پر ایک طرف ڈھلک گیا۔ بونی تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پاس آئی "محبوب! تم ٹھیک تو ہو؟ یہ اچانک تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

جی کاک نے بونی کا بازو پکڑ کر اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی ڈاکٹر آئے گا۔ دوا دے گا تو یہ ٹھیک ہو جائے گا۔"

چار ملازم آکر علی کو اٹھا کر ایک بیڈ روم میں لے گئے۔ وہ جس بات کی توقع کررہا تھا، وہی اس کے ساتھ ہورہا تھا۔ جی کاک اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہونے کے لیے ایسا کررہا تھا۔

پھر یقیناً اس کے چور خیالات پڑھے جارہے ہوں گے۔ اسے خبر نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ سے غافل ہو چکا تھا۔ اس نے خود کو فہمی اور اپنے ماتحتوں کے حوالے کردیا تھا۔ آگے فہمی ہی سب کچھ کرنے والی تھی۔

آدھے گھنٹے کے بعد ڈاکٹر آیا۔ اس وقت تک جی کاک کئی بار علی کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ اسے یہ اطمینان ہوگیا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ باڈی بلڈر ہے۔ یوگا کی مشقیں کرتا ہے۔ اس لیے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتا ہے۔ وہ خاندانی رئیس ہے۔ حسن پرست ہے۔ بونی جیسی حسین لڑکی کو پھانسنے کے لیے اس پر مہربانیاں کرتا ہوا اسلام آباد تک چلا آیا ہے۔

ڈاکٹر اس کی توانائی بحال کرنے کے لیے انجکشن لگا کر چلا گیا۔ بونی اس کے لیے بہت پریشان تھی۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد اس کے پاس بیٹھی رہی۔ جی کاک نے کمرے میں آکر کہا "مس بونی! آپ پریشان نہ ہوں، یہ صبح تک ٹھیک ہو جائے گا۔"

بونی نے حیرانی سے کہا "پاپا! آپ مجھے مس بونی کیوں کہہ رہے ہیں؟ کیا باپ اپنی بیٹی کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں؟"

وہ بولا "سوری.... تم اور آرتھر مجھے باپ سمجھ رہے ہو لیکن میں تمہارا باپ نہیں ہوں۔ تمہارے باپ کا ایک ملازم ہوں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو سچ ہے، وہ کہہ رہا ہوں۔ تمہارے پاپا ابھی چند منٹ میں آنے والے ہیں۔ میرے چہرے پر میک اپ ہے۔ میں تمہارے پاپا کا ہم شکل بن کر دشمنوں کی چالوں کو سمجھنا چاہتا تھا۔ تمہارے پاپا کو

شبہ تھا کہ محبوب فراڈ ہے۔ دشمنوں کا آلۂ کار ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن اب تصدیق ہوگئی ہے کہ یہ سچ مچ محبوب ہے۔ تمہارے پاپا کا دشمن نہیں ہے۔"

بونی نے اپنے لباس کے اندر سے ایک چھوٹا سا پستول نکال کر کہا "تم میرے باپ نہیں ہو اور مجھے باپ بن کر دھوکا دیتے رہے ہو۔ سچ بتاؤ' میرے پاپا کہاں ہیں؟ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

اسی وقت اس نے اپنے باپ کے ایک اور ہم شکل کو دیکھا۔ وہ کمرے میں داخل ہو کر بولا "بیٹی! یہ پستول رکھ لو۔ دراصل میں تمہارا پاپا ہوں۔ میں خطرات سے بھرپور زندگی گزار رہا ہوں' مجھے زندہ رہنے کے لیے بڑی ذہانت اور چالاکی سے ایسی چالیں چل کر دوست اور دشمن کو پہچاننا پڑتا ہے۔"

فہمی بڑی دیر سے بونی کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ اس نے کہا "میں اسے باپ سمجھ کر پہلے اس کے سینے سے لگ چکی ہوں۔ اب تم باپ بن کر سینے سے لگانے آئے ہو۔ تھوڑی دیر بعد کوئی تیسرا باپ چلا آئے گا۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میں اس بے چارے محبوب کے ساتھ دشمنوں میں آپھنسی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلائی۔ جو دوسرا جی کاک آیا تھا' اس کے بازو میں گولی لگی۔ وہ کراہتے ہوئے بازو کو تھام کر بولا "بیٹی! یہ تم نے کیا کیا؟ پلیز مجھ پر بھروسا کرو۔ پستول پھینک دو۔"

فہمی زخمی کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ پہلے صرف ذرا سے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوگیا کہ وہی اصلی جی کاک ہے۔ اس نے علی کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اور خود کو محفوظ رکھنے کے لیے پہلے ایک ڈی جی کاک کو اپنے بچوں کے سامنے پیش کیا تھا۔

فہمی نے اس کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد خود کو ظاہر نہیں کیا' اسے یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ وہ جس فہمی اور علی کو بڑی چالاکی سے فریب دے کر ان سے روپوش رہتا تھا' اب ان کے چنگل میں آگیا ہے۔ فہمی نے اس لیے خود کو ظاہر نہیں کیا کہ وہاں علی کمزوری کے باعث گہری نیند سو رہا تھا۔ جی کاک کے آدمی اصلیت ظاہر ہوتے ہی اسے نقصان پہنچا سکتے تھے۔

فہمی پھر بونی کے دماغ میں آگئی۔ وہ فہمی کی مرضی کے مطابق بولی "جب تک میرا دل تسلیم نہیں کرے گا' میں تم میں سے کسی کو پاپا نہیں کہوں گی۔ مجھے دھوکا دیا گیا۔ مجھے غصہ آیا۔ اس لیے میں نے گولی چلادی۔ جاؤ مرہم پٹی کرالو۔"

جی کاک دوسرے بیڈ روم میں جاتے ہوئے غصے سے اپنی ڈی سے بولا "اُلّو کی طرح کھڑے ہو۔ اپنے چہرے سے میک اَپ اُتار کر میری بیٹی کو یقین دلاؤ کہ میں اس کا باپ ہوں۔"

دوسرے بیڈ روم میں فرسٹ ایڈ باکس لاکر اس کے زخم کی مرہم پٹی کی گئی۔ وہ سوچ رہا تھا "اس وقت میرے دماغ میں کوئی آئے گا تو میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکوں گا۔ بونی نے دھوکا کھا کر اپنی توہین محسوس کی اور غصے میں گولی چلادی۔ سویہ یہ تو اطمینان ہوگیا ہے کہ محبوب ٹیلی پیتھی نہیں جانتا اور نہ ہی میرے آس پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ابھی تو میں محفوظ ہوں مگر پتا نہیں میری دماغی توانائی کب تک بحال ہوگی۔ تب تک خدا کرے کوئی دشمن میرے دماغ میں نہ آئے۔"

وہ سوچتے سوچتے بستر پر لیٹ گیا۔ فہمی نے اسے خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔

ڈرائنگ روم میں جی کاک کے وفادار بونی اور آرتھر کو یقین دلا رہے تھے کہ بیٹی نے جس پر گولی چلائی ہے' وہی اس کا باپ ہے پھر ڈی نے اپنے چہرے سے میک اَپ اتار کر ثابت کیا کہ وہ اس کے باپ کے بہروپ میں تھا۔ علی کے ماتحتوں نے ان بہن بھائی کو اس وقت تک ان کی .... باتوں پر یقین نہیں کرنے دیا' جب تک فہمی نے تنویمی عمل مکمل نہیں کیا۔ اس کے کامیاب عمل کے بعد بونی باپ کے کمرے میں آئی۔ فہمی اس کے اندر پہنچ گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔

وہ کمرا تھوڑی دیر تک بند رہا پھر بونی دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ جی کاک کے خاص ماتحت سے بولی "مجھے یقین آگیا ہے کہ وہ میرے پاپا ہیں۔ میں نے غصے میں گولی چلائی تھی۔ انہوں نے مجھے معاف کردیا ہے اور اپنا تمام کاروباری راز بھی بتا دیا ہے۔ آئندہ میں پاپا کے ساتھ اس کاروبار میں شریک رہوں گی۔"

خاص ماتحت نے بے یقینی سے کہا "وہ تو آپ سے یہ باتیں چھپاتے رہتے تھے پھر آج کیوں بتا دیا؟"

"اس لیے کہ میں پہلے بچی تھی۔ اب میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کرکے آئی ہوں اور ہمارے کاروبار کا تعلق میڈیکل سے ہی ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "یہ تو اچھی بات ہے۔ اب آپ ہمارے باس کے بہت سے کام سنبھال لیں گی .... میں ابھی باس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ سو رہے ہیں۔ انہیں ڈسٹرب نہ کرو۔ مجھے اس اسپتال میں لے چلو جہاں زندہ یا قریب المرگ افراد کے دل' گردے اور آنکھیں نکالی جاتی ہیں۔"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ اتنی رات کو جانا کیا ضروری ہے؟ کل اپنے پاپا کے ساتھ جائیں لیکن علی کے ایک ماتحت نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اٹھ کر بولا "اب تو آپ بھی ہماری باس ہیں۔ آیئے میں آپ کو اسپتال دکھاؤں۔"

وہ باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ بونی کے ساتھ آرتھر بھی تھا لیکن وہ خاموش تماشائی بنا ہوا تھا کیونکہ علی کا دوسرا ماتحت ابھی اسے کچھ بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

وہ اسپتال پہنچ گئے۔ فون کے ذریعے ان مجرمانہ ذہن رکھنے والے تین ڈاکٹروں کو بلایا گیا جو ڈاکٹر سے زیادہ قسائی تھے اور آپریشن تھیٹر میں دل' گردے اور آنکھیں نکالنے کا غیر انسانی آپریشن کیا کرتے تھے۔ بونی سے ان کا تعارف کرایا گیا کہ وہ ان کی ینگ باس ہے۔ میڈیکل کی تعلیم مکمل کرچکی ہے اور آئندہ آپریشن تھیٹر میں ان ڈاکٹروں کے ساتھ رہا کرے گی۔

اسپتال کا معائنہ کرنے کے بعد بونی اور آرتھر خاص ماتحت کے ساتھ ایک ایسی عمارت میں آئے جہاں جی کاک کے دفاتر تھے۔ انسانی اعضا کے آرڈر وصول کرنے اور ان اعضا کو فروخت کرنے کے سلسلے میں وہاں کئی شعبے تھے۔ بڑے منظم طریقے سے وہاں یہ کام ہو رہا تھا۔

بونی اور آرتھر اگرچہ ٹیلی پیتھی کی گرفت میں تھے تاہم ان کے دماغوں کو اتنی ڈھیل دی گئی تھی کہ وہ اپنے باپ کے اس مذموم اور غیر انسانی کاروبار کو آنکھوں سے دیکھتے رہیں اور شعوری طور پر حقائق کو سمجھتے رہیں۔

چونکہ وہ کاروبار ساری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اس لیے اسے دیکھنے اور سمجھنے میں کئی گھنٹے گزر گئے۔ صبح ہوگئی۔ علی کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک بیڈ روم میں دیکھا پھر یاد آیا کہ وہ بونی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے اپنے دماغ میں فہمی کی آواز سنائی دی "صبح بخیر۔ کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔ اب کمزوری محسوس نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ علی کو بتانے لگی کہ اس نے جی کاک کو تابعدار بنالیا ہے' بونی اور آرتھر کو ان کے باپ کے مجرمانہ کاروبار کی تفصیل بتادی ہے اور ان بہن بھائی نے اس کاروبار سے تعلق رکھنے والے اسپتال اور دفاتر کو بھی دیکھا ہے۔

علی نے کہا "میں یہاں سے اپنی کار میں جارہا ہوں۔ تم اس ڈرامے کا آخری سین پلے کرو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ بونی نے ملازم سے پوچھا "کون گیا ہے؟"

ملازم نے کہا "مسٹر محبوب اپنی کار لے کر گئے ہیں۔"

وہ غصے میں چلتے ہوئے باپ کے کمرے میں آئی۔ وہاں آرتھر پہلے ہی باپ کو غصہ دکھا رہا تھا۔ بونی نے کہا "یہ سوچ کر شرم آرہی ہے کہ ہم ایک قسائی کی اولاد ہیں۔ آپ جس دل سے ہماری محبت کا دم بھرتے ہیں اسی دل سے ظالم بن کر دوسروں کے سینوں سے دل نکال کر بیچتے ہیں۔ آپ اپنی بھی آنکھیں نکال کر فروخت کردیں۔ یہ آنکھیں اب اپنے بچوں کو دیکھنے کے قابل نہیں رہی ہیں۔ ہمیں آپ سے نفرت ہے۔ سخت نفرت ہے۔ چلو آرتھر! ہم جتنی محبت سے آئے تھے' اتنی ہی نفرت دل میں لے کر جائیں گے۔"

آرتھر نے کہا "ہمیں سکھایا گیا ہے کہ شیطان کے قریب نہ جاؤ۔ ہم ممی کے پاس جاکر کہیں گے کہ شیطان کے قریب جاؤ مگر پاپا کے قریب کبھی نہ جاؤ۔ شیم آن یو۔"

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ جی کاک سوچنے لگا "یہ اچانک کیسے ہوگیا ہے۔ میرے بچوں کو حقیقت کیسے معلوم ہوگئی ہے؟ بہرحال آخر یہ بچے ہیں۔ جذباتی ہوگئے ہیں۔ ماں کے پاس جائیں گے تو وہ انہیں سمجھائے گی۔ ان کا غصہ ٹھنڈا ہوگا تو وہ سمجھیں گے کہ ان کا باپ ان کے عیش و آرام کے لیے ہی ایسا کاروبار کر رہا ہے۔"

فہمی نے بونی کی آواز اور لہجے میں اس کے اندر کہا "میں ایسے عیش و آرام پر تھوکتی ہوں۔ آپ بھی آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر تھوکیں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "بونی' میری بیٹی میرے دماغ کے اندر کیسے بول رہی ہے۔"

فہمی نے کہا "یہ ضمیر ہے' جو بیٹی کی آواز میں بول رہا ہے۔ تم اس کاروبار سے باز آجاؤ اور خود کو قانون کے حوالے کردو۔"

"میں ایسا پاگل نہیں ہوں کہ بچوں کی خاطر اتنے بڑے کاروبار کو چھوڑ دوں اور سزائے موت پانے کے لیے عدالت میں حاضر ہوجاؤں۔ لیکن یہ بونی ہو یا میرا ضمیر' یہ میرے دماغ میں کیسے بول رہا ہے؟ کیا میرے زخمی ہونے کے بعد میرے دماغ پر کسی نے قبضہ جمالیا ہے؟"

اس نے فہمی کی مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر ان تین ڈاکٹروں سے رابطہ کیا اور انہیں اپنی کوٹھی میں فوراً پہنچنے کی تاکید کی۔ اس کے بعد ریسیور رکھ دیا۔ سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے خواہ مخواہ فون کیوں کیا ہے؟ کیوں ان تینوں ڈاکٹروں کو بلایا ہے؟"

اس نے ملازم کو بلا کر پوچھا "بونی اور آرتھر کہاں ہیں؟"

"وہ ائرپورٹ گئے ہیں۔"

"شٹ۔ اچھا ہے' چلے جائیں۔ گھر جائیں گے تو ماں انہیں سنبھالے گی۔"

پھر اس نے پوچھا "کیا ان کے ساتھ جو محبوب آیا تھا' وہ بھی چلا گیا ہے؟"

"وہ تو بے بی اور بابا سے پہلے ہی اپنی کار میں چلا گیا تھا۔"

"اچھا جاؤ یہاں سے۔"

ملازم چلا گیا۔ اسے اپنے اندر آواز سنائی دی "وہ محبوب نہیں تھا' علی تھا۔"

اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر چیخ کر بولا۔ "کون ہے؟ نہیں! کوئی نہیں ہوسکتا۔ میرے اندر کوئی نہیں آسکتا۔ یہ حقیقت نہیں ہے۔ شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"خواب میں میری آواز کبھی نہیں سنو گے۔ میں صرف علی کے خوابوں میں آتی ہوں۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "تم..... تم فہمی ہو۔ ہاں تم فہمی ہو۔ میں تمہاری آواز اور لہجے کو پہچان رہا ہوں۔"

"ہاں تم نے بہت عرصے تک آنکھ مچولی کھیلی ہے۔ چھپنے میں کامیاب ہوتے رہے مگر تمہاری اولاد نے تمہیں بے نقاب کردیا ہے۔"

ملازم نے آکر بتایا کہ تینوں ڈاکٹر آگئے ہیں اور ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔ جی کاک اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کے پاس آیا۔ اسے کھولنے کے بعد ایک دراز کو کھولا۔ اس میں ریوالور رکھا ہوا تھا۔

اس نے دراز میں سے ریوالور کو نکالتے ہوئے سوچا۔ "اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں اسے کیوں نکال رہا ہوں؟"

وہ ریوالور کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا تھا لیکن اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ اس ریوالور کو چیک کیا۔ اس کا چیمبر بھرا ہوا تھا۔ وہ اسے ہاتھ میں لے کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ باس کو دیکھتے ہی تینوں ڈاکٹر اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ ایک نے پوچھا "باس! آپ نے اتنی صبح طلب کیا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "پچھلی رات کو آپ کی صاحب زادی نے ہمیں جگائے رکھا اور اسپتال کا معائنہ کرتی رہیں۔"

تیسرے ڈاکٹر نے پوچھا "یہ آپ نے ریوالور کیوں پکڑا ہوا ہے؟"

جی کاک نے کہا "میں اس ریوالور سے مجرموں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کن مجرموں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں؟"

"ان سب کا جنہیں عدالت سزا نہیں دے سکتی اور جو عدالت میں پہنچنے سے پہلے اپنے کیس فائلوں کے نیچے دبا دیتے ہیں۔ جیسے کہ ہم چاروں ہیں۔ بین الاقوامی سطح کے سراغ رساں اور انٹرپول والے بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہیں پاتے۔ جو لوگ ہمارے خلاف ثبوت مہیا کرتے ہیں، ہم انہیں ثبوت سمیت جلا دیتے ہیں۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا "باس! آپ تو پہنچے ہوئے ہیں۔ اتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں کہ ہمارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔"

جی کاک نے کہا "لیکن ہم خود کو بگاڑ سکتے ہیں۔ ایسے۔"

اس نے ایک ڈاکٹر کو گولی ماری۔ باقی دو سہم کر کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن فائرنگ کے دوران میں وقفہ نہیں تھا۔ وہ ایک پل کے لیے بھی رکے بغیر فائرنگ کرتا رہا پھر رک گیا۔ باہر سے سیکیورٹی گارڈز دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے تین ڈاکٹروں کی لاشیں دیکھیں۔ جی کاک نے ان سے کہا "جب تک میں نہ بلاؤں، یہاں کوئی نہ آئے۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا۔ اسے کان سے لگایا پھر پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "باس! میں آپ کا خادم بول رہا ہوں۔ ہمارے اسپتال اور تمام دفاتر میں آگ لگ گئی ہے۔ شعلے بھڑک رہے ہیں۔ آگ اس طرح پھیل چکی ہے کہ بجھاتے بجھاتے سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ فنی نے کہا "سن لیا؟ سب کچھ جل کر راکھ ہو رہا ہے پھر تم کس حساب میں باقی رہ گئے ہو؟"

وہ گڑگڑا کر بولا "میں معافی کے قابل نہیں ہوں لیکن میرے بچوں کی خاطر مجھے معاف کردو۔"

"آج تک جتنے لوگوں کے دل، گردے اور آنکھیں نکالی ہیں، ان کے بھی پیارے پیارے معصوم بچے تھے۔"

"مجھے اپنے بچوں سے آخری بار باتیں کرنے دو۔"

"جتنی دیر چاہو، باتیں کرو مگر یہ ریوالور تمہارے ہاتھ میں کنپٹی کے قریب رہے گا۔"

جی کاک نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر بونی کے دماغ میں پہنچ کر بولا "بیٹی! تم اپنے باپ کے کاروبار کے بارے میں نہیں جانتی تھیں۔ اسی طرح تم یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ میں خیال خوانی کرسکتا ہوں۔ ابھی تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

بونی نے آرتھر سے کہا "ہم اپنے پاپا سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میں تو اتنی محبت کرتی ہوں کہ اپنے اندر ان کی آوازیں سن رہی ہوں۔"

وہ اپنے بیٹے آرتھر کے دماغ میں آکر بولا "بیٹے! میں تمہارا باپ ہوں۔ مجھے یہ سوچ کر شرمندگی ہو رہی ہے کہ تم دونوں مجھ سے بے انتہا محبت کرتے ہو اور میں تمہارے دلوں کو تڑپا رہا ہوں۔"

آرتھر نے بونی سے کہا "سسٹر! میرے اندر بھی پاپا کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ ہم نے پاپا کو چھوڑ دیا مگر ان کی آوازیں ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں۔"

باپ نے بیٹی سے کہا "تم بڑی ہو، سمجھ دار ہو۔ میری ایک بات مان لو۔ یہاں واپس آجاؤ۔ یہاں تمہیں میری لاش ملے گی۔ میں لاکھ قابلِ نفرت سہی، کم از کم میری لاش کو اپنی ماں تک پہنچا دو۔ واپس آجاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں، زندہ نہیں ملوں گا۔"

وہ دونوں وہاں سے کراچی پھر کراچی سے اسپین جانا چاہتے تھے۔ بونی طیارے کے اندر آکر سیٹ پر بیٹھنے کے بعد ایک سرد آہ بھر کر بولی "محبت بڑی ظالم ہوتی ہے۔ میں محبت کی ماری باپ کی موت کے بارے میں آواز سن رہی ہوں۔ آواز کہہ رہی ہے کہ میں ان کی لاش کو ممی تک پہنچا دوں۔ جب تک ہم ممی کی آغوش میں نہیں پہنچیں گے، ایسی آوازیں پیچھا کرتی رہیں گی۔"

فنی نے کہا "تم نے کبھی ان بچوں کو نہیں بتایا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو پھر انہیں کیسے یقین آئے گا کہ تم ان کے دماغ میں پہنچ کر بول رہے ہو؟ وہ تو اپنی معصوم محبتوں کے حوالے سے اپنے اندر تمہاری آواز کی گونج سن رہے ہیں۔ افسوس تمہاری لاش بھی تمہارے بیوی بچوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ کیونکہ یہاں تمہیں شریف خاندان کے جیرالڈ کاکپر کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا ہے۔"

اس نے اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا۔ وہ مرنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کا ہاتھ بے اختیار اٹھ رہا تھا۔ اس کے نہ چاہنے کے باوجود ریوالور کی نال آکر اس کی کنپٹی سے لگ گئی۔

اے زندگی! تو سب کچھ دیتی ہے۔ ایک وفا نہیں دیتی۔ بے رحمی سے ساتھ چھوڑ دیتی ہے....

ٹھائیں....

○☆○

پورس کی فرمائش تھی کہ امریکی اکابرین ایک ہنگامی اجلاس میں شریک ہوں کیونکہ وہ کچھ اہم باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اس کی فرمائش کے مطابق اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک کانفرنس ہال میں جمع ہوگئے۔

ایک جونیئر افسر نے کہا "معزز حاضرین! میں اس وقت مسٹر پورس کا آلۂ کار ہوں۔ میں چند لمحات تک خاموش رہوں گا۔ اس کے بعد مسٹر پورس میری زبان سے بات کریں گے۔"

وہ سب اسی جونیئر افسر کو دیکھنے لگے پھر پورس کی آواز سنائی دی۔ وہ اس افسر کی زبان سے بول رہا تھا "میں آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا ہے۔ اس شعبے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ کام دکھانے لگے ہیں۔ میری ہدایات کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔ اس طرح میں نے ان کے تعاون سے اہم معلومات حاصل کی ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے کام آرہے ہیں۔ دراصل کام لینے والا ہو تو ہر کام کرنے والے مستعدی سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔"

پورس نے کہا "میں نے معلوم کرلیا ہے کہ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی میری دوائیں کس نے چرائی ہیں۔"

"آپ نے صرف معلوم کیا ہے یا چور کو پکڑا بھی ہے؟"

"چور بہت شاطر ہے۔ آسانی سے گرفت میں نہیں آئے گا۔ اس نے ایک فرضی پارس کے ذریعے مجھے پھانسنے کی کوششیں کی تھیں اور یہ فریب دینا چاہتا تھا بلکہ آئندہ بھی یہ فریب دینے والا ہے کہ پارس زندہ ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "وہ پارس کو زندہ ظاہر کرکے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

"وہ شخص پارس کا احسان مند اور عقیدت مند ہے۔ اس کی عقیدت مندی کی انتہا یہ ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کا چہرہ تبدیل کرایا ہے اور پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے پارس کا ہم شکل بنایا ہے۔ اس طرح بیٹا سامنے رہے گا تو وہ دن رات اپنے محسن پارس کو دیکھتا رہے گا۔"

"پھر تو واقعی وہ بہت عقیدت مند ہے۔ کون ہے وہ شخص؟"

"اس کا نام سلطان زنگی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دنیا میں ایک نیا نام ہے لیکن اس نے تمام دوائیں چرا کر یہ ثابت کردیا ہے کہ وہ نیا نہیں ہے۔ بہت ہی مکار اور تجربے کار ہے۔"

"ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس شاطر چور نے اپنا فرضی نام سلطان زنگی رکھا ہو اور اپنی اصلیت چھپا رہا ہو؟"

"اگر کوئی ایسا کر رہا ہے تو کیوں کر رہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ پارس کو مرنے کے بعد بھی زندہ رکھے گا اور میرے مقابلے میں ہمیشہ کسی ڈمی پارس کو بھیجتا رہے گا اور آپ لوگوں کو یہ یقین کرنے پر مجبور کردے گا کہ پارس زندہ ہے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہ کسی فرضی پارس کو اصلی پارس ثابت کرکے کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

پورس نے کہا "لوگ اپنے پیاروں کی موت کے بعد ان کی بڑی بڑی تصاویر بنواتے ہیں اور یادگار کے طور پر ان کے مزار وغیرہ بناتے ہیں۔ یہ محض مرنے والوں سے عقیدت ہوتی ہے۔ سلطان زنگی ایسا عقیدت مند ہے کہ وہ پارس کی کوئی یادگار قائم نہیں کر رہا ہے بلکہ کئی ڈمی پارس کے ذریعے اسے زندہ رکھنا چاہتا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس سے ہماری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟ کسی بھی فرضی پارس سے ہمیں وہی نقصان پہنچ سکتا ہے جو کوئی دوسرا دشمن پہنچا سکتا ہے۔ دشمن کا نام کچھ بھی ہو، وہ اوّل اور آخر دشمن ہوتا ہے۔"

"دوسرے دشمنوں کے مقابلے میں پارس زیادہ مکار ہے اور زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر یہ ظاہر کیا جائے گا کہ وہ دوا پارس کے پاس ہے تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ خوف زدہ رہیں گے۔ سلطان زنگی، پارس کا عقیدت مند بھی ہے اور اس کے نام کے ذریعے یہ دہشت طاری کرنا چاہتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا پارس کے ذریعے فرہاد کی پوری فیملی کے پاس پہنچ گئی ہے اور وہ فیملی کسی کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم نہیں رہنے دے گی۔ سب کو محروم کر کے خود دنیا پر حکمرانی کرے گی۔"

ایک افسر نے کہا "اس طرح بات سمجھ میں آتی ہے کہ سلطان زنگی نیا نام ہے۔ وہ شخص پارس کا نام استعمال کرکے فرہاد کی فیملی کے حوالے سے دہشت طاری کرنا چاہتا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "لیکن فرہاد یہ گوارا نہیں کرے گا کہ کوئی سلطان زنگی اس کے مرحوم بیٹے کے کاندھے پر بندوق رکھ کر گولی چلائے اور یہ بدنامی اپنے سر لے کہ اس کے بیٹے نے دوا چرائی ہے۔"

پورس نے کہا "ایسا ضرور ہوگا۔ آئندہ ہم دیکھیں گے کہ فرہاد اور سلطان زنگی کے درمیان اختلافات پیدا ہوں گے۔ فرہاد اسے اپنے بیٹے کی ڈمی بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش نہیں کرنے دے گا۔"

اسی وقت ایک افسر نے قہقہہ لگایا۔ سب اسے دیکھنے لگے۔

اس نے کہا "میں پارس بول رہا ہوں۔ کیا آپ حضرات یقین کریں گے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم کیسے یقین کریں؟ جبکہ تمہارے والدین اور تمہارے خاندان کے تمام افراد تمہاری موت کی تصدیق کرچکے ہیں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی یقین سے کہا ہے کہ ان کی سوچ کی لہروں کو پارس کا دماغ نہیں مل رہا ہے لہٰذا وہ مرچکا ہے۔"

پارس نے کہا "میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا برین واش کرایا تھا۔ اپنے ذہن سے اس آواز اور لب و لہجے کو مٹادیا تھا جسے آپ سب ابھی سن رہے ہیں۔ اب اس لب و لہجے کا مجھ سے بس اتنا ہی تعلق ہے کہ میں کبھی کبھی عارضی طور پر اسے استعمال کرتا ہوں جیسا کہ ابھی کررہا ہوں۔ آپ کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس لب و لہجے کے ذریعے اب بھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ پھر یہی رپورٹ پیش کرے گا کہ میرا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔"

پورس نے کہا "یہ بکواس کررہا ہے۔"

پارس نے کہا "یہ میری بات کو اس لیے بکواس کہہ رہا ہے کہ میں نے خود کو مردہ ثابت کرکے اسے یقین دلایا کہ میں مرچکا ہوں اور اب اسے میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ میری طرف سے غافل ہوگیا پھر میں نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چرالی۔ اب یہ اپنے اُلو بننے اور شکست کھانے کی بات چھپا رہا ہے۔ کہتا ہے کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا سلطان زنگی پیدا ہوگیا ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ دنیا والوں کی نظروں میں پارس سے مات کھائے۔ اگر آپ حضرات کسی سلطان زنگی کے وجود پر یقین کرتے ہیں تو کریں۔ میں تو اسے زبردست مات دے چکا ہوں۔"

"ابھی جھوٹ اور سچ کا پتا چل جائے گا۔ کیا مسٹر فرہاد گواہی دیں گے کہ تم زندہ ہو؟"

"یہ سوال مجھ سے نہ کریں۔ آپ خود پاپا سے پوچھ لیں۔"

پورس نے کہا "میں ابھی مسٹر فرہاد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ یہاں آکر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کریں۔"

پورس نے مجھے مخاطب کیا "جناب! میں پورس ہوں۔ آپ سے ایک درخواست ہے۔"

"درخواست نہ کرو۔ تمہارا کوئی کام ہے تو کردوں گا۔"

"امریکی اکابرین کے ایک اجلاس میں آپ کا انتظار کیا جارہا ہے۔ وہ پارس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

میں نے اس اجلاس میں پہنچ کر افسر کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ پورس کی فرمائش پر یہاں آیا ہوں۔"

تمام اکابرین نے مجھے خوش آمدید کہا۔ ایک اعلیٰ افسر بولا۔ "آپ کی آمد کا بہت بہت شکریہ۔ ہمارے اجلاس میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ وہ خود کو پارس کہہ رہا ہے جبکہ آپ کے صاحب زادے کا انتقال ہوچکا ہے۔"

میں نے کہا "ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مردہ زندہ ہوگیا ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان نے مجھ سے بھی رابطہ کیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ ہم سب پس و پیش میں ہیں کہ اسے زندہ تسلیم کریں یا نہ کریں؟"

"آپ پس و پیش میں کیوں ہیں؟ جبکہ اپنی موجودگی میں اسے دفن کرچکے ہیں۔"

میں نے کہا "ہم نے جسے دفن کیا اس کے جسم پر پارس کا لباس تھا لیکن لاش کا چہرہ اتنا مسخ ہوگیا تھا کہ اس کے چہرے سے پارس کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ پورا چہرہ پہچانا نہیں گیا تھا۔ ہم سب نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو مردہ پایا۔ تب اسے پارس تسلیم کیا۔"

"جناب تبریزی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ ان سے حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ وہ کیا فرماتے ہیں؟"

"انہوں نے چالیس دنوں کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ وہ اپنی عبادت اور ریاضت چھوڑ کر دنیاوی معاملات کی طرف نہیں آئیں گے۔"

"آپ اس کے باپ ہیں۔ کیا کسی طرح اس کی موت یا حیات کی تصدیق نہیں کرسکیں گے؟"

"میں ابھی یہی سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں۔ جو خود کو پارس کہہ رہا ہے، اسے میں دو چار بار سخت آزمائشوں سے گزرنے پر مجبور کروں گا۔ وہ ان آزمائشوں سے گزر کر ہی خود کو پارس ثابت کرسکے گا۔"

"کیا آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے سلطان زنگی کو جانتے ہیں؟"

"یہ نام میرے لیے نیا ہے۔ کیا ایسا کوئی شخص آپ لوگوں کی نظروں میں ہے؟"

"مسٹر پورس کا بیان ہے کہ سلطان زنگی، پارس کا احسان مند اور عقیدت مند ہے۔ وہ پارس کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اس لیے یہ مشہور کرنا چاہتا ہے کہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا پارس نے چرائی ہے جبکہ چور وہ خود ہے۔"

"ہاں وہ خود چور ہے۔ اگر پارس نے اپنی زندگی میں وہ دوا چرائی ہوتی تو ہم سے یہ بات نہ چھپاتا۔ یہ چوری کی واردات اس کی موت کے بعد ہوئی ہے۔ اب اگر یہ کہا جاتا ہے کہ پارس مردہ نہیں زندہ ہے تو یہ میرے لیے اور میری فیملی کے لیے بہت بڑی خوش خبری ہوگی۔"

پارس نے کہا "پاپا! اسے آپ خوش خبری سمجھیں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی دوا چرا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ پورس اس معاملے میں مجھ سے شکست تسلیم نہیں کرنا چاہتا اس لیے یہ سلطان زنگی کو شاطر چور بنا کر پیش کررہا ہے۔ اگر آپ مجھے آزمانے کے لیے کسی سخت آزمائش میں مبتلا کریں گے اور میں اس میں ناکامیاب رہوں گا تو یہ پورس پھر یہی کہے گا کہ میں پارس نہیں، سلطان زنگی ہوں۔"

میں نے کہا "تم ایک معما بن گئے ہو۔ میں اس معمے کو جلد ہی حل کروں گا۔ اس سلسلے میں پورس مجھے دھوکا نہیں دے سکے گا.... فی الحال میں مصروف ہوں اس لیے جارہا ہوں۔"

"پلیز مسٹر فرہاد! صرف ایک منٹ۔ صرف ایک سوال کا جواب دیں۔ موجودہ پارس کے لیے آپ کے جذبات کیا ہیں؟ کیا آپ ایک باپ کی حیثیت سے اس پارس کو عزیز رکھیں گے یا اس کی مخالفت کریں گے کہ جب تک وہ سچا ثابت نہ ہو، تب تک وہ آپ کے بیٹے کا نام استعمال نہ کرے۔"

میں نے جواب دیا "میرے اب تک کے یقین کے مطابق میرا بیٹا اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کے بعد ہزاروں لاکھوں افراد اپنا نام پارس رکھ سکتے ہیں۔ یہ نام ہماری جاگیر نہیں ہے۔ البتہ میں موجودہ پارس سے کہوں گا کہ وہ سچا ثابت کرنے تک خود کو پارس ولد فرہاد علی تیمور نہ کہے۔ بے شک پارس کہلاتا رہے۔"

میں اتنا کہہ کر اس اجلاس سے چلا گیا۔ انہوں نے پارس کے متعلق جو سوالات کیے اور میں نے جیسے جوابات دیے، ان سے بات اور الجھ گئی۔ پارس واقعی ایک معما بن گیا۔

پارس نے ان اکابرین سے کہا "میری کوشش ہوگی کہ میں جلد سے جلد خود کو پارس ولد فرہاد علی تیمور ثابت کردوں لیکن پورس نے جو ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا سلطان زنگی پیدا کیا ہے، اسے کبھی سچ ثابت نہیں کرسکے گا۔ اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔"

پورس نے کہا "تم زبردست جھوٹے اور فراڈ ہو۔ تم نے میری ذات سے مقابلہ کرتے وقت خود کو سلطان زنگی کہا تھا اور چیلنج کیا تھا کہ آئندہ پارس کی ڈمیاں میرے مقابلے میں بھیجتے رہو گے۔ تم یہ اچھی طرح سن لو کہ تم پارس ہو یا سلطان زنگی ہو۔ گھوڑے ہو یا گدھے، ہماری بلا سے۔ ہمیں تمہارے نام سے نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی تمہارے پارس بن جانے سے ہم مرعوب ہونے والے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "واقعی ہمیں پارس، سلطان زنگی یا کسی اور نام سے کیا لینا ہے؟ جو سامنے آئے گا، اس سے نمٹ لیا جائے گا۔"

پورس نے کہا "پھر وہ جو خود کو پارس کہتا ہے اس نے میرے مقابلے میں کون سا معرکہ سر کیا ہے؟ صرف بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی سے محروم کرنے والی دوا لے گیا ہے۔ وہ دوا کتنے عرصے چلے گی؟ ایک دن ختم ہوجائے گی۔ میں تو ٹیلی پیتھی سے ہمیشہ کے لیے محروم کردینے والی دوا تیار کررہا ہوں۔ کبھی تو یہ میرے ہتھے چڑھے گا، تب ہمیشہ کے لیے اس کے علم کو مٹادوں گا۔"

پارس ہنسنے لگا۔ پورس نے کہا "اب یہ کھسیانی ہنسی ہنس رہا ہے۔"

پارس نے کہا "میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ اس نے امریکی اکابرین کو دھوکا دیا ہے۔ انہیں یہ نہیں بتایا کہ میں دوا کا فارمولا بھی لیبارٹری سے لے گیا ہوں۔ اب میرے خاص ڈاکٹر تجربہ کررہے ہیں کہ اس دوا کو صرف بارہ گھنٹے کے لیے نہیں، ہمیشہ کے لیے کیسے مؤثر بنایا جاسکتا ہے۔"

اس بات پر خاموشی چھاگئی۔ سب سوچ میں پڑگئے۔ ایک حاکم نے پوچھا "کیوں مسٹر پورس! یہ دوا کا فارمولا بھی لے گیا ہے؟"

پورس نے کہا "ہاں۔ شاید میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ یہ فارمولا چرا کر لے گیا ہے لیکن فارمولے کی ایک کاپی میرے پاس بھی ہے۔ یہ بکواس کررہا ہے کہ اپنے کسی خاص ڈاکٹر سے فارمولے میں تبدیلی کرکے اس دوا کو ہمیشہ کے لیے مؤثر بناسکے گا۔"

ایک حاکم نے کہا "مسٹر پورس! جو بات ممکن ہے اسے تسلیم کرلینا چاہیے۔ جب آپ اپنے ڈاکٹروں سے دائمی اثر والی دوا تیار کراسکتے ہیں تو پھر یہ بھی ایسا کرسکتا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "وہ خود کو پارس کہنے والا شاطر آپ کے لیے، ہمارے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔ ہمیں بہت محتاط رہنا چاہیے۔"

پارس نے کہا "مجھ سے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ میں وہ سانپ ہوں، جو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح کسی بل میں چھپا ہوا ہوں۔ میں اتنا خطرناک نہیں ہوں جتنا کہ آستین میں چھپا ہوا سانپ خطرناک ہوتا ہے۔ آپ نے اس پر بھروسا کرکے اپنے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا ہے اور یہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر تنویمی عمل کرتا رہتا ہے اور انہیں اپنا تابعدار بناتا رہتا ہے۔ بہت جلد آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان اب امریکا کے وفادار نہیں رہے۔ سب کے سب پورس کے غلام بن چکے ہیں۔"

"تم معزز اکابرین کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو لیکن یہ جلد ہی دیکھیں گے کہ انہیں میری ذات سے کتنے فائدے پہنچ رہے ہیں۔"

"تم چاہو تو ابھی اور اسی لمحے میں ان کے ملک امریکا کو فائدہ پہنچا سکتے ہو اور ان کا اعتماد بھی حاصل کرسکتے ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ کرنے والی دوا اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا دونوں کے فارمولے کی ایک ایک کاپی امریکی حکومت کو دے دو۔"

"بکواس مت کرو۔ کوئی اپنی طاقت کسی دوسرے کو نہیں دیتا۔"

"امریکی حکام نے اپنی طاقت تمہیں دی ہے۔ ٹیلی پیتھی کا پورا شعبہ تمہارے حوالے کیا ہے۔ انہوں نے تم سے اب تک کچھ حاصل نہیں کیا۔ تم ان کے خلوص اور اعتماد کو دیکھو اور اپنی ..

خودغرضی کو سمجھو۔"

"تم ان اکابرین کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔ میں خود غرض نہیں ہوں۔ میں جو دوائیں تیار کروں گا ان سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو فائدے پہنچاؤں گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "دور سے کھلونا دکھا کر بچوں کو بہلا رہے ہو جبکہ میں الپا اور اسرائیلی حکام سے دوستی کر رہا ہوں اور ان تمام دواؤں کے فارمولوں کی ایک ایک کاپی ان کے حوالے کر رہا ہوں۔"

امریکی اکابرین بڑی دیر سے خاموش تھے۔ پارس اور پورس کو آپس میں لڑنے کا موقع دے رہے تھے کیونکہ پارس ان کے فائدے کی باتیں کرتے ہوئے پورس کی خود غرضی کا احساس دلا رہا تھا۔

جب اس نے یہ بتایا کہ اس نے اسرائیلی حکومت سے دوستی کی ہے تو امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے چونک کر پوچھا "کیا واقعی تم اتنی اہم دواؤں کے فارمولے اسرائیلی حکومت کو دے رہے ہو؟"

پارس نے کہا "مجھ سے پوچھو گے تو یقین نہیں آئے گا۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پلک جھپکتے ہی الپا اور اسرائیلی اکابرین سے میرے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ تب تمہیں معلوم ہوگا کہ میں پورس کی طرح خود غرض نہیں ہوں اور تب یہ تسلیم کرو گے کہ تم سب آستین میں سانپ پال رہے ہو۔"

نیپال کی ایک پہاڑی کے سبزہ زار میں الپا، پارس کی آغوش میں تھی۔ وہ اس سے فوراً ہی الگ ہو کر ذرا دور چلی گئی کیونکہ اب کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آنے والے تھے۔

الپا نے ایک منٹ کے بعد ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہے؟ فوراً بتاؤ، ورنہ میں سانس روک لوں گی۔"

"میں امریکی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں، تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں چاہتی کوئی اجنبی میرے دماغ میں رہ کر بولے۔ تم جاؤ، میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

اس نے سانس روک لی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بولا "میڈم! میں بھی کسی کو زیادہ دیر اپنے دماغ میں نہیں رہنے دیتا۔ اپنے ایک آلۂ کار کی آواز سنا رہا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں کیوں کسی ایک سے دوسرے دماغ میں جاتی رہوں؟ کیا تمہاری پابند ہوں یا تمہاری محتاج ہوں؟"

"پلیز آپ ناراض نہ ہوں۔ میں بھی آپ کی طرح احتیاطی تدبیر پر عمل کر رہا ہوں۔"

"تم سے آپ پر آگئے ہو۔ پہلے خیال نہیں آیا کہ میں تم سے سینئر ہوں؟"

"سوری میڈم! آئندہ آپ کے رتبے کا خیال رکھوں گا۔ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے ماتحت کے دماغ میں تشریف لائیں۔"

وہ اس کے ماتحت کی آواز سن کر اس کے دماغ میں آگئی پھر بولی "یہ بات اب پوشیدہ نہیں رہی ہے کہ تم امریکیوں نے پورس کو ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنا دیا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"آپ درست فرما رہی ہیں۔"

"پھر تو ایک سربراہ کو میرے پاس آنا چاہیے تھا۔ تم کیوں آئے ہو؟"

"میں آرمی انٹیلی جنس کے چند خاص ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تعلق رکھتا ہوں اور آرمی کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق اس شعبے سے نہیں ہے، جس کے سربراہ مسٹر پورس ہیں۔"

"ہو سکتا ہے، تم درست کہہ رہے ہو لیکن میں بھروسا نہیں کروں گی۔ اس وقت یہ حقیقت جان رہی ہوں کہ اس آلۂ کار کے دماغ میں صرف تم نہیں ہو۔ پورس بھی موجود ہے۔"

وہ اس سلسلے میں کچھ کہنے والا تھا۔ الپا نے کہا "پورس کی موجودگی اور عدم موجودگی کا مجھے یقین نہ دلانا۔ بہتر ہے کام کی بات کرو۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمی افسر نے پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ پارس زندہ ہے؟"

وہ بولی "اس کی موت ایک معما بن گئی ہے۔ ویسے تمہیں یہ سوال پارس کے والدین سے کرنا چاہیے۔"

"ان کے لیے بھی وہ ایک معما ہے۔ پارس نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ سے اور اسرائیلی حکومت سے اس کا رابطہ بھی ہے اور دوستی بھی ہے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ کو پارس کے زندہ رہنے کا یقین ہے۔"

"جب تک ہمیں اس کی ذات سے فائدہ پہنچتا رہے گا، ہم اس کے وجود کا یقین کرتے رہیں گے۔"

"یہودی اور مسلمان کبھی ایک دوسرے کے دوست نہیں ہوئے۔ آپ نے کیسے بھروسا کر لیا کہ پارس جیسا مسلمان آپ کے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچائے گا۔"

"تم سب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جس پارس سے ہماری دوستی ہے، وہ مسلمان نہیں ہے۔"

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمی افسر اور پورس یہ بات سن کر چونک گئے۔ افسر نے پوچھا "کیا آپ کا پارس دوست مسلمان نہیں ہے؟ کیا وہ آپ کی طرح یہودی ہے؟"

الپا نے کہا "یہی ایک معما ہے۔ دراصل ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے علم میں آیا ہے۔ ہم نے اب سے پہلے اس کا نام نہیں سنا تھا۔"

آرمی افسر نے کہا "ہم نے سنا ہے۔ اس کا نام سلطان زنگی ہے۔"

الپا نے انجان بن کر پوچھا "یہ سلطان زنگی کون ہے؟"

"وہی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا جس کا ذکر آپ کر رہی ہیں۔"

"میں جس کا ذکر کر رہی ہوں اس کا نام باربروز بنجامن ہے۔ یہودی ہے۔ اسی نے پورس کی لیبارٹری سے دوا چرائی ہے۔"

"وہ باربروز بنجامن فراڈ ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ پورس کی لیبارٹری سے سلطان زنگی نے دوا اور فارمولا چرایا ہے۔"

الپا نے کہا "وہ سلطان زنگی فراڈ ہے۔ کسی سلطان زنگی کے پاس بھی اس دوا کا فارمولا نہیں ہوگا۔ وہ فارمولا باربروز بنجامن کے پاس ہے۔ وہ ہمارے اسرائیلی اکابرین کو اس فارمولے کے علاوہ غیر معمولی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا کا فارمولا بھی دینے والا ہے۔ اگر کسی سلطان زنگی کے پاس یہ چیزیں ہیں تو اس سے کہو کہ وہ ان چیزوں کی ایک جھلک ہی دکھا دے۔"

"میڈم! آپ کی باتوں میں وزن ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ تھوڑی دیر کے لیے جاؤں اور اپنے اکابرین کو یہ باتیں بتاؤں۔ میں ٹھیک پندرہ منٹ میں واپس آجاؤں گا۔"

تمام اکابرین اجلاس میں موجود تھے اور پورس اور آرمی افسر کا انتظار کر رہے تھے۔ آرمی افسر نے آکر کہا "معزز حضرات! مسٹر پورس کا بیان ہے کہ ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے سلطان زنگی نے وہ دوائیں چرائی ہیں اور میڈم الپا کہہ رہی ہیں ایک نئے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے باربروز بنجامن کے پاس وہ دوائیں اور ان کے فارمولے ہیں اور وہ فارمولے حکومتِ اسرائیل کو پیش کرنے والا ہے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "مسٹر پورس! یہ کیا چکر ہے؟ ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا سلطان زنگی آپ پیدا کر چکے ہیں۔ دوسرا باربروز بنجامن الپا پیدا کر رہی ہے۔"

پورس نے کہا "بات گھمانے سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ سلطان زنگی ہو یا باربروز بنجامن، وہ دراصل ایک ہی شخص ہے۔ اس باربروز بنجامن نے بھی ایک نیا پارس پیدا کیا ہے، جس سے الپا کی دوستی ہے۔ جو حرکتیں سلطان زنگی میرے ساتھ کر رہا ہے وہی حرکتیں باربروز بنجامن الپا کے ساتھ کر رہا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "ہمارے اجلاس میں مسٹر پارس بھی موجود ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ ہمیں نہ الجھائیں۔ یہ واضح کریں کہ آپ نے الپا اور حکومتِ اسرائیل سے دوستی کی ہے تو یقیناً ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے باربروز بنجامن کو جانتے ہوں گے۔ اگر جانتے ہوں گے تو پھر یہ سلطان زنگی کون ہے؟"

جواب میں خاموشی رہی۔ انہوں نے چند لمحوں تک انتظار کیا پھر پوچھا "مسٹر پارس! آپ خاموش کیوں ہیں؟ جواب دیں؟"

جواب نہیں ملا۔ پورس نے کہا "وہ پکا فراڈ ہے۔ جواب کیا دے گا؟ یہاں سے جا چکا ہے یا پھر خاموشی سے ہماری باتیں سن رہا ہے۔ وہ میرے پاس آتا ہے تو سلطان زنگی کے حوالے سے مسلمان پارس رہتا ہے۔ الپا کے پاس جا کر باربروز بنجامن کے حوالے سے یہودی پارس بن جاتا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پتا نہیں وہ کون شاطر ہے، جو دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کے بعد نئے پارس بھی پیدا کر رہا ہے۔ امریکا اور اسرائیل کے حکام کو الجھا رہا ہے۔ ہمارا تو خیر کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ کسی نئے پارس سے نہ دوستی کریں گے اور نہ اس پر بھروسا کریں گے۔ البتہ حکومتِ اسرائیل زبردست دھوکا کھانے والی ہے۔ وہ یہودی بن کر ان کا اعتماد حاصل کر رہا ہے۔"

آرمی افسر ٹھیک پندرہ منٹ میں اپنے آلۂ کار کے اندر پہنچ کر بولا "کیا میڈم موجود ہیں؟"

"ہاں۔ میں بھی آگئی ہوں۔ تمہارے اکابرین کے اجلاس میں جا کر تم سب کی باتیں سن رہی تھی۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا۔ یہی بہتر ہوگا کہ ہم اسی اجلاس میں چلیں۔ ہمارے اکابرین بھی آپ کی باتیں براہِ راست سن سکیں گے۔"

آرمی افسر نے آکر کہا "معزز حاضرین! ہم سب کے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ میڈم الپا ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

الپا نے کہا "میں چند منٹ پہلے بھی موجود تھی اور آپ حضرات کی باتیں سن رہی تھی۔ آپ لوگوں نے پارس سے کچھ سوالات کیے تھے لیکن پارس نے ان کے جواب میں خاموشی اختیار کی۔ اس کی خاموشی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ فراڈ ہے اور میدان چھوڑ کر جا چکا ہے۔"

"پھر خاموشی کی وجہ کیا ہے؟"

وہ بولی "ہمارے کچھ ایسے اندرونی راز ہیں، جنہیں ابھی ہم ظاہر نہیں کرنا چاہتے لیکن آپ لوگوں نے اس پر یہ بڑا الزام لگایا ہے کہ وہ یہودی بن کر ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ یہ غلط ہے۔ ہمارے درمیان پسِ پردہ کچھ ایسے سمجھوتے ہوئے ہیں کہ وہ یہودی بن کر کبھی ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا اور نہ میں مسلمان بن کر اسے دھوکا دے سکتی ہوں جبکہ کلمہ پڑھ کر باقاعدہ مسلمان ہو چکی ہوں۔"

کتنے ہی اکابرین نے حیرانی سے پوچھا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟ کیا تم مسلمان ہو چکی ہو؟ کیا تمہارے یہودی اکابرین نے اعتراض نہیں کیا ہے؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے اسلام کیوں قبول کیا؟ کیا حکومتِ اسرائیل اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہوا ہے؟"

"کئی راز ایسے ہیں جو بتائے نہیں جا سکتے۔ البتہ ایک ایسا راز ہے جو آئندہ چھپ نہیں سکے گا، اس لیے بتا رہی ہوں۔ اب میں اور پارس لائف پارٹنر ہیں۔ ہماری شادی ہو چکی ہے۔"

پھر ایک بار تمام اکابرین نے حیرانی سے پوچھا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟ کیا تم پارس کی شریکِ حیات بن چکی ہو؟ کیا تمہارے یہودی

اکابرین نے اعتراض نہیں کیا ہے؟ کیا حکومتِ اسرائیل اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے' اسی معاہدے کی کسی شق کے مطابق تم دونوں نے شادی کی ہے؟"

وہ بولی "یہ آپ حضرات سوچ رہے ہیں۔ حکومتِ اسرائیل اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ پارس ایک معما بنا ہوا ہے۔ فرہاد صاحب اور ان کی فیملی نے اس موجودہ پارس کو ابھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ ابھی وہ نہ ان کا بیٹا ہے اور نہ میں ان کی بہو ہوں پھر معاہدہ کس بنیاد پر ہوگا؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر پورس نے کہا "میں اب تک یہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی شاطر میری دوا حاصل کر کے کچھ کامیابیاں حاصل کر رہا ہے اور سلطان زنگی اور بار بروز بنجامن جیسے کردار پیدا کر کے بچوں جیسا کھیل کھیل رہا ہے لیکن وہ تو بہت گہرائی سے سرنگ کھود کر بہت گہری چالیں چل رہا ہے۔ اسرائیل کی اہم ستون الپا کو اہم رشتے میں جکڑ چکا ہے۔ جتنی غیر معمولی دوائیں میں نے تیار کرائی تھیں ان تمام کے فارمولے یہودیوں کو دے کر اسرائیل کو امریکا کے لیے چیلنج بنا رہا ہے۔ امریکا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہیں گے' اسرائیلی سراغ رساں دوائیں اسپرے کر کے انھیں ٹیلی پیتھی سے محروم کرتے رہیں گے۔"

الپا نے کہا "مسٹر پورس! تم دشمن ہو اس لیے پارس کی اچھائیاں تمھیں نظر نہیں آئیں گی۔ وہ دوست بننے والوں اور محبت کرنے والوں کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاتا ہے۔ میرے اور پارس کے تعلقات آج سے نہیں' برسوں سے ہیں۔ یہ راز کوئی نہیں جانتا کہ میں نے جس بیٹی کو جنم دیا ہے' وہ پارس کی اپنی بیٹی ہے۔ پارس کا خون ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے۔ تم اور پارس برسوں سے دریا کے دو کناروں کی طرح الگ رہے ہو۔"

"میں زیادہ فضول تفصیل نہیں بتاؤں گی۔ آپ حضرات نیویارک کے ایڈورڈ اسپتال جا کر ۴ جنوری ۱۹۹۳ء کا ریکارڈ چیک کریں۔ یہ ثابت ہو جائے گا کہ میں نے پارس کی بیٹی کو جنم دیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "لیکن تمہاری زچگی تل ابیب کے اسپتال میں ہوئی تھی؟"

"میں زچگی کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ نیویارک کے ایڈورڈ اسپتال میں میرے حاملہ ہونے کا ریکارڈ موجود ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے فوراً ہی ہاٹ لائن پر نیویارک کے میئر سے رابطہ کیا۔ اسے حکم دیا کہ فوراً ایڈورڈ اسپتال جا کر مطلوبہ معلومات حاصل کرے پھر ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی کہا گیا کہ وہاں کا انچارج خفیہ ریکارڈ ظاہر کرنے سے انکار کرے تو اسے خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے وہ ریکارڈ دیکھا جائے۔

ایک گھنٹا گزرنے سے پہلے ہی معلومات حاصل ہو گئیں۔ معلومات ایسی تھیں کہ سب حیران رہ گئے۔ الپا نے پارس کی بچی کو جنم دیا تھا لیکن ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے۔

الپا سے پوچھا گیا' جب وہ اور پارس راضی تھے تو پھر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کیوں پیدا کی گئی؟

الپا نے جواب دیا "ان دنوں ہم راضی نہیں تھے۔ ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ اس لیے دریا کے دو کناروں کی طرح دور رہ کر بھی ہم ایک بچی کے ماں باپ بن گئے۔"

پورس سوچ میں پڑ گیا "مجھے اب سمجھ لینا چاہیے کہ جس بات کو ناممکن سمجھ رہا تھا' وہ ممکن ہے۔ وہ مردہ نہیں ہے' زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی ایسی چالیں نہیں چل سکتا۔ وہی ہے' جو لیبارٹری سے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا لے گیا ہے۔ شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال کر اس کا لقمہ چھین لینے والا وہی چال باز ہے۔ اس نے دیکھا کہ میں امریکا کے لیے ایک طاقت بن رہا ہوں تو اس نے اسرائیل کے لیے طاقت بننے کی خاطر الپا سے صرف دوستی نہیں کی' اسے مسلمان بنا کر شادی بھی کر لی۔"

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا پھر ان اکابرین سے بولا "ایک عورت کسی پرائے مرد کو نہیں صرف اپنے بچے کے باپ کو شوہر کہتی ہے۔ ڈیڑھ برس پہلے پارس اس ہونے والی بچی کا باپ تھا۔ الپا اسی پارس کو' یعنی بچی کے اسی باپ کو اپنا شوہر کہہ رہی ہے۔ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہی پارس زندہ ہے۔ سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ الپا نے اسی پارس کی خاطر اسلام قبول کیا ہے۔"

اس نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر غصے سے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "یو ڈرٹی پارس! آئی ہیٹ یو۔ مکار کی اولاد! تو چار دن اور چار راتوں سے مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔ طرح طرح کے فرضی کردار پیدا کر کے مجھے ان میں الجھا رہا ہے۔ میں نے تجھے ان بدمعاشیوں کا منہ توڑ جواب نہ دیا تو میرا نام پورس نہیں۔۔۔"

اس نے ہونٹوں کو اور دونوں مٹھیوں کو بھینچ لیا۔

○☆○

نیلماں نے آتما کے ذریعے ساری دنیا دیکھی تھی۔ وہ آتما شکتی کے دوران میں اپنی روح کو بوڑھے جسم سے نکال کر دنیا کے جس حصے میں چاہتی تھی' وہاں پہنچا دیتی تھی۔ وہ ستر برس بعد گھر کی چار دیواری میں رہنے لگی تھی۔ اسے جوانی میں اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز تھا۔ پھر بال سفید ہو گئے' چہرے پر جھریاں پڑ گئیں اور کمر جھکنے لگی تو اس نے آئینے میں خود کو دیکھ کر پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اس نے ایسا وجود لے کر باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس نے طے کر لیا کہ زندگی کی آخری سانس تک بھگتی اور دھیان گیان میں ڈوب کر آتما شکتی کی انتہا کو پہنچے گی اور جب اپنی آتما کو ایک۔۔۔۔ جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کرنے کی شکتی حاصل کرلے تو پھر کسی حسین اور نوجوان جسم میں اپنی آتما کو داخل کرے گی۔ بوڑھے جسم کو بوڑھے گی پھر ایک نوخیز دوشیزہ بن کر چار دیواری سے باہر دنیا کے سامنے آئے گی۔

اس کی یہ خواہش پوری ہو چکی تھی۔ وہ شی تارا کو ہلاک کرنے کے بعد اپنا بوڑھا سڑتا گلتا جسم چھوڑ کر اس کے جسم میں داخل ہو کر ایک حسین دوشیزہ بن گئی تھی۔

اگرچہ شی تارا دوشیزہ نہیں تھی ایک بھرپور عورت تھی لیکن اس نے برسوں کی بھگتی اور دھیان گیان سے اپنی روح کو ہمیشہ کی طرح تر و تازہ رکھا تھا۔ روح کو تر و تازہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے گناہوں سے بچایا جائے اور نیلماں نے یہی کیا تھا۔ جب اس کی روح شی تارا کے اندر آئی تو اس کا حسن پہلے سے زیادہ تر و تازہ ہو گیا اور جسم میں پہلے سے زیادہ شادابی آ گئی۔ خزاں کے بعد نئی بہار آ گئی تھی۔

اس نے تقریباً سو سال کی بھگتی سے کچھ غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں حاصل کی تھیں۔ ایک حسین نوخیز دوشیزہ بن کر من کی مراد پوری کی تھی لیکن کچھ نقصان بھی اٹھایا تھا۔ ایک جسم سے دوسرے جسم میں پہنچنے کے باعث آتما شکتی کچھ کمزور پڑ گئی تھی۔ اب اس کی آتما جسم سے باہر نکل کر ان دشمنوں کو نہیں پہچان سکتی تھی جو اصل چہرہ چھپانے کے لیے کسی بہروپ میں رہتے تھے۔ اسی لیے وہ مجھے' فہمی' علی' پارس اور الپا وغیرہ کو نہ پہچان سکتی تھی اور نہ معلوم کر سکتی تھی کہ ہم سب کہاں ہیں؟ اور کس بہروپ میں ہیں؟

اس نے سوچا "دشمنوں کو پہچاننے کے لیے ضروری ہے کہ میں منظر عام پر آؤں' وہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوششیں کریں گے تو پتا چلتا رہے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ ان کے دوسرے معاملات اور مقاصد بھی ہوں گے۔ میں ان کے مقاصد پورے نہیں ہونے دوں گی تو وہ میرے سامنے آنے اور مجھ سے ٹکرانے پر مجبور ہوتے رہیں گے۔"

اب وہ چار دیواری سے باہر کی دنیا میں رہ کر بہت کچھ کر سکتی تھی اور اپنے حسن و شباب کے جلوے دکھا کر لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن کر فخر کر سکتی تھی۔ وہ سنجیدگی سے سوچنے لگی کہ باہر کس انداز میں جائے گی؟ کہاں جائے گی؟ اور پہلا کام کیا کرے گی؟

اس نے پہلے سوچا تھا کہ اس کا پہلا کام فہمی تک پہنچنا اور اس کو کچلنا ہوگا لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

وہ امریکی اکابرین کو جانتی تھی کیونکہ وہ اور اس کا پوتا سوامی نک رام بھاٹیا امریکی مفادات کے لیے کام کیا کرتے تھے۔ اس وقت وہ آشرم میں اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ امریکی اکابرین کیا کر رہے ہیں اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ان کی دوستی اور دشمنی ہو رہی ہے۔

اس نے بیٹھنے کا مخصوص آسن اختیار کیا۔ اپنے جسم کے اندر سے آہستہ آہستہ سانس باہر نکال کر پھر دوبارہ سانس نہیں لی۔ سانس کے ساتھ روح کو بھی جسم سے باہر نکالا پھر وہ روح اس کی مرضی کے مطابق معلومات حاصل کرنے کے لیے اس اجلاس میں پہنچ گئی جہاں امریکی اکابرین تھے۔ پورس' پارس اور الپا بھی خیال خوانی کے ذریعے اس اجلاس میں شریک تھے۔

پہلے ان کی گفتگو کا موضوع پارس کی موت تھا۔ ان کے لیے ایک نئے پارس کی زندگی معما بنی ہوئی تھی پھر الپا کی باتوں سے کچھ نئے انکشافات ہوئے۔ پتا چلا کہ پارس اور الپا لائف پارٹنر بن چکے ہیں اور الپا نے جس بچی کو جنم دیا ہے اس کا باپ پارس ہے اور اب پارس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اور گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا کے فارمولے حکومتِ اسرائیل کو دے کر اسرائیل کو امریکا کے لیے چیلنج بنا رہا ہے۔

وہ اجلاس کئی گھنٹوں تک جاری رہا تھا۔ نیلماں نے اس اجلاس کی جو خاص باتیں معلوم کیں وہ یہ تھیں کہ الپا اور پارس کے میاں بیوی بننے کے باعث اسرائیلی حکومت کو تمام غیر معمولی فارمولے مل گئے تھے۔ امریکی اکابرین کا خیال تھا کہ اس طرح اسرائیل ان کے مقابلے میں طاقت ور بنتا جائے گا۔

نیلماں کو دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ پورس کو امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ یہ بات نیلماں کو پسند نہیں تھی۔ وہ خود کو پورس سے زیادہ ذہین' باصلاحیت اور طاقت ور سمجھتی تھی۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ ٹیلی پیتھی کے اس شعبے کی سربراہ وہ خود بنے گی اور پورس کو وہاں سے دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکال پھینکے گی۔

اس کی آتما اس عمارت میں گئی' جہاں امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کے دفاتر قائم تھے۔ ریکارڈ روم میں ان تمام افراد کی پوری ہسٹری تصاویر سمیت تھی' جنھوں نے آج تک ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا تھا۔ ان میں ستر فیصد ایسے تھے جو یہ علم سیکھنے کے بعد باغی ہو گئے تھے اور امریکا چھوڑ کر دنیا کے دوسرے ممالک میں جا کر روپوش ہو گئے تھے۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ روپوش ہونے والوں میں کتنے زندہ ہوں گے اور کتنے مر چکے ہوں گے۔

جن تیس عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پورس کا ماتحت بنایا گیا تھا ان کی بھی تصاویر اور لائف ہسٹری کی فائلیں وہاں موجود تھیں۔ وہ ان تصویروں کو دیکھ کر ان کے چہرے یاد کرتی رہی پھر اس کی آتما ان کے پاس باری باری جانے لگی۔ ان میں سے کچھ امریکا کے دور افتادہ حصوں میں تھے اور کچھ دوسرے ممالک میں روپوش تھے۔ وہ سب نئے خیال خوانی کرنے والے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ کوئی دشمن پہچان نہیں سکے گا۔ اس لیے وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تھے اور نیلماں کی آتما دیکھ کر پہچان گئی تھی۔

اس کے بعد وہ جسم میں آ گئی۔ اس نے باری باری ان کے

دماغوں میں جا کر ان پر تنویمی عمل کرتا اور انہیں اپنا تابعدار بناتا شروع کیا۔ اس نے ہر ایک کے پاس ایک ایک گھنٹا صرف کیا۔ ایک دن میں آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیرِ اثر لے لیا۔ اس طرح تین دنوں میں پچیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنالیا۔ باقی پانچ ایسے تھے، جنہیں پورس نے اپنا غلام بنا کر ان کے دماغوں کو لاک کردیا تھا۔

وہ ان کے اندر تو نہ پہنچ سکی لیکن ان کے پتے ٹھکانے معلوم کرلیے۔ جن پچیس افراد کو اپنے زیرِ اثر لے آئی تھی انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی پناہ گاہ بدل لیں۔ دوسرے ملکوں میں نئی پناہ گاہوں میں جا کر رہیں۔

وہ چاہتی تھی کہ امریکی اکابرین صرف اس کے اور سوامی کے تعاون کے محتاج رہیں اور پورس ان کی نظروں میں کوئی خاص مقام حاصل نہ کرسکے۔ اس نے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے ان پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں کو کمزور بنایا جو پورس کے غلام تھے۔ اس نے ایک بھی خیال خوانی کرنے والے کو پورس کے زیرِ اثر نہیں رہنے دیا۔

جب وہ ان پانچوں میں سے چار کو اپنا غلام بنا چکی اور آخری ٹیلی پیتھی جاننے والے پر تنویمی عمل کرنے لگی تو پورس کسی ضرورت سے اس کے دماغ میں آیا پھر حیران ہو کر ایک نسوانی آواز سننے لگا۔ اس نے غصے سے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ بولی "او پورس! تم آگئے؟ تمہارا یہ آخری مرغا رہ گیا ہے، جسے میں اپنے لیے حلال کررہی ہوں۔"

"میں پوچھ رہا ہوں، تم کون ہو؟"

"تم مجھے نام سے نہیں پہچانو گے۔ میرا نام نیلماں ہے۔"

"میری معلومات کے مطابق کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کا نام نیلماں نہیں ہے۔"

"اپنی معلومات میں اضافہ کرلو۔ آئندہ کبھی میرا نام بھلا نہیں پاؤ گے۔"

"تم الپا یا نتاشا ہو یا پھر فرہاد کی فیملی کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو اور مجھے یہ فرضی نام بتا رہی ہو۔"

"میں ایک فرضی نام کی، فرضی ہستی نہیں ہوں۔ امریکی اکابرین میرا نام جانتے ہیں۔"

"میں ابھی ان سے پوچھوں گا مگر تم ابھی اس کے دماغ سے جاؤ۔"

"کوئی بات نہیں۔ جارہی ہوں۔ اسے پھر کسی دن غلام بنالوں گی۔"

پورس نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے پوچھا "کیا آپ نیلماں نام کی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے واقف ہیں؟"

"ہاں۔ وہ اور اس کا پوتا سوامی تلک رام بھاٹیا ہمارے لیے کام کرتے ہیں۔ سوامی ایران میں فرہاد کے مقابلے پر ہے لیکن نیلماں گوشہ نشین رہتی ہے۔ کبھی اپنے آشرم سے باہر نہیں آتی۔ ہم میں سے کسی نے آج تک اسے نہیں دیکھا ہے۔"

"وہ نیلماں مجھ سے دشمنی کررہی ہے۔ اس نے گوشہ نشین رہ کر میرے شعبے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ اب میرے پاس آپ کے ملک کا ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔"

"مسٹر پورس! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے آپ پر بھروسا کیا۔ آپ کو ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنایا اور آپ نے ایک دو نہیں، پورے تیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی دوسرے کے حوالے کردیا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ نیلماں نے ان سب کو آپ سے چھین لیا ہے۔ کیا آپ کو احساس ہے کہ آپ کتنی غیر ذمے داری سے یہ بات کہہ رہے ہیں۔ پلیز آپ آدھے گھنٹے کے بعد آئیں۔ میں تمام اکابرین کو بلا رہا ہوں۔"

پورس اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پریشانی سے سوچنے لگا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں پارس سے نمٹنے کی پلاننگ کر رہا تھا۔ یہ نیلماں نام کی نئی مصیبت آگئی ہے اور اس نے آتے ہی میرے شعبے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لیے ہیں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ میں تو امریکی اکابرین کی نظروں سے بالکل ہی گر جاؤں گا۔"

پھر اس نے سوچا "وہ فوجی افسر کہہ رہا تھا کہ نیلماں دادی ہے اور سوامی تلک رام بھاٹیا اس کا پوتا ہے لیکن میں نے جس نیلماں کی آواز سنی، وہ بوڑھی نہیں لگ رہی تھی۔ اس کی آواز میں جوانی کی کھنک تھی۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے نیلماں کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "تم نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے میرے بارے میں پوچھا۔ اس نے جو کچھ بتایا، کیا اس پر یقین نہیں آیا؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی آواز اور گفتگو کے انداز سے جوان لگتی ہو۔۔۔ پھر کسی سوامی تلک رام بھاٹیا کی دادی کیسے ہو؟"

"تم میری جوانی اور بڑھاپے کے بارے میں سوچ رہے ہو؟ تمہیں یہ فکر نہیں ہے کہ میں نے تم سے ٹیلی پیتھی کا پورا شعبہ چھین لیا ہے؟"

"میں کچھ سوچ کر ہی تم سے پوچھ رہا ہوں۔ تم جوان ہو؟"

"ہاں میں جوان ہوں۔ ایک نوخیز دوشیزہ ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد پورس نے امریکی اکابرین کے پاس آکر ان فوجی افسر سے کہا "تم جسے نیلماں کہتے ہو وہ کسی سوامی کی دادی اور بوڑھی ہے۔ میں جس نیلماں کی بات کر رہا ہوں، وہ جوان ہے کوئی فراڈ ہے۔ نیلماں کا نام اختیار کر کے ہمیں دھوکا دے رہی ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "وہ جوان ہو یا بوڑھی، نیلماں ہو یا فراڈ آپ اپنی غیر ذمے داریوں کے سلسلے میں صفائی پیش کریں۔"

وہ بولا "ٹیلی پیتھی کی دنیا ایسی ہے جہاں ہر ایک کے ساتھ ہار جیت کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ میں ابھی ہار رہا ہوں تو کل جیت کر دکھاؤں گا۔ آپ نے دوستی کی ہے۔ مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ میں آپ کا اعتماد بحال کروں گا۔"

ایک افسر نے کہا "آپ سے پہلے ہمارے سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی باغی ہو کر اور کبھی دشمنوں کے ہتھے چڑھ کر ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے پھر وہ کبھی واپس نہیں آئے۔ تم نے ہمارے تیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہڑپ کرلیا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ہم سے چھین لیا اور ہم سے جھوٹ کہہ رہے ہو کہ کسی نیلماں نے تمہیں لوٹ لیا ہے۔"

"آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ مجھے الزام دے رہے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "پچھلے اجلاس میں پارس نے کہا تھا کہ تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنا رہے ہو۔ تم نے کہا تھا، پارس تمہارا دشمن ہے۔ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ آج اس دشمن پارس کی باتیں سچ ثابت ہوچکی ہیں۔"

"میں نے آپ لوگوں کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ اگر آپ حضرات میری باتوں کا یقین کریں گے تو ہماری دوستی قائم رہے گی ورنہ میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے ہمیں بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ تم اس نقصان کی تلافی کرکے پھر سے ہمارا اعتماد حاصل کرسکتے ہو۔"

"میں تلافی کروں گا۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

اس اعلیٰ افسر نے کہا "نادیدہ بنانے والی گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا اور ٹیلی پیتھی کا علم مٹانے والی دوا کے فارمولے کی ایک ایک کاپی ہمیں دے دو۔ اس طرح تمہاری دوستی بھی ثابت ہوگی اور ہم اپنا نقصان بھی بھول جائیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "فارمولوں کے سلسلے میں مجھے سوچنے سمجھنے کا موقع دیں۔ میں کل جواب دوں گا۔"

"پارس نے اسرائیلی حکام سے سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں مانگی تھی۔ وہ قابلِ اعتماد دوست کی طرح وہ فارمولے ان کے حوالے کرچکا ہے۔"

"آپ لوگوں نے صرف سنا ہے۔ دیکھا نہیں ہے کہ اس مکار نے اسرائیلی حکام کو صحیح فارمولے دیے ہیں یا ان میں کوئی تبدیلی کی ہے۔ جب وہاں کے ڈاکٹر ان فارمولوں کے مطابق دوائیں تیار کریں گے تب پتا چلے گا کہ اس چالباز نے ان یہودیوں کو کیسے سبز باغ دکھائے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "پارس ان یہودیوں سے مکاری کرسکتا ہے۔ تم تو مکار نہیں ہو۔ دوست ہو تو ابھی وہ فارمولے ہمیں دو۔"

"آپ لوگ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ دوائیں ہر ملک میں تیار ہوں۔ میں آپ لوگوں کو دوائیں تیار کر کے دے سکتا ہوں۔ فارمولے نہیں دے سکتا۔"

"مسٹر پورس! بڑے افسوس کی بات ہے۔ جب سے ہماری دوستی ہوئی ہے، تم نے ایک ذرہ برابر ہمیں فائدہ نہیں پہنچایا۔ اس کے برعکس ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

دوسرے نے کہا "اور تلافی کے لیے کہا جارہا ہے تو تم فارمولے دینے کی نہیں، صرف دوائیں دینے کی بات کررہے ہو۔ جیسے ہم بچوں کو ٹافیاں دے کر بہلا رہے ہو۔"

اسی وقت کانفرنس روم کا دروازہ کھلا۔ نیلماں سینہ تان کر چلتی ہوئی آئی۔ سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک حاکم نے پوچھا "شی تارا! تم بغیر اجازت اس کانفرنس روم میں کیسے آگئیں؟"

وہ ایک اونچی جگہ کرسی پر بیٹھ کر بولی "تمہارا کوئی بھی مسلح پہرے دار یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ میں ان کے دماغوں میں گھستی ہوئی چلی آئی ہوں۔ ویسے تم لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں دیوی کہلانے والی شی تارا نہیں ہوں۔ اس کی ایک ہم شکل ہوں اور میرا نام نیلماں ہے۔"

ایک افسر نے کہا "نیلماں ایک معمر خاتون ہے۔ سوامی تلک بھاٹیا کی دادی ماں ہے۔ تم شی تارا ہو۔ ہم نے تمہیں کئی بار دیکھا ہے۔ تم خود کو نیلماں کیوں کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "میں سوامی تلک رام بھاٹیا کی ایک عزیزہ ہوں۔ شی تارا کی ہم شکل ہوں اور دادی ماں کی ہم نام نیلماں ہوں۔"

"کیا سوامی جی اور دادی ماں تمہاری باتوں کی تصدیق کریں گے؟"

"سوامی جی تصدیق کریں گے۔ دادی ماں نہیں کریں گی کیونکہ وہ مرچکی ہیں۔"

نیلماں نے اپنے پوتے کو خیال خوانی کے ذریعے بلایا۔ اس نے آکر ایک افسر کی زبان سے کہا "میں سوامی تلک رام بھاٹیا آپ حضرات سے مخاطب ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں ایران میں بہت مصروف ہوں۔ وہاں فوراً واپس جانا ضروری نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ یہ میری عزیزہ شی تارا کی ہم شکل ہے لیکن شی تارا نہیں ہے۔ میری دادی ماں کا دیہانت ہوچکا ہے۔ دادی ماں نے ہی میری اس عزیزہ کا نام نیلماں رکھا تھا۔ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں ہے۔ یہ واقعی نیلماں ہے۔ اب آپ اجازت دیں۔ میں آپ ہی کے معاملات میں مصروف ہوں۔ اس لیے جارہا ہوں۔"

اس کے جانے کے بعد نیلماں نے کہا "آپ حضرات کو سوامی جی کی باتوں کا یقین آیا ہو تو پھر پورے یقین کے ساتھ مجھے نیلماں کے نام سے مخاطب کریں۔"

پورس نے پوچھا "تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کرکے دوسروں سے برتر رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تم سے چھین کر برتری حاصل کی ہے اور ان اکابرین پر ثابت کررہی ہوں کہ تم سے زیادہ میں قابل ہوں اور ٹیلی پیتھی کے شعبے کی سربراہ بننے کی مستحق ہوں۔"

پورس نے کہا "تمہاری باتوں سے تمام اکابرین کی یہ غلط فہمی دور ہوگئی ہوگی کہ میں نے ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو غلام بنایا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ یہ صفائی پیش کرنے آئی ہوں کہ تم نے ان کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے اور آئندہ تم ان کے بہت کام آسکتے ہو۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ مجھ سے ٹیلی پیتھی کا شعبہ چھین کر میری حمایت میں کیوں بول رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم میرے دھرم سے تعلق رکھتے ہو۔ ہم ہندو ہیں۔ امریکا کے ساتھ رہ کر اپنے بھارت دیس کو ایشیا میں سپرپاور بنا سکتے ہیں۔"

"میں نے ابتدا میں امریکی اکابرین سے یہی کہا تھا کہ میں ایشیا میں بھارت دیس کو سپرپاور بنانا چاہتا ہوں لیکن نیلماں تم ہندو ہوکر ہندو کا گلا کاٹ چکی ہو۔ مجھ سے ٹیلی پیتھی کے شعبے کی قوت چھین چکی ہو۔ میری بے خبری میں میرے خلاف اقدامات کرکے مجھے ان اکابرین کی نظروں میں کمتر بنا چکی ہو۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ہندو کا گلا کاٹ کر ہندوستان کو سپرپاور کیسے بناؤ گی؟"

وہ ہنس کر بولی "تم مجھ جیسی ایک لڑکی سے مات کھا کر مایوس ہوگئے ہو۔ میں تم سے بعد میں گفتگو کروں گی۔"

"میں آئندہ تم سے گفتگو نہیں کروں گا۔ تم نے میرے ساتھ جو کیا ہے اس کا منہ توڑ جواب دوں گا۔"

پورس جس افسر کی زبان سے بول رہا تھا اس افسر نے نیلماں کے قریب آکر ریوالور نکال کر پوچھا "کیا تمہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ جسمانی طور پر یہاں آؤ گی تو کوئی تمہیں گولی مار سکتا ہے؟"

"میں موت سے نہیں ڈرتی۔ تم مجھے مارنا چاہو گے تو میں خوشی سے مر جاؤں گی۔"

پورس نے افسر کی زبان سے کہا "میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا صرف تمہیں زخمی کروں گا پھر تم پر تنویمی عمل کرکے تمہیں اپنی کنیز بنالوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس افسر نے ریوالور کے دستے سے نیلماں کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہتے ہوئے کرسی پر سے جھک کر فرش پر گر پڑی۔ چاروں شانے چت ہوگئی۔

پورس کا خیال تھا کہ اس کے زخمی ہوتے ہی اس کے دماغ میں گھس کر اس کے چور خیالات پڑھ سکے گا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔

اس کے اندر پہنچتے ہی پتا چلا کہ دماغ مردہ ہوچکا ہے۔ وہ مرچکی ہے۔

آرمی کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بھی کہا "یہ تو مرچکی ہے۔"

آرمی کے ایک ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا پھر اس نے بھی نیلماں کی موت کی تصدیق کردی۔ تمام اکابرین نے اس کی موت پر افسوس کا اظہار کیا اور پورس سے ناراضگی ظاہر کی کہ اسے ایک افسر کو آلۂ کار بنا کر لڑکی پر جان لیوا حملہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔

پورس نے کہا "میں اس کی جان لینا نہیں چاہتا تھا۔ اسے زخمی کرکے اسے اپنی کنیز بنانا چاہتا تھا۔ تعجب ہے، یہ ایسی نازک تھی کہ سر پر ہلکی سی ضرب لگاتے ہی مرگئی۔"

آرمی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے سوامی کو اطلاع دی کہ اس کی عزیزہ نیلماں مرگئی ہے۔ اسے پورا یقین تھا کہ اس کی داوی ماں نہیں مرے گی۔ اس نے اجلاس میں آکر کہا "پورس نے اسے مار ڈالا۔ میں اس سے بعد میں نمٹ لوں گا۔ فی الحال آپ حضرات سے گزارش ہے کہ نیلماں کی لاش کو آشرم میں پہنچادیں۔"

اس کی فرمائش کے مطابق نیلماں کے مردہ جسم کو اٹھا کر باہر لا کر اسے ایک گاڑی میں رکھا گیا۔ دو مسلح گارڈز سے کہا گیا کہ اسے آشرم میں پہنچا دیا جائے۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اسے آشرم میں پہنچا دیا۔ وہاں بھگتی اور دھیان گیان میں مصروف رہنے والے اسے ایک اسٹریچر پر لٹا کر اس کے کمرے میں لے آئے۔ اس کے بستر پر اسے لٹا دیا پھر ان سب نے کمرے سے باہر آکر دروازے کو بند کردیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی نیلماں نے ایک گہری سانس لی۔ آنکھیں کھول کر اپنے کمرے کو دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

○☆○

سونیا ایران سے جاچکی تھی اور اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) کے پاس ادارے میں پہنچ گئی تھی۔ ایرانی حکام کو یہ معلوم ہوا تھا کہ جس آغا تابش علی پر اعتماد کرتے تھے اور مالیاتی امور کے سلسلے میں اسے راز دار بنائے رکھتے تھے، وہ ایک امریکی ایجنٹ سوامی تلک رام بھاٹیا کے زیر اثر تھا اور مالیاتی شعبے کے اہم راز سوامی کے ذریعے امریکا پہنچاتا تھا۔

آغا تابش علی کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد ایرانی حکام تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ آئندہ بھی سوامی جیسے امریکی ایجنٹ ایسی حرکتیں کرسکتے تھے۔ حکومتِ ایران کے اہم شعبوں کے بڑے عہدیداروں کو ٹریپ کرکے ان سے اہم ملکی راز معلوم کرسکتے تھے۔

ملک کے اندر آنے والے دشمنوں کو بھگایا جارہا تھا۔ دماغوں کے اندر آنے والوں کو وہ محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہوتا کہ کوئی دماغ میں آیا ہے، تب تک پتا ہی نہ چلتا کہ کسی دشمن کو پکڑنا ہے اور بھگانا ہے۔ میں نے وہاں کے اعلیٰ عہدیداروں سے اس مسئلے پر گفتگو کی۔ وہ سب پریشان تھے۔ ٹیلی پیتھی ایسی بلا

بن گئی تھی جو ان کے دماغوں میں گھس کر ملک کے اہم راز چرا کر لے جاتی تھی۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ایجنٹوں سے نجات کا ایک ہی راستہ تھا۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دیں کہ وہ حکومتِ ایران کے تمام اہم شعبوں کے تمام اہم عہدیداروں کے دماغوں میں جائیں اور تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کردیں۔ دشمنوں کی آمد و رفت کا راستہ ہی بند کردیں۔

وہ سب میری ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ ایران کی سب سے بڑی دولت تیل ہے۔ تیل کے ذریعے بے حساب زرِ مبادلہ حاصل کیا جاتا ہے۔ امریکا نے اپنے طفیلی ملکوں کو سختی سے منع کردیا کہ وہ ایران سے تیل نہ خریدیں۔ دوسرے بڑے ممالک میں بھی وہ ایسے سیاسی داؤ پیچ استعمال کررہا تھا جن کے نتیجے میں ملک کے باہر تیل کی کھپت محدود ہورہی تھی اور دوسری بیرونی تجارت پر بھی منفی اثر پڑ رہا تھا۔

میں نے ایران کے ایک ایسے اعلیٰ عہدیدار کی حفاظت پر توجہ دی جس کا تعلق پٹرولیم کے شعبے سے تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا۔ یہ چاہتا تھا کہ دشمن اس کے اندر آئے تو معلوم ہو کہ وہ دشمن کون ہے اور اپنے امریکی آقاؤں سے کس طرح رابطہ رکھتا ہے پھر یہ کہ میں اس کے ذریعے دوسرے دشمن ایجنٹوں تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

جب تمام راستے بند کردیے جائیں اور صرف ایک راستہ کھلا رکھا جائے تو دشمن کو اسی ایک راستے سے گزرنا پڑتا ہے۔ سوامی تلک رام بھاٹیا کئی ایرانی عہدیداروں کے دماغوں کے اندر جانے کی کوششیں کرچکا ہوگا پھر ان کے دماغوں میں جانے کے لیے انہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کی کوششیں کی ہوں گی لیکن وہاں کے ہر عہدیدار کے دماغ میں ہمارے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہتا تھا۔ اسے کہیں جگہ نہیں ملی۔ صرف اسی ایک عہدیدار کے دماغ میں اسے جگہ ملی۔ اسے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ اتنے اہم عہدیدار کے دماغ کو لاک کیوں نہیں کیا گیا؟ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ ہمارے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا پھر اس کے دماغ کو لاک کردے گا۔

میری پلاننگ کے مطابق یہی ہوا۔ سوامی نے اس کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آج رات آئے گا پھر اس کے دماغ کو لاک کردے گا۔

سوامی شام ہی سے اس عہدیدار کے دماغ میں بار بار آنے لگا۔ میں اسے رات کے دو بجے تک دوڑاتا رہا پھر بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بن کر اس عہدیدار کے دماغ پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

سوامی اس کے دماغ میں چھپا رہا۔ میں نے تنویمی عمل مکمل کرکے اسے ہدایت دی کہ وہ صبح تک تنویمی نیند سوتا رہے گا۔ اس کے بعد میں اس کے دماغ سے نکل آیا پھر آدھے گھنٹے کے بعد جا کر دیکھا تو سوامی اس کے دماغ سے میرے تنویمی عمل کو مٹا کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔ اسے حکم دے رہا تھا "جس نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا، تم بظاہر اس کے ہی معمول رہو گے اور اس کی تابعداری کرو گے لیکن جب میری آواز اور لب و لہجہ سنو گے تو تم اس عامل کے احکامات بھول کر صرف میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

میں نے سوامی کو آزادی سے عمل کرنے دیا پھر وہ اسے تنویمی نیند سلا کر چلا گیا۔ میں بھی اس کے دماغ سے نکل گیا۔ سوامی نے جو عمل کیا تھا، اسے نہیں مٹایا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جب بھی اس کے دماغ میں میرا راستہ رک جاتا، میں سوامی کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر جاسکتا تھا۔

جب سے سونیا وہاں پہنچی تھی، امریکی ایجنٹ ہمیشہ اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہوتے رہے تھے۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں واپس جانے سے پہلے ایک آخری ایجنٹ اسٹون ہارٹ کو مار ڈالا تھا۔ اب سونیا کی جگہ میں آگیا تھا۔ یہاں میرا پہلا شکار سوامی تلک رام بھاٹیا تھا۔ وہ بھی جانتا تھا کہ میرے مقابلے پر آیا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور کس روپ میں ہوں؟

وہ مجھے تلاش کررہا تھا۔ اس نے اپنی دانست میں جس عہدیدار کو اپنا معمول بنایا تھا اس کا نام امین آفندی تھا۔ اس نے اسے حکم دیا تھا "تم یہ معلوم کرتے رہو گے کہ فرہاد تمہارے ملک کے کن عہدیداروں سے ملاقاتیں کرتا ہے؟ اور ان سے کن اہم معاملات میں گفتگو کرتا ہے؟ اور اگر کبھی تم سے ملاقات کرنے آئے تو تم فوراً خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنے دماغ میں بلاؤ گے۔"

چھپنے والے ایک دوسرے کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں۔ چالیں ایسی ہوتی ہیں کہ دشمن نظر آجائے لیکن وہ خود دشمن کی نظروں میں نہ آئیں۔ سوامی بھی امین آفندی کے ذریعے مجھے ڈھونڈ نکالنے کی کوششوں میں تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ پہلے تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار جب یہ معلوم ہوا کہ میں بات کرنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! یہ میرے لیے فخر کی بات ہے کہ آپ نے میرے پاس آنے کی زحمت کی ہے۔ یقیناً کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہوں گے؟"

"ہاں۔ میں نے آپ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔ آپ اس عورت کے ایک عزیز ہیں جو شیریں کے دماغ میں ہمزاد بن کر آتی تھی۔ آپ نے دیکھا ہے کہ ہم نے کس طرح اس

عورت کی چھٹی کردی ہے۔ آئندہ وہ کبھی شیریں کے پاس نہیں جاسکے گی۔"

"ہاں بھئی آپ لوگ بڑے باکمال ہیں۔ ویسے آپ کی یہ خوش فہمی ختم کردوں کہ آپ نے شیریں کو جس عورت سے نجات دلائی ہے' دراصل وہ میری دادی ماں تھی۔ اس کا انتقال ہوچکا ہے۔ اگر وہ زندہ رہتی تو شیریں کو بابا صاحب کے ادارے سے باہر کھینچ لاتی۔"

"تمہاری دادی ماں کی موت نے تمہیں اس خوش فہمی میں مبتلا کردیا ہے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے قریب بھی جاسکتی تھی۔"

"بے شک جاسکتی تھی۔ آپ نہیں جانتے وہ آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔"

"افسوس کہ وہ نہیں رہی لیکن آپ جانتے ہوں گے کہ ہماری دنیا میں آتما شکتی کی انتہا کو پہنچنے والی اور بھی ہستیاں ہیں۔ آپ اپنی دادی ماں کی موت کا انہیں واسطہ دے کر پرارتھنا کریں کہ وہ شیریں کو اس ادارے سے نکال لائیں۔ آتما شکتی حاصل کرنے والی ہستیاں ایک دوسرے کے کام آتی ہیں۔ وہ ہستیاں بھی آپ کی دادی ماں کے ادھورے مشن کو ضرور پورا کریں گی۔"

"آپ مشورہ نہ دیں۔ میں ایسا کرنے والا ہوں۔"

"آپ کو ایران آنے سے پہلے ایسا کرلینا چاہیے تھا کیونکہ اس ادھورے مشن کو پورا کرنے کے لیے یہاں سے واپس نہیں جاسکیں گے۔ پچھلے تمام سیکرٹ ایجنٹوں اور امریکی چمچوں کا انجام آپ کے سامنے ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "آپ کو میری جواں مردی کی داد دینا چاہیے۔ جہاں درجنوں کو موت کے گھاٹ اترتے دیکھا ہے' وہاں آپ کو موت کے گھاٹ اتارنے آیا ہوں۔"

"میری بھی اعلیٰ ظرفی دیکھیں کہ آپ کا آخری وقت آنے سے پہلے آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ خطرے سے آگاہ کررہا ہوں کہ آپ جس کمرے میں ہیں' وہاں کوئی نادیدہ بن کر گیا تھا پھر آپ کی آمد سے پہلے اس کمرے سے جاچکا ہے۔"

وہ اپنے کمرے میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

"مجھے جھوٹا سمجھنے سے پہلے اپنے کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیں۔ کوئی چیز اِدھر سے اُدھر تو نہیں ہوئی ہے؟ شاید اس طرح معلوم ہوسکے کہ آنے والا کون تھا اور کیوں آیا تھا۔"

اس نے سانس روک کر مجھے اپنی جگہ حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ اب میں اس کے اندر رہ کر اسے دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن وہ شبے میں مبتلا ہوگیا تھا کہ گولی کے ذریعے کوئی دشمن نادیدہ بن کر آیا ہوگا۔

وہ کمرے کے ہر حصے میں جاکر ایک ایک چیز کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ بستر کے ایک تکیے پر دوسرا آدھا تکیہ چڑھا ہوا تھا اور چادر پر ہلکی سی شکنیں تھیں۔ وہ سوچنے لگا "صبح میں کمرے سے گیا تھا تو کیا دونوں تکیے اسی طرح بے ترتیبی سے رکھے ہوئے تھے؟ کھلی ہوئی کھڑکی سے جو ہوا آرہی ہے' اس سے چادر پر شکنیں پڑگئی ہیں یا کوئی یہاں آکر لیٹا ہوا تھا؟"

سوامی کو یاد نہیں تھا کہ صبح بستر کس حالت میں تھا اور اکثر لوگوں کو ایسی باتیں یاد نہیں رہتیں لیکن میری باتوں نے اسے وہمی بنادیا تھا۔ وہ سوچنے پر مجبور ہورہا تھا کہ کوئی آیا ہوگا تو کمرے میں کہیں بے ترتیبی ضرور پیدا ہوئی ہوگی۔

اس نے الماری کو کھول کر اس کے ہر حصے کو دیکھا۔ اس طرح الماری کا تمام سامان بے ترتیب ہوگیا۔ اس طرح میز پر اور آتشدان .... کے اوپری شیلف پر رکھی ہوئی تمام چیزیں بھی اپنی پہلی جگہ نہیں رہ سکیں۔ اس نے تھوڑی ہی دیر میں کمرے کی ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

وہ تھوڑی دیر تک یہ سوچتا رہا۔ یہ ممکن تھا' اس کی عدم موجودگی میں کوئی نادیدہ دشمن آسکتا تھا پھر اس نے جھنجلا کر سوچا۔ "جب فرہاد کو یہ معلوم ہے کہ کوئی نادیدہ دشمن میرے کمرے میں تھا تو فرہاد کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں کس مکان کے کس کمرے میں ہوں ورنہ وہ کیسے جانتا ہے کہ یہاں کوئی آیا تھا؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے اندر آکر بولا "ابھی آپ نے کہا تھا کہ میرے کمرے میں کوئی آکر جاچکا ہے۔"

"ہاں۔ کیا اس کی آمد کے آثار مل گئے؟"

"میں پوچھتا ہوں' آپ کیسے جانتے ہیں کہ یہاں کوئی آیا تھا؟"

"اگر میں یہ جانتا کہ کوئی آیا تھا تو میں اس سے آپ کی رہائش گاہ کا پتا پوچھ کر آپ کے پاس چلا آتا۔ آپ سے ملنے کو بڑا جی چاہتا ہے۔"

"ہوشٹ اپ۔ میں بھی یہ کہہ کر تمہیں دھوکا دے سکتا تھا کہ تمہارے کمرے میں کوئی آیا تھا۔"

"میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ تمہاری طرح اپنے کمرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتا۔ پتا ہے' میں اس وقت تم سے کتنے فاصلے پر ہوں؟ میرے پچیس آلۂ کار اس وقت نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے تیز رفتاری سے اڑتے پھر رہے ہیں اور ہر مکان میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ جس مکان کے کمرے کا سامان بے ترتیب نظر آئے گا اور وہاں صرف ایک شخص نظر آئے گا تو وہ سمجھ لیں گے وہی سوامی تلک رام ہے پھر وہ میرے پاس آکر مجھے تمہارے پاس پہنچادیں گے۔"

وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ میرے دماغ میں رہ کر باتیں کرنا بھول گیا۔ اس نے کمرے کو دیکھ کر سوچا' فوراً ہی وہاں کا سامان ترتیب سے نہیں رکھ سکے گا۔ پتا نہیں کس لمحے میں فرہاد کا کوئی نادیدہ آلۂ کار یہاں پہنچ جائے اور اسے پہچان لے۔ یہ سوچتے ہی اس نے ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنا ضروری سامان رکھا پھر تیزی

سے چلتا ہوا اس کمرے سے نکل گیا اور مکان سے باہر آگیا۔ ایک ٹیکسی سامنے سے گزر رہی تھی۔ اسے رکوا کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا "چلو۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "آپ کہاں جائیں گے؟"

وہ جھنجلا کر بولا "جہنم میں۔ تم گاڑی چلاتے رہو۔"

ڈرائیور نے گاڑی روک کر کہا "میں نے جہنم میں جانے والا کوئی کام نہیں کیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔"

وہ غصہ بھول کر عاجزی سے بولا "میں پریشان ہوں۔ پتا نہیں پریشانی میں کیا کہہ گیا۔ پلیز گاڑی چلاؤ۔ میں کسی بڑے ہوٹل میں جاؤں گا۔"

اس نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے کسی ہوٹل کی طرف لے جانے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟ پہلے میں نے سوچا تھا کہ وہ جہاں بھی ہوگا' کسی کمرے میں ہوگا۔ لہٰذا ایک کمرے کے حوالے سے اس پر ایک نفسیاتی حملہ کیا جو کامیاب رہا۔ بعد میں اس کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ کچھ پریشان ہوگیا ہے۔ کسی نادیدہ شخص کی آمدورفت کے آثار تلاش کرتا رہا ہے۔ یہ موٹی عقل سے بھی سوچا جاسکتا تھا کہ اس نے کمرے کی چیزوں کو اِدھر اُدھر ہٹا کر الماری اور میزوں کی درازیں کھول کر چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا ہوگا۔

اس اندازے کے مطابق میں نے دوسرا نفسیاتی حملہ کیا اور کہا کہ میرے نادیدہ آلۂ کار فلائنگ کیپسول کے ذریعے ایک پریشان شخص کو ایک پریشان حال کمرے میں تلاش کرنے نکل چکے ہیں۔

وہ اس مکان سے نکل کر باہر آگیا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر کسی ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ میں نے معلوم کرنے کے لیے اس کے اندر پہنچ کر کہا "ہیلو سوامی! میں ایک ضروری بات کہنا بھول گیا تھا۔"

وہ غصے سے بولا "میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"

ٹھیک اس کی باتوں کے دوران میں ڈرائیور نے کہا "وہ سامنے ایک ہوٹل ہے۔ آپ وہاں جائیں گے۔"

اس کے بعد ہی سوامی نے سانس روک لی۔ میں ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے عقب نما آئینے میں سوامی کو دیکھنے لگا۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا پھر اس نے گھوم کر ڈرائیور کو دیکھا اور پوچھا "کیا ابھی تم نے مجھ سے کچھ کہا تھا؟"

ڈرائیور نے کہا "جی ہاں۔ میں گاڑی روک کر یہی پوچھ رہا تھا کیا اس سامنے والے ہوٹل میں جانا پسند کریں گے؟"

"میں پوچھ رہا ہوں' کیا میرے سوچنے کے دوران میں بھی تم نے مجھ سے یہی سوال کیا تھا؟"

"ہاں۔ کیا تھا۔"

"نو نان سنس! اس نے تمہاری آواز سنی ہوگی۔ وہ تمہارے دماغ میں پہنچ گیا ہوگا۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہوگا۔"

وہ دروازہ کھول کر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا' میں ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے روکتے ہوئے کہا "اے کرایہ نہیں دیا اور اپنا سامان بھی چھوڑ کر بھاگ رہا ہے۔ کیا تو پاگل کا بچہ ہے؟"

سوامی تلک رام بھاٹیا کچھ عمر رسیدہ تھا مگر یوگا کی مشقوں کے باعث صحت مند تھا۔ ڈرائیور بھی تگڑا ایرانی جوان تھا پھر میں اس کے اندر سمایا ہوا تھا۔

وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ ڈرائیور نے ایک ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی کے نیچے گلا دبوچ لیا تھا۔ سوامی اپنے لباس کے اندر سے پستول نکال رہا تھا۔ ڈرائیور نے کھلے ہوئے دروازے کو پوری قوت سے بند کیا۔ وہ دروازے سے چوٹ کھا کر آدھا گاڑی کے اندر اور آدھا باہر رہ گیا۔

جو پستول لباس کے اندر سے نکل رہا تھا' باہر سڑک پر گر پڑا۔ ڈرائیور نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھایا اور پہلے کی طرح کھڑا کیا۔ اس کے بعد دوسری بار پھر کھلے ہوئے دروازے کو بند کرنے

کے انداز میں اس پر مارا۔ اس کے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو تکلیف سے چیخنے لگتا لیکن اس میں بڑی قوتِ برداشت تھی۔

ڈرائیور نے زمین سے پستول کو اٹھا کر اسے نشانے پر لے کر کہا "حرکت نہ کرنا۔ گولی مار دوں گا۔"

اس نے سہم کر پوچھا "کیا تم فرہاد ہو؟"

وہ بولا "تمہیں میرا یہ نام کیسے معلوم ہوا؟ میری گھر والی کا نام شیریں ہے۔ وہ مجھے تنہائی میں فرہاد کہتی ہے۔ تم اچھے آدمی نہیں ہو۔ ہمارے بیڈ روم کی باتیں جانتے ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے پستول کے دستے سے اس کے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گرنے لگا۔ ڈرائیور نے اسے پکڑ کر پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔

میں نے ایرانی سراغ رساں ایجنسی کے اعلیٰ افسر کو بتایا کہ فلاں سڑک کے کنارے ایک ٹیکسی میں ایک امریکی ایجنٹ زخمی پڑا ہے۔ یہاں آکر اسے حراست میں لے لیں۔

پھر میں سوامی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سانس نہ روک سکا لیکن اسے یوگا میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا اور کراہتے ہوئے کہا "آہ فرہاد! ماننا پڑتا ہے کہ زبردست ہو لیکن میری گرفتاری سے باز آجاؤ تو بہتر ہے۔ میں آسانی سے زیر ہونے والا نہیں ہوں۔"

"میں بھی مانتا ہوں۔ تم غیر معمولی دماغی توانائی کے مالک ہو۔ میں ڈھیل دوں گا تو تم جلد ہی مجھے دماغ سے نکال دو گے۔"

میں نے اس کے اندر زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے حلق سے فلک شگاف چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ سے نیچے گر کر تڑپنے لگا۔ اس عمل سے اس کا دماغ اتنا کمزور ہوا کہ مجھے اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا۔

پھر مجھے وہ سب کچھ معلوم ہونے لگا جس کا ذکر تفصیل سے پچھلے کئی باب میں ہو چکا ہے۔ اس سلسلے کی چند خاص باتیں یہ تھیں کہ اس کی دادی ماں کا نام نیلماں تھا۔ وہ ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ سوامی نے دیوی کہلانے والی شی تارا کو ہلاک کیا تھا۔ تیسری بات یہ کہ دادی ماں کے بوڑھے جسم سے آتما نکل کر شی تارا کے جوان جسم میں سما گئی تھی۔ یعنی دادی ماں نے ایک نئی زندگی اور جوان جسم حاصل کیا تھا۔ وہ شکل صورت سے شی تارا تھی لیکن اس کا نام نیلماں تھا۔

چوتھی اہم بات یہ تھی کہ نیلماں کی روح جسم سے نکل کر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی تھی اور چھپے ہوئے مخالفین کو دیکھ لیتی تھی۔ البتہ جو بہروپ میں ہوں، انہیں روح پہچان نہیں پاتی تھی یہی وجہ تھی کہ نیلماں اب تک میرا اور میری فیملی کے افراد کا سراغ نہیں لگا پائی تھی کیونکہ ہم سب بہروپ میں تھے۔

اب ہمارے لیے لازمی ہو گیا تھا کہ جب تک نیلماں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا، ہم سب کسی نہ کسی بہروپ میں رہیں اور اگر ہم بہروپ میں نہیں رہنا چاہیں گے تو پھر ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں رہنا ہوگا۔ وہاں کسی کی آتما نہیں پہنچ سکتی تھی۔

ایرانی سراغ رساں ایجنسی کے کئی افسر اور سپاہی آگئے۔ میں نے ان افسران سے کہا "یہ اور اس کی.... دادی ٹیلی پیتھی کے علاوہ کالا جادو بھی جانتے ہیں۔ اگر اسے زندہ چھوڑا گیا تو اس کی دادی کسی نہ کسی طرح اسے یہاں سے زندہ سلامت لے جائے گی اور میرا مشورہ ہے کہ اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

یہ سب جانتے ہیں کہ ایران کا بچہ بچہ امریکیوں سے نفرت کرتا ہے اور وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ایک طرف سے سانپ ڈسنے آئے اور دوسری طرف سے امریکی تو پہلے امریکی کو کچل ڈالو کیونکہ سانپ تو لاٹھی سے بھی مر جاتا ہے لیکن امریکی شرم سے بھی نہیں مرتے۔

ان افسران نے سوامی تلک رام بھاٹیا کو ٹیکسی کے اندر سے گھسیٹ کر باہر نکالا پھر اسے سڑک پر پھینک کر گولی مار دی۔

○☆○

اسرائیلی اکابرین یہ سن کر بہت طیش میں آئے تھے کہ الپا نے پارس سے صرف شادی نہیں کی ہے بلکہ اسلام بھی قبول کر چکی ہے۔ یہ بات کسی بھی یہودی کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ اگر الپا نگاہوں کے سامنے ہوتی تو اسے فوراً گولی مار دی جاتی۔

یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ اسرائیل سے باہر جانے کے بعد کس ملک میں جا کر روپوش ہو گئی ہے۔

برین آدم اسرائیلی انٹیلی جنس کا بہت ہی ذہین افسر تھا اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ بھی تھا۔ الپا کو بیٹی کی طرح چاہتا تھا اور فخر سے کہتا تھا کہ الپا ایک محبِ وطن کٹر یہودی ہے اور واقعی برسوں سے یہی ثابت ہوتا آرہا تھا۔

لیکن اب تمام یہودی اکابرین بے چارے برین آدم کے پیچھے پڑ گئے تھے اور اسے طعنے دے رہے تھے۔ برین آدم نے کہا "جب مجھے الپا اور پارس کے بارے میں یہ خبر ملی تو مجھے بھی آپ حضرات کی طرح شاک پہنچا تھا لیکن جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ میں بہت زیادہ پریکٹیکل آدمی ہوں۔ کسی بھی صدمے کو دل سے نہیں لگاتا۔ صدمہ کرنے، جھنجلانے اور گالیاں دینے سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا، کبھی کوئی صدمہ دور نہیں ہوتا اور کبھی کوئی بگڑی ہوئی بات نہیں بنتی۔"

ایک حاکم نے کہا "بات بہت بگڑ چکی ہے۔ آپ اسے کیسے [illegible] بنائیں گے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "جب الپا ماں بننے والی تھی اور جب بابا تبریزی نے الپا کو تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رکھا تھا تب ہی سے ہم کہتے آرہے ہیں کہ الپا مسلمانوں سے متاثر ہو گئی ہے اور اعتماد کے قابل نہیں رہی ہے لیکن ہماری بات پر دھیان نہیں دیا گیا۔ الپا پر اندھا بھروسا کر کے اسے ملک سے باہر جانے دیا گیا۔ اگر وہ یہاں رہتی تو کبھی پارس سے شادی نہ کرتی۔ کبھی اپنا مذہب نہ بدلتی۔"

برین آدم نے کہا "میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں۔ کیا ہم میں سے کوئی الپا کو اسرائیل چھوڑ کر جانے سے روک سکتا تھا۔ اگر وہ یہاں رہ کر پارس سے شادی کرتی تو ہم اسے کیسے روکتے؟ وہ ہمیشہ سے آزاد اور خود مختار رہی ہے۔ اس کے باوجود اس نے طاقت اور اقتدار کے نشے میں کبھی یہودی مفادات کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔"

"اس نے آج ہمارے مفادات کے خلاف کام کیا ہے۔ آپ آج کی بات کریں۔"

"مسٹر برین آدم! آپ نے الپا پر ہمیشہ اندھا.... اعتماد کیا ہے اور آج بھی اس مسلمان ہو جانے والی کی حمایت میں بول رہے ہیں۔ یہ آپ جیسے انٹیلی جنس کے اعلیٰ عہدیدار کے لیے شرم کی بات ہے۔"

"آپ مجھے شرم نہ دلائیں۔ سر جھکا کر غور کریں، آپ کس کو نفرت دکھا رہے ہیں؟ کیا میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ اسلام قبول کرے اور پارس کی شریکِ حیات بن جائے۔ آپ اس پہلو پر غور کریں کہ الپا سے تعلق توڑ لیں گے یا اس سے اچھے تعلقات رکھیں گے؟ اس جیسی زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی اب ہمارے ملک میں نہیں ہے۔ کیا ٹیلی پیتھی کے معاملے میں آپ اپنے ملک کو کمزور بنائیں گے؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم تو کمزور ہو چکے ہیں۔ ہمارے پاس اب ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف ایلی ڈیسوزا اور رائٹ برائے رہ گئے ہیں۔ یہ دونوں کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے مقابلہ کیے بغیر خاموشی اور رازداری سے ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔ بیرونی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حملوں سے اب ہمیں بچانے والا کوئی نہیں ہے۔"

الپا نے ایک اعلیٰ حاکم کی لیڈی سیکرٹری کی زبان سے کہا۔ "میں الپا ہوں اور آپ سب سے مخاطب ہوں۔ میں یہ نہیں کہوں گی کہ آپ مجھ پر اعتماد کریں لیکن اتنا کہوں گی کہ اسرائیل آج بھی میرا ملک ہے اور آج بھی مجھے یہودی قوم سے محبت ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اس ملک کو اور اس قوم کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "تم ہمیں کسی سے نقصان نہیں پہنچنے دو گی لیکن فائدہ کیا پہنچاؤ گی؟ کیا مسلمان تمہیں اجازت دیں گے کہ تم یہودیوں کو فائدہ پہنچاؤ؟"

"مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تاریخی دشمنی چلی آرہی ہے۔ میں اور پارس دوستی کی ابتدا کے لیے آپ کو فائدہ پہنچائیں گے۔"

پارس نے ایک افسر کی زبان سے کہا "میں پارس ہوں اور آپ حضرات سے مخاطب ہوں۔ میں الپا کی یہ بات دہراتا ہوں کہ آپ ہم پر بھروسا نہ کریں۔ انشاء اللہ ہم آپ کے اس طرح کام آتے رہیں گے کہ آپ خود ہی ہم پر بھروسا کرنے لگیں گے.... فی الحال ہم دوستی اور خیر سگالی کے طور پر آپ کے لیے کچھ تحفے لائے ہیں۔"

الپا نے کہا "پارس نے نادیدہ گولیوں کو ناکارہ بنانے اور ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم کرنے والی جو دوائیں تیار کی تھیں، پارس اس کی لیبارٹری سے وہ تمام دوائیں اور ان کے فارمولے لے آیا ہے۔ کیا آپ چاہیں گے کہ یہ فارمولے ہمارے ملک اسرائیل میں رہیں اور ہمارے ڈاکٹر یہ دوائیں تیار کر کے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کرتے رہیں؟"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا ”دواؤں کا وہ فارمولا ہمیں مل جائے گا تو پھر ہمیں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خطرہ نہیں رہے گا۔“

”تو پھر یہ الپا جو مملکتِ اسرائیل کا اہم ستون سمجھی جاتی تھی‘ آج بھی اہم ستون ہے۔ میں ان تمام دواؤں کے فارمولے اپنے ملک کے لیے پیش کررہی ہوں۔ میں جہاں ہوں‘ وہاں سے یہ فارمولے فیکس کے ذریعے بھیج رہی ہوں۔“

تھوڑی دیر بعد ہی وہاں رکھی ہوئی فیکس مشین پر وہ فارمولے موصول ہونے لگے۔ حکّام نے اور فوج کے افسران نے انھیں پڑھا پھر سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔ ”الپا سلامت رہے۔ ہمیشہ سلامت رہے۔“

ان فارمولوں کو وہاں کے سب سے ذہین اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے حوالے کیا گیا۔ جس لیبارٹری میں وہ فارمولے اور ڈاکٹر گئے وہاں فوج کا سخت پہرا لگا دیا گیا تاکہ دو ڈاکٹروں کے سوا کوئی تیسرا ڈاکٹر اس فارمولے کی جھلک بھی نہ دیکھ سکے۔

یوں الپا اور پارس نے ابتدائی طور پر یہودی اکابرین کو خوش اور مطمئن کردیا۔ یہ توقع تھی کہ وہ رفتہ رفتہ الپا پر پہلے کی طرح اعتماد کرنے لگیں گے۔

پورس بڑی شان و شوکت اور رعب و دبدبے کے ساتھ منظرِ عام پر آیا تھا۔ اس نے کافی عرصے تک تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دہشت زدہ کر رکھا تھا۔ اس کے ذہین اور باصلاحیت ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ اگر اس نے وقتی طور پر پارس سے اور نیلماں سے مات کھائی تھی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ڈھول کا پول ہے۔ باز کی اڑان بہت اونچی ہوتی ہے۔ اگر وہ کبھی زخمی ہو کر کسی چٹان پر آبیٹھے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنی قدرتی پرواز بھول گیا ہے۔

پارس نے‘ نیلماں نے اور امریکی اکابرین نے اسے مات کھاتے دیکھ کر یہی سمجھا کہ وہ محض ایک غبارہ تھا جس کی ہوا نکل چکی ہے اور وہ بلندی سے پستی پر آگیا ہے۔

وہ زبردست چال باز تھا۔ بڑی مکاری سے چالیں چلتا تھا۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں تھیں اور فلائنگ کیپسول تھے۔ وہ ہاری ہوئی بازی جیتنے کے لیے کئی طرح کی چالیں چل سکتا تھا۔

نیلماں کو یہ یقین تھا کہ کوئی اسے ہلاک نہیں کرسکے گا۔ اس یقین کے ساتھ وہ امریکی اکابرین کے اجلاس میں جسمانی طور پر آئی تھی۔ اس وقت پورس شمالی امریکا کے ایک چھوٹے سے شہر میں تھا اور خیال خوانی کے ذریعے اجلاس میں شریک تھا۔ جب اسے پتا چلا اور اس نے آلۂ کار افسر کے ذریعے دیکھا کہ نیلماں بہ نفسِ نفیس کانفرنس روم میں پہنچی ہوئی ہے تو وہ فوراً ہی نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے صرف پندرہ منٹ میں اس کانفرنس روم کے اندر نیلماں کے قریب پہنچ گیا۔ نیلماں نے اس کے تمیں عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس سے چھین کر اسے بہت بڑا نقصان پہنچایا تھا۔ اسے امریکی اکابرین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والا تھا۔

اس نے پہلے تو افسر کے ذریعے اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے زخمی کرنا چاہا تاکہ اس کے اندر پہنچ سکے لیکن پتا چلا کہ وہ مرگئی ہے۔ اس لاش کو آشرم پہنچایا جا رہا تھا۔ پورس نے سوچا۔ نیلماں کے کریا کرم کے لیے اس کا پوتا سوامی تلک رام بھاٹیا آشرم میں آئے گا۔ وہ شاید جانتا ہوگا کہ نیلماں نے اس کے تمیں عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں رکھا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے آشرم میں جانے کے بعد ان کا سراغ ملے اور سوامی کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوسکے۔

وہ نیلماں کی لاش کے ساتھ آشرم پہنچ گیا۔ اس لاش کو ایک ائرکنڈیشنڈ روم میں پہنچایا گیا تھا۔ پہنچانے والے اسے آرام دہ بستر پر لٹا کر چلے گئے تھے۔ دروازے کو باہر سے بند کردیا گیا تھا۔ پورس اس خوب صورت خواب گاہ کی سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ نمودار ہو کر اس کمرے کی تلاشی لے گا۔ شاید کام کی کچھ چیزیں ہاتھ لگ سکیں۔

اس کے سوچنے کے دوران میں ہی نیلماں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پورس شدید حیرانی سے اسے دیکھنے لگا پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ نیلماں آتما شکتی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ یہ مرتی نہیں ہے‘ صرف اپنی آتما کو عارضی طور پر جسم سے نکال کر خود کو مردہ ظاہر کرتی ہے۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھنے کے بعد کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ خاموشی سے کچھ سن رہی تھی پھر وہ بولی ”کون ہے؟ یہاں کون ہے؟“

پورس خاموش رہا۔ وہ بولی ”میں غیر معمولی سماعت رکھتی ہوں۔ دور سے دوسروں کے دل کی دھڑکنیں سن لیتی ہوں اور ابھی سن رہی ہوں۔ یہاں کوئی ہے۔ میں اس کے دل کی دھڑکنیں سن رہی ہوں۔ بولو تم کون ہو؟“

پورس خاموش تھا اور مسکرا رہا تھا۔ یہ ہاری ہوئی بازی جیتنے کی طرف اس کا پہلا قدم تھا۔ اور وہ منصوبہ بنا چکا تھا کہ جب دوسرا قدم پارس کی طرف بڑھے گا تو نیلماں کی طرح اس کے بھی ہوش اڑ جائیں گے۔

نیلماں کو اس کے سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ پورس ایک طرف خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس نادیدہ بننے والے کو نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن اس کی قوتِ سماعت اتنی تیز تھی کہ وہ کچھ فاصلے پر موجود افراد کے دل کی دھڑکنیں بھی سن لیا کرتی تھی۔

پورس اس سے تقریباً نو فٹ کی دوری پر تھا۔ اس نے پھر ایک بار کان لگا کر توجہ سے سنا۔ بند کمرے کی خاموشی میں کسی اجنبی کے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بولی ”نادیدہ بنانے والی گولی کے ذریعے یہاں جو بھی موجود ہے‘ وہ نمودار ہو جائے۔ وہ دیکھ رہا ہوگا کہ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ میں کمرے کے اندر تنہا ہوں‘ اسے نقصان نہیں پہنچا سکوں گی۔“

پورس خاموش رہا۔ اس کی بڑھتی ہوئی پریشانیوں سے محظوظ ہوتا رہا۔ وہ بولی ”تم خاموش رہ کر اور روپوش رہ کر میرے خلاف کیا کرلو گے؟ زیادہ سے زیادہ اس آشرم کے خفیہ معاملات کو دیکھتے اور سمجھتے رہو گے اور مجھ پر نظر رکھو گے کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں۔“

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی ”میں اپنے مخالفین کے ہر حملے کا توڑ کرسکتی ہوں۔ میرے پاس تمہاری روپوشی کا بھی علاج ہے۔ تم نادیدہ رہ کر میری آتما شکتی کو دیکھ چکے ہو۔ میں اپنی آتما کو اپنے جسم سے باہر نکال کر عارضی طور پر مردہ بن جاتی ہوں۔ ابھی میں ایسا کروں گی تو میری آتما باہر نکل کر تمہیں دیکھ لے گی۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خود کچھ نہ بولو اور میں اپنی آتما شکتی سے تمہیں پہچان لوں؟“

اس نے جواب کا انتظار کیا پھر بولی ”کوئی بات نہیں۔ اب میں یہی کررہی ہوں۔ تم مجھ سے چھپ نہیں سکو گے۔“

وہ اپنے آرام دہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دوبارہ چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ نادیدہ گولی کے ذریعے وہ سائے کی طرح ہوگیا تھا۔ اس کا ٹھوس جسم نہیں رہا تھا۔ فرق یہ تھا کہ سایہ نظر آتا ہے‘ وہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن انسان دیدہ ہو یا نادیدہ اس کی روح تو اس کے ساتھ رہتی ہے۔

پورس زندہ تھا۔ سایہ بننے کے باوجود اُس کی روح اس کے ساتھ اس کمرے میں موجود تھی۔ نیلماں کی روح اپنے جسم سے باہر نکل کر اسے دیکھ سکتی تھی اور وہ سمجھ رہا تھا کہ نیلماں اس طرح اسے دیکھ لے گی۔ جب وہ بستر پر لیٹ گئی تو پورس اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا پھر اس کے اندر سما گیا۔

اسی وقت نیلماں کی آتما اپنے جسم سے باہر آئی اور اس کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔ ایک سایہ دوسرے سائے سے جا کر مل جائے تو دونوں سائے گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ یہ پہچانا نہیں جاسکتا کہ کون سا سایہ کس کا ہے؟

پورس کا سایہ نیلماں کے عارضی مردہ جسم کے اندر چھپ گیا تھا۔ اگر وہ باہر رہتا تو نیلماں کی آتما اسے دیکھ لیتی لیکن اس نے چھپنے کے لیے خود اس ڈھونڈنے والی کے اندر جگہ بنائی تھی۔ وہ اپنے اندر اس کی روح کو دیکھ پاتی تو اسے پہچان لیتی لیکن روح کا چہرہ اور جسمانی ساخت نہیں ہوتی۔ وہ تو ایک نور ہوتی ہے‘ جو جسم میں سما کر اس جسم کی صورت اور جسمانی ساخت اختیار کرتی ہے۔

نیلماں کی آتما نے اپنے آپ کو بھی دیکھا لیکن نادیدہ پورس کو نہ دیکھ سکی لیکن ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ پہلے جب آتما باہر نکل آتی تھی تو عارضی طور پر اس کے دل کی دھڑکنیں بھی رک جاتی تھیں۔ تب ہی وہ دوسروں کو مردہ دکھائی دیتی تھی۔

لیکن اس بار نیلماں کے اندر دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ پورس کے دل کی دھڑکنیں تھیں۔ نیلماں کے سینے میں جو دل تھا‘ اس کی دھڑکنیں عارضی طور پر بند ہوگئی تھیں۔ جب اس کی آتما واپس اپنے جسم میں آئی تو اس کا اپنا دل بھی دھڑکنے لگا۔

پورس پھر اس کے اندر سے نکل کر اس کے قریب بستر پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ پہلے کی طرح اپنی قوتِ سماعت سے کسی کے دل کی دھڑکنیں سن رہی تھی اور اس بار بہت قریب سے سن رہی تھی کیونکہ وہ قریب ہی بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی ”میں تمہاری اس مکاری سے سمجھ سکتی ہوں کہ تم پارس ہو‘ یا پورس۔“

اس نے جواب کا انتظار کیا پھر بولی ”ابھی میں ایک گھنٹے پہلے امریکی اکابرین کے اجلاس میں تھی۔ پورس سے جان چھڑانے کے لیے مردہ بن گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ تم پورس ہو۔ میری لاش کے ساتھ اس اجلاس سے یہاں آشرم تک آئے ہو۔ میری اس چال کو سمجھ گئے ہو کہ میں عارضی طور پر مردہ بن جاتی ہوں۔ اب تو میرا کوئی بھید تم سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ کیا تم اسی طرح چھپے رہو گے؟“

وہ بہت دیر سے بول رہی تھی۔ باتیں بنا کر اسے ظاہر ہونے پر مائل کررہی تھی لیکن وہ بھی ایک ضدی تھا۔ اس کا اپنا ایک طریقۂ کار تھا اور اس نے نیلماں کے سلسلے میں سوچ لیا تھا کہ اس کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا۔

نیلماں نے اسے اپنے روبرو دیکھنے کے تمام ہتھکنڈے آزما لیے۔ اس کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔ کوئی دشمن اس کے ہی گھر میں‘ اس کے ہی بیڈ روم میں بلکہ اس کے ہی جسم کے اندر چھپ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اب وہ رازداری سے کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔ آئندہ جو بھی چال کسی کے خلاف چلتی وہ اس کی چال سے واقف ہو جاتا۔ اب وہ اس کے رحم و کرم پر تھی۔ وہ چاہتا تو اسے کامیاب چال چلنے کا موقع دیتا ورنہ اس کی کسی بھی چال میں اسے ناکام بنا دیتا۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ تجسس والی اور تکلیف دہ بات یہ

تھی کہ وہ روپوش رہنے والا خود کو ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ اگرچہ وہ یقین سے کہہ رہی تھی کہ وہ روپوش رہنے والا پورس ہے۔ اس کے باوجود یقین نہیں تھا۔ اسے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے بار بار اسے نمودار ہونے پر مائل کر رہی تھی۔

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟ اگر تمہیں دوستی گوارا نہیں ہے تو ہمارے درمیان کوئی سمجھوتا ہو سکتا ہے۔"

اسے اپنے قریب پورس کے دل کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں مگر خاموشی ایسی تھی جیسے وہ دھڑکنوں والا گونگا ہو۔ بول نہ سکتا ہو۔ اگر بولتا تو دوستی نہ سہی، عارضی طور پر کوئی سمجھوتا کر لیتا۔

وہ بولی "تم جانتے ہو گے کہ میں طاقت ور بھی ہوں اور کئی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہوں۔ تمہارے بہت کام آ سکتی ہوں۔ کیا تم مصلحت اندیش نہیں ہو۔ مجھ سے کوئی کام نکالنے کے لیے کبھی نہ کبھی تو مجھ سے کچھ بولو گے؟ آج نہیں تو کل، کسی نہ کسی موقع پر مجھ سے نہیں بولو گے تو پھر مجھ سے کام کیسے لو گے؟"

اس کے بعد وہ جھنجلا گئی۔ برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ اس کی ماتحت بن کر اس کے احکامات کی تعمیل کرنے اور ہر طرح سے اس کے کام آنے کے لیے تیار تھی پھر بھی وہ نہیں بول رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟ وہ سامنے ہوتا تو اس کا سر توڑ دیتی۔

وہ بستر سے اتر کر فرش پر ٹہلنے لگی۔ کبھی اُدھر جانے لگی۔ کبھی اِدھر آنے لگی پھر ایک جگہ رک کر سوچنے لگی۔ اسی وقت اسے اپنے چہرے پر اور ہونٹوں کے قریب سانسوں کی حرارت محسوس ہوئی جیسے وہ اسے چومنے کے لیے بالکل قریب آ گیا ہو۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔

اس کی عقل نے سمجھایا کہ اسے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا چاہیے۔ وہ فوراً ہی مسکرا کر بولی "ہائے! تم میرے اتنے قریب ہو؟ مجھے چومنا چاہتے ہو؟ آؤ مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ کر مجھے اپنے اندر سما لو۔ میں ہمیشہ تمہارے اندر، تمہاری قید میں رہنا چاہتی ہوں۔"

اسے اپنے چہرے پر گرم گرم سانسوں کا جھونکا محسوس ہوا۔ اس نے خوش ہو کر اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں تاکہ وہ اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لے۔ اب وہ ایسا احمق تو نہیں تھا کیونکہ اس کا جسم شی تارا کا تھا جسے وہ پہلے کئی بار حاصل کر چکا تھا۔

وہ بانہیں پھیلائے تھوڑی دیر انتظار کرتی رہی پھر قوتِ سماعت سے سنا تو اس کی موجودگی کا پتا نہیں چلا۔ شاید وہ کمرے سے چلا گیا تھا۔ وہ اپنی توہین پر جھنجلا گئی۔ ایک حسین عورت خود کو پیش کرے اور کوئی اسے قبول نہ کرے تو اس سے بڑی توہین اور کوئی نہیں ہوتی۔

وہ غصے سے گالیاں دینے لگی۔ کمرے کی چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگی پھر اس نے اچانک سانس روک لی۔ کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ وہ بولی "اچھا تو اب تم میرے چور خیالات پڑھنا چاہتے ہو؟ مجھے آتما شکتی میں اتنی مہارت حاصل ہے کہ تم مجھے اعصابی کمزوریوں میں... مبتلا کر کے بھی میرے دماغ میں نہیں آ سکو گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی پھر اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا۔ بڑی خاموشی اور توجہ سے سننے لگی۔ وہ جو کمرے میں تھا، اب اس کے دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کمرے کے باہر کہیں گیا ہے۔ آشرم کے کسی دوسرے حصے میں جا کر اس کے خیالات بھی پڑھنا چاہتا ہے اور وہاں کے بارے میں بہت کچھ معلومات بھی حاصل کر رہا ہو گا۔

وہ کمرے میں کھڑی ہوئی تھی۔ پریشانی سے سوچ رہی تھی کوئی اجنبی اس کے وجود پر چھا گیا ہے۔ اس کی پوری زندگی کو اپنے شکنجے میں لے رہا ہے۔ اگر وہ اس شکنجے سے نہیں نکلے گی تو تمام عمر کے لیے اس کی کنیز اور دو کوڑی کی باندی بن کر رہ جائے گی۔

تب اس نے اپنے پوتے سوامی تلک رام بھاٹیا کو یاد کیا۔ اب وہی اس کے کچھ کام آ سکتا تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا پھر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے دوسری تیسری بار اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کی۔ اس کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ بار بار اپنے پوتے کے دماغ کو مردہ پا رہی تھی۔

پھر وہ صدمے سے چیخیں مار کر رونے لگی۔ جس پوتے کو اپنی زندگی سے زیادہ چاہتی تھی، جس کی زندگی سنوارنے اور شاندار بنانے کے لیے وہ ڈیڑھ سو برس تک زندہ رہی اور آخری عمر میں اس کے لیے تپسیا کرتی رہی وہ پوتا مر چکا تھا یا اسے مار ڈالا گیا تھا۔

اس کے رونے اور چیخنے کی آوازیں سن کر آشرم کی عورتیں اور مرد سیوک دروازہ پیٹنے لگے۔ آوازیں دینے لگے "دادی ماں! آپ کیوں رو رہی ہیں؟ دروازہ کھولیں؟ ہمیں بتائیں کہ کمرے کے اندر آپ ہی ہیں۔ آپ کا تو دیہانت ہو چکا ہے۔"

تقریباً دو گھنٹے پہلے آشرم کے لوگوں نے نیلماں کی لاش لا کر اس کمرے میں رکھی تھی اور دروازے کو باہر سے بند کر دیا تھا۔ اب وہ اندر سے بھی بند تھا اور انہیں مرنے والی کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔

پھر وہ دروازہ کھل گیا۔ سب نے حیرانی سے دیکھا۔ مرنے والی زندہ کھڑی تھی۔ سب نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر گھٹنے ٹیک دیے۔ ایک نے کہا "دادی ماں! یہ کیا چمتکار ہے؟ آپ زندہ نظر آ رہی ہیں؟"

وہ روتے ہوئے بولی "میری بات نہ کرو۔ میں آتما شکتی کے ذریعے بار بار مردہ ہو کر زندہ ہو سکتی ہوں۔ ہائے میرا پوتا! وہ مر گیا ہے۔ وہ آتما شکتی نہیں جانتا ہے۔ وہ اب اس دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ اپنی دادی ماں کے کلیجے سے نہیں لگ سکے گا۔ میرے اپنے کا سوگ مناؤ۔ میں یہاں تنہا رہ کر معلوم کروں گی کہ وہ کیسے مر گیا یا کیسے مار ڈالا گیا ہے؟"

کہتے ہی اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ تھا۔ وہ اپنے پوتے کے بغیر آدھی مر چکی تھی اور آدھی اس لیے زندہ تھی کہ پوتے کی موت کا سبب معلوم کر سکے۔ وہ ایران گیا تھا اور ایران میں اس کے دو ہی دشمن تھے۔ سونیا اور فرہاد۔

اس کا پوتا سوامی تلک رام بھاٹیا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا تھا۔ اس کی زبردست صلاحیتوں کے پیش نظر دادی کو یقین تھا کہ وہ سونیا اور فرہاد کو بھی چٹکیوں میں مسل ڈالے گا لیکن ایران میں کیا ہو چکا تھا، وہ نہیں جانتی تھی۔

اس کا دل کہہ رہا تھا کہ پوتا طبعی موت نہیں مرا ہو گا اور اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو وہ اپنے پوتے کے قاتلوں کی زندگی حرام کر دے گی۔

وہ بڑی بے رحم اور سنگ دل تھی لیکن پوتے کے لیے زندگی میں پہلی بار فرش پر بیٹھ کر رو رہی تھی۔ اپنے اندر کے صدمات کو برداشت کرنے کی کوششیں کر رہی تھی۔ صدمات کا پہاڑ اس طرح ٹوٹا تھا کہ وہ نادیدہ اجنبی کو یعنی پورس کو بھی بھول گئی تھی۔

پورس پھر اس کمرے میں آ کر اسے سوگ مناتے دیکھ رہا تھا۔ اسے عجیب سی لگ رہی تھی کیونکہ دیکھنے میں ایک بھرپور جوان شی تارا تھی لیکن ایک بوڑھی دادی اس کے اندر سے رو رہی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ سوگ منانے کے بعد کیا کرنا چاہتی ہے گی؟

وہ اس کا دھیان بٹانے لگا پھر اس کے قریب آ گیا۔ تب وہ چونک گئی۔ اسے پھر کسی اجنبی کے دل کی دھڑکنیں سنائی دیں۔ وہ بولی "اوہ! میں بھول گئی تھی کہ تم ایک آسیب بن کر میرے آس پاس موجود ہو۔ کیا تم دیکھ رہے ہو۔ اتنی بڑی دنیا میں میرے پوتے کے سوا کوئی میرا اپنا نہیں تھا۔ وہ میری پوری زندگی کا سرمایہ تھا۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ میں بری طرح لٹ گئی ہوں؟ تم انسان ہو؟ میرے اندر کے درد و کرب کو سمجھو۔ اس وقت میرا سہارا بن جاؤ۔"

نیلماں کو جواب میں وہی خاموشی ملی۔ وہ چیخ کر بولی "تم کیسے انسان ہو۔ کیا میرے آنسو بھی نہیں پونچھ سکتے؟"

وہ جواب سننے کے لیے خاموش ہوئی۔ اس بار دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دیں۔ وہ جا چکا تھا۔ دراصل وہ اب سے پہلے کمرے سے باہر جا کر ایک روشن دان سے جھانک کر دیکھ چکا تھا کہ کتنی دور جانے سے اسے دھڑکنیں سنائی نہیں دیتی ہیں۔ اب اسے معلوم تھا اس لیے باہر جا کر روشن دان سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ غصے سے کہہ رہی تھی "جو ایک بوڑھی دادی کے دکھ کو نہیں سمجھتا، وہ انسان نہیں درندہ ہے۔ کم بخت چلا گیا ہے۔ پتا نہیں اس طرح کہاں گیا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟ شاید پھر آئے گا۔ ہے بھگوان میں کیا کروں؟ اس سے پیچھا چھڑانے کی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی ہے اور میرے پوتے کی ناگہانی موت نے میرے دماغ کو سن کر دیا ہے۔ میں کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک فرش پر سر جھکائے بیٹھی رہی پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سوچنے لگی "جب وہ اجنبی میرے قریب آنا چاہے گا تو میں اس کی قربت کو سمجھ لوں گی پھر اس سے باتیں کروں گی۔ فی الحال مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ میرے پوتے کی لاش کہاں ہے؟"

سوامی تلک رام بھاٹیا نے آخری بار دادی ماں سے کہا تھا کہ وہ ایران کے ایک بڑے عہدیدار امین آفندی کے دماغ پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابع دار بنائے گا۔ وہ بھی امین آفندی کے اندر گئی تھی اور پوتے سے کہا تھا "یہ اچھا شکار ہے۔ ایران سے جتنا تیل نکلتا ہے یہ اس شعبے کا وزیر ہے۔ ہم اس کے ذریعے ایران کی معیشت کو کمزور کر سکیں گے۔"

وہ اپنے پوتے کو مشورہ دے کر چلی آئی تھی۔ اب پوتے کی موت کے بعد اس ایرانی عہدیدار امین آفندی کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ فرہاد علی تیمور نے اسے ٹریپ کر کے پولیس کے حوالے کیا تھا۔ پولیس والوں نے اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔

نیلماں نے امین آفندی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس پولیس افسر سے رابطہ کرنے پر اسے مجبور کیا جس نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ بیک وقت فائرنگ کر کے اس کے پوتے کو ہلاک کیا تھا۔

اس نے امین آفندی کے ذریعے فون پر اس پولیس افسر کی آواز سنی پھر اس افسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس افسر نے اپنے ایک ماتحت کے پاس پہنچ کر کہا "ایک کاغذ پر لکھو کہ تم نے سوامی تلک رام بھاٹیا کو سڑک پر گولی ماری تھی اس لیے تمہیں سزائے موت منظور ہے۔"

ماتحت نے کہا "سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ سوامی ہمارے وطن کا دشمن تھا۔ اسے گولی مارنا ہمارا فرض تھا اس لیے ہم نے اسے مار ڈالا۔"

وہ ماتحت مزید بحث کر سکتا تھا۔ نیلماں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس سے کاغذ پر وہ باتیں لکھوائیں پھر افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے اس سے وہ کاغذ لیتے ہی اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اسے گولی مار دی۔

اس افسر نے دوسرے ماتحت کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ اس سے بھی ایک کاغذ پر ویسی ہی تحریر لکھوائی۔ اس سلسلے میں نیلماں نے اس کی مدد کی۔ اس طرح وہ دوسرا ماتحت بھی مارا گیا۔ پولیس ہیڈ کوارٹر میں اطلاع پہنچی کہ ایک پولیس افسر کا دماغ چل گیا ہے۔ اس نے اپنے دو ماتحتوں کو قتل کیا ہے۔ پتا نہیں آئندہ کیا کرنے والا ہے؟

اس افسر نے اپنے دفتری کمرے میں آ کر اندر سے دروازہ بند کر کے خود ایک کاغذ پر ویسی ہی تحریر لکھی۔ اس تحریر میں یہ اضافہ

کیا کہ انہوں نے محض اپنی ڈیوٹی کے مطابق ایسا کیا تھا ورنہ اصل مجرم فرہاد علی تیمور ہے جس نے سوامی تلک رام بھاٹیا کو ٹریپ کیا اور اسے گولی مارنے کے لیے پولیس کے حوالے کیا۔ اب ان کے بعد فرہاد بھی زندہ نہیں رہے گا۔

ایسا لکھنے کے بعد اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر کو دبا دیا۔ گولی چلنے کی آواز سن کر سب ہی دوڑتے ہوئے آئے۔ دروازہ پیٹنے لگے۔ اسے آوازیں دینے لگے۔ وہ زندہ ہوتا تو دروازہ کھولتا۔ آخر اسے توڑنا پڑا۔ اندر وہ ریوالونگ چیئر پر مردہ بیٹھا ہوا تھا۔

یہ بات ایرانی اکابرین تک پہنچی کہ پولیس نے سوامی تلک رام بھاٹیا جیسے امریکی ایجنٹ کو ہلاک کرنے کے لیے اپنے فرائض ادا کیے تھے لیکن ان میں سے ہر ایک نے اپنی موت سے پہلے یہ تحریری اعتراف کیا تھا کہ انہوں نے سوامی کو مار کر جرم کیا تھا اس لئے انہیں سزائے موت منظور ہے اور افسر نے موت سے پہلے لکھا تھا کہ ان کے بعد فرہاد بھی زندہ نہیں رہے گا۔

یہ بات مجھ تک پہنچ گئی۔ میں نے سوامی تلک رام بھاٹیا کو پولیس سے ہلاک کرانے سے پہلے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اسے زخمی کیا تھا۔ تب یوگا میں مہارت رکھنے والے کا فولادی دماغ میرے قابو میں آیا تھا اور میں نے اس کے چور خیالات سے جو معلومات حاصل کی تھیں وہ یہ تھیں کہ سوامی تلک رام بھاٹیا کی دادی ماں کا نام نیلماں تھا۔ اب وہ ڈیڑھ سو برس کی بوڑھی دادی ماں نہیں تھی۔ اس نے دیوی کہلانے والی شی تارا کو ہلاک کر کے آتما شکتی کے ذریعے اس کا جسم حاصل کرلیا تھا۔

یعنی وہ دیوی کہلانے والی شی تارا مرچکی تھی۔ اس کے خوب صورت اور جوان جسم میں نیلماں کی آتما سما گئی تھی اور اب وہ شی تارا نہیں نیلماں بن گئی تھی۔ ہمارے لیے اہم بات یہ تھی کہ نیلماں کی روح جسم سے نکل کر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاسکتی تھی اور اپنے چھپے ہوئے دشمنوں کو دیکھ سکتی تھی لیکن جو لوگ بہروپ میں ہوں، اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہ ہوں، انہیں نیلماں کی روح پہچان نہیں پاتی تھی۔ یہ بات میں نے اپنے تمام فیملی ممبروں کو اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو بتا دی تھی۔ میرے جو لوگ بہروپ میں نہیں تھے، وہ سب بابا صاحب کے ادارے میں تھے، جہاں نیلماں کی آتما نہیں پہنچ سکتی تھی۔

انہوں نے امریکا میں جو وسیع و عریض آشرم بنایا تھا، میں نے اس کے بارے میں بھی تفصیلی معلومات حاصل کی تھیں۔ مختصر یہ کہ میں نیلماں سے بے خبر نہیں تھا۔ ابھی صرف یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ بیک وقت کئی صدمات سے دوچار ہے۔ یہ معلوم تھا کہ وہ اپنے چہیتے اکلوتے پوتے کے غم سے نڈھال ہوگی لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ پورس اس کے لیے عذاب جان بن گیا ہے۔ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ نیلماں نے پورس کے ماتحت رہنے والے تمیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس سے چھین لیا تھا۔ اس طرح پورس کو امریکی اکابرین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ گویا نیلماں اور پورس کے درمیان زبردست رسّا کشی چل رہی تھی جس کے نتیجے میں پورس نیلماں پر غالب آگیا تھا۔

اور مزے کی بات یہ تھی کہ نیلماں کو پورس پر شبہ تھا لیکن یقین نہیں تھا کہ وہی اس کے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ وہ اسے ایک اجنبی دشمن کہہ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے۔ یہ پورس کی ستم ظریفی تھی کہ وہ خود کو اس پر ظاہر نہ کرکے اس کا سکون برباد کررہا تھا۔

میں ایران میں رہ کر چھوٹے بڑے امریکی ایجنٹوں سے اچھی طرح واقف ہوگیا تھا۔ اگر چاہتا تو انہیں بھی ایک ایک کرکے ختم کردیتا لیکن وہ ایسے تھے کہ مجھے ان کے دماغوں میں پہنچ کر اہم معلومات حاصل ہوتی رہتی تھیں اس لیے وہ ابھی زندہ تھے۔

میں نے ان میں سے ایک ایجنٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس سے نیلماں کا خاص فون نمبر ڈائل کرایا۔ رابطہ ہونے پر اس کی خاص داسی نے فون اٹینڈ کیا پھر کہا "وہ سوگ منا رہی ہیں۔ کسی سے گفتگو نہیں کریں گی۔"

میں نے امریکی ایجنٹ کی زبان سے کہا "نیلماں سے صرف اتنا کہہ دو کہ اس کے پوتے کا اصلی شکاری بات کرنا چاہتا ہے۔"

داسی نے یہی بات نیلماں سے کہی۔ اس نے چونک کر موبائل فون کو دیکھا پھر اسے داسی سے لے کر کان سے لگا کر پوچھا "تم فرہاد ہو؟"

"تم نے خوب پہچانا ہے لیکن میں ایک آلۂ کار کے ذریعے بول رہا ہوں۔ چاہو تو فون بند کرکے اس آلۂ کار کے دماغ میں چلی آؤ۔"

"فرہاد، مجھے تو تمہارا وہ حشر کرنا ہے کہ دنیا دیکھے گی اور عبرت حاصل کرے گی۔ تم اب تک میرے ہاتھوں مرنے کے لیے زندہ تھے لیکن ابھی میں زیادہ بات نہیں کروں گی۔ مجھے صرف اتنا بتادو، میرے پوتے کی لاش کہاں ہے؟"

میں نے کہا "ہاں لاش ضروری ہے۔ اس کا کریا کرم نہیں کرو گی تو پوتے کی آتما کو شانتی نہیں ملے گی۔ وہ بیچارہ سورگ (جنت) میں نہیں جاسکے گا۔"

"جو پوچھ رہی ہوں، اس کا جواب دو۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھوں مرنے کے لیے زندہ ہوں۔ اب تک اسی انتظار میں زندہ ہوں کہ تم آؤ گی اور میری روح پر قبضہ کرکے لے جاؤ گی۔"

"تم فضول باتیں کررہے ہو۔ میرے پوتے کی لاش دو گے یا نہیں؟"

"ان تین پولیس والوں کی طرح میری بھی روح نکالنے آؤ، میں انعام کے طور پر پوتے کی لاش تمہارے حوالے کردوں گا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا میں تمہاری شہ رگ تک نہیں پہنچ سکوں گی؟"

"بھئی موت کا کیا ہے؟ وہ نیلماں بن کر بھی آسکتی ہے اور نیلماں کو ہی آنا چاہیے کیونکہ ہم نے صرف تین دن کے لیے اس کی لاش ایک ائر کنڈیشنڈ روم میں رکھی ہے۔ ہماری اعلیٰ ظرفی دیکھو کہ اسے تین دنوں تک سڑنے گلنے سے بچا رہے ہیں۔ چوتھے دن اسے کسی کھلے میدان میں پھینک دیں گے تاکہ اسے گدھ نوچ نوچ کر کھا جائیں۔"

وہ چیخ کر کہنے لگی "تم ایسا نہیں کرو گے۔ میرے پوتے کا اب صرف جسم رہ گیا ہے۔ وہ مجھے ملنا چاہیے۔ وہ نہیں ملے گا تو میں ایرانی اکابرین کو ایک ایک کرکے ہلاک کرنا شروع کردوں گی۔"

"یہ کام جتنی جلدی ہوسکے، شروع کردو کیونکہ جناب علی اسد اللہ تبریزی مہمان کے طور پر ایک گھنٹے کے اندر ایران پہنچنے والے ہیں پھر تمہاری آتما شکتی دھری کی دھری رہ جائے گی۔ نہ تم یہاں کسی کو ہلاک کرسکو گی اور نہ ہی پوتے کی لاش حاصل کرسکو گی۔"

وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ موبائل فون کان سے لگائے سوچتی رہ گئی کہ اب اسے جواباً کیا کہنا چاہیے۔ جناب تبریزی کی موجودگی میں کسی کی آتما شکتی کام نہیں آسکتی تھی۔

وہ بولی "تم جھوٹے اور مکار ہو۔ جناب تبریزی کی دھونس دے رہے ہو۔ وہ ایران نہیں آرہے ہیں۔ تم میری آتما شکتی کا مقابلہ نہیں کرسکتے اس لیے ان بزرگ کا سہارا لے رہے ہو۔"

"ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہمارے وہ بزرگ یہاں پہنچ چکے ہیں یا نہیں؟ ایرانی اکابرین کی سلامتی کے لیے ان بزرگ کا سہارا لازمی ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تمہاری آتما شکتی کا مقابلہ کررہا ہوں۔ تمہاری آتما پوری دنیا کا چکر لگا کر آئے گی تب بھی مجھے تلاش نہیں کرسکے گی۔ شکر کرو میں ایران میں مصروف ہوں ورنہ اب تک تمہاری شہ رگ تک پہنچ چکا ہوتا۔"

"جب چاہو، میرے پاس چلے آؤ۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردو پھر بھی زندہ رہوں گی۔ آج شی تارا کے جسم میں ہوں۔ آئندہ کسی دوسری حسینہ کے جسم میں سما کر زندہ رہوں گی۔"

"اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ آتما بار بار جسم بدلتے بدلتے کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔ میں تمہیں ایک جسم سے دوسرے جسم میں جانے پر مجبور کرتا رہوں گا اور کمزور بناتا رہوں گا لیکن یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی اپنے پوتے کی بات کرو۔ بیچارے کا مردہ شریر آج تک پڑا ہے۔ چوتھے دن گدھ کی خوراک بنے گا۔ آہ! تمہارا لاڈلا پوتا۔"

وہ تڑپ کر بولی "ایسے نہ بولو۔ میرے اندر کے درد و کرب کو سمجھو۔ اسے ہلاک کرکے میرا کلیجا نوچ لیا گیا ہے۔ میں تمہیں چیلنج نہیں کروں گی۔ اسے واپس کردو۔"

"اسے واپس کریں گے تو تم اس کے کریا کرم کے بعد امریکا کی داشتہ بن کر یہاں آؤ گی۔ بہتر ہے کہ ابھی آؤ۔ مجھ سے اور ایرانی اکابرین سے انتقام لو اور پوتے کو لے جاؤ۔"

"میں اپنے مردہ پوتے کی قسم کھاتی ہوں۔ کبھی ایران کا رخ نہیں کروں گی۔ ایرانی اکابرین میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"چونکہ تم اپنے مردہ پوتے کی قسم کھا رہی ہو اس لیے میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔ اپنی طرف سے ایک خصوصی طیارہ روانہ کرو۔ ہم اس کی لاش روانہ کردیں گے۔"

"میں ابھی طیارے کی روانگی کا انتظام کرتی ہوں۔"

"اگر پہلے ہی اتنی شرافت سے گفتگو کرتیں تو اتنا وقت ضائع نہ ہوتا۔ ویسے جو طیارہ بھیج رہی ہو اس میں چار لاشوں کی گنجائش ہونی چاہیے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "باقی تین لاشیں کس کی ہوں گی؟"

"تم نے ہمارے تین پولیس والوں کو ہلاک کیا ہے۔ اپنے امریکی آقاؤں سے کہو کہ ان کے تین ایجنٹوں کی لاشیں بھی روانہ کی جارہی ہیں۔"

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے فون بند کردیا۔

O☆O

بلی ڈونا کو اس حالت میں چھوڑا گیا تھا کہ وہ پورس کے جو ہو والے بنگلے میں تھی۔ اس بنگلے میں ڈی پارس اور ڈی پورس کے درمیان جس طرح مقابلہ ہوا تھا اس کے نتیجے میں بلی ڈونا کو نقصان پہنچا تھا۔

پارس نے پورس کو اصلی سمجھ کر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی تھی۔ بعد میں یہ بھید کھلا کہ پارس اور پورس ڈمی ہیں۔ ان میں سے کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ وہاں یہ علم جاننے والی صرف بلی ڈونا تھی۔ اس دوا کے اثر سے وہ بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئی تھی۔

ڈی پارس اور ڈی پورس کے مقابلے سے کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ بیچاری بلی ڈونا نقصان میں رہی۔ وہ دونوں اس کے بنگلے سے چلے گئے۔ اب اس بنگلے میں تنہا رہ جانے والی بارہ گھنٹوں کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئی تھی۔ وہ کمزور نہیں تھی۔ جسم میں توانائی تھی۔ ایک فائٹر کی حیثیت سے دشمنوں کا منہ توڑ سکتی تھی۔ مکارانہ طریقۂ کار کے سلسلے میں اس نے جو ٹریننگ حاصل کی تھی، اس کے مطابق وہ مصیبت کی گھڑی میں اپنی حفاظت کرسکتی تھی۔

لیکن پہلی بار ٹیلی پیتھی سے محروم ہو کر ایسا لگ رہا تھا جیسے ڈھول کا پول ہوگئی ہے۔ اوپر سے بجنا چاہے تو بجتی رہے گی مگر اندر سے کھوکھلی رہے گی۔ اس میں جتنی صلاحیتیں تھیں، وہ سب ٹیلی

پیتھی کے بل پر تھیں کیونکہ مخالفین کے چور خیالات پڑھ لینے کے بعد ہی وہ ان کی طاقت اور کمزوری کا اندازہ لگاتی تھی اور اسی کے مطابق مکّارانہ چالیں چلتی تھی۔

ڈی پارس اور ڈی پورس کے جانے کے بعد اس نے بنگلے کے دروازے اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ دل و دماغ میں یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ وہاں کوئی بھی دشمن آسکتا ہے۔ اندر بند ہونے کے باوجود خوف کم نہیں ہوا تھا کیونکہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ کے دروازے سے اندر آسکتا تھا۔ وہی ایک ایسا دروازہ تھا، جسے وہ بارہ گھنٹے تک بند نہیں کرسکتی تھی۔

پارس اور پورس نے ایک دوسرے کو ٹریپ کرنے کی دُھن میں ملی ڈونا کا کباڑا کردیا تھا۔ خود وہ دونوں اپنے مقصد میں ناکام رہے تھے۔ اپنی ناکامیوں کے بعد وہ ملی ڈونا کی پروا نہ کرتے لیکن یہ مانتے تھے کہ ملی ان دونوں کے لیے ایک اہم مہرہ ہے۔ ان میں سے کوئی اسے کھونا نہیں چاہتا تھا لیکن اسے اپنے زیرِ اثر رکھنے کے لیے فی الحال کوئی عمل نہیں کرسکتے تھے۔ ایک تو اُن کی دوسری مصروفیات تھیں۔ دوسرا یہ کہ اس کے دماغ پر عمل کرنے کے دوران میں وہ ایک دوسرے کو ناکام بناسکتے تھے۔

پارس نے اپنے دو ماتحتوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ ملی کے دماغ میں رہیں۔ اگر پورس اس پر عمل کرنا چاہے تو اسے ناکام بنادیں۔ پورس نے بھی یہی کیا تھا۔ اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی وہی حکم دیا تھا جو پارس اپنے ماتحتوں کو دے چکا تھا۔

پارس سے ٹکرانے کے بعد پورس کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اسے پارس کے اگلے حملوں سے محفوظ رہنے اور نئے ڈاکٹروں سے نئی دوا تیار کرانے کے لیے کئی طرح کے منصوبے بنانے تھے اور ان منصوبوں پر جلد سے جلد عمل بھی کرنا تھا۔

ملی ڈونا کا خوف بے جا نہیں تھا۔ پارس اور پورس اب بھی اسے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان دونوں کے ماتحتوں نے بڑی خاموشی سے اس کے اندر جگہ بنائی ہوئی تھی۔ اس طرح یہ صاف ظاہر تھا کہ بارہ گھنٹے ایک دوسرے کی روک تھام میں گزر جاتے اور وہ کسی کی بھی معمولہ بننے سے محفوظ رہ جاتی۔

پارس اور پورس نے اپنے اپنے ماتحتوں کو نادیدہ بنانے والی ننھی سی گولیاں دی تھیں اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ بارہ گھنٹے کے اندر ٹریپ نہ کی جاسکے تو پھر اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہوجائے گی۔ وہ ان ماتحتوں کو اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ اس وقت وہ نادیدہ بن کر اس کے آس پاس رہ سکتے ہیں اور معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ جو ہو کے بنگلے سے نکلنے کے بعد کہاں جائے گی؟ کیا کرے گی؟ اور روپوش رہنے کے لیے کہاں اپنا ٹھکانا بنائے گی۔

بارہ گھنٹے کچھ کم نہیں ہوتے۔ خصوصاً ان حالات میں جب نامعلوم دشمن موت بن کر آنے والے ہوں۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی کسی طرح معلوم ہوسکتا تھا کہ اب وہ آسانی سے ٹریپ کی جاسکتی ہے۔ ایسے میں ہر لمحے اندیشے جنم لیتے رہتے ہیں اور وقت گزارنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس بنگلے کے اندر ہر لمحہ اس کے لیے ایک پہاڑ تھا۔ وقت تھا کہ گزر نہیں رہا تھا۔

وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جارہی تھی۔ کھڑکیوں کے پردے ہٹا کر یہ دیکھتی تھی کہ نامعلوم افراد اس کی نگرانی کررہے ہیں یا نہیں؟ کبھی کسی روشن دان سے جھانک کر دیکھنے لگتی تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنی دعائیں نہیں مانگی ہوں گی، جتنی اس روز اپنی سلامتی کے لیے مانگ رہی تھی۔

دعائیں قبول ہوگئیں۔ آخر وہ عذاب سے بھرپور بارہ گھنٹے گزر گئے۔ اس نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کی پرواز کی، اپنے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے پھر خوشی کے مارے اچھل پڑی۔ اس کی کھوئی ہوئی صلاحیت اسے واپس مل گئی تھی۔ وہ اسپرنگ والے بیڈ پر لوٹ پوٹ ہونے لگی۔ اسے یقین تھا کہ اس دوران میں اس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا تھا۔ اگر آتا تو اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرتا اور عمل کرنے سے پہلے اسے سلانا ضروری ہوتا۔ جبکہ وہ بارہ گھنٹے سے مسلسل جاگ رہی تھی۔ سونے کے لیے پلک تک نہیں جھپکائی تھی۔ اسے اونگھ بھی نہیں آئی تھی۔ یہ ساری باتیں ثابت کررہی تھیں کہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہی تھی اور اب بھی محفوظ ہے۔

اب اس کے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی پھر اس کے لیے ایک بہت بڑی قوت بن گئی تھی۔ وہ تنہا رہ کر پھر اپنی ایک مضبوط پوزیشن بنا سکتی تھی مگر ایک اندیشہ تھا، وہ سوچ رہی تھی کہ بنگلے کے باہر پارس اور پورس کے آلۂ کار اس کی نگرانی کررہے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے، ان دونوں کو اس پر تنویمی عمل کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ آئندہ کبھی اسے ٹریپ کرنے کے لیے وہ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اس کی اگلی خفیہ پناہ گاہ کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتے ہوں۔

پورس کی ڈمی نے وہاں سے جانے سے پہلے کہا تھا کہ الماری کے سیف میں انڈین اور امریکن کرنسی بھری ہوئی ہے۔ وہ جتنی رقم چاہے خرچ کرسکتی ہے۔ اس نے ایک بیگ میں دونوں ملکوں کے بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھ لیں پھر بنگلے سے باہر نکلنے سے پہلے ایک کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ وہ ایک ہی بات سوچ رہی تھی کہ پارس اور پورس کے آدمی اس کا تعاقب کریں گے۔

اس کی سوچ غلط نہیں تھی۔ اس کا تعاقب ہونے والا تھا لیکن یہ بات وہ سمجھ نہ سکی کہ وہ دونوں اس پر نظر رکھنے کے لیے اپنے آدمیوں کو نادیدہ بنا کر رکھیں گے۔ بہرحال اسے اس بنگلے سے نکلنا ہی تھا۔ کسی دوسری پناہ گاہ کی تلاش ضروری تھی لیکن وہ پورا ممبئی شہر گھوم کر پہلے یہ اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ اس کا تعاقب کیا جارہا ہے یا نہیں؟ اب وہ تنہا تھی اور اسے پھونک پھونک کر قدم رکھنا تھا۔

اس نے بنگلے سے نکلنے کے بعد ایک ایجنسی سے کرائے پر کار لی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئی۔ وہ کبھی سمندر کے ساحل پر گھومتی رہی اور کبھی بڑے ہوٹلوں میں جاتی رہی۔ وہ جوان تھی۔ حسین تھی پھر یہ کہ تنہا تھی۔ کئی بدمعاشوں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس نے مسکرا کر انہیں اپنی طرف مائل کیا۔ ان سے باتیں کیں۔ پتا چلا کہ وہ متوقع دشمنوں میں سے نہیں ہیں۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ان کا تعلق نہیں ہے پھر اس نے ان کی ایسی پٹائی کی کہ وہ بوکھلا گئے۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے ایک جوان حسینہ ایسی زبردست فائٹر ہوگی پھر ایک عورت کا ساتھ دینے کے لیے دوسروں نے بھی انہیں مارنا شروع کیا تو وہ بھاگ گئے۔

وہ پھر مختلف شاہراہوں پر کار ڈرائیو کرنے لگی اور اس یقین کے ساتھ عقب نما آئینے میں دیکھتی رہی کہ ضرور کچھ لوگ اس کے تعاقب میں ہوں گے۔ امیر کبیر لوگ اس کی کار کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ چونکہ وہ عزت دار تھے اس لیے چھیڑ چھاڑ نہیں کررہے تھے پھر عقب نما آئینے میں ایک اسپورٹس کار نظر آئی۔ اس میں تین رئیس زادے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اشارے کررہے تھے۔ اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا کر کبھی اس کے ساتھ ریس لگا رہے تھے۔ کبھی اس سے آگے نکل رہے تھے اور کبھی پھر اس کے برابر چل رہے تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان نے کہا "ہائے میری جان! یہ حسن و شباب لے کر اکیلی کہاں جارہی ہو؟"

دوسرے نے کہا "بھئی ٹو دی پوائنٹ بات کرنا چاہیے۔ چلتی ہو کیا نو سے بارہ؟"

وہ دوسرا بولنے والا برانڈ نیو اسپورٹس کار ڈرائیو کررہا تھا۔ ملی نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی کھوپڑی گھمادی۔ کھوپڑی کے ساتھ کار بھی گھوم گئی۔ ایک فٹ پاتھ پر جاکر چڑھ گئی۔ کار اس کے قابو سے باہر ہوگئی تھی، ایک دکان کے بڑے سے شوکیس کو توڑتی ہوئی دور تک اندر گھستی چلی گئی۔

وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ پیچھے مڑ کر دیکھنا ضروری نہیں تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کا انجام معلوم ہوچکا تھا۔ وہ تینوں رئیس زادے نو سے بارہ اسپتال جانے والے تھے۔

وہ کئی گھنٹوں سے چھوٹے بڑے علاقوں میں گھوم رہی تھی اور نگرانی کرنے والوں کو تاڑنے کی کوششیں کررہی تھی۔ یہ یقین ہوتا جارہا تھا کہ اس کے آگے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن یا ان کے آلۂ کار نہیں ہیں۔ تب وہ ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر میں گئی اور اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے لگی۔ وہ ہمیشہ سے ہیرے جواہرات کی شوقین رہی تھی۔ اگر اس کا اپنا ایک گھر ہوتا تو اس گھر کو دنیا کے قیمتی اور نایاب ہیرے موتیوں سے بھردیتی لیکن ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اتنے دشمن پیدا ہوگئے تھے کہ اسے اپنا ایک ذاتی محل بنانے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ اسے پارس اور پورس سے بھی نجات مل گئی ہے۔ آئندہ وہ ان سے دور کی دوستی رکھے گی اور اپنے لیے ایک ایسا خفیہ محل تعمیر کرائے گی، جس کا علم کسی بھی دوست یا دشمن کو نہیں ہوگا۔

وہ ضرورت کی چیزیں خرید کر ایک جوہری کی دکان میں آئی۔ وہاں جواہرات کے سیٹ دیکھ کر اسے اپنا چندر مکھی بہت یاد آیا۔ اس نے اپنے لیے ہیرے کا ایک سیٹ پسند کیا۔ اس کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے تھی۔ اس کے بیگ میں بھارتی روپے اور امریکی ڈالرز کی کمی نہیں تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ بیگ سے نوٹوں کی گڈیاں نکالتی، ایک عمر رسیدہ شخص نے قریب آکر کہا "مس! تم بہت باذوق ہو۔ تمہیں ہیرے جواہرات کی خوب پہچان ہے۔ تم نے بہت خوب صورت سیٹ پسند کیا ہے۔"

ملی ڈونا سمجھ گئی کہ وہ لفٹ لینا چاہتا ہے۔ وہ اسے پھانسنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "آپ کی تعریف؟"

"میرا نام چندر شیکھر ہے۔ ہیروں کا بیوپاری ہوں۔ ہیرے کی قدر کرتا ہوں اس لیے تمہاری قدر کرنے آیا ہوں۔"

وہ شرمانے کے بہانے شوکیس کے اندر دیکھتے ہوئے چندر شیکھر کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ وہ ہیرے جواہرات کا اسمگلر ہے۔ اس کا ایک باس ہے، جو اسمگلنگ کے سلسلے میں اس کی مدد کرتا ہے اور وہ ایسا باکمال شخص ہے کہ چندر شیکھر خواہ کتنی ہی مصیبتوں میں گرفتار ہو، وہ اسے ان تمام مصیبتوں سے یوں نجات دلاتا ہے، جیسے کوئی جادو جانتا ہو۔

ابھی اس کے باس نے فون کے ذریعے چندر شیکھر سے کہا تھا "جو حسینہ بلیو اسکرٹ اور یلو بلاؤز میں ہے اور جس کے شانے سے ایک ملٹی کلر بیگ لٹک رہا ہے اسے کسی طرح پھانس کر لے آؤ۔"

اسی لیے شیکھر اسے پھانسنے کے لیے اس کے قریب آیا تھا اور اس سے فری ہونے کی کوشش کررہا تھا۔ اس نے کہا "اگر مجھ سے دوستی کروگی تو میں ڈھائی لاکھ روپے کا سیٹ تمہیں تحفے کے طور پر دوں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "تم اتنا قیمتی سیٹ مجھے تحفے میں دوگے؟"

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تو تمہارے لیے ایک نیا تاج محل بنا سکتا ہوں۔"

"اس کے لیے میری موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ سنا ہے ممتاز محل کی موت کے بعد تاج محل بنایا گیا تھا۔"

وہ جھینپ کر بولا "میں غلط کہہ گیا ہوں۔ دراصل تم میری زندگی میں پہلی لڑکی ہو، جس سے بات کررہا ہوں اس لیے پتا نہیں ہے کہ رومانٹک گفتگو کیسے کی جاتی ہے؟"

"جب تم مجھے اتنا قیمتی تحفہ دے رہے ہو تو میں تمہیں رومانس کرنا بھی سکھا دوں گی۔ کیا اپنے گھر لے چلوگے؟"

"میری ایک شاندار کوٹھی ہے۔ نوکر چاکر ہیں لیکن کوئی فیملی نہیں ہے۔"

پھر اس نے جیولر سے کہا "اس ہیرے کے سیٹ کو میرے حساب میں لکھ لو۔"

بلی نے کہا "میرے پاس کرائے کی کار ہے۔ پہلے اسے واپس کرنا ہوگا۔"

"وہاں جا کر واپس کرنا ضروری نہیں ہے۔ مجھے اس ایجنسی کا فون نمبر بتاؤ۔"

بلی نے ایجنسی کا فون نمبر اور اس کار کا نمبر بتایا۔ اس نے فون سے رابطہ کرنے کے بعد کہا "آپ کی ایک کار گپتا جیولرز کی دکان کے سامنے کھڑی ہے۔ دکان کے مالک گپتا جی کے پاس کار کی چابی ہے۔ آپ اپنا آدمی بھیج کر کار کا بل وصول کریں اور کار لے جائیں۔"

وہ ہیرے کا سیٹ لے کر شیکھر کے ساتھ شاپنگ سینٹر سے باہر آگئی۔ اس کی کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔ اسے جب بھی موقع مل رہا تھا' وہ اس کے خیالات پڑھتی جارہی تھی۔ اس وقت وہ اسے اپنے باس کی کوٹھی میں لے جارہا تھا۔ اس کے باس کا نام جے رانگا تھا۔ اس نے آج تک جے رانگا کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ ایک بار اس نے چھپ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ باس نے اسے بلا کر کہا تھا "آئندہ مجھ سے چھپ کر کوئی کام کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ اپنی موت سے پہلے مارے جاؤ گے۔ یہ تمہارے لیے پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

بلی ڈونا کو وہ باس جے رانگا کچھ پُراسرار لگ رہا تھا لیکن یہ یقین تھا کہ اس باس کا تعلق پارس یا پورس سے نہیں ہوگا۔ اگر ایک کا بھی تعلق اس سے ہوگا تو دوسرا اس کی راہ میں رکاوٹ بن جائے گا۔ وہ باس کوئی ایسا شخص ہوگا' جس سے وہ پہلی بار ملنے جارہی تھی۔ وہ کوئی چھوٹا یا بڑا خطرہ مول لیے بغیر اپنے لیے ایک محفوظ جگہ تلاش نہیں کرسکتی تھی۔

وہ اب تک اس بات سے بے خبر تھی کہ پارس اور پورس کے نادیدہ آلۂ کار اس کے آس پاس ہیں اور مزے کی بات یہ تھی کہ ان دونوں کے آلۂ کاروں کو ایک دوسرے کی موجودگی کی خبر نہیں تھی کیونکہ وہ مسلسل نادیدہ بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی کو ایسی کوئی خاص ضرورت پیش نہیں آئی تھی کہ وہ ضرورت پوری کرنے کے لیے نمودار ہوتا اور اس طرح وہ دوسرے پر ظاہر ہوجاتا۔

وہ کار ایک بہت بڑی عالی شان کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئی اور پورچ میں آکر رک گئی۔ دو مسلح گارڈز نے آگے بڑھ کر دونوں طرف کے دروازے کھولے۔ وہ کار سے باہر آئی۔ کوٹھی کا بیرونی دروازہ بند تھا۔ ایک گارڈ نے ریموٹ کنٹرول سے اسے کھولا۔ وہ شیکھر کے ساتھ اندر ایک کاریڈور میں آئی۔ اس کے دونوں طرف جو دیواریں تھیں' ان میں خفیہ ایکسرے مشین نصب کی گئی تھی۔ وہاں سے گزرنے والوں کو وہ نظر نہیں آتی تھی۔

اس کوٹھی کے ایک وسیع دعریض کمرے کے وسط میں جے رانگا ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ چاروں طرف دیواروں پر بڑے بڑے اسکرینوں پر اس کوٹھی کے اندرونی اور بیرونی مناظر دکھائی دے رہے تھے اور وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھا گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا۔

پہلے اس نے کار کو کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوتے دیکھا پھر بلی ڈونا کار سے اتر کر چندر کے ساتھ اس دروازے کے سامنے آئی جسے ایک گارڈ نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کھولا تھا۔ وہ دونوں اس دروازے سے ایک کاریڈور میں داخل ہوگئے تھے۔

تب جے رانگا ریوالونگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے اس اسکرین کی طرف گھوم گیا' جس کا تعلق ایکسرے مشین سے تھا۔ وہ ایکسرے مشین یہ دکھاتی تھی کہ آنے والے اپنے لباس کے اندر ہتھیار وغیرہ چھپا کر لارہے ہیں یا نہیں؟

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ ایکسرے مشین انسان کے اوپری گوشت پوست کو نہیں اندر کے اعضا اور ہڈیوں کو دکھاتی ہے۔ جے رانگا یہ دیکھ کر چونک گیا کہ اس کاریڈور سے بلی ڈونا اور شیکھر گزر رہے تھے لیکن ان دونوں کے علاوہ مزید دو انسانی ڈھانچے نظر آرہے تھے۔ وہ ایکسرے مشین دو کی جگہ چار انسانوں کو متحرک دکھا رہی تھی۔

یہ وضاحت ہوجائے کہ نادیدہ بنانے والی گولیاں ایک انسان کو دوسرے انسان کی نظروں سے اوجھل کرتی ہیں جبکہ اوجھل ہونے والا شخص وہاں موجود رہتا ہے۔ وہ سائے کی طرح یوں تحلیل ہوجاتا ہے کہ اسے کوئی چھو نہیں سکتا لیکن وہ اپنے تمام انسانی اعضا کے ساتھ حاضر رہتا ہے۔ یہ انسانی اعضا انسانی آنکھوں سے' کیمروں کے لینس سے اور آئینے کی سطح پر دکھائی نہیں دیتے لیکن ایکسرے مشین وہ ہوتی ہے' جو چھپی ہوئی چیزوں کو اسکرین پر ظاہر کرتی ہے۔

پارس اور پورس کے آلۂ کار جو نادیدہ بن کر اب تک بلی ڈونا کے ساتھ لگے ہوئے تھے' ان کے ڈھانچے اور لباس کے اندر چھپے ہوئے ہتھیار اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ کاریڈور میں شیکھر آگے چل رہا تھا۔ اس کے پیچھے بلی ڈونا تھی۔ وہ کاریڈور اتنا تنگ تھا کہ دو افراد شانہ بشانہ نہیں چل سکتے تھے۔ ایک دوسرے کے پیچھے قطار کی صورت میں گزرنا لازمی تھا۔

جے رانگا انہیں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ بلی ڈونا اور شیکھر جیسے ہی کاریڈور کے آخری دروازے سے گزرے' اس نے فوراً ایک بٹن کو دبا دیا۔ سلائیڈنگ دروازہ تیزی سے بند ہوگیا۔ بلی کے پیچھے جو نادیدہ جاسوس آرہے تھے' وہ دروازے کے پاس رک گئے۔ انہوں نے پریشانی سے سوچا "یہ دروازہ اچانک کیوں بند ہوگیا ہے؟"

اسے کھولنے کی کوشش کی جاسکتی تھی۔ اس کے لیے ٹھوس

[دونوں ک]ے ساتھ نمودار ہونا ضروری تھا۔ تب ہی وہ دروازے کے ہینڈل کو پکڑ کر اسے کھول سکتے تھے۔ وہ دونوں اب تک ایک دوسرے کی موجودگی سے بے خبر تھے لیکن نمودار ہونے کی صورت سمجھ رہے تھے کہ دروازہ اگر ان کی کوشش سے کھل جائے گا ... دوسری طرف کھڑے ہوئے مسلح گارڈز انہیں دیکھ لیں گے۔

ایک ترکیب یہ تھی کہ واپس کوٹھی کے باہر جائیں اور کسی دوسرے دروازے سے داخل ہو کر پھر بلی ڈونا کے قریب پہنچ جائیں۔ وہ دونوں ایک ہی طرح سوچ رہے تھے۔ وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے اس دروازے کے پاس آئے' جسے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کھولا گیا تھا۔ وہاں بھی یہی مسئلہ تھا۔ اسے کھولنے یا کھلوانے کے لیے دروازے پر دستک دینا لازمی تھا اور وہاں بھی باہر مسلح گارڈز موجود تھے۔

لیکن وہاں یہ سہولت تھی کہ وہ دستک دے کر دروازہ کھلواتے ... نادیدہ بن کر کوٹھی میں کسی دوسرے دروازے سے داخل ہوسکتے تھے۔

جے رانگا آرام سے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا' ان انسانی ڈھانچوں کو اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف گئے تھے۔ جے رانگا نے کارڈلیس فون کے ذریعے کوٹھی کے باہر مسلح گارڈز سے کہہ دیا تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دے تو اسے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے نہ کھولا جائے۔

اور ان دونوں کے پاس یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا کہ وہ دستک دے کر دروازہ کھلواتے پھر فوراً نادیدہ ہوجاتے۔ ایسا کرنے کے لیے ان دونوں کو نمودار ہونا پڑا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک گئے۔ چند لمحوں تک ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھتے رہے پھر پارس کے آلۂ کار نے کہا "اچھا سمجھ گیا۔ تم پورس کے جاسوس ہو اور بلی ڈونا سے چھپ کر اس کی نگرانی کررہے ہو۔"

دوسرے نے کہا "اور تم کون ہو؟ میں موٹی عقل سے بھی سمجھ رہا ہوں کہ تم پارس کے جاسوس ہو اور وہی کررہے ہو' جو میں کررہا ہوں۔"

"ہاں۔ یہ سچ ہے۔ ہم دونوں کے باس نے ہمیں یہی ہدایت دی ہے کہ ہم بلی ڈونا کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔"

"وہ تو نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے۔ ہم دونوں اس پنجرے میں قید ہوگئے ہیں۔"

"ہمیں دروازے پر دستک دینا چاہیے۔ جیسے ہی دروازہ کھلے ہم فوراً نادیدہ بن کر یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"یہاں سے نکلنے کے بعد ہم پھر بلی ڈونا کی نگرانی کریں گے ... میں اپنے مالک کا وفادار ہوں۔ یہ نہیں چاہوں گا کہ کوئی ہمارے خلاف کام کرے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور نکال لیا۔ پھر کہا "خبردار! حرکت نہ کرنا۔ اپنا کوئی ہتھیار نکالنا چاہو گے تو اس سے پہلے ہی گولی ماردوں گا۔"

پورس کا آلۂ کار پھرتیلا نکلا تھا۔ اس نے پارس کے آلۂ کار کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا لیکن پارس کا آلۂ کار بھی کچھ کم نہیں تھا۔ اس نے فوراً پورس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اپنے سامنے والے کے دماغ میں پہنچ کر کہا "یہ کیا حماقت کررہے ہو۔ ریوالور جیب میں رکھ لو۔ میں پارس کے جاسوس سے نمٹ رہا ہوں۔"

پورس کے آلۂ کار نے حکم کی تعمیل کی۔ ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ اسی وقت پارس کے آلۂ کار نے اپنا ریوالور نکال کر کہا "مجھے انسان کو گدھا بنانا آتا ہے۔ ابھی تمہارے دماغ میں تمہارا باس نہیں آیا تھا۔ میں نے اس کا لب ولہجہ اختیار کرکے بازی پلٹ دی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں سے گولی ماردی۔ وہ فرش پر گر کر تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ دوسرا دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اس کا خیال تھا کہ گولی چلنے کی آواز سنتے ہی باہر کے گارڈز دروازہ کھول کر سچویشن معلوم کریں گے اور وہ نادیدہ بن کر اطمینان سے باہر چلا جائے گا۔

بلی ڈونا شیکھر کے ساتھ اس کاریڈور سے نکلنے کے بعد ایک بہت ہی خوب صورت سے ڈرائنگ روم میں پہنچی تھی۔ وہاں اس نے جے رانگا کی آواز سنی۔ وہ شیکھر سے بولا "مس بلی کو میرے پاس لے آؤ۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی اسی وسیع دعریض کمرے میں پہنچی' جہاں ایک ریوالونگ چیئر پر جے رانگا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے چہرے پر ماسک چڑھا رکھا تھا۔ اپنے اصلی چہرے کو چھپایا ہوا تھا۔ اس نے کہا "بلی! اس اسکرین کو دیکھو' جہاں دو انسانی ڈھانچے متحرک نظر آرہے ہیں۔ ابھی پتا چلے گا کہ وہ کون لوگ ہیں۔"

وہ ان ڈھانچوں کو دیکھنے لگی۔ جے رانگا نے کہا "دوسرے اسکرین کو بھی دیکھتی رہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ نادیدہ گولیوں کے ذریعے اس طرح نظر آرہے ہیں اور اب مجبور ہو کر نمودار ہوجائیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد یہی ہوا۔ وہ دونوں ایک اسکرین پر نمودار ہوگئے تھے اور ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی گفتگو سے پتا چلا کہ وہ دونوں پارس اور پورس کے جاسوس ہیں اور بلی ڈونا کی لاعلمی میں اس کی نگرانی کررہے ہیں۔

بلی ڈونا حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو گولی ماردی تھی اور اب انتظار کررہا تھا کہ گولی چلنے کی آواز پر دروازہ کھلے گا تو وہ نادیدہ بن کر باہر نکل جائے گا۔

لیکن دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔ شیکھر نے کہا "باس! اس کا بھی یہی انجام ہونا چاہیے۔ اسے مجبور کریں کہ یہ خود کو گولی مار

دے۔"

بلی نے کہا "اسے زندہ رہنے کی زیادہ مہلت دی جائے گی تو یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کو یہاں کا پتا بتائے گا۔ اس کے دوسرے جاسوس پھر میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

بلی نے دیکھا' اس کاریڈور میں دھواں پھیل رہا تھا اور پارس کا آلۂ کار کھانس رہا تھا۔ جے رانگا نے کہا "یہ دھواں اسے خیال خوانی کی مہلت نہیں دے گا۔ یہ پارس کو مخاطب نہیں کرسکے گا۔"

یہی ہو رہا تھا۔ وہ کھانستے کھانستے نڈھال سا ہو گیا تھا۔ جھکتے جھکتے فرش پر گر پڑا تھا پھر اس میں کھانسنے کی بھی سکت نہیں رہی۔ وہ سانس نہیں لے پا رہا تھا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ بلی کو اندیشہ تھا کہ ایسے وقت پارس اس آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر اس کوٹھی کا پتا معلوم نہ کرلے۔ وہ اس آلۂ کار کے اندر پہنچ گئی۔ اسے ریوالور کو مضبوطی سے پکڑنے اور خود کو گولی مارنے کی سکت اس میں پیدا کی۔ اس نے یہی کیا اور ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

اس کاریڈور سے دھواں چھٹنے لگا۔ وہ جہاں سے نکل رہا تھا وہاں واپس جانے لگا۔ جے رانگا نے کہا "شیکھر! تم جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ بلی ڈونا کھڑی ہوئی چاروں طرف گھوم کر دیواروں پر چھوٹے بڑے اسکرین دیکھ رہی تھی۔ شیکھر وہاں سے جانے کے بعد اب ایک اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک ڈرائنگ روم سے گزر رہا تھا۔ کوٹھی کے اندر اور باہر کے تمام مسلح گارڈز بھی مختلف اسکرینوں پر دکھائی دے رہے تھے۔

اس کوٹھی کے احاطے میں بھی کوئی چھپ کر نہیں آسکتا تھا اور بلی یہ بھی دیکھ چکی تھی کہ نادیدہ بن کر آنے والے بھی ایکسرے مشین کے باعث چھپ نہیں پاتے تھے۔ وہ جے رانگا کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی "تمہارے انداز سے پتا چلتا ہے کہ تم نے مجھے جان بوجھ کر یہاں بلایا ہے۔ کیا تم مجھے پہلے سے جانتے ہو؟"

"نہیں' آج ہی تمہیں دیکھا ہے۔ تم بے حد حسین اور بہت پُرکشش ہو۔ تمہیں دیکھتے ہی میرے دل میں تمہاری تمنا پیدا ہوگئی۔"

بلی نے پوچھا "میں تمہاری تمنا کیسے کروں؟ تمہارا چہرہ نظر نہیں آرہا ہے۔ کیا ہمیشہ اسی طرح ماسک پہنے رہتے ہو؟"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنے چہرے سے ماسک ہٹا دیا پھر کہا "میں چہرے بدلتا رہتا ہوں۔ ابھی میں نے خود کو شیکھر سے چھپانے کے لیے ماسک پہنا تھا۔"

"آج تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا؟"

"تم سمندر کے کنارے چند بدمعاشوں کی پٹائی کررہی تھیں۔ مجھے تمہارے لڑنے کا انداز پسند آیا۔ تم بہت اچھی فائٹر ہو۔"

"شکریہ۔ اس کا مطلب ہے تم بڑی دیر سے میرا تعاقب کررہے تھے۔"

"ہاں پھر میں نے دیکھا' چند رئیس زادے تمہارے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ان کی کار اچانک بے قابو ہو کر ایک دکان میں گھس گئی تھی۔ اس حادثے کو دیکھنے کے لیے سب ہی گاڑیاں رک گئی تھیں لیکن تم نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ ایسے اعتماد سے آگے بڑھ گئی تھیں' جیسے وہ سب تمہاری مرضی کے مطابق ہوا تھا۔ تب مجھے شبہ ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ ابھی جب کاریڈور میں اس کھانسنے والے نے خود کو گولی ماری تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"ہاں جانتی ہوں۔ اب تمہارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"میرا نام جان چکی ہو۔ میری ماں ہندوستانی تھی اور باپ امریکی۔ میں وہاں فوج میں تھا۔ میری صلاحیتوں کی بنا پر مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا۔ اس طرح میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ ماں باپ کی موت کے بعد میں یہاں آگیا۔ اپنا چہرہ اور اپنا نام تبدیل کیا۔ یہاں میرے ماتحت بھی یہ نہیں جانتے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ یہ سوچ رکھا ہے کہ اس علم کو ظاہر کیے بغیر دولت مند بنتا جاؤں گا۔ دراصل میں ہیرے جواہرات کا شوقین ہوں۔ دنیا کے قیمتی اور نایاب ہیرے موتی حاصل کرتا رہتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں بھی ہیرے جواہرات کی دیوانی ہوں۔ اگر تمہاری طرح ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد خاموشی سے گمنامی کی زندگی گزارتی تو اسی طرح ایک کوٹھی تعمیر کراتی اور اس کوٹھی کو ہیرے جواہرات سے بھر دیتی۔"

"اگر میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہو تو یوں سمجھو کہ تمہاری خواہش پوری ہو چکی ہے۔ یہ کوٹھی تمہاری ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ اس کمرے سے نکل کر کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک چھوٹے سے اسٹور روم میں پہنچے۔ وہاں کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا لیکن اس کے ایک حصے میں چور دروازہ تھا۔ وہ چور دروازے سے گزر کر ایک تہ خانے میں پہنچ کر ٹھہر گئے۔

وہاں پہنچتے ہی بلی ڈونا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہاں بڑی بڑی شیشے کی الماریوں میں ہیرے موتی بھرے ہوئے تھے کہ الماریاں کھولی جائیں تو وہ باہر چھلک کر فرش پر بکھر جائیں۔ بلی نے اپنی زندگی میں ایسے نایاب ہیرے موتی اور اتنا ڈھیر سارا خزانہ نہیں دیکھا تھا۔

وہ خوشی کے مارے اس کی گردن میں باہیں ڈال کر بولی "یہی میری منزل ہے۔ میں تو یہاں سے کبھی نہیں جاؤں گی۔"

وہ بولا "تم میرے لیے کسی خزانے سے کم نہیں ہو مگر ایک اندیشہ ہے۔"

"کیسا اندیشہ؟"

"وہ دونوں جاسوس جو نادیدہ بن کر تمہارے ساتھ یہاں تک چلے آئے تھے ان کا تعلق پارس اور پورس سے تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تم دونوں کے لیے بہت ضروری ہو۔ وہ دونوں اپنے اپنے طور پر تمہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"اب وہ مجھے تلاش نہیں کرسکیں گے۔ ان کے جاسوس مارے گئے ہیں۔ میں چہرہ بدل کر تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں چہرے بدلنے والوں کی کمی ہے؟ سب ہی چہرے بدلتے اور روپوش رہتے ہیں۔ اس کے باوجود دشمنوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں پھر پارس اور پورس تو اتنے خطرناک ہیں کہ جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں' اسے موت کے گھاٹ پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں اور وہ دونوں ہی تمہارے طالب ہیں۔"

"تم چاہتے ہو' میں چلی جاؤں تاکہ وہ دونوں تمہاری طرف نہ آئیں؟"

"میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ ہیرے جواہرات کی طرح تم بھی میری کمزوری بن گئی ہو۔ تمہیں پا لینے کے بعد تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں' پارس اور پورس ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔ ہم دونوں گمنامی کی زندگی گزاریں گے۔"

وہ کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ اس نے اب تک گمنام رہ کر بڑے سکون سے زندگی گزاری تھی۔ اب بھی یہی چاہتا تھا۔ بلی ڈونا اسے یقین دلا رہی تھی کہ وہ دونوں گمنام رہ کر ایسی ہی پُرسکون زندگی گزاریں گے لیکن اس نے دل میں یہ طے کرلیا تھا کہ جے رانگا پر بھروسا نہیں کرے گی۔ وہ گمنامی اور پُرسکون زندگی کی خاطر کسی دن بھی اسے اپنے راستے سے ہٹا سکتا تھا اور جتنا خزانہ وہ دیکھ چکی تھی اسے چھوڑ کر نہیں جاسکتی تھی۔ اس کے سامنے اب ایک ہی راستہ تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے' جے رانگا کو ٹریپ کرے۔ اسے اپنا دیوانہ بنائے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اپنا تابعدار بنائے۔

وہ اتنے بڑے خزانے سے محروم نہیں ہونا چاہتی تھی اور ایسی محفوظ جگہ کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اس رات وہ اسے اپنا دیوانہ بناتی رہی۔ اس ارادے کی پختگی کے ساتھ کہ صبح ہونے سے پہلے وہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بھی بنا لے گی۔

○☆○

میری سفارش پر سوامی تلک رام بھاٹیا کی لاش کو ایران سے نیلماں کے پاس بھیج دیا گیا۔ آشرم میں دادی ماں نے اپنے پوتے کا کریا کرم کیا اور جو بھی ضروری رسومات تھیں وہ ادا کرتی رہی۔ اکثر مرنے والوں کا سوگ دنوں اور مہینوں تک منایا جاتا ہے۔ نیلماں کو ایسا صدمہ پہنچا تھا کہ وہ ساری زندگی پوتے کا سوگ مناتی' تب بھی صدمہ کم نہ ہوتا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے نیلماں سے کہا "تم اپنے پوتے کے قاتل کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرو گی لیکن میں صرف ایک بات کرکے جا رہا ہوں اور وہ یہ کہ تم آتما شکتی اور ٹیلی پیتھی جیسی کئی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرکے موت کو بھول گئی تھیں۔ تمہیں یہ گھمنڈ تھا کہ تم موت کو بھی اپنے پوتے کے قریب نہیں آنے دو گی۔ اب یہ گھمنڈ نہ کرنا کہ موت تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ جب بھی اپنا پوتا یاد آتا رہے' اپنی موت کو بھی یاد کرتی رہو۔ اس طرح کچھ روز جی سکو گی۔"

یہ کہہ کر میں اس سے جواب کی کوئی توقع نہیں رکھتا تھا۔ یہ باتیں میں نے اس کی ایک خاص داسی کے دماغ میں رہ کر اُس سے کہی تھیں۔ وہ واقعی خاموش رہی۔ میں نے کہا "میں اس کے بعد نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں اور نہ کچھ تم سے سننا چاہتا ہوں۔ خدا تمہیں صبر کے ساتھ عقل بھی دے۔"

میں اس داسی کے دماغ سے نکل کر دوسری داسی کے دماغ میں چلا گیا کیونکہ اس کی خاص داسی کو یوگا میں مہارت حاصل تھی۔

اس نے نیلماں سے کہا "وہ جاچکا ہے۔"

نیلماں نے کہا "وہ بڑا مکار ہے۔ پتا نہیں یہاں اتنے سوگ منانے والوں میں اس نے کتنوں کی آوازیں سنی ہوں گی۔ جانے کس کے اندر رہ کر مجھے دیکھ رہا ہوگا۔ اونہہ' میری بلا سے۔ جب اس سے نمٹنا ہوگا تو میں اسے دیکھ لوں گی۔"

میں وہاں موجود رہ کر دیکھنا چاہتا تھا کہ کتنے اہم افراد تعزیت کے لیے اس کے پاس آتے ہیں۔ چونکہ وہ ایران میں مارا گیا تھا اس لیے زیادہ تر امریکی اکابرین نے تعزیت کی تھی اور چند اہم عہدیدار سوامی کی چتا جلانے کے وقت آئے تھے۔ انہوں نے اس غصے کا بھی اظہار کیا تھا کہ سوامی تلک رام بھاٹیا کے ساتھ ایران میں روپوش رہنے والے تین امریکی ایجنٹوں کی بھی لاشیں بھیجی گئی تھیں۔

جب سے سونیا ایران گئی تھی تب سے ان کے بڑے اہم ایجنٹوں کی لاشیں انہیں ملتی رہتی تھیں۔ سونیا کے بعد میں ایران میں تھا اور وہ آپس میں مشورے کررہے تھے کہ جب تک میں وہاں موجود رہوں' کسی امریکی سیکرٹ ایجنٹ کو وہاں نہ بھیجا جائے اور کوئی ایسی چال چلی جائے کہ میں ایران چھوڑ کر چلا جاؤں۔

ان کی اس بحث میں اور مشوروں میں نیلماں شامل نہیں رہی۔ اس نے سوگ منانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔ میں نے سوچا ابھی یہ کچھ عرصے گوشہ نشین رہے گی لہٰذا مجھے جانا چاہیے۔ میں اپنی آلۂ کار داسی کے دماغ سے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت نیلماں نے اس سے کہا "مالتی کو بلاؤ۔ ضروری کام ہے۔"

مالتی اس خاص داسی کا نام تھا' جو یوگا کی ماہر تھی اور نیلماں اس کے دماغ میں جا کر کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے باتیں کرتی تھی۔

وہ داسی اپنے ساتھ مالتی کو لے کر نیلماں کے بیڈ روم میں آئی پھر اس کے حکم سے واپس چلی گئی۔ بیڈ روم کے دروازے کو اندر

سے بند کردیا گیا۔ میں نے ایک منٹ تک انتظار کیا پھر مالتی کے دماغ میں پہنچا تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس کے اندر نیلماں اور پورس باتیں کر رہے تھے۔

پورس اس سے کہہ رہا تھا "مجھے تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوا تھا کہ تمہارے پوتے کو ایران میں ہلاک کردیا گیا ہے۔ مجھے تعزیت کے لیے تمہارے پاس آنا چاہیے تھا لیکن میں نے سوچا کیوں تم سے ہمدردی کی جائے۔ تم نے میرے تمیں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین لیا۔ مجھے امریکی اکابرین کی نظروں سے گرادیا۔ میں تم سے زبردست انتقام لینے والا تھا۔ اس سے پہلے قدرت نے تم سے انتقام لے لیا۔ میرا حساب تو ابھی باقی ہے۔"

نیلماں نے کہا "پورس! میں جس صدمے سے ٹوٹ رہی ہوں اس کا خیال کرو اور اب مجھ سے یہ نہ چھپاؤ کہ تم مجھ سے انتقام لے رہے ہو۔"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا میں تمہارے پوتے کو ہلاک کر کے انتقام لے رہا ہوں؟"

"نہیں، اس کا قاتل تو فرہاد علی تیمور ہے۔ میں جلد ہی اس سے نمٹنے والی ہوں۔"

"پھر مجھے کس بات کا الزام دے رہی ہو؟"

"دیکھو پورس! تمہیں بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ اس بات سے انکار نہ کرو کہ تم ہی وہ پُراسرار اجنبی ہو، جو نادیدہ بن کر میرے آس پاس رہتے ہو۔"

"پوتے کی موت کا صدمہ ایسا ہے کہ تم سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی ہو۔ میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ میں دن رات نادیدہ بن کر تمہارے پاس آتا رہوں۔ میں نئی دوائیں تیار کرنے میں مصروف ہوں۔ ویسے یہ کیا چکر ہے، کون تمہارے پاس نادیدہ بن کر آتا ہے؟"

"تمہارے لہجے سے صاف پتا چل رہا ہے کہ تم حقیقت سے انکار کر رہے ہو۔ فی الوقت میرے دو بڑے دشمن ہیں۔ ایک میرے پوتے کا قاتل فرہاد اور دوسرے تم ہو۔ میں نے تمہارے تمیں ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لیے تھے۔ میں تمیں سے زیادہ واپس کردوں گی۔ امریکی اکابرین پھر تمہیں اپنے ٹیلی پیتھی کے شعبے کا سربراہ بنا دیں گے۔ اس کے علاوہ اور جو شرط پیش کرو گے، اسے مان لوں گی لیکن نادیدہ بن کر نہ آؤ۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

وہ اقرار نہیں کرنا چاہتا تھا کہ نادیدہ بن کر اس کا سکون برباد کر رہا ہے۔ اس نے کہا "تم اتنی بڑی آفر دے رہی ہو۔ مجھے فوراً راضی ہو جانا چاہیے لیکن جب میں ایسا نہیں کر رہا ہوں تو راضی کیسے ہو جاؤں۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ نادیدہ بنانے والی گولیاں تمہارے پاس ہیں۔"

"تم یہ نہیں جانتی ہو کہ یہ گولیاں پارس کے پاس بھی ہیں بلکہ اس کے پورے خاندان والوں کے پاس ہیں۔"

"بے شک ان کے پاس ہوں گی لیکن پارس کو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"اس دنیا میں اس کی سب سے بڑی دشمن تم ہی ہو۔ شی تارا نے اسے ٹریپ کر کے ہندو بنا کر اس سے شادی کی تھی پھر وہ اس کے سحر سے نکل کر الگ ہو گیا۔ اسے مجبور کرنے لگا کہ جب وہ بیوی بن ہی گئی ہے تو مسلمان ہو جائے۔ شی تارا انکار کر کے میرے پاس آگئی۔ تب ہی سے وہ میرا رقیب بن گیا اور شی تارا کو چیلنج کیا کہ اس نے میرے پاس آکر بے حیائی کی ہے، وہ اس کے حسین جسم کو برباد کرے گا۔ کیا تم بھول رہی ہو کہ ابھی تم اسی شی تارا کے جسم میں ہو؟ میری بات کا یقین کرو۔ جب تک تمہاری آتما شی تارا کے جسم میں رہے گی، وہ نادیدہ بن کر تمہارا سکون برباد کرتا رہے گا۔"

نیلماں نے قائل ہو کر کہا "تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ یہ میں جانتی ہوں کہ پارس اور شی تارا کے درمیان دوستی سے زیادہ دشمنی تھی لیکن اب اسے معلوم ہوگا کہ شی تارا مر چکی ہے۔ اس کے اندر میں ہوں۔ وہ مجھ سے کیوں دشمنی کر رہا ہے؟"

"واقعی تم پوتے کی موت کے صدمے سے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی ہو۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ اس کے ماں باپ ایران میں رہ کر امریکا کے خلاف کام کر رہے ہیں اور تم امریکا کی حمایتی ہو۔ ایسے میں کیا ان کا بیٹا پارس تمہارا حمایتی ہوگا۔ وہ تو ایک تیر سے دو شکار کھیل رہا ہے۔ شی تارا کے جسم کو بھی نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور سوامی کی طرح تمہیں بھی مار ڈالنا چاہتا ہے۔ پوتے کو باپ نے مارا۔ دادی کو بیٹا مارے گا۔"

وہ کچھ سوچ کر بولی "اسے مایوسی ہوگی۔ وہ میری آتما کو کبھی نہیں مار سکے گا۔"

"شی تارا کے جسم کو تو تباہ کرے گا اور یہی کرنے کے لیے ابھی وہ نادیدہ بن کر تمہیں پریشان کر رہا ہے۔ وہ بڑے اطمینان سے رفتہ رفتہ تمہارے موجودہ جسم کو قابلِ نفرت بنائے گا۔ تم اسے چھوڑ کر دوسرے جسم میں جانے پر مجبور ہو جاؤ گی اور یہ کون نہیں جانتا کہ آتما بار بار جسم بدلتی رہے تو کمزور پڑ جاتی ہے۔ تمہاری آتما شکتی اور ٹیلی پیتھی جیسی صلاحیتیں کمزور پڑ جائیں گی۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی پھر بولی "مجھے اپنی آتما شکتی پر اتنا ناز تھا کہ میں نے نادیدہ بنانے والی گولیاں حاصل نہیں کیں۔ میری مہان شکتی کے سامنے وہ گولیاں کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن آج مجھے ان کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

پورس نے کہا "اس وقت میں تمہارے کام آسکتا ہوں۔"

وہ بڑی امید سے بولی "کیا تم مجھے وہ گولیاں دے سکتے ہو؟"

"کیا تم مجھے بے وقوف اور پاگل سمجھ رہی ہو۔ کام آنے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں پارس سے محفوظ رکھ سکتا ہوں۔"

"تم میری حفاظت کیسے کرو گے؟"

"وہ نادیدہ بن کر دشمنی کے لیے آتا ہے۔ میں نادیدہ بن کر ایک دوست کی طرح تمہاری حفاظت کروں گا۔ تمہیں اس کے حملوں سے بچایا کروں گا۔"

"تم کوئی باڈی گارڈ نہیں ہو کہ دن رات میری حفاظت کر سکو گے۔"

"میرے کئی ماتحت یکے بعد دیگرے نادیدہ بن کر تمہارے پاس رہیں گے۔ پارس جب بھی تمہیں نقصان پہنچانے آئے گا، وہ مجھے اطلاع دیں گے۔ میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے چند منٹوں میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"ہاں مانتی ہوں۔ تم ایسا کر سکتے ہو۔ کیا آج ہی سے تمہارے ماتحت میری نگرانی کریں گے؟"

"آج ہی سے کیا؟ ابھی سے کریں گے لیکن پہلے اس دشمنی کا حساب چکانا ہوگا، جو مجھ سے کر چکی ہو۔"

"میں ابھی تم سے وعدہ کر چکی ہوں۔ تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس کردوں گی۔ تم پھر امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے کے سربراہ بن جاؤ گے؟"

"تو پھر ان سب کے نام اور موجودہ پتے بتاؤ تاکہ میں ان سب کے برین واش کروں اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بناؤں۔"

"پورس! تم دیکھ رہے ہو کہ مجھ پر صدمات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ ابھی میں سوگ منا رہی ہوں۔ آج سے تین دن بعد تمہارے مطالبات پورے کردوں گی۔"

"تو پھر پارس کے خلاف جب بھی میری ضرورت ہو تو صبر کر لینا۔ مجھے تین دن بعد بلا سکتی ہو۔"

"کیا تمہیں میرے صدمات کا احساس نہیں ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تمہارے پوتے سے میرا کبھی کوئی رشتہ نہیں رہا۔ اس کی موت سے تمہیں صدمہ پہنچ رہا ہے۔ مجھے تمہارے صدمات سے کیا لینا ہے۔ ابھی لین دین کی بات کرو۔ ورنہ تین دن بعد تمہاری خیریت پوچھنے آؤں گا۔"

"تم ظالم ہو۔ سنگ دل ہو۔ جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔ پارس نادیدہ بن کر آئے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

مالتی نے کہا "مسٹر پورس! اب آپ جائیں۔ دادی ماں کو پریشان نہ کریں۔ میں سانس روک رہی ہوں۔"

شاید پورس اس کے اندر سے چلا گیا تھا۔ میں بھی مالتی کے سانس روکنے سے پہلے چلا آیا۔ میں نے پارس کو بلا کر وہاں ہونے والی تمام باتیں بتائیں پھر کہا "وہ خود نادیدہ بن کر نیلماں کے لیے مسئلہ بن رہا ہے لیکن تمہیں الزام دے رہا ہے۔ اب تم جس طرح چاہو، اس سے نمٹ سکتے ہو۔"

پارس نے کہا "ٹھیک ہے پاپا! میں تھوڑی دیر بعد وہاں آؤں گا اور اپنا ایک نیا گیم شروع کروں گا۔"

پارس اور پورس دونوں ہی کئی معاملات میں مصروف تھے۔

پورس کا ایک معاملہ یہ تھا کہ نیلماں سے اس کی ٹھن گئی تھی۔ اب وہ نادیدہ بن کر اس کا پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس نے اپنے تین ماتحتوں کو ہدایات دیں کہ وہ کس طرح نادیدہ بن کر اس کے ساتھ لگے رہیں گے۔ ہر ماتحت آٹھ گھنٹے تک اس کے ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد دوسرا ماتحت اس کی جگہ نادیدہ بن کر آئے گا۔ وہ اپنے ماتحتوں کی خدمات اس لیے حاصل کر رہا تھا کہ اسے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوائیں اور ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم کرنے والی دوائیں نئے سرے سے تیار کرانی تھیں۔

اس مقصد کے لیے وہ ایسے تجربے کار ماہر ڈاکٹروں کی تلاش میں تھا، جو مجرمانہ ذہن رکھتے ہوں اور اگر کوئی کام کا ڈاکٹر مل جائے۔ تب بھی وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس ڈاکٹر کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر سکتا تھا۔

پورس کی دوسری مصروفیت یہ تھی کہ وہ پارس کو آئندہ ایسی دوائیں تیار نہ کرنے دے اور اس کی راہ میں رکاوٹ بن جائے۔

اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ پارس نے اسرائیلی حکام کو ایسی دواؤں کے فارمولے دے کر مملکت اسرائیل میں الپا کی پہلے جیسی پوزیشن بحال کردی ہے اور اب تمام یہودی اکابرین پہلے کی طرح الپا پر اعتماد کرنے لگے ہیں۔ ان تمام فارمولوں کے مطابق ایک لیبارٹری میں بڑی رازداری سے وہ دوائیں تیار کی جا رہی ہیں اور جب وہ دوائیں کامیابی سے تیار ہو جائیں گی تو پورے اسرائیل میں الپا کی واہ واہ ہوگی۔ پوری یہودی قوم یہ تسلیم کرے گی کہ الپا نے ایک مسلمان سے شادی کر کے دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔

اور پورس یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوائیں اسرائیل میں کامیابی سے تیار ہوں۔ ان میں کوئی نقص رہ جائے اور پوری یہودی قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ پارس نے انہیں تمام دواؤں کے غلط فارمولے دیے تھے۔ اس نے اور الپا نے شادی کر کے یہودیوں کو غلط فارمولوں کے سبز باغ دکھائے ہیں۔ اس طرح اسرائیل سے الپا کے قدم ہمیشہ کے لیے اکھڑ جاتے۔ پارس پھر کبھی یہودیوں کو دوست بنا کر اپنے کسی بھی مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔

چند اسرائیلی حکام اور فوجی افسران جانتے تھے کہ وہ دوائیں رازداری سے کس لیبارٹری میں تیار ہو رہی ہیں۔ ان میں سے کسی کے دماغ میں پہنچنا پورس کے لیے مشکل نہ تھا۔ وہ معلوم کر چکا تھا کہ ایک انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں ان فارمولوں کے مطابق کام ہو رہا ہے۔ پورس نے نادیدہ بن کر اس لیبارٹری میں پہنچ کر وہی کیا، جو پارس نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ یعنی ممبئی شہر کی لیبارٹری میں جو فارمولے تھے، ان میں معمولی سی تبدیلیاں کردی تھیں تاکہ پورس دوبارہ وہ دوائیں تیار نہ کر سکے۔ جبکہ پورس نے ان اصل فارمولوں کی ایک ایک کاپی پہلے ہی اپنے پاس رکھ لی تھی۔ وہ اسرائیل کی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں پہنچ کر آئندہ الپا اور پارس کو زبردست

مات دینے والا تھا۔

پارس کو بابا صاحب کے ادارے سے ان تمام ذہین' باکمال اور تجربے کار ڈاکٹروں کی فہرست مل چکی تھی' جو مجرمانہ ذہن رکھتے تھے۔ اس کے اور الپا کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان ڈاکٹروں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتے رہے تھے کہ پورس کس ڈاکٹر کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے والا ہے۔

اب میں نے اسے بتایا تھا کہ پورس کس طرح نیلماں کے لیے دردِ سر بن گیا ہے اور نیلماں کو یہ تاثر دے رہا ہے کہ پارس نادیدہ بن کر اسے پریشان کررہا ہے۔ پارس اس کے جواب میں اپنے طور پر کوئی چال چلنے والا تھا۔ اس سے پہلے نیلماں نے پارس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ پارس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "یہ کیا شرافت ہے؟ بغیر دستک دیے اور اجازت حاصل کیے میرے گھر میں چلے آئے ہو۔ بائی دا وے' چلے آئے ہو؟ یا چلی آئی ہو؟"

نیلماں نے کہا "مکاری نہ دکھاؤ۔ تم خوب۔ سمجھ رہے ہو کہ میں کیوں آئی ہوں؟"

"تمہیں نہیں آنا چاہیے تھا۔ تمہارے اندر کی آتما بدل گئی ہے۔ جسم تو نہیں بدلا۔ جب کبھی تم سے سامنا کرتا ہوں' میرا مطلب ہے ابھی تو سامنا نہیں کرتا ہوں۔ جب کروں گا تو تم مجھے وہی فریبی شی تارا نظر آؤ گی' جو مجھ سے دشمنی کرتی رہی۔"

"اصل بات تم روانی میں کہہ گئے ہو کہ مجھ سے سامنا کرتے ہو۔ یہاں نادیدہ بن کر آتے ہو اور مجھے پریشان کرتے رہتے ہو۔"

"میں روانی میں غلط کہہ گیا تھا اور تم بھی غلط سمجھ رہی ہو کہ میں نادیدہ بن کر تمہارے پاس آتا ہوں۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تم کس ملک کے' کس شہر کے' کس علاقے میں رہتی ہو۔"

"پھر تمہارا جھوٹ ظاہر ہورہا ہے۔ تمہارے باپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں سوامی تلک رام بھاٹیا کی دادی ہوں اور امریکا میں ہمارا ایک آشرم ہے' جہاں میں رہتی ہوں اور جہاں تمہارے جیسا مکار نادیدہ بن کر آتا ہے۔"

"اچھا تو میرے پاپا نے تم سے کچھ ایسی باتیں کی ہوں گی' جس سے تم میرا جھوٹ پکڑنے میں کامیاب ہوگئی ہو۔"

وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی "بھگوان کا شکر ہے۔ میں نے تم سے اگلوالیا کہ تم ہی نادیدہ بن کر پریشان کررہے ہو۔"

"میں حیران ہوں کہ میرے پاپا نے میرے نادیدہ رہنے والی بات تمہیں کیوں بتادی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ ابھی میں نیلماں سے چھپ کر کچھ عرصے تک اسے پریشان کرتا رہوں گا۔"

"پارس! آج تم سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ میں تمہیں نادیدہ بن کر آنے والا پورس سمجھتی رہی تھی پھر پورس نے مجھے دلائل سے سمجھایا کہ تم شی تارا سے شدید نفرت کرتے ہو۔ لہٰذا اس کا یہ جسم تباہ کرنے کے لیے میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"جب بھید کھل گیا ہے تو میں تمہیں یہ بتادوں کہ میں محض شی تارا کے جسم کو تباہ نہیں کرنا چاہتا۔ میرا ایک اور مقصد ہے۔"

"وہ مقصد کیا ہے؟"

"یہ کہ تمہارے پوتے کو قتل کرنے والے میرے پاپا ہیں۔ میں نادیدہ بن کر تمہارے ساتھ دن رات رہ کر تمہیں یہ موقع نہیں دوں گا کہ اپنے پوتے کے قتل کا انتقام میرے پاپا سے لے سکو۔"

"میں نے اپنے پوتے کی قسم کھا کر تمہارے پاپا سے وعدہ کیا ہے کہ نہ کبھی ایران کا رخ کروں گی اور نہ تمہارے پاپا سے انتقام لوں گی۔"

"ہم ایسے احمق تو نہیں ہیں کہ تمہاری قسموں اور وعدوں پر یقین کرلیں؟ چور چوری سے جاتا ہے' ہیرا پھیری سے نہیں جاتا اور ہیرا پھیری سے انتقام لینے کے کئی راستے ہیں۔ ایسا کام تم نہیں کرو گی۔ دوسروں سے کرواؤ گی۔ تم خود انتقام نہ لے کر اپنی قسم پر قائم بھی رہو گی اور اپنے اندر کا غبار بھی نکال لو گی۔"

"نہ تم یقین کرو گے اور نہ میں تمہیں یقین دلا سکوں گی۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے کہ تمہارے پاپا بہروپ میں ہیں۔ میری آتما بھی انہیں نہیں پہچان سکے گی اور جب تک وہ چہرہ بدل کر رہیں گے' میں ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکوں گی۔"

"ہاں۔ یہ بات میں مان سکتا ہوں۔ واقعی تم میرے پاپا تک نہیں پہنچ سکو گی۔"

"تو پھر مجھ سے ایسی دشمنی نہ کرو۔ میرے پاس نادیدہ بن کر نہ رہو۔"

"میں تمہارا پیچھا چھوڑ دینے کا وعدہ کروں گا اور وعدے کے مطابق عمل کروں گا لیکن تمہیں کیسے یقین آئے گا کہ میں تمہارے پاس چھپا ہوا نہیں ہوں؟"

"ہاں۔ میں ہمیشہ اسی اندیشے میں مبتلا رہوں گی کہ تم میرے پاس چھپے ہوئے ہو کیونکہ تمہیں شی تارا سے نفرت ہے۔"

"ایک سیدھی سی بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ تم شی تارا کے جسم کو مردہ رہنے دو بلکہ اسے چتا میں جلا کر مجھے خوش کردو۔ اس کے بعد تمہاری آتما جس نئی لڑکی کے جسم میں جائے گی' اس کے بارے میں مجھے پتا نہیں چلے گا۔ کوئی نہیں جان سکے گا کہ تم کہاں گم ہوگئی ہو۔"

"میں نے ایسا سوچا ہے لیکن بار بار جسم بدلنے سے آتما شکتی کمزور ہوجاتی ہے۔"

"تم نے ایک ہی بار جسم تبدیل کیا ہے۔ اندازہ کرو کہ ایک بار اور تبدیل کرو گی تو تمہاری آتما شکتی میں کتنی کمزوری پیدا ہوگی؟ کیا تم کچھ عرصے گمنام رہ کر پہلے کی طرح تپسیا کرکے کھوئی ہوئی شکتی حاصل نہیں کرسکو گی؟"

"ہاں۔ میں ایسا کرسکتی ہوں۔ چونکہ میں . . ان عمل میں

آنے کے بعد کچھ عرصے روپوش رہ کر تپسیا نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے تم سے پیچھا چھڑانے کے دوسرے طریقے سوچ رہی تھی۔ اب یہ معلوم ہوچکا ہے کہ تم اپنے پاپا سے انتقام لینے سے مجھے روکنا چاہتے ہو اس لیے کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔ لہٰذا یہی ایک آخری راستہ ہے کہ میں شی تارا کے جسم کو چھوڑ دوں پھر کوئی نہیں جان سکے گا کہ میں کس حسینہ کے جسم میں داخل ہو کر ایک نئی زندگی گزار رہی ہوں۔ تم سے بھی پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ پارس مسکرانے لگا۔ الپا اس کے اندر رہ کر یہ تمام باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا "تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم نے پورس کی چال کو الٹا دیا ہے۔ وہ اس کے شکنجے سے نکلنے والی ہے۔"

یہی ہونے لگا۔ نیلماں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنی خاص داسی مالتی کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا پھر کہا "مالتی! اصلی دشمن بے نقاب ہوگیا ہے۔ پارس نادیدہ بن کر میرا سکون برباد کررہا تھا۔ وہ کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ اب یہی ایک صورت رہ گئی ہے کہ میں شی تارا کے اس جسم کو چھوڑ دوں۔"

مالتی نے کہا "آشرم میں چند حسین لڑکیاں ہیں۔ آپ ان میں سے کسی کا جسم حاصل کرسکتی ہیں۔"

"نہیں۔ ابھی میری آتما جسم سے نکل کر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جائے گی۔ کسی ایسی حسینہ کو تلاش کرے گی جو نہایت تندرست' ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ اس میں کچھ غیر معمولی صلاحیتیں بھی ہوں اور وہ زبردست فائٹر بھی ہو۔"

"جب آپ ایسا کوئی جسم حاصل کرلیں گی تو مجھے اپنی خدمت کے لیے بلائیں گی نا؟"

"نہیں مالتی! تو نے میری بڑی خدمت کی ہے لیکن تجھے بھی معلوم نہیں ہوگا کہ میں کہاں گم ہوگئی ہوں۔ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔"

وہ رونے لگی۔ کہنے لگی "مالکن! آپ مجھے مار ڈالیں۔ میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہوں گی۔"

"تجھے زندہ رہنا ہے۔ میں اسٹیمپ پیپر پر لکھ کر جارہی ہوں کہ میرے بعد تو اس آشرم کی مالکہ بن کر رہے گی۔ میں امریکی حکام سے بھی کہہ دوں گی۔ کوئی تیرے لیے رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اس آشرم کو اچھی طرح رکھنا۔ ہوسکتا ہے میں کبھی واپس آجاؤں۔ جب دشمنوں پر غالب آجاؤں گی تو پھر واپس آسکوں گی۔"

اس نے ایک اسٹیمپ پیپر پر اس آشرم کو مالتی کے نام پر لکھا اور یہ وصیت کی کہ اس کی موت کے بعد شی تارا کے جسم کو چتا میں جلا دیا جائے۔

اس نے مالکانہ حقوق کے کاغذات مالتی کو دیے۔ وہ اس کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگی۔ پورس کا ایک نادیدہ ماتحت یہ سب ہوتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پورس کو خیال خوانی کے ذریعے بتایا کہ نیلماں اپنی ایک داسی کو آشرم کی مالکہ بنا کر مرنے والی ہے۔

پورس فلائنگ کیپسول کے ذریعے فوراً نیلماں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پہلے کہہ چکا تھا کہ اس کے پاس نادیدہ بن کر آنے والا پارس ہے لہٰذا اس نے پارس کی آواز اور لہجے میں پوچھا "نیلماں! یہ کیا حماقت کررہی ہو؟ شی تارا جیسا حسین جسم چھوڑ کر جارہی ہو؟"

نیلماں نے کہا "تعجب ہے۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہیں شی تارا کے جسم سے نفرت ہے۔ اسے چتا میں جلادیا جائے گا تو میں تم سے پیچھا چھڑا سکوں گی۔"

پورس فوراً سمجھ گیا کہ پارس نے بازی پلٹ دی ہے۔ اس نے کہا "ہاں میں نے کہا تھا مگر اب سمجھاتا ہوں' شی تارا کے جسم کو نہ چھوڑو۔ مجھے اس کے جسم سے نفرت نہیں تھی۔ اس کی بے وفائی سے نفرت تھی۔"

"پارس! پٹڑی نہ بدلو۔ تم پھر کوئی نئی چال سوچ کر آئے ہو۔ افسوس آخری فیصلہ ہوچکا ہے۔ اب تم نادیدہ رہ کر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

وہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گئی پھر اپنے اندر سے آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگی۔ اس وقت پورس نے اس کے دماغ میں گھس کر اس کے عمل میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن آتما شکتی کے باعث اس کے اندر نہ پہنچ سکا۔ اس کی آتما نے شی تارا کے جسم کو چھوڑ دیا۔ پورس کو خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا کہ وہ جسم اور دماغ مردہ ہوچکے ہیں۔

وہ پریشان ہو کر اپنے تینوں ماتحتوں سے بولا "یہاں نادیدہ بن کر رہو۔ یہ نیلماں کی کوئی چال ہوسکتی ہے۔ پارس نے یہاں آکر اسے مجھ سے نجات کا کوئی طریقہ بتایا ہے جس پر یہ عمل کررہی ہے۔"

نیلماں اب تک پوری طرح پورس کے شکنجے میں تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے کام آنے والی اتنی مضبوط عورت اس کے شکنجے سے نکل جائے اس لیے وہ بھی بار بار آکر دیکھ رہا تھا۔ اس کی وصیت کے مطابق شی تارا کے مردہ جسم کا کریا کرم کردیا گیا۔ اسے چتا میں جلادیا گیا۔

جب وہ جسم جل کر راکھ ہوگیا تو پورس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پارس کہہ رہا تھا "تم نے اس سے کہا تھا کہ میں نادیدہ بن کر اس کا سکون برباد کررہا ہوں۔ اب وہ سکون سے رہے گی۔ ہاتھ ملتے رہو۔ چڑیا اڑ چکی ہے۔"

پورس نے مسکرا کر کہا "جیت مبارک ہو۔ جیتنے والے کو پھولوں کا ہار دیا جاتا ہے۔ ہار قبول کرنے کے لیے تیار رہو۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے' میں کیا کررہا ہوں۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا گیا۔

○☆○

ڈاکٹر انا پورنا اڑتیس برس کی تھی۔ دو برس کے بعد پورے چالیس برس کی ہو جاتی۔ عورت اگر کسی مرد کی دیوانی رہے تو اس عمر میں اس کا بدن ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور جوانی دھمکی دیتی ہے کہ وہ آئندہ دو چار برسوں میں رخصت ہونے والی ہے۔

لیکن انا پورنا کی عمر اسے ڈھلکا نہ سکی۔ وہ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے خود کو جوان اور ترو تازہ رکھنے کے ہر ممکن نسخے آزماتی رہتی تھی۔ صبح سویرے اٹھ کر جوگنگ کرتی تھی۔ سلیمنگ سینٹر میں ورزش کرتی تھی تاکہ نگر جوان لڑکی کی طرح رہے۔ خوراک' دواؤں اور پھلوں کے استعمال کے ذریعے سرخ اور مکھن کی طرح ملائم دکھائی دیتی تھی۔

پورس کتنے ہی ڈاکٹروں کے دماغوں میں جھانکتا ہوا انا پورنا تک پہنچا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ کر اسے تمام پہلوؤں سے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نئے سرے سے دوائیں تیار کرانے کے سلسلے میں وہ کس حد تک کام آسکے گی اور کس حد تک رازدار بن کر رہے گی۔

جیسا کہ عام انسان ہوتے ہیں' ویسے ہی انا پورنا تھی۔ اس میں بہت سی خوبیاں بھی تھیں اور کچھ خرابیاں بھی تھیں۔ وہ ایک کم عمر نوجوان کو پسند کرتی تھی۔ اس کا نام شنکر داس تھا' وہ چھبیس برس کا تھا۔ انا پورنا سے بارہ سال چھوٹا تھا لیکن قد آور باڈی بلڈر تھا۔ اسے پسند کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ تگڑا پہلوان تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس تگڑے کے سامنے وہ چھوکری نظر آتی تھی۔ پہاڑ کے سامنے اونٹنی رہے تو وہ اپنی اونچائی کے باوجود چھوٹی لگتی ہے اس لیے وہ کم سن ہی لگتی تھی۔ کوئی اس کی صحیح عمر کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ایک کم عمر جوان کو پھانس کر اُس کے ساتھ وقت گزارنے میں کوئی برائی نہیں سمجھتی تھی لیکن پورس کو یہ بات پسند نہیں تھی کیونکہ وہ تگڑا باڈی بلڈر تھا' پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پریشان ہو جاتا تھا کہ دماغ میں بے چینی سی کیوں ہے؟ ایسے میں وہ سانس روکنے کے بعد پھر سانس لیتا تھا تو سکون محسوس کرنے لگتا تھا۔ پورس چاہتا تھا کہ ڈاکٹر انا پورنا کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کے دوران میں اس کے یار کے بھی خیالات پڑھتا رہے۔

اس کا یار شنکر داس ہڈ حرام تھا' پہلوانی کے سوا اور کچھ نہیں کرتا۔ انا پورنا اس کے اخراجات پورے کرتی تھی۔ وہ نہ شراب پیتا تھا اور نہ شباب سے اسے دلچسپی تھی لیکن جوا کھیلنے کی لت پڑی تھی۔ کبھی ہزاروں روپے جیت لیتا تھا اور کبھی ہار جاتا تھا۔ ہارنے کے بعد انا پورنا کی الماری سے روپے چرایا کرتا تھا۔ نقد رقم نہ ملے تو اس کے زیور یا کوٹھی کی کوئی قیمتی چیز بیچ کر جوا ضرور کھیلتا تھا۔

اس بات پر کئی بار انا پورنا نے اس سے جھگڑا کیا۔ کئی بار اسے گھر سے نکال دیا لیکن اس باڈی بلڈر کی ایسی دیوانی تھی کہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ کبھی وہ خود معافی مانگ کر واپس آجاتا تھا اور کبھی وہ خود جا کر اسے منا کر لے آتی تھی۔

دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن گئے تھے۔ انا پورنا دھوکا کھا کر بھی اسے قبول کر لیتی تھی لیکن پورس کسی قسم کا دھوکا نہیں کھانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے دو ماتحتوں کو شنکر داس کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ انا پورنا بہت ذہین تھی۔ ادویات تیار کرنے کے سلسلے میں غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل تھی۔ دواؤں کے پیچیدہ فارمولوں کو سمجھ لیا کرتی تھی۔ پورس کو یہ اندیشہ تھا کہ وہ دوائیں تیار کرے گی تو شنکر داس جوا کھیلنے کی خاطر ان دواؤں کو چرا کر کہیں بیچ سکتا تھا۔ اس طرح دشمن شنکر داس کے ذریعے اس کی دوسری خفیہ لیبارٹری تک پہنچ سکتے تھے۔

پورس نے پہلے یہ کوشش کی کہ انا پورنا پر تنویمی عمل کرکے اس کے دل میں شنکر داس کے لیے نفرت پیدا کر دے اور وہ ہمیشہ اپنے عامل کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہے پھر اس نے ایسا کیا اور کامیاب بھی رہا۔ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی۔ اس نے شنکر داس کو گھر سے نکال دیا۔

لیکن وہ کچھ الجھی ہوئی سی رہنے لگی۔ اپنے اندر نا معلوم سی کمی محسوس کرنے لگی۔ اس کے چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ تنویمی عمل کے مطابق شنکر داس سے دور تو ہو گئی ہے لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ شنکر داس کی کمی محسوس کرتی رہتی ہے اور اس کمی کو سمجھ نہیں پاتی ہے۔

پورس چاہتا تھا کہ دوائیں تیار کرنے کے وقت وہ تازہ دم رہے۔ کسی الجھن میں نہ رہا کرے لیکن وہ مرد اس کے تحت الشعور میں گھسا ہوا تھا' اس کے سوا نہ وہ کسی کو چاہتی تھی اور نہ تنویمی عمل کے ذریعے تحت الشعور میں بیٹھے ہوئے اس دلدار کو نکالا جا سکتا تھا۔

پورس اس کے یار کو دھوکے سے ہلاک کرا سکتا تھا لیکن ڈاکٹر انا پورنا پر اس کی ہلاکت سے برا اثر پڑ سکتا تھا۔ وہ ابنارمل ہو سکتی تھی۔

اس نے آزمائش کے طور پر اپنے ایک ماتحت کو بہت بڑا دولت مند بنا کر شنکر داس کے پاس بھیجا۔ ماتحت نے کہا "تم تاش کے زبردست کھلاڑی ہو۔ اگر بنکاک کے ایک کلب میں جا کر میرے لیے کھیلو گے تو میں تمہیں پچیس ہزار روپے ماہانہ دیا کروں گا۔"

شنکر داس تو یہی چاہتا تھا کہ کبھی محنت نہ کرنا پڑے۔ بیٹھے بیٹھے مال کمالیا کرے۔ اسے بنکاک میں رہائش اور کھانے پینے کے اخراجات کے علاوہ پچیس ہزار روپے ماہانہ کی آفر مل رہی تھی پھر انا پورنا سے اس کا دل بھر گیا تھا۔ وہ اس آفر کو قبول کرکے انا پورنا کو چھوڑ کر بنکاک چلا گیا۔

اس نے روانگی سے پہلے انا پورنا کو فون پر کہا "میں تمہیں پرانے جوتے کی طرح اتار کر پھینک رہا ہوں۔ ہندوستان چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ یہ نہیں بتاؤں گا کہ کہاں جا رہا ہوں ورنہ تم کمبل کی طرح لپٹنے کے لیے وہاں بھی آجاؤ گی۔ بہتر ہے اپنی بوڑھی جوانی کے لیے کوئی دوسرا جوان مرغا تلاش کر لو۔"

وہ کوئی جواب سنے بغیر فون بند کر کے طیارے میں سوار ہو کر بنکاک چلا گیا۔ انا پورنا کو صدمہ ہوا مگر زیادہ نہیں ہوا کیونکہ اس پر تنویمی عمل کا بھی اثر تھا پھر پورس وقتاً فوقتاً اس کے اندر پہنچ کر اسے شنکر داس سے اور زیادہ متنفر کرتا رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ انا پورنا نے اسے اپنے دل و دماغ سے نکال دیا۔

اس معاملے میں پورس کے کئی دن ضائع ہوئے لیکن اس نے انا پورنا کے اندر رہ کر یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ کامیاب دوائیں تیار کر سکے گی اور آئندہ کسی رکاوٹ کے بغیر اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہ سکے گی۔ جو سب سے بڑی رکاوٹ تھی' اسے پورس نے دور کر دیا تھا۔

اسے دور کرنے کے بعد اس نے انا پورنا پر دوسری بار تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ اپنا ذاتی کلینک ایک ماہ تک بند رکھے گی اور وہاں سے کھنڈالہ جائے گی۔ وہاں ایک پرائیویٹ لیبارٹری میں کچھ نئی دوائیں تیار کرے گی اور اس ایک ماہ کے دوران میں کسی سے رابطہ نہیں رکھے گی۔

اس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ پارس سے ٹکرانا کوئی مذاق نہیں ہے۔ وہ اس کی توقع کے خلاف چالیں چل کر اسے مات بھی دے چکا ہے اور مات دینے میں ناکام بھی رہا ہے۔ جیسا کہ وہ ملی ڈونا کے معاملے میں ناکام ہو چکا تھا۔

لہٰذا نئے سرے سے دوائیں تیار کرنے سے پہلے وہ انا پورنا کے پورے خاندان کی ہسٹری معلوم کر چکا تھا۔ اس کے خاندان میں بڑے نامور ڈاکٹر تھے لیکن انا پورنا کمانے کے سلسلے میں مجرمانہ ذہن رکھتی تھی اسی لیے پورس نے اس کا انتخاب کیا تھا۔

الپا اور پارس نے مجرمانہ ذہن رکھنے والے ڈاکٹروں کے اندر پہنچ کر انہیں اچھی طرح پرکھ لیا۔ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ایسے ڈاکٹروں کے اندر جاتے رہتے تھے۔ ان کے چور خیالات سے کبھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ پورس کے لیے خفیہ طور پر کام کر رہے ہیں۔

الپا نے پارس سے کہا "پورس تم سے کچھ کم نہیں ہے۔ وہ دوائیں تیار کرنے کے سلسلے میں کسی ایسی حکمت عملی سے کام لے رہا ہے' جو تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

پارس نے کہا "ہاں۔ وہ بہت محتاط ہو گیا ہے۔ اس نے آخری چیلنج کے انداز میں کہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے' پر میں کبھی سمجھ نہیں سکوں گا۔"

"اور تم سمجھ نہیں پا رہے ہو؟"

"فی الحال تو یہی ہو رہا ہے۔ میں اس پہلو سے بھی غور کر رہا ہوں کہ کیا اس نے دوائیں تیار کرانے کے سلسلے میں مجھے چیلنج کیا ہے یا کسی اور معاملے میں مجھ پر غالب آنا چاہتا ہے؟"

"تمہارے پیش کیے ہوئے فارمولوں کے مطابق اسرائیل کی ایک انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں وہ دوائیں تیار ہو رہی ہیں۔ وہ وہاں کوئی گھپلا ضرور کرنا چاہے گا۔"

"اس سلسلے میں ہم اپنے طور پر انتظامات کر چکے ہیں۔ وہ کوئی گڑبڑ کرے گا تو بعد میں بری طرح پچھتائے گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ اپنی کسی لیبارٹری میں دوائیں تیار نہ کر سکے۔"

الپا نے کہا "میرا تو یہ سوچ کر سر دکھنے لگتا ہے کہ وہ دوائیں تیار کرنے کے لیے آخر کیسی حکمتِ عملی اختیار کر رہا ہوگا۔"

"تم زیادہ نہ سوچو۔ یہ میرا کام ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ہم ممبئی شہر کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ایک بار ممبئی میں ناکام ہونے کے بعد ہندوستان کے کسی دوسرے علاقے میں یا ہندوستان سے باہر کسی دوسرے ملک میں دوائیں تیار کرائے گا اور وہ مکار ہمارے اندازے کے خلاف ممبئی میں ہی کچھ کر رہا ہوگا۔"

اسی وقت بابا صاحب کے ادارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے مخاطب کیا "سر! ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بولو۔ کیا بات ہے؟"

"سر! انڈیا میں ایک ڈاکٹر انا پورنا ہے۔ وہ بہت ہی ماہر کیمسٹ ہے۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ وہ دولت کمانے کی خاطر ناجائز طریقے اختیار کرتی ہے۔ شنکر داس نامی ایک پہلوان سے اس کے تعلقات تھے' وہ اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔"

پارس نے پوچھا "تم نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں؟"

وہ بولا "آپ جانتے ہیں' میں ممبئی میں ہوں۔ یہاں کے تمام ڈاکٹروں کے دماغوں میں اکثر جھانکتا رہتا ہوں۔ مجھے انا پورنا کے اندر بھی جانے کا موقع ملا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ شنکر داس کی دیوانی ہے لیکن الجھی ہوئی ہے کہ اس سے نفرت کیوں کرتی ہے۔ اسے اپنے پاس بلانا چاہتی ہے مگر بلاتی نہیں ہے۔ اس طرح میں نے اندازہ کیا کہ شاید اس کے دماغ میں کوئی ہے اور اسے اس کے یار سے ملنے سے باز رکھ رہا ہے۔"

"تمہارا یہ اندازہ کہاں تک درست ہے؟"

"سر! میں آگے کچھ معلوم ہی نہ کر سکا۔ دوسرے دن انا پورنا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔"

"ہوں۔ پہلے وہ تمہاری پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی پھر اچانک ہی تمہاری آمد کو محسوس کرکے سانس روک لی پھر تو یقیناً کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

"صرف عمل نہیں کیا ہے' اسے غائب بھی کر دیا ہے۔ اس کا کلینک بند ہے۔ معلوم ہوتا ہے' وہ ممبئی چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔"

"چلو اتنا تو معلوم ہوا کہ اس ماہر کیمسٹ کو پورس نے ہی ٹریپ کیا ہوگا اور اب وہ ممبئی میں نہ سہی' انڈیا کے کسی دوسرے علاقے میں ہے۔"

الپا نے اس ماتحت سے پوچھا "کیا تم شنکر داس کو تلاش کرسکتے ہو؟"

"میڈم! میں کوشش کررہا ہوں۔ میں نے یہاں کے قمار خانوں میں جا کر اس کے بارے میں پوچھا۔ صرف ایک جواری نے کہا ہے کہ وہ بنکاک جانے کی بات کررہا تھا مگر اسے ڈینگیں مارنے کی عادت تھی۔ ہوسکتا ہے' وہاں نہ گیا ہو۔ انڈیا کے کسی دوسرے شہر میں ہو۔"

پارس نے الپا سے کہا "پورس نے کچھ سوچ سمجھ کر شنکر داس کو اس ڈاکٹر سے دور کیا ہے۔ ہم شنکر کے ذریعے معلوم نہیں کرسکیں گے کہ پورس نے انا پورنا کو کہاں چھپایا ہوا ہے اور وہ لیبارٹری کہاں ہے' جہاں وہ رازداری سے دوائیں تیار کرا رہا ہے؟"

الپا اور پارس نے اس ماتحت سے انا پورنا کی آواز اور لہجے کو سنا پھر ان دونوں نے خود اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ الپا نے کہا "پورس نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔ تم پورس کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر جاسکتے ہو۔"

"اب سے پہلے اس نے للی ڈونا پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن اجنبی لب و لہجے میں اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ اس بار بھی اس نے یہی کیا ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے' ایسا نہ کیا ہو۔ آزما لینے میں کیا حرج ہے؟"

پارس نے الپا کی تسلی کے لیے یہی کیا۔ پورس کا لب و لہجہ اختیار کیا۔ لیڈی ڈاکٹر کے دماغ تک پہنچا پھر واپس آگیا۔ الپا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"بڑے بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ وہ بڑا مکار ہے۔ ہمیں اپنی معمولہ اور اپنی خفیہ لیبارٹری تک پہنچنے نہیں دے گا۔"

پارس فی الحال ناکام ہورہا تھا لیکن اس حد تک معلومات حاصل کرچکا تھا کہ پورس اس بار ایک خاتون ڈاکٹر انا پورنا سے کام لے رہا ہے۔ اب اسے یہ کمال دکھانا تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور خفیہ لیبارٹری تک کیسے پہنچ پائے گا؟

○☆○

جے رانگا کی اصل صورت اس کے خاص ماتحتوں نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے۔ وہ اکثر کچھ عرصے کے لیے کہیں چلا جاتا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ وہ ہیرے جواہرات کا شوقین تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کہیں کوئی نایاب ہیرا یا موتی کسی نے بڑی رازداری سے چھپا کر رکھا ہے تو وہ اس شخص تک کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتا تھا۔ ایسے ہی کسی لالچ یا ضرورت کے تحت وہ کچھ دنوں کے لیے کہیں چلا جاتا تھا۔

جس رات للی ڈونا سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی اس کی دوسری صبح اسے افریقہ کے ایک شہر سن سٹی میں جانا تھا۔ وہاں ایک ایسا نیگرو شخص تھا' جس کا شمار دنیا کے چند دولت مندوں میں ہوتا تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کے پاس ہیرے جواہرات کا ذخیرہ ہے' جس میں ایک ایسا چمکتا دمکتا موتی ہے' جو نایاب ہے۔ دنیا کے کسی دولت مند کے پاس ایسا موتی نہیں ہے اور اس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

اس موتی کی تعریفیں سن کر وہ اسے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوگیا تھا۔ وہ صبح کی فلائٹ سے جانے والا تھا۔ ایسے میں وہی ایک رات للی ڈونا کے ساتھ گزر سکتی تھی اور للی نے سوچ رکھا تھا کہ وہ صبح سے پہلے اسے ٹریپ کرے گی اور ہمیشہ کے لیے اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھے گی۔

جب جے رانگا اسے اپنی کوٹھی کے اندرونی حصے دکھا رہا تھا اس وقت اسے ایک کمرے میں طرح طرح کی دوائیں نظر آئی تھیں۔ للی ڈونا نے پوچھا "یہ اتنی زیادہ تعداد میں دوائیں کیوں رکھی گئی ہیں؟"

"میں ایک ڈاکٹر بھی ہوں۔ کبھی بیمار پڑ جاؤں تو خود اپنا علاج کرتا ہوں اور اپنے خاص ماتحتوں کا بھی علاج کیا کرتا ہوں۔ میں آج تک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سامنا کرنے سے کتراتا رہا ہوں۔ میری پُرسکون زندگی کا یہی ایک راز ہے۔ نہ میرا کوئی دشمن پیدا ہوتا ہے' نہ میرا سکون برباد ہوتا ہے۔ میں نہ کسی اندیشے اور نہ کسی خطرے سے دوچار ہوتا ہوں۔"

"کیا تمہارا کبھی کسی دشمن سے سامنا نہیں ہوا؟"

"ہاں۔ ایسا دو بار ہوچکا ہے۔ میں اپنی جیب میں ایک ایسی دوا رکھتا ہوں جو دشمن کے جسم میں پہنچتے ہی اسے نیم مردہ اور نیم پاگل بنادیتی ہے۔ میں ایک اچھا فائٹر ہوں۔ اس کے باوجود کسی دشمن سے لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ دراصل میں ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سونیا سے بہت متاثر ہوں۔ اسی کے نقشِ قدم پر چلتا ہوں۔ اسی کی طرح اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ بڑی حکمتِ عملی اور مکاری سے دشمنوں سے نجات حاصل کرلیتا ہوں۔"

"وہ نیم مردہ اور نیم پاگل کرنے والی دوا دشمنوں کو کیسے کھلاتے ہو؟"

اس نے ریک میں دوا کی شیشی اٹھا کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ ہے وہ دوا۔ اسے کسی کو کھلایا بھی جاسکتا ہے اور انجکشن بھی لگایا جاسکتا ہے۔"

اس نے اپنی انگلی دکھاتے ہوئے کہا "یہ میں نے ویسی ہی انگوٹھی پہنی ہے' جیسی سونیا پہنتی ہے۔ اس کے اوپری سرے پر ایک باریک سی سوئی ہے اور نچلے حصے میں ایک ننھا سا بٹن ہے۔ اس بٹن کو دباتے ہی یہ سوئی باہر نکل آتی ہے پھر اسے جس کے جسم میں چبھویا جائے' وہ پلک جھپکتے ہی اپنی توانائی کھودیتا ہے پھر نیم مردہ اور نیم پاگل سا ہوجاتا ہے۔"

وہ عملی طور پر بتا رہا تھا کہ انگوٹھی کا بٹن کس طرح دبایا جاتا ہے اور سوئی کتنی تیزی سے باہر نکل کر اپنا کام دکھاتی ہے۔ ایسا بتاتے وقت اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ للی نے ان میں سے ایک دوا کی شیشی اٹھا کر اپنے لباس میں چھپالی۔ اس نے اتنی پھرتی دکھائی تھی کہ جے رانگا اُس کی اس حرکت کو نہ دیکھ سکا۔

انہوں نے رات کا کھانا ایک ساتھ کھایا۔ کھانے کے دوران اسے موقع نہ ملا کہ وہ اس دوا کو اس کے کھانے پینے کی کسی چیز میں ملا سکتی۔ وہ بہت محتاط رہ کر اسے ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ جلد بازی میں کام بگڑ سکتا تھا۔ رات کے کھانے میں نہ سہی' صبح کے ناشتے کے وقت موقع مل سکتا تھا۔

وہ رات کو بستر پر آئے تو بستر کے سرہانے والی میز پر پھلوں کے جوس سے بھرا ایک جگ اور دو خالی گلاس رکھے ہوئے تھے۔ وہ خوش ہوگئی۔ اسے بھی خوش کرنے لگی۔ اپنا دیوانہ بنانے اور سحر زدہ کرنے لگی۔ وہ سحر زدہ ہوکر کہتا رہا "اب ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ میری زندگی میں تمہارے جیسی جادوگر حسینہ پہلے کبھی نہیں آئی۔ اب میں سمجھ رہا ہوں کہ پارس اور پورس تمہارے آج بھی کیوں دیوانے ہیں۔ ان کے آدمی تمہارا پیچھا کررہے تھے۔ میں بھی تمام عمر تمہارے پیچھے رہوں گا۔"

جذباتی لمحات گزرتے رہے۔ پیار و محبت کا وقفہ ہوا تو جے رانگا نے کہا "میرا حلق خشک ہورہا ہے۔ جوس تم بھی پیو' میں بھی پیتا ہوں۔"

وہ جگ اٹھا کر دو گلاسوں میں جوس انڈیلنے لگی۔ وہ اٹھ کر بولا "بس ایک منٹ! میں ابھی واش روم سے آتا ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ للی ڈونا کی تو جیسے قسمت کھل گئی۔ اس نے باتھ روم میں جا کر جیسے ہی دروازے کو بند کیا اس نے شیشی نکال کر ایک گلاس میں چند قطرے ٹپکا دیے پھر دوسرا گلاس اٹھا کر اُس کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ جب وہ دروازہ کھول کر باہر آیا تو وہ اپنے گلاس سے جوس پینے لگی۔ اس نے دوسرا جوس سے بھرا ہوا گلاس اٹھالیا۔ اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی "میرے ساتھ بستر پر بیٹھو۔"

وہ بولا "بستر سونے اور ایک دوسرے کو سلانے کے لیے ہوتا ہے۔ تم اتنی حسین ہو کہ میں سامنے بیٹھ کر تمہیں دیکھتے رہنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ایک گھونٹ پیا۔ للی کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ وہ منہ بنا کر بولا "آج جوس کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔"

وہ بولی "مجھے تو بڑا مزہ آرہا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں تمہیں کڑوی لگ رہی ہوں۔"

"کیسی باتیں کررہی ہو؟ تم تو اتنی میٹھی ہو کہ تمہیں دیکھتے دیکھتے یہ گلاس خالی کردوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے گلاس کو منہ سے لگا کر ایک ہی سانس میں کئی گھونٹ حلق سے اتار لیے۔ اس نے درست کہا تھا کہ دوا کا اثر چشم زدن میں ہوتا ہے۔ اس نے ایک ہچکی لی۔ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ تمام بدن لرزنے لگا۔ للی نے مسکرا کر پوچھا "کیا ہوا جانِ من! اب تمہیں واقعی سمجھ لینا چاہیے کہ پارس اور پورس میری قدر کیوں کرتے ہیں؟ وہ میری ذہانت اور چالاکیوں کے باعث مجھے اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتے ہیں اور میں ان کے ہاتھ نہیں آرہی ہوں اور نہ وہ دونوں کبھی میرے سائے تک پہنچ پائیں گے۔"

وہ شدید کمزوری کے باعث کرسی سے نیچے ڈھلکنے لگا۔ للی نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ اسے سہارا دے کر بستر پر پہنچا دیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ بے تکی باتیں کرتے ہوئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

للی ڈونا اس جگ کے تمام جوس کو باتھ روم کے بیسن میں ڈال کر جگ اور دونوں گلاسوں کو اچھی طرح دھونے لگی تاکہ جے رانگا کے خاص ماتحتوں کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔

ان احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے میں اسے تقریباً دس منٹ لگے۔ دس منٹ بہت ہوتے ہیں۔ اتنی دیر میں بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ ایک دوسرا جے رانگا وہاں آیا۔ وہ اصل جے رانگا کی ڈمی تھا۔ اس نے بھی وہی لباس اور وہی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ جو کمزور اور پاگل سا بنا ہوا تھا' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر کر بیڈ روم سے باہر چلا گیا۔ بیڈ روم میں آنے والا بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرکے جیسے سونے لگا۔

للی نے وہ شیشی لباس کے اندر سے نکال کر اس کی دوا بھی واش بیسن میں پھینک دی۔ اس شیشی کو اچھی طرح صاف کرکے اسے ڈسٹ بِن میں ڈال دیا۔ باتھ روم اور بیڈ روم سے تمام سازشی نشانات مٹا دیے۔ جے رانگا کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر وہ کمزوری کے باعث کراہ رہا تھا۔ للی نے اس کے ایک خاص ماتحت کو بلایا اور کہا "پتا نہیں مسٹر رانگا کو اچانک کیا ہوگیا ہے؟ انہوں نے یہاں ایک دوا کھائی تھی۔ اس کے بعد یہ حالت ہوگئی ہے۔"

خاص ماتحت نے جے رانگا کا معائنہ کیا پھر دوسرے ملازمین کو بلا کر حکم دیا "گاڑی پورچ میں لاؤ۔ ماسٹر کو فوراً اسپتال لے جانا ہوگا۔"

ایک ملازم دوڑتا ہوا گیا۔ دوسرے ملازمین اس ڈمی جے رانگا کو بیڈ روم سے باہر لے گئے۔ للی ڈونا اس کمزور شکار کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھنا چاہتی تھی لیکن نیم پاگل پن کے باعث اس کے دماغ میں مختلف قسم کی سوچیں گڈمڈ ہوگئی تھیں۔ وہ اس کے دماغ سے صحیح باتیں معلوم نہیں کرسکتی تھی۔

حالانکہ وہ پاگل تھا اور نہ نیم پاگل تھا۔ اصل جے رانگا اس کے دماغ میں رہ کر مختلف خیالات کو گڈمڈ کر رہا تھا۔ بہت پہلے تنویمی عمل کے ذریعے اسے جے رانگا بنا چکا تھا۔ جب وہ نارمل ہوگا اور بلی اس کے خیالات پڑھے گی تو اسے اصل جے رانگا ہی سمجھے گی۔

جس اسپتال میں اسے پہنچایا گیا اس کا ڈاکٹر بھی جے رانگا کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے جے رانگا کی مرضی کے مطابق کہا "مریض نے کوئی غلط دوا کھالی ہے جس کا اثر دماغ پر پڑا ہے۔ یہ ٹریٹمنٹ کے بعد نارمل ہوجائے گا۔"

جے رانگا دوسری صبح کی فلائٹ سے افریقہ کے ایک شہر سن سٹی کی طرف روانہ ہوگیا۔ دنیا کے سب سے قیمتی اور نایاب موتی کے آگے بھلا بلی ڈونا کی کیا قیمت ہوسکتی تھی؟ وہ حسن کا شیدائی تھا مگر صرف ایک رات کے لیے۔ اس کے بعد اسے ڈی جے رانگا کے حوالے کرچکا تھا۔ دنیا کی حسین سے حسین عورت بھی اپنی عمر کے مرحلے طے کرکے ڈھلک جاتی ہے۔ ہیرے موتی نہ بوڑھے ہوتے ہیں اور نہ اپنی چمک اور حُسن سے محروم ہوتے ہیں۔ وہ ازل سے ابد تک سدا بہار رہتے ہیں۔

جے رانگا کے معتمدِ خاص کا نام دھرم ویر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اپنے آقا کی عدم موجودگی میں اسے کیا کرنا ہے؟ اس نے بلی ڈونا سے کہا "جب آپ یہاں آئی تھیں تو ہمارے ماسٹر نے کہا تھا کہ آپ یہاں ان کی مسٹریس بن کر رہیں گی۔ اب وہ اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ ان کے نارمل ہونے تک آپ ہماری مالکہ رہیں گی اور یہاں سب ہی آپ کے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے۔"

وہ بولی "میں تمہارے ماسٹر جے رانگا کے لیے فکر مند ہوں۔ خدا سے دعا مانگ رہی ہوں کہ وہ جلد ہی نارمل ہوجائیں۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے خیال خوانی کے ذریعے معتمدِ خاص دھرم ویر کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی۔ وہ بولا "مسٹریس! میں اپنے ماسٹر کا معتمدِ خاص ہوں۔ وہ میرے چور خیالات بہت پہلے پڑھ چکے ہیں اس لیے آنکھیں بند کرکے مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ میرے ماسٹر کے اعتماد کو بحال رہنے دیں اور میرے دماغ میں نہ آیا کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم ان کے معتمدِ خاص ہو۔ میں بھی تم پر بھروسا کروں گی۔"

وہ جیب سے ایک چابی نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "اس محل کی تمام چابیاں میرے پاس رہتی ہیں۔ یہ ایک چابی اسی چور دروازے کی ہے' جس کے پیچھے تہ خانے میں نایاب جواہرات کا ذخیرہ ہے۔ یہ صرف ماسٹر کے پاس رہتی ہے۔ ان کے نارمل ہونے تک یہ آپ کے پاس رہے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم نے خزانے کی یہ چابی دے کر ثابت کردیا ہے کہ واقعی تم بھروسے کے قابل ہو۔ میں تم پر اعتماد بھی کروں گی اور تمہاری عزت بھی کرتی رہوں گی۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر چلا گیا۔ بلی نے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر خوشی سے اچھل کر بستر پر آکر اوندھے منہ گر پڑی۔ دنیا میں نایاب ہیرے موتی کہاں کہاں ہیں؟ ان کا سراغ ٹیلی پیتھی کے ذریعے لگانے میں برسوں گزر جاتے۔ بلی کو صرف ایک رات میں ان نایاب جواہرات کا ذخیرہ مل گیا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی۔

دوسری خوش قسمتی یہ تھی کہ آئندہ روپوش اور محفوظ رہنے کے لیے اسے جے رانگا کا محل' تربیت یافتہ ماتحت' مسلح گارڈز اور ایک معتمدِ خاص دھرم ویر مل گیا تھا۔ اس نے پہلی ہی رات اسے خزانے کی چابی دے کر اُس کا اعتماد حاصل کرلیا تھا۔

دو دن بعد ڈی جے رانگا کی جسمانی قوت اور دماغی توانائی کسی حد تک بحال ہونے لگی۔ اس نے ہوش و حواس میں رہ کر بلی ڈونا سے باتیں کیں۔ بلی اس رات اُس کے ساتھ اسپتال کے کمرے میں رہی۔ جب وہ سوگیا تو اس کے دماغ میں پہنچ کر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اس عمل کے ذریعے اس نے ہر پہلو سے اس کے دماغ کو اپنے شکنجے میں لے لیا۔

اس دوران میں اُس کے دماغ سے پتا چلا کہ دوا کی زیادہ مقدار کے باعث وہ ذہانت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم ہوچکا ہے۔ بلی ڈونا نے یہ طے کرلیا کہ وہ آئندہ بھی اس کے اندر پہنچتی رہے گی اور اسے ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رکھتی رہے گی۔

جبکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ڈی ٹیلی پیتھی جانتا ہی نہیں تھا۔ جے رانگا نے جو باتیں اس کے دماغ میں نقش کی تھیں وہ بلی کا معمول بن کر وہی باتیں ظاہر کر رہا تھا۔ کھلاڑی بے شمار ہوتے ہیں لیکن ہر ایک کے کھیلنے کا انداز جدا ہوتا ہے۔ بلی ڈونا وہاں اپنی عقل اور اپنے انداز سے کھیل رہی تھی اور جے رانگا اپنے اسٹائل سے کھیل دکھا رہا تھا۔

بہرحال اتنا تو ہوا کہ بلی کو ایک محفوظ پناہ گاہ مل گئی تھی۔ اس نے اپنی دانست میں جے رانگا پر کامیاب تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ اسے تنویمی نیند سلانے کے بعد واپس محل میں جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت اُس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

کسی نے کہا "میں مسٹر پورس کا ماتحت ہوں۔ آپ کی خیریت معلوم کرنے آیا ہوں۔"

وہ بولی "پورس سے کہو' میرا پیچھا چھوڑ دے۔ میں آئندہ اس کے کسی ماتحت کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔"

اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ اسپتال سے باہر آگئی۔ اس کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈز موجود تھے۔ وہ ایک ملکہ کی شان سے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہاں سے محل کی طرف جاتے وقت اس نے پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہے؟"

"میں مسٹر پارس کا ماتحت ہوں اور آپ کو پورس سے دور کسی

محفوظ پناہ گاہ تک پہنچا سکتا ہوں۔"

"بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔ گیٹ آؤٹ۔ آئندہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی میرے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔"

اس نے سانس روک کر اسے بھی بھگا دیا۔ اب وہ ملکۂ عالیہ بن چکی تھی۔ آئندہ چہرہ بدل کر رہنے والی تھی۔ کوئی اس کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

○☆○

پورس کئی معاملات میں مصروف تھا۔ اس کی پہلی کوشش یہی تھی کہ وہ تمام دوائیں جلد سے جلد تیار کرلے۔ نیلماں کی آتما نے ثی تارا کے جسم کو چھوڑ کر اور اسے فنا کرکے مسائل پیدا کردیے تھے۔ پہلے اُس نے اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لیے تھے۔ اسے امریکی اکابرین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب اس کی آتما روپوش ہو کر اُس کے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا کررہی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ آئندہ کس حسینہ کے جسم میں سما کر پھر جسمانی طور پر دنیا میں آئے گی اور اس کے لیے مسائل پیدا کرتی رہے گی۔

پورس کا ایک اور اہم معاملہ الپا اور پارس کے سلسلے میں تھا۔ انہوں نے اسرائیلی اکابرین کو دواؤں کے فارمولے دے کر ان کا اعتماد حاصل کرلیا تھا۔ وہ خوش تھے کہ الپا ایک مسلمان سے شادی کرکے یہودی قوم کو فائدہ پہنچا رہی ہے اور پورس ان کی یہ خوش فہمی ختم کرنا چاہتا تھا۔

وہ ڈاکٹر انا پورنا کو اپنی خفیہ لیبارٹری میں مصروف چھوڑ کر کھنڈالہ سے تل ابیب آگیا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے انا پورنا کو دن رات اپنے قابو میں رکھے گا۔ کسی بھی دشمن کو اس لیبارٹری تک پہنچنے نہیں دے گا۔ اگر دواؤں کی تیاری کے سلسلے میں ذرا سی بھی گڑبڑ ہوگی تو وہ فوراً ہی فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس لیبارٹری میں انا پورنا کی حفاظت کے لیے پہنچ جائے گا۔

اس نے تل ابیب میں ایک اعلیٰ فوجی افسر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ ان فارمولوں کے مطابق کس لیبارٹری میں رازداری سے دوائیں تیار ہو رہی ہیں۔ وہ نادیدہ بن کر اُس لیبارٹری کے اندر پہنچ گیا تھا۔

پارس سمجھ رہا تھا کہ وہ نادیدہ بن کر کس طرح اس لیبارٹری میں پہنچ سکتا ہے اور وہاں کے ڈاکٹروں کو کامیاب دوائیں تیار کرنے سے باز رکھ سکتا ہے۔ اس وقت شطرنجی چالیں چلی جاتی ہیں۔ اپنے مخالف کھلاڑی کو دوسری چالوں میں الجھایا جاتا ہے۔ پارس نے پورس کو تل ابیب کی خفیہ لیبارٹری تک پہنچنے سے روکنے کے لیے اسے نیلماں کے معاملے میں الجھا دیا۔ اس نے الپا کو سمجھایا کہ کس طرح ایک ڈراما پلے کرنا ہے۔ اس نے پارس کی ہدایات کے مطابق نیلماں کے لب و لہجے میں پورس کو مخاطب کیا "ہیلو مکار! تم میرے لب و لہجے سے مجھے پہچان رہے ہو۔"

اس نے پوچھا "کون؟ نیلماں؟"

"ہاں۔ سب سے پہلے تمہیں خوش خبری سنانے آئی ہوں کہ میں نے ایک نیا جسم حاصل کرلیا ہے۔ ایسی حسین' ایسی جوان اور ایسی پُرکشش ہوگئی ہوں کہ دیکھو گے تو رال ٹپکنے لگے گی۔"

پورس نے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اس کے دماغ میں آکر باتیں کرو۔ میں تمہیں اپنے اندر نہیں رہنے دوں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا نے کہا "یہ لو۔ میں تمہارے ماتحت کے اندر آگئی ہوں۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ثی تارا کا جسم جل کر راکھ ہوچکا ہے۔ پارس کو مجھ سے نہیں ثی تارا کے جسم سے نفرت تھی۔ میرے آشرم والوں نے اسے جلا کر پارس کو مطمئن کردیا ہے۔ اب اسے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"اب تم کیا کہنے آئی ہو؟"

"یہی کہ تم بہت بڑے مکار ہو۔ مجھے معلوم ہوچکا ہے کہ میرے بیڈ روم میں تم ہی نادیدہ بن کر آیا کرتے تھے۔ تم نے میرا سکون برباد کردیا تھا۔ اب میں تمہیں سکون سے نہیں رہنے دوں گی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ پارس نے تمہیں میرے خلاف بہکایا ہے۔"

"میں نادان بچی نہیں ہوں کہ کسی کے بہکانے سے بہک جاؤں گی۔"

"اگر تم ایسا سمجھتی ہو تو پھر یہی سہی۔ میں نادیدہ بن کر تمہیں پریشان کیا کرتا تھا۔ اب تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"تم نادیدہ بن کر دن رات مجھے پریشان کرتے رہے۔ اب میں تمہیں دن رات پریشان کروں گی۔ تمہارے ہر معاملے میں رکاوٹ بنوں گی۔ تم جب بھی کامیاب ہونا چاہو گے' میں تمہیں ناکام بنا دوں گی۔"

"نیلماں! تمہیں اپنے بارے میں بہت زیادہ خوش فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ دوست بن کر رہو۔ بڑے فائدے میں رہو گی۔ دشمنی کرو گی تو نقصان اٹھاتی رہو گی۔"

"ہوسکتا ہے' یہ میری خوش فہمی ہو لیکن میں پہلے دشمنی کرکے دیکھوں گی کہ مجھے کس طرح کے نقصانات پہنچتے ہیں۔ اگر وہ نقصانات ناقابلِ برداشت ہوں گے تو میں تم سے دوستی کرلوں گی۔"

"کیا یہ بتاؤ گی کہ فی الحال میرے خلاف کیا کرنے والی ہو؟"

"اپنے مخالف کو پہلے سے کچھ بتایا نہیں جاتا۔ چونکہ تمہارا سکون برباد کرنا چاہتی ہوں اس لیے بتا رہی ہوں کہ اس وقت ایک طیارے میں سفر کر رہی ہوں اور ایک گھنٹے بعد بنکاک پہنچنے والی ہوں۔"

وہ ذرا سا چونکا پھر بولا "بنکاک جاکر میرا کیا بگاڑ لو گی؟"

"وہاں ایک زبردست تاش کا کھلاڑی ہے۔ اس کا نام شنکر داس ہے۔ ڈاکٹر انا پورنا اس کی دیوانی تھی لیکن وہ بہت لالچی اور

خود غرض ہے۔ اپنی چاہنے والی کو چھوڑ کر بنکاک چلا گیا۔ اب میں اسے دوبارہ ممبئی واپس لاؤں گی۔"

"وہ ممبئی آکر کیا کرے گا؟"

"اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس ڈاکٹر کو متوجہ کرے گا کہ وہ اس کی محبت میں کھچا ہوا ممبئی آگیا ہے۔ وہ جہاں بھی ہے' ایک منتر پڑھنا شروع کردے۔"

"کیسا منتر؟ اس منتر کے پڑھنے سے کیا ہوگا؟"

"اس منتر کا تعلق میری آتما سے ہے۔ جب وہ ڈاکٹر اس منتر کا جاپ کرے گی تو میری آتما میرے جسم سے نکل کر سیدھی اس کے پاس پہنچ جائے گی اور یہ معلوم کرلے گی کہ وہ کس ملک کے' کس علاقے میں کہاں چھپی ہوئی ہے۔"

پورس کو چپ سی لگ گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر انجان بن کر بولا "تم مجھے کسی شنکر داس اور ڈاکٹر انا پورنا کا قصہ کیوں سنا رہی ہو؟ ان کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟"

"جو قصہ سنا رہی ہوں' وہ قسطوار ہے۔ اگلی بار آؤں گی تو اس کی دوسری قسط سناؤں گی۔ اب میں جارہی ہوں۔ مجھے آواز نہ دینا۔"

الپا اس کے ماتحت کے دماغ سے چلی آئی۔ پارس سے بولی۔ "مجھے اس کے ماتحت کے دماغ میں رہ کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کس طرح نیلماں کو پکار رہا ہوگا۔"

پارس نے کہا "اسے پکارنے دو۔ بیچارے شنکر داس کی شامت آگئی ہے' وہ اسے بنکاک سے ممبئی پہنچنے نہیں دے گا۔"

الپا نے کہا "ایک گڑبڑ ہوسکتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پورس سمجھوتا کرنے کے لیے نیلماں کے دماغ میں پہنچے گا تو یہ بھید کھل جائے گا کہ ابھی وہ اس سے گفتگو نہیں کررہی تھی۔"

"تو پھر چلو نیلماں کے دماغ میں پہنچ کر دیکھتے ہیں۔ اگر پورس وہاں پہنچا ہوگا تو نیلماں ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گی۔"

ان دونوں نے نیلماں کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس کا دماغ نہیں ملا۔ انہوں نے دوسری بار شی تارا کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار بھی نیلماں کا سراغ نہیں ملا۔

تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ نیلماں کی آتما نے جس حسینہ کا جسم حاصل کیا ہے اب اسی حسینہ کے لب و لہجے کو اختیار کررہی ہوگی۔ اسی لیے وہ الپا اور پارس کو نہیں مل رہی ہے۔ پورس بھی اس سے سمجھوتا کرنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کررہا ہوگا اور ناکام ہورہا ہوگا۔

واقعی پورس نے بھی یہی کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ نیلماں نے جو نیا جسم حاصل کیا ہے' اسی جسم والی کے لب و لہجے کو اختیار کررہی ہوگی لیکن ابھی خیال خوانی کے ذریعے نیلماں کے سابقہ لب و لہجے میں بول رہی تھی۔

اگرچہ یہ ڈراما پارس پلے کررہا تھا لیکن پورس' نیلماں کی آتما شکتی سے متاثر ہوکر سوچ رہا تھا کہ وہ چڑیل پارس سے زیادہ خطرناک ہے۔ کمبخت اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے شنکر داس تک پہنچ گئی ہے۔ اب شنکر داس کو بنکاک سے ممبئی پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔

اس نے بنکاک میں اپنے دو ماتحتوں کو مخاطب کرکے کہا۔ "میری ایک مخالف چڑیل ایک گھنٹے میں بنکاک پہنچنے والی ہے۔ تم دونوں فوراً شنکر داس تک پہنچو پھر ایک لحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی ماردو۔ میں پندرہ منٹ کے اندر یہ سننا چاہتا ہوں کہ وہ مرچکا ہے اور میں اس کے مردہ دماغ میں پہنچ کر اس کی موت کا یقین کردوں گا۔"

ایک ماتحت نے کہا "باس! اس نے بنکاک پہنچ کر اتنی دولت کمائی ہے کہ اب شراب پینے لگا ہے۔ آپ اس کے اندر پہنچ کر ہمیں بتاسکتے ہیں کہ ابھی وہ ہمیں کہاں مل سکتا ہے؟"

پورس نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور شنکر داس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔ وہ مرچکا ہے۔ پورس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "وہ خیال خوانی کے ذریعے نہیں مل رہا ہے۔ اس کی موت کا یقین ہورہا ہے۔ تم لوگ اس مکان میں جاؤ' جہاں وہ رہتا تھا۔ ان کلبوں میں بھی جاؤ' جہاں وہ جوا کھیلا کرتا تھا۔"

وہ ان کے دماغوں میں رہ کر دیکھنے لگا کہ وہ شنکر داس کو تلاش کرنے کہاں کہاں جارہے ہیں۔ ایک ذرا اطمینان بھی تھا کہ وہ مرچکا ہے اور یہ شبہ بھی تھا کہ وہ زندہ ہے اور نیلماں کوئی چال چل رہی ہے۔

ماتحتوں سے پتا چلا کہ جس مکان میں وہ رہتا تھا اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سامان بکھرا پڑا تھا۔ اس نے مالک مکان کو کرایہ ادا کیا تھا۔ اس کے باوجود مالک مکان نے پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی تھی کہ اس کا کرائے دار لاپتا ہے۔

وہ جن کلبوں میں جوا کھیلنے جایا کرتا تھا' وہاں کا اسٹاف اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ پچھلی دو راتوں سے کھیلنے نہیں [illegible] ہے۔ پورس نے خیال خوانی کے ذریعے امیگریشن آفس کے متعلقہ افراد کے دماغوں میں پہنچ کر پچھلے دو تین دنوں کے ریکارڈز چیک کرائے۔ پتا چلا شنکر داس نے انڈیا واپس جانے کے لیے ویزا میں واپسی کی مہر نہیں لگوائی ہے۔ اس کا مطلب تھا وہ بنکاک سے باہر نہیں گیا ہے۔ اسی شہر میں مارا گیا ہے۔

پورس اس کی موت کا یقین نہیں کرسکتا تھا کیونکہ نیلماں اس کے ذریعے ڈاکٹر انا پورنا تک پہنچنا چاہتی تھی' جو اس کے لیے

[...]زداری سے دوائیں تیار کررہی تھی۔ اس نے ماتحتوں سے کہا۔ [...]ے تلاش کرو۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے لب و لہجے کو [...]ں دیا گیا ہے اسی لیے میں اس کے دماغ میں پہنچنے میں ناکام ہورہا [...]ہوں۔"

پورس نے اپنے ایک اور ماتحت کی ڈیوٹی ائرپورٹ پر لگائی [...]تی۔ اس سے کہا تھا "میری ایک دشمن ائر انڈیا کی فلائٹ سے [...]ک پہنچ رہی ہے۔ مجھے اس کی صورت شکل اور حلیے کے بارے [...]ں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ایک اندازہ ہے کہ وہ ایک حسین دوشیزہ [...]گی اور شاید تنہا ہوگی۔ وہ ہمیں دھوکا دینے کے لیے کسی ساتھی یا [...]ی فیملی کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے۔ اس فلائٹ سے جتنی حسین [...]ر جوان لڑکیاں آئیں گی' تم ایک گائیڈ بن کر اپنی خدمات پیش [...]رنے کے لیے انہیں مخاطب کرو گے۔ اس طرح میں ان کے [...]اغوں میں پہنچ سکوں گا۔"

اس ماتحت نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس فلائٹ سے [...]نے والے مسافروں میں مردوں کے علاوہ جوان اور بوڑھی [...]رتیں بھی تھیں۔ ماتحت نے بوڑھیوں کو نظرانداز کیا اور ایک [...]ائیڈ کی حیثیت سے جوان لڑکیوں کو اپنی خدمات پیش کرنے کے [...]لیے انہیں مخاطب کرتا رہا۔ صرف چھ جوان اور حسین لڑکیاں [...]یں۔ انہوں نے خدمات حاصل کرنے سے انکار کیا۔ پورس ان [...]کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھتا گیا۔ وہ سب عام لڑکیاں [...]یں۔ اگر نیلماں ہوتی تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی [...]سانس روک لیتی۔

تب پورس نے یہ سوچا۔ اسے صرف جوان اور حسین لڑکیوں [...]و چیک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ نیلماں کسی بوڑھی کے بھیس میں بھی [...]سکتی ہے۔ اس نے ماتحت سے پوچھا "کیا اس فلائٹ سے کوئی تنہا [...]وڑھی عورت آئی تھی؟"

"لیس باس! ایک بوڑھی ایک چھوٹی سی اٹیچی اٹھائے میرے [...]سامنے سے گزر کر گئی ہے۔"

"جاؤ۔ دوڑو اور دیکھو' وہ عمارت کے باہر یا پارکنگ ایریا میں [...]ہوسکتی ہے۔"

وہ دوڑتا ہوا عمارت کے باہر گیا۔ دور تک نظریں دوڑائیں۔ [...]ارکنگ ایریا میں اور ٹیکسی اسٹینڈ پر بھی گیا لیکن وہ جاچکی تھی۔

اسے کہتے ہیں شطرنجی چال۔ مخالف نقصان پہنچانے والی چال [...]چل رہا ہو تو اپنے بچاؤ کے لیے اسے دوسری چال میں الجھا دیا جاتا [...]ہے۔ فی الحال نہ کوئی نیلماں تھی اور نہ وہ بنکاک گئی تھی۔ ابھی وہ [...]تنہا آتما کے ساتھ کہاں تھی؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

بابا صاحب کے ادارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے [...]ارس کو صرف ڈاکٹر انا پورنا کے بارے میں بتایا تھا۔ بعد میں اس [...]نے یہ معلومات بھی فراہم کیں کہ شنکر داس نامی باڈی بلڈر اور [...]داری بنکاک میں ہے۔ اس نے محض سطحی معلومات فراہم کی تھیں۔ انہی معلومات کے ذریعے الپا اور پارس نے پورس کو شنکر داس کے سلسلے میں بنکاک تک دوڑا دیا تھا تاکہ وہ اسرائیل کی لیبارٹری میں تیار ہونے والی دواؤں تک نہ پہنچ پائے۔

پورس اب ایسا نادان بھی نہیں تھا۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد سوچنے لگا "یہ کیا ہورہا ہے؟ کیا نیلماں دوبارہ رابطہ کرے گی؟ وہ صرف میرے پیچھے کیوں پڑی ہے؟"

وہ موجودہ حالات پر غور کرنے لگا۔ عقل نے سمجھایا "فی الحال نیلماں کا سب سے بڑا دشمن فرہاد علی تیمور ہے کیونکہ اُسی نے اس کے پوتے کو قتل کرایا تھا۔ پہلے وہ قتل کا بدلہ لے گی' یا خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑجائے گی؟"

پھر اس نے دوسرے پہلو سے سوچا "جس طرح میں نہیں چاہتا کہ الپا اور پارس کے پیش کردہ فارمولوں کے مطابق اسرائیل میں کامیابی سے دوائیں تیار ہوں اسی طرح پارس بھی میری خفیہ لیبارٹری تک پہنچنے کی کوشش کررہا ہوگا۔ نیلماں کے پیچھے بھاگتے ہوئے میں پارس کو نظرانداز کرکے بہت بڑی غلطی کررہا ہوں۔ وہ مکار میری توقع کے خلاف چالیں چل کر مجھے الجھائے گا اور شاید وہ ایسا کررہا ہو۔"

پھر اس نے سوچا "جب میں تل ابیب آکر اس خفیہ لیبارٹری کا سراغ لگا چکا ہوں تو مجھے ان فارمولوں سے بنی ہوئی دواؤں کو ناکام بناکر ہی یہاں سے جانا چاہیے۔ رہی نیلماں کی بات تو میں ڈاکٹر انا پورنا کے دماغ میں زیادہ سے زیادہ رہوں گا۔ اگر وہ کسی منتر کا جاپ کرے گی تو میں اسے ایسا کرنے سے باز رکھوں گا۔"

وہ بڑی ذہانت سے سوچتا رہا۔ جب سے پارس سے مقابلہ شروع ہوا تھا' تب سے اس نے کئی عورتوں اور مردوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا اور ان سے ضرورت کے وقت کام لیا کرتا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ پارس نے الپا سے نیلماں کا رول ادا کرایا تھا اور اسے دوسری طرف الجھائے رکھنے کے لیے نیلماں کو اس کے لیے دردِ سر بنا رہا تھا۔

اس نے سوچا' جس طرح وہ نیلماں سے بے خبر ہے اسی طرح پارس بھی یہ نہیں جانتا ہوگا کہ نیلماں آج کل کہاں ہے اور کب وہ خود کو ظاہر کرنے والی ہے۔ پارس یہ بھی نہیں جانتا ہوگا کہ نیلماں پورس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ لہٰذا فرضی نیلماں کے ذریعے پارس کو الجھایا جاسکتا ہے۔

اس نے امریکی ٹیلی پیتھی کے شعبے سے تیس ٹیلی پیتھی جاننے والے حاصل کیے تھے۔ جن میں سے انتیس کو نیلماں نے چھین لیا تھا۔ اس کے باوجود پورس کے پاس چار ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک عورت بھی تھی۔ اس کا نام مارتھا کرونا تھا۔ پورس نے مارتھا کرونا کے دماغ میں پہنچ کر اسے سمجھایا کہ کس طرح اسے نیلماں کے لب و لہجے میں اس کا رول ادا کرنا ہے۔

وہ اس کی ہدایات کے مطابق پارس کے دماغ میں پہنچ کر بولی۔

"کیا میری آواز اور لب و لہجے سے مجھے پہچان رہے ہو؟"

پارس نے کہا "ہاں۔ تم نیلماں ہو۔ میں تمہیں نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

"تم مبارک باد نہیں دو گے تب بھی زندہ رہوں گی اور اپنے پوتے کے عوض تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتارتی رہوں گی۔"

"اچھا۔ پورس نادیدہ بن کر تمہارا سکون برباد کیا کرتا تھا۔ میں نے اس سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر بتائی۔ تم نے میرے مشورے پر عمل کر کے نئی زندگی حاصل کی۔ پورس سے نجات حاصل کی اور اب تم میرے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اتارنے کی دھمکی دے رہی ہو۔"

"تم نے مجھ پر احسان کیا۔ میں تمہارے لیے سوچوں گی کہ تمہیں اپنے خاندان والوں کا ماتم کرنے کے لیے زندہ چھوڑ دوں۔"

"مجھے زندہ چھوڑنے والا احسان ہی تمہیں مہنگا پڑے گا۔ کیا نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد سیدھی میرے پاس آئی ہو؟"

"میں پہلے تمہارے ہی پاس آئی ہوں یا نہیں' اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"تمہاری حماقت کا پتا چلتا ہے۔ میرے پاپا نے تمہارے پوتے کو قتل کرایا۔ تمہیں دھمکیاں دینے یا انتقام لینے کے لیے ان کے پاس پہلے جانا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے' مجھ سے کچھ زیادہ ہی لگاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ تم تو نئی زندگی حاصل کر کے اپنوں کے پاس بھی نہیں گئی ہو گی؟"

"اس دنیا میں میرا کوئی اپنا نہیں رہا۔"

"تم بھول رہی ہو۔ تمہارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اپنے ہیں' وہ تمہارے برے وقت میں کام آئیں گے۔"

"جب مجھے ضرورت ہو گی تو میں انہیں بلاؤں گی اور ان سے کام لوں گی۔"

"تعجب ہے۔ تم نے اب تک اپنے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں بلایا۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ ابھی کسی ایک کو بھی بلا لو۔ تنہا رہو گی تو ابھی اچانک ایسی چال چلوں گا کہ تمہاری کھوپڑی گھوم جائے گی۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "تم نے آج تک بڑی مکاریاں دکھائی ہیں۔ آج دیکھوں گی کہ میرے تنہا رہنے سے تم کیا کمال دکھاؤ گے؟"

"شاباش' تم نے اعتراف کر لیا کہ میرے دماغ میں تنہا ہو پھر یہ میرے چور خیالات کیا تمہارا باپ پڑھ رہا ہے؟"

پورس ایک دم سے چونک گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مارتھا کرونا کی موجودگی میں پارس کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو بھی محسوس کر سکتا ہے۔ یہ پورس کے لیے ایک نیا تجربہ تھا۔

پارس نے کہا "ماں تم نیلماں نہیں ہو۔ جاؤ اپنے یار کے ساتھ گھر جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ مارتھا کرونا کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ اس نے پورس سے پوچھا "اب کیا کروں؟"

"آرام کرو۔"

وہ مارتھا کرونا کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا "میں پارس سے ٹکرا رہا ہوں یا لوہے کے چنے چبا رہا ہوں۔ وہ پکا بدمعاش ہے۔ اس نے بڑی ہیرا پھیری سے معلوم کر لیا ہے کہ اس کے اندر نیلماں نہیں بول رہی تھی۔ وہ بھی سمجھ گیا ہو گا کہ میں اپنی کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے بھٹکانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

بھٹکانے والی بات پر وہ کچھ سنجیدہ ہو کر سوچنے لگا "میں پارس کو بھٹکانا چاہتا ہوں۔ کیا وہ بھی مجھے بھٹکانے کی کوششیں نہیں کر رہا ہو گا۔ بعض اوقات میں جیسی چالیں چلتا ہوں' ٹھیک اسی طرح پارس بھی ویسی چالیں چلنے لگتا ہے۔"

وہ اس بات پر غور کرنے لگا اور سوچنے لگا "میں نے ابھی مارتھا کرونا کو نیلماں کا رول ادا کرنے کے لیے استعمال کیا تھا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس نے بھی الپا کو نیلماں بنا کر میرے پاس بھیجا ہو؟"

یہ بات اس کے دل کو لگ گئی۔ ایسا ممکن تھا۔ نیلماں کے بارے میں یہ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ اس کی آتما کہاں بھٹک رہی ہے؟ اس نے کسی دوسری حسینہ کا جسم حاصل کیا ہے یا نہیں؟ اور کیا ہو گا تو کہیں گوشۂ گمنامی میں اپنی کمزور ہونے والی آتما شکتی میں پھر سے توانائی کے لیے تپسیا اور پوجا پاٹ میں مصروف ہو گی۔ سابقہ توانائی بحال کرنے میں کچھ عرصہ لگے گا۔ وہ ابھی سے ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے نہیں آئے گی۔

یوں تجزیہ کرنے سے بات سمجھ میں آنے لگی کہ پارس بھی اسی کی طرح ایک فرضی نیلماں کے ذریعے الجھا رہا ہے۔ وہ بڑے وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اس نے کسی ذریعے سے معلوم کیا ہو گا کہ ممبئی میں کوئی ڈاکٹر انا پورنا تھی' جو شنکر داس نامی پہلوان کی دیوانی تھی۔ اب وہ ممبئی میں نہیں ہے۔ کہیں گم ہو گئی ہے۔

اگر ایسا ہے تو شنکر داس بنکاک میں مارا نہیں گیا ہے۔ پارس نے اسے ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنایا ہو گا اور اس کے ذریعے انا پورنا تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہو گا کہ پورس انا پورنا کے ذریعے نئی دوائیں تیار کر رہا ہے۔

اس کے باوجود پورس کو اس حد تک اطمینان تھا کہ شنکر داس کبھی انا پورنا کو تلاش نہیں کر سکے گا اور نہ پارس اپنے اس تابعدار کے ذریعے اس کی خفیہ لیبارٹری تک پہنچ پائے گا۔

اس کی نگاہوں کے سامنے خیالی شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ اس بساط پر تمام مخالف مہرے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں ایسے مہرے بھی تھے' جنہیں وہ پارس کے خلاف استعمال کر سکتا تھا۔ بلی ڈونا کہیں گم ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے جس ماتحت کو بلی کے پیچھے لگایا تھا اسے جے رانگا نے مار ڈالا تھا اور پورس ابھی جے رانگا سے بے خبر تھا۔ نیلماں کے بارے میں پتا نہیں تھا کہ وہ خود کو کب ظاہر کرے گی؟

اور اس نیلماں نے گم ہونے سے پہلے اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس سے چھین کر اسے امریکی اکابرین کے سامنے کمتر بنا دیا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ نتاشا اور دوسرے روسی اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی طرح اپنے زیرِ اثر لے آئے لیکن وہ سب اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے خوف سے روپوش ہو گئے تھے۔ اس کی بساط پر ابھی ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں تھے' جنہوں نے جے رانگا کی طرح خود کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ اتفاقات سے یا حالات کی مجبوریوں سے آئندہ کبھی ظاہر ہونے والے تھے۔

وہ تل ابیب پہنچنے کے بعد دو دن تک بہت مصروف رہا پھر اس نے امریکی اکابرین کو مخاطب کیا۔ ان سے کہا' وہ یکجا ہوں گے تو ان سے وہ کچھ اہم باتیں کرے گا۔ اگر آئندہ وہ نقصانات سے بچنا چاہتے ہیں تو اس سے ضرور گفتگو کریں۔

پورس نے ایک بار نیلماں سے مات کھائی تھی۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے اس لیے امریکی اکابرین کے لیے پورس غیر اہم نہیں تھا۔ وہ اس کی ذہانت کو خوب سمجھ گئے تھے کہ وہ کسی وقت بھی نئی چالیں چل سکتا ہے۔ کم از کم اینٹی ٹیلی پیتھی دوائیں تو ضرور تیار کرے گا۔

امریکی اکابرین نے ایک کانفرنس ہال میں ایک جونیئر افسر کے ذریعے پورس کی آواز سنی۔ اس نے کہا "آپ حضرات نے پچھلی بار نیلماں کو اسی کانفرنس ہال میں دیکھا تھا۔ اس نے آپ کے سامنے دم توڑ دیا تھا پھر آپ کے نمائندوں نے آشرم کے ایک حصے میں دیکھا کہ وہ چتا میں جل کر راکھ ہو گئی تھی۔ آپ نے اسے مجھ پر ترجیح دی تھی۔ کیا اب وہ آپ کے کام آنے کے لیے اس دنیا میں واپس آئے گی؟"

ایک حاکم نے کہا "مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "لیکن آشرم میں کہا جا رہا ہے کہ جس طرح اس نے آتما شکتی کے ذریعے بوڑھے جسم کو چھوڑ کر شی تارا کا جوان جسم حاصل کیا تھا' اسی طرح وہ پھر کسی جوان حسینہ کے جسم میں داخل ہو کر نئی زندگی حاصل کر کے اس دنیا میں آئے گی۔"

پورس نے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ آتما بار بار جسم تبدیل کر سکے۔ مجھے یقین نہیں ہے۔ آپ حضرات کو یقین ہے تو اس کا انتظار کرتے رہیں لیکن آپ کے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں' جنہیں وہ مجھ سے چھین کر فخر حاصل کر رہی تھی اور آپ حضرات مجھے کمتر سمجھ کر اسے سر پر چڑھا رہے تھے۔"

"مسٹر پورس! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی آپ کو کمتر نہیں سمجھا۔ اگر سمجھتے تو آپ کی ایک کال پر اس ہال میں جمع نہ ہوتے۔"

"ہمیں ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی زیادہ فکر نہیں ہے۔ فکر یہ ہے کہ ان دواؤں کے تمام فارمولے اسرائیلی ڈاکٹروں کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ وہ یہودی جلد ہی دوائیں تیار کرنے کے بعد ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اس علم سے محروم کر دیں گے۔"

"ہاں۔ اگر وہ آپ کی نیلماں ہوتی تو شاید اپنی آتما شکتی کے ذریعے ان یہودی ڈاکٹروں کو دوائیں تیار کرنے سے باز رکھتی۔ اب تو ایک میں ہی رہ گیا ہوں۔ میرے سوا کوئی ان کی خفیہ لیبارٹری میں نہیں پہنچ سکتا۔"

"یہ ہم اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ آپ ہی انہیں دوائیں بنانے سے باز رکھ سکتے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں آپ سے رابطہ کرنے والے تھے۔"

"یعنی آپ اس سلسلے میں میری خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"پچھلے دنوں ہم نے نیلماں کو کچھ زیادہ اہمیت دی اور خاصا نقصان اٹھایا۔ اس کے پوتے سوامی تلک رام بھاٹیا کے ساتھ ہمارے تین اہم سیکرٹ ایجنٹوں کی لاشیں ایران سے بھیجی گئیں۔ تجربات بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ ہم سمجھتے تھے' آتما شکتی ایسا پہاڑ ہے جس کے نیچے ہم دب مریں گے لیکن وہ آتما شکتی کے ذریعے اپنے لاڈلے اکلوتے پوتے کو بھی نہ بچا سکی۔ اب تو ہم نے کان پکڑ لیے ہیں' اگر وہ دوبارہ دنیا میں آئے گی تو ہم اسے ضرور خوش آمدید کہیں گے لیکن اسے سپر اور ناقابلِ تسخیر دیوی نہیں سمجھیں گے۔ ہم پہلے بھی تمہارے مداح تھے' آئندہ بھی رہیں گے۔ اس بار تم ہمارے کام آؤ۔ اس کے عوض تم جو چاہو گے' وہ ہم دیں گے۔ تمہاری تمام شرائط تسلیم کریں گے۔"

"اس سے کچھ مانگا جاتا ہے' جس کے پاس کچھ ہوتا ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے' جو تم مجھے دے سکو گے؟"

"ہم سپر پاور کہلاتے ہیں۔ ہمارے پاس لین دین کے لیے بہت کچھ ہے۔ ہو سکتا ہے' آج ہم تمہارے کسی کام نہ آ سکیں لیکن کل تمہیں ہمارے تعاون کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"بھگوان سب کا محتاج بنائے' امریکا کا محتاج نہ بنائے۔ میں ایک بار تم لوگوں کی طوطا چشمی دیکھ چکا ہوں اس لیے بھروسا نہیں کروں گا کہ آئندہ تم لوگ مجھ سے کسی طرح کا تعاون کرو گے۔ لہٰذا کل کی نہیں صرف آج کی بات کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم آج ہی تمہارے کام آئیں گے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے دس ٹیلی پیتھی جاننے والے دے دو۔ وہ سب میرے زیرِ اثر رہیں گے۔"

"ہم تمہارا مطالبہ پورا کریں گے لیکن اس کی کیا ضمانت ہے

کہ تم یہودی ڈاکٹروں کو ان دواؤں کی تیاری سے باز رکھ سکو گے؟"

"وہ دوائیں تیار کرنے کے آخری مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دوائیں ضرور تیار کریں۔ تم اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیش کرو اور ان سے کہو وہ اس کی خیال خوانی کی صلاحیت ختم کردیں پھر تماشا دیکھو گے کہ وہ دوائیں ناکام رہیں گی اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ الپا اور پارس نے انہیں غلط فارمولے دیے ہیں؟"

"اگر وہ غلط فارمولے دیتے تو میرا کیا کمال ہوتا؟ ان دونوں نے پوری یہودی قوم پر بھرپور اعتماد قائم کرنے کے لیے صحیح فارمولے دیے ہیں۔ میں نے ان میں ایسی تبدیلی کردی ہے کہ تمام دوائیں ناکام رہیں گی۔ نہ وہ کسی کی ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرسکیں گے نہ غیر معمولی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنا سکیں گے۔"

"یہ تو ہمارے لیے بڑی خوش خبری ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم اپنے مقاصد میں کامیاب رہو۔ اس میں ہماری بھی کامیابی ہے لیکن تم سے کوئی غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ تم پارس کے مقابلے پر ہو۔"

"آج شام کو آزمالینا۔ پارس بھی یہ کبھی نہیں بھولے گا کہ پورس کے مقابلے میں ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ آج شام کے بعد الپا اور پارس کے قدم اسرائیل سے اکھڑ جائیں گے۔ اب میرا مطالبہ تمہیں پورا کرنا چاہیے۔"

"ابھی ہم نہیں جانتے کہ تم کس حد تک کامیابی کا مظاہرہ کرو گے۔ ناکامی کا بھی امکان ہے۔ لہٰذا ابھی ہم پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے حوالے کررہے ہیں۔ باقی پانچ کامیابی کے بعد تمہارے حوالے کریں گے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "اور اس شرط پر پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں دیے جائیں گے کہ یہودی ڈاکٹروں کی دوائیں پہلے تمہارے ان ہی پانچ خیال خوانی کرنے والوں پر آزمائی جائیں گی۔ تاکہ تمہاری ناکامی تمہارے ہی حصے میں آئے اور کامیابی ہوگی تو وہ تمہاری خوش بختی ہوگی۔ تمہیں مزید پانچ خیال خوانی کرنے والے مل جائیں گے۔"

ایک نے پوچھا "تمہارا اور کوئی مطالبہ ہے؟"

وہ بولا "دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہارے وسیع ذرائع ہیں۔ کئی سراغ رسانوں اور سیکرٹ ایجنٹوں کی تنظیموں کے علاوہ انٹرپول کے افراد ہر ملک میں' ہر مشکوک علاقے میں پہنچ جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں' یہ تمام ایجنسیاں الپا اور پارس کو کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں۔"

"تم صرف الپا اور پارس کو ڈھونڈ نکالنا چاہتے ہو۔ ہماری تمام سیکرٹ ایجنسیاں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کررہی ہیں۔ تمہارے مطالبے کے پیش نظر الپا اور پارس کو ہماری تمام ایجنسیاں خاص طور پر تلاش کریں گی۔"

"ہم ان کی ناکامیاں دیکھنے کے لیے بے چین ہیں۔ کیا انہیں چیلنج کیا جائے؟"

"پہلے مجھے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے دے دو پھر انہیں چیلنج کرو۔"

ایک فوجی افسر نے پورس کو پانچ نام اور پتے دیے پھر ان سے بھی فون کے ذریعے کہا "پورس تمہارے دماغوں میں آرہا ہے۔ اسے آنے دو۔ آج سے تم سب اس کے ماتحت رہ کر کام کرو گے اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

پورس ان کے پاس باری باری جانے لگا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے فون کے ذریعے اسرائیل کے اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا پھر کہا "کچھ پڑھے ہوئے سبق تم یہودی باربار بھول جاتے ہو اس لیے یاد دلانے آیا ہوں۔ بہتر ہے میرے فون کی یہ باتیں ریکارڈ کرلو تاکہ دوسرے اکابرین کو سنا سکو۔"

اسرائیلی حاکم نے کہا "اتفاق سے تمام اکابرین یہاں موجود ہیں۔ ہماری ایک کانفرنس جاری ہے۔ بہتر ہوگا کہ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے ہمارے اس اجلاس میں بولو۔"

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک یہودی جونیئر افسر کے دماغ میں آکر کہا "برسوں پہلے تم کچھ نہیں تھے۔ دربدر مارے مارے پھرتے تھے۔ ہم نے تمہیں مسلمانوں کے سینے پر مملکتِ اسرائیل قائم کرنے کا موقع دیا اور ایسی امداد دیتے رہے کہ تم رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک کے لیے خطرہ بن گئے۔ آج اتنی بڑی طاقت ہو کہ کوئی اسلامی ملک تنہا تم سے جنگ کرنے کی جرات نہیں کرتا ہے۔"

ایک اسرائیلی فوجی افسر نے کہا "تمہارے بڑے احسانات ہیں۔ انہیں ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔ ہم عالمی سیاست میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دیتے ہیں۔ اصل بات بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ہمیں شکایت ہے کہ جیسی طاقت ہم تمہیں سپلائی کرتے ہیں ویسی تم ہمیں نہیں کرتے۔ تمہارے پاس بڑے اہم فارمولے ہیں' وہی فارمولے جو الپا اور پارس نے دیے ہیں۔ یہ بہت بڑی طاقت ہیں' تم اس طاقت میں ہمیں حصے دار بناسکتے تھے لیکن اس کے برعکس ہم سے دوستی کے لیے نہیں' دشمنی کے لیے تیار ہوچکے ہو۔"

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہم تم سے دشمنی کریں گے؟"

"تمہارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے اور اس کے ذریعے ہم سب سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کو مٹانے والی دوا سب سے زیادہ ہمارے ہی خلاف استعمال کی جائے گی۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں بھی وہ ٹرانسفارمر مشین ہے۔ وہاں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم ان کے خلاف بھی یہ دوا استعمال کریں گے۔"

"ان کے خلاف کچھ نہیں کرو گے کیونکہ وہ فارمولے پارس نے دیے ہیں۔"

ایک یہودی افسر نے کہا "کیا تم نہیں جانتے کہ سانپ دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے خلاف آئے گا تو اپنی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوکر جائے گا۔"

ایک امریکی حاکم نے پوچھا "کیا پارس اتنا احمق ہے کہ وہ سانپوں کو دودھ پلائے گا؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اس نے تمہیں دودھ پلایا ہے لیکن دودھ میں پانی ملایا ہے۔ یقین نہ ہو تو ہم اپنے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے سامنے پیش کریں گے۔ تم وہ دوائیں پہلے ان پر اسپرے کرو۔ اس وقت تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی' جب تمہاری وہ دوا بے اثر ہوجائے گی اور ہمارے وہ پانچوں بندے خیال خوانی کرتے رہیں گے۔"

"ہاں تمہارے پانچ بندے ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجائیں گے تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ تم پانچ کی جگہ پانچ سو ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلو گے۔ ہمیں یہ چیلنج منظور ہے۔ ہم آج شام اپنی دوا کی کامیابی کا مظاہرہ کریں گے۔"

"اپنے ایک آدمی کو اس دوا کے ساتھ امریکا کے ایک ساحلی جزیرے میں بھیج دو۔ ہمارے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود ہوں گے۔ ہم سب اپنے اپنے ملک اور شہر میں رہ کر سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی پر یہ منظر دیکھیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جب کہو گے' ہمارا ایک بندہ آدھے گھنٹے میں اس جزیرے تک پہنچ جائے گا۔"

"وہ اسرائیل سے ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرکے آدھے گھنٹے میں کیسے پہنچے گا؟"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول بھی تیار کرچکے ہیں۔ بولو کب مظاہرہ چاہتے ہو؟"

"آج شام پانچ بجے۔"

"ٹھیک ہے پانچ بجے ہمارا ایک بندہ اس جزیرے میں پہنچ جائے گا۔"

ان یہودیوں سے رابطہ ختم ہوگیا۔ ایک افسر نے پورس سے کہا "ان کا ایک آدمی فلائنگ کیپسول کے ذریعے آئے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ فلائنگ کیپسول بنانے میں کامیاب ہوچکے ہیں۔"

پورس نے کہا "مجھے یقین نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے' پارس نے اپنی طرف سے انہیں کیپسول دیے ہوں۔ اصل حقیقت چند گھنٹوں کے بعد شام کو سب کے سامنے آجائے گی۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ ان پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بناؤں گا پھر آؤں گا۔"

اسرائیلی انٹیلی جنس کے ذہین ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے الپا سے رابطہ کرنا چاہا۔ وہ اسے چھوٹی بہن کی طرح چاہتا تھا اور ہمیشہ اس کی حمایت میں بولتا تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ پارس کے ساتھ کس ملک کے کس شہر میں ہے۔

وہ سوچ رہا تھا' امریکی حکام اپنے ایک دو نہیں بلکہ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قربانی کے بکرے بنا رہے ہیں۔ گویا انہیں یقین ہے کہ یہودی ڈاکٹر دوائیں بنانے میں ناکام رہیں گے۔ اس نے اپنے یہودی فوجی افسران سے کہا کہ جو دوائیں تیار کی گئی ہیں انہیں پہلے اپنے ہی ملک میں آزمالیا جائے۔

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "میں خود ایک گولی نگل کر نادیدہ ہو کر آزما چکا ہوں۔ فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز بھی کرچکا ہوں۔ ہمارے ڈاکٹر کامیاب رہے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "کیا اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کو آزمایا گیا ہے؟"

"اسے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آزمایا جاسکتا ہے۔ ہم یہ دوا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر نہیں آزما سکتے کیونکہ ہمارے پاس چند خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ آج شام کو حقیقت سب کے سامنے آجائے گی۔ ویسے الپا اور پارس کہاں ہیں؟ انہیں اس وقت موجود رہنا چاہیے۔"

"ان سے رابطہ نہیں ہوسکتا۔ پتا نہیں وہ کہاں رہتے ہیں۔ ویسے وہ باخبر ہوں گے۔ شام کو ضرور آئیں گے۔"

امریکا کے ایک ساحلی جزیرے میں بہت پہلے سے سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی نشریات کے انتظامات تھے پھر اس مظاہرے کے لیے وہاں بڑے بڑے ٹی وی کیمرے اور ضرورت کا دوسرا سامان پہنچا دیا گیا تھا۔

پورس کو پورا یقین تھا کہ یہودی ڈاکٹر ناکام رہیں گے کیونکہ وہ پچھلے دنوں نادیدہ بن کر ان فارمولوں میں تبدیلیاں کرچکا تھا۔

الپا اور پارس نے اسے دوسرے معاملات میں الجھایا تھا تاکہ اسے ایسا کرنے کا موقع نہ ملے لیکن وہ یہ اہم کام کرتا رہا تھا۔ پارس اس کی ضد اور قوتِ ارادی کو خوب سمجھتا تھا اس لیے اس نے اور الپا نے اسرائیل میں دوسری خفیہ لیبارٹری قائم کی تھی۔ بڑی رازداری سے دو ڈاکٹروں کو وہاں مصروف رکھا تھا اور انہوں نے کامیابی سے وہ دوائیں تیار کی تھیں۔ یہ راز الپا' پارس اور ان دو ڈاکٹروں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔

یعنی پارس نے پورس کو دوائیں ناکام بنانے کے سلسلے میں کامیاب ہونے دیا تھا اور کامیاب دوائیں بھی تیار کروالی تھیں۔ شام کو مقررہ وقت پر امریکا کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس جزیرے کے ایک کھلے میدان میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک ہیلی کاپٹر میں اسرائیل کے چند فوجی افسران آئے پھر ایک کار میں

ایک شخص آیا۔ اس نے کہا "میں ہوں وہ شخص جو نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اسرائیل سے یہاں آیا ہے۔"

ایک امریکی افسر نے کہا "تم فلائنگ کیپسول کے ذریعے نہیں' اس کار میں آئے ہو۔ یہ منظر ٹی وی پر سب ہی دیکھ رہے ہیں۔"

اس شخص نے کہا "دیکھنے والے ابھی بہت کچھ دیکھ چکے ہیں۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ اپنے اور ہمارے فوجی افسران کے دماغوں میں جاکر اپنی آواز سنائیں پھر میں دوا اسپرے کروں گا۔ اس کے بعد یہ پانچوں خیال خوانی کے قابل نہیں رہیں گے۔"

ان پانچوں نے یہی کیا۔ امریکی اور اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں باری باری گئے پھر اس شخص سے کہا کہ وہ اپنی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرسکتا ہے۔

اس نے جیب سے ایک پلاسٹک کین نکالا پھر ان پانچوں کی طرف دوا اسپرے کرکے اس کین کو جیب میں رکھ لیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر پورس نے اپنے ایک ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا کہ وہ ایک امریکی کرنل کے دماغ میں جائے۔ دوسرے کو حکم دیا کہ وہ اسرائیلی کرنل کے اندر پہنچ کر باتیں کرے۔ اسی طرح اس نے پانچوں ماتحتوں کو مختلف افسران کے اندر جانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر پہلے جب وہ پانچوں امریکی اور اسرائیلی افسران کو اپنی آوازیں سنا رہے تھے تو بابا صاحب کے ادارے کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پانچوں کی آوازوں اور لہجوں کو اپنی گرفت میں لے رہے تھے۔

پھر جب پورس کے پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر دوائیں اسپرے کردی گئیں اور پورس انہیں مختلف افسران کے دماغوں میں جانے کا حکم دینے لگا تو بابا صاحب کے ادارے کے وہ پانچوں خیال خوانی کرنے والے ان سب کے دماغوں میں جاکر ان سے گفتگو کرنے لگے۔ ان کا لب ولہجہ وہی تھا' جو پورس کے ماتحتوں کا تھا۔ پورس ہر افسر کے دماغ میں جاکر سن رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا کہ اسپرے کی جانے والی دوا ناکام ہوگئی ہے اور اس کے پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والے کامیابی سے خیال خوانی کررہے ہیں۔

امریکی اکابرین نے خوش ہوکر کہا "ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ پارس نے تمہیں غلط فارمولے دے کر بے وقوف بنایا ہے اور الپا نے اس کا ساتھ دیا ہے۔"

ایک اسرائیلی افسر نے غصے سے پوچھا "الپا اور پارس کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں۔ ہمیں اس طرح ذلیل کیوں کیا جارہا ہے؟"

الپا نے اس افسر سے کہا "ہمارے فارمولے صحیح تھے۔ دوائیں بھی درست ہیں۔ وہ پانچوں امریکی ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئے ہیں۔ پورس مکاری دکھا رہا ہے۔ اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے انہی کے لب ولہجے میں آکر مجھے اور پارس کو جھوٹا اور مکار ثابت کررہے ہیں۔"

پارس نے کہا "آپ ہماری سچائی کو آزما سکتے ہیں۔ ان پانچوں سے کہیں کہ وہ اب اپنے فوجی افسروں کے دماغ میں جائیں۔ ابھی آپ کو حقیقت معلوم ہوجائے گی۔"

اس افسر نے امریکی اکابرین سے کہا "ہماری دوا کی آزمائش ادھوری رہ گئی ہے۔ بہت زیادہ خوش ہونے سے پہلے اپنے پانچوں آدمیوں سے کہو کہ وہ پہلے پورس کے دماغ میں جاکر صرف ہیلو کرکے آجائیں۔"

پورس نے ان پانچوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے دماغ میں آئیں۔ وہ کہنے لگے "سر! آپ اتنی دیر سے دوسروں کے ساتھ مصروف ہیں۔ ہمیں بتانے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ ہم خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔ کئی بار کوششیں کرچکے ہیں لیکن کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ رہے ہیں۔"

"کیا؟" پورس نے حیرانی سے پوچھا "میں تو دوسرے افسران کے دماغوں میں جاکر تم میں سے ہر ایک کی آواز سن رہا تھا۔"

"سر! ہم نہیں بول رہے تھے۔ ہوسکتا ہے' دوسرے خیال خوانی کرنے والے ہماری آواز اور لہجے میں بول رہے ہوں۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچنے لگا "یقیناً پارس یہ چکر چلا رہا ہے۔ میں ان کی دواؤں کو ناکام بنانے میں کامیاب رہا ہوں لیکن وہ میری کامیابی کو بڑی چالاکی سے اسرائیلی افسران کے سامنے ناکام بنا رہا ہے۔ یہ آخر ایسی چال کیوں چل رہا ہے؟"

ایک امریکی افسر نے پوچھا "یہ اسرائیلی افسر آزمائش کو ادھورا کیوں کہہ رہے ہیں؟"

بابا صاحب کے ادارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "سر! وہ اسرائیلی افسر درست کہہ رہا ہے۔ آپ میرا لب ولہجہ سن رہے ہیں' میں ان پانچوں میں سے نہیں ہوں۔ پارس فراڈ کررہا ہے۔ اسرائیلی اکابرین کو اُلّو بنا رہا ہے۔ میرے دوسرے ساتھیوں کے ذریعے ان یہودیوں کے اندر جاکر ثابت کررہا ہے کہ وہ دوائیں کامیاب رہی ہیں۔"

اس افسر نے اسرائیلی افسران سے کہا "تمہاری یہ دوا کامیاب رہی ہے۔ ہم مسٹر پورس سے پوچھ رہے ہیں' کیا واقعی ہمارے یہ پانچ آدمی خیال خوانی کرسکتے ہیں؟"

پورس نے کہا "میں سچ کہتا ہوں۔ یہودی ڈاکٹر کبھی کامیاب دوا نہیں بنا پائیں گے۔ میں نے ان کے فارمولے میں خود تبدیلیاں کی ہیں۔"

"تو پھر ہمارے یہ پانچوں آدمی کیسے ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگئے ہیں؟"

"یہ پارس کی مکاری ہے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا پہلے سے پارس کے پاس موجود ہے۔ اس

نے اس دوا کے ذریعے ہمارے ان پانچ خیال خوانی کرنے والوں کو ناکارہ بنایا ہے۔ ابھی جو سب کے سامنے دوا اسپرے کی گئی ہے' وہ بالکل بے اثر ہے۔ آپ لوگ سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ اسرائیلی اکابرین اور یہودی قوم پر الپا کا اعتماد بحال رکھنے کے لیے ایسا کررہا ہے۔"

پارس نے کہا "میں یہاں سے ہزاروں میل دور ہوں۔ میں بھلا اپنی دوا اسپرے کرنے یہاں کیسے آؤں گا۔ اگر فلائنگ کیپسول کے ذریعے آؤں گا یا میرا کوئی ماتحت دوا اسپرے کرنے کے لیے آئے گا تو وہ بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجائے گا کیونکہ اس دوا کا اثر دوا اسپرے کرنے والے پر بھی پڑے گا۔"

پورس نے کہا "یہ باتیں بنا رہا ہے۔ ہم سب کے جزیرے میں آنے سے پہلے اس کا ایک آدمی دوا اسپرے کرکے جاچکا ہے۔ جس کا اثر اس جزیرے میں دو چار دن تک رہے گا۔ یہاں جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا' وہ اپنے اس علم سے محروم ہوجائے گا۔"

ایک افسر نے کہا "مسٹر پارس! اور مسٹر پورس! تم دونوں اپنے جھگڑے میں الجھا رہے ہو۔ ہمیں حقیقت بتاؤ؟"

پارس نے کہا "میں اپنا بیان دے چکا ہوں۔ اسرائیل میں کامیاب دوائیں تیار ہوچکی ہیں۔ تم لوگوں کو یقین آئے یا نہ آئے' آئندہ جب تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس علم سے محروم ہوتے رہیں گے تو تمہیں اسرائیل کی اس قوت کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔"

اسرائیلی اکابرین بہت خوش تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیدا کرنا امریکا کے لیے ایک کھیل تماشا ہوگیا ہے۔ اگر امریکی اکابرین پھر ہماری دوا کو آزمانا چاہتے ہیں تو کسی دوسرے علاقے میں چل کر اپنے کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لے آئیں۔ ہماری دوا پھر اپنا کرشمہ دکھائے گی۔"

ایک امریکی فوجی افسر نے کہا "آج ہم نے جس حد تک تمہاری دوا کو آزمایا ہے' پہلے ہم اس پر غور کریں گے۔ پارس اور پورس کے اختلافات نے ہمیں الجھا دیا ہے۔ پہلے ہم اس الجھن سے بھی نکلنا چاہیں گے۔ لہٰذا آج کے اس مظاہرے کو یہیں ختم ہوجانا چاہیے۔"

اسرائیلی اکابرین اپنے ہیلی کاپٹر میں آگئے۔ جس نے ان پانچوں پر دوا اسپرے کی تھی' وہ بھی ان کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں چلا گیا۔ امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پورس سے کہا "ہم ابھی کانفرنس ہال میں کچھ باتیں کریں گے۔"

پورس نے کہا "میں آدھے گھنٹے کے بعد آؤں گا۔ ابھی معلوم کرنے جارہا ہوں کہ جن فارمولوں میں مَیں نے تبدیلیاں کی تھیں' ان سے کامیاب دوائیں تیار کیسے ہوگئی ہیں؟"

پورس ان یہودی ڈاکٹروں کے پاس نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے پہنچ گیا۔ وہ تین ڈاکٹر لیبارٹری میں مصروف تھے۔ پورس نے نادیدہ رہ کر پہلے ان فارمولوں کو چیک کیا۔ اس نے جو تبدیلیاں ان میں کی تھیں' ان سے کامیاب دوائیں کبھی تیار نہیں ہوسکتی تھیں۔ وہ جھنجلا گیا۔ پارس کی مکاری صاف ظاہر ہورہی تھی۔

اس نے چند امریکی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے کہا "میں آپ لوگوں کو نادیدہ بنانے والی چند ننھی گولیاں اور کیپسول دوں گا۔ یہ چیزیں آپ کے لیے بارہ گھنٹوں تک کام آئیں گی۔ آپ میرے ساتھ نادیدہ بن کر اسرائیل کی اس خفیہ لیبارٹری میں چلیں۔ آپ اپنی آنکھوں سے ان غلط فارمولوں اور ان سے بننے والی غلط دواؤں کو دیکھیں گے۔ وہ دوائیں آپ اپنے ساتھ یہاں لاکر رازداری سے انہیں آزمائیں گے تو میری سچائی ثابت ہوجائے گی۔"

چار اعلیٰ فوجی افسران اور دو اعلیٰ حاکموں نے پورس کی فرمائش پوری کی۔ اس کے ساتھ نادیدہ بن کر اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری میں گئے۔ وہاں سے فارمولوں کی نقل بھی لائے اور تیار شدہ دوائیں بھی۔ واپس آکر انہیں آزمایا تو تمام دوائیں ناکارہ ثابت ہوئیں۔

تب ایک فوجی افسر نے کہا "ہم کبھی فرہاد اور اس کی فیملی کے ممبران پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ مسٹر پورس! واقعی تم نے اپنی سچائی ثابت کی ہے اور ہمیں پارس کے فریب سے بچایا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "مسٹر پورس نے یہ درست کہا ہے کہ پارس کے پاس پہلے سے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا موجود تھی۔ اسی دوا کے ذریعے اس نے ہمارے پانچ آدمیوں کی ٹیلی پیتھی کو ختم کیا ہے اور اسرائیلی اکابرین کو اُلّو بنایا ہے۔ وہ ایسی مکاریوں کے ذریعے مملکتِ اسرائیل میں الپا کا اعتماد بحال رکھنا چاہتا ہے۔"

"یہودی سمجھ رہے ہیں کہ الپا شادی کرکے اس مسلمان سے فائدہ پہنچا رہی ہے جبکہ وہ مسلمان الپا کے ذریعے تمام یہودیوں کو سبز باغ دکھا رہا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "مسٹر پورس! کیا تم بتا سکتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دواؤں کا ذخیرہ پارس کے پاس کتنا ہوگا۔"

وہ بولا "اس کے پاس کافی ذخیرہ ہے پھر یہ کہ وہ صحیح فارمولوں کی نقل چرا کرلے گیا تھا۔ ان کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں وہ دوائیں تیار ہورہی ہوں گی۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔ مسٹر پورس! اس کا توڑ صرف تمہارے پاس ہے۔ تمہارے پاس اصلی فارمولے ہیں۔ پلیز انہیں ہمارے حوالے کرو۔ ہم تمہیں ان کی بڑی سے بڑی قیمت دیں گے۔"

پورس نے کہا "وہ صحیح فارمولے میرے پاس ہوں یا آپ کے پاس' کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جب تک ہم دوست ہیں' ان سے

تیار ہونے والی دواؤں سے یقیناً آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ میں صحیح فارمولوں سے صحیح دوائیں تیار کررہا ہوں۔ وہ صرف چند روز میں تیار ہوجائیں گی۔"

"پہلے اسرائیل میں الپا کے پاس دو تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے۔ اب پارس کے ذریعے بابا صاحب کے بے شمار خیال خوانی کرنے والے الپا کے بھی ماتحت رہیں گے۔ ہم ان سب کو ناکارہ بنانا چاہتے ہیں۔ مسٹر پورس! تم جلد سے جلد ہمیں وہ دوائیں تیار کرکے دو۔ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جگہ جگہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ جب ہمارے پاس دوائیں ہوں گی تو الپا اور پورس بھی اپنے ماتحتوں کو ہم سے چھپاتے پھریں گے۔"

"تم لوگ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے انتظار کرو۔ وہ تمام دوائیں تمہیں مل جائیں گی لیکن میرا مطالبہ پورا کرو۔ اپنے دس ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے حوالے کرو۔"

"دس کیا؟ دس ہزار خیال خوانی کرنے والے لے لو لیکن وہ فارمولے ہمیں دے دو۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ فارمولے بہت بڑے ہتھیار ہیں۔ ایک دن نیلماں واپس آئے گی اور اپنے کچھ کارنامے دکھائے گی تو تم لوگ مجھے کمتر نہیں سمجھو گے۔ ان فارمولوں کی وجہ سے میرے محتاج رہو گے۔ میں ابھی جارہا ہوں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا "پہلے نیلماں نے مجھے کمتر بنایا تھا۔ آج پارس بڑی مکاری سے مجھے کمتر بنانے کی بہت عمدہ کوشش کرچکا تھا۔ بڑی ہیرا پھیری سے وہ ایک طرف اسرائیلی اکابرین کو دھوکا دے چکا ہے۔ دوسری طرف امریکی اکابرین کو بھی تقریباً دھوکا دے چکا تھا لیکن میں اسے جھوٹا اور فریبی ثابت کرکے اس کی چال کو ناکام بنا چکا ہوں۔ اگرچہ میں پارس کو مات نہیں دے رہا ہوں۔ تاہم اس سے مات بھی نہیں کھا رہا ہوں۔ یہ میری بہت بڑی کامیابی ہے کہ میں اس کی چال کو ناکام بنا چکا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک موجودہ حالات پر غور کرتا رہا پھر خیال خوانی کے ذریعے ایک اسرائیلی افسر کے دماغ میں آیا۔ اس سے بولا "میں پورس ہوں۔ ہندوؤں اور یہودیوں میں جیسی دوستی قائم رہتی چلی آئی ہے' اس کے پیشِ نظر میں تم لوگوں کو مسلمانوں کے ایک بہت بڑے فریب سے نکالنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے پوچھا "ہمارے کامیاب تجربے کے بعد بھی تم یہ کہو گے کہ پارس ہمیں دھوکا دے رہا ہے؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں اسے پوری طرح ثابت کروں گا۔"

"کس طرح ثابت کرو گے؟"

"پہلے اپنے چند حاکموں کو اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اپنا ہم مزاج اور رازدار بناؤ اور یہ یقین کرلو کہ ابھی ہم جو کچھ کرنے والے ہیں' اس کی خبر الپا اور پارس کو نہیں ہوگی۔"

اس یہودی فوجی افسر نے چند اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اپنے اعتماد میں لیا پھر اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے انہیں ننھی ننھی گولیاں دیں۔ ان سے کہا "یہ گولیاں تم سب کو چھ گھنٹوں تک نادیدہ بنا کر رکھیں گی۔ میرے ساتھ اپنی اس خفیہ لیبارٹری میں چلو اور تماشا دیکھو۔"

وہ انہیں بھی اس لیبارٹری میں لے گیا۔ انہوں نے تمام فارمولوں کی نقلیں حاصل کیں۔ تمام تیار شدہ دوائیں بھی لیں پھر واپس آگئے۔ ایک مکان میں رازداری سے ان دواؤں کو آزمایا۔ مگر وہ بدستور نادیدہ رہے۔ اسپرے کی ہوئی دوا بے اثر رہی۔

تب انہیں یقین آیا۔ ایک افسر نے کہا "پارس الپا کے ساتھ مل کر پوری یہودی قوم کو بے وقوف بنا رہا تھا۔ اب ایک دوا آزمانے کے لیے رہ گئی ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہمیں یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ وہ تیسری دوا ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹاتی ہے یا نہیں؟"

پورس نے کہا "میرا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت ابھی نادیدہ بن کر تمہارے قریب موجود ہے۔ وہ ابھی نمودار ہوگا۔ تمہارے دماغ میں آکر تمہیں اپنا لب و لہجہ سنائے گا۔ اس کے بعد تم وہ دوا اس پر اسپرے کرو پھر دیکھو گے کہ وہ دوا اثر نہیں کرے گی۔"

پورس کو یہ اندیشہ تھا کہ شاید وہ تیسری دوا درست ہو۔ یا پارس نے اس لیبارٹری کو بند کرنے سے پہلے وہاں اصلی اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چھڑک دی ہو۔ ایسے میں اس کا ایک ماتحت اس علم سے محروم ہوجائے گا۔ یہ سوچ کر اُس نے اپنے ایک ایسے ماتحت کو نادیدہ بنا کر بھیجا جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ جب وہ اسرائیلی حکام اور افسران کے سامنے نمودار ہوا تو پورس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس ماتحت کی آواز اور لہجے میں کہا "اب میں آپ حضرات کے دماغوں میں آرہا ہوں۔ پہلے آپ یقین کرلیں کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

وہ باری باری ہر ایک کے دماغ میں گیا اور ان سے کہتا گیا "جب سے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہمارا باس پورس آیا ہے اس نے کبھی کسی یہودی کو نقصان نہیں پہنچایا اور اب بھی پارس جیسے مکار سے نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ اب آپ یہاں تیار ہونے والی دوا مجھ پر اسپرے کریں۔ میں آزمائش کے طور پر خود کو پیش کررہا ہوں۔"

ان میں سے ایک نے وہ دوا اس پر سر سے پیر تک اسپرے کی۔ وہ ماتحت خاموش کھڑا رہا۔ ایک فوجی افسر نے ایک منٹ کے بعد پوچھا "کیا تم خیال خوانی کرسکتے ہو؟"

پورس نے اپنے ماتحت کی آواز اور لہجے میں کہا "تھینکس گاڈ! میں خیال خوانی کی پرواز کرکے آپ کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔ دوا نے مجھ پر اثر نہیں کیا ہے۔"

وہ باری باری ہر ایک کے دماغ میں گیا۔ وہ تمام اسرائیلی حاکم اور فوجی افسران غصے میں الپا اور پارس کے خلاف بولنے لگے اور طے کرنے لگے کہ وہ اس سلسلے میں اسرائیلی اکابرین کا آج ہی ہنگامی اجلاس طلب کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ وہ اس خفیہ لیبارٹری میں چل کر دیکھیں کہ وہ دونوں کس طرح پوری یہودی قوم کو دھوکا دے رہے ہیں۔

پورس نے کہا "اس طرح اجلاس طلب کرکے ان کے فراڈ کی بات کرو گے تو وہ محتاط ہوجائیں گے پھر وہی تماشا کریں گے' جو امریکا کے ساحلی جزیرے میں کرچکے ہیں۔"

ایک افسر نے پوچھا "پھر ہم کیسے ان کا فراڈ ثابت کریں گے؟"

"جس طرح میں نے آپ جیسے چند معتبر اکابرین کو بلا کر یہ سب کچھ دکھایا ہے اسی طرح آپ مزید چند اکابرین کو اپنے اعتماد میں لیں اور انہیں یہاں لاکر یہ سب کچھ دکھائیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ الپا اور پارس آپ کے ان اقدامات سے بے خبر رہیں۔"

انہوں نے وعدہ کیا کہ بڑی رازداری سے تمام اکابرین کو اپنے اعتماد میں لے کر الپا اور پارس کے فراڈ کا بھانڈا پھوڑ دیں گے اور الپا نے جس فریب سے یہودی قوم پر دوبارہ اعتماد بحال کیا ہے اس اعتماد کی دھجیاں اُڑا دیں گے۔

پارس نے اپنے طور پر کامیاب چالیں چلی تھیں۔ پورس کو امریکی اور اسرائیلی اکابرین کی نظروں سے گرانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی لیکن پورس نے ثابت کردیا کہ وہ اس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ وہ امریکا اور اسرائیل میں پھر اپنا اعتماد بحال کررہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسرائیل سے الپا اور پارس کے قدم اکھاڑنے والا تھا۔

ویسے پارس اب تک مردِ میدان رہا تھا۔ کبھی اس نے میدان نہیں چھوڑا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ اب وہ کیسی جوابی کارروائی کرے گا۔

○☆○

انسان کو ایک ہی بار زندگی ملتی ہے اور یہ آزادی اور مسرتوں سے گزارنے کے لیے ہوتی ہے۔ اگر دکھ بیماری' دشمنوں یا موت سے ڈرتے ڈرتے زندہ رہا جائے تو پھر یہ زندگی مصیبت بن جاتی ہے۔ ان دنوں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ سب اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے خوف زدہ رہ کر جی رہے تھے۔ روپوش ہوگئے تھے۔ سب نے اپنے چہرے اور حلیے بدل لیے تھے۔ اپنے بنگلے' زمین جائیداد اور اپنے ملک کو بھی چھوڑ دیا تھا۔

یہ یقینی بات تھی کہ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والا دشمن ان کے ملک میں ضرور دوا اسپرے کرتا' جہاں خیال خوانی کرنے والے رہا کرتے تھے۔ کبھی کسی ضرورت سے باہر جاتے تھے' پھر اپنے سرزمین میں چلے آتے تھے لیکن اب کوئی اپنے ملک کا رخ نہیں کررہا تھا۔ اب ایسی جگہ پناہ لے رہے تھے' جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

پہلے تو سب ہی کو پورس سے خطرہ تھا کیونکہ وہی یہ دوا تیار کرا رہا تھا پھر پتا چلا کہ اس کی تیار کردہ تمام دوائیں پارس نے چرالی ہیں۔ اس نے فرانس کے میجرٹی ہنٹر اور اس کے تمام ماتحتوں پر دوبارہ دوائیں اسپرے کرکے انہیں ناکارہ بنایا تھا پھر ان سب کو گولی ماردی گئی تھی۔

اس واقعے کے بعد تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور زیادہ پریشان اور محتاط ہوگئے تھے۔ وہ کبھی کسی کے سامنے خیال خوانی نہیں کرتے تھے۔ جب تک اس بات کا یقین نہیں ہوجاتا تھا کہ وہ جس کے دماغ میں جانا چاہتے ہیں' وہ بہروپیا نہیں ہے اور یوگا کا ماہر نہیں ہے۔

فی الحال تو انہوں نے خیال خوانی ترک کردی تھی اور مختلف ذرائع سے معلوم کرتے رہتے تھے کہ پورس نے دوبارہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا تیار کی ہے یا نہیں؟ اسی عرصے میں معلوم ہوا کہ الپا اور پارس نے وہ دوا اسرائیلی اکابرین کو دی ہے۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ یہودی ڈاکٹروں نے جو دوائیں تیار کی ہیں ان کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ اس سے اسرائیلی مطمئن تھے لیکن امریکی اسے فراڈ کہہ رہے تھے۔ آگے چل کر معلوم ہونے والا تھا کہ حقیقت کیا ہے؟

روپوشی کی ایک حد ہوتی ہے۔ ایک انسان دن رات کتنے عرصے تک ایک گوشے میں چھپ کر رہ سکتا ہے؟ کوئی بھی ہو' ایک ہی جگہ اس کا دم گھٹنے لگتا ہے پھر انہوں نے ٹیلی پیتھی اس لیے نہیں سیکھی تھی کہ ساری دنیا کی سیر و تفریح اور مسرتیں چھوڑ دیں۔ رفتہ رفتہ ان میں حوصلہ پیدا ہونے لگا کہ انہیں حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا ورنہ وہ زندگی کی تمام نعمتوں سے محروم رہ کر اس دنیا سے چلے جائیں گے۔

نہ جانے ٹرانسفارمر مشینوں نے امریکا میں اور بابا صاحب کے ادارے میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں اور مرد پیدا کیے تھے اور آئندہ بھی ضرورت کے مطابق کتنے پیدا کرنے والے تھے۔ ان میں سے کتنے ہی خاموشی اور رازداری سے اپنی ٹیلی پیتھی کی الگ دنیا بسا رہے تھے جیسے جے رانگا بڑی رازداری سے پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔

ایسے ہی کچھ اور خیال خوانی کرنے والے بھی بڑی چالاکی سے نظروں میں آئے بغیر بہت کچھ کررہے ہوں گے۔ ایسے افراد کبھی اپنی غلطی یا بدقسمتی سے منظرِ عام پر آسکتے تھے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے جتنے مگرمچھ ہیں' ان کا شکار ہوسکتے تھے۔

فی الحال نتاشا کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا تھا۔ اس کی چھوٹی بہن نتالیہ زچگی سے فارغ ہوگئی تھی۔ اس نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا تھا۔ جس سے شادی کی تھی' اسے بھی چھوڑ دیا تھا اور بڑی بہن

ثناشا کے ساتھ رہنے لگی تھی۔

اگرچہ دونوں بہنوں نے پارس کو دھوکا دیا تھا لیکن ثنالیہ اب کہہ رہی تھی کہ وہ دھوکے باز ہے۔ اس نے الپا سے شادی کرنے کے لیے اس سے بے وفائی کی اور اس کی بہن کو الپا کے دماغ سے نکال دیا تھا۔ دونوں بہنیں الپا کے اندر چھپ کر اسرائیل پر حکومت کرتی تھیں۔ پارس نے انہیں اقتدار سے محروم کردیا تھا۔

ثناشا نے کہا "ماضی میں جو کچھ ہوچکا ہے اس پر ماتم کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔"

ثنالیہ نے پوچھا "تم کیا کرنا چاہتی ہو؟ کیا کرسکو گی؟"

ثناشا نے کہا "ہم نہیں جانتے کہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں چھپا ہوا ہے۔ ہم ان سے بہ نفسِ نفیس ملاقات نہیں کرسکتے لیکن خیال خوانی کے ذریعے ان سے رابطہ کرسکتے ہیں۔ ان سے کچھ ضروری باتیں کرسکتے ہیں۔ ان کے تعاون سے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے محفوظ رہنے کا کوئی راستہ نکال سکتے ہیں۔"

روس میں ایسے ذہین اور تجربے کار سراغ رساں تھے، جنہوں نے اپنی الگ الگ ٹیم بنائی تھی۔ ہر ٹیم میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے دو سراغ رساں اپنی ٹیم کے ساتھ مارے گئے تھے۔ ایک روسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سراغ رساں کا نام جوزف البرٹو تھا۔ ثناشا نے اس کے لب و لہجے کو یاد کرکے اس سے رابطہ کیا۔ پہلے تو اس نے سہم کر سانس روک لی۔ اسے آنے نہیں دیا۔ ایک منٹ بعد ثناشا نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا "میں ثناشا ہوں۔ محتاط رہنا اچھا ہے لیکن میں تمہاری ہم وطن ہوں۔ مجھ سے کچھ ضروری باتیں کرلو۔"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "کیا ہم چھپ کر زندگی گزارنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں؟ میں عورت ہو کر چار دیواری میں رہ کر گھبرا گئی ہوں۔ تم مرد ہو، تمہیں گھبراہٹ اور گھٹن نہیں ہورہی ہے۔"

"بہت گھٹن ہورہی ہے لیکن باہر ٹیلی پیتھی جاننے والے اژدہے ہیں۔ فرہاد اور اس کی فیملی، امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے، اب اسرائیل میں الپا کو پارس سے بھرپور تعاون مل رہا ہے۔ یہ لوگ کچھ کم نہ تھے کہ ایک پورس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موت بن کر پیدا ہوگیا ہے۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ پورس کے پاس جو اینٹی ٹیلی پیتھی دوائیں تھیں، انہیں پارس نے اس سے چھین لیا ہے۔"

"وہ دوا پورس کے پاس ہو یا پارس کے پاس، ہمارے لیے تو وہ موت ہے۔"

"موت تو دکھ بیماری سے بھی آتی ہے۔ راستہ چلتے بھی آتی ہے۔ کیا ہم دن رات حادثات سے، دشمنوں سے اور سازشوں سے بچتے ہوئے زندگی نہیں گزارتے ہیں؟ اگر ایسا حوصلہ ہمارا ہے تو پھر ہم اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے سہمے ہوئے کیوں ہیں؟"

"تم درست کہہ رہی ہو لیکن...."

"لیکن یہ کہ ہم جہاں جہاں چھپے ہوئے ہیں، وہاں بھی ایک دن موت آئے گی۔"

"ہاں ایک دن تو مرنا ہی ہے۔ خواہ بزدلی سے مریں یا بہادری سے۔"

"جب ہم یہ سمجھ رہے ہیں تو ہمیں دلیری، آزادی اور خود مختاری سے زندگی گزارنے کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔"

"میں اس مسئلے پر ہمیشہ سوچتا رہتا ہوں۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی طرح پہلے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا کو ختم کرنا ہوگا۔"

"تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم بھی وہ دوا کسی طرح حاصل کریں اور اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے اژدہوں کو ناکارہ بنادیں۔"

"ایسا سوچنا آسان ہے۔ اس دوا تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ ابھی وہ دوا پارس کے پاس ہے۔ چند دنوں میں پورس بھی ویسی ہی دوا تیار کرلے گا۔ دونوں ہی لوہے کے چنے ہیں، جنہیں ہم چبا نہیں سکیں گے۔"

"لوہے کے دانتوں سے چنا چبایا جاسکتا ہے اور حکمتِ عملی کو کہتے ہیں لوہے کے دانت۔"

"کیا تم نے کوئی پلاننگ کی ہے؟"

"ہاں مگر ہم متحد ہو کر عمل کریں گے تو کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہارے چار ماتحت بھی خیال خوانی کرتے ہیں۔ میں اور ثنالیہ بھی یہ علم جانتے ہیں۔ اس طرح ہم سات عدد ہیں۔ ہماری ایک مضبوط ٹیم بن جائے گی۔"

"ہاں امریکا، اسرائیل اور بابا صاحب کے ادارے کی مضبوط ٹیمیں ہیں۔ وہ سب منظم رہے ہیں اور ہم بکھرے رہنے کے باعث مات کھاتے ہیں۔"

"میں اکثر خیال خوانی کے ذریعے امریکی اور اسرائیلی اکابرین کے دماغوں میں جاتی ہوں۔ اس بار ایک اسرائیلی حاکم کے دماغ میں تھی۔ پورس چند اسرائیلی اکابرین کو راز داری سے ایک خفیہ لیبارٹری میں لایا تھا اور یہ ثابت کر رہا تھا کہ الپا اور پارس غلط فارمولے دے کر تمام اکابرین کو بے وقوف بنا رہے ہیں اور وہ یہ ثابت کرچکا ہے۔ بہت جلد پوری یہودی قوم الپا اور پارس سے نفرت کرے گی پھر اسرائیل میں ٹیلی پیتھی کا زور ٹوٹ جائے گا۔ وہاں الپا جیسی کوئی مضبوط خیال خوانی کرنے والی نہ رہے گی۔ ہم وہاں کے اکابرین کو اپنا تعاون پیش کرسکتے ہیں۔"

"کیا وہ ہمارا تعاون قبول کریں گے؟"

"جب ہم ان کے لیے مشکلات پیدا کریں گے اور پھر ان مشکلات سے انہیں محفوظ رکھیں گے تو وہ ہمارے دوست بنتے جائیں گے۔ دلدل میں دھکیل کر انہیں دلدل سے نکالنے والی سیاست کریں گے تو ہمیں یقیناً کامیابی ہوگی۔"

"یہ منصوبہ بہت خوب ہے لیکن ٹیلی پیتھی ختم کرنے والی دوا کیسے حاصل کی جائے گی؟"

"میں سمجھتی ہوں الپا نے یہودی قوم پر اپنا اعتماد بحال رکھنے کے لیے انہیں صحیح فارمولے دیے ہوں گے۔ پورس نے اسرائیل آکر ان فارمولوں میں تبدیلی کی ہوگی۔ اس طرح یہ کسی حد تک یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ پورس آج کل تل ابیب یا اس کے آس پاس کے کسی علاقے میں ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کیا جاسکتا ہے۔ وہ نظر آجائے گا تو میری بہن ثنالیہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اسے اپنا دیوانہ بنالے گی۔"

"کیا تم اپنی بہن کو اسرائیل بھیجنا چاہتی ہو؟"

"میں اسے بھیج چکی ہوں اور بھیجنے سے پہلے اس کا برین واش کرچکی ہوں۔ اس کے ذہن سے ماضی کی تمام باتیں حتیٰ کہ ٹیلی پیتھی کا علم بھی بھلا چکی ہوں۔"

"تم بہت بڑا خطرہ مول لے رہی ہو۔ پورس بہت چالاک ہے، اس کی پچھلی پوری ہسٹری معلوم کرے گا۔"

"جو ہسٹری وہ معلوم کرے گا، اس پر اسے یقین آجائے گا۔ تم اپنے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو امریکی اکابرین کے پاس خیال خوانی کے ذریعے جانے دو۔ معلوم کرتے رہیں گے کہ پورس وہاں کیا کررہا ہے۔"

"تم پورس کو بہت اہمیت دے رہی ہو اور پارس کو نظر انداز کررہی ہو۔"

"میں پارس کو آخری سانس تک نظر انداز نہیں کروں گی۔ اس کمبخت نے مجھے الپا کے دماغ سے نکال کر اسرائیل میں اقتدار سے محروم کردیا تھا۔ میں اسے تلاش کررہی ہوں۔"

"وہ اصلی روپ میں نہیں ہوگا۔ کہیں سامنے سے بھی گزرے گا تو کیسے پہچانو گی۔"

"وہ ایک بچی کا باپ ہے اور الپا کے ساتھ ہے۔ الپا بھی بہروپ میں ہوگی۔ یوں میں جہاں میں ایک جوان مرد، جوان عورت اور ایک بچی کو ساتھ ساتھ دیکھوں گی تو ان کے متعلق معلومات حاصل کروں گی۔ اس کام میں بڑا وقت لگے گا۔ ہوسکتا ہے مجھے کامیابی حاصل ہوجائے۔ فی الحال ان کی پہچان یہی ہے کہ وہ دونوں ساتھ رہتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک ننھی سی بچی بھی ہے۔"

جوزف البرٹو نے کہا "کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہمارے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں ہوتیں۔"

"وہ تو صرف پورس کے پاس اور بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔ ہمارے پاس ہوں گی تو وہ دوا کے ذریعے انہیں ناکارہ بنادیں گے۔ میں جو منصوبہ تمہارے سامنے پیش کررہی ہوں اس پر عمل کرتے ہوئے ہم ان دواؤں کو حاصل کرلیں گے۔"

"میں اپنے چاروں ماتحتوں کو امریکی اکابرین کے دماغوں میں بھیجتا رہوں گا اور ان کی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

"صرف ان کی نگرانی کرنے سے کام نہیں بنے گا۔ تمہیں فرہاد علی تیمور تک پہنچنا چاہیے۔"

وہ چونک کر بولا "کیا میری موت کا منصوبہ بنا رہی ہو۔"

"گھبراتے کیوں ہو؟ میں تمہیں فرہاد کے روبرو جانے کو نہیں کہہ رہی ہوں۔ تمہیں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ انڈیا کیوں گیا ہے؟"

"فرہاد تو ایران میں ہے۔"

"پہلے ایران میں تھا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے سے جناب علی اسد اللہ تبریزی کچھ عرصے قیام کرنے آئے ہیں۔ ان کی وہاں موجودگی کے باعث امریکی سازشیں عارضی طور پر ختم ہوگئی ہیں۔ وہاں فرہاد کا قیام ضروری نہیں تھا۔ چونکہ وہ بہت عرصے بعد میدان میں آیا ہے اس لیے بابا صاحب کے ادارے میں واپس نہیں گیا ہے۔ اس نے ہندوستان کا رخ کیا ہے۔"

"پھر تو یہ ہندوستان میں کوئی بہت ہی خاص معاملہ ہوگا۔"

"میں یہ بات یقین کی حد تک سوچ رہی ہوں کہ پورس انڈیا کے کسی علاقے کی کسی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں وہ دوائیں تیار کروا رہا ہے اور فرہاد کو اس بات کی بھنک مل گئی ہے۔"

"واہ ثناشا! کیا مجھے احمق سمجھتی ہو۔ خود تو پارس کے پیچھے پڑو گی اور مجھے اس کے باپ کے مقابلے میں بھیجو گی۔"

"مجھ پر شک کرو گے تو ہم ایک مضبوط اور منظم ٹیم بنا کر کام نہیں کرسکیں گے۔ آخر تمہیں فرہاد سے خطرہ کیا ہے۔ تم تو صرف خیال خوانی کے ذریعے اسے انڈیا میں تلاش کرکے اس پر نظر رکھو گے۔ مختلف ذرائع سے اس کی مصروفیات معلوم کرتے رہو گے۔"

"میں تم سے عمر میں بڑا ہوں۔ فرہاد کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہو تو وہ ہماری شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔ میں نے ایسے تماشے دیکھے ہیں۔"

"میں یہ نہیں کہتی کہ تم اس کے دماغ میں پہنچو۔ میری بات اچھی طرح سمجھو۔"

"مجھے نہ سمجھاؤ۔ سیدھی سی بات کہتا ہوں، پارس نے تمہیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میں تمہارا انتقام اس سے لوں گا۔ اسے تلاش کروں گا۔ تم فرہاد کے پیچھے جاؤ۔"

"مجھے تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ میں ان بڑے بڑے دشمنوں کو ہر طرف سے گھیرنا چاہتی ہوں۔ ہر دشمن کے بارے میں معلومات چاہتی ہوں اس لیے تمہارے جیسے بزدل سے اتحاد کررہی ہوں۔ ٹھیک ہے تم پارس اور الپا کو تلاش

کرو، میں انڈیا میں فرہاد کی مصروفیات کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور معلوم کروں گی۔"

وہ اس کے دماغ سے مایوس ہو کر چلی آئی۔ جوزف البرٹو کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی حد تک کام آسکتے تھے لیکن وہ خود کسی بڑے پہاڑ سے ٹکرانے سے کترا رہا تھا۔ وہ اسے مجبور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ وہ خود ہی ائر انڈیا کی ایک فلائٹ سے ہندوستان کے لیے روانہ ہوگئی۔

نتالیہ کو تل ابیب میں دو دن گزر چکے تھے۔ وہ ایک اسرائیلی حاکم کے پاس ملاقات کے لیے گئی تھی۔ کسی ملک کے حاکم سے ملاقات کرنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن نتاشا نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے ملاقات کو آسان بنا دیا تھا۔

ان دنوں ترکی میں زلزلہ آیا تھا۔ کئی عمارتیں مٹی کے گھروندے کی طرح زمین بوس ہوگئی تھیں۔ ان کے نیچے سیکڑوں خاندانوں کے افراد دب کر مرگئے تھے۔ جو بچ گئے تھے' انہوں نے مختلف ملکوں کی طرف کوچ کیا تھا۔ وہاں کے یہودی بھی امداد کے لئے اسرائیل آئے تھے۔ نتالیہ نے اس حاکم کو بتایا کہ اس کا پورا خاندان ایک عمارت کے نیچے دب کر مرگیا ہے۔ وہ زلزلے کے وقت دوسرے شہر میں تھی اس لیے زندہ رہ گئی ہے۔ اب اسرائیل روزگار کی تلاش میں آئی ہے۔

اسرائیلی حکومت وہاں آنے والے خانہ بدوش یہودیوں کی مدد کررہی تھی۔ حاکم نتالیہ سے کہہ سکتا تھا کہ وہ بھی پناہ گزینوں کے کیمپ میں جائے لیکن نتاشا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنی بہن کو اتنی حسین اور پُرکشش بنایا تھا کہ اس حاکم کی نیت اس پر آگئی۔ اس نے کہا "تم چاہو تو میری انیکسی میں رہ سکتی ہو اور میری سیکریٹری کی حیثیت سے ملازمت کرسکتی ہو۔"

اس طرح ایک حاکم کے محل تک نتالیہ کی رسائی ہوگئی۔ ان دنوں وہاں کے اکابرین کے درمیان الپا کے سلسلے میں اختلافات پیدا ہو رہے تھے۔ جو اکابرین پورس کی سچائی کے قائل ہوگئے تھے' وہ حکومت کے دوسرے اہم عہدے داروں کو اس خفیہ لیبارٹری میں پہنچا کر الپا اور اس کا جھوٹ اور فریب ثابت کررہے تھے۔ ان میں وہ حاکم بھی تھا' جس نے نتالیہ کو اپنی سیکریٹری بنایا تھا۔ اس نے مخالفت میں کہا "اس لیبارٹری کی دوائیں غلط ہوسکتی ہیں لیکن الپا کٹر یہودی ہے اور مملکتِ اسرائیل کی برسوں سے وفادار رہی ہے۔"

پورس کو اس کی مخالفت ناگوار گزری۔ مخالفت ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ اس پر تنویمی عمل کرکے اسے الپا کا دشمن بنا دیا جائے۔ جب وہ عمل کرنے اس کے محل میں آیا تو نتالیہ کے حسن و شباب کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اگرچہ وہ کچھ زیادہ ہوس پرست نہیں تھا لیکن حسن پرست تھا۔ اس میں بلا کی کشش تھی۔ دل اس کی طرف کھچا جاتا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بچھائے ہوئے جال میں اور عورت کی چال میں نہیں آنا چاہیے اور وہ پھنستا بھی نہیں تھا۔ بلی ڈونا نے اسے سحرزدہ کیا تھا لیکن اس کی دوسری خوبی یہ تھی کہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اس لیے وہ بلی ڈونا کے پیچھے پڑگیا تھا۔ اب نتالیہ کو دیکھ کر بلی ڈونا جیسی تمام حسین ترین عورتوں کو بھول رہا تھا۔

اس کے دل نے کہا "یہ تو ایسی ڈیکوریشن پیس ہے' جسے اپنی نگاہوں کے سامنے سجا کر رکھا جاسکتا ہے ورنہ اس سے کسی طرح کا نقصان پہنچنے والا ہو تو عیاشی کرکے اسے ٹھکرایا جاسکتا ہے۔"

اس نے پہلے اس حاکم کے ارادوں کو پڑھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ آج وہ دیر سے کھائے گا۔ پہلے وہسکی پیئے گا اور اس حسینہ کی قربت سے لطف اندوز ہوتا رہے گا۔ پورس نے اس کے اندر رہ کر اسے پہلے ہی پیگ میں مدہوش کردیا۔ نتالیہ نے اسے سہارا دے کر بستر پر لٹا دیا۔ نتاشا اس حاکم کے اندر تھی اور یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے اس حاکم کے ساتھ ایسا سلوک کیا جارہا ہے۔

پھر نتاشا نے اس کے اندر پورس کی آواز سنی۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں الپا سے نفرت پیدا کررہا تھا اور یہ بات نقش کررہا تھا کہ وہ اکابرین کے اجلاس میں پورس کی حمایت کرے گا کہ آئندہ پارس جیسے مسلمان پر بھروسا نہ کیا جائے۔ پورس جیسے ہندو ہی یہودیوں کے کام آسکتے ہیں۔

اس کے دماغ میں کچھ ضروری باتیں کرنے کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند سلا دیا۔ وہ نادیدہ بن کر وہاں موجود تھا۔ اسے سلانے کے بعد انیکسی کے بیڈ روم میں آیا۔ وہ سونے سے پہلے لباس بدل رہی تھی۔ لباس بدلنے کا منظر ایسا ہوش ربا تھا کہ اس کے ہوش اڑنے لگے۔ وہ تھوڑی دیر تک دم بخود اسے دیکھتا رہا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر سرگوشی کے انداز میں بولا "تمہیں خبر نہیں ہے کہ تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے۔"

وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اسے اب اپنے قریب سرگوشی سنائی دی "تم مجھے دیکھ نہیں پاؤ گی۔ پردہ تمہیں کرنا چاہیے' مگر میں کررہا ہوں۔"

وہ خوف سے چیخنا چاہتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے چیخنے سے روک دیا پھر کہا "مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں اور دیوانہ اپنی محبوبہ کو نقصان نہیں پہنچاتا۔"

وہ سہم کر بولی "تم کون ہو؟ بول رہے ہو' مگر نظر نہیں آرہے ہو؟ کہیں چھپے ہو تو سامنے آجاؤ۔"

وہ جلدی جلدی شب خوابی کا لباس پہننے لگی۔ پورس نے اس کے پیچھے نمودار ہو کر کہا "میں یہاں ہوں۔"

اس نے فوراً ہی پلٹ کر اسے دیکھا پھر حیرانی سے ایک قدم پیچھے چلی گئی "تت... تم کون ہو؟ میرے بیڈ روم میں کیسے آگئے؟"

"یہ نہ پوچھو کیسے آیا؟ تمہاری دیوانگی کھینچ لائی ہے۔ اگر میں تمہیں خوبرو اور اسمارٹ لگ رہا ہوں تو تم بھی میری دیوانی بن جاؤ۔

ہا اتنا دولت مند اور اتنا طاقت ور ہوں کہ تمہیں کسی ملک کی ملکہ ہا سکتا ہوں۔"

وہ شرمانے اور مسکرانے لگی۔ اس سے منہ چھپانے لگی۔ اس کے اندر چھپی ہوئی نتاشا اسے ایسی دلربا ادائیں دکھانے پر مائل کررہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی کوئی بہن نتاشا ہے' جس نے اس پر عمل کیا ہے اور اسے ایک کنواری حسینہ بنا کر پورس سے بت کرنے پر مائل کررہی ہے۔

پورس کو یہ گمان تھا کہ وہ حسینہ کے دماغ میں جا کر اسے اپنی ذات سے محبت کرنا سکھا رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی ایسی چیز ہے کہ صدیوں کا فاصلہ ایک پل میں طے کرا کے دو متوالوں کو ایک جان دو قالب بنا دیتی ہے۔ وہ بھی ایک جان ہوگئے۔

اس رات وہ محبت کرتا رہا اور اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ اس کے چور خیالات نے وہی بتایا' جو نتاشا اس کے ذہن میں نقش کرچکی تھی۔ ترکی کے زلزلے میں جو آفت زدہ تھے' ان کی مدد ترکی کی حکومت کسی حد تک کررہی تھی لیکن یہودیوں کو نظرانداز کیا جارہا تھا۔ اس لیے وہ آفت زدہ یہودیوں کے ایک خاندان کے ساتھ اس عزم کے ساتھ آئی تھی کہ وہاں اپنا کیریئر بنائے گی۔

پورس نے اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو کر کہا "اگر تم نہ ملتیں تو میں تمہارے جیسے نایاب ہیرے سے محروم رہ جاتا۔ تم بہت زیادہ دولت اور اونچا مقام حاصل کرنا چاہتی ہو' تمہیں یہ سب کچھ ملے گا۔ کیا میرے ساتھ رہو گی۔"

وہ بولی "عورت ایسے مرد کو چاہتی ہے جو اسے ہر طرح کا تحفظ دے اور اس کی تمام مرادیں پوری کرے۔ میں آخری سانس تک تمہاری وفادار بن کر رہوں گی۔"

"میں تمہیں انڈیا لے جاؤں گا۔ تمہیں وہاں رہنا ہوگا۔"

"میں نے سنا ہے' وہ بہت اچھا ملک ہے۔ میں وہاں رہوں گی۔ میرا پاسپورٹ کب بناؤ گے؟"

وہ ہنس کر بولا "میں پاسپورٹ اور شناختی کاغذات نہ اپنے پاس رکھتا ہوں اور نہ تمہارے لیے رکھوں گا۔ دنیا کے کسی ملک کی سرحد مجھے کہیں جانے سے نہیں روک سکتی اور نہ آئندہ تمہیں روکے گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم جادو جانتے ہو؟"

وہ اس کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ داڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی جگہ کو ٹٹول کر بولی "ارے تم کہاں غائب ہوگئے؟"

اسے آواز سنائی دی "میں تمہارے پاس ہوں مگر نہ تم مجھے دیکھ سکتی ہو۔ نہ ہی چھو سکتی ہو۔ ابھی تم نے پوچھا تھا' کیا میں جادو جانتا ہوں؟ میں اس کا عملی ثبوت پیش کررہا ہوں۔"

وہ گولی حلق سے نکال کر نمودار ہوگیا۔ وہ اسے چھو کر دیکھتے ہوئے بولی "میں نے کبھی تمہارے جیسے جادوگر محبوب کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ سب کیا ہے؟"

وہ اسے نادیدہ بنانے والی گولی اور فلائنگ کیپسول کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا اور اسے سمجھایا کہ وہ بھی کس طرح نادیدہ ہو کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس کے ساتھ انڈیا جائے گی۔

پورس اس کی خوشی' حیران اور معصومیت سے متاثر ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ رہ کر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی نے چارے کے طور پر اسے پیش کیا ہے۔

وہ بولی "میں محل کی اس انیکسی میں نہیں رہوں گی۔ اس حاکم کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کبھی نہ ڈرنا۔ آئندہ دوسرے تم سے ڈرتے رہیں گے اور تمہارے سامنے جھکتے رہیں گے۔ میں تمہیں صبح سے پہلے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں لے جاؤں گا۔ اگر کل شام تک میرا کام بن جائے گا اور میں اپنے ایک مقصد میں کامیاب ہوجاؤں گا تو ہم کل رات ہی کو انڈیا چلے جائیں گے۔"

نتاشا سن رہی تھی اور خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ پورس کے سائے تک پہنچنا پہلے اس کے لیے ناممکن تھا۔ اب وہ اپنے منصوبوں پر عمل کرتی ہوئی ناممکن کو ممکن بنا رہی تھی۔ وہ بہن کے ذریعے اس کے اتنے قریب پہنچ گئی تھی کہ پارس جیسا چالاک جوان بھی ایسی کامیابی حاصل نہیں کرپایا تھا۔

ایسے میں جوزف البرٹو نے میرے مقابلے میں آنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کی بزدلی سے بھی نتاشا کو فائدہ پہنچ رہا تھا۔ وہ میری

تلاش میں خود ہندوستان آرہی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی' پورس اس کی بہن نتالیہ کو ہندوستان لے جارہا ہے۔ میں بھی ہندوستان جارہا ہوں' اس سے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ پورس نئی دوائیں اپنے ہی دیس کے کسی علاقے میں کسی خفیہ لیبارٹری میں تیار کررہا ہے۔ آئندہ اسے اپنی بہن کے اندر رہ کر بہت کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔

○☆○

پورس نے ایسی چال چلی تھی کہ اسرائیلی اکابرین کے دو گروپ بن گئے تھے۔ ایک گروپ قسمیں کھا کر کہہ رہا تھا کہ خفیہ لیبارٹری میں الپا اور پارس کا فراڈ پکڑا گیا ہے۔ وہاں تمام بے اثر دوائیں بنائی گئی ہیں کیونکہ ان دونوں نے غلط فارمولے دیے تھے۔

دوسرا گروپ کہہ رہا تھا کہ پورس نے انہیں امریکا کے ساحلی جزیرے پر بھی پارس کے خلاف بھڑکایا تھا اور اب بھی الپا اور پورس کے خلاف جھوٹے ثبوت پیش کرکے مملکتِ اسرائیل کو الپا جیسی ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والی سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

اور یہ سب جانتے ہیں کہ پورس امریکا کے لیے کام کررہا ہے۔ وہ دوا کے ذریعے الپا کی ٹیلی پیتھی کو ختم نہیں کرسکے گا کیونکہ وہ الپا اور پارس کی خفیہ پناہ گاہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ وہ ایسی ہی کمزور سازشیں کرکے الپا کو یہودی قوم سے دور کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔

ایک مخالف فوجی افسر نے کہا "بے شک' پورس امریکا کے لیے کام کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ وہ پارس سے دشمنی کی بنا پر ہم سے دوستی کرسکتا ہے۔ اس کا فراڈ ہم پر ظاہر کرسکتا ہے اور کررہا ہے۔"

"اس نے ساحلی جزیرے میں پارس کا فراڈ ثابت کرنے کی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہا تھا۔ کیا وہ دوبارہ ہماری لیبارٹری کی دواؤں کو ناکارہ ثابت کرسکتا ہے؟ وہ یقیناً ہمارے اجلاس میں نادیدہ بن کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ وہ ہمارا چیلنج قبول کرے پھر اپنے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لائے اور ہماری دوائیں آزمائیں۔"

پورس نے کہا "ہاں میں اجلاس میں ہوں اور ہم سب یہاں لیبارٹری میں موجود ہیں۔ میں یہاں کی دواؤں کو ناکارہ ثابت کرسکتا ہوں لیکن پارس کے پاس اصلی دوائیں موجود ہیں۔ وہ ان دواؤں کو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اسپرے کرے گا اور آپ لوگ یہی سمجھیں گے کہ اس لیبارٹری کی دوائیں اصلی ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "ہم سب یہاں رازداری سے موجود ہیں۔ یہاں الپا اور پارس نادیدہ بن کر موجود نہیں ہیں۔ وہ دونوں نہیں جانتے ہیں کہ ہم یہاں تمہاری فرمائش پر آئے ہیں۔ تم آزمائش کے لیے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیش کرو۔ یہاں دواؤں کے جتنے کارٹن رکھے ہیں ان میں سے کوئی بھی کین نکال کر اپنے آدمیوں پر اسپرے کرو۔"

دوسرے افسر نے کہا "تم یہاں یہ الزام نہیں دے سکتے کہ پارس یہاں موجود رہ کر تمہاری سچائی کو جھوٹ ثابت کررہا ہے۔"

پورس نے کہا "میں فی الحال اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں پیش کررہا ہوں۔ یہ نادیدہ ہیں۔ اب آپ کے سامنے حاضر ہورہے ہیں۔"

اس لیبارٹری میں دو آدمی اچانک نمودار ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "اب ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے ان سب کے دماغوں میں باری باری آرہے ہیں جو ہمارے باس پورس کو جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔ پہلے یہ یقین دلادیں کہ ہم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ اس کے بعد ہم پر دوا اسپرے کی جائے۔ اسپرے کرنے کے بعد بھی ہم خیال خوانی کرکے ثابت کردیں گے کہ یہاں کی تمام دوائیں ناکارہ ہیں۔"

ایک یہودی افسر نے پوچھا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ کیا پورس اور اس کے ماتحت تم دونوں کے لب ولہجے میں ہمارے اندر آکر بول نہیں سکتے؟ وہ یقیناً اس طرح ہمیں دھوکا دے سکتے ہیں۔"

پورس نے پوچھا "پھر تمہیں کیسے یقین آئے گا؟"

"یہاں ہمارے دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ وہ تمہارے ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں کے اندر رہ کر ہمیں یقین دلائیں گے کہ یہ واقعی خیال خوانی کررہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا اطمینان کرو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے ان دونوں آدمیوں کے دماغوں میں بھیج دو۔"

دو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے تمام اکابرین کو یقین دلانے لگے۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تصدیق کردی کہ واقعی پورس کے وہ دونوں آدمی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔

پورس کو پورا یقین تھا کہ وہاں رکھی ہوئی تمام دوائیں ناکارہ ہیں۔ وہ اب سے پہلے بھی انہیں آزما چکا تھا۔ ان کے فارمولوں میں تبدیلیاں کرچکا تھا۔ ایسے میں وہاں اصلی دوائیں نہیں ہوسکتی تھیں۔

ایک افسر نے اپنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے۔ اس کے بعد پورس سے کہا گیا کہ وہ لیبارٹری کے اسٹور میں رکھے ہوئے کسی بھی کارٹن سے کین نکال کر اس کی دوا اپنے دو آدمیوں پر اسپرے کرسکتا ہے۔

پورس کا ایک آدمی اسٹور کے اندرونی حصے میں جاکر سب سے نیچے والے کارٹن سے ایک کین نکال لایا۔ پورس پورے اعتماد سے وہاں نادیدہ بن کر موجود تھا۔ وہ ناکارہ دوا اس پر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اثر نہیں کرسکتی تھی۔

اس کے آدمی نے کین کے ذریعے اس دوا کو اسپرے کیا پھر بڑی ناگواری سے اسے ایک طرف پھینک دیا۔ پورس نے ایک

ت بعد اپنے آدمیوں سے کہا "جو میری مخالفت کررہے ہیں۔ مجھے ہوٹا سمجھ رہے ہیں' ان کے دماغوں میں جاکر میری سچائی کا یقین دلاؤ۔"

اس کے ایک آدمی نے کہا "باس! ہم کوشش کررہے ہیں ہیں خیال خوانی کی پرواز نہیں کرپارہے ہیں۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں ان کے دماغوں ں جارہا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ایک دم سے بوکھلا گیا۔ وہ چ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی آزمائی ہوئی ناکارہ دوائیں یوں کار بن جائیں گی کہ پورس جیسے پہاڑ کہلانے والے کی ٹیلی پیتھی کا ابھی چھین لیں گی۔

یہ پارس کی حکمتِ عملی تھی۔ اس نے دوسری خفیہ لیبارٹری ں اصلی دوائیں ڈاکٹروں سے تیار کرائی تھیں۔ پچھلی رات ارس' نتالیہ کے حسن وشباب میں کھویا ہوا تھا۔ پارس نے تمام ارہ دواؤں کو اس لیبارٹری سے ہٹا کر اصلی دواؤں کے کارٹن کھوادیے تھے۔ اس کے آدمی جس کارٹن سے کین نکالتے' اس ں سے اصلی دوائیں ہی خارج ہوتیں۔

پورس کے دماغ نے کہا "بڑا زبردست دھوکا ہوا ہے۔ پارس ت کی چال چل گیا ہے۔ اگر میں یہاں سے فوراً ہی فرار نہیں ا تو وہ میری نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسول کو بھی ارہ بنادے گا۔"

اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "بھاگو یہاں سے۔"

یہ کہتے ہی وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس لیبارٹری سے ل کر فرار ہوگیا۔ تب اسے اپنے دماغ میں پارس کی آواز سنائی دی ھاگو۔ کہاں تک بھاگو گے؟ میرے خلاف جال بچھا رہے تھے۔ ے کتے ہیں۔ خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔"

پورس نے بے بسی سے کہا "واقعی شیطان تمہارے بعد پیدا اہوگا۔ تم نے ایسی زبردست چال چلی ہے' جس کی میں توقع نہیں ر سکتا تھا۔ میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ک سکتا ہوں لیکن تمہیں اپنے دماغ سے بھگا نہیں سکوں گا۔ بولو رے ساتھ کیا سلوک کروگے؟"

"ہندوستان کی تاریخ میں یہ واقعہ ہے کہ سکندر کے دربار میں رس قیدی بن گیا تھا۔ سکندر نے اس سے پوچھا تھا کہ بولو رے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ پورس نے جواب دیا تھا' وہی لوک کیا جائے' جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے' لیکن مانکں سکندرِ اعظم نہیں ہوں اور تم راجا پورس نہیں ہو۔"

پورس نے کہا "مگر ہمارے دل بادشاہوں جیسے ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بادشاہ کا دل رکھنے والے اپنے سکو زندہ نہیں چھوڑتے۔"

پورس نے کہا "میں اپنی زندگی کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ مجھے ہلاک کردو۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ تم اسی فارمولے کی دوا کے اثر میں ہو' جو بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی سے محروم رکھتی ہے۔ تم بارہ گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کرسکو گے اور نہ ہی اپنے کسی دشمن کو دماغ میں آنے سے روک سکو گے۔ ان بارہ گھنٹوں میں تمہیں ہر پل اپنی موت کا انتظار کرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان کیا ہے؟ کیا ٹیلی پیتھی کی قوت اسے فولاد بنا دیتی ہے؟ اور یہ قوت چھین لی جائے تو وہ کیڑے مکوڑے سے زیادہ حقیر اور کمزور ہوجاتا ہے۔ یہی انسان کی اوقات ہے؟ میں خود کو خدا کی رضا پر چھوڑ دوں اور تم اپنے بھگوان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارو تو کیا یہ انسانی عظمت نہیں ہوگی؟

"جب تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آئے تو تمہارے عزائم انسانی تھے۔ تم نادیدہ گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو تباہ کرکے کمزور اور بے اختیار لوگوں کا بھلا کرنا چاہتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم کرکے ساری دنیا کو ایک خطرناک ہتھیار سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ تم نے کہا تھا کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے سے برتر رہنے کی خاطر آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تم ٹیلی پیتھی کے علم کو اس دنیا سے [illegible] گے۔

"لیکن تمہارے ان نیک عزائم کے پیچھے شیطانی ارادے چھپے ہوئے تھے۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس علم سے محروم کرکے تنہا خود ان سب پر حکومت کرنا چاہتے تھے۔ دیکھ لو کہ آج خود اس علم سے محروم ہوگئے ہو۔"

پارس بول رہا تھا اور پورس سننے کے دوران میں سوچ رہا تھا "یہ مجھے ابھی ہلاک نہیں کرے گا۔ بارہ گھنٹوں تک عذاب میں مبتلا رکھے گا۔ بارہ گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ میں اس دوران میں اس سے پیچھا چھڑانے کا کوئی راستہ نکال لوں گا۔"

"یوں چوری چوری سوچنے کو ہی چور خیالات کہتے ہیں۔ تم ضرور مجھ سے پیچھا چھڑانے کا کوئی راستہ نکالو۔ تب تک تمہارے چور خیالات بتائیں گے کہ تم کون ہو؟ اچانک ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آکر کیسے چھاگئے؟ تمہارا فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے؟ تمہارے کتنے

خفیہ اڈے اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ہیں؟ اور وہ نئی دوائیں کس انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں تیار ہو رہی ہیں یا تیار ہو چکی ہیں؟"

"ہاں۔ اب تو میں تمہارے سامنے تمام پہلوؤں سے بے نقاب ہونے والا ہوں۔ تم جو چاہو گے' میرے بارے میں معلوم کر لو گے۔ اس کے بعد مجھے قتل کر دو گے۔"

"یہ کیوں سوچ رہے ہو کہ میں تمہیں مار ڈالوں گا؟ دانش مندی یہ ہوگی کہ تمہارے دماغ کو کمزور بنا دوں۔ دنیا والوں کی عبرت کے لیے تمہیں اپاہج بنا کر زندہ رہنے دوں۔ یا پھر تمہیں اپنا معمول بنا کر رکھوں۔"

"میں تمہارا تابعدار بننے سے پہلے مرجانا پسند کروں گا۔"

"اب تمہاری پسند کہاں رہی؟ تمہیں تو میری پسند سے مرنا ہے' جینا ہے' یا پھر غلام بن کر رہنا ہے۔"

اچانک نتاشا کی آواز سنائی دی "تم بہت بول رہے ہو پارس اور میں بہت دیر سے پورس کی بے بسی دیکھ رہی ہوں۔"

پھر وہ پورس سے بولی "پورس! تم وہی ہو کہ میں تم سے بار بار دوستی کرنا چاہتی رہی لیکن تم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں مجھے حقیر سمجھتے رہے اور مجھے نظرانداز کرتے رہے۔ دیکھ لو کہ آج یہی حقیر تمہارے کام آ سکتی ہے۔"

پورس منہ سے فلائنگ کیپسول نکال کر ایک ویرانے میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا پھر بولا "میں مانتا ہوں کہ میں نے تمہاری دوستی کو ٹھکرا دیا تھا۔ تم بھی مان لو کہ میں نے تمہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"

"اگر ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا تمہارے پاس ہوتی تو تم مجھے نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن وہ دوائیں پارس تم سے چھین کر لے گیا۔ اب تم دوسری بار ان دواؤں کو تیار کر رہے ہو۔"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان نئی دواؤں سے تمہیں فائدہ پہنچاؤں گا۔ تم کسی طرح اس شیطان سے میرا پیچھا چھڑاؤ۔"

"میں تو یہی سوچ کر آئی ہوں کہ تمہیں کبھی پارس کا غلام بننے نہیں دوں گی۔ یہ وہی دشمن ہے' جس نے مجھے الپا کے دماغ سے نکال کر مملکتِ اسرائیل میں اقتدار سے محروم کیا تھا۔ آج مجھے انتقام لینے کا موقع مل رہا ہے۔ آج میں اسے تمہارے اندر نہیں رہنے دوں گی۔ یہ جبراً رہے گا تو میں اسے تم پر تنویمی عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تمہیں ہلاکت سے بھی بچاؤں گی۔ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

پارس نے کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے اور پورس کے درمیان تم اچانک کہیں سے آجاؤ گی۔ اب میں اپنی من مانی نہیں کر سکوں گا۔ ہم اس کے اندر رہ کر ایک دوسرے کی چالوں کا توڑ کرتے رہیں گے۔ اس طرح بارہ گھنٹے گزر جائیں گے اور اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آجائے گی۔ ہم میں سے کوئی اس مکار کو زیر نہیں کر سکے گا۔"

"میں پورس کو زیر نہیں کرنا چاہتی۔ میں تمہاری دشمن ہوں۔ تمہیں پورس پر غالب نہیں آنے دوں گی۔"

"بہت بے وقوف ہو نتاشا! میرے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ وہ پورس کے دماغ پر قبضہ جمائیں گے تو تمہیں یہاں سے بھاگنا ہوگا۔ تم اس کی بھلائی کے لیے کچھ نہیں کر سکو گی۔"

"تم جو کرنا چاہو کرو۔ مجھے جو کرنا ہے' وہ کر گزروں گی۔"

پارس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ نتاشا کو وہاں سے بھگا دے۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ وہ پورس کے دماغ میں اپنے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی قوتوں کا اضافہ کرتا۔ اس نے پورس کے دماغ سے نکل کر اپنے چار خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کو مخاطب کیا۔ انہیں سمجھایا کہ پورس کے دماغ میں پہنچ کر وہاں سے کس طرح نتاشا کو بھگانا چاہیے۔ اس کے بعد وہ پورس کے دماغ میں واپس آیا تو پتا چلا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔ نتاشا نے پورس کے دماغ میں تین بار ایسے شدید زلزلے پیدا کیے تھے کہ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب وہ جب تک ہوش میں نہ آتا' پارس اور اس کے ماتحتوں کی سوچ کی لہریں اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

پارس جیتی ہوئی بازی ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ اسرائیل میں الپا کے جو آلۂ کار تھے' انہیں حکم دیا کہ فلاں جگہ ایک ویرانے میں ایک شخص بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اسے فوراً ایک ایمبولینس میں ڈال کر کسی اسپتال میں لاؤ اور اسے جلد سے جلد ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔

ان آلۂ کاروں نے فوراً حکم کی تعمیل کی لیکن اس ویران جگہ کو تلاش کرنے میں کچھ دیر لگ گئی۔ وہاں پہنچنے پر پورس کا ہیٹ نظر آیا۔ اس نے جو سن گلاسز پہنے ہوئے تھے' وہ بھی وہاں پڑے ہوئے تھے لیکن پورس نہیں تھا۔

ماضی میں نتاشا' الپا کو معمولہ اور تابعدار بنا کر اسرائیل میں حکومت کرتی تھی۔ ان دنوں اس نے اپنے بے شمار آلۂ کار بنائے تھے۔ اس کے وہ آلۂ کار اس کے حکم کے مطابق بے ہوش پورس کو وہاں سے اٹھا کر لے گئے تھے۔

بعض اوقات یہ کہاوت درست ہوتی ہے کہ ہاتھی جیسے بھاری بھرکم جانور کو ایک معمولی سی چیونٹی مار دیتی ہے۔ پارس اور پورس کے سامنے نتاشا ایک چیونٹی کی طرح تھی لیکن اس نے دونوں کو مات دی تھی۔ پورس کو بے ہوش کر کے کہیں پہنچا دیا تھا اور پارس کی بہت بڑی جیت کو ہار میں بدل ڈالا تھا۔

○☆○

پارس سمجھتا تھا کہ پورس ایک مچھلی کی طرح اس کے ہاتھ سے پھسل کر پھر دریا میں چلا گیا ہے۔ اب دوبارہ اس کے جال میں نہیں آسکے گا اور اس مچھلی کو اس کے ہاتھ سے چھین کر دوبارہ بہتے ہوئے دریا میں پہنچانے والی نتاشا تھی۔

نتاشا کو تو پارس سے ایسی دشمنی تھی کہ وہ کبھی سامنے نظر آجاتا تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دیتی۔ ایک تو وہ مسلمانوں کی ازلی دشمن تھی۔ اس مسلمان نے اس کی بہن نتالیہ کو اپنے عشق میں گرفتار کر لیا تھا۔ اس نے اپنی بہن کو اس مسلمان کے سحر سے نکالا اور اس کی شادی ایک یہودی سے کر دی تو پارس نے نتاشا کو الپا کے دماغ سے نکال دیا۔ گویا نتاشا نے الپا کو معمولہ اور تابعدار بنا کر مملکتِ اسرائیل میں جو اقتدار حاصل کیا تھا' پارس نے اس اقتدار سے نتاشا کو محروم کر دیا تھا۔

نتاشا اتنی بڑی شکست کو بھول نہیں سکتی تھی اور پارس جیسے پہاڑ سے ٹکرا بھی نہیں سکتی تھی اس لیے بڑے صبر و تحمل سے کسی مناسب وقت کا انتظار کرتی رہی۔ جب پورس میدانِ عمل میں آیا اور وہ پارس کا توڑ نظر آنے لگا تو نتاشا نے کئی بار پورس سے دوستی کرنے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ پورس نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔

انسان کو زندگی کے حالات اور تجربات بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ اب پورس کو معلوم ہونے والا تھا کہ نتاشا جیسا کھوٹا سکہ بھی کسی وقت کام آجاتا ہے۔

پارس یہ خوب سمجھتا تھا کہ پورس اب دوسری بار اس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس کے باوجود اس نے کئی بار پورس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور اسے بے ہوش پایا۔ نتاشا اسے ہوش میں آنے نہیں دے رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح بارہ گھنٹے گزر جائیں۔ جس دوا کے ذریعے پورس ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہو گیا تھا اس کی وہ محرومیت بارہ گھنٹوں کے بعد ختم ہونے والی تھی۔ اس اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا اثر زائل ہونے والا تھا۔

اس نے نتاشا سے رابطہ کرنا چاہا۔ نتاشا نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار جا کر کہا "مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میرے دماغ میں تو آسکتی ہو۔"

وہ اس کے اندر آکر بولی "میں تم لوگوں کی نظروں میں وہ ریوالور ہوں' جو گولیوں سے خالی ہے۔ وہ ہتھیار ہوں' جو کند ہو گیا ہے پھر آج مجھے کیوں اپنے پاس بلا رہے ہو؟"

"مختصر الفاظ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ پورس کے دماغ سے چلی جاؤ۔ میری دوستی سے تمہیں بڑے فائدے پہنچیں گے۔"

"تم نے مجھے الپا کے دماغ سے نکال کر اور اسرائیل میں اقتدار سے محروم کر کے جو نقصانات پہنچائے ہیں اس کے پیشِ نظر میں مرتے دم تک تم پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

"پورس کا ساتھ کیوں دے رہی ہو؟ اس نے بھی تم سے کوئی بھلائی نہیں کی ہے۔"

"اس نے مجھ سے کوئی برائی بھی نہیں کی ہے۔ اب میں جس طرح اس کے کام آرہی ہوں اس کے نتیجے میں وہ میرا احسان مند بھی رہے گا' میرا دوست بھی رہے گا اور آئندہ تمہارے مقابلے پر میرے کام آتا رہے گا۔"

"دیکھو نتاشا! پورس جیسا شکار بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ میں تمہاری خوشامد نہیں کر رہا ہوں۔ تمہیں ایک عقل کی بات سمجھا رہا ہوں۔ یہ فرہاد علی تیمور کی فیملی کی خاصیت ہے کہ جب وہ کسی کو دوست بنا لیتی ہے تو تمام عمر اس دوستی کو نباہتی ہے۔ جو ہمارے بن جاتے ہیں' انہیں ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ پچھلے نقصان کو بھول جاؤ' تمہیں اقتدار حاصل کرنے کا شوق ہے۔ میں تمہیں امریکی اکابرین کے سروں پر بٹھا دوں گا۔ تم سپر پاور کہلانے والوں پر حکومت کرو گی۔"

"بڑے سبز باغ دکھا رہے ہو۔ افسوس میں تمہارے جھانسے میں نہیں آؤں گی۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ پورس کو میرے ہاتھ نہیں آنے دو گی؟"

"بالکل آخری فیصلہ ہے۔ مجھ سے توقع کرو گے تو اپنا اور میرا وقت ضائع کرتے رہو گے۔"

پارس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' نتاشا اپنی بہن نتالیہ کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے بے حد حسین' پرکشش اور کنواری لڑکی بنا کر بڑی حکمتِ عملی سے پورس کو اس کا دیوانہ بنا چکی تھی۔ آئندہ بھی پورس نتالیہ کے ساتھ فرصت کے لمحات گزارنے والا تھا۔ نتاشا بہن کے دماغ میں رہ کر پورس کی بہت سی ذاتی مصروفیات کو دیکھتی اور سمجھتی رہتی۔

اب پارس کے خلاف پورس کی مدد کر کے اس کا دل جیت سکتی تھی اور اس کا اعتماد حاصل کر سکتی تھی۔ اس نے بے ہوش پورس کو ایک خفیہ اڈے میں چھپا رکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پارس اور اس کے ماتحت کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

اس نے بے ہوش پورس کے لباس کی تلاشی لی۔ اس کی جیب سے ایک ڈبیا نکلی۔ اس میں نادیدہ بنانے والی گولیاں

اور فلائنگ کیپسول اچھی خاصی تعداد میں تھے۔ اس نے تین گولیاں اور دو کیپسول نکال لیے تاکہ پورس ہوش میں آکر یہ شبہ نہ کرسکے کہ اس ڈبیا میں سے کچھ چرایا گیا ہے۔ وہ آئندہ اپنی بہن نتالیہ کے ذریعے مزید گولیاں اور کیپسول حاصل کرسکتی تھی۔ فی الحال کام چلانے کے لیے تین گولیاں اور دو کیپسول کافی تھے۔

پورس نے نتالیہ سے وعدہ کیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ ہندوستان لے جائے گا۔ نتالیہ بے چینی سے اس کا انتظار کررہی تھی۔ نتاشا نے اس کے دماغ میں آکر اس کی سوچ میں کہا "وہ یقیناً کسی ایسے اہم معاملے میں مصروف ہوگیا ہے' جس کے باعث نہ تو آرہا ہے اور نہ ہی مجھ سے رابطہ کررہا ہے۔ مجھے صبر سے انتظار کرنا چاہیے۔"

اس نے بہن کے برین کو بالکل واش کردیا تھا۔ وہ اپنا تمام ماضی' حتیٰ کہ اپنی بہن نتاشا کو بھی بھول چکی تھی۔ ترکی میں جو زلزلہ آیا تھا' وہاں اس کا پورا خاندان ایک عمارت کے نیچے دب کر مرگیا تھا۔ چونکہ وہ یہودی تھی اس لیے یہودی قافلے کے ساتھ اسرائیل میں پناہ لینے آئی تھی اور اسی دوران میں پورس اسے دیکھ کردیوانہ ہوگیا تھا۔

اس نے نتالیہ سے سحرزدہ ہو کراس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے تھے۔ چونکہ نتالیہ کو اپنے ماضی کا ایک لمحہ بھی یاد نہیں رہا تھا اس لیے وہ اس کی اصلیت معلوم نہ کرسکا۔ اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ ترکی سے ایک آفت زدہ قافلے کے ساتھ اسرائیل آئی ہے اور اس کے پیچھے کسی قسم کا جال نہیں بچھایا گیا ہے۔

جہاں پارس نے جال بچھایا تھا وہاں وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس نے اسرائیل کی ایک خفیہ لیبارٹری میں تیار ہونے والی دواؤں کو دوبار آزمایا تھا اور انہیں ناکارہ اور بے اثر پایا تھا۔ ایسے میں اسے پختہ یقین ہوگیا تھا کہ پارس اپنی اصلی دواؤں کو استعمال کرکے اسرائیلی اکابرین کو دھوکا دے رہا ہے پھر یقین کیوں نہ ہوتا جبکہ اس نے خود اسرائیلی ڈاکٹروں کے اصلی فارمولوں میں تبدیلیاں کی تھیں۔ ان دواؤں کو تو ناکارہ ہونا ہی تھا۔

وہ اسی اعتماد سے اپنے ماتحت کے ساتھ اسرائیلی اکابرین کے درمیان موجود تھا اور اپنی آنکھوں کے سامنے ان دواؤں کو بے اثر کرنا چاہتا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پارس نے بازی پلٹ دی ہوگی اور ان نقلی دواؤں کی جگہ اصلی دوائیں لا کر رکھ دی ہوں گی۔

پارس نے قیامت کی چال چلی تھی۔ پورس کو ٹیلی پیتھی سے محروم کردیا تھا۔ اب اس کا دماغ پارس کے شکنجے سے نکل نہیں سکتا تھا لیکن مقدر کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ پارس کی گرفت میں رہے۔ پوری طرح گرفت میں آنے کے باوجود یہ پورس کی خوش قسمتی تھی کہ نتاشا اسے بچانے آگئی تھی۔

اسرائیلی اکابرین خوش تھے کہ الپا اور پارس نے انہیں صحیح فارمولے دیے تھے۔ پورس ان دونوں کو جھوٹا اور فریبی ثابت کررہا تھا اور خود جھوٹا اور فریبی ثابت ہوا تھا۔

ان اکابرین میں سے ایک فوجی افسر نے کہا "پورس نادیدہ بن کر ہمارے درمیان موجود تھا۔ یقیناً وہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوچکا ہے۔ الپا اور پارس کو اسے گرفت میں لینا چاہیے۔"

الپا نے کہا "پورس ناکام ہوتے ہی فرار ہوگیا لیکن پارس اس کے دماغ میں ضرور پہنچ گیا ہوگا۔ اسے کہیں روپوش نہیں ہونے دے گا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد پارس نے آکر الپا اور تمام اکابرین کو بتایا کہ وہ پورس کو اپنی گرفت میں لے رہا تھا لیکن ایسے وقت نتاشا اس کی راہ میں دیوار بن گئی ہے اور اس کے دماغ کو گرفت میں لینے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ وہ جب بھی اس پر تنویمی عمل کرے گا' نتاشا اس عمل کو ناکام بنادے گی۔

الپا نے کہا "پارس! اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کسی طرح بھی پورس کو اپنے شکنجے میں لے لو۔"

پارس نے کہا "کوئی صورت نہیں ہے۔ بارہ گھنٹے کے بعد پورس کی ٹیلی پیتھی کا علم بحال ہوجائے گا۔ وہ بارہ گھنٹے تک اس کے اندر رہ کر میرے ارادوں کو ناکام بناتی رہے گی۔ اس کے باوجود میرے خیال خوانی کرنے والے ماتحت پورس کے بے ہوش دماغ میں موجود رہیں گے۔ ہوسکتا ہے' انہیں نتاشا کو بھگانے اور پورس کو گرفت میں لینے کا موقع مل جائے۔"

ایک حاکم نے کہا "نتاشا کو کوئی بہت بڑا لالچ دو۔ کوئی اتنی بڑی آفر دو کہ وہ پورس کے دماغ سے چلی جائے۔"

"میں اسے بڑی سے بڑی آفر دے چکا ہوں۔ ہر ممکن کوشش کرچکا ہوں لیکن وہ یقیناً پورس سے بڑے فائدے حاصل کررہی ہے یا کرنے والی ہے۔ اسی لیے ہم سب کے خلاف پورس کی حفاظت کررہی ہے۔"

الپا نے کہا "اس کی بہن نتالیہ کہاں ہے؟ اگر ہم اس کی بہن کو گرفت میں لیں اور اس کے حوالے سے مجبور کریں تو وہ مان جائے گی۔"

پارس نے کہا "میری خیال خوانی کی لہروں کو نتالیہ کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ مرچکی ہے یا نتاشا نے اس کا برین واش کرکے اس کے لب و لہجے کو تبدیل کردیا ہے۔"

ایک حاکم نے مایوس ہو کر کہا "اس کا مطلب ہے پورس جیسا زبردست شکار اب ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

پارس نے کہا "ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان ہار جیت کا کھیل جاری رہتا ہے۔ اگر ہم ایک پہلو سے ہار رہے ہیں تو دوسرے پہلو سے جیت رہے ہیں۔ ہم نے ثابت کردیا ہے کہ الپا برسوں سے مملکتِ اسرائیل کی وفادار ہے اور مجھ سے شادی کرنے کے بعد بھی محبِ وطن ہے۔"

الپا نے کہا "مجھے ان اکابرین پر افسوس ہے' جو میری برسوں کی وفاداری کے باوجود مجھ پر شبہ کرتے ہیں۔ اب سے پہلے بھی جب میں ماں بن رہی تھی اور بابا صاحب کے ادارے سے میری حفاظت کی گئی تھی تو چند اکابرین الزام دے رہے تھے کہ میں مسلمانوں کے زیرِ اثر ہوں اور اسرائیل سے غداری کررہی ہوں۔ آج بھی پورس جیسا دشمن ان چند اکابرین کے ذریعے میرے خلاف محاذ آرائی کرا رہا تھا۔"

ایک حاکم نے کہا "ہمیں افسوس ہے کہ ہم میں سے چند حضرات تمہارے خلاف محاذ آرائی کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈتے رہتے ہیں۔"

الپا نے کہا "آپ کے افسوس کرنے سے میری تسلی نہیں ہوگی۔ میرا مطالبہ ہے کہ جو چند اکابرین ہمیشہ میرے خلاف رہے ہیں' انہیں حکومت سے نکال دیا جائے۔ ان کے موجودہ عہدے ان سے چھین لیے جائیں۔"

"الپا! تم سمجھ دار ہو۔ یہ ان کے لیے بہت بڑی سزا ہوگی۔"

"اور اگر ہم پورس کو جھوٹا اور فریبی ثابت کرنے میں ناکام رہتے تو یہ میرے لیے بہت بڑی سزا ہوتی کہ مجھے ناقابلِ اعتماد سمجھ کر اپنے ملک اور قوم کی خدمت سے محروم کردیا جاتا۔ میں اپنے مطالبے پر قائم رہوں گی۔ میرے مخالف اکابرین کو ان کے عہدوں سے سبکدوش کیا جائے۔"

اکابرین کی اکثریت نے الپا کی تائید کی اور اس کا مطالبہ پورا کرنے کا وعدہ کیا پھر وہ سب اس لیبارٹری سے جانے لگے۔

○☆○

ابھی بارہ گھنٹے نہیں گزرے تھے۔ پورس ہوش میں آگیا تھا۔ آنکھیں کھول کر ایک نئی جگہ کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور وہاں کیسے پہنچ گیا ہے؟

نتاشا نے اس کے دماغ میں کہا "میں تمہیں یہاں لائی ہوں۔ تم بالکل محفوظ ہو۔"

وہ چونک کر بولا "اوہ! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ جب پارس میرے دماغ کو اپنے قابو میں کرنا چاہ رہا تھا تو تم اچانک آکر میری حفاظت کرنے لگی تھیں۔ کیا میں واقعی محفوظ ہوں؟ کیا پارس میرے اندر نہیں ہے؟"

"اطمینان رکھو۔ میں اسے دوبارہ یہاں سے جانے پر مجبور کرچکی ہوں۔ اب وہ نہیں آرہا ہے لیکن اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تمہارے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ وہ اس تاک میں ہیں کہ میری کسی غفلت سے فائدہ اٹھا کر تمہیں تنویمی عمل کے ذریعے غلام بنا سکیں۔"

"اس کا مطلب ہے' تم مسلسل میرے دماغ میں ہو۔ کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں؟"

"دس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ صرف دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔ میں تمہارے اندر فائٹ کرتی رہوں گی۔ باقی دو گھنٹوں میں بھی تمہارے مخالفین کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

"مائی گاڈ! تم مسلسل دس گھنٹے سے فائٹ کررہی ہو اور ابھی دو گھنٹے مزید مخالفین سے لڑتی رہو گی۔ نتاشا! تم نے تو مجھے خرید لیا ہے۔ تم تنہا کیوں ہو؟ کیا تمہارا کوئی دوسرا معتبر خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے' جو تمہیں آرام کرنے کا موقع دیتا اور میری حفاظت کرتا؟"

"میرا کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی نہیں ہے۔ میری بہن نتالیہ جانتی تھی' وہ زچگی کے دوران میں مرچکی ہے۔ وہ زندہ ہوتی' تب بھی میں تمہیں اپنی بہن کی نگرانی میں نہیں چھوڑتی۔ ہم جانتے ہیں کہ پارس کتنا مکار ہے۔ اس نے مجھے تمہارے دماغ سے جانے کے لیے بڑی بڑی آفرز دی ہیں۔"

"ہاں جب کام نہ بنے تو رشوتیں دی جاتی ہیں۔"

"وہ معمولی رشوتیں نہیں دے رہا تھا۔ اس نے مجھے اسرائیل میں اقتدار سے ہٹایا تھا۔ اب سپر پاور امریکا کے اکابرین کو میرے زیرِ اثر لانے کا وعدہ کررہا تھا۔ مجھے سپر پاور پر حکومت کرنے کا خواب دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرے کسی بھی برے وقت میں بابا صاحب کا ادارہ میری پشت پناہی کرے گا۔"

"نتاشا! میں تمہاری باتیں سن کر حیران ہورہا ہوں۔ یہ تو دنیا کی بہت بڑی آفر ہے اور تم نے میری خاطر اسے ٹھکرا دیا

ہے۔"

"تمہیں حیران نہیں ہونا چاہیے۔ میں زہریلے سانپ پر بھروسا کر سکتی ہوں لیکن کسی مسلمان پر کبھی نہیں کروں گی۔ پارس ایک بار مجھے ڈس چکا ہے۔ اب اسے ڈسنے کا موقع نہیں دوں گی۔ مجھے امریکا پر حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے اور نہ ہی بابا صاحب کے ادارے پر اعتماد ہے۔"

"تمہاری باتیں میرے دل کو لگ رہی ہیں۔ یہ بتاؤ' مجھ پر کیسے بھروسا کر رہی ہو؟"

"پہلے ہم دو بہنیں ٹیلی پیتھی جانتی تھیں۔ اب میں تنہا رہ گئی ہوں۔ میرا کوئی ساتھی اور مددگار نہیں ہے پھر یہ کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کوئی کسی پر بھروسا نہیں کرتا ہے۔ میں تم سے کہوں گی کہ مجھ پر بھروسا نہ کرو۔ میں تم پر بھروسا نہیں کروں گی۔ اس کے باوجود میں اس لیے تمہارے کام آ رہی ہوں کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک دن پارس تمہارے ہی ہاتھوں کٹے گا اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جس طرح میں تمہارے کام آ رہی ہوں' اسی طرح تم بھی میرے کسی برے وقت میں ضرور میرے کام آؤ گے۔"

"میں بھگوان کی قسم کھاتا ہوں کہ تم جب بھی مجھے آواز دو گی' میں ساری اہم مصروفیات چھوڑ کر تمہارے لیے جان کی بازی لگانے پہنچ جاؤں گا۔ آج سے تم خود کو تنہا نہ سمجھو۔ میں تمہارا بھائی بن کر رہوں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔ تم زبان کے دھنی ہو۔ جیسا کہہ رہے ہو' ویسا ہی کرتے رہو گے۔ ایک بات تو تم سمجھ رہے ہو گے کہ تمہارے مخالفین اس وقت تمہارے اندر خاموشی سے چھپے ہوئے ہوں گے اور ہماری تمام باتیں سن رہے ہوں گے۔"

"یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ بھگوان کا شکر ہے کہ وقت گزرتا جا رہا ہے۔ جلد ہی میری ٹیلی پیتھی کا علم دوبارہ مجھے حاصل ہو جائے گا۔ میں اپنے دماغ میں چھپی ہوئی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس کر لوں گا پھر سانس روک کر انہیں بھگا دوں گا۔ ایسا کرنے سے تم بھی میرے دماغ سے نکل جاؤ گی۔ پلیز ایسے وقت برا نہ ماننا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ دماغی توانائی حاصل ہوتے ہی تم مجھے بھی اپنے دماغ میں نہ آنے دو اور نہ میرے دماغ میں آؤ۔ پارس بہت مکار ہے۔ وہ میرے اور تمہارے لب و لہجے میں ہمارے اندر آ کر ہمیں دھوکا دے سکتا ہے۔"

"تم واقعی مجھ سے بھرپور تعاون کر رہی ہو۔ ہم کسی مناسب موقع پر کسی آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کریں گے۔ میں ایک بات اور معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کون سی بات؟"

"تم کب سے میرے دماغ میں آئی ہو؟ کیا تمہاری آمد سے قبل پارس نے میرے چور خیالات پڑھے ہوں گے؟ کیا وہ معلوم کر چکا ہو گا کہ میں نئی دوائیں کہاں تیار کر رہا ہوں؟"

"میں خیال خوانی کے ذریعے اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری میں ایک حاکم کے اندر تھی۔ تم نے وہاں یہ کہا تھا کہ تم نادیدہ بن کر موجود ہو۔ تمہیں پورا یقین تھا کہ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا بے اثر ثابت ہو گی لیکن اس کے برعکس ہوا اور تمہاری ٹیلی پیتھی کا علم ختم ہو گیا۔ اتنا تو میں سمجھ رہی تھی کہ اب پارس تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تمہارے اندر آ گئی تھی۔ میرے بعد پارس نے آ کر تم سے کہا تھا کہ تم ساری دنیا سے بھاگ سکتے ہو لیکن اسے اپنے دماغ سے نہیں بھگا سکو گے۔ جب وہ تمہارے چور خیالات پڑھنے لگا تو اسے پتا چلا کہ میں اس کے لیے رکاوٹ بن رہی ہوں۔"

"تم پورے یقین سے کہہ رہی ہو کہ اس نے میرے چور خیالات نہیں پڑھے ہیں؟"

"تم اطمینان رکھو۔ اس نے تمہارے اندر چھپے ہوئے رازوں کو نہیں پڑھا ہے۔ اس کا باپ بھی نہیں جانتا ہے کہ تم نئی دوائیں کہاں بنا رہے ہو؟"

ان کی گفتگو کے دوران میں باقی وقت بھی گزر گیا۔ بارہ گھنٹے گزر گئے تب اس نے دماغی توانائی محسوس کی۔ اس سے کہا "نتاشا! میں توانائی محسوس کر رہا ہوں اور پرائی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس کر رہا ہوں۔ خیال خوانی کی پرواز بھی کر سکتا ہوں۔"

"میں تمہیں مبارک باد دیتی ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ فوراً سانس روک کر سب کو بھگا دو۔"

"میں سانس روکنے سے پہلے تمہارا شکریہ ادا کر رہا ہوں اور بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک سگے بھائی کی طرح ہمیشہ تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ نتاشا کے ساتھ دوسرے مخالفین بھی اس کے دماغ سے نکل گئے۔ اس نے بستر سے اٹھ کر خود کو آئینے میں دیکھا اور اپنے آپ کو پہچان نہ سکا۔ نتاشا نے بے ہوشی کے دوران میں اس کا چہرہ تبدیل کرا دیا تھا۔ اس نے پورس کو محفوظ رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی۔

وہ کھڑکی کے پاس آ کر باہر دیکھنے لگا۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی نظر آ رہی تھی۔ وہ بارہ گھنٹے پہلے فلائنگ کیپسول کے ذریعے فرار ہوا تھا۔ چند منٹ میں لبنان پہنچ گیا تھا۔ پارس اس کے تعاقب میں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ لبنان کے ایک ویرانے میں ہے۔ اس نے اسرائیلی پولیس کو ضرور وہاں بھیجا ہو گا لیکن اس سے پہلے نتاشا کے آلۂ کار پورس کو وہاں سے لے گئے تھے۔

اسے تلاش کرنے والوں نے یہ سمجھا کہ نتاشا لبنان سے پورس کو دوسرے ملک لے گئی ہے۔ پارس کے ماتحت اس کے دماغ میں رہ کر نہ سمجھ سکے کہ وہ اسے کہاں لے گئی ہے کیونکہ وہ بے ہوش تھا۔ اس کے دماغ سے معلومات حاصل نہیں ہو سکتی تھیں اس لیے وہ بڑی مکاری سے پھر اسے واپس اسرائیل کی ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی میں لے آئی تھی۔ اس طرح کوئی شبہ نہ کر سکا کہ فرار ہونے والا پھر اسی ملک میں واپس آ گیا ہے۔

وہ خوش تھا کہ بارہ گھنٹوں تک پارس کی پہنچ سے دور رہا تھا۔ اب الپا اور پارس پوری اسرائیلی فوج کو لا کر اس مکان کا محاصرہ کرتے' تب بھی وہ کسی کی گرفت میں نہ آتا۔ فوراً نادیدہ بن کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے فرار ہو جاتا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی نہ اس کے اندر آ سکتا تھا اور نہ یہ سراغ لگا سکتا تھا کہ وہ کہاں روپوش ہو گیا ہے۔

وہ ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔ اب وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ پچھلے بارہ گھنٹوں میں جب تک وہ اپنے تمام معاملات سے غافل رہا تب تک کیا ہوتا رہا؟

معاملات تو بہت تھے۔ ڈاکٹر اناپورنا ایک خفیہ لیبارٹری میں دوائیں تیار کر رہی تھی اور وہ دوائیں تیاری کے آخری مرحلے پر ہی تھیں۔

دوسرا معاملہ بلی ڈونا کا تھا۔ وہ اچانک کہیں گم ہو گئی تھی۔ پورس سمجھ رہا تھا کہ پارس نے اسے غائب کر دیا ہے اور پارس کا خیال تھا کہ پورس نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔

تیسرا معاملہ نیلماں کا تھا۔ اس کی پراسرار خاموشی الجھا رہی تھی کہ پتا نہیں وہ آئندہ کس روپ میں آئے گی۔ اس نے پارس اور پورس دونوں کو دھمکیاں دی تھیں کہ وہ واپس آ کر ان کا جینا محال کر دے گی اور وہ ابھی نہیں آ رہی تھی۔ یقیناً کسی محفوظ جگہ رہ کر اپنی کمزور پڑنے والی آتما شکتی کی توانائی بحال کرنے میں مصروف ہو گی۔

ایسے اور کئی معاملات تھے لیکن نتالیہ پورس کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔ وہ ایک حاکم کی پرسنل سیکریٹری تھی۔

پورس اسے اس حاکم سے دور کر کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں لے گیا تھا۔ وہ وہیں ایک کمرے میں تھی اور پورس کا انتظار کر رہی تھی۔

پورس نے ایک کرسی پر آرام سے بیٹھنے کے بعد پہلے نتالیہ کی خبر لی۔ اس کے اندر پہنچ کر خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ حاکم نتالیہ کو سیکریٹری بنانے کے بہانے داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ جب وہ دوسری صبح بیدار ہوا تو پتا چلا کہ نتالیہ استعفیٰ لکھ کر چلی گئی ہے۔ حاکم کا سیکریٹری بننے کی لوگ تمنا کیا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ استعفیٰ دے کر چلی گئی تھی۔ اس حاکم کو اپنی توہین کا احساس ہوا' وہ اسے ٹھکرا کر چلی گئی تھی۔ اس نے حکم دیا کہ اسے تلاش کیا جائے' وہ تل ابیب میں ہو گی۔ پاسپورٹ وغیرہ کے بغیر اسرائیل سے باہر نہیں جا سکے گی۔

اسے تلاش کرنے والے سراغ رسانوں نے اپنے ڈپارٹمنٹ کے سربراہ برین آدم کو یہ بات بتائی۔ اس نے ماتحت سراغ رسانوں کو ہدایت کی کہ نتالیہ اگر کہیں نظر آ جائے تو پہلے اس حاکم کو اطلاع نہ دی جائے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ نتالیہ اتنی بڑی سرکاری ملازمت کو اچانک چھوڑ کر کیوں گئی ہے؟

پتا چلا کہ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو چار میں ہے۔ ایک نوجوان اسے اس کمرے میں چھوڑ گیا ہے۔ اسی وقت الپا نے برین آدم سے رابطہ کیا تھا۔ برین آدم نے اسے نتالیہ اور اعلیٰ حاکم کے بارے میں بتایا۔ الپا نے ہوٹل والوں کے ذریعے نتالیہ کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ گئی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ترکی کے ایک آفت زدہ علاقے سے آئی تھی۔ اسے ایک حاکم نے دیکھتے ہی اپنی پرسنل سیکریٹری بنا لیا تھا۔ جس رات وہ حاکم اسے حاصل کرنا چاہتا تھا اسی رات اچانک ایک جوان اس کے بیڈ روم میں آ گیا۔ وہ خوبرو بھی ہے اور حیرت انگیز جادوگر بھی ہے۔ وہ غائب ہو جاتا ہے اور پھر نمودار ہو جاتا ہے۔ اسی جوان نے نتالیہ سے کہا تھا کہ وہ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کے بغیر آدھے گھنٹے کے اندر اسے ہندوستان لے جائے گا۔

لیکن وہ اسے ہوٹل میں چھوڑ کر جانے کے بعد اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ الپا نے پارس کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ انہیں یقین کی حد تک شبہ ہوا کہ نتالیہ کے بیڈ روم میں غائب اور نمودار ہونے والا پورس ہو سکتا ہے۔ وہ حسن پرست

ہے۔ اسے ضرور اپنی داشتہ بنا کر اپنے پاس رکھے گا۔

الپا نے کہا "وہ تمہارے مقابلے پر ہے۔ بہت زیادہ محتاط رہے گا۔ اپنے بچاؤ کی خاطر اس حسینہ کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔"

"ہاں۔ ان حالات میں وہ حسینہ کو اہمیت نہیں دے گا لیکن اسے کسی کے ہاتھ بھی لگنے نہیں دے گا۔ دور ہی دور سے اسے تحفظ دے گا۔ آج اسے اپنا نہیں بنا سکے گا۔ ایک ماہ بعد یا ایک سال بعد حالات کے مطابق اس کا حلیہ بدل کر اسے اپنے پاس ضرور بلائے گا۔"

"فی الحال تم اپنے ایک ماتحت کو اس کی نگرانی پر لگا دو۔ وہ اس کے دماغ کے اندر جاتا آتا رہے گا۔ پورس نے اس حسینہ کو پرسنل سیکریٹری کے عہدے سے ہٹایا ہے۔ اسے ایک ہوٹل میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ اسے اس ہوٹل سے کسی دوسری جگہ ضرور پہنچائے گا۔"

پورس یہ نہیں جانتا تھا کہ نتالیہ کے پیچھے جاسوس لگائے جاسکتے ہیں لیکن عقل میں یہ بات آرہی تھی کہ ایک حسینہ ایک اعلیٰ حاکم کو استعفیٰ دے کر جائے گی تو یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حاکم ضد میں آکر اس کے خلاف کارروائی کرے۔

پورس نے اس حاکم کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ حاکم اسے تلاش کروا رہا ہے۔ سراغ رسانوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہے اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے حکم دیا ہے کہ اس حسینہ کا محاسبہ نہ کیا جائے۔ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کی جائے۔

برین آدم کے ذکر پر پورس نے سمجھ لیا کہ اب یہ بات الپا کو معلوم ہوگی اور وہ اس حسینہ کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرسکتی ہے اور پارس کو اس حسینہ کی اہمیت بتا سکتی ہے۔

وہ سوچنے لگا "کیا کیا جائے؟ کیا اپنی سلامتی کے لیے روشنا جیسے حسین شاہکار کو چھوڑ دوں؟"

اس نے حسن و شباب اور اپنی دل فریب اداؤں سے پورس کو ایسا دیوانہ بنایا تھا کہ وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا دل بھی کہہ رہا تھا کہ ایک بے چاری آفت زدہ کو وہاں بے یار و مددگار چھوڑ کر چلا جائے۔

اس نے نتاشا سے رابطہ کیا۔ وہ بولی "تمہیں اتنی جلدی رابطہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں دھوکا کھا سکتی ہوں۔ پارس تمہارے لب و لہجے میں بول سکتا ہے۔"

"تم ابھی دھوکا نہیں کھا رہی ہو۔ میری بات توجہ سے سنو۔ ترکی کی ایک آفت زدہ یہودی حسینہ سے میرے تعلقات ہیں۔ وہ مجھے اتنی پسند ہے کہ میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ابھی جو معلومات حاصل ہوئی ہیں اس کے مطابق یقیناً الپا اور پارس اس حسینہ کے دماغ میں پہنچے ہوئے ہوں گے یا انہوں نے اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے پیچھے لگا دیا ہوگا۔"

وہ خوش ہوگئی کہ پورس اس کی بہن کا دیوانہ بن چکا ہے اور مشکل حالات میں بھی اس کا خیال رکھتا ہے اور آئندہ اسے چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ وہ انجان بن کر بولی "میں نے تمہاری محبوبہ کی آواز اور لہجہ کبھی سنا نہیں ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں پہنچا دو۔ میں اس کے کام آتی رہوں گی۔"

وہ بولا "میرے دماغ میں آؤ۔ میں ابھی اس کے اندر تمہیں پہنچا رہا ہوں۔"

وہ اس کے اندر آئی۔ اس نے اسے نتالیہ کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ بولی "اب تم اطمینان رکھو۔ میں تمہاری محبوبہ کو نہ بھٹکنے دوں گی اور نہ ہی غلط ہاتھوں میں پہنچنے دوں گی۔ ویسے میں انڈیا جارہی ہوں۔ اگر تم کہو تو اسے بھی وہاں لے جاؤں۔"

"اسے ابھی انڈیا لے جانے کی غلطی نہ کرنا۔ پارس اس کے خیالات پڑھ کر انڈیا پہنچ جائے گا اور وہاں مجھے پھر زبردست نقصان پہنچائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں اسے کسی دوسرے ملک میں پہنچا دوں گی۔"

"اگر وہ اسرائیل میں محفوظ رہے گی تو اسے یہیں رہنے دو۔ بائی دا وے تم ہندوستان کیوں جارہی ہو؟"

"جیسا کہ تم جانتے ہو' میں پارس کی جانی دشمن ہوں۔ اگر میرے نشانے پر پارس کا باپ آئے گا تو اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی اور آج کل اس کا باپ فرہاد ہندوستان میں ہے۔"

پورس نے گھبرا کر پوچھا "کیا فرہاد علی تیمور ہندوستان میں ہے؟"

"ہاں۔ میں اس کے تعاقب میں رہوں گی۔ وہ نظر آئے گا تو گولی مار دوں گی لیکن تم کچھ پریشان ہوگئے ہو بلکہ گھبرا رہے ہو؟"

"اب تو تم میری راز دار ہو۔ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ ہندوستان کے ایک علاقے میں میری وہ دوائیں تیار ہورہی ہیں۔ پتا نہیں فرہاد کس علاقے میں ہے۔ اگر اس نے میری خفیہ لیبارٹری کا سراغ لگایا ہوگا یا اس علاقے میں اس لیبارٹری کو تلاش کر رہا ہوگا تو میری ساری محنت پر پھر ایک بار پانی پھر جائے گا۔"

"پورس! یہ باپ بیٹے بڑے خطرناک ہیں۔ شیطان کی طرح ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھے اس علاقے کا نام بتاؤ جہاں فرہاد اس لیبارٹری کو تلاش کر رہا ہوگا۔ میں اسے وہاں تک پہنچنے نہیں دوں گی۔"

"ابھی میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے ہندوستان جارہا ہوں۔ تم ممبئی پہنچو۔ میں تمہیں اس علاقے میں لے چلوں گا۔ فی الحال تم میری محبوبہ روشنا (نتالیہ) کے لیے کچھ کرو۔"

"تم روشنا کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں اس پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

وہ پورس کے دماغ سے نکل کر اپنی بہن نتالیہ کے اندر آکر خاموش رہی تاکہ اس کے اندر مخالفین چھپے ہوئے ہوں تو وہ انہیں محسوس کرسکے۔ نتالیہ یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھی کہ پتا نہیں اس کا اجنبی محبوب اسے صبح ہوٹل میں چھوڑنے کے بعد کہاں چلا گیا ہے؟ کیا وہ بے وفا ہے؟ واپس نہیں آئے گا؟ اب تو دوسری صبح ہونے والی ہے۔

نتاشا نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں وہ بے وفا نہیں ہوسکتا۔ وہ میرا دیوانہ ہے۔ ہوسکتا ہے' وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا ہو۔"

نتالیہ نے سوچا "لیکن میرے اخراجات کا کیا بنے گا؟ میں اتنے بڑے ہوٹل کا بل کہاں سے ادا کروں گی؟"

نتاشا نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ جلد ہی آئے گا یا کسی ذریعے سے میرے تمام اخراجات پورے کرتا رہے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک نتالیہ کو پورس کی آواز سنائی دی۔ اس نے چونک کر پیچھے گھوم کر دیکھا۔ پورس کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ نتالیہ دوڑ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس سے لپٹ گئی۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟ میں مایوس ہو کر روتی رہی اور آنسو پونچھتی رہی۔"

"کیوں مایوس ہوگئی تھیں؟ کیا مجھ پر بھروسا نہیں تھا؟"

"بھروسا ہے۔ اسی لیے تو ایک اعلیٰ حاکم کی ملازمت کو ٹھکرا کر تمہارے ساتھ آئی ہوں۔ صبح سے انتظار کر رہی ہوں اور اب دوسری صبح ہونے والی ہے۔"

"اب شکایتیں چھوڑو اور یہاں سے فوراً چلو۔ میں نے پچھلی رات کہا تھا کہ تمہیں میرے ساتھ ہندوستان چل کر رہنا ہوگا۔"

نتاشا خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے پورس نے اس سے کہا تھا کہ روشنا (نتالیہ) کو ہندوستان نہ لانا۔ دشمن بھی اس کے پیچھے ہندوستان آئیں گے جبکہ دشمنوں کو ادھر کا رخ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہاں ایک علاقے میں رازداری سے دوائیں تیار کی جارہی تھیں۔

پہلے تو نتاشا کو تعجب ہوا پھر یہ سوچ کر خوش ہونے لگی کہ پورس بری طرح نتالیہ کا دیوانہ ہوگیا ہے۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا اس لیے اسے ساتھ لے جانے آیا ہے اور اس کی بہن کی خاطر خطرہ مول لے رہا ہے۔

پورس نے بریف کیس کھول کر دکھایا۔ اس میں ہندوستانی کرنسی تھی۔ وہ بولا "یہ پانچ لاکھ روپے ہیں۔ ہندوستان میں تمہیں کروڑوں روپے ملتے رہیں گے۔ تم کبھی اخراجات کی پروا نہ کرنا۔ میں وہاں تمہیں ایک بنگلے میں پہنچا کر ایک ضروری کام سے چلا جاؤں گا۔"

"کیا پھر مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"بھئی میرا جانا آنا لگا رہے گا۔ دولت کمانے کے لیے مجھے ایسا کرنا پڑتا ہے۔"

اس نے ایک گولی اور ایک کیپسول نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا "میں نے پچھلی رات تمہیں بتایا تھا کہ میں کس طرح یہ گولی نگل کر نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہوں اور اسے اگل کر پھر نمودار ہوجاتا ہوں۔ میں تمہیں اس گولی کا ایک ننھا ٹکڑا دے رہا ہوں۔ تم اسے نگل کر نادیدہ ہو کر میرے اندر سائے کی طرح سما جاؤ۔ میں اس کیپسول کو منہ میں رکھ کر پرواز کروں گا پھر ہم آدھے گھنٹے کے اندر ہندوستان پہنچ جائیں گے۔"

اس نے گولی کا ایک ننھا سا ٹکڑا اسے دیا۔ وہ بولی "کیا تم نے ہوٹل کا بل ادا کردیا ہے؟"

"اگر ہم بل ادا کرنے کاؤنٹر کی طرف جائیں گے تو اس کمرے سے نکلتے ہی گرفتار کرلیے جائیں گے۔ اس اعلیٰ حاکم کے سراغ رساں اور سپاہی ہماری تاک میں ہیں۔"

نتالیہ گولی نگل کر نادیدہ ہوگئی۔ ایک سائے کی طرح پورس کے اندر سما گئی۔ پورس نے اپنے منہ کے اندر فلائنگ کیپسول کو رکھا پھر داڑھ میں دبی ہوئی گولی نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ اس کے بعد پرواز کرتا ہوا اس کمرے کی ایک کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر چلا گیا۔

نتاشا بڑی کامیابیاں حاصل کر رہی تھی۔ اس نے پورس کا دل جیت لیا تھا۔ اسے بھائی بنا لیا تھا اور اس بھائی نے قسم

کھائی تھی کہ وہ ہر برے وقت میں بہن کے کام آیا کرے گا۔یہ کامیابی بھی کچھ کم نہیں تھی کہ نتاشا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے نتالیہ کو حسن و شباب کا شاہکار بنا کر پورس کو اس کا دیوانہ بنا دیا تھا اور دیوانہ بھی ایسا کہ وہ تمام خطرات کو نظرانداز کرکے نتالیہ کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گیا تھا۔

خوش ہونے والی بات پر پہلے خوش ہوا جاتا ہے۔ بعد میں سوچا جاتا ہے کہ خوشی کہاں سے مل رہی ہے؟اور کیسے مل رہی ہے؟نتاشا سوچتے سوچتے چونک گئی۔

اس کی عقل نے سوال کیا"کیا پورس یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ پارس کے ماتحت نتالیہ کے دماغ میں چھپے ہوں گے؟ وہ ہندوستان میں جہاں بھی نتالیہ کو لے جائے گا وہ دشمن بھی وہاں پہنچ جائیں گے؟"

پورس نے اس سلسلے میں کچھ تو سوچا ہوگا لیکن کیا سوچا ہوگا؟ دشمن تو پھر دشمن ہوتے ہیں' وہ تو سائے کی طرح ساتھ لگے رہتے ہیں۔ نتاشا نے فوراً خیال خوانی کی پرواز کی اور پورس کے دماغ میں پہنچ کر بولی"میں ہوں نتاشا۔ تم ابھی تک اسی پہاڑی علاقے کے مکان میں بیٹھے ہو؟ روشنا (نتالیہ) کہاں ہے؟"

وہ بولا"روشنا ہوٹل میں ہوگی۔ کیا تم اس کے پاس نہیں گئی تھیں؟"

"میں اسی کے دماغ میں تھی۔ تم اس کے کمرے میں آئے تھے۔ تمہارے بریف کیس میں ہندوستانی پانچ لاکھ روپے تھے۔ تم نے ایک گولی اسے دے کر نادیدہ بنایا پھر فلائنگ کیپسول کے ذریعے اسے ہوٹل سے لے کر چلے گئے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں یہاں بیٹھا ہوں۔ روشنا کو تو میں نے کل صبح سے نہیں دیکھا ہے پھر تم نے کس پورس کو وہاں دیکھا ہے؟کون روشنا کو وہاں سے لے گیا ہے؟"

وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ نتاشا نے کہا"بات سمجھ میں آگئی ہے۔ پارس تمہارا ہم شکل ہے۔ وہ پورس بن کر تمہاری روشنا کو بھی دھوکے سے لے گیا ہے۔"

وہ بولا"پارس اسرائیل میں نہیں ہے۔ وہ الپا کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں روپوش ہے۔ میری روشنا کو پارس کی کوئی ڈمی لے گئی ہے۔"

"بات ایک ہی ہے۔ پارس کی پلاننگ کے مطابق ایسا ہورہا ہے۔"

"ہوں۔ میں نے ایک بار پارس کی محبوبہ ِلی ڈونا کو اس سے چھین لیا تھا۔ اس بار وہ اپنی ڈمی کے ذریعے میری روشنا کو کہیں لے گیا ہے۔"

اس نے اور نتاشا نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے نتالیہ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا کہ وہ ممبئی شہر کے ساحلی بنگلے میں ہے۔ پورس نے کہا"نتاشا! یہ پارس میری چال دہرا رہا ہے۔ میں بھی اس کی محبوبہ ِلی ڈونا کو اسی بنگلے میں لے کر آیا تھا۔ یہ میرا ذاتی بنگلا ہے۔"

نتاشا نے پوچھا"کیا پارس یہاں آکر ِلی ڈونا کو لے گیا تھا؟"

"نہیں۔ ہم دونوں کی چالیں ناکام رہی تھیں۔ ِلی ڈونا اس بنگلے سے نکل کر کہیں روپوش ہوگئی ہے۔ پارس مجھے الزام دے رہا ہے کہ میں نے ِلی ڈونا کو کہیں چھپا دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ خود اس نے ِلی ڈونا کو کہیں غائب کردیا ہے۔"

نتاشا نے کہا"ِلی کے بارے میں تم دونوں ایک دوسرے پر شبہ کررہے ہو مگر اب روشنا (نتالیہ) کا کیا بنے گا؟ پارس کی پلاننگ کے مطابق روشنا کو ٹھیک اسی بنگلے میں پہنچایا گیا ہے۔"

پورس نے کہا"ایک طرح سے یہ اچھا ہے کہ میری روشنا میرے ہی بنگلے میں پہنچائی گئی ہے لیکن وہ مکار ایسا کر کے کوئی گہری چال چل رہا ہے۔ ٹھہرو ذرا مجھے غور کرنے دو۔"

وہ دونوں غور کرنے لگے پھر نتاشا نے کہا"پورس! یہ ہم جانتے ہیں کہ فرہاد یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اب پارس نے روشنا کو یہاں پہنچایا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح یہاں پہنچا ہوا ہو۔ آخر وہ ممبئی کیوں آرہے ہیں؟ پارس تمہاری روشنا کو کسی دوسرے ملک میں بھی لے جاسکتا تھا۔"

"نتاشا! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ جب پارس کی ڈمی روشنا کو یہاں لاسکتی ہے تو ان سے پہلے پارس بھی یہاں پہنچ سکتا ہے۔ شاید میرے دشمنوں کو علم ہوچکا ہے کہ میری دوائیں رازداری سے اسی علاقے میں تیار ہورہی ہیں۔"

"یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔ فرہاد اور اس کی فیملی تمہارے اس راز کو سمجھ رہی ہے۔ کیا تم نے معلوم کیا ہے کہ تمہاری وہ لیبارٹری' ڈاکٹر اور دوائیں سب محفوظ ہیں۔"

"میں ابھی تمہارے آنے سے پہلے ڈاکٹر انا پورنا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ دوائیں تیار ہوچکی ہیں۔ وہ کئی کارٹن میں دوائیں رکھ چکی تھی اور دوسرے کئی کارٹن بھی پیک کرتی جارہی تھی۔"

"کیا وہ لیبارٹری میں تنہا ہے؟"

"میں نے اس ڈاکٹر کو وہاں بالکل تنہا رکھا ہے۔ اسی سے ڈاکٹر' کمپاؤنڈر اور ایک مزدور کا کام لے رہا ہوں۔ میں نے کسی اور پر بھروسا نہیں کیا ہے۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم چالاکی سے کام کررہے ہو لیکن وہاں فرہاد اور پارس کی موجودگی تشویش ناک ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے' ہمیں معلوم کرنا ہے کہ وہ اس علاقے میں کیوں ہیں؟اور کیا کررہے ہیں؟"

"میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے ممبئی جارہا ہوں۔ سفر کے دوران میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ تم پارس سے رابطہ کرکے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرو۔"

نتاشا.... سوچنے لگی کہ اس سے کس طرح کی باتیں کی جائیں پھر اس نے رابطہ کیا۔ وہ بولا"میرے دماغ میں رہو گی تو تمہیں فوراً پتا چل جائے گا کہ میں ابھی کس ملک کے کس علاقے میں ہوں۔ پہلے جس آلۂ کار کے دماغ میں ہم گفتگو کرتے تھے پھر اسی کے اندر آکر بولو۔ اب مجھ سے کیا کام پڑگیا ہے؟"

پارس نے سانس روک لی۔ وہ باہر آکر پورس کے پاس پہنچ کر بولی"وہ ایسی جگہ ہے' جس کا ہم سراغ لگا سکتے ہیں لیکن اس نے اپنے اندر رہنے کا موقع نہیں دیا۔"

پورس نے کہا"پھر بھی تم نے چند سیکنڈ تک جو گفتگو کی اس سے میں نے معلوم کرلیا ہے۔ مجھے اس کے دماغ سے مندر کی گھنٹیاں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کم بخت بھی یہیں ہندوستان میں ہے۔ اب پورا یقین ہوچکا ہے کہ یہ باپ بیٹے میری نئی دوائیں مجھ سے چھیننے آئے ہیں۔"

"ان کے ساتھ الپا بھی ضرور ہوگی۔"

"اور بھی بہت سے افراد ہوں گے۔ فہمی اور علی بھی ہوسکتے ہیں۔"

"ہاں پچھلے ڈیڑھ ماہ سے فہمی اور علی کی خبر نہیں مل رہی ہے۔ پتا نہیں' وہ کس ملک میں مصروف ہیں یا بابا صاحب کے ادارے میں آرام فرما رہے ہیں۔"

"فرہاد اور اس کی پوری فیملی میری دوائیں چرا کر لے جانے کی کوششیں کررہی ہے۔ ایسے میں علی تیمور بابا صاحب کے ادارے میں آرام نہیں کرے گا۔ ہمیں اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ وہ پارس سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔"

"ہم علی کو نظرانداز نہیں کریں گے لیکن حال ہی میں فہمی سے اس کی شادی ہوئی ہے۔ وہ کہیں ہنی مون منانے جاسکتے ہیں۔"

پورس کھنڈالہ پہنچ گیا۔ نتاشا نے پوچھا"یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ کھنڈالہ ہے۔ یہاں کی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں دوائیں تیار ہوچکی ہیں۔ ڈاکٹر انا پورنا انہیں مختلف کارٹنوں میں پیک کررہی ہے۔ اب میں اپنے چار قابل اعتماد ماتحتوں سے رابطہ کررہا ہوں۔ میں نے انہیں تاکید کی تھی کہ وہ یہاں رہ کر لوگوں پر نظر رکھیں۔ جو مشکوک نظر آئیں ان کے بارے میں فوراً اطلاع دیں تاکہ میں ان کے چور خیالات پڑھ سکوں۔"

وہ ایک خاص ماتحت کے دماغ میں گیا۔ اس سے پوچھا۔ "کوئی خاص بات ہے؟"

"باس! کوئی خاص بات اب ہو نہیں سکتی۔ آپ کے حکم کے مطابق تمام دواؤں کو ٹرک کے ذریعے دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولا"میں نے کب حکم دیا تھا؟ کیا دوائیں لیبارٹری سے لے جائی گئی ہیں؟"

"جی ہاں۔ آپ نے ہمارے دماغوں میں دو ٹرکوں کے نمبر بتائے تھے اور کہا تھا ان میں تمام مال لوڈ کیا جائے۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے یہی حکم ڈاکٹر صاحبہ کو بھی دیا تھا۔"

پورس نے فوراً خیال خوانی کی پرواز کی۔ ڈاکٹر انا پورنا کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر نہ پہنچ سکا۔ اس کا دماغ مردہ ہوچکا تھا۔ پورس نے چاروں ماتحتوں کو حکم دیا کہ فوراً اس انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں جائیں۔

وہ چاروں اس خفیہ تہ خانے میں آئے۔ وہاں دواؤں کی خالی بوتلیں' ٹیوبس اور دوسرے بہت سے ضروری آلات رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر انا پورنا اپنے عامل پورس کی اجازت کے بغیر اس تہ خانے والی لیبارٹری سے باہر نہیں جاتی تھی لیکن اس وقت وہ نظر نہیں آئی۔ انہوں نے اسے تہ خانے کے ہر حصے میں اسے تلاش کیا۔ اس کی لاش بھی نظر نہیں آئی۔ جو بھی تیار کردہ دوائیں لے گیا تھا' وہ ان کے ساتھ انا پورنا کی لاش بھی لے گیا ہوگا اور یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی کہ وہ اس کی لاش کیوں لے جائے گا؟ یہ ممکن تھا کہ ڈاکٹر انا پورنا پر تنویمی عمل کرکے اس کا سابقہ لب ولہجہ بدل دیا گیا ہو۔

پورس بری طرح طیش میں آرہا تھا۔ اس کی پچھلے ڈیڑھ ماہ کی محنت رائگاں جارہی تھی۔ وہ دوسرے تیسرے دن امریکا کے سامنے اور ساری دنیا کے سامنے فخر سے کہنے والا

تھا کہ اس نے نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں تیار کرلی ہیں۔ جبکہ دوائیں تیار کرنے والی جگہ جھاڑد پھر گئی تھی۔ چند کارٹن خالی پڑے ہوئے تھے۔ ایک جگہ ایک لفافہ رکھا ہوا تھا۔ اسے کھولا تو اس کے اندر سے ایک کاغذ بر آمد ہوا۔ اسے کھول کر پڑھا گیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "سوری ٹو سے' میں پچھلے ڈیڑھ ماہ سے جے رام اسپتال کے مردہ خانے میں پڑی ہوئی ہوں۔"

پورس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ نتاشا نے کہا "تم بارہ گھنٹے تک ٹیلی پیتھی سے محروم رہے۔ اس دوران میں پارس نے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"نتاشا! یہ صرف بارہ گھنٹے کی نہیں' پورے ڈیڑھ ماہ کی بات ہے۔ کوئی عورت ڈاکٹر انا پورنا بن کر دھوکا دیتی رہی تھی۔"

"لیکن تم نے اس ڈاکٹر انا پورنا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے پورے اعتماد کے ساتھ اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھتے رہتے تھے۔"

"میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ہر پہلو سے اس ڈاکٹر پر نظر رکھی تھی۔ اس کی پوری خاندانی ہسٹری پڑھی تھی۔ آؤ ایک بار اور ہم اس کے بارے میں معلوم کریں گے۔"

وہ ڈاکٹر انا پورنا کے ماں باپ کے دماغوں میں گئے۔ ان کے خیالات نے بتایا کہ اس کا کلینک چونکہ ممبئی میں ہے اس لیے وہ وہیں رہتی ہے۔ مہینے میں ایک یا دو بار ان سے ملنے آتی ہے لیکن وہ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے نہیں آرہی تھی۔ فون پر کہہ دیتی تھی کہ بہت مصروف رہتی ہے۔

اور یہ تو پورس جانتا تھا کہ اس نے انا پورنا کو ڈیڑھ ماہ سے خفیہ لیبارٹری میں قید کر رکھا تھا۔ وہ اسی لیبارٹری سے پورس کی مرضی کے مطابق فون پر اپنے والدین کو اپنی خیریت بتایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ مصروفیت کے باعث نہیں آرہی ہے۔

نتاشا نے کہا "اس پرچی میں لکھا ہوا ہے کہ وہ جے رام اسپتال کے مردہ خانے میں ہے۔"

پورس نے جے رام اسپتال کا فون نمبر معلوم کیا۔ مردہ خانے سے تعلق رکھنے والے سے پوچھا "کیا مردہ خانے میں کسی ڈاکٹر انا پورنا کی لاش ہے؟"

اس نے کہا "سوری۔ ہم فون پر کچھ نہیں بتاسکتے۔ آپ اسپتال آجائیں۔"

پورس اور نتاشا نے اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ دو ماہ پہلے ایک ڈاکٹر انا پورنا کا قتل ہوا تھا۔ پولیس قاتل کی تلاش میں تھی۔ ان کا شبہ شنکر داس پر تھا جو بنکاک چلا گیا تھا۔ وہاں بھی شنکر داس کا سراغ نہیں ملا تھا۔ چونکہ یہ پولیس کیس تھا اس لیے فون پر کچھ بتایا نہیں گیا۔ جب پورس نے دو ماہ پہلے ڈاکٹر انا پورنا کو ٹریپ کیا تھا' تب وہ زندہ تھی۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ قتل کردی گئی ہے۔

پورس کے لیے یہ حیرانی کی بات تھی کہ انا پورنا کی پوری ہسٹری معلوم کرچکا تھا لیکن اسے یہ معلوم نہ ہوسکا تھا کہ وہ پہلے ہی قتل کردی گئی ہے اور جب پہلے ہی قتل کردی گئی تھی تو اس کے چور خیالات سے یہ کیوں نہیں معلوم ہوسکا کہ قتل ہونے والی مردہ خانے میں ہے اور پورس اب تک کسی دوسری انا پورنا کے خیالات پڑھتا آرہا ہے؟

نتاشا نے پوچھا "کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ تم کسی فراڈ ڈاکٹر انا پورنا کے چور خیالات پڑھ کر دھوکا کھاتے رہے؟"

پورس نے کہا "اس سے بھی زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے پہلے اس کا برین واش کیا تھا۔ اس طرح اس کے چور خیالات بھی دھوکا نہیں دے سکتے تھے۔ میں نے ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد اسے دوائیں تیار کرنے کی ذمے داری دی تھی۔"

"پھر تو وہ فراڈ انا پورنا ایک شیطانی دماغ رکھتی ہے۔ اسے تم سمجھ نہیں پائے۔"

"شیطانی دماغ تو پارس کا ہے۔ وہ پچھلے دنوں خود کو مردہ ثابت کرتا رہا اور ہم دھوکا کھاتے رہے۔ وہ ایک غیر معمولی دماغ کا حامل ہے۔"

"کیا اس نے الپا کو یا کسی اور عورت کو غیر معمولی دماغ کا حامل بنا کر اسے انا پورنا کی حیثیت سے پیش کیا ہوگا؟"

"نہیں' یہ قدرتی دین ہوتی ہے یا روحانی عمل ہوتا ہے۔ پارس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس بار میری دوائیں چرانے والی کوئی اور ہے۔"

وہ دونوں دوائیں چرانے والی اور ڈاکٹر انا پورنا بننے والی تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ غیر معمولی دماغ اب صرف پارس کا نہیں ہے۔ جناب تبریزی نے روحانی عمل کے ذریعے فہمی کے دماغ کو غیر معمولی بنادیا تھا۔ وہی ڈاکٹر انا پورنا بنی ہوئی تھی اور اس کا جواری عاشق جسے شنکر داس سمجھا جارہا تھا وہ علی تیمور تھا۔

وہ بنکاک جانے کے بعد وہاں روپوش ہوگیا تھا۔ کھنڈالہ کی خفیہ لیبارٹری میں نادیدہ بن کر فہمی کے ساتھ رہتا تھا اور بابا صاحب کے ادارے کا ایک بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر فہمی کو خیال خوانی کے ذریعے گائیڈ کیا کرتا تھا کہ ان فارمولوں کے مطابق اسے کس طرح دوائیں تیار کرنی چاہئیں۔

یہ طریقۂ کار ابھی پورس کی کھوپڑی میں نہیں آسکتا تھا۔

○☆○

عورت خود کو چھپانا نہیں' دکھانا چاہتی ہے۔ قدرت نے اسے ایسا بنایا ہے کہ جب تک وہ خود نمائی نہ کرے' جگہ جگہ اپنی تعریفیں نہ سنے' تب تک اسے قرار نہیں آتا۔ اسی لیے وہ بنتی سنورتی اور خود کو زیادہ نکھارتی رہتی ہے۔ للی ڈونا بھی اسی مرض میں مبتلا تھی۔

وہ اس محل نما کوٹھی میں آرام سے تھی اور محفوظ بھی تھی لیکن کوٹھی میں اسے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ وہ جے رانگا کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی تھی۔ اکثر عورتیں اپنے شوہروں سے اور تابعداروں سے دادِ حسن حاصل کرکے خوش نہیں ہوتیں۔

اس کے پاس دنیا کے نایاب ہیرے موتی اور دیگر جواہرات تھے جنہیں پہن کر وہ بڑی بڑی تقریبات میں جانا' بڑی بڑی بیگمات کو جلانا کڑھانا اور مردوں کو دیوانہ بنانا چاہتی تھی۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بیش قیمت ہیرے موتی اور زیورات کا مصرف کیا رہ جاتا ہے؟ یہ سب تو آخر نمائش کے لیے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ پہننے والیوں کی بھی نمائش ہوجاتی ہے۔

جے رانگا بھی بیش قیمت اور نایاب جواہرات کا دلدادہ تھا۔ اس نے برسوں کی محنت سے اپنے تہ خانے میں ان جواہرات کا ذخیرہ کیا تھا۔ خود کو گمنام رکھ کر آرام سے ایک محفوظ زندگی گزار رہا تھا۔ شراب اور شباب کی ضرورت ہوتی تو اپنی کوٹھی سے باہر ملک سے باہر ایک عام رئیس آدمی کی طرح ضرورت پوری کرکے واپس اپنی کوٹھی میں چلا آتا تھا۔

بہت عرصے کے بعد للی ڈونا اسے بہت پسند آئی تھی اس لیے اسے اپنی کوٹھی میں لے آیا تھا لیکن یہ بات اس نے گرہ میں باندھ رکھی تھی کہ حسین اور لالچی عورت پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ جے رانگا نے للی ڈونا کے لالچ سے سمجھ لیا تھا کہ یہ عورت جواہرات کی خاطر اس کا گلا کاٹ سکتی ہے۔ اس نے ایک رات کے لیے للی کے حسن و شباب کو حاصل کیا تھا پھر اپنی ڈمی جے رانگا کو اس کے پاس چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

یہ راز اس کا صرف ایک خاص ماتحت جانتا تھا۔ للی ڈونا اس ڈمی کو اپنا تابعدار بنا کر اور تہ خانے میں رکھے ہوئے خزانے کی مالکہ بن کر خوش ہوگئی تھی۔ اصلی جے رانگا ہر رات اس کوٹھی میں آتا تھا۔ اپنے خاص ماتحت سے خاص باتیں کرتا تھا پھر تہ خانے میں نایاب جواہرات کی جگہ نقلی جواہرات رکھ کر چلا جاتا تھا۔

للی ڈونا کو اصل اور نقل کی زیادہ پہچان نہیں تھی۔ اس نے اپنے چہرے میں تبدیلیاں پیدا کی تھیں تاکہ کوٹھی کے باہر اسے کوئی پہچان نہ سکے پھر ایک بہت بڑے جوہری پر تنویمی عمل کرکے اس سے اپنی پسند کے زیورات تیار کرائی تھی۔ کوٹھی سے باہر جانے کے معاملے میں وہ پارس اور پورس سے خوف زدہ تھی۔ ان کی چالاکیوں سے ڈر لگتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اسے پہچان لیں گے۔

اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے کاغذات تیار کرائے' جن سے ثابت ہوتا تھا کہ جے رانگا افریقہ میں ہیروں کی ایک کان کا مالک ہے۔ اس کی بیوی شیلا (للی ڈونا) کو ہندوستان پسند ہے اس لیے اس نے یہاں رہائش اختیار کی ہے۔

اس نے جے رانگا کو حکم دیا کہ وہ کوٹھی سے باہر جایا کرے اور شہر کے بڑے بڑے دولت مندوں سے دوستی کرے اور یہ تاثر دے کہ وہ کروڑوں روپے کی لاگت سے ایک فلم بنانے والا ہے۔ اس طرح اس کے تعلقات فلم انڈسٹری کے بڑے بڑے ڈائریکٹروں' ہیرو اور ہیروئنوں سے ہونے لگے اور للی ڈونا کو ان کے ہاں بڑی بڑی تقریبات میں جانے اور اپنی نمائش کرنے کا موقع ملنے لگا۔

وہ ابتدا میں جب بھی باہر جاتی تھی تو یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ پارس اور پورس کہاں ہیں؟ کہیں اس کی تاک میں تو نہیں ہیں؟

وہ دونوں اپنے معاملات میں مصروف تھے۔ اس نے پہلی بار پارس سے رابطہ کیا تو اس نے کہا "معلوم ہوتا ہے' کسی محفوظ پناہ گاہ میں ہو۔ اب خطرہ نہیں رہا کہ میں تمہارے پاس پہنچ سکوں گا۔"

"ہاں میں خود کو محفوظ سمجھ رہی ہوں۔ کیا تم میرے پاس پہنچ سکتے ہو؟"

"میں بہت مصروف ہوں اور ابھی تمہاری ضرورت بھی نہیں ہے۔ جب ضرورت ہوگی تو تم مجھے اپنے پاس پہنچنے سے روک نہیں سکوگی۔"

"پارس! تم کوئی سپرمین نہیں ہو۔ تمہارے اچھے بھی میری پرچھائیں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے تمہارا چیلنج قبول کیا ہے۔ ابھی میں ایک بہت اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی خود چلا آؤں گا۔ جب تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ختم

ہوجائے تو سمجھ لینا' میں تمہارے پاس سے گزر گیا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ بلی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پریشانی میں مبتلا ہو گئی۔ وہ بھول گئی تھی کہ پارس اس کے بالکل قریب پہنچ سکے یا نہ پہنچ سکے لیکن ممبئی شہر کے اس علاقے سے دوا اسپرے کرتا ہوا گزرے گا تو اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت پھر بارہ گھنٹے کے لیے ختم ہوجائے گی۔

اس نے ڈی جے رانگا سے کہا "ہمیں ممبئی سے دور کسی پُرسکون علاقے میں ایک کوٹھی تعمیر کرانا چاہیے اور وہیں رہنا چاہیے۔"

وہ بولا "کھنڈالہ میں ہماری ایک کوٹھی ہے۔ تم چاہو تو وہاں رہ سکتی ہو۔ بعد میں تمہیں دوسری جو جگہ پسند آئے گی ہم وہ جگہ خرید کر نئی کوٹھی تعمیر کرالیں گے۔"

اسے ایسا لگ رہا تھا کہ پارس آج کل میں دوا اسپرے کرنے والا ہے۔ لہٰذا جلد سے جلد ممبئی چھوڑ دینا مناسب ہوگا اس لیے وہ کھنڈالہ والی کوٹھی میں منتقل ہو گئی۔ جے رانگا کے ماتحت سے کہہ دیا کہ وہ ممبئی والی کوٹھی کی نگرانی کرتا رہے۔ تہ خانے میں جو خزانہ تھا اس کے چور دروازے کی چابی بلی ڈونا کے پاس تھی۔ اس دروازے کو اور کوئی کھول نہیں سکتا تھا۔

اس نے کھنڈالہ پہنچ کر اطمینان کی سانس لی۔ اسے یقین تھا کہ پارس دوا اسپرے کرنے اس علاقے میں نہیں آئے گا۔ اس سے رابطہ کرنے کے باعث وہ پیش آنے والے ایک خطرے سے بچ گئی تھی۔ پورس بھی کسی پہلو سے خطرہ بن سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے اس سے بھی رابطہ کیا۔

اسی وقت وہ تل ابیب سے کھنڈالہ پہنچا تھا۔ ابھی اسے معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس کی تمام نئی دوائیں بھی چرالی گئی ہیں اور وہ ایک فراڈ ڈاکٹر انا پورنا سے دھوکا کھا چکا ہے۔ اس سے پہلے بلی ڈونا نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیوں آئی ہو؟ کسی محفوظ جگہ پہنچ گئی ہو تو آرام سے رہو۔"

"میں اتنی محفوظ ہوں کہ اب کبھی تم لوگوں کے ہاتھ نہیں لگوں گی۔ میں تو یہ پوچھنے آئی ہوں کیا نئی دوائیں تیار کر چکے ہو؟"

"ہاں تیار ہو چکی ہیں۔ اگر تم ممبئی میں ہو تو تمہاری خیریت نہیں ہے۔ میں اس شہر کے مختلف علاقوں میں دوا اسپرے کروں گا۔"

"تم ایسا ضرور کرو اور اپنی دوائیں ضائع کرو۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

گفتگو کے دوران میں انہوں نے ایک بڑی فیکٹری کا سائرن سنا۔ مزدوروں کی چھٹی کے وقت ایسا سائرن بجا کرتا تھا۔ بلی نے پورس کے دماغ میں رہ کر یہ آواز سنی۔ اگر پورس اس کے دماغ میں رہ کر گفتگو کرتا تو اسے بھی بلی کے دماغ سے سائرن کی آواز سنائی دیتی اور وہ سمجھ لیتا کہ بلی کھنڈالہ میں ہے۔ اس کے برعکس بلی نے معلوم کرلیا کہ پورس کھنڈالہ میں ہے۔ اس کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ وہ آسمان سے گر کر کھجور میں آکر اٹک گئی تھی۔ پارس کی دوا سے پیچھا چھڑانے کھنڈالہ آئی تو وہاں پورس نئی دوائیں تیار کر چکا تھا۔

وہ فوراً اس کے دماغ سے نکل آئی۔ جے رانگا سے بولی۔ "میں یہاں بھی آکر پھنس گئی ہوں۔ یہاں پورس پہنچا ہوا ہے۔ وہ بھی دوائیں تیار کر چکا ہے۔ دھمکی دے رہا ہے کہ ممبئی شہر کے علاقوں میں دوا اسپرے کرے گا۔"

اصل جے رانگا اپنی ڈمی کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا "تم ممبئی شہر سے بہت دور ہو۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ اپنے دماغ سے پریشانی نکال کر سوچو کہ وہ کھنڈالہ میں کیوں ہے؟ کیا وہیں رازداری سے دوائیں تیار کر رہا ہے۔ ایسا ہے تو ہمیں اس خفیہ لیبارٹری کو تلاش کرنا چاہیے۔ تم پورس سے باتیں کر کے اس سے اپنے مطلب کی کچھ باتیں اگلوا سکتی ہو۔"

اسے یہ مشورہ پسند آیا۔ وہ دوبارہ اس کے دماغ میں گئی تو اس بار پورس اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا کیونکہ اس وقت نتاشا اس کے اندر موجود تھی۔ وہ اور پورس اس بات پر حیران تھے کہ نئی تیار کی ہوئی دوائیں ٹرک میں لاد کر کہاں لے جائی گئی ہیں اور وہ ڈاکٹر انا پورنا جس نے تمام دوائیں تیار کی تھیں' وہ کوئی فراڈ تھی اور اصل ڈاکٹر انا پورنا دو ماہ پہلے قتل کردی گئی تھی۔

جے رانگا بھی بلی ڈونا کے پیچھے پورس کے اندر پہنچا ہوا تھا اور یہ تمام معلومات حاصل کر رہا تھا۔ بلی بھی خوش تھی کہ اس کا ایک دشمن پورس پھر ایک بار چوٹ کھا چکا ہے۔ ایسی ناکامی کے وقت نتاشا کہہ رہی تھی "پورس! تم فوراً کھنڈالہ سے دور چلے جاؤ۔ دشمن کو معلوم ہوگا کہ تم دوائیں حاصل کرنے اور ان دواؤں کو آزمانے آئے ہو تو وہ اس علاقے میں دوا اسپرے کرے گا۔ تم پھر بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جاؤ گے۔"

پورس فوراً ہی فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں سے فرار ہو گیا۔ بلی ڈونا جس کار میں آئی تھی اسی میں بیٹھ کر جنوبی ہند کے کسی علاقے کی طرف بھاگنے لگی۔ وہ ٹیلی پیتھی کو ختم

کرنے والی دوا سب کے لیے موت کی طرح خطرناک ہو گئی تھی۔ کوئی ایک جگہ رہ نہیں پارہا تھا۔ سب اپنی جگہ تبدیل کرتے جارہے تھے۔

جے رانگا کار ڈرائیو کررہا تھا۔ وہ بے چارہ ڈمی اس کا شوہر بھی تھا اور نوکر بھی اور ڈرائیور بھی بن جاتا تھا۔ اس کے بیڈ روم کی صفائی بھی کرتا تھا لیکن وہ اسے اپنے ساتھ سونے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ اس نے پوچھا "میڈم! ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"فی الحال احمد آباد چلو۔ وہاں کسی ہوٹل میں آرام سے بیٹھ کر سوچوں گی کہ کیا کرنا چاہیے۔ میں تو بڑی مشکل میں پڑ گئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا میں کون سا ایسا علاقہ ہے جہاں محفوظ رہ سکتی ہوں۔ ہر جگہ یہی اندیشہ رہے گا کہ کوئی پاگل کا بچہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا چھڑکتا ہوا وہاں سے گزر سکتا ہے۔"

"موت سے چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"پارس کوئی ملک الموت نہیں ہے کہ ہر جگہ پہنچ جائے۔"

"بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے پارس کے ہزاروں کارکن ہیں۔ کون کس ملک میں، کس شہر میں یا کس علاقے میں ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔ ان سب کے پاس غیر معمولی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ضائع کرنے والی اور ٹیلی پیتھی سے محروم کرنے والی دوائیں ہوں گی۔"

"ہاں۔ یہ میں بھول رہی تھی کہ وہ دوائیں صرف فرہاد اور اس کے بیٹوں کے پاس نہیں، بلکہ ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور عام کارکنوں کے پاس بھی ہوں گی اور وہ دنیا کے ہر حصے میں ہوں گے۔"

جے رانگا نے کہا "اس دوا کی کوئی مخصوص بو نہیں ہے ورنہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے پہلے اس بو کو پہچانتے پھر اس علاقے میں جانے سے گریز کرتے۔"

احمد آباد کے قریب ہی وہ مشہور تاریخی مندر ہے جہاں اپنے دور میں سب سے زیادہ دولت کا ذخیرہ کیا گیا تھا۔ اس سومنات کے مندر میں دیوی دیوتاؤں کے جتنے بت تھے، ان کے اندر بیش قیمت جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ محمود غزنوی نے ان بتوں کو توڑ کر وہاں کی دولت حاصل کی تھی۔

ڈمی جے رانگا نے مندر کے سامنے کار روک کر کہا "تمہیں انتظار کی زحمت ہوگی۔ میں جلد ہی مندر میں بھگوان کے چرنوں کو چھو کر آجاؤں گا۔"

وہ کار سے نکل کر مندر میں گیا۔ بلی ڈونا بیٹھی کھڑکی کے باہر دیکھتی رہی۔ ہندوستان میں اتنی غربت ہے کہ ہر شہر اور قصبے میں بھیک مانگنے والے کافی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ بلی کی کار کے قریب مانگنے والوں کی بھیڑ لگنے لگی۔ وہ سب کو حقارت سے دھتکار رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ایک کو بھیک دینے سے سب ہی پیچھے پڑ جائیں گے پھر سب کو دیتے رہنا ہوگا۔

اسی وقت ایک پاگل سا شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے بھکاریوں کی بھیڑ کو چیرتا ہوا آیا۔ اس کے ہاتھ میں پرفیوم کی ایک پرانی شیشی تھی۔ وہ اسے ایک ریوالور کی طرح پکڑے ہوئے تھا۔ وہ غصے سے بولا "اے میم صاحب! کیا ان غریب بھوکے بے چاروں کو بھگاتی ہے۔ کیا تیرے پاس پیسے نہیں ہیں؟ اگر انہیں نہیں دے گی تو میں بٹن دباؤں گا پھر اس میں سے جو کچھ نکلے گا وہ تجھے بھی بھکاری بنا دے گا۔"

بلی ڈونا کو ایسا لگا جیسے وہ ٹیلی پیتھی سے محروم کرنے والی دوا اسپرے کرنے والا ہے۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر پرس کھول کر کرنسی نوٹ نکال کر کھڑکی کے باہر پھینکنے لگی۔ وہ تمام بھکاری ایک دوسرے پر گرتے ہوئے جیسے دولت لوٹنے لگے۔

بلی کے دل و دماغ میں خوف سمایا ہوا تھا کہ پرفیوم کی شیشی سے کوئی چیز اسپرے کرنے والا کہیں پارس کا کوئی آلۂ کار نہ ہو۔ وہ روپے لوٹنے والوں کی مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر کار اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتی ہوئی رفتار بڑھاتی ہوئی دور سے دور چلی جانے کی کوشش کرنے لگی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈمی جے رانگا سے کہا۔ "تم پوجا کرنے نہیں، مجھے مصیبت میں ڈالنے گئے تھے۔ وہاں ایک پاگل شخص مجھ پر دوا اسپرے کرنے آیا تھا۔ معلوم کرو، وہ کون ہے؟"

"میڈم! میں ابھی اسے دیکھتا ہوں۔"

"اگر وہ پارس کا آلۂ کار ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ میرے بارے میں جان رہا ہے کہ میں اس علاقے میں ہوں۔"

"نہیں میڈم! وہ پارس کا آلۂ کار نہیں ہوسکتا۔ اگر ہوتا تو صرف دھمکی نہ دیتا۔ آپ پر دوا اسپرے کرکے آپ کو ٹیلی پیتھی سے محروم کردیتا۔"

"تم پارس کی مکاری کو نہیں سمجھتے ہو۔ اس نے میرے بارے میں معلومات کا کوئی دوسرا ذریعہ بنایا ہوگا تو مجھے ٹیلی پیتھی سے محروم نہیں کرے گا۔ مجھ سے آئندہ کوئی کام نکالنے

کے لیے میرے اس علم کو محفوظ رکھے گا۔"

"آپ کتنی دور جاچکی ہیں؟ میں آپ سے کہاں آکر مل سکوں گا؟"

"احمد آباد آؤ۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ کہاں ملاقات ہوسکتی ہے۔"

وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی احمد آباد پہنچ گئی۔ وہاں ایک مہنگے ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرا لیا پھر وہاں اطمینان سے بیٹھ کر موجودہ حالات پر غور کرنے لگی۔ ان لمحات میں پارس دماغ پر چھایا ہوا تھا کیونکہ وہ دوسری بار پورس کو دواؤں کے سلسلے میں نقصان پہنچا چکا تھا۔ اگرچہ یہ ابھی تصدیق نہیں ہوئی تھی کہ دوسری بار پورس کو کس نے نقصان پہنچایا ہے۔ تاہم یہی گمان تھا کہ جس نے بھی ایسا کیا ہے، اس کے پیچھے پارس کا ہاتھ ضرور ہوگا پھر بھی وہ دوا پارس کے ہاتھوں میں تھی۔ اس لیے وہ پارس سے زیادہ سہمی ہوئی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد ڈمی جے رانگا سے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "کیا تم نے معلوم کیا کہ کون مجھ پر دوا اسپرے کرنے کی دھمکی دے رہا تھا؟"

"میڈم! وہاں ایسا کوئی شخص نہیں تھا۔ آپ کے بیان کے مطابق اس کے ہاتھ میں ایک پرانی پرفیوم کی شیشی تھی۔ ایسی شیشی میں نے ایک ایسے آدمی کے ہاتھ میں دیکھی ہے جو ابنارمل ہے۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔"

"مجھے ایک آٹو رکشا کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

"میں ایک رکشے میں احمد آباد آرہا ہوں۔ آپ بتائیں مجھے کہاں پہنچنا چاہیے؟"

"تم ایسا کرو کہ سیدھے۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اچانک ہی خیال خوانی کے پَر ٹوٹ گئے۔ پرواز ختم ہوگئی۔ وہ دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہوکر حیرانی سے سوچنے لگی "یہ کیا ہوگیا؟"

اس نے پھر ڈمی جے رانگا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی کوشش کی مگر نہ کرسکی۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی سے اچانک محروم ہوگئی ہے۔

لیکن یقین تو کرنا ہی تھا۔ اس کے ساتھ ایسا دوسری بار ہو رہا تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ ٹیلی پیتھی جیسے علم سے محرومی کیسی ہوتی ہے۔

پارس یا بابا صاحب کے ادارے کا کوئی فرد یہ نہیں جانتا تھا کہ بلی ڈونا احمد آباد میں ہوگی۔ کسی نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے کارکنوں کو ہدایات دی تھیں کہ وہ جنوب مغربی ہندوستان کے چھوٹے بڑے شہروں کے مختلف حصوں میں دوا اسپرے کریں اور انہوں نے میری ہدایات پر عمل کیا تھا۔ یہ میں بھی نہیں جانتا تھا کہ ان تمام علاقوں میں بلی ڈونا کے علاوہ اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شامت آئی ہوگی۔

○☆○

اس کا نام نندہ رانی تھا۔ سب اسے رانی کہتے تھے۔ پیدائشی طور پر اس نے شہزادیوں جیسا حسن پایا تھا۔ بچپن میں حسن کا اتنا چرچا نہیں ہوتا، جتنا جوانی میں ہوتا ہے۔ وہ جوان ہونے لگی تو اس کے حسن کی خوشبو دور تک پھیلنے لگی۔

جاگیرداروں کا دستور ہے کہ وہ اپنی زمین کے اناج کا حصہ پہلے لیتے ہیں اور اپنے باغ کا پھل پہلے کھاتے ہیں۔

جاگیردار دیوان سنگھ کو پتا چلا کہ اس کی جاگیر کے آخری سرے میں جس چوکی دار کی جھونپڑی ہے، وہاں ایک میٹھا رس بھرا پھل پکنے کو آرہا ہے تو اس نے شکار کا پروگرام بنایا۔ دور تک پھیلی ہوئی جاگیر میں شکار کھیلتے ہوئے تھکن محسوس نہیں ہوتی۔ مزہ آتا ہے۔ ایک طرح کا شغل ہوجاتا ہے۔

دوسرے جاگیردار جگاور تک بھی نندہ رانی کے حسن کا چرچا ہوا تو وہ بھی اسے دیکھنے اور پانے کے لیے مچل گیا۔ دونوں جاگیرداروں کی زمینیں جہاں ملتی تھیں، ٹھیک وہاں پر دو جھونپڑیاں تھیں۔ ایک جھونپڑی میں نندہ رانی کا باپ رامو تھا، جو جاگیردار دیوان سنگھ کا ملازم تھا۔ دوسری جھونپڑی میں نندہ رانی کا چچا راجن تھا وہ جاگیردار جگاور کا ملازم تھا۔ راجن کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لیے چچا اور چچی نندہ رانی کو اپنی اولاد کی طرح چاہتے تھے۔

رامو اور راجن دونوں بھائیوں کو جب معلوم ہوا کہ دونوں جاگیردار شکار کھیلنے ادھر آرہے ہیں تو انہوں نے رانی کو تاکید کی کہ ان بڑے لوگوں کے سامنے نہ آئے، ان جاگیرداروں کی موجودگی میں جھونپڑی سے باہر نہ نکلے۔

اس معصوم سی لڑکی نے یہی کیا۔ جھونپڑی کے اندر چھپی رہی۔ جگاور نے اپنے ملازم راجن سے پوچھا "تیری بھتیجی کہاں ہے؟ اس کے حسن کا بڑا چرچا سنا ہے۔"

راجن نے کہا "حضور! بہت شرمیلی ہے۔ کسی کے سامنے نہیں آتی ہے۔"

دیوان سنگھ نے کہا "بہت اچھا کرتی ہے۔ سب کے سامنے آنے سے نظر لگ جاتی ہے لیکن جسے ہم نظر لگا دیتے

ہیں، سونے میں تول دیتے ہیں۔"

جگاور نے کہا "اسے باہر لے آ۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔"

ان کی کیا مجال تھی کہ اپنے مالکان کے حکم سے انکار کرتے۔ دونوں بھائیوں نے نندہ رانی کو باہر آنے کے لیے کہا۔ جب وہ آئی تو دونوں جاگیردار اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ تھوڑی دیر تک کچھ کہنا، سننا بھول گئے۔ رانی کے انگ انگ میں، روپ رنگ میں ایسی کشش تھی کہ وہ دنیا کو بھول کر اس کو دیکھتے ہی رہ گئے تھے پھر دیوان سنگھ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اسے ذرا دور لے گیا۔ وہاں رامو کو بلا کر پوچھا "کبھی ایک ہزار روپے ہاتھ میں لے کر دیکھے ہیں؟"

"حضور! ہمارے نصیب ایسے کہاں ہیں۔ ہم تو ٹھیک سے نوٹ کی گنتی بھی نہیں جانتے۔"

"میں تجھے ہزار روپے دوں گا۔ سمجھ گیا نا؟"

دوسری طرف جگاور نے کہا "وہ تو تیری بھتیجی ہے۔ تیرے گھر سے کچھ نہیں جائے گا۔ کسی کو خبر بھی نہیں ہوگی۔ میں تجھے دو ہزار روپے دوں گا۔"

"حضور! ہم آپ کا دیا ہوا تین وقت کھاتے ہیں اور آپ کا دیا ہوا پہنتے ہیں۔ ہم روپے پیسے لے کر کیا کریں گے؟ ہمارے پاس ایک عزت ہی ہے۔ اسے ہمارے پاس ہی رہنے دیں۔"

دوسری طرف دیوان سنگھ نے رامو سے کہا "کتے کے بچے! کیا ہے تیری عزت؟ اپنے مالک کے سامنے دُم ہلانے والے نوکر کتے ہی ہوتے ہیں۔ وہ صرف دو راتیں شکارگاہ میں رہے گی پھر یہاں پہنچا دی جائے گی۔"

"حضور! ہم ساری زندگی جان دیتے ہیں۔ عزت نہیں دیں گے۔ آپ حکم دیں گے تو یہ جگہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

دیوان سنگھ نے اسے غرا کر دیکھا پھر کہا "تو کہیں نہیں جائے گا۔ جائے گا تو کتے بلی کی طرح گھر والوں کے ساتھ مارا جائے گا۔"

وہ انہیں دھمکیاں دے کر وہاں سے جانے لگے۔ ذرا آگے جا کر دیوان سنگھ نے کہا "بھگوان نے ہماری دنیا میں کیسا کیسا حسن پیدا کیا ہے۔ میں نے زندگی میں بڑی حسین عورتیں دیکھی ہیں لیکن ایسی سندر چھوکری پہلی بار دیکھی ہے۔"

جگاور نے کہا "میں تو دیکھتے ہی مرمٹا ہوں۔ یہ پہلے میری شکارگاہ میں آئے گی۔"

دیوان سنگھ نے کہا "وہ میری جاگیر میں رہتی ہے۔ پہلے میں اسے حاصل کروں گا۔"

"تم بھول رہے ہو۔ اس کی جھونپڑی اس جگہ ہے جہاں ہم دونوں کی زمینیں ملتی ہیں۔ اس کی آدھی جھونپڑی تمہاری زمین پر اور آدھی میری زمین پر ہے۔"

"خواہ مخواہ جھگڑے والی بات نہ کرو۔ میں مانتا ہوں کہ اس کی جھونپڑی ہم دونوں کی زمینوں پر ہے لیکن نندہ رانی کا باپ رامو میرا نوکر ہے۔ اس کی ہر چیز میری ہوگی۔ تم میرے نوکر سے کچھ لینے کے حق دار نہیں ہو۔"

"ہم جاگیردار جانتے ہیں کہ جو چیز مانگنے سے نہیں ملتی، وہ چھین لی جاتی ہے۔"

"کوئی بھی چیز کمزور سے چھینی جاتی ہے اور تمہیں تو میری طاقت کا اندازہ ہوگا۔"

"مجھے تو ہے مگر تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔ کل صبح تم سنو گے کہ میں اس کے ساتھ رات گزار چکا ہوں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو غرا کر دیکھا پھر کہا "ایک چھوکری کی خاطر ہمارے کئی وفادار مارے جائیں گے۔ خون خرابے کے بغیر فیصلہ ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"بہتری تو یہی ہوگی کہ آج ایک رات کے لیے اسے بھول جاؤ۔ کل سے وہ تمہاری ہو کر رہے گی۔ میں اسے بھول جاؤں گا۔"

"میں کسی کا جھوٹا نہیں کھاتا۔"

"ٹھیک ہے تو پھر دیکھ لیں گے کہ وہ پہلے کس کے حصے میں آتی ہے۔"

وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑے کی لگام موڑ کر اپنے وفاداروں کے ساتھ اپنی اپنی حویلی کی طرف جانے لگے۔

رامو، راجن اور ان دونوں کی بیویاں پریشانی سے سوچ رہے تھے، اب کیا ہونے والا ہے۔ وہ دونوں جاگیردار رانی کو نہیں چھوڑیں گے۔ رانی ایک چارپائی پر سہمی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بچپن سے دیکھتی اور سنتی آ رہی تھی کہ یہ جاگیردار کیسے درندے ہوتے ہیں۔ اس کی تو بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔

رامو نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم اپنی معصوم بچی کی عزت کیسے بچائیں؟ دنیا بہت بڑی ہے لیکن ہمارے پاس بیٹی کو چھپانے کی جگہ نہیں ہے۔"

اس کی بیوی نے کہا "ہم جہاں جائیں گے، اس کے درندے ہمیں پکڑ کر لے آئیں گے۔"

راجن نے کہا "اپنی بھتیجی کو بچانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ جب پکڑے جائیں گے تو دیکھا جائے گا۔ آج اندھیرا ہوتے ہی بھگوان کا نام لے کر یہاں سے بھاگ چلو۔"

چوری ڈکیتی یا کوئی سا جرم ہو یا گناہ ہو، اکثر اندھیرے میں ہوتا ہے اور عزت بچانے کے لیے اندھیرے میں خود کو کہیں چھپایا بھی جا سکتا ہے۔ وہ غریب بے چارے کسی سے مدد نہیں مانگ سکتے تھے۔ جاگیرداروں کے خوف سے کوئی انہیں پناہ نہ دیتا۔ انہوں نے ضروری سامان کی دو گٹھڑیاں باندھیں پھر تاریکی پھیلتے ہی گھر سے نکل گئے۔ اگرچہ دونوں جاگیرداروں کی زمینیں میلوں دور تک پھیلی ہوئی تھیں پھر بھی انہوں نے سوچا رات بھر چلتے چلتے ان کی جاگیروں سے دور نکل آئیں گے۔

ادھر دونوں جاگیرداروں میں ٹھن گئی تھی۔ دونوں نے اپنی اپنی جگہ سوچا کہ دیر کریں گے تو پھر ایک کو دوسرے کا جھوٹا کھانا پڑے گا اور یہ دونوں میں سے کسی کو منظور نہیں تھا۔ ان کے وفادار گن مین بھی تاریکی پھیلتے ہی اس جھونپڑی کے اطراف پھیل گئے۔

پہلے دیوان سنگھ کے وفاداروں نے انہیں دیکھا۔ وہ بے چارے نندہ رانی کو اپنے درمیان میں لیے سہمے ہوئے جا رہے تھے۔ جب ان پر ٹارچ کی روشنی پڑی تو وہ سب دہشت سے چیخ پڑے۔ مارے خوف کے تھر تھر کانپتے ہوئے زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔

ایک نے کہا "نمک حرام! اپنے مالک کا کھاتا ہے اور مالک کو دھوکا دے کر بھاگنا چاہتا ہے۔"

تین چار گن مین اپنی اپنی رائفلوں کے کندے سے رامو اور راجن کو مارنے لگے۔ ان کی عورتوں نے انہیں بچانا چاہا تو ان کی بھی پٹائی ہونے لگی۔ جاگیرداروں کا حکم تھا کہ صرف نندہ رانی کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس کے خوب صورت بدن پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنی چاہیے۔

رانی کے تمام بزرگ مار کھاتے کھاتے لہولہان ہو گئے۔ اتنے زخم آئے کہ وہ زمین سے اٹھنے کے قابل بھی نہ رہے۔ رامو نے کراہتے ہوئے کہا "بیٹی! بھاگ جا۔ کسی طرح بھاگ جا۔"

وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ نہیں بھاگے گی تو اسے دیوان سنگھ کی شکارگاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ لہٰذا وہ بھاگنے لگی۔ دیوان سنگھ ایک طرف گھوڑے پر بیٹھا ٹارچ کی روشنی میں یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کے وفادار نندہ رانی کے پیچھے دوڑنے لگے۔ اسی وقت جگاور کے وفاداروں نے گولیاں چلائیں۔ دیوان سنگھ کے دو آدمی گولیاں کھا کر گر پڑے۔ فوراً ٹارچ بجھا دی گئی تھی پھر بھی جوابی فائرنگ کے نتیجے میں جگاور کے آدمیوں کے بھی چیخنے کی آوازیں آئیں۔ ادھر کے لوگ بھی مارے گئے تھے۔

مقابلہ بڑی جان داری سے ہو رہا تھا۔ ٹارچ سب کے پاس تھی لیکن جو بھی اسے روشن کرتا، وہ دشمن کی گولی سے مارا جاتا۔ اس لیے تاریکی میں صرف قدموں کی آہٹوں پر فائرنگ ہو رہی تھی۔ نندہ رانی کو جان کی پروا نہیں تھی۔ وہ عزت بچانے کی خاطر فائرنگ کے باوجود بھاگتی جا رہی تھی۔ یوں فائرنگ کی آوازیں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ گولیوں کی بوچھاڑ سے نکل آئی تھی لیکن بھاگنے کے دوران میں گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دے رہی تھیں۔ شکاری پیچھے لگے ہوئے تھے۔

وہ دو پیروں سے کتنی دور تک دوڑ سکتی تھی۔ شکاری آرام سے گھوڑوں پر آ رہے تھے۔ گھوڑے تھک نہیں سکتے تھے۔ وہ تھک گئی۔ نڈھال سی ہو کر چلنے لگی۔ چلتے چلتے ڈگمگانے لگی۔ آخر ایک جگہ اس کے قدم لڑکھڑائے۔ وہ چیخ مار کر گری اور ایک ڈھلان میں لڑھکتی ہوئی ایک پتھر سے ٹکرا کر وہیں تھم گئی۔

رات تھی، تاریکی تھی۔ سناٹا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپیں بھی سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑے سے اتر کر درختوں کی آڑ میں چلے گئے تھے پھر دیوان سنگھ نے کہا "جگاور! میں جانتا ہوں، تم موجود ہو اور چھپے ہوئے ہو۔ بہت بڑے کمینے ہو۔ اس چھوکری کو لے کر جانا چاہتے ہو۔"

"میں کمینہ ہوں۔ تم شریف ہو۔ کیا اس چھوکری کو بہن بنانے آئے ہو؟"

"میں آواز کی سمت گولی چلا کر تمہیں نرک میں پہنچا سکتا ہوں لیکن سوچنے کا موقع دے رہا ہوں۔ ہم دونوں یہاں کے بڑے ہیں۔ کیا ایک غریب دو کوڑی کی چھوکری کی خاطر ہمیں ایک دوسرے کی جان لینا چاہیے؟"

"یہ دانشمندی نہیں ہوگی۔ اس کی خاطر ہمیں ایک دوسرے کا خون نہیں بہانا چاہیے۔ کوئی سمجھوتا کرو ورنہ وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"ہاں۔ اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ کہیں بہت دور نہ نکل جائے۔"

"ہمارے پاس گھوڑے ہیں۔ وہ جتنی بھی دور جائے، ہم اسے دبوچ لیں گے۔ پہلے سمجھوتا کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم اسے شکارگاہ میں لے جائیں گے اور سکہ اچھالیں گے۔ ہیڈ اور ٹیل میں جس کی جیت ہوگی، وہ اسے پہلے حاصل کرلے گا۔"

"منظور ہے مگر میں تم پر کیسے بھروسا کروں؟ تمہارے پاس ہتھیار ہے۔"

"تمہارے پاس بھی ہتھیار ہے۔"

"ایک دوسرے پر اس طرح بھروسا کیا جاسکتا ہے کہ دونوں بیک وقت اپنی اپنی ٹارچ روشن کریں اور اس کی روشنی میں اپنے اپنے ہتھیار دور پھینک دیں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی بات مان لی۔ انہوں نے ایک ساتھ ٹارچ روشن کیں پھر اس کی روشنی میں ایک دوسرے کی آنکھوں کے سامنے اپنے تمام ہتھیار دور پھینک دیے پھر انہوں نے ڈھلان کی طرف ٹارچ کا رخ کیا۔ وہاں دور ایک بڑے پتھر کے پاس وہ گھاس پر پڑی نظر آئی۔

دونوں کو اطمینان ہوا کہ شکار موجود ہے اور بھاگنے کے قابل نہیں ہے ورنہ ٹارچ کی روشنی پڑتے ہی وہ اٹھ کر بھاگنے لگتی۔

وہ دونوں سنبھل کر ڈھلان سے اترتے ہوئے اس کے قریب آئے۔ اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ سر پر چوٹ لگنے کے باعث شاید وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کا چہرہ اور بدن کا حسن ایسا تھا کہ وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتے رہے پھر جگاور نے کہا "اسے ہوش میں لانا چاہیے۔ یہاں قریب ایک تالاب ہے۔ اس پر پانی چھڑکا جائے گا۔"

وہ دونوں اسے اٹھانے کے لیے اس کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ ایک نے اس کی نبض کی رفتار دیکھنے کے بہانے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرے نے اس کے دل کی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھا۔ دل نہیں دھڑک رہا تھا اور نبض بھی تھم گئی تھی۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا "یہ تو مرچکی ہے۔"

وہ اچھی طرح اسے ٹٹول کر یقین کرنے لگے۔ باری باری اس کے سینے سے کان لگا کر سننے لگے۔ دھڑکنیں سنائی نہیں دے رہی تھیں اور نبض بھی کہہ رہی تھی کہ وہ مرچکی ہے۔

جگاور نے ناگواری سے کہا "سؤر کی بچی مرگئی۔ اس کی خاطر ہمارے کتنے وفادار مارے گئے ہوں گے۔"

دیوان سنگھ نے کہا "لومڑی کے لیے انگور کھٹے تھے۔ یہ کھٹی بھی ہوتی تو ہم اسے نہ چھوڑتے۔ سالی مرگئی۔"

وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ جگاور نے کہا "ہم دونوں ہمیشہ سے اچھے پڑوسی جاگیردار کی طرح رہتے آئے ہیں۔ آج اس کی خاطر خون خرابے پر اتر آئے۔ ہم سے بہت بڑی حماقت ہوئی ہے۔"

دیوان سنگھ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر کہا "ہمیں آج کی غلطی سے سبق سیکھنا چاہیے۔ اب کوئی حسینہ ہمارے تعلقات خراب کرنے آئے تو اس پر تھوک دینا چاہیے۔"

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر جانے لگے پھر ایک دم سے ٹھٹک گئے۔ انہیں آواز سنائی دی "کیا مجھے تنہا چھوڑ کر جاؤ گے؟"

دونوں نے فوراً پلٹ کر ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔ چہرے پر روشنی پڑتے ہی نیلماں نے آنکھیں کھول دیں۔ انہیں دیکھ کر مسکرانے لگی۔

وہ دونوں تیزی سے قریب آکر اس پر جھک گئے۔ دیوان سنگھ نے حیرانی سے کہا "تم تو مرچکی تھیں؟"

وہ ساڑی کے آنچل سے پیشانی کے لہو کو پونچھتے ہوئے بولی "کیا کسی ڈاکٹر نے میری موت کی تصدیق کی تھی؟"

جگاور نے کہا "نہیں۔ ہم سے سمجھنے میں غلطی ہوگئی تھی۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہماری اتنی بھاگ دوڑ رائگاں نہیں گئی ہے۔ تم ہمارے لیے زندہ ہو۔"

"آؤ۔ اٹھو ہمارے ساتھ چلو۔"

انہوں نے اسے اٹھانے کے لیے جیسے ہی ہاتھ لگایا، بجلی کا جھٹکا سا محسوس ہوا۔ وہ ذرا دور جا کر گر پڑے۔ اس وقت ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغی طور پر جھٹکا پہنچایا گیا ہے۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی "تم دونوں کو اپنے آپس کے تعلقات ختم نہیں کرنا چاہئیں۔ کوئی حسینہ دکھائی دے تو اس پر تھوک دینا چاہیے۔"

جگاور نے جلدی سے کہا "یہ... یہ میں نے نہیں، دیوان سنگھ نے کہا تھا۔ میں تو تم پر مرمٹا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

دیوان سنگھ نے کہا "جگاور! ہمارے درمیان سمجھوتا ہوچکا ہے۔ ہیڈ یا ٹیل۔ سکہ اچھالا جائے گا۔ جو جیتے گا، وہ پہلے نندہ رانی کا حق دار ہوگا۔"

نیلماں نے کہا "تم جاگیردار لوگ سکے اچھال اچھال کر اپنی دولت کا مظاہرہ کرتے ہو اور دولت سے ہر چیز خرید لیتے ہو لیکن میں تو ایسے مرد کو پسند کروں گی جو مجھے بازوؤں میں اٹھا کر اس ڈھلان سے چڑھائی پر لے جائے گا۔"

وہ دونوں اپنی مردانگی دکھانے کے لیے اس کی طرف لپکے۔ جگاور نے اسے اٹھانا چاہا لیکن حلق پھاڑ کر چیختا ہوا دور جا کر گر پڑا اور دماغی تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ دیوان سنگھ نیلماں کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ جگاور ایسے تڑپ رہا

تھا جیسے اس پر کسی قسم کا دورہ پڑا ہو۔ اس نے پوچھا "اسے اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

وہ بولی "اسے کیا دیکھتے ہو؟ دیکھنے کی چیز میں ہوں۔ آؤ مجھے بازوؤں میں اٹھا کر لے چلو۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولا "نہیں۔ پہلی بار ہم نے تمہیں چھونے کی کوشش کی تھی تو ہمیں جیسے کرنٹ لگا تھا۔ دوسری بار جگاور تمہیں چھو کر تکلیف سے تڑپ رہا ہے۔ سچ بتاؤ، اسے کیا ہوگیا ہے؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ مسکرا کر بولی "اسے مردانگی کا دورہ پڑا ہے۔ میں بے چاری ایک دو کوڑی کے نوکر کی بیٹی ہوں۔ تمہارے جیسے بڑے جاگیردار کا کیا بگاڑ سکتی ہوں۔ آؤ میرے مرد مجھے اپنے بازوؤں میں اٹھالو۔"

وہ دونوں بانہیں پھیلا کر اس کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ پیچھے ہٹ کر جگاور کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تم تو بڑے جی دار ہو پھر اسے ہاتھ کیوں نہیں لگا سکے؟ کیا تم پر جادو کیا گیا ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میرے دماغ کی چولیں ہل گئی ہیں۔ ایسا لگا جیسے دماغ کے اندر زلزلہ پیدا ہوگیا ہے۔ آہ! میرا دماغ پھوڑا بن گیا ہے۔ میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ مجھے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔"

دیوان سنگھ دوڑتا ہوا چڑھائی پر آیا۔ وہاں اس نے اپنے ہتھیار پھینکے تھے۔ وہ ایک ریوالور اٹھا کر دوڑتا ہوا واپس نیلماں کے سامنے آیا پھر اس کا نشانہ لے کر بولا "سچ سچ بتاؤ۔ تم جادو جانتی ہو؟"

وہ بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ ریوالور کا رخ اپنی طرف کیا ہوا ہے۔ اسے چلاؤ گے تو گولی تمہارے سینے کے پار ہوگی۔"

اس نے بوکھلا کر دیکھا۔ واقعی ریوالور الٹا پکڑا ہوا تھا۔ ٹریگر دباتے ہی خود مرجاتا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ کیسے ہوگیا؟ جبکہ اس نے ریوالور کو سیدھا پکڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے پھر سے سیدھا کرنے کے لیے اسے گھمانا چاہا تاکہ سامنے والی کو نشانے پر رکھ سکے لیکن بار بار کوشش کے باوجود خود کو ہی نشانے پر رکھ رہا تھا۔

آخر اس نے ریوالور کو ایک طرف پھینک دیا۔ وہ بولی۔ "چڑھائی پر تم دونوں کے اور بھی ہتھیار پڑے ہیں۔ انہیں بھی اٹھا کر لے آؤ۔ مجھے مار ڈالو۔"

"نن نہیں۔ تم کون ہو؟ ہمارے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"میں ایک حسین و جمیل دوشیزہ ہوں۔ بستر پر بچھانے کے لیے ہوں۔ اپنی تمام جاگیردارانہ اور مردانہ قوتوں کے ساتھ مجھے لے جا کر اپنے بستر پر بچھالو۔"

جگاور اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن اب تک تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ وہ بولا "دیوان سنگھ مجھے سہارا دو۔ چڑھائی پر لے چلو۔ اس چھوکری پر لعنت بھیجو۔"

نیلماں نے کہا "تم دونوں پر لعنت پڑ رہی ہے۔ میری مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جاسکو گے۔"

دیوان سنگھ نے وہاں سے جانے کے لیے جگاور کو سہارا دینا چاہا پھر اس کے دماغ میں بھی زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا گھاس پر گر کر تڑپنے لگا۔ جگاور نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پوچھا "بھگوان کے لیے بتا دو۔ تم ہمارا پیچھا کیسے چھوڑو گی؟"

"جب میں کمزور تھی تو کیا تم دونوں میرا پیچھا چھوڑ رہے تھے؟ کیا ایک غریب لڑکی پر تمہیں ترس آرہا تھا؟"

"ہم سے غلطی ہوگئی تھی۔ آئندہ ہم کسی غریب لڑکی پر بری نظر نہیں ڈالیں گے۔"

"میرے ماں باپ اور چچا چچی زخموں سے چور ہیں۔ تم دونوں ابھی جا کر ان کی مرہم پٹی کراؤ۔"

"ہم ابھی انہیں اسپتال لے جائیں گے اور ان سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگیں گے۔"

"امیر کبھی غریب سے معافی نہیں مانگتے۔ معافی برابر والوں سے مانگی جاتی ہے لہٰذا پہلے انہیں اپنے برابر بناؤ۔ کل پکے کاغذ پر اپنی آدھی جاگیر میرے چچا راجن کے نام لکھ دو اور دیوان سنگھ اپنی آدھی جاگیر میرے باپ رامو کے نام لکھ دے گا۔"

"نہیں۔ یہ شرط نہ لگاؤ۔ آدھی جاگیر تو ہم اپنے کسی ایک بیٹے کو بھی نہیں دیتے ہیں۔ اگر تمہاری بات مانیں گے تو بہت معمولی جاگیردار کہلائیں گے۔"

دیوان سنگھ کے دماغ کی تکلیف کچھ کم ہو رہی تھی۔ اس نے بھی یہی کہا کہ نندہ رانی دوسری کوئی سی بھی شرط منوالے لیکن وہ اپنے ملازموں کو آدھی جاگیر نہیں دیں گے۔ نیلماں نے دونوں کے اندر پھر زلزلے پیدا کیے۔ وہ پھر چیخنے اور تڑپنے لگے۔ انسان اپنی زندگی میں جتنی دکھ بیماریاں جھیلتا ہے ان میں دماغی تکلیف سب سے زیادہ ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر معافیاں مانگنے لگے اور اپنی اپنی آدھی جاگیر رامو اور راجن کے نام لکھنے پر راضی ہوگئے۔

نندہ رانی بڑی حد تک شی تارا سے مشابہت رکھتی تھی

اسی لیے نندہ رانی کے مرتے ہی نیلماں نے اس کے اندر اپنے لیے جگہ بنالی تھی اور یہ طے کیا تھا کہ وہاں کچھ عرصے تپسیا میں مصروف رہ کر اپنی آتما شکتی میں پیدا ہونے والی کمزوریوں کو دور کر کے دوبارہ توانائی حاصل کرے گی۔

○☆○

پورس کبھی خواب و خیال میں بھی ڈاکٹر انا پورنا پر شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے انا پورنا پر اعتبار کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کی ہر تکنیک آزمائی تھی۔ کوئی ایسا پہلو نہیں چھوڑا تھا، جس سے دھوکے کا احتمال ہوتا پھر بھی وہ بری طرح دھوکا کھا گیا تھا۔

اس کی حکمتِ عملی ناکام ہوئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ دو باتیں اس کی سمجھ میں آرہی تھیں کہ پارس کی طرح انا پورنا بھی غیر معمولی دماغ رکھتی ہے یا پھر کسی دشمن نے دوائیں تیار ہونے کے بعد انا پورنا کو ٹریپ کیا ہے۔ اس کے دماغ سے پورس کے تنویمی عمل کو مٹا کر اپنے عمل کو حاوی کیا ہے اور اس کے لب و لہجے کو بدل دیا ہے۔ اسی لیے پورس ڈاکٹر انا پورنا کے دماغ کو ڈھونڈ نہیں پارہا ہے اور اسے مردہ سمجھ رہا ہے جبکہ اصلی ڈاکٹر انا پورنا دو ماہ پہلے مرچکی تھی اور اس کا مردہ جسم جے رام اسپتال کے مردہ خانے میں پڑا ہوا تھا۔

پورس ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہندوستان کے دور افتادہ علاقے میں چلا گیا۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ جس نے بھی تیار شدہ دوائیں چرائی ہیں اس نے وہاں کے مختلف علاقوں میں دوائیں اسپرے کی ہوں گی تاکہ پورس اپنی دوائیں حاصل کرنے ادھر آئے تو پھر ایک بار ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوجائے اور اس کے پاس رکھی ہوئی نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول ناکارہ ہوجائیں۔

اس نے فوراً ہی ہندوستان سے فرار ہو کر دانشمندی کا ثبوت دیا تھا کیونکہ اس کے بعد ہی میں نے بابا صاحب کے ادارے کے کارکنوں کو مختلف علاقوں میں وہ دوائیں اسپرے کرنے کی ہدایات دی تھیں۔ اس طرح دوا اسپرے کرنے کے نتیجے میں بلی ڈونا پھر ایک بار ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم ہوگئی تھی۔ میں بلی ڈونا کی محرومی سے بے خبر تھا۔ پتا نہیں اس کی طرح کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دوا کے زیرِ اثر آئے ہوں گے؟ بہرحال پورس محفوظ رہا۔ وہ عارضی طور پر افغانستان کے ایک علاقے میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں کے مسلمان برسوں سے خانہ جنگی میں الجھے ہوئے تھے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس ملک کے حالات سے دلچسپی نہیں تھی اور یہ یقین کے ساتھ سوچا جاسکتا تھا کہ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی کا دشمن دوا اسپرے کرنے نہیں آئے گا۔ ویسے وہ جلد سے جلد پھر انڈیا جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔

وہاں اس نے دو دنوں تک قیام کیا پھر اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کو حکم دیا کہ وہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جائے۔ اس ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ ممبئی، احمد آباد، حیدر آباد، مدراس اور دہلی تک گیا۔ اس نے ہر جگہ پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا۔ اس طرح معلوم ہوا کہ جو دوائیں اسپرے کی گئی تھیں، اب ان کا اثر ختم ہوچکا ہے۔

اس بات کا یقین ہوتے ہی وہ پھر کھنڈالہ آگیا۔ وہاں سے ممبئی تک معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کرنے لگا کہ اس کے ساتھ کس نے فراڈ کیا ہے؟ اور کس نے دوسری بار دوائیں چرائی ہیں۔ اس کا مقابلہ پارس سے ہوتا آرہا تھا۔ اسی پر شبہ تھا کہ اسی نے دوسری بار بھی نقصان پہنچایا ہے۔

نتاشا نے کہا "اسی بدمعاش نے یہ حرکت کی ہے۔ اس نے الپا کو ڈاکٹر انا پورنا بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہوگا۔"

"نہیں نتاشا! میں نے انا پورنا کا برین واش کیا تھا۔ ایسے وقت اس کی حقیقت مجھ سے کبھی نہ چھپتی پھر یہ کہ وہ اپنی بیٹی کو دودھ پلاتی ہے۔ ڈیڑھ ماہ تک اپنی بیٹی سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ پارس نے کسی دوسری عورت کو انا پورنا بنایا ہوتا تو وہ بھی برین واش کرتے وقت مجھ سے چھپ نہیں سکتی تھی۔ میری ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے مطابق دوائیں تیار کرنے والی واقعی ایک ڈاکٹر تھی اور اگر نہیں تھی تو ماننا پڑے گا کہ وہ ایک غیر معمولی دماغ رکھنے والی عورت تھی۔"

نتاشا پورس کے دماغ میں آکر باتیں کررہی تھی۔ ایسے وقت پورس کسی اور پرائی سوچ کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ اسی وقت وہ ڈاکٹر انا پورنا کی آواز سن کر چونک گیا۔ وہ کہہ رہی تھی "تمہارا آخری خیال درست ہے۔ میں ایک غیر معمولی دماغ رکھنے والی عورت ہوں۔"

پورس نے حیرانی سے پوچھا "انا پورنا! تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ بولی "ہاں۔ میرے پتی دیو بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ تم ان کی بھی آواز سن لو۔"

پھر ایک بار حیرانی کا جھٹکا لگا۔ پورس اور نتاشا نے شنکر داس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "انا پورنا میری دھرم پتنی ہے۔ مسٹر پورس! میں نے کبھی تمہیں اپنے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دیا۔ تمہیں یقین ہوگیا ہے کہ میں پہلوانی کرنے

والا اور یوگا کی مشقیں کرنے والا ایک ہڈ حرام جواری ہوں۔ تم نے مجھے بڑی رقم کا لالچ دے کر بنکاک بھیج دیا لیکن میں پھر اپنی دھرم پتنی انا پورنا کے پاس آگیا تھا۔"

پورس نے کہا "اگر تمہاری دھرم پتنی غیر معمولی دماغ رکھتی ہے تو میں اس کے دماغ میں آنا چاہتا ہوں تاکہ تم دونوں میرے اندر رہ کر میرے چور خیالات نہ پڑھ سکو۔"

"بے شک آؤ۔ ہمیں اعتراض نہیں ہے۔"

وہ اور نتاشا خیال خوانی کی پرواز کر کے فہمی کے دماغ میں پہنچے۔ وہاں علی بھی موجود تھا۔ پورس نے پوچھا "تم کون ہو؟ میں نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں پہلے کبھی انا پورنا اور شنکر داس کا نام نہیں سنا تھا۔"

فہمی نے کہا "کچھ عرصے پہلے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کسی نے پورس کا بھی نام نہیں سنا تھا۔ تم نے اچانک میدانِ عمل میں آکر بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیے۔ ہمارے علاوہ اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں، یہ کوئی نہیں جانتا۔"

"لیکن تمہارا دماغ ایک عجوبہ ہے۔"

"تمہیں تعجب کیوں ہے؟ پارس کا دماغ بھی عجوبہ ہے۔ تمہارے ساتھ نتاشا آئی ہے اور بڑی دیر سے میرے چور خیالات پڑھنے کی کوششیں کررہی ہے اور ناکام ہورہی ہے۔ اسے سمجھاؤ کہ عجوبے سمجھ میں نہیں آتے۔"

"ناکامی خود اسے سمجھا رہی ہے۔ ویسے پارس سے تم دونوں کا کیا تعلق ہے؟"

"ہم نے پارس کی طرح تمہیں دھوکا دیا ہے اور تمہارا تمام مال چرایا ہے اس لیے تم سمجھ رہے ہو کہ ایک چور کا دوسرے چور سے تعلق ضرور ہوتا ہے لیکن فی الحال کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب پارس نے تمہارا مال چرایا تھا، تب ہم اس چوری کے مال پر ہاتھ صاف کرنا چاہتے تھے لیکن وہ تمام مال بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا تھا اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اس ادارے میں ہندو اور یہودی قدم نہیں رکھ سکتے۔ اس ادارے کے قریب جاتے ہی ہمارا سراغ لگالیا جاتا ہے۔"

"وہاں تمہاری دال نہیں گلی اس لیے میرے مال پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ اتنا تو لحاظ کرنا چاہیے تھا کہ میں بھی تمہاری طرح ہندو ہوں۔"

"کیا ایک ہندو دوسرے ہندو کے گھر چوری نہیں کرتا؟ پُراَسرار غیر معمولی گولیاں، فلائنگ کیپسول اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں نایاب اور غیر معمولی ہیں۔ ایسی چیزیں کون چھوڑتا ہے؟"

"تم بہت سیدھی اور کھری باتیں کررہی ہو۔ میں غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کی ایک ٹیم بنا رہا ہوں۔ کیا دوست بن کر ہماری ٹیم میں شامل ہونا پسند کروگی؟"

"میں اپنے پتی دیو کی داسی ہوں۔ ایسی باتیں ان سے کرو۔"

علی نے کہا "دراصل ہم گمنام رہنا چاہتے تھے مگر تمہارا مال چرانے کے بعد گمنام نہیں رہیں گے۔ سب ہی کو رفتہ رفتہ ہمارے بارے میں معلوم ہوجائے گا۔ جہاں تک تمہاری ٹیم میں شامل ہونے کا تعلق ہے تو ہمیں انکار نہیں ہے۔ ہم ایک ہی دھرم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہم فرہاد اور اس کی فیملی سے بچ کر رہنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ان سے ٹکرانے والوں کا انجام دیکھا ہے۔ پارس کے مقابلے میں تمہاری بھی ناکامیاں دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم ان سے دور رہ کر ایک محفوظ اور پُرسکون زندگی گزار رہے ہیں تو ان کے کسی معاملے میں مداخلت کرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

نتاشا نے کہا "یہ تو سراسر بزدلی ہے۔ تم ایک غیر معمولی دماغ رکھتی ہو۔ پارس کو اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتی ہو۔"

علی نے کہا "مجھے اپنی پتنی کے غیر معمولی دماغ پر ناز ہے لیکن غرور نہیں ہے۔ ہم نے کئی مغرور شہ زوروں کا انجام دیکھا ہے۔ ہم پہلے ہی دن سے فیصلہ کرچکے ہیں کہ فرہاد اور اس کی فیملی سے دور رہیں گے۔"

فہمی نے کہا "میں یہ ضروری نہیں سمجھتی کہ ایک ٹیم بنائی جائے اور اس کی تشہیر کی جائے کہ پورس صاحب کی مضبوط ٹیم میں کئی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کے علاوہ شنکر داس اور انا پورنا بھی ہیں۔ یہ تو ایک فوج بنانے والی اور محاذ آرائی کرنے والی بات ہوگی۔"

علی نے کہا "سیدھی سی بات ہے کہ ہم درپردہ دوست رہیں گے لیکن دوستی کا اعلان نہیں کریں گے ورنہ پارس ہمارے پیچھے پڑجائے گا۔ ہمارے درمیان یہ زبانی معاہدہ رہے گا کہ ہم ایک دوسرے کے برے وقت میں کام آئیں گے۔"

پورس نے کہا "میں آزمانا چاہتا ہوں کہ تم زبان کے کتنے سچے ہو۔ مجھ پر برا وقت آیا ہے۔ میری تمام دوائیں چرالی گئی ہیں۔ میری جگ ہنسائی ہونے والی ہے۔ ایسے برے وقت میں میری کیا مدد کروگے؟"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے پہلا فریادی دیکھا ہے جو چوری کرنے والے سے فریاد کررہا ہے۔ انصاف اور مدد مانگ

رہا ہے۔ بہرحال جب ہم نے وعدہ کیا ہے تو تمہارے کام آئیں گے۔ تمہارے تمام فارمولے واپس کردیں گے۔ اب ہمیں ان کی ضرورت نہیں رہی ہے۔"

پورس نے کہا "فارمولوں کی اصل کاپی میرے پاس محفوظ رہتی ہے۔ انہیں واپس کرو گے تو میرا بھلا نہیں ہوگا۔ تم میری کچھ دوائیں رکھ کر باقی واپس کردو۔"

"بھئی سیدھی طرح کہہ دو کہ ہم تمہارا مال واپس کردیں۔ دنیاداری چھوڑدیں اور کسی مندر میں جاکر پوجاپاٹ شروع کردیں۔ تم دوستی کرنا چاہتے ہو' اس کے پیچھے چھپا ہوا ارادہ صاف ظاہر ہوچکا ہے۔ بہرحال یہ پہلی ملاقات خوب رہی۔ زندگی کے کسی موڑ پر پھر ملیں گے۔ اب رخصت ہوجاؤ۔"

علی کی بات ختم ہوتے ہی فہمی نے سانس روک لی۔ نتاشا اور پورس اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔

نتاشا نے کہا "پورس! تم تو بہت ذہین ہو پھر تم نے بچکانا انداز میں پہلے دوستی کی پیشکش کی اور اپنی دوائیں ان سے ایسے مانگ رہے تھے' جیسے کوئی بچہ اپنا چھینا ہوا کھلونا مانگ رہا ہو۔"

پورس نے کہا "اپنا اپنا ایک انداز ہوتا ہے۔ میں احمق بن کر ان دونوں کی دانشمندی کو سمجھ رہا تھا۔ وہ دونوں بہروپئے ہیں۔ وہ فرہاد اور اس کی فیملی سے خوف زدہ نہیں ہیں بلکہ اس فیملی سے ان کا کوئی قریبی تعلق ہے۔"

"کسی طرح معلوم نہیں کرسکتے کہ وہ دونوں کون ہیں؟ دوائیں کافی مقدار میں تیار کی گئی ہوں گی۔ یہ تمام دوائیں انہوں نے کہاں چھپا کر رکھی ہوں گی؟"

"رفتہ رفتہ سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

"کیا جب یہ خبر عام ہوگی کہ تمہاری تیار کردہ دوائیں دوسری بار بھی تم سے چھین لی گئی ہیں تو تمہاری انسلٹ نہیں ہوگی؟"

"انسلٹ نہیں ہوگی۔ یہ ثابت نہیں ہوسکے گا کہ مجھ سے میری دوائیں چھین لی گئی ہیں۔ وہ تمام دوائیں میرے پاس موجود ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"ابھی دشمنوں نے پورس کو سمجھا نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ سمجھیں گے۔ تم جاؤ۔ میں ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

نتاشا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ حیرانی سے سوچنے لگی کہ پورس واقعی کمتر نہیں ہے۔ پارس کی طرح نہ ابھی سمجھ میں آرہا ہے اور نہ ہی مات کھاتے ہوئے مات کھا رہا ہے۔

○☆○

وہ حویلی صدیوں پرانی تھی۔ اسے اب تک کھنڈر بن جانا چاہیے تھا لیکن وہ اب بھی فولادی قلعے کی طرح صحیح سلامت کھڑی ہوئی تھی۔ دادا' پر دادا کے زمانے کی اس حویلی کے وارث دہلی شہر میں رہتے تھے اور اس کی نگرانی کے لیے دو چوکی دار وہاں رکھے گئے تھے۔ وہ چوکی دار کبھی کبھی دن کے وقت اس حویلی کے اندر صفائی کے لیے جاتے تھے اور یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے کہ وہ خود بخود صاف ستھری نظر آتی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہاں لوگ رہتے ہیں جب کہ وہ برسہا برس سے ویران تھی۔ ماضی میں وہاں دو چار قتل ایسے ہوئے تھے جن کے باعث وہ حویلی آسیب زدہ کہلانے لگی تھی۔

اس کے مالکان کبھی کبھی دن کے وقت آتے تھے پھر شام ہونے سے پہلے پہلے جاتے تھے۔ رات کے وقت وہاں کسی عورت کے رونے' ہنسنے اور گانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اندر بجلی کی روشنی کے انتظامات تھے۔ چونکہ وہاں مالکان نہیں رہتے تھے اس لیے اندر تاریکی رہتی تھی۔ چوکی دار گیٹ کے باہر رہتے تھے۔ اندر جانے سے ڈرتے تھے کیونکہ رات کے کسی حصے میں کسی نہ کسی کمرے میں روشنی دکھائی دیتی تھی۔ وہ ایسی سرخ ہوتی تھی جیسے حویلی کا وہ حصہ خون میں نہا گیا ہو اور پھر کسی کو قتل کردیا گیا ہو۔

کشن کوٹ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اس شہر سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر وہ حویلی تھی۔ شام کو اندھیرا پھیلنے کے بعد کوئی اس حویلی کے قریب نہیں پھٹکتا تھا۔ کشن کوٹ کے رہنے والے چشم دید گواہ تھے کہ رات کو اس حویلی سے آوازیں آتی ہیں اور کبھی اس حویلی کے کسی اندرونی حصے میں سرخ روشنی دکھائی دیتی ہے۔

برسوں پہلے کئی بار پولیس پارٹی نے وہاں گھس کر اس سرخ روشنی کا اور انسانی آوازوں کا راز معلوم کرنا چاہا لیکن وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ البتہ چھاپا مارنے والی پولیس پارٹی کا کوئی سپاہی یا افسر غائب ہوجاتا تھا پھر اس کی گردن کٹی ہوئی لاش حویلی کے باہر اگلے یا پچھلے حصے میں پائی جاتی تھی۔

ایسا ایک آدھ بار ہوتا تو یہی سمجھا جاتا کہ کوئی مجرمانہ سرگرمیاں جاری رکھنے والا گروہ ایسا کررہا ہے لیکن رات کے وقت وہاں جانے والوں میں سے کسی نہ کسی کی موت لازمی ہوتی تھی۔ سراغ رسانوں نے اپنے طریقہ کار کے مطابق سراغ لگانے کی کوششیں کیں۔ انہیں کسی گوریلے

کے بڑے بڑے قدموں کے نشانات ملے۔ اگر واقعی کوئی گوریلا وہاں ہوتا تو کہیں نظر آتا۔ چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ کسی چور دروازے یا تہ خانے کا سراغ نہیں ملا پھر پولیس والے بھی وہاں جانے سے خوف کھانے لگے۔ دوسرے لوگوں میں بھی حوصلہ نہیں تھا کہ خواہ مخواہ اپنی جان دینے جاتے۔

جن دنوں فہمی ڈاکٹر اناپورنا بن کر دوائیں تیار کررہی تھی ان دنوں میں ایسی جگہ کی تلاش میں تھا' جہاں ان تیار ہونے والی دواؤں کے کارٹن بحفاظت چھپا کر رکھے جائیں۔ مجھے اس ویران آسیب زدہ حویلی کے بارے میں معلوم ہوا تو میں کشن کوٹ پہنچ گیا۔ یہ تجسس پیدا ہوا کہ وہ حویلی پراسرار کیوں ہے؟ جب وہ ویران ہے اور وہاں کوئی نہیں رہتا ہے تو پھر رات کو اس کے اندر جانے والے زندہ واپس کیوں نہیں آتے؟

اگر وہاں مجرمانہ سرگرمیاں ہوں گی' جنہیں پولیس اور سراغ رساں بھی سمجھ نہیں پائے تو ہمیں وہاں دواؤں کے کارٹن چھپا کر رکھنے میں آسانی ہوگی۔ وہاں کوئی مجرم اپنے گینگ کے ساتھ کہیں چھپا رہتا ہوگا تو اس سے میں نمٹ لوں گا اور اگر وہاں کوئی انسان نہیں ہوگا اور وہ بھوت پریت کا اڈا ہوگا تو میں انہیں دیکھ سکوں گا۔ کیونکہ میں نے زندگی میں کبھی بھوت نہیں دیکھے تھے۔

میں دن کو کشن کوٹ پہنچ کر اس حویلی کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ پتا چلا کہ پولیس والے شام کے بعد اس حویلی میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ دن کے وقت جانے کے لیے بھی پہلے تھانے میں جاکر اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔

میں اس حویلی کے اطراف کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ رات کی تاریکی میں چھپ کر دواؤں کے کارٹن وہاں لے جاکر چھپانا چاہتا تھا اس لیے دن کو بھی وہاں جاکر اسے اندر سے دیکھنے کے لیے میں نے پولیس والوں سے رابطہ نہیں کیا۔

جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو احاطے کی دیوار پھلانگ کر اندر آیا۔ حویلی کے بیرونی دروازے پر پولیس والوں نے بڑا سا تالا لگا دیا تھا۔ ایسے تالے توڑنا یا ایک تار کے ذریعے اسے کھولنا میرے لیے بڑی بات نہیں تھی۔ میں اسے کھول کر اندر آیا پھر اس دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔

اندر گہری تاریکی تھی۔ میں نے آنکھوں میں اینٹی ڈارک لینس لگالیے۔ ان کے ذریعے مجھے وہاں کا ایک ایک منظر دکھائی دینے لگا۔ وہ حویلی اندر سے اتنی صاف ستھری تھی جیسے دن رات اس کی صفائی کی جاتی ہو اور وہاں باقاعدہ رہائش اختیار کی جاتی ہو مگر وہاں کون رہتا تھا؟ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

میں محتاط انداز میں چلتا ہوا ایک کمرے سے دوسرے کمرے' ایک کوریڈور سے دوسرے کوریڈور میں جاتا رہا۔ اسٹور روم اور باتھ روم وغیرہ کے دروازے بھی کھول کر دیکھے۔ بڑی حیرانی ہوئی۔ کوئی انسان نہیں تھا۔ اگر سراغ رسانوں کو کسی گوریلے کے قدموں کے نشانات نظر آئے تھے تو مجھے اس گوریلے کی بھی آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔

میں تھک کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر اس خیال سے اٹھ گیا کہ پیچھے سے کوئی حملہ نہ کرے۔ وہاں کے لوگوں نے گردن کٹی ہوئی لاشیں دیکھی تھیں۔ کوئی دھوکے سے میری بھی گردن کاٹ سکتا تھا۔

میں ایک کرسی کو اٹھاکر ایک دیوار سے لگاکر اس پر بیٹھ گیا تاکہ پیچھے سے کوئی حملہ نہ کرسکے۔ یہ سنا تھا کہ اکثر آدھی رات کے بعد آوازیں سنائی دیتی ہیں اور ایسے ہی وقت وہ سرخ روشنی حویلی کے کسی نہ کسی حصے میں دکھائی دیتی ہے۔

میں رات کے دس بجے ہی چلا آیا تھا۔ اس حویلی کو اندر سے دیکھنے میں ایک گھنٹا گزر گیا تھا۔ گیارہ بج چکے تھے۔ اندر ایسا سناٹا چھایا ہوا تھا جیسے میں کسی مقبرے کے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ وہاں کہیں ایسا چور دروازہ ہے' جو کبھی دن کے وقت بھی سراغ رسانوں کو نظر نہیں آیا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ آدھی رات کے بعد بھی وہاں کوئی نظر نہیں آئے گا یا کوئی واردات نہیں ہوگی تو میں پھر اٹھ کر چور دروازے کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔

آخر آدھی رات بھی گزر گئی۔ تب میں کرسی پر ذرا سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ وہاں انسانی زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔ ایک بہت ہی سُریلی گنگناتی ہوئی آواز سنائی دی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کمرے کے باہر کوریڈور کی طرف ہلکی سی سرخ روشنی دکھائی دی۔ میں فوراً ہی داڑھ میں دبی ہوئی گولی کو نگل کر نادیدہ ہوگیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آیا۔ وہ سرخ روشنی دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کمرے میں آکر دیکھا۔ وہاں ایک حسینہ نظر آئی۔ اس کے پیچھے ایک گوریلا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑے سائز کی ٹارچ تھی۔ اس ٹارچ میں ایک سرخ بلب تھا جس کے باعث وہاں سرخ روشنی پھیلی ہوئی

تھی۔ دراصل وہ گوریلا نہیں تھا۔ ایک قد آور شخص تھا۔ اس نے گوریلے کی کھال پہنی ہوئی تھی اسی لیے فرش پر ایک گوریلے کے قدموں کے نشانات نظر آتے تھے۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا۔ وہ اس کپڑے سے اس حسینہ کے قدموں کے نشانات فرش پر سے پونچھتا جاتا تھا۔

کمرے کی دیوار پر ایک بہت بڑی تصویر تھی۔ وہ کسی پرانے زمانے کے راجا کی تصویر ہوگی۔ لباس سے وہ راجا مہاراجا نظر آتا تھا۔ وہ حسینہ اس تصویر کو نفرت سے دیکھتے ہوئے بولی "راجا رگھو ویر سنگھ! تم نے میری نانی جان کو ایک داشتہ بنا کر رکھا تھا۔ ان سے وعدہ کیا تھا کہ یہ حویلی ان کے نام کردو گے لیکن تم نے وصیت میں اس حویلی کو اپنی اولاد کے نام لکھ دیا۔ تمہاری موت کے بعد میری نانی جان کو یہاں سے نکال دیا گیا مگر دیکھ لو' آج اس پر ہمارا قبضہ ہے۔ تمہاری اولاد کی اولاد سمجھتی ہے یہاں بھوت پریت نے بسیرا کیا ہے۔ وہ خوف سے نہ یہاں آتے ہیں' نہ یہاں رہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اس حویلی کو فروخت کرنا چاہتے ہیں لیکن جو خریدار آتا ہے' دوسری صبح وہ مردہ پایا جاتا ہے۔ اب یہاں کبھی کوئی نہیں آئے گا۔ یہ حویلی ہمیشہ ہماری رہے گی۔ اونہہ آخ تھو۔"

اس نے نفرت سے تصویر کی طرف منہ اٹھا کر تھوک دیا۔ اسی وقت میں نے ایک ایسے شخص کی آواز سنی جو نظر نہیں آرہا تھا۔ میری طرح نادیدہ تھا۔ اس نے کہا "بیٹی لاج ونتی! یہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ حویلی کے بیرونی دروازے پر تو تالا لگا ہوا تھا' وہ کھلا ہوا ہے اور وہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ کسی نے اندر آکر اس دروازے کی چٹخنی چڑھائی ہے۔"

لاج ونتی نے کہا "ڈیڈی! پھر تو واقعی گڑبڑ ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ بھی نادیدہ ہوگئی۔ اس نے گوریلے سے کہا "شمبھو کاکا! جاؤ' دیکھو حویلی میں کون آکر چھپا ہوا ہے؟"

شمبھو کاکا ٹارچ لے کر چلا گیا۔ لاج ونتی نے کہا "ڈیڈی! میں اینٹی ڈارک لینس گھر میں بھول آئی ہوں۔ کیا آپ کے پاس ہے؟"

"ہاں۔ میں اسے آنکھوں پر لگا رہا ہوں۔ پھر تہ خانے میں جا کر تمہارے لیے دوسرے لینس لے آؤں گا۔"

لاج ونتی کے باپ کو آنکھوں میں لینس لگانے کے لیے نمودار ہونا پڑا۔ پھر وہ بیٹی سے بولا "نادیدہ بننا ضروری نہیں ہے۔ تاریکی میں تم کسی کو نظر نہیں آؤگی۔ میرے ساتھ چلو۔"

وہ نمودار ہوگئی۔ باپ اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا۔ بیٹی کا ہاتھ تھام کر کمرے سے جانے لگا۔ میں ان کے ساتھ ایک کوریڈور میں چلتا ہوا دوسرے کوریڈور میں آیا۔ وہاں ایک دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوگیا پھر بولا "کھول دروازہ آنا فانا۔ تیرا مالک آیا تیرے آنگن۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ دیوار دو حصوں میں تقسیم ہوکر کھلنے لگی۔ وہ دونوں اس دیوار کے کھلے ہوئے راستے سے گزرنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ تہ خانے کے زینے پر آیا۔ اندر دو مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے لاج ونتی کے باپ کی آواز سن کر اس چور دروازے کو کھولا تھا۔ اندر تہ خانے میں روشنی تھی۔ میں نے ان کے ساتھ زینے سے اتر کر ایک وسیع و عریض تہ خانہ دیکھا۔ وہاں بے شمار سونے کی اینٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک شیشے کی الماری میں بیش قیمت جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ جدید طرز کا اسلحہ' گولہ بارود اور کارتوس کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ دو کارٹن تھے۔ ایک میں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تھے اور دوسرے کارٹن میں ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا تھی۔

یہ وہ دوائیں تھیں جنہیں پورس نے پہلی بار تیار کیا تھا اور پارس انہیں چرا کر لے گیا تھا۔ لاج ونتی نے اپنے گریبان سے ایک ڈبیا نکالی پھر کارٹن میں سے گولیاں اور کیپسول نکال کر اپنی ڈبیا میں رکھتے ہوئے بولی "پارس خود کو بہت ذہین اور مکار سمجھتا ہے۔ اس نے جہاں یہ مال چھپا کر رکھا تھا' وہاں سے آپ یہ دو کارٹن اٹھا کر لے آئے' آپ کو باقی کارٹن بھی لے آنا چاہیے تھا۔"

"بیٹی! لے آؤں گا۔ میں نے کئی بار تمہیں سمجھایا ہے کہ جلد بازی سے ہمیشہ نقصان پہنچتا ہے۔ میری طرح محتاط رہ کر سنبھل کر کام کرنا سیکھو۔"

"آپ بہت ذہین اور چالاک ہیں۔ میں آپ سے بہت کچھ سیکھ رہی ہوں۔ مجھے تو پارس کو الّو بنا کر مزہ آرہا ہے۔ ہم نے اس کا مال ایسی جگہ چھپایا ہے کہ اس کا باپ بھی یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوجاتا کہ پارس کا باپ وہاں پہنچا ہوا ہے تو دونوں کے ہوش اڑ جاتے۔ ابھی خود کو ظاہر کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔ پہلے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ لاج ونتی کا باپ کون ہے؟ کیا نام ہے؟ اور کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ پارس کا مال چرانے والا شخص معمولی نہیں ہوگا۔ اس کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنا لازمی تھا۔

اور مجھے یقین تھا کہ وہ باپ بیٹی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ان کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی جائے گی تو وہ محتاط ہوجائیں گے۔ اس کے باپ نے ایک الماری سے آئی لینس نکال کر دیے۔ اس نے دونوں آنکھوں میں انہیں لگایا پھر تہ خانے سے باہر جاتے ہوئے مسلح گارڈز سے کہا "اس حویلی میں کوئی گھس آیا ہے۔ تم دونوں محتاط رہو۔ ڈیوٹی بدلنے والے گارڈز سے بھی محتاط رہنے کے لیے ضرور کہہ دینا۔"

ایک گارڈ نے کہا "جی مالک' ہم محتاط رہیں گے۔"

ہم اس تہ خانے کے چور راستے سے باہر آئے۔ وہاں کی دیواریں سلائیڈنگ دروازے کی طرح ایک دوسرے سے مل گئیں۔ بند تہ خانے میں ڈیوٹی دینا گویا خود کو کسی قبر میں پہنچا دینے کے مترادف تھا۔ وہ مجبوراً وہاں کام کررہے ہوں گے۔ میں نے لاج ونتی کے باپ کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر ایک مسلح گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ ان تمام گارڈز کو اور دوسرے ملازموں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ سب روزگار کی خاطر وہاں ملازمت کرنے آئے تھے لیکن وہ ایسی ملازمت تھی جس کے لیے رازداری شرط تھی۔ لہٰذا انہیں رازدار ملازم بنائے رکھنے کے لیے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور غلام بنایا گیا تھا۔

اس گارڈ کی سوچ نے بتایا کہ اس کے مالک یعنی لاج ونتی کے باپ کا نام جگن ناتھ شرما ہے۔ شہر میں وہ ایک بزنس مین کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ ویسے اسے کسی بزنس کی کیا ضرورت تھی جبکہ اس کے تہ خانے میں بے شمار سونے کی اینٹیں اور بیش قیمت جواہرات تھے۔

تہ خانے سے نکلنے کے بعد ایک کمرے میں شمبھو کاکا سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا "مالک! میں نے حویلی کا ایک ایک گوشہ دیکھ لیا ہے۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

جگن ناتھ شرما نے کہا "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر یہاں کوئی نہیں ہے تو باہر والا دروازہ کس نے اندر سے بند کیا ہے؟"

لاج ونتی نے کہا "آپ شمبھو کاکا کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ طاقت ور ہے۔ فولاد کا مجسمہ ہے لیکن اس کی کھوپڑی میں بھیجا نہیں ہے۔ کتنی ہی باتیں بھول جایا کرتا ہے۔ اسی نے پچھلی رات دروازے کو اندر سے بند کیا ہوگا۔ پھر بھول گیا ہوگا۔"

"میں مانتا ہوں۔ اس کی یادداشت کمزور ہے لیکن پولیس والوں نے باہر سے جو تالا لگایا تھا' وہ کھلا ہوا ہے۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ اس تالے کو کس نے کھولا ہے؟"

پھر اس نے شمبھو کاکا سے کہا۔ "یہ ٹارچ بجھاؤ اور یہاں اندھیرے میں بیٹھے رہو۔ ہم اسے تلاش کریں گے۔"

میں فوراً ہی ایک سائے کی طرح لاج ونتی کے جسم کے اندر سما گیا۔ وہ باپ بیٹی مجھے تلاش کرنے کے لیے نادیدہ بن گئے۔ سرخ روشنی والی ٹارچ بجھا دی گئی تھی۔ وہ گہری تاریکی میں اینٹی ڈارک لینس کے ذریعے واضح طور پر دیکھنے لگے اور حویلی کے ایک ایک حصے میں پہنچ کر مجھے تلاش کرنے لگے۔ پوری حویلی کے اندر گھومتے گھومتے رات کے تین بج گئے۔ آخر وہ تھک کر شمبھو کاکا کے پاس آئے۔ جگن ناتھ شرما نے کہا "اب تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ یہاں جو بھی آیا ہے یا آئے ہیں' وہ ہماری طرح نادیدہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

"ڈیڈی! یہ پیپرمنٹ کی گولیاں نہیں ہیں کہ ہر کوئی بازار سے خرید لائے گا۔ یہ ہمارے پاس یا پارس اور پورس کے پاس ہیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پارس یا پورس یہاں پہنچ سکتے ہیں؟"

"لاجو بیٹی! کسی پہلو کو نظرانداز نہ کیا کرو۔ اور کبھی مطمئن نہ رہا کرو کہ تم محفوظ ہو۔ یہ حویلی اسی دنیا میں ہے' جس دنیا میں پارس اور پورس رہتے ہیں۔ جب تمہارا باپ پارس کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا ہے تو کیا وہ یہاں تک نہیں آسکے گا؟"

اسی وقت چند گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ شمبھو کاکا وہاں سے تہ خانے کی طرف چلا گیا۔ وہ باپ بیٹی حویلی کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں آئے۔ میں تالا کھول کر پہلے اس ڈرائنگ روم میں آیا تھا۔ اب وہاں کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ شمبھو کاکا اسے کھول کر گیا تھا۔ اس دروازے سے کئی مسلح پولیس والے ٹارچ روشن کرکے آئے۔ پھر کئی سوئچ آن کرکے بجلی کی روشنی کی۔ کئی سپاہی محتاط انداز میں حویلی کے جس کمرے اور کوریڈور میں گئے' وہاں بجلی کی روشنی کرتے گئے۔ اب وہاں ایک ذرا تاریکی نہیں رہی تھی۔ پولیس والوں نے باہر بھی سرچ لائٹس کے ذریعے دور تک روشنی کی تھی تاکہ فرار ہونے والے آسانی سے دیکھے جائیں اور پکڑے جائیں۔

ڈی آئی جی پولیس نے میگافون کے ذریعے نادیدہ مجرموں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس حویلی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ میں اس علاقے میں نیا افسر ہوں لیکن

بدمعاشوں کا بدمعاش ہوں۔ بین الاقوامی سطح کے مجرم میرا نام سن کر کانپنے لگتے ہیں اور میرا نام ہے شیر خان۔ اگر زندہ سلامت رہنا چاہتے ہو اور زخمی بھی نہیں ہونا چاہتے تو اپنے بلوں سے نکل آؤ ورنہ مجھے جس دیوار اور فرش پر شبہ ہوگا' اس حصے کو کدال سے توڑ ڈالوں گا۔"

کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ چور دروازہ کہاں ہے؟ کیونکہ ایک کوریڈور سے دوسرے کوریڈور کی دیوار جہاں ملتی تھی' وہاں دو دیواروں کے جوڑ کا شبہ نہیں ہوتا تھا۔

ڈی آئی جی شیر خان اس حویلی کے اصل مالکان کے ذریعے عدالت سے یہ حکم نامہ لے کر آیا تھا کہ وہ کہیں سے بھی حویلی کی کسی دیوار یا فرش کو توڑ کر چور دروازے اور تہ خانے کو تلاش کرسکتا ہے۔

شیر خان قد آور صحت مند تھا۔ اس کی آواز اور تیور سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتا ہے اس لیے وہ باپ بیٹی اس کے دماغ میں نہیں گئے۔ چپ چاپ نادیدہ رہ کر تماشا دیکھتے رہے۔

اگر میں چاہتا تو اس کے دماغ میں جاکر اسے بتا سکتا تھا کہ چور دروازہ کہاں ہے؟ پھر ان باپ بیٹی کو وہاں سے فرار ہونا پڑتا۔ مجھے ان سے ہمدردی نہیں تھی اور نہ ہی میں انہیں بچانا چاہتا تھا لیکن خود مجھے ایک خفیہ اڈے کی ضرورت تھی۔ فہمی ہمارے ادارے کے ڈاکٹر کے ذریعے آج کل میں دوائیں تیار کرنے والی تھی۔ ان تمام دواؤں کو چھپا کر رکھنے کے لیے وہ حویلی ایک محفوظ اڈا تھی۔ اس لیے میں بھی ایک خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔

شیر خان کو دو جگہ شبہ ہوا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہاں کدال سے کھدائی کی جائے۔ اس کے احکامات کی تعمیل کی گئی لیکن مایوسی ہوئی۔ صبح تک کسی چور دروازے یا تہ خانے کا سراغ نہیں ملا۔ ایک ماتحت افسر نے کہا "سر! آپ اس کیس کی فائل پڑھ چکے ہیں۔ کئی بار چھاپے مارے گئے ہیں۔ کبھی کوئی مجرم پکڑا نہیں گیا اور نہ کسی تہ خانے کا سراغ پایا گیا ہے۔ پھر یہ کہ جب بھی چھاپا مارا جاتا ہے' ہمارا کوئی سپاہی یا افسر مارا جاتا ہے اور ہمیں اس کی گردن کٹی ہوئی لاش ملتی ہے۔"

شیر خان نے پوچھا "کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہاں کوئی خطرناک مجرم رہتا ہے۔"

"سر! آپ مان جائیں۔ یہاں کوئی مجرم نہیں ہے۔ یہاں بھوت رہتے ہیں۔"

شیر خان نے بھوتوں کو ایک تگڑی سی گالی دے کر کہا۔

"بھوت ہم انسانوں سے ڈرتے نہیں' ڈراتے ہیں۔ سامنے آکر ہمیں دہشت زدہ کرکے بھگاتے ہیں۔ خود نہیں بھاگتے یا چھپتے اور نہ ہی مجرمانہ انداز میں کسی کی گردن کاٹتے ہیں۔"

"سر! اگر وہ انسان ہیں تو ہمیں کبھی نظر کیوں نہیں آتے؟"

"میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ ہمارے ڈپارٹمنٹ کا کوئی بے ایمان سپاہی یا افسران مجرموں کو پہلے سے انفارم کردیتا ہے اور وہ ہمارے چھاپا مارنے سے پہلے فرار ہوجاتے ہیں۔"

صبح ہوگئی تھی۔ لاج ونتی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "ڈیڈی! یہ سرپھرا پٹھان افسر پتا نہیں یہاں کب تک رہے گا۔ مجھے نیند آرہی ہے۔ ہمیں چلنا چاہیے۔"

جگن ناتھ شرما نے خیال خوانی کے ذریعے شمبھو کاکا سے کہا "پولیس والے یہاں بڑی دیر تک رہیں گے۔ تم تہ خانے میں رہو۔ جب تک میں حکم نہ دوں وہاں سے باہر نہ نکلنا۔"

وہ باپ بیٹی حویلی کے سامنے والے دروازے سے باہر آئے۔ پھر وہاں سے پچھلی طرف آئے۔ انہوں نے اپنی کار وہاں سے تین کلومیٹر دور سڑک کے کنارے چھوڑی تھی۔ حویلی کے پیچھے بھی کئی مسلح سپاہی تھے۔ ایک سپاہی پولیس وین میں بیٹھا سو رہا تھا۔ جگن ناتھ شرما نے وین کی پچھلی سیٹ پر نمودار ہوکر اپنی جیب سے ایک لانبے پھل والا چاقو نکالا۔ اس کی دھار اتنی تیز تھی کہ سپاہی کے حلق پر رکھ کر دباؤ ڈالتے ہی گردن کٹ کر تن سے جدا ہوگئی۔ اس کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ مردہ جسم پھڑپھڑا کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ پھر نادیدہ ہوکر بیٹی کے ساتھ جانے لگا۔ وہ مرنے والا جہاں سو رہا تھا ادھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب اس کا مردہ جسم لڑھک کر باہر آیا تو سپاہیوں نے اسے دیکھ کر شور مچانا شروع کیا۔ میں وہاں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ لاج ونتی کے اندر سما کر جا رہا تھا تاکہ ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہوسکے۔

ڈی آئی جی شیر خان اپنے ماتحت افسر کے ساتھ وہاں آیا پھر حیرانی اور پریشانی سے اس گردن کٹی ہوئی لاش کو دیکھنے لگا۔ وہاں جو سپاہی تھے' وہ سب قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے آس پاس کسی قاتل کو نہیں دیکھا ہے بلکہ کسی عام شخص یا کسی جانور کو بھی ادھر سے گزرتے نہیں دیکھا۔

ماتحت نے کہا "سر! میں نے پہلے ہی کہا تھا' ہم یہاں سے نقصان اٹھا کر واپس جائیں گے۔ اس بار کسی افسر کی شامت نہیں آئی۔ بے چارہ یہ سپاہی مارا گیا ہے۔"

شیر خان نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا "آئندہ کوئی سپاہی یا افسر نہیں مارا جائے گا۔ میں تنہا اس حویلی میں آؤں گا۔"

وہ باپ بیٹی اس ماتحت کے دماغ میں تھے اور اس ضدی افسر کی باتیں سن رہے تھے۔ جگن ناتھ شرما نے کہا "وہ افسر پاگل کا بچہ ہے۔ تنہا حویلی میں آئے گا۔ ٹھیک ہے' جب مرنا ہی چاہتا ہے تو اس کی یہ خواہش پوری کردی جائے گی۔"

وہ گفتگو کرتے ہوئے اپنی کار کے پاس پہنچ گئے پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ میرے لیے ذرا مشکل پیدا ہوگئی۔ شیر خان جیسا دلیر افسر آئندہ تنہا اس حویلی میں جانے والا تھا۔ جگن ناتھ شرما اور شمبھو کاکا جیسا فولادی شخص اسے زندہ نہ چھوڑتے اور میں یہ گوارا نہ کرتا کہ وہ ایسے فرض شناس اور دلیر افسر کو جانی نقصان پہنچائیں۔ اس کی حفاظت کرنا میرا فرض تھا اور میں یہ فرض ادا کرنے والا تھا لیکن اس طرح مجھے بھی اس پراسرار حویلی جیسے خفیہ اڈے سے محروم ہونا پڑتا۔

کشن کوٹ کے ایک صاف ستھرے علاقے میں ان کا بنگلا تھا۔ دونوں باپ بیٹی کار سے اتر کر بنگلے کے اندر آئے۔ ایک ملازم کو ناشتا تیار کرنے کا حکم دیا پھر ایک کمرے میں آگئے۔ دروازے کو اندر سے بند کرلیا اور صوفوں پر آکر یوں سر جھکا کر بیٹھ گئے جیسے اپنے کسی آقا یا بزرگ کے سامنے بیٹھ گئے ہوں۔

پھر جگن ناتھ شرما نے دھیمی آواز میں کہا "میں حاضر ہوں گرودیو!"

میں سمجھ گیا' کوئی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ ایسے وقت میں بھی اس کے اندر جاسکتا تھا اس لیے فوراً خیال خوانی کے ذریعے پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں کسی شخص کی بھاری بھرکم آواز گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں تمام تماشے دیکھ رہا تھا۔ وہ شیر خان بڑی زبردست قوت ارادی کا مالک ہے۔ کوئی بھی کیس ہاتھ میں لیتا ہے تو اس کیس سے تعلق رکھنے والوں کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔"

جگن ناتھ شرما نے کہا "ہم آج رات اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ کا آشیرباد چاہیے گرودیو!"

"تم اور شمبھو زبردست ہو۔ اسے قتل کرسکتے ہو لیکن نہیں کرسکو گے۔ میں ابھی شیر خان کی جنم کنڈلی دیکھ رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ یہاں رہے گا تو اس کے سر پر ایک بہت بڑی قوت کا سایہ رہے گا۔ وہ سایہ اس کی حفاظت کرتا رہے گا اور تمہیں نقصان پہنچاتا رہے گا۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"جو کرنا چاہیے' وہ میں کرچکا ہوں۔ آج وہ افسر دفتر آئے گا تو اس کی میز پر ایک ٹرانسفر لیٹر رکھا ہوگا۔ میں نے اس کا تبادلہ کرادیا ہے۔ وہ شام سے پہلے یہاں کی ڈیوٹی چھوڑنے پر مجبور ہوجائے گا۔"

"گرودیو! وہ بہت ہائی لیول کا افسر ہے۔ اس کی پہنچ وہاں راجدھانی تک ہے۔"

"میں نے دہلی سے ہی ٹرانسفر آرڈر بھیجا ہے۔ اسے فوراً عمل کرنا ہوگا۔ کسی پریشانی کے بغیر دشمنوں سے نجات مل جائے تو بہتر ہے۔"

"گرودیو! یہ بات کھٹک رہی ہے کہ حویلی کے بیرونی دروازے کا تالا کس نے توڑا ہوگا؟"

"تم باپ بیٹی نادیدہ رہ کر پوری حویلی میں اسے تلاش کرچکے ہو۔ کسی چور نے تالا توڑا ہوتا تو وہاں سے کچھ چرا کر لے جاتا۔ اگر کوئی ایسا ہے جو ہماری طرح نادیدہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ فی الحال ہمارا دشمن نہیں ہے۔ دشمن ہوتا تو پولیس والوں کو تہ خانے تک پہنچا دیتا۔ اس کے مقاصد کچھ اور ہوں گے۔ وہ جو کوئی بھی ہے' اس کی فکر نہ کرو۔ اسے پراسرار بننے دو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

"پھر تو ہمیں اطمینان رہے گا۔ آپ جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں' اسے پھر اس دنیا میں رہنے نہیں دیتے۔"

گرودیو نے پوچھا "تمہارے ماتحت کیا کررہے ہیں؟ کیا ابھی تک سراغ نہیں ملا کہ پورس وہ دوائیں کہاں تیار کررہا ہے؟"

"میں ابھی اس سے رابطہ کررہا ہوں۔ آپ کی موجودگی میں اس سے پوچھ رہا ہوں۔"

جگن ناتھ شرما نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحت سے رابطہ کیا پھر پوچھا "نارائن! کیا کررہے ہو؟ اس خفیہ لیبارٹری کا کچھ پتا چلا؟"

ماتحت نے کہا "باس! یہ معلوم ہوچکا ہے کہ وہ لیبارٹری کھنڈالہ میں ہے۔ یہاں دو لیبارٹریز ہیں۔ ان کا تعلق پورس سے نہیں ہے۔ اب ہم یہاں کھنڈالہ میں یہ معلوم کررہے ہیں کہ ضرور کسی انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں رازداری سے دوائیں تیار کی جارہی ہیں۔ ہم آج رات تک اسے تلاش کرکے رہیں گے۔"

جب تک اس کا ماتحت نارائن اپنے دماغ میں شرما سے بولتا رہا' میں نارائن کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے

بڑی محنت سے یہ معلوم کیا تھا کہ دوائیں تیار کرنے کے سلسلے میں جن کیمیکلز اور آلات کی ضرورت پڑتی ہے' انہیں کھنڈالہ پہنچایا جا رہا ہے۔ نارائن کے ایک ساتھی نے اس سامان لے جانے والی گاڑی کا تعاقب کیا لیکن ایک حادثے میں مارا گیا۔ اس طرح یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ سامان کھنڈالہ میں کہاں پہنچایا گیا۔

نارائن کے چور خیالات سے دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ ان دنوں وہ بیمار ہے۔ اسے سانس کی تکلیف ہے اس لیے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ ویسے وہ بیمار نہ بھی ہوتا تو میں جگن ناتھ شرما کا لب ولہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔

گرودیو نے کہا "اس حد تک معلوم ہوچکا ہے کہ وہ دوائیں کھنڈالہ میں تیار ہورہی ہیں۔ اگر آج رات تک نارائن اس لیبارٹری کا سراغ نہ لگاسکا تو تم وہاں جاؤ اور نادیدہ رہ کر اس لیبارٹری کو تلاش کرو۔"

"آپ کے حکم کے مطابق میں کل جاؤں گا۔"

"میری تپسیا کا سمے ہوگیا ہے۔ میں جارہا ہوں۔"

اس کے گرودیو کے جانے سے پہلے میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اتنی دیر میں مجھے جگن ناتھ شرما کے بھی چور خیالات پڑھنے کا موقع ملا۔ میں نے معلوم کرنا چاہا کہ وہ گرودیو کون ہے؟ لیکن وہ نہیں جانتا تھا۔ وہ باپ بیٹی نہیں جانتے تھے کہ اس کے تابعدار کیوں ہیں؟ یہ بات صاف سمجھ میں آرہی تھی کہ اس گرودیو نے تنویمی عمل کے ذریعے ان دونوں کو معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔

میں نے اندازہ لگایا کہ وہ گرودیو بہت پہنچا ہوا ہے۔ اس ولیس کے اعلیٰ حکام کے دماغوں پر حکومت کررہا ہے۔ تب ہی اس نے بڑی آسانی سے شیر خان کا ٹرانسفر لیٹر دہلی سے کشن کوٹ پہنچادیا تھا اور یہ کہ وہ نجومی بھی تھا۔ اس نے یہ معلوم کرلیا تھا کہ کوئی نادیدہ طاقت شیر خان کی حفاظت کرے گی۔ اسے شرما اور شمبھو قتل نہیں کرسکیں گے اور واقعی میں نادیدہ رہ کر اس دلیر افسر کی حفاظت کرنے والا تھا۔

اس نے جگن ناتھ شرما کو تسلی دی تھی کہ جو بھی نادیدہ شخص تالا توڑ کر حویلی میں آیا تھا' وہ اس سے خود نمٹ لے گا۔ گویا میرے لیے یہ چیلنج تھا کہ وہ گرودیو غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے مجھے کسی حکمتِ عملی سے ٹریپ کرے گا۔ مجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔

میں نے فہمی اور علی سے کہا "اب ہم وہ دوائیں ہندوستان میں نہیں رکھیں گے۔"

علی نے پوچھا "آپ ارادہ کیوں بدل رہے ہیں؟"

"بیٹے! جب سے یہ خبر عام ہوئی ہے کہ ٹیلی پیتھی کو عارضی طور پر ختم کرنے والی دوا تیار ہوچکی ہے اور فرانس میں اس کا مظاہرہ بھی ہوچکا ہے۔ میجر ٹی ہنٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت اس علم سے محروم ہوکر مارے جاچکے ہیں تب سے کچھ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے نظروں میں آرہے ہیں۔ گوشۂ گمنامی میں رہنے والے ایک تو اپنے علم کو بچانے کی فکر میں ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ خود اینٹی ٹیلی پیتھی دوا حاصل کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ ایسا ہی ایک پراسرار گرودیو میرے علم میں آیا ہے۔ اس کے ماتحتوں نے پارس کے دو کارٹن بھی چرا رکھے ہیں۔ وہ گرودیو مجھ سے نمٹنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں اسے دیکھ لوں گا۔ فی الحال یہی مناسب ہے کہ تمام دوائیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائی جائیں۔ وہاں کوئی مخالف قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

فہمی نے کہا "پاپا! یہ دوائیں آج رات تک تیار ہوجائیں گی۔ ہم بابا صاحب کے ادارے کے نادیدہ ماتحتوں کو بلاکر ان دواؤں کو ادارے میں پہنچادیں گے۔"

میں نے کہا "اس لیبارٹری کا سراغ لگایا جارہا ہے۔ تم نقلی دواؤں کے کئی کارٹن رکھو۔ میں اس گرودیو سے اپنے طور پر گیم کھیلنا چاہتا ہوں۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے والے تھے۔ ادھر لاج ونتی اور جگن ناتھ شرما پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ ناشتا کرکے سوگئے۔ میں عام طریقے کے مطابق ان باپ بیٹی کو کھانے پینے کے دوران میں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرسکتا تھا پھر تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغوں میں جگہ بنا سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ اندازہ ہوچکا تھا کہ وہ گرودیو بہت چالاک ہے۔ وہ مجھے ایسی ہی کوئی غلطی کرنے کے لیے ڈھیل دے رہا ہے۔ میں اس کے ماتحتوں پر تنویمی عمل کرتا تو وہ کسی وقت بھی ان کے اندر خاموشی سے آکر مجھے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتا اور میرے تنویمی عمل کو ناکام بنادیتا۔

پھر یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اس نے اپنے کسی نادیدہ ماتحت کو اس حویلی کے تہ خانے میں چھوڑ دیا ہو۔ اس کے خیال کے مطابق حویلی کا تالا توڑنے والا ابھی نادیدہ ہے تو وہ تہ خانے کی تنہائی میں پہنچ کر ضرور نمودار ہوگا۔ پھر اس گرودیو کا نادیدہ ماتحت اس تالا توڑنے والے کے اندر سما کر اس کے چپے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا۔

وہ گرودیو ایسے ہی کتنی طرح کے ہتھکنڈے آزماسکتا

تھا۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوگا لیکن میرے گھاٹ تک پہنچنے کے لیے اسے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ میں بھی پچھلی رات کا جاگا ہوا تھا۔ ایک ہوٹل میں کمرا لے کر وہاں سوگیا۔

○☆○

للی ڈونا اینٹی ٹیلی پیتھی دوا سے بچنے کے لیے بھاگتی پھر رہی تھی لیکن جب شامت آجائے تو بچنا محال ہوتا ہے۔ احمد آباد پہنچ کر اس کی ٹیلی پیتھی کا علم پھر ایک بار عارضی طور پر ختم ہوگیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اس علاقے سے وہ دوا اسپرے کرتا ہوا گزرا ہوگا۔ اس دوا کا عذاب اس پر نازل ہوا تھا۔ اس نے کئی بار خیال خوانی کی کوششیں کی تھیں۔ آخر اسے یقین کرنا پڑا کہ اب بارہ گھنٹوں تک وہ ایک عام عورت کی طرح رہے گی اور ان بارہ گھنٹوں میں اس کے خلاف کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

وہ جے رانگا (ڈمی) کو سومنات میں چھوڑ آئی تھی۔ اب خیال خوانی نہ کرسکتی تھی اور نہ اسے بتاسکتی تھی کہ وہ احمد آباد کے کس ہوٹل کے کمرے میں ہے؟

اس کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ سب سے پہلے پارس کا ہی خوف تھا کہ وہ اس کے اندر کسی وقت بھی آنے والا ہے کیونکہ ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا اسی کے پاس تھی۔ وہی دوا چھڑکنے کے بعد آسکتا تھا اور وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔

یہ بھی خیال تھا کہ پارس کو شاید اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو لیکن پورس بھی اسے ڈھونڈتا ہوا یا اتفاقاً اس کے پاس کسی ضرورت سے آسکتا تھا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ چھپ کر رہ سکتی۔ کوئی بھی ایرا غیرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آسکتا تھا۔

اس نے پہلے کی طرح دل میں عہد کیا۔ چاہے کچھ ہوجائے' وہ بارہ گھنٹے تک نہیں سوئے گی۔ سونے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی اس کے اندر آکر اسے سلانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنی کنیز بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔

اس کے ساتھ جو جے رانگا رہا کرتا تھا' وہ ڈمی تھا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق غلط دوا زیادہ مقدار میں کھاچکا تھا اس لیے اس کا دماغ کمزور ہوگیا تھا اور وہ خیال خوانی کی پرواز نہیں کرسکتا تھا۔ للی ڈونا پہلے خوش تھی کہ اس کا تابعدار بن کر رہنے والا جے رانگا ٹیلی پیتھی سے محروم ہوگیا

ہے اور وہ اس کے دماغ پر حکومت کرتی رہے گی۔

اب مصیبت کے وقت سوچ رہی تھی' کاش وہ ٹیلی پیتھی سے محروم نہ ہوتا اور اس کے دماغ میں رہ کر اسے پارس اور پورس سے بچائے رکھتا۔ اس نے جے رانگا کو ناکارہ بنا کر جو غلطی کی تھی اب اس پر پچھتا رہی تھی۔

اصلی جے رانگا اس سے ہزاروں میل دور تھا لیکن اس کے دماغ میں بیٹھا اس کے موجودہ حالات کو سمجھ رہا تھا۔ اس کے خوف زدہ رہنے سے لطف اٹھا رہا تھا۔ وہ اس کے اندر یہ خواہش پیدا کررہا تھا کہ مہنگے زیورات پہن کر باہر گھومنے جائے۔ اپنے حسن وشباب کے علاوہ نایاب جواہرات اور اپنی خوش لباسی کا مظاہرہ کرے اور وہ اپنے اندر انکار کررہی تھی۔ اس ہوٹل سے تو کیا' اس کمرے سے بھی باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اسے اپنی نمائش کا بڑا شوق تھا اور اب وہ ایسے شوق سے توبہ کررہی تھی۔

وہ کئی گھنٹوں تک خوف زدہ رہی۔ باربار گھڑی دیکھتی رہی۔ وقت گزر رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ بارہواں گھنٹا گزرنے میں نہیں آرہا تھا۔ پھر جے رانگا نے پارس کی آواز اور لہجے میں کہا "ہائے!"

وہ ایک دم سے چونک کر کھڑی ہوگئی۔ گھبرا کر بولی "کون ہے؟"

"اور کون ہوسکتا ہے؟ تمہارا پہلا یار ہوں' جس سے تم نے بےوفائی کی تھی۔"

"تت۔ تم پارس ہو؟"

"ہاں۔ تم نے تمام راستے بند کردیے تھے۔ میں نے ایک اندازے کے مطابق یہاں کے تمام علاقوں میں دوا اسپرے کرائی تو تمہارے دماغ کا دروازہ خود بخود میرے لیے کھل گیا۔"

"مم۔ میں نے پورس کے پاس جانے کے لیے تم سے بےوفائی نہیں کی تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "پچھلی باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ ہوسکتا ہے' پورس بھی تمہارے اندر آجائے۔ اس کے آنے سے پہلے بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہارے دماغ کو لاک کردوں گا۔"

"نہیں۔ میں نہیں سونا چاہتی۔ تم مجھے اپنی تابعدار بنالوگے۔ پلیز میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میں تابعدار نہیں' دوست بن کر تمہارے کام آتی رہوں گی۔"

"ناگن کبھی کسی کی دوست نہیں بنتی۔ میں بڑی دیر سے تمہارے اندر رہ کر تمہارے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ

جے رانگا نامی ایک شریف ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں پناہ دی تھی۔ تم نے اس بے چارے کو بھی ڈس لیا۔ اسے ایسی مضر دوا کھلائی کہ وہ دماغی طور پر کمزور ہوگیا۔ ٹیلی پیتھی سے بھی محروم ہوگیا۔ تم نے اپنے اس محسن کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اگر میں تمہیں ڈھیل دوں گا تو تم پھر میرے ہاتھ سے نکل جاؤ گی۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ آئندہ صرف تمہاری بن کر رہوں گی؟"

"بڑی آسانی سے یقین دلاسکتی ہو۔ بستر پر جاکر لیٹ جاؤ۔"

"نہیں۔ میں کمرے سے نکل کر بھاگ جاؤں گی۔"

"چلو اٹھو۔ بھاگو' مگر کہاں جاؤ گی؟ اگر بھاگتے بھاگتے بارہ گھنٹے پورے کرلوگی اور تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت واپس آجائے گی تو جانتی ہو کیا ہوگا؟"

بلی نے پوچھا "کیا ہوگا؟"

"میں پھر دوا اسپرے کراؤں گا۔ تم پھر بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم ہوجاؤ گی۔ میں تمہارے دماغ سے جے رانگا کی کوٹھی کا پتا معلوم کرچکا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کوٹھی کے تہ خانے میں ہیرے موتیوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ وہاں دوا اسپرے کی جائے گی تو تم ایک بھی ہیرا یا موتی حاصل نہیں کرسکو گی۔"

یہ بات وہ تسلیم کرنے لگی کہ بارہ گھنٹے کے بعد وہ پھر دوا اسپرے کرسکتا ہے۔ وہ گڑگڑا کر بولی "پارس! مجھے معاف کردو۔ مجھ سے کوئی سمجھوتا کرلو۔"

وہ ایسا کہتے ہوئے بستر پر لیٹ گئی۔ پھر گھبرا کر بولی "میں کیسے لیٹ گئی؟ نہیں میرے دماغ پر قبضہ نہ جماؤ۔ مجھے مجبور نہ کرو' میں۔۔۔ میں۔۔۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ کچھ کہنے سننے کے لیے اپنے اختیار میں نہیں رہی۔ جے رانگا نے اس پر پوری طرح قبضہ جماکر اسے سلادیا۔ ٹیلی پیتھی دماغ کا کھیل ہے اور ہر انسان دماغ کے تابع رہتا ہے۔ اسے پتا نہ چلا کہ وہ کب سوگئی اور اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا؟

جب بیدار ہوئی تو تھوڑی دیر تک چاروں شانے چت لیٹی رہی اور سوچتی رہی پھر اسے یاد آیا کہ وہ احمد آباد کے ایک ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ گھڑی دیکھی تو بد نصیبی کے بارہ گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر خوش ہوگئی۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت لوٹ آئی تھی۔ اس نے جے رانگا کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "تم کہاں ہو؟"

وہ بولا "میڈم! میں نے آپ کو تلاش کیا۔ آپ نہیں ملیں تو میں ممبئی واپس آگیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی آرہی ہوں۔"

ایسا کہتے ہوئے اسے یاد آیا کہ پارس اس کے دماغ میں آیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ جے رانگا کی کوٹھی میں جائے گی اور تہ خانے سے ایک بھی ہیرا یا موتی لے گی تو اس پر پھر وہ دوا اسپرے کی جائے گی۔ وہ انکار میں سر ہلا کر سوچنے لگی۔ "میں اب کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گی بلکہ ممبئی شہر نہیں جاؤں گی۔ کیا میں پارس کو مخاطب کروں اور اس سے پوچھوں کہ مجھے کہاں جانا اور رہنا چاہیے؟"

جے رانگا نے تنویمی عمل کے دوران میں اس کے دماغ میں یہ بات اچھی طرح نقش کی تھی کہ وہ خود کبھی پارس سے رابطہ نہیں کرے گی۔ اس عمل کے مطابق وہ ارادہ کرنے کے باوجود پارس کو مخاطب نہ کرسکی۔ جے رانگا نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ وہ پارس کو مخاطب کرتی تو بھید کھل جاتا۔ پارس کہہ دیتا کہ وہ احمد آباد میں کبھی اس کے اندر نہیں آیا تھا۔

آدھی رات گزر چکی تھی۔ وہ تازہ دم ہوکر کچھ اچھی باتیں سوچنے کے لیے غسل کرنا چاہتی تھی۔ باتھ روم میں جانے سے پہلے اس نے اٹیچی کھولی تو اس میں لباس کا ایک جوڑا تھا۔ نایاب ہیرے موتی سے جڑے ہوئے زیورات غائب ہوچکے تھے۔ جے رانگا خود جواہرات کا ایسا شوق رکھتا تھا کہ ایک بھی ہیرا یا موتی بلی ڈونا کو دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک آلۂ کار کو اس کے کمرے میں بھیج کر وہ تمام زیورات منگوالیے تھے۔

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ قیمتی زیورات سے محروم ہوکر رونے کو جی چاہتا تھا۔ اسی وقت اس نے اپنے دماغ میں ایک اجنبی کی آواز سنی پھر پوچھا "تم کون ہو؟"

جے رانگا نے کہا "میں پارس ہوں مگر تمہارے دماغ میں اس اجنبی لب ولہجے کو نقش کیا ہے تاکہ پورس میرے لب ولہجے میں تمہیں دھوکا نہ دے سکے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ خوش ہوجاؤ کہ میں نے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے۔"

"لیکن اپنی کنیز بنالیا ہے۔ جب چاہو گے' مجھے انگلی پر نچایا کرو گے۔"

"مرد یہ نہ کرے تو عورت اپنی انگلی پر نچانے لگتی ہے۔ جیسا کہ تم جے رانگا کے ساتھ کرتی رہی ہو۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔ میں بے یارومددگار ہوچکی ہوں۔ اب یہاں سے کہاں جاؤں؟"

"دنیا بہت بڑی ہے اور تم آزاد ہو۔ کہیں بھی جاسکتی ہو۔ الّو بنانے کے لیے بہت سے مرد تمہیں ملتے رہیں گے۔ اب میں جارہا ہوں۔ پھر کسی ضرورت کے وقت تمہارے پاس آؤں گا۔"

"پلیز' ایک منٹ کے لیے رک جاؤ۔ مجھے یہ بتادو' کیا برے وقت میں دشمنوں سے مجھے بچاؤ گے؟"

"میں تمہارا باڈی گارڈ نہیں ہوں کہ دن رات تمہاری حفاظت کے لیے موجود رہوں گا۔ ہاں اگر کسی وقت آؤں گا اور تمہیں مصیبت میں دیکھوں گا تو ضرور تمہاری مدد کروں گا۔"

"کیا مصیبت کے وقت میں تمہارے پاس آکر تمہیں بلاسکتی ہوں؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کبھی تم میرے دماغ پر دستک دینے آؤ۔ بس اب زیادہ باتیں نہ کرو' میں جارہا ہوں۔"

جے رانگا اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ کبھی پارس کو مخاطب کرسکے گی اور نہ ہی پارس کو کبھی معلوم ہوسکے گا کہ کسی نے اس کے نام پر بلی ڈونا کو مجبور اور بے بس بنایا ہوا ہے۔

اس نے اپنے خاص ماتحت کو مخاطب کرکے پوچھا "کیسے ہو؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "حضور! آپ کی مہربانی ہے۔ بڑی اچھی زندگی گزار رہا ہوں۔ بلی ڈونا تفریح کے لیے احمد آباد گئی تھی پھر لاپتا ہوگئی۔ آپ کا ڈمی اسے تلاش کرنے کے بعد واپس آگیا ہے۔ پتا نہیں' وہ ہم سے رابطہ کیوں نہیں کررہی ہے۔"

جے رانگا نے اسے بتایا کہ بلی ڈونا پر کیا گزر چکی ہے۔ آئندہ وہ اس کوٹھی میں نہیں آئے گی۔ اسے صرف ایک معمولی آلۂ کار کی طرح استعمال کیا جائے گا۔ جے رانگا ایک کامیاب اور پُرسکون زندگی اس لیے گزار رہا تھا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ نہیں رکھتا تھا۔ ان کے متعلق دور ہی دور سے معلومات حاصل کرتا تھا اور گمنام رہتا تھا۔ اتنی محتاط زندگی گزارنے کے باوجود اس کی زندگی میں بلی ڈونا آگئی تھی۔ اگرچہ اس نے ایک ہی رات میں اس سے پیچھا چھڑالیا اور اپنی ایک ڈمی کے ذریعے بے وقوف بناتا رہا اور خود ہمیشہ کی طرح محفوظ رہا تھا۔

لیکن محفوظ رہنے کے باوجود یہ نقصان پہنچنے والا تھا کہ آج نہیں تو کل بلی کے ذریعے اس کا نام منظرِ عام پر آسکتا تھا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک نئے خیال خوانی کرنے والے جے رانگا کا نام معلوم ہوسکتا تھا۔

پھر اتنی احتیاط کے باوجود اس سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ خود کو پارس بناکر بلی کے دماغ میں آیا۔ اس پر ایک اجنبی لہجے میں تنویمی عمل کیا اور اسے یہ تاثر دیا کہ وہ پارس ہے لیکن ایک اجنبی لب ولہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں آتا رہے گا اور ضرورت کے وقت اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا رہے گا۔

یہ بہت بڑی غلطی تھی۔ کبھی نہ کبھی پارس کو یا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ معلوم ہوہی جاتا کہ بلی ڈونا کو پارس نے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا رکھا ہے اور اگر پارس کو اس فراڈ کا علم ہوتا تو وہ یہ معلوم کرکے ہی رہتا کہ جے رانگا ایسا کررہا ہے۔

بلی نے جے رانگا کی کوٹھی میں رہ کر... عورتوں کا لباس پہننے کے علاوہ ہندی زبان بھی کافی حد تک سیکھ لی تھی تاکہ وہاں کے لوگوں کی زبان سمجھ کر ان کے دماغوں میں آسانی سے پہنچ سکے۔ وہاں رہ کر نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول حاصل کرنے کی توقع تھی۔

اس نے معمولی سا لباس خریدا اور ایک عورت بن کر بسوں کے اڈے پر آئی۔ وہ ممبئی سے سو' دوسو کلومیٹر کے فاصلے پر رہ کر اپنے آلۂ کار بناکر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ پورس اگر دوائیں بناچکا ہے تو انہیں کہاں چھپاکر رکھتا ہے؟ چونکہ پورس سے کچھ چھیننے والی بات تھی اس لیے اسے توقع تھی کہ اس سلسلے میں پارس اس کی مدد کرے گا۔

وہ یہ سوچ کر ایک بس میں بیٹھ گئی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے امیر کبیر ہوتے ہیں۔ کسی بس میں سفر نہیں کرتے۔ سفر کے دوران میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکرانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ وہ آرام اور اطمینان سے سفر کرتی رہی اور منصوبے بناتی رہی کہ کسی چھوٹے شہر میں رہ کر ٹیلی فون کے ذریعے ممبئی کی اہم شخصیات اور خصوصاً ڈاکٹروں سے رابطہ کرے گی اور ان کے دماغوں میں پہنچ کر پورس یا اس کے ماتحتوں کو تلاش کرے گی۔

ممبئی سے تقریباً سو کلومیٹر آگے جاکر بس میں خرابی پیدا ہوگئی۔ ڈرائیور بس کو روک کر اس کی خرابی دور کرنے لگا پھر اس نے کہا کہ گاڑی درست ہونے میں کئی گھنٹے لگ سکتے ہیں۔

وہاں سے ہر چھ گھنٹے بعد ایک بس گزرتی تھی۔ اگر وہ

دوسری بس میں جانا چاہتی تو اسے چھ گھنٹے تک وہاں انتظار کرنا پڑتا۔ سب ہی مسافر مجبور تھے۔ سڑک کے دوسری طرف چند جھونپڑیاں نظر آرہی تھیں اور ایک پکی اینٹوں والی وسیع و عریض کوٹھی کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ ان جھونپڑیوں سے کئی لوگ اس بس کے پاس آئے اور مسافروں سے کہا کہ جب تک بس ٹھیک نہ ہوجائے وہ دھرم شالا میں چل کر آرام کریں۔ وہاں کے جاگیردار کی طرف سے مفت کھانے پینے کا بھی انتظام ہوجائے گا۔

تمام مسافر اپنا سامان اٹھا کر ادھر جانے لگے۔ بلی بھی ان کے ساتھ تھی۔ تعمیر ہونے والی کوٹھی کے سامنے ایک خوب صورت سا چھوٹا سا مندر تھا۔ ایک شخص بتانے لگا کہ پہلے وہاں کچھ نہیں تھا۔ صرف دو جھونپڑیاں تھیں۔ ایک جھونپڑی میں جاگیردار دیوان سنگھ کا نوکر رامو اور دوسری جھونپڑی میں جاگیردار جگاور کا نوکر راجن رہا کرتا تھا۔

ان دونوں جاگیرداروں نے نہ جانے کیوں اپنے ان دونوں ملازموں پر مہربان ہو کر اپنی اپنی آدھی جاگیر ان کے نام لکھ دی۔ اب رامو راجن بھی جاگیردار بن گئے ہیں۔ یہ انہی کی کوٹھی تیار ہو رہی ہے۔

بلی ڈونا چند مسافر عورتوں کے ساتھ اس چھوٹے سے مندر کے پاس آئی۔ مندر کا دروازہ بند تھا۔ باہر ایک گن مین کھڑا ہوا تھا۔ اس نے عورتوں سے کہا "اس مندر میں صرف صبح کے وقت جانے کی اجازت ہے۔ باقی دن رات ہماری نندہ رانی پوجا کرتی رہتی ہیں۔"

ایک عورت نے کہا "مندر میں جانے اور بھگوان کے درشن کرنے سے روکنا نہیں چاہیے۔ جب ہم مندر کی چوکھٹ پر آچکے ہیں تو پوجا کرکے جائیں گے۔"

گن مین نے کہا "میں ایک بار کہتا ہوں پھر گولی چلا دیتا ہوں۔ یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ آپ باہر سے کھڑکیوں کی جالیوں سے شیو جی کے درشن کرسکتی ہیں۔"

وہ عورتیں گن مین سے سہم کر مندر کے دائیں بائیں کھڑکیوں کے پاس آئیں۔ بلی ڈونا ہندو نہیں تھی اور نہ ہی شیو جی کے درشن کرنا چاہتی تھی لیکن یہ سن کر حیران ہوئی کہ کوئی نندہ رانی ہے جو دن رات پوجا کرتی رہتی ہے اور تھکتی نہیں ہے۔

ان سب نے لوہے کی جالیوں کے پاس آکر دیکھا۔ اندر شیو جی یعنی شنکر بھگوان کی ایک بڑی سی مورتی رقص کے انداز میں تھی۔ مورتی کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک نہایت حسین دوشیزہ یوگا کا ایک آسن جمائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا حسن اور اس کی جوانی ایسی پُرکشش تھی کہ نظریں اسے دیکھتی رہ جاتی تھیں۔ وہ دیکھنے والی عورتیں یہ نہیں جانتی تھیں کہ یوگا کے آسن میں اس حسینہ کا صرف خالی جسم ہے۔ اس کے اندر سے آتما نکل کر کہیں گئی ہے۔ شاید دیوی دیوتاؤں سے، اپنے بھگوان سے وہ آتما شکتی کی توانائی مانگ رہی تھی۔

بلی ڈونا اسے غور سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ وہ جانی پہچانی ہے۔ اسے کہیں دیکھا ہے مگر کہاں دیکھا ہے؟

وہ یاد کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چونک گئی۔ اسے یاد آیا۔ اس نے پارس کے پاس اور پورس کے پاس اس کی کئی تصویریں دیکھی تھیں۔ وہ شی تارا کی تصویریں تھیں۔ سامنے جو حسینہ تپسیا میں مصروف نظر آرہی تھی، وہ شی تارا جیسی لگ رہی تھی۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب جانتے تھے کہ شی تارا مرچکی ہے اور کئی امریکی اکابرین اور معتبر افراد کے سامنے اس کے جسم کو چتا میں جلا کر راکھ کردیا گیا ہے۔ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتی تھی۔ اس کے باوجود جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس حسینہ نندہ رانی کو دیکھتا تو بے اختیار اسے شی تارا کہہ دیتا۔

بلی ڈونا کے اندر تجسس پیدا ہونے لگا۔ اس نے سنا تھا کہ شی تارا بھی انسانی آبادی سے دور کسی پہاڑ کے غار وغیرہ میں شیو شنکر کی پوجا کرتی تھی اور آتما شکتی حاصل کرنے کی کوششیں کرتی رہتی تھی۔ وہ پوری طرح آتما شکتی حاصل نہ کرسکی تھی۔ اس کے باوجود دیوی کہلاتی تھی۔ آخر وہ دیوی شی تارا دنیاداری میں الجھ کر چتا کی آگ میں راکھ ہوگئی تھی۔

بلی ڈونا دیکھ رہی تھی کہ وہ راکھ ہوجانے والی دیوی پھر شیو شنکر کی مورتی کے آگے پوجا یا تپسیا کر رہی تھی اور ایسی غافل دکھائی دے رہی تھی جیسے یوگا کے آسن میں بیٹھے بیٹھے مرگئی ہو۔

بلی کے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ وہ سوچ رہی تھی۔ یہ شی تارا ہے یا نہیں، پھر کبھی تصدیق ہوسکتی تھی۔ فی الحال یہاں سے جانا چاہیے۔ یہ اگر شی تارا نہیں بھی ہے تو اس سے دور رہ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتی تھی۔

وہ مندر سے ذرا دور آشرم میں آگئی۔ وہاں کے انچارج سے پوچھا "یہ نندہ رانی کون ہے؟"

وہ بولا "یہ کسی دیوی کی اوتار ہے۔ پہلے ہم سمجھتے تھے ایک معمولی نوکر رامو کی بھولی بھالی سی بیٹی ہے لیکن اس کے اندر کوئی دیوی چھپی ہوئی تھی۔ یہاں کے دو جاگیردار بہت ہی ظالم تھے لیکن اس کے سامنے آتے ہی اس کے قدموں میں جھک گئے۔ ایک جاگیردار نے اپنی آدھی جاگیر اس کے باپ رامو کے نام لکھ دی اور دوسرے جاگیردار نے اس کے چچا راجن کے نام اپنی آدھی زمینیں کردیں۔ بڑا چمتکار ہوگیا۔"

اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ رامو اور راجن نے دس کی جگہ پچاس مزدور اور راج مستری لگا کر اس مندر اور دھرم شالا کو تیار کیا تھا اور اب بہت شاندار کوٹھی بھی تعمیر کے آخری مرحلے میں تھی۔ آس پاس کے گاؤں والے وہاں آکر آباد ہو رہے تھے کیونکہ انہیں وہاں روزگار مل رہا تھا۔ رامو اور راجن دونوں بھائی بھوک اور غریبی کے دن گزار چکے تھے اس لیے بڑے دیالو (مہربان) تھے۔ غریبوں اور محتاجوں کے کام آتے تھے۔ وہاں سے گزرنے والے مسافروں اور بے سہارا لوگوں کے لیے دھرم شالا بنایا تھا جہاں مفت رہائش اور کھانے پینے کا انتظام تھا۔

بلی نے رامو اور راجن سے بھی ملاقات کی۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ دونوں جاگیردار کس طرح نندہ رانی کے دیوانے ہوگئے تھے؟ اسے حاصل کرنے کے لیے ان کے درمیان خون خرابا ہوا تھا۔ وہ دونوں نندہ رانی کو دوڑاتے ہوئے کہیں لے گئے تھے۔ واپسی میں اسے بیٹی بنا کر لے آئے تھے اور اپنی اپنی آدھی زمینیں ان بھائیوں کے نام لکھ دی تھیں۔

وہ جاگیردار ہوس کے پجاری تھے اور انہوں نے نندہ رانی جیسے حسن کے شاہکار کو بیٹی بنا لیا تھا۔ ایسی کایا پلٹ ٹیلی پیتھی کے ذریعے یا جادو سے ہوسکتی تھی۔ جس دوران میں یہ تمام واقعات پیش آرہے تھے، اتنے دنوں کا حساب بلی نے کیا تو اس نتیجے پر پہنچی کہ جس شام دیوی شی تارا کو چتا میں جلایا گیا تھا، اس رات بھولی بھالی سی نندہ رانی نے ہوس پرست جاگیرداروں کو اپنے سامنے جھکا لیا تھا اور انہیں اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ گویا نیلماں آتما شکتی کے ذریعے یہ سب کچھ کرتی آرہی تھی۔

بلی ڈونا کمزور اور ڈرپوک نہیں تھی۔ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور بہترین فائٹر تھی۔ اگر ہاتھاپائی کی بات ہوتی تو وہ نیلماں کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دیتی لیکن وہ اس کی آتما شکتی کے سامنے بے بس ہوسکتی تھی اس لیے اس وقت تک اس سے دور رہنا چاہتی تھی جب تک اس کا عامل پارس (بے رانگا) اس کے دماغ میں نہ آتا۔ وہ اسے نیلماں کے بارے میں یہ نئی اطلاع دے کر اس کے خلاف کوئی منصوبہ بنا سکتی تھی۔

سڑک کے کنارے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ایک موٹر سائیکل والا نظر آیا۔ وہ ادھر سے گزر رہا تھا۔ ایک حسین اور نوجوان عورت نے لفٹ مانگی تو اس نے خوش ہو کر اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ آگے بڑھتے ہوئے پوچھا "تم تنہا کہاں جارہی ہو؟"

وہ بولی "حیدر آباد جاکر کہیں ملازمت تلاش کروں گی۔ احمد آباد میں میرے بوڑھے ماں باپ ہیں۔ میں ان کی خاطر روزگار کی تلاش میں جارہی ہوں۔"

"حیدر آباد بہت بڑا شہر ہے۔ کیا وہاں کسی عزیز کے ہاں رہوگی؟"

"وہاں میرا نہ کوئی عزیز ہے اور نہ کوئی ٹھکانا ہے۔"

"تم چاہو تو میرے گھر میں رہ سکتی ہو لیکن میں تنہا رہتا ہوں۔"

وہ کوئی جواب دینا چاہتی تھی کہ اسی وقت سامنے سے ایک بڑا ٹرک آرہا تھا۔ اس شخص نے ٹرک سے بچنے کے لیے ہینڈل موڑا پھر اسے سیدھا نہ کرسکا۔ موٹر سائیکل سڑک کے کنارے ڈھلان سے تیزی کے ساتھ اترتی ہوئی الٹ گئی۔ بلی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ ڈھلان میں لڑھکتی ہوئی ایک درخت کے تنے سے ٹکرا کر رک گئی۔

سر پر چوٹ آئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے سے جلنے بجھنے لگے۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسی وقت اس نے اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا "تھینک یو پارس! تم صحیح وقت پر آئے ہو۔ دیکھو میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے سنبھالو۔ میرے دماغ میں ذرا توانائی پیدا کرو۔ میں تمہیں ایک چونکا دینے والی خبر سنانے والی ہوں۔"

اسے اپنی بات کا جواب نہیں ملا مگر توانائی ملنے لگی۔ سوچ کی لہریں بدستور اس کے اندر تھیں۔ ایسے میں اس شخص نے قریب آکر اس کا ہاتھ تھام کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "سوسوری، میں اناڑی نہیں ہوں۔ اس ٹرک والے کی بدمعاشی تھی۔ کیا بہت چوٹیں آئی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ پلیز، مجھے یہاں سے لے چلو۔"

وہ موٹر سائیکل کو دھکیلتا ہوا اوپر سڑک پر آیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ پارس اس کے اندر موجود ہے تو اس کی باتوں کا جواب کیوں نہیں دے رہا ہے؟ اس کے سر پر چوٹ لگنے کے بعد ہی سے کوئی دماغ میں آگیا تھا لیکن اس نے بڑی پراسرار خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

وہ دوبارہ موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھ کر جانے لگی۔ اسی وقت محسوس کیا کہ اب کوئی نہیں ہے۔ جو اندر تھا، وہ جاچکا

ہے۔ وہ بولی "حیدر آباد تو بہت دور ہو گا۔ کیا موٹر سائیکل پر اتنا لمبا سفر کرو گے؟"

"میں شارٹ کٹ راستہ جانتا ہوں۔ ہم رات کے دو بجے تک پہنچ جائیں گے۔"

وہ مختلف راستوں پر تیز رفتاری سے موٹر سائیکل دوڑانے لگا۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ دونوں چونک گئے۔ وہ موٹر سائیکل دوسرے راستے سے گھومتی ہوئی پھر نیلماں کے مندر کے پاس آگئی تھی۔ بلی نے غصے سے کہا "تم مجھے یہاں واپس کیوں لائے ہو؟"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ میں کئی بار شارٹ کٹ راستے سے حیدر آباد جا چکا ہوں۔ راستہ اچھی طرح جانتا ہوں مگر ابھی کسی راستے سے مڑ کر ادھر واپس آگیا ہوں۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"مجھے فوراً یہاں سے لے چلو۔ میں یہاں نہیں رکنا چاہتی۔"

اس نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے کی کئی بار کوششیں کیں۔ وہ اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اس نے خرابی معلوم کرنا چاہی، گاڑی میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ وہ جس بس میں آئی تھی، اس کی خرابی دور ہو چکی تھی اور وہ مسافروں کو لے کر جا چکی تھی۔ اب اس کے آگے جانے یا پیچھے احمد آباد جانے کے لیے کوئی گاڑی نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو شاید وہ گاڑی بھی اسٹارٹ نہ ہو پاتی۔

اسی وقت جاگیردار دیوان سنگھ اپنی جیپ میں آیا۔ بلی ڈونا جیسی حسینہ کو دیکھ کر پوچھا "کیا میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا ہوں؟"

"میں حیدر آباد جانا چاہتی ہوں۔ یہ موٹر سائیکل اسٹارٹ نہیں ہو رہی ہے۔"

دیوان سنگھ نے کہا "رات کو سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ میری حویلی میں چلو۔ کل صبح تمہیں حیدر آباد پہنچا دوں گا، یہ تمہارا کون ہے؟"

"میرا کوئی نہیں ہے۔ مجھے حیدر آباد جانے کے لیے لفٹ دے رہا تھا مگر راستہ بھٹک کر ہم واپس یہاں آگئے ہیں۔"

"تم حسین ہو اور جوان ہو۔ غیروں کے ساتھ یونہی بھٹکتی رہو گی۔ میرے ساتھ چلو۔"

وہ دیوان سنگھ کی جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس شخص نے غصے سے کہا۔ "ایک حسینہ ہاتھ سے نکل گئی۔"

اس نے غصے سے موٹر سائیکل کو ایک لات ماری تو وہ خود بخود اسٹارٹ ہو گئی۔ وہ حیرانی سے سر کھجا کر اپنی گاڑی کو دیکھنے لگا۔ شکار ہاتھ سے نکل جانے کے بعد وہ کم بخت اسٹارٹ ہوئی تھی۔

بلی کو اطمینان تھا کہ وہ اس مندر سے دور جا رہی ہے۔ اس نے دیوان سنگھ سے پوچھا "حویلی کتنی دور ہے؟"

"یہاں سے پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ تم کچھ پریشان ہو؟"

"میں اس مندر سے بہت دور چلی جانا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی اس مندر کی طرف نہیں جاتا ہوں مگر پتا نہیں کیسے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں چلا گیا۔ بہرحال اتنا تو ہو گیا کہ تمہاری جیسی حسینہ سے ملاقات ہو گئی۔"

"میں نے سنا ہے کہ تم نے اس مندر میں پوجا کرنے والی نندہ رانی کو بیٹی بنایا ہے؟"

وہ ناگواری سے بولا "ہاں۔ میں اس سے کوئی رشتہ جوڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن جانے کیسے اس سے رشتہ جوڑ لیا۔ تم اس کی بات نہ کرو۔ مجھے اس سے خوف آتا ہے۔"

"میں بھی خوف زدہ ہوں اس لیے اس مندر سے دور چلی آئی ہوں۔"

"پہلے وہ بہت معصوم تھی۔ میں سمجھتا ہوں، اس کے اندر کوئی بہت بری آتما سما گئی ہے۔ اس کے بارے میں سوچنے سے ہی ڈر لگتا ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ابھی یہاں سے دور حیدر آباد چلے جائیں۔"

"میں تمہیں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں لیکن مجھے تو واپس آنا ہی ہو گا۔ میں اپنی جاگیر چھوڑ کر بھلا کہاں جا سکتا ہوں۔"

"تم مجھے ابھی وہاں لے چلو۔ میں تمہیں خوش کر دوں گی۔ ورنہ تم مجھے دیکھ دیکھ کر للچاتے رہو گے۔ جس طرح نندہ رانی تمہارے ہاتھ نہیں آئی تھی، اسی طرح میرے لیے بھی ترستے رہو گے۔"

"میں تمہیں دیکھ کر ترسنا نہیں چاہتا۔ تم مجھ سے راضی رہو تو میں ابھی ایک شارٹ کٹ راستے سے حیدر آباد لے چلوں گا۔"

اس نے اپنی جیپ ایک کچے راستے پر موڑتے ہوئے کہا۔ "یہ راستہ کچا ہے مگر ہم جلدی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

اندھیری رات تھی۔ وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ڈرائیو کرتا ہوا بولا "حیدر آباد میں میری ایک خوب صورت کوٹھی ہے۔ وہاں ہم ایک خوب صورت رات گزاریں گے۔"

وہ باتیں کرتے رہے اور سفر کرتے رہے۔ اچانک دیوان

سنگھ نے جیپ روک دی۔ وہ پھر اسی دھرم شالا کے قریب اسی مندر کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ وہ خوف سے چیخ مار کر بولی "تم مجھے پھر یہاں لے آئے ہو۔"

وہ جیپ سے اتر گیا۔ دوڑتا ہوا مندر کے بند دروازے کے سامنے جا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مجھے معاف کر دو۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ نندہ رانی کے خلاف کچھ نہیں بولوں گا اور اس حسین عورت کو اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔"

بلی ڈونا سہم کر جیپ سے اتر گئی تھی۔ دیوان سنگھ اپنے کان پکڑتے ہوئے اسے وہیں چھوڑ کر جیپ ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ تنہا وہاں کھڑی رہ گئی۔ مندر کے بند دروازے کے سامنے وہ گن مین ایک پتھر کے مجسمے کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ وہ کسی سے بولتا نہیں تھا، صرف اندر جانے والوں کو روکتا تھا۔

وہ سہمے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کھڑکی کی جالیوں کے پاس آئی۔ اندر کی روشنی جالیوں سے باہر آرہی تھی اور اندر نیلماں پہلے کی طرح ویسے ہی یوگا کے آسن میں دکھائی دے رہی تھی۔

بلی نے کبھی نیلماں کی یا نندہ رانی کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ نیلماں کا صرف ذکر سنتی آئی تھی۔ اگر اس کے لب و لہجے کو سنا ہوتا تو اس سے رابطہ کر کے التجا کرتی کہ اس کا پیچھا چھوڑ دے۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ نیلماں کی مرضی سے بار بار اس جگہ واپس آرہی ہے اور اس کی مرضی کے خلاف وہ جگہ چھوڑ کر نہیں جا سکے گی۔

اس سے کچھ فاصلے پر دھرم شالا تھا۔ وہاں کچھ عورتیں، بچے اور مرد نظر آرہے تھے۔ اب اسے بھی وہاں رات گزارنا تھی۔ پناہ لینے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں جہاں بھی جاتی، وہاں سے ایک آدھ گھنٹے میں پھر اسی مندر کے پاس واپس آجاتی۔ وہ اپنے ساتھ ہونے والا یہ تماشا دیکھ چکی تھی اور یقین ہو چکا تھا کہ کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔

اسی وقت اس نے اپنے اندر پارس کی آواز سنی۔ جے رانگا، پارس کی آواز اور لہجے میں کہہ رہا تھا "میں دیکھنے آیا ہوں کہ تم کہاں کہاں بھٹک رہی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تم دیکھ رہے تھے کہ میں اس مندر سے دور جانے کی کوششیں کر چکی ہوں مگر پھر یہاں واپس چلی آتی ہوں۔"

"میں ابھی آیا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کیوں بار بار یہاں واپس آرہی ہو؟"

وہ اسے بتانے لگی کہ احمد آباد سے ایک بس میں بیٹھ کر اس مندر کے پاس آنے تک اس کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا ہے۔ اس نے تمام دلائل کے ساتھ بتایا کہ اس مندر کے اندر جو نندہ رانی تپسیا میں مصروف ہے، اس کے اندر نیلماں کی آتما سمائی ہوئی ہے۔

جے رانگا تمام تفصیلات سن کر پریشان ہو گیا۔ سوچنے لگا۔ "میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہتا آیا ہوں اس لیے آج تک محفوظ ہوں۔ یہ نیلماں ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے اور آتما شکتی بھی۔ شاید جادو بھی جانتی ہے۔ وہ بلی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائے گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے اور سوچنے لگا "میں کیا کروں؟ میں بلی کو ضرورت کے وقت استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن اب یہ میرے لیے مصیبت بن جائے گی۔ نیلماں کو مجھ تک پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔ دانش مندی یہ ہے کہ اب میں بلی کے پاس کبھی نہ آؤں۔"

وہ اپنے اس فیصلے پر غور کرنے لگا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ اس نے بلی ڈونا پر خود کو ظاہر نہ کر کے دانش مندی سے کام لیا ہے۔ نیلماں جب بھی بلی کے خیالات پڑھے گی اسے یہی معلوم ہو گا کہ پارس نے اسے ٹریپ کیا ہے۔ وہ آتما شکتی والی، بلی ڈونا کے اصل عامل کو پہچان نہیں سکے گی۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کرتے وقت اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ کبھی پارس کو خود مخاطب نہیں کرے گی۔ اب اس نے بلی کے دماغ سے یہ گرہ کھول دی۔ اسے آزادی دے دی کہ وہ پارس کو مخاطب کر سکتی ہے۔

اس نے ایسا نیلماں کو یقین دلانے کے لیے کیا۔ پارس کو سب ہی جھوٹا اور فریبی سمجھتے تھے۔ پارس جب انکار کرتا کہ اس نے بلی پر تنویمی عمل نہیں کیا تھا تو نیلماں اسے جھوٹا اور فریبی ہی سمجھتی رہتی۔ اس طرح جے رانگا نے اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لی۔

بلی ڈونا اپنی تمام روداد جے رانگا کو سنا کر انتظار کر رہی تھی کہ پارس اسے نیلماں سے بچانے کی کوئی تدبیر ضرور کرے گا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ پارس اسے بچانے کی کوئی تدبیر سوچ رہا ہے۔

کئی منٹ گزرنے کے باوجود اسے پارس کی آواز سنائی نہیں دی۔ تب اس نے مجبور ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم تو مجھ سے چھپتے پھر رہے تھے۔ آج مجھے مخاطب کرنے کی وجہ کیا ہے؟"

وہ بولی "مذاق نہ کرو۔ مجھے اپنی معمولہ اور کنیز بنا کر کہہ

رہے ہو کہ تم سے چھپتی پھر رہی ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں کئی دنوں سے اپنے معاملات میں مصروف ہوں۔ مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ تمہارے بارے میں سوچ بھی سکوں۔ تم یقیناً دھوکا کھا رہی ہو۔"

"میں اپنے اندر تمہاری آواز اور لہجہ سنتی رہی پھر تم نے تنویمی عمل کے ذریعے ایک اجنبی لہجہ میرے ذہن میں نقش کردیا اور اسی نئے لہجے میں مجھے مخاطب کرتے رہے۔"

پارس نے کہا "اس کا مطلب ہے کوئی میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہا ہے اور وہ خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہے۔"

"اگر تم نے مجھ پر عمل نہیں کیا ہے تو پھر تمہارے دشمن پورس نے تمہارے لب ولہجے میں ایسا کیا ہے۔"

"یہ ممکن ہے۔ وہ کسی خاص مقصد کے لیے ایسا کرسکتا ہے۔ تم اس سے پوچھو۔"

بلی نے پارس سے رابطہ ختم کرکے پورس کو مخاطب کیا پھر اس سے پوچھا "تم مجھے دھوکا دینے کے لیے پارس بن کر کیوں آتے ہو؟"

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں پارس بن کر تمہارے پاس آؤں۔ کیا یہ بے تکی بات پارس نے تمہیں سمجھائی ہے؟"

وہ اسے بتانے لگی کہ پہلے کسی نے پارس بن کر اس پر تنویمی عمل کیا اور ایک اجنبی لب ولہجہ اس کے دماغ پر نقش کیا۔ اسی اجنبی لہجے میں اس کے اندر آتا رہا۔ اب وہ ایک مصیبت میں ہے اور پارس سے مدد طلب کرنا چاہتی ہے تو اس نے انکار کیا ہے کہ نہ اس نے تنویمی عمل کیا تھا اور نہ ہی اس کی مدد کے لیے اس کے پاس وقت ہے۔ وہ کہتا ہے' پورس اس کے لہجے میں پارس بن کر اسے دھوکا دے رہا ہے۔

پورس نے کہا "وہ بکواس کر رہا ہے۔ میں اس وقت بہت پریشان ہوں ورنہ تم سے پوچھتا کہ تم کس مصیبت میں گرفتار ہو۔ پھر میں تمہاری مدد بھی کرتا۔ سوری' ابھی میں تمہارے ساتھ وقت ضائع نہیں کرسکوں گا۔ تم جاؤ' اب نہ آنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ بلی دماغی طور پر پھر مندر کے سامنے حاضر ہوگئی۔ ماضی میں پارس اور پورس اس کے یار رہ چکے تھے۔ اب وہ ایسی بے یار ومددگار ہوگئی تھی کہ وہ دونوں بھی اس کی مدد سے انکار کر رہے تھے۔

مندر کے باہر نیم تاریکی تھی۔ وہ تنہا وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ اپنی مرضی سے کہیں جا نہیں سکتی تھی۔ وہ دوبار وہاں سے دور جاکر آزما چکی تھی۔ پھر کہیں بھاگنے کی کوشش کرتی تو یقین تھا کہ وہیں واپس چلی آتی۔ ایک شخص جھونپڑی سے نکل کر اس کے پاس آیا پھر ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا "بیٹی! یہاں اندھیرے میں اکیلی کیوں کھڑی ہوئی ہو؟ آشرم میں بہت جگہ ہے۔ میری بیٹی نے تمہاری جیسی بے سہارا عورتوں کے لیے یہ آشرم بنوایا ہے۔ وہاں کھاؤ پیو' پھر آرام سے سو جاؤ۔"

"کیا یہ آشرم تمہاری بیٹی نے بنوایا ہے؟ کیا جو مندر کے اندر ہے' وہ تمہاری بیٹی ہے؟"

"ہاں۔ میری بیٹی ہے۔ اس کا نام نندہ رانی ہے۔ یہاں آنے والے سب ہی مسافر میری بیٹی سے خوش ہو کر جاتے ہیں۔ تم بھی یہاں خوش رہوگی۔"

"اگر آپ مجھے خوش کرنا چاہتے ہیں تو ابھی میرے یہاں سے جانے کا انتظام کردیں۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی اور آپ سمجھ بھی نہیں پائیں گے۔ بس اتنا سمجھ لیں کہ میرا ابھی یہاں سے جانا بہت ضروری ہے۔"

"تم بہت پریشان لگ رہی ہو۔ میں ابھی تمہارے جانے کا بندوبست کردیتا ہوں مگر میری جھونپڑی میں چل کر کچھ کھالو۔ ابھی آدھے گھنٹے بعد یہاں سے ایک بس گزرنے والی ہے۔ تم اس میں بیٹھ کر جاسکوگی۔"

وہ وہاں کھانا پینا نہیں چاہتی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی یا پلائی جاسکتی ہے۔ وہ کھانے پینے سے انکار کرکے تیزی سے چلتی ہوئی سڑک پر آگئی اور بس کا انتظار کرنے لگی۔

دور سے ایک کار کی ہیڈلائٹس نظر آئیں۔ اس کار میں میاں بیوی اور بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے پاس آکر رک گئی۔ کار والی عورت نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا "تم اندھیری رات میں اکیلی کھڑی ہوئی ہو' تمہیں کہاں جانا ہے؟"

"میں حیدر آباد جاؤں گی۔ بس کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"اگر مناسب سمجھو تو ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کار ڈرائیو کرنے والا پھر راستے سے بھٹک کر اسے واپس مندر کے سامنے پہنچادے۔ وہ بولی۔ "آپ کا شکریہ۔ میں بس میں جاؤں گی۔"

عورت نے کہا "ہم نے تقریباً بیس کلومیٹر دور ایک بس دیکھی ہے جو ادھر آرہی ہے۔" "ٹھیک ہے' تم اس میں سفر کرو۔"

وہ کار وہاں سے چلی گئی۔ بیس کلومیٹر کا فاصلہ کچھ نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر میں بس پہنچنے والی تھی۔ بے شمار مسافروں کے ساتھ سفر کرنے سے اطمینان رہتا کہ ڈرائیور راستے سے نہیں بھٹکے گا اور نہ ہی مسافر اسے راستہ بدل کر دوسری جگہ جانے دیں گے۔

پھر ایک گاڑی کی ہیڈلائٹس نظر آئیں۔ وہ ایک بڑی سی وین تھی۔ اس میں چھ جوان بیٹھے تالیاں بجاتے ، ہنستے گاتے آرہے تھے۔ انہوں نے اس کے سامنے گاڑی روک دی۔ دو جوان گاڑی سے باہر آئے۔ ایک نے کہا "میری جان! ایسا غضب کا حسن وشباب لیے یہاں تنہا کھڑی ہو۔"

دوسرے نے کہا "یار! سمجھا کرو۔ ہمارے لیے کھڑی ہوئی ہے۔"

اس نے بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اتنی اچھی فائٹر تھی کہ ان سب پر بھاری پڑسکتی تھی۔ ان کے دماغوں میں بھی زلزلے پیدا کرسکتی تھی لیکن دماغ نے سمجھایا کہ وہ تمام آوارہ جوان ہوس پرستی میں اسے دور کہیں لے جاسکتے ہیں۔ وہاں جاکر وہ ان سے نمٹ لے گی۔

دو اور جوانوں نے آکر اسے اپنے بازوؤں میں اٹھالیا۔ پھر اسے وین کے اندر لے آئے۔ وین وہاں سے چل پڑی۔ ایک جوان نے اس کی اٹیچی کھول کر دیکھی پھر خوش ہو کر بولا۔ "اس میں نوٹوں کی گڈیاں ہیں۔ لاکھوں روپے ہوں گے۔ زیورات بھی ہیں۔"

ایک نے کہا "یار! آج تو ہماری چاندی ہوگئی۔ نقدی بھی ہے۔ زیورات بھی ہیں۔ حسن اور شباب بھی ہے۔"

دوسرے نے کہا "اور ہمارے پاس شراب بھی ہے۔"

وہ بوتلیں نکالنے لگے۔ وین تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ بلی ڈونا نے کہا "اگر شراب پیوگے تو میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ تم لوگ نشے میں راستے سے بھٹک کر پھر واپس اسی جگہ مجھے پہنچادوگے۔"

"ہم جب تک پئیں گے نہیں' تمہارے ساتھ مزہ نہیں آئے گا۔"

"اور ہمارے ساتھ نہ چلنے کی دھمکی نہ دو۔ ہم منہ ہاتھ باندھ کر زبردستی لے جاسکتے ہیں۔ تم ہمیں جانتی نہیں ہو مگر جان لوگی۔"

وہ بولی "ہاں جان لوں گی۔ جو بھی پینا چاہے' اس کی جان لے لوں گی۔"

وہ سب قہقہے لگانے لگے۔ بلی مطمئن تھی کہ اس مندر سے بہت دور چلی آئی ہے۔ وین تیز رفتاری سے اسے اور دور لے جا رہی تھی۔ ایک جوان نے شراب کی ایک بوتل کھولی۔ بلی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے ہاتھ سے بوتل چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ چیخ مار کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تڑپنے لگا۔ اس کے ساتھی اسے پکڑ کر پوچھنے لگے کہ اسے اچانک کیا ہوگیا ہے؟

وہ تھوڑی دیر تک بول نہ سکا۔ تکلیف سے کراہتا رہا پھر بولا "میرا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ پتا نہیں' یہ اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

ایک نے کہا "اپنے یار کو ایک پیگ بنا کر دو۔ ابھی تکلیف بھول جائے گا۔"

دوسرے نے ایک خالی گلاس لیا۔ پھر بوتل سے شراب اس میں انڈیلنے لگا۔ ایسا کرتے وقت اس کا ہاتھ بہکنے لگا۔ شراب گلاس میں جانے کے بجائے نیچے گرنے لگی۔ تیسرے ساتھی نے کہا "ابے! کیا پینے سے پہلے بہک رہا ہے۔ شراب گلاس سے باہر انڈیل رہا ہے۔ ادھر لا بوتل۔ میں پیگ بناتا ہوں۔"

اس نے گلاس اور بوتل اس سے لے لی پھر ایک پیگ بنانے لگا۔ دوسرے تمام ساتھیوں نے دیکھا۔ اس کے ہاتھ بھی بہک رہے تھے اور وہ شراب گلاس میں نہیں ڈال رہا تھا۔ نیچے گرا رہا تھا۔

ایک اور ساتھی نے اس سے بوتل چھین کر کہا "تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے۔ وہ بے چارہ دماغی تکلیف میں ہے۔ کسی طرح اسے دو چار گھونٹ پلاؤ۔"

اس نے بوتل اس کے منہ کے پاس لے جاکر کہا "منہ کھولو۔ ابھی دماغی تکلیف دور ہوجائے گی۔"

اس نے منہ کھولا لیکن بوتل منہ میں نہیں گئی۔ پہلے ناک میں گئی پھر ٹھوڑی سے نیچے حلق اور قمیص کے گریبان میں شراب گرنے لگی۔ بلی نے کہا "میں نے پہلے ہی کہا تھا' کوئی شراب نہ پیئے اور میں کسی کو پینے نہیں دوں گی۔"

وہ سب بلی ڈونا کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھنے لگے پھر ایک نے کہا "یہ نوجوان حسینہ خطرناک ہے۔ معلوم ہوتا ہے' کوئی جادو جانتی ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہمیں جادو کا توڑ کرنا آتا ہے۔ اسے جادو کرنے کا موقع ہی نہ دو۔"

وہ اس کہنے والے کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی ایک جوان نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ سر بری طرح چکرایا پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔ وہ غفلت میں ڈوبتی چلی گئی۔

اس کے بعد اسے پتا نہ چلا کہ وقت کیسے گزر رہا ہے۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ اس وین کی ایک سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی اور صبح ہوچکی تھی۔ اس وین میں کچھ خرابی ہوگئی تھی۔

تمام جوان اسے درست کرنے میں مصروف تھے۔

بلی نے سیٹ پر سے اٹھ کر دیکھا۔ وہ وین اسی مندر کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس بار نہ وہ حیران ہوئی اور نہ خوف زدہ ہوئی۔ اس نے عقیدت سے مندر کے سامنے سر جھکا لیا۔ اس کی غفلت کے دوران میں نیلماں اسے اپنی معمولہ بنا چکی تھی۔

○☆○

میں نے پروگرام بدل دیا تھا۔ دوائیں تیار ہوتے ہی بابا صاحب کے ادارے کے نادیدہ افراد ان دواؤں کے کارٹن کھنڈالہ کی لیبارٹری سے نکال کر ادارے میں پہنچا رہے تھے۔ اس سے پہلے میں نے سوچا تھا کہ ان دواؤں کو ہندوستان میں ہی کہیں چھپایا جائے گا۔

اس مقصد کے لیے میں اس پراسرار حویلی میں پہنچا تھا جو آسیب زدہ کہلاتی تھی۔ رات کو اس حویلی میں جانے والا زندہ واپس نہیں آتا تھا۔ شام کے بعد لوگ اس حویلی کے سامنے سے گزرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔

میں نے نادیدہ بن کر ایک رات اس حویلی میں گزاری تھی۔ پتا چلا کہ وہاں لاج ونتی اور جگن ناتھ شرما کی مجرمانہ سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔ وہ دونوں باپ بیٹی تھے۔ ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ اس حویلی کے تہ خانے میں بے شمار زیورات کے علاوہ نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کا ایک کارٹن بھی تھا۔ جگن ناتھ شرما نے وہ کارٹن پارس کے ایک خفیہ اڈے سے چرایا تھا۔

وہ باپ بیٹی یوں تو بظاہر آزاد تھے لیکن ایک پراسرار گرودیو کے معمول اور تابعدار تھے۔ وہ گرودیو بہت پہنچا ہوا تھا۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیسی کیسی غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کا مالک ہے۔ ایک اندازہ تھا کہ اپنی صلاحیتوں کے باعث بڑے وسیع ذرائع کا مالک ہوگا۔

پہلے میں نے سوچا تھا کہ دوائیں چھپا کر رکھنے کے لیے اس حویلی کا تہ خانہ مناسب رہے گا لیکن جب لاج ونتی، جگن ناتھ شرما اور گرودیو کے بارے میں سطحی طور پر معلومات حاصل ہوئیں تو میں نے پروگرام بدل دیا۔ اب وہ دوائیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دی گئی تھیں۔

جگن ناتھ شرما کا ایک ماتحت کھنڈالہ پہنچا ہوا تھا اور اس انڈر گراؤنڈ لیبارٹری کا سراغ لگا رہا تھا۔ میں اس ماتحت نارائن کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اور اسے اصلی لیبارٹری کی طرف جانے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں اسے بھٹکا تا رہا تھا۔ جب تمام اصل دوائیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دی گئیں تو ان کی جگہ نقلی دواؤں کے کارٹن لا کر رکھ دیے گئے۔ تبھی وہاں سے چلی گئی تب میں نے نارائن کو موقع دیا کہ اس انڈر گراؤنڈ لیبارٹری کا سراغ لگا سکے۔

نارائن نے خیال خوانی کے ذریعے خوش ہو کر جگن ناتھ شرما کو بتایا کہ لیبارٹری کا سراغ مل گیا ہے۔ وہاں دواؤں کے کارٹن رکھے ہوئے ہیں۔

جگن ناتھ شرما نے پوچھا "ان دواؤں کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈز ہوں گے۔"

"ابھی شام کا وقت ہے۔ ایک عورت اس لیبارٹری کو ہر طرح سے لاک کر کے گئی ہے۔ میں نادیدہ بن کر اندر گیا تھا۔ وہاں اندر اور باہر ایک بھی مسلح گارڈ نہیں ہے۔ دراصل وہ لیبارٹری زیرِ زمین حصے میں ایسی جگہ ہے کہ کوئی وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ پورس کو اطمینان ہے کہ وہاں دوائیں محفوظ رہیں گی۔"

جگن ناتھ شرما نے گرودیو کو مخاطب کیا اور یہ خوش خبری سنائی کہ لیبارٹری کا سراغ بھی مل گیا ہے اور دواؤں سے بھرے ہوئے کارٹن بھی وہاں موجود ہیں۔

گرودیو نے کہا "میں وہاں اپنی تسلی کے لیے جا رہا ہوں۔ اس لیبارٹری اور دواؤں کے سلسلے میں اچھی طرح تصدیق کروں گا۔ تم اپنی بیٹی کے ساتھ ایک گھنٹے بعد وہاں جاؤ۔ اپنے دو اور ماتحتوں کو بھی نادیدہ بنا لو تاکہ جلد سے جلد وہ تمام کارٹن وہاں سے حویلی کے تہ خانے میں لا کر رکھے جا سکیں۔"

وہ دو چار گھنٹے اس سلسلے میں مصروف رہنے والے تھے۔

دوسری طرف پورس بہت مایوس تھا۔ جگن ناتھ شرما وغیرہ کی آمد سے پہلے وہ لیبارٹری میں آکر دیکھ چکا تھا۔ اس وقت لیبارٹری بالکل خالی ہو چکی تھی۔ وہ وہاں سے اپنی جگہ واپس آکر اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہا تھا اور فراڈ ڈاکٹر اناپورنا کی اصلیت معلوم کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ دوائیں تیار کرنے کے بعد اس علاقے میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی جا سکتی ہے اس لیے وہاں نہیں رہنا چاہیے۔ پورس یہی سوچ کر اس لیبارٹری اور اس علاقے سے دور چلا آیا تھا۔

اگر وہ وہاں رہتا تو دیکھتا کہ ہمارے نادیدہ افراد نقلی دواؤں کے کارٹن لا کر وہاں رکھ رہے ہیں۔ جب وہ تمام کارٹن رکھ کر چلے گئے تو میں نے نارائن کے اندر رہ کر اسے وہاں پہنچایا اور اب اس کی رپورٹ کے مطابق لاج ونتی، جگن ناتھ شرما اور گرودیو ادھر جا کر اس لیبارٹری اور دواؤں کو دیکھنے والے تھے اور وہاں سے تمام کارٹن اٹھا کر حویلی کے

تہ خانے میں لانے والے تھے۔

وہ جو کر رہے تھے اور کرنے والے تھے وہ تماشا میں خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف شیر خان نے وہاں سے ٹرانسفر کیے جانے پر اعتراض کیا لیکن اس کے اعتراض کو اہمیت نہیں دی گئی۔ اس نے غصے میں آکر استعفیٰ پیش کر دیا۔ اس نے ماضی میں انٹرنیشنل لیول پر کئی کارنامے انجام دیے تھے۔ وہ اتنا مشہور و معروف افسر تھا کہ تمام اخبارات والے اس کے پاس انٹرویو کے لیے پہنچ گئے۔ اس نے انہیں بتایا کہ کشن کوٹ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پراسرار حویلی ہے۔ لوگ اسے بھوتوں کا مسکن سمجھتے ہیں لیکن وہاں مجرمانہ سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔

شیر خان اس حویلی کے اندر جا کر اصل مجرموں کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اسے وہاں سے ٹرانسفر کر دیا گیا ہے۔ ٹرانسفر کے آرڈر دہلی راجدھانی سے آئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ مجرموں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں یا حکمران طبقہ ان کی سرپرستی کرتا ہے اس لیے کشن کوٹ میں کسی ایماندار اور فرض شناس افسر کو رہنے نہیں دیا جاتا ہے۔

اس نے انٹرویو میں یہ بھی کہا کہ مجرموں کے پاس ایسی گولیاں ہیں جنہیں نگل کر وہ نادیدہ بن جاتے ہیں اور شاید وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں جس کے ذریعے وہ پولیس اور سراغ رسانوں کو بھٹکا دیتے ہیں۔ اس طرح کوئی آج تک اس حویلی کے اندر چور راستہ یا تہ خانہ تلاش نہ کر سکا۔

مجھے امید تھی کہ ایسا کوئی اخبار پورس کی نظروں سے گزرے گا۔ وہ دوسری ناکامی کے بعد سکون سے نہیں رہ سکتا تھا۔ اس فراڈ ڈاکٹر اناپورنا کو ڈھونڈ نکالنے کی مختلف تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔

تبھی جب ڈاکٹر اناپورنا کے بہروپ میں تھی تو اس کی کئی تصاویر اتاری گئی تھیں۔ میں نے کشن کوٹ کے ایک پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر وہ تصاویر اخبار والوں تک پہنچائیں اور اس افسر سے یہ بیان دلایا کہ یہ ڈاکٹر دہلی سے کشن کوٹ آئی تھی۔ ایک دن اس حویلی میں گئی تھی پھر دوبارہ نظر نہیں آئی۔

جب وہ اخبار پورس کی نظروں سے گزرا تو وہ ڈاکٹر اناپورنا کی تصویر دیکھ کر اس کے بارے میں خبر پڑھنے لگا۔ اسی اخبار میں شیر خان کا انٹرویو بھی شائع ہوا تھا۔ پورس نے اسے بھی پڑھا۔ پھر کڑی سے کڑی جوڑنے لگا۔ پورس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ اس فراڈ ڈاکٹر اناپورنا کا تعلق اس حویلی سے ہے اور اس نے جو دوائیں تیار کی تھیں، وہ اسی حویلی میں کہیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔

پورس نے وہ خبریں پڑھنے کے بعد ثناشا سے کہا "میں اب تک صرف پارس کو ہی اپنا دشمن سمجھ رہا تھا۔ اسی ایک لائن پر سوچ رہا تھا کہ وہ کسی عورت کو تنویمی عمل کے ذریعے ڈاکٹر اناپورنا بنا کر مجھے دوسری بار دھوکا دے چکا ہے لیکن یہ اخبارات مجھے سمجھا رہے ہیں کہ پارس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے، جس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

ثناشا نے کہا "تم ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں تیار کر رہے تھے۔ ایسے میں ایک پارس ہی نہیں دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہارے خلاف چالیں چل سکتے ہیں۔ یہ کوئی دوسرے لوگ ہیں۔ شیر خان کے انٹرویو سے بھی پتا چلتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں اور نادیدہ بھی ہو جاتے ہیں۔"

پورس اور ثناشا نے ٹیلی فون کے ذریعے شیر خان اور کشن کوٹ کے پولیس افسر سے رابطہ کیا۔ ان کی آوازیں سنیں پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔ شیر خان کے خیالات سے وہی تمام باتیں معلوم ہوئیں، جو وہ انٹرویو میں کہہ چکا تھا۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک رات اس نے پولیس پارٹی کے ساتھ اس حویلی میں گزاری تھی اور یہ خیال قائم کیا تھا کہ مجرم نادیدہ بن جاتے ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اسے... تہ خانے تک پہنچنے نہیں دیتے ہیں۔

ثناشا نے کشن کوٹ کے پولیس افسر کے خیالات پڑھے۔ میں نے جو باتیں اس کے دماغ میں نقش کی تھیں، وہی باتیں اسے معلوم ہوئیں۔ تب وہ دونوں اسی نتیجے پر پہنچے کہ اس فراڈ ڈاکٹر کا تعلق پراسرار حویلی کے مجرموں سے ہے اور اس نے پورس کی خفیہ لیبارٹری میں جو دوائیں تیار کی تھیں، انہیں یقیناً اسی حویلی میں لے جا کر کہیں چھپایا گیا ہوگا۔

ثناشا نے کہا "پورس! ہمیں نادیدہ بن کر اس حویلی میں جانا چاہیے۔ ہم وہاں چور دروازے اور تہ خانے کا سراغ لگا سکیں گے اور ان مجرموں تک بھی پہنچ سکیں گے۔"

"ہاں، مجھے یقین ہے کہ میری وہ تمام چرائی ہوئی دوائیں واپس مل جائیں گی لیکن ہم خود وہاں جانے کی حماقت نہیں کریں گے۔ ان کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا کے علاوہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا بھی ہے۔ ہم وہاں ٹریپ کیے جا سکتے ہیں۔"

"ہاں میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔"

"ہم اپنے دو آلۂ کاروں کو نادیدہ بنا کر اس حویلی میں بھیجیں گے اور ان کے اندر رہ کر وہاں کے حالات معلوم کریں گے۔"

"مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ ہم اپنے چور دشمنوں تک پہنچنے والے ہیں۔"

"نتاشا! ہمیں زیادہ پُرامید نہیں ہونا چاہیے۔ شیر خان اور پولیس افسر کے بیانات ہمارے دشمنوں نے بھی پڑھے ہوں گے اور وہ اپنے بچاؤ کی تدابیر کر رہے ہوں گے لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہمیں اس حویلی اور وہاں کے مجرموں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

انہوں نے اپنے دو ذہین اور تجربہ کار آلۂ کاروں کو نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول دیے۔ انہیں سمجھایا کہ اس حویلی میں پہنچ کر انہیں کیا کرنا ہے۔ ویسے وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی انہیں گائیڈ کرتے رہیں گے۔

جس روز اخبارات میں وہ بیانات شائع ہوئے تو واقعی گرودیو کو بھی محتاط ہونا پڑا۔ اس نے جگن ناتھ شرما کے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا تم نے آج کا اخبار پڑھا ہے؟"

اس نے جواب دیا "جی ہاں گرودیو! میں اس سلسلے میں آپ سے رابطہ کرنے والا تھا۔ ایک نہیں کئی اخبارات میں یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے کوئی اخبار پورس کی نظروں سے گزرے گا۔"

"اور وہ پوری تیاریوں کے ساتھ حویلی میں ضرور آئے گا۔ ہمیں تمام دواؤں اور دوسری تمام اہم چیزوں کو وہاں سے ہٹا دینا چاہیے۔ پورس بہت چالاک ہے۔ تہ خانے تک کسی طرح ضرور پہنچے گا۔"

"میرے آدمی ابھی نادیدہ بن کر جائیں گے اور وہاں سے تمام ضروری سامان لے آئیں گے۔ ویسے گرودیو! یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ وہ ڈاکٹر اناپورنا کون تھی۔ ہم نے اسے کشن کوٹ میں کبھی نہیں دیکھا ہے۔"

گرودیو نے کہا "میں نے اس افسر کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ ایک دن اس افسر کے پاس آئی تھی اور اس سے اجازت لے کر حویلی میں گئی تھی۔ اس کے بعد واپس نہیں آئی۔ افسر اس کا انتظار کرتا رہ گیا۔ جب وہ واپس نہیں آئی تو افسر نے بھی چپ سادھ لی۔ اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا۔"

"کیا جس رات حویلی کے دروازے کا تالا کھلا ہوا پایا گیا تھا اسی رات وہ ڈاکٹر وہاں گئی تھی؟"

"اس افسر کے خیالات یہی کہتے ہیں۔ تم باپ بیٹی نے اور شمبھو نے کسی کو بہت تلاش کیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ ڈاکٹر حویلی کے اندر پہنچ کر نادیدہ بن گئی ہو۔"

"ہاں۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ اس رات موجود تھی اور ہو سکتا ہے، وہ ہمارے ساتھ تہ خانے میں بھی گئی ہو۔"

"وہ ڈاکٹر ہمارے لیے ایک معمّا بن گئی ہے۔ اس نے اب تک تم میں سے کسی کو نقصان بھی نہیں پہنچایا ہے۔ اس پولیس افسر سے بھی دوبارہ ملاقات نہیں کی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب حویلی میں جا کر کوئی مقصد حاصل نہیں کرنا تھا تو وہ وہاں کیوں گئی تھی اور وہاں جانے کے بعد کہاں گم ہو گئی ہے؟"

"بہرحال ہم ابھی اپنے نادیدہ ماتحتوں کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اس حویلی کا تمام ضروری سامان دوسری جگہ منتقل کر دیں گے۔"

میں یہ نہیں جانتا تھا کہ پورس کیا کرنے والا ہے اور گرودیو وغیرہ کے منصوبوں کو بھی نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن عقل کہتی تھی کہ اخباری بیانات کے نتیجے میں وہ سب ہی فوراً ایکشن میں آئیں گے لہٰذا میں نے اپنے ایک آلۂ کار کو نادیدہ بنا کر اس حویلی میں بھیج دیا اور اس کے دماغ میں رہ کر دیکھنے لگا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

حالانکہ دن کا وقت تھا۔ اس کے باوجود جگن ناتھ شرما اور اس کے ماتحت وہاں سے سامان منتقل کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے آلۂ کار کے ذریعے دیکھا کہ وہ چور دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرے آلۂ کار نے تہ خانے میں جا کر دیکھا۔ وہاں سے ایک ایک کارٹن اٹھایا جا رہا تھا۔ اسے اٹھانے کے بعد وہ آلۂ کار نادیدہ بن جاتے تھے۔

وہ تعداد میں چار تھے۔ ان میں جگن ناتھ شرما بھی تھا۔ سامان اتنا زیادہ تھا کہ وہ بیک وقت نہیں لے جا سکتے تھے۔ جب وہ پہلی بار سامان اٹھا کر لے گئے اور چور دروازہ بند ہو گیا تو میرا آلۂ کار نمودار ہو گیا۔ اس نے ایک الماری کھولی۔ اس میں امریکا، روس اور فرانس جیسے بڑے ممالک کے بارے میں مختلف فائلیں اور وڈیو فلمیں تھیں اور وہ سب ان ممالک کے اہم رازوں سے تعلق رکھتی تھیں۔

میرے آلۂ کار نے انہیں ایک بڑے سے بیگ میں رکھ لیا۔ جو نادیدہ گولیاں اور فلائنگ کیپسول پارس کے خفیہ اڈے سے چرائے گئے تھے وہ دو کارٹن ابھی وہاں رکھے ہوئے تھے۔ میرے آلۂ کار نے ان کارٹن کی تمام چیزیں دوسرے بیگ میں رکھ لیں۔ پھر چور دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

جگن ناتھ شرما اپنے آلۂ کاروں کے ساتھ دوسری بار سامان لینے آیا تو چور دروازے کو کھولا گیا۔ وہ لوگ اندر آئے۔ میرا آلۂ کار باہر چلا گیا۔

میرے لیے جو چیزیں اہم تھیں، وہ میں نے حاصل کر لیں۔ ان فائلوں اور وڈیو فلموں کو بعد میں دیکھ کر پتا چلا کہ اس میں بڑے بڑے ممالک کے کتنے اہم راز پوشیدہ تھے۔ اس طرح گرودیو کی طاقت اور وسیع ذرائع کا پتا چلا کہ وہ کس طرح ان بڑے ممالک کو بلیک میل کرتا ہو گا اور ان ممالک سے اپنی بڑی بڑی باتیں منوا کر بہت بڑا آدمی بن چکا ہو گا اور ایسا محفوظ ہو گا کہ کوئی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا ہو گا۔

میں نے اپنے دوسرے آلۂ کار کو نادیدہ بنا کر وہاں بھیجا۔ اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس تہ خانے سے کچھ لینا نہیں چاہتا تھا۔ صرف تماشا دیکھنا چاہتا تھا۔ جگن ناتھ شرما اور اس کے آلۂ کار تمام کارٹن اٹھا کر لے گئے تو آخری بار پتا چلا کہ دو کارٹن بالکل خالی ہیں۔ شرما حیران رہ گیا۔ اس نے گرودیو کو مخاطب کر کے کہا "ہم جو کارٹن پارس کے پاس سے چرا کر لائے تھے، وہ دونوں کارٹن خالی ہیں۔"

گرودیو نے غصے سے پوچھا "وہ خالی کیسے ہو گئے؟ چور دروازہ صرف تم کھلواتے ہو۔ تمہاری بیٹی یا آلۂ کار تمہارے ساتھ تہ خانے میں جاتے ہیں۔ ان دو کارٹن کا سامان تم میں سے کوئی لے سکتا ہے۔ باہر کا آدمی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔"

"گرودیو! آپ اس ڈاکٹر اناپورنا کو بھول رہے ہیں۔ وہ ایک رات حویلی کے اندر آئی تھی پھر کہیں گم ہو گئی تھی۔ وہی دو کارٹن کا سامان لے گئی ہے۔"

"پھر تو وہ بہت کچھ لے جا سکتی ہے۔ فوراً میری الماری چیک کرو۔"

جگن ناتھ شرما نے الماری کے پاس آ کر اسے کھول کر دیکھا تو وہ خالی نظر آئی۔ گرودیو اس کے دماغ میں تھا۔ اس کے ذریعے جب معلوم ہوا کہ الماری خالی ہے تو وہ غصے سے شرما پر گرجنے لگا "یہ کیا ہو گیا؟ تمام ڈاکومنٹس کہاں غائب ہو گئے؟ میری حکومت بیرونی ممالک کے حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسران پر بھی تھی۔ اب تو میں زیرو ہو کر رہ گیا ہوں۔ یہ تمہاری نالائقی سے ہوا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

شرما نے کہا "آپ مالک ہیں۔ جب چاہیں جان لے سکتے ہیں لیکن میری وفاداری کو مدِنظر رکھتے ہوئے میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر لیں۔ میں نے اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ اس عورت نے بڑی چالاکی سے ہمیں دھوکا دیا ہے۔"

"تم سب نرک میں جاؤ۔ میں تھوڑی دیر تنہا رہ کر سوچوں گا کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ آخر وہ عورت کون ہے، جو ہم سے اتنی بڑی دشمنی کر رہی ہے۔ یقیناً اس عورت کے پیچھے کوئی بہت بڑا گینگ ہو گا۔"

وہ چلا گیا۔ شرما اپنے آلۂ کاروں کے ساتھ باقی سامان لے جانے لگا۔ میں نے اپنے آلۂ کار سے کہا "تہ خانے سے نکل آؤ۔ مگر حویلی میں رہو۔ ابھی اور بہت کچھ ہونے والا ہے۔"

میں نے ایسا اس لیے کہا کہ جو کھیل میں نے شروع کیا تھا ابھی اس کے دوسرے کھلاڑی میدان میں آنے والے تھے اور وہ آ گئے۔

نتاشا اور پورس نادیدہ ہو کر حویلی کے پاس آئے۔ انہوں نے پہلے حویلی کو چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ حویلی کے پچھلے حصے میں احاطے کے باہر جو سڑک تھی وہاں ایک بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے وین کے پاس آ کر دیکھا۔ اس کی پچھلی سیٹوں پر کئی کارٹن اور کئی بڑے بڑے بیگ رکھے ہوئے تھے۔ ان تھیلوں میں سامان بھرا ہوا تھا، جو باہر سے نظر نہیں آ رہا تھا۔

نتاشا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "پورس! ان تمام کارٹنوں میں تمہاری تیار کرائی ہوئی دوائیں ہیں۔ انہیں حویلی سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا ہے۔"

پورس جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا پھر چپ ہو گیا۔ وین کے پاس اچانک ایک شخص نمودار ہوا۔ اس کے کاندھے پر ایک کارٹن رکھا ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں بھرا ہوا بڑا سا بیگ تھا۔ اس نے بیگ کو نیچے رکھ کر وین کے سلائڈنگ دروازے کو کھولا پھر وہ اٹھایا ہوا سامان اندر رکھ کر وین سے باہر آتے ہی نادیدہ ہو گیا۔

اس کے بعد دوسرا شخص نمودار ہوا۔ اس نے بھی اپنا اٹھایا ہوا سامان اندر پچھلی سیٹ پر رکھا اور وین سے باہر آ کر نادیدہ ہو گیا۔ اس طرح کل چار افراد اسی طرح نظر آئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ان میں جگن ناتھ شرما بھی تھا۔

پورس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تم درست کہہ رہی تھیں۔ حویلی میں چھپایا ہوا مال کسی دوسری جگہ لے جا کر چھپایا جا رہا ہے۔"

"ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ کہاں لے جایا جا رہا ہے۔"

"ایسا کرو کہ میں اس گاڑی میں جاؤں گا اور ان کا خفیہ

اڈا معلوم کروں گا۔ تم حویلی میں جاؤ اور میری واپسی تک میرا انتظار کرو اور اس کے اندرونی حالات معلوم کرتی رہو۔"

وہ اس کی ہدایت کے مطابق حویلی کے اندر چلی آئی۔ وہاں میرا آلۂ کار بھی نادیدہ بنا ہوا تھا۔ نتاشا ایک دیوار کی طرف آئی تو وہ دیوار اچانک سلائڈنگ دروازے کی طرح کھلنے لگی۔ اس کے پیچھے سے وہی چاروں سامان اٹھائے باہر آرہے تھے، جنہیں وہ باہر وین کے پاس دیکھ چکی تھی۔ وہ تہ خانے سے باہر آرہے تھے۔ وہ اندر چلی آئی۔ سلائڈنگ دروازہ بند ہوگیا۔ اندر بند دروازے کے پاس دو مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ وہ جگن ناتھ شرما کے مخصوص بول کے مطابق اندر سے چور دروازے کو کھولتے اور بند کرتے تھے۔

نتاشا نے سیڑھیوں سے اترنے کے بعد تہ خانے میں آکر دیکھا۔ وہ خالی نظر آرہا تھا۔ اب وہاں ایک بھی کارٹن نہیں رہا تھا۔ صرف دو کارٹن خالی پڑے تھے، جن کے اندر سے میرا آلۂ کار تمام دوائیں نکال کرلے گیا تھا۔

وہاں بیش قیمت جواہرات تھے۔ انہیں وہ چاروں بیگ میں بھر کر لے گئے تھے۔ الماری کے اندر اہم دستاویزات اور وڈیو فلمیں تھیں، جن کا تعلق بڑے ممالک کے اہم رازوں سے تھا۔ اس الماری کو میرے آلۂ کار نے خالی کردیا تھا۔ وہاں ایسی کوئی اہم چیز نہیں رہی تھی، جسے نتاشا حاصل کرکے فخر کرتی۔

باہر وہ چاروں حویلی کے تہ خانے کا آخری سامان بھی لے آئے تھے اور انہیں وین کے پچھلے حصے میں رکھنے کے لیے نمودار ہوگئے تھے۔ وہ سامان رکھنے کے بعد جگن ناتھ شرما نے ان تینوں ماتحتوں سے کہا "اب تم لوگ جاؤ۔ گرودیو کا حکم ہے، میں تنہا یہ سامان لے کر جاؤں گا۔ وہ نادیدہ بنانے والی گولیاں واپس کردو۔"

ان تینوں نے منہ سے تین گولیاں نکال کر شرما کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ وہ انہیں جیب میں رکھ کر اسٹیرنگ سیٹ پر آگیا۔ پورس پہلے ہی گاڑی کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ شرما نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ پھر اس کی رفتار بڑھاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے بولا "گرودیو! میں تمام سامان لے کر آرہا ہوں۔ ڈرائیونگ کے دوران میں خیال خوانی نہیں کرسکوں گا کیونکہ راستہ نہیں جانتا ہوں۔ آپ میرے اندر آکر مجھے گائیڈ کریں کہ سامان کہاں پہنچانا ہے؟"

گرودیو نے کہا "تم کشن کوٹ سے آگے ہائی وے پر چلتے رہو۔ شیوجی کے مندر سے ایک راستہ بائیں طرف جاتا ہے۔ تم اس راستے پر چلتے رہوگے۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ کہاں پہنچنا ہے۔"

وہ ہدایات کے مطابق گاڑی چلاتا رہا۔ پورس نے نتاشا کے دماغ میں آکر پوچھا۔ "کیا تم حویلی کے اندر ہو؟"

"ہاں میں تہ خانے میں ہوں۔ یہ تہ خانہ بالکل ہی خالی کردیا گیا ہے۔ اب یہاں کچھ نہیں رہا ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہاں کوئی نادیدہ بن کر نہیں ہوگا۔"

"جب یہاں کچھ نہیں رہا ہے تو کوئی نادیدہ بن کر کیوں رہے گا۔ البتہ دو مسلح گارڈز ہیں۔ وہ تہ خانے کے زینے کے اوپر چور دروازے کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ وہی اندر سے اس چور دروازے کو کھولتے اور بند کرتے ہیں۔"

پورس نے کہا "ذرا سوچو، وہاں کچھ نہیں رہا ہے تو مسلح گارڈز ڈیوٹی پر کیوں ہیں؟ ہوسکتا ہے، انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بتایا گیا ہوگا کہ کوئی آنے والا ہے۔ وہاں کچھ اور ہونے والا ہے۔ تم ابھی وہاں رہو۔"

"کیا تم اس گاڑی میں جارہے ہو؟"

"ہاں، وہ چاروں اس گاڑی میں نہیں ہیں۔ ان میں سے تین معمولی ماتحت تھے۔ وہ چوتھے شخص کو اپنی اپنی نادیدہ گولیاں دے کر چلے گئے ہیں۔ اب وہ چوتھا شخص گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا تنہا سامان لے جارہا ہے۔"

وہ جو بھی سامان لے جارہا تھا اس سے مجھے دلچسپی نہیں تھی۔ میں اصل ضرورت کا سامان اپنے آلۂ کار کے ذریعے حاصل کرچکا تھا۔ اب میرا دوسرا آلۂ کار حویلی میں تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا حویلی میں کچھ نظر آرہا ہے؟ کسی کی موجودگی محسوس کررہے ہو؟"

آلۂ کار نے کہا "میں نے آدھا گھنٹا پہلے چار افراد کو ایک چور دروازے سے نکلتے دیکھا تھا۔ وہ بہت سا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر وہ چور دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔ وہ چاروں جانے والے حویلی کے باہر پچھلے حصے سے نکلتے وقت نادیدہ ہوگئے۔ اس حویلی کے پچھلے احاطے کے باہر ایک سڑک پر وین کھڑی ہوئی تھی۔ وہ چاروں وہاں پھر نمودار ہوئے۔ تمام سامان کو وین کے پچھلے حصے میں رکھا۔ ان میں سے تین نے اپنے اپنے منہ سے ایک ایک گولی نکال کر چوتھے شخص کو دی۔ وہ ان گولیوں کو جیب میں رکھ کر اس وین کو ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ تینوں نمودار ہونے والے بھی ایک طرف چلے گئے۔ میں پھر حویلی کے اندر آگیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم وہیں رہو۔ میں پھر تم سے رابطہ کروں گا۔"

میں سوچنے لگا، پورس کو وہاں آنا چاہیے تھا۔ وہ کیوں نہیں آیا؟ میں اس بات سے بے خبر تھا کہ پورس اس وین میں جگن ناتھ شرما کے ساتھ گیا ہے اور نتاشا تہ خانے میں موجود ہے۔ میں خود اس حویلی میں جانا چاہتا تھا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہاں کچھ ہونے والا ہے۔ گرودیو ایسی پُراسرار حویلی کو نہیں چھوڑے گا۔ اپنا تمام ضروری سامان وہاں سے منتقل کرنے کے بعد فراڈ ڈاکٹر اناپورنا اور اس کے گینگ والوں کا وہاں منتظر رہے گا۔

میں اس حویلی سے دس کلومیٹر دور تھا تاکہ وہ تمام دشمن ایک دوسرے سے ٹکرانے کے دوران میں نادیدہ گولی کو ناکارہ بنانے کی دوا اسپرے کریں تو میں اس دوا کے اثر سے محفوظ رہوں اور اپنے آلۂ کار کے ذریعے وہاں آنے والے دشمنوں کو پہچان سکوں۔

یہ تو سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ پورس ادھر ضرور آئے گا۔ میری طرح کئی کلومیٹر دور رہ کر اپنے آلۂ کار کو اس حویلی کے اندر نادیدہ بنا کر ضرور بھیجے گا۔ مجھے وہاں پورس کی آمد سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو یہ دیکھنا یا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ گرودیو کون ہے؟ اور اس حویلی کو اپنا مستقل اڈا بنائے رکھنے کے لیے کیا کرنے والا ہے؟

جگن ناتھ شرما اس وین کو ڈرائیو کرتا ہوا تقریباً دو گھنٹے بعد شیو مندر کے پاس پہنچا۔ پھر وہاں سے بائیں طرف والی سڑک پر مڑ کر جانے لگا۔ گرودیو اس کے دماغ میں پھر آگیا تھا اور اس کی رہنمائی کررہا تھا۔ اس طرح وہ بھرت پور نامی ایک ٹاؤن میں پہنچ گیا۔ اس چھوٹے سے شہر میں ایک بڑے سے گیراج کے دروازے کے سامنے وین رک گئی۔ گیراج کا شٹر اوپر اٹھ گیا۔ وین اندر گئی تو شٹر بھی نیچے آکر لاک ہوگیا۔

وہ وین لوہے کے ایک چھوٹے سے پلیٹ فارم پر آکر کھڑی ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ پلیٹ فارم ایک لفٹ کی طرح نیچے جانے لگا۔ نیچے ایک تہ خانہ تھا۔ وہاں فرش پر لفٹ رک گئی۔ شرما وین کو ڈرائیو کرتا ہوا لفٹ سے چند فٹ کے فاصلے پر لے گیا۔ پھر وہ لفٹ اوپر جاکر گیراج کے فرش کے برابر تھم گئی۔ کوئی اسے دیکھ کر یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس گیراج میں کوئی لفٹ بھی ہے۔

جگن ناتھ شرما وین سے باہر آکر ایک دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ وہاں سے ایک ادھیڑ عمر کا شخص باہر آیا۔ اس کے چہرے پر داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ سر کے بال شانے تک بڑھے ہوئے تھے۔ وہ ایک دھوتی اور کرتہ پہنے ہوئے تھا۔ اس عمر میں بھی صحت مند، نکھرا جوان لگتا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سائلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔

اس نے کہا "شرما! تم پہلی بار اپنے گرودیو کو دیکھ رہے ہو۔ آج کے بعد پھر کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔ یہ دو کارٹن نادیدہ بنانے والی گولیاں، فلائنگ کیپسولوں اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دواؤں کے لیے تمہاری لاعلمی میں کوئی آیا اور وہ تمام دوائیں لے گیا۔"

"جی گرودیو! ایسا میری لاعلمی میں ہوا ہے۔ کسی دشمن نے چالاکی دکھائی ہے۔"

گرودیو نے کہا "میں یہی سمجھنا چاہتا ہوں کہ اس چالاک دشمن نے صرف ان دو کارٹن کی دوائیں کیوں چرائیں، جسے تم پارس کے خفیہ اڈے سے چرا کر لائے تھے جبکہ تہ خانے میں اور بھی بے شمار کارٹن دواؤں سے بھرے ہوئے تھے۔ دشمن انہیں کیوں نہیں لے گیا؟"

"اسے موقع نہیں ملا ہوگا۔ یہ اچھا ہوا کہ باقی تمام دوائیں ہم یہاں لے آئے ہیں۔ یہ ایسی خفیہ جگہ ہے کہ یہاں کوئی دشمن نہیں پہنچ سکے گا۔"

"دشمن یہاں بھی پہنچ سکے گا۔ وہ تمہیں حویلی میں دیکھ چکا ہے۔ کسی چالبازی سے تمہارے دماغ کو کمزور بنا کر اس خفیہ اڈے کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلے گا۔"

"گرودیو! جب تک آپ کا سایہ میرے سر پر ہے، میں دشمن سے محفوظ رہوں گا۔"

"میں چوبیس گھنٹے تمہارے سر پر سایہ بن کر نہیں رہ سکتا۔ میری غیر موجودگی میں صرف دوائیں نہیں، اہم دستاویزات بھی چرالی گئی ہیں۔ آئندہ بھی میری غیر موجودگی میں دشمن تمہارے ذریعے فائدے اٹھا سکتا ہے اس لیے تمہیں اب زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

گرودیو نے یہ کہہ کر ریوالور سے اس کا نشانہ لیا۔ وہ سہم کر بولا "نہیں۔ میں آپ کا وفادار رہوں اور آئندہ بھی۔"

اس کی بات پوری نہ ہوسکی۔ بہت دھیمی آواز میں گولی چلی اور اس کے سینے کے پار ہوگئی۔ وہ وہیں فرش پر گر کر تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس دوران میں پورس ایک سائے کی طرح اس گرودیو کے اندر سما گیا تھا۔

گرودیو نے وین کا دروازہ کھول کر ایک کارٹن سے نادیدہ بنانے والی گولیوں اور کیپسولوں کو ناکارہ بنانے والی دوا کے دو کین نکالے دوسرے کارٹن سے ٹیلی پیتھی کو عارضی طور پر ختم کرنے والی دوا کا ایک کین نکالا۔ پھر اس وین کے دروازے کو بند کرکے وہاں سے چلتا ہوا اس دروازے کے پاس آیا جہاں سے شرما کے سامنے آیا تھا۔ اس نے اسی دروازے سے گزر کر اسے اندر سے بند کردیا۔ مطمئن ہوگیا کہ اب کسی دشمن کو اس خفیہ اڈے کا پتا نہیں چلے گا۔

وہ مہا گرودیو کہلانے والا اپنے اندر پورس کی موجودگی سے بے خبر تھا۔

نتاشا بور ہورہی تھی۔ تقریباً تین گھنٹے اس تہ خانے میں

گزرنے والے تھے۔ وہ پورس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس خالی تہ خانے میں جب کچھ نہیں ہے تو وہ اور کتنی دیر وہاں رہے گی؟

اسی وقت ہلکی سی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ وہ خالی الماری آہستہ آہستہ گھوم رہی تھی۔ وہ اس حد تک گھوم گئی کہ الماری کا دروازہ دیوار کی طرف جاکر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اب اس الماری کا پچھلا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس پچھلے حصے میں بھی الماری کے کھلنے والے پٹ تھے۔

نتاشا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اس الماری کے دونوں پٹ کھل گئے اور اس کے اندر سے ایک اَدھیڑ عمر کا شخص باہر آیا۔ وہ بالکل گرودیو تھا۔ اس کا بھی وہی حلیہ تھا۔ اس کے چہرے پر داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ سر کے بال شانے تک بڑھے ہوئے تھے۔ وہ ایک دھوتی اور کرتہ پہنے ہوا تھا۔ اس عمر میں بھی صحت مند جوان لگتا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر تھا۔

اس نے الماری سے باہر آکر چاروں طرف گھوم کر اس خالی تہ خانے کو دیکھا پھر ایک گارڈ کو آواز دی۔ چور دروازے کے پاس کھڑے ہوئے دو گارڈز میں سے ایک دوڑتا ہوا آیا پھر اس نے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کہا۔ "گرودیو کی جے ہو۔"

گرودیو نے پوچھا "یہاں سے آخری سامان جانے کے بعد کوئی آیا تھا؟"

"کوئی نہیں آیا تھا۔"

"کیا تم یقین سے کہہ رہے ہو کہ آخری بار جگن ناتھ شرما کے جانے کے بعد وہ چور دروازہ پھر نہیں کھلا تھا؟"

"میں یقین سے کہہ رہا ہوں۔ ہم نے پھر اس دروازے کو اب تک نہیں کھولا ہے۔"

"یہاں کوئی نادیدہ شخص آسکتا ہے۔"

"گرودیو! کوئی نادیدہ شخص اس خالی تہ خانے میں آکر کیا کرے گا۔ آخری سامان جانے کے بعد تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اگر کوئی آتا تو بیزار ہوکر ہمیں دھوکا دے کر چور دروازہ کھول کر باہر چلا جاتا۔"

گرودیو نے قائل ہوکر کہا "ٹھیک ہے' ڈیوٹی کی جگہ جاؤ۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں پورس نے نتاشا کو مخاطب کرکے پوچھا "کوئی نئی خبر ہے؟"

وہ بولی "یہاں حویلی کے مجرموں کا سرغنہ ایک گرودیو آیا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ ان کا سرغنہ جو گرودیو کہلاتا ہے' وہ میرے ساتھ ہے۔ میں سایہ بن کر اس کے اندر سما گیا ہوں۔"

"یہاں چور دروازے کے پاس جو مسلح گارڈ ہے' وہ اس کے سامنے جھک کر اسے گرودیو کہہ رہا تھا۔"

وہ اس گرودیو کا حلیہ بتانے لگی۔ پورس نے حیرانی سے کہا "میں جس گرودیو کی بات کررہا ہوں' اس کا حلیہ بھی یہی ہے۔"

"تم جس گرودیو کی بات کررہے ہو' وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"یہ ایک کار میں سفر کررہا ہے اور میں اس کے اندر ہوں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک ہی گرودیو کار چلا رہا ہو اور وہ تہ خانے میں بھی موجود ہو۔ معلوم ہوتا ہے' دو ہم شکل اور ایک ہی حلیہ رکھنے والے دو گرودیو ہوں۔"

وہ بولی "پورس! اس گرودیو نے ریموٹ کنٹرولر کا رخ ایک دیوار کی طرف کرکے ایک بٹن دبایا ہے۔ دیوار کے اس حصے سے ایک الماری برآمد ہورہی ہے۔"

"میرا اندازہ تھا کہ وہ حویلی بہت اہم ہے۔ وہاں مجرموں نے بہت کچھ چھپا کر رکھا ہے اسی لیے تمہیں وہاں رہنے کو کہا تھا۔ ذرا دیکھو' اس الماری میں کیا ہے؟"

وہ تھوڑی دیر بعد بولی "بہت سی فائلیں' ڈیو کیسٹس اور مائکرو فلمیں رکھی ہوئی ہیں۔ ہر فائل پر "ٹاپ سیکرٹ" لکھا ہوا ہے اور کئی بڑے ملکوں کے نام دکھائی دے رہے ہیں۔"

"نتاشا! ہماری محنت رنگ لارہی ہے۔ میں ایک گرودیو کے اندر سمایا ہوا ہوں۔ دوسرا گرودیو تمہارے سامنے ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ نادیدہ بن جائے' فوراً اس کے پیچھے نمودار ہوکر اسے گولی ماردو۔ اس کے بعد مسلح گارڈز سے نمٹ لینا۔"

اس نے پورس کی ہدایات پر عمل کیا۔ اس گرودیو کے پیچھے نمودار ہوتے ہی اس کی کھوپڑی کا نشانہ لے کر گولی چلادی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر فرش پر گرا پھر کبھی نہ اٹھ سکا۔

وہ فوراً ہی نادیدہ ہوگئی۔ دونوں گارڈز گولی چلنے کی آواز پر سیڑھی سے اترتے ہوئے آئے۔ نتاشا نے نمودار ہوکر ایک کو گولی ماردی اور پھر نادیدہ ہوگئی۔ دوسرا پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ پیچھے پلٹ کر دیکھتا' تیسری گولی نے اس کا کام بھی تمام کردیا۔

پورس اس کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا "شاباش! اس الماری کی ایک ایک چیز اہم ہے۔ ان سب کو کسی بیگ میں رکھ کر وہاں سے نکل آؤ۔ ہم بعد میں ملیں گے۔"

نتاشا نے اِدھر اُدھر بیگ تلاش کیا۔ اسے کوئی بیگ نہیں مل رہا تھا۔ اس نے ہندوستانی عورت نظر آنے کے لیے ساڑی پہنی ہوئی تھی۔ وہ ساڑی اتار کر اسے فرش پر دہری کرکے بچھا کر الماری کی تمام فائلیں' وڈیو کیسٹس اور مائکرو فلمیں رکھنے لگی۔

تہ خانے کے باہر حویلی میں میرا آلۂ کار بیٹھا ہوا تھا اور میں اس سے باتیں کررہا تھا۔ ایسے وقت ہم نے تین بار گولیاں چلنے کی آوازیں سنیں۔ میں نے آلۂ کار سے کہا "چور دروازے کی طرف جاؤ۔ آوازیں تہ خانے سے آئی ہیں۔"

وہ دوڑتا ہوا ادھر گیا۔ میں نے کہا "یہ نہ بھولنا کہ کوئی نادیدہ بھی ہوگا تو اس کے پاس ہتھیار ضرور ہوگا۔ تمہارے ظاہر ہوتے ہی تمہیں بھی گولی ماردے گا۔ اپنا ریوالور ہاتھ میں رکھو۔ اپنے طور پر کچھ نہ کرنا۔ جو کرنا ہوگا' وہ میں کروں گا۔"

میں اسے سمجھانے کے دوران میں فلائنگ کیپسول کے ذریعے صرف پانچ منٹ میں حویلی کے اندر آگیا۔ تہ خانے میں نتاشا الماری کا تمام سامان ساڑی میں رکھ کر اسے گٹھڑی کی طرح باندھ رہی تھی۔ سامان اتنا زیادہ تھا کہ ساڑی چھوٹی پڑ رہی تھی۔ پھر بھی اس نے فائلوں کو ٹھونس ٹھونس کر ایک گٹھڑی بنالی پھر اسے اپنے سر پر رکھ کر نادیدہ ہوگئی۔ تیزی سے زینہ چڑھتی ہوئی چور دروازے کے پاس آئی۔ دیوار پر دو بٹن تھے۔ ایک کے ذریعے اس دروازے کو کھولا جاتا تھا۔ دوسرے کے ذریعے اسے بند کیا جاتا تھا۔

اسے بٹن دبانے کے لیے پھر نمودار ہونا پڑا۔ وہ بٹن دباتے ہی پھر نادیدہ ہوگئی۔ سلائڈنگ دیوار دروازے کی طرح ایک طرف سرکتی ہوئی کھل رہی تھی۔ وہ گٹھڑی سر پر رکھے ہوئے تھی۔ نہ وہ ہمیں نظر آرہی تھی اور نہ ہی ہم اسے دکھائی دے رہے تھے۔ ایسے وقت اس سے ایک غلطی ہوگئی۔ چور دروازے کے پوری طرح کھلنے کا انتظار نہیں کیا۔ وہاں سے باہر آتے وقت تنگ دروازے کے پاس ٹھوکر کھائی تو گٹھڑی سر سے گر کر ہمارے سامنے آگری۔ چونکہ وہ اس کے وجود سے الگ ہوگئی تھی اس لیے اس کی طرح نادیدہ نہیں رہی' ظاہر ہوگئی۔

وہ گٹھڑی فرش پر گرتے ہی کھل گئی۔ تمام فائلیں' وڈیو کیسٹس اور مائکرو فلمیں بکھر گئیں۔ میں اپنے آلۂ کار کے دماغ پر حاوی ہوگیا کہ وہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھے۔ ادھر نتاشا نے پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دور تک دیکھا۔ اسے کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ گٹھڑی کا تمام سامان اٹھانے کے لیے نمودار ہونا لازمی تھا۔

اس نے سوچا "میں نے تین فائر... کئے تھے۔ یہاں کوئی ہوتا تو ضرور اس چور دروازے کی طرف آتا۔ وہ دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا یا دروازہ کھلنے کا انتظار ضرور کرتا۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

پورس اس کے اندر رہ کر اس کی پریشانی کو سمجھ رہا تھا۔ اس کی مدد کے لیے فوراً فلائنگ کیپسول کے ذریعے وہاں پہنچ سکتا تھا مگر ایک گرودیو کو ہلاک کرنے کے بعد وہ دوسرے گرودیو کے ذریعے اس کی اصلیت اور اس کے پورے گینگ کو دیکھنا چاہتا تھا اس لیے اس کے اندر سمایا ہوا تھا۔ اگر وہاں سے جاتا تو شاید وہ گرودیو پھر کبھی ہاتھ نہ آتا۔

اس نے نتاشا سے کہا "ہم دس منٹ سے دیکھ رہے ہیں۔ اس گٹھڑی کا سامان اسی طرح فرش پر بکھرا ہوا ہے۔ اگر کوئی وہاں ہوتا تو ضرور ان اہم دستاویزات کو دیکھ کر انہیں اٹھاتا۔ وہاں کوئی اٹھانے والا نہیں ہے۔ فوراً نمودار ہوکر دوبارہ گٹھڑی کو باندھو اور نادیدہ ہوکر وہاں سے گٹھڑی لے کر نکل جاؤ مگر ایک ہاتھ میں ریوالور ضرور رکھو۔"

پورس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو میری چال سے دھوکا کھا جاتا۔ نتاشا نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ ایک ہاتھ میں ریوالور لے کر نمودار ہوئی۔ اِدھر اُدھر دور تک پھر ایک بار دیکھا۔ اسے دیکھنے والا کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ بکھرے ہوئے سامان کو سمیٹنے لگی۔ ایسے ہی وقت میں نے اپنے آلۂ کار کو نمودار ہوکر گولی چلانے پر مائل کیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ظاہر ہوتے ہی اس کے ریوالور والے ہاتھ پر گولی ماری۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر نمودار ہوکر اس کی گردن پر کراٹے کا ہاتھ مارا۔ اس کی داڑھ میں دبی ہوئی گولی باہر آگئی۔

میں نے وہ گولی فرش پر سے اٹھالی۔ اس کی گردن دبوچ کر اس کے بلاؤز کے اندر سے ایک ڈبیا نکالی جس میں نادیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپسول تھے۔ اس کے اندر پورس چیخ رہا تھا "نتاشا' حوصلہ کرو۔ ان سے بات کرو۔ شاید میں ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں جاسکوں۔"

لیکن اس کا ہاتھ زخمی تھا اور گردن اس طرح دبوچ لی گئی تھی کہ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میرے لئے اس کے دماغ کا دروازہ کھل چکا تھا۔

اب انتظار تھا' ہوسکتا تھا کہ پورس اس کی مدد کے لئے آئے۔ اس لئے میں پھر نادیدہ ہوگیا۔ آئندہ کسی بھی لمحے کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

○☆○

جو غلط ہوتے ہیں' وہ زندگی کے تمام معاملات میں غلط ہوتے ہیں۔ اپنی غلطیوں کو چھپانے اور اپنے تحفظ کی خاطر رشتے داروں اور اپنے ماں باپ کی زندگیوں کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ کسی کے نہیں ہوتے' وہ صرف اپنے مفادات کی خاطر جیتے ہیں اور مرتے ہیں۔ کسی نے ان پر کوئی احسان کیا ہو تو اس احسان کو بھی بھول کر اسے بے موت مرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

لیکن پورس ایسا نہیں تھا۔ نتاشا نے ایک بار اس پر احسان کیا تھا۔ بارہ گھنٹے تک اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پارس کو یہ موقع نہیں دیا تھا کہ وہ پورس کو نقصان پہنچا سکے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو پارس اب تک پورس کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہوتا یا اس کی زندگی تمام کر دیتا۔

پورس میں کچھ خوبیاں تھیں۔ کچھ خرابیاں تھیں۔ وہ احسان فراموش نہیں تھا۔ اس نے نتاشا کو بہن بنا لیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ آئندہ اس کے بھی برے وقت میں کام آتا رہے گا۔

اور اب نتاشا پر برا وقت آگیا تھا۔ میں نے اس کی ایک کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا تھا۔ وہ گرودیو کی جمع کی ہوئی اہم فائلیں' وڈیو کیسٹس چرا کر لے جارہی تھی۔ ان تمام اہم چیزوں کا تعلق بڑے ممالک کے اہم رازوں سے تھا۔ گرودیو ان کے ذریعے بڑے ممالک کو بلیک میل کرتا ہوگا۔ اب نتاشا اور پورس ان سے فائدے اٹھا سکتے تھے۔

وہ ان تمام چیزوں کو ایک گٹھڑی میں رکھ کر لے جارہی تھی لیکن چور دروازے سے باہر آتے وقت ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہ خود تو نادیدہ رہی لیکن گٹھڑی اس کے وجود سے الگ ہو کر گری تو میں نے دیکھا وہ کھل گئی تھی اور اس کا تمام سامان بکھر گیا تھا۔

جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ان چیزوں کو سمیٹ کر پھر ایک گٹھڑی بنانے کے لیے اسے نمودار ہونا پڑا۔ میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے گولی چلا کر اُس کے ہاتھ کو زخمی کر کے اس کا ریوالور گرا دیا۔ ایک کراٹے کا ہاتھ مار کر اس کی داڑھ میں دبی ہوئی گولی بھی منہ سے نکال دی تھی اور نادیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کی ڈبیا بھی اس سے چھین لی تھی۔

اس طرح وہ نمودار رہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ چونکہ نیلماں کی آتما سے چھپنے کے لیے سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے بہروپ میں رہتے تھے اس لیے وہ مجھے نہ پہچان سکی اور میں بھی اسے کبھی نہ پہچانتا لیکن اس کے اندر پورس تھا۔ اسے حوصلہ دے رہا تھا۔ ان کی گفتگو سے میں سمجھ گیا کہ وہ نتاشا ہے۔ زخمی ہونے کے باعث وہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر آنے سے روک نہیں سکتی تھی۔

اب پورس کی آزمائش تھی کہ وہ نتاشا کے برے وقت میں کیسے اسے بچائے گا۔ اس پر لازم تھا کہ وہ اس کی مدد کے لیے فوراً وہاں پہنچے۔ میں نادیدہ ہو گیا تھا تاکہ وہ آئے تو مجھے نہ دیکھے۔ میرا آلۂ کار وہ تمام سامان سمیٹ کر اسے ایک گٹھڑی میں باندھ رہا تھا۔

پورس وہاں آسکتا تھا لیکن ایک مسئلہ تھا۔ وہ ہم شکل گرودیو میں سے نتاشا ایک گرودیو کو ہلاک کر چکی تھی۔ پورس نادیدہ بن کر ایک سائے کی طرح دوسرے گرودیو کے جسم میں سمایا ہوا تھا اور وہ گرودیو کار میں کہیں جارہا تھا۔

ایسے میں پورس اس کے اندر سے نکل کر نتاشا کی مدد کے لیے حویلی کے اندر آتا تو وہ گرودیو ہاتھ سے نکل جاتا پھر یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ اور وہ کہاں رہتا ہے؟

پہلے تو اس نے کہا "نتاشا! حوصلہ کرو۔ ان سے بات کرو۔ شاید میں ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں جا سکوں۔"

لیکن وہ بڑی تکلیف میں تھی۔ ایک تو اس کا ہاتھ زخمی تھا پھر میرے آلۂ کار نے اس کی گردن ایسے دبوچ لی تھی کہ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ ایسا کرنے کے نتیجے میں پورس وہاں آنے پر مجبور ہو جائے۔

ایسے حالات میں کوئی کیا کر سکتا ہے؟ دماغ کام نہیں کرتا کہ کسی اپنے کی حفاظت کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے لیکن پورس ذہین اور حاضر دماغ تھا۔ اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حکم دیا "فوراً نتاشا کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے دماغ پر اتنی مضبوطی سے قبضہ جماؤ کہ دشمن اسے ذہنی تکلیف میں مبتلا نہ کرسکیں۔"

ان دونوں ماتحتوں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر حکم کی تعمیل کی۔ میں نتاشا کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ اچانک پڑھنے کا یہ سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ان ماتحتوں نے بڑی پختگی سے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ ویسے میں اتنی دیر میں نتاشا اور نتالیہ کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔

میں نے اس کے اندر کہا "میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ یہ نتاشا ہے اور تم پورس ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نتاشا کے چور خیالات پڑھنے کے بعد غلط کیسے کہہ سکتے ہو۔ ویسے اب نہ اس کے خیالات پڑھ سکو گے اور نہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرسکو گے۔"

میں نے کہا "میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ اب ہے۔ تمہاری یہ خوبی مجھے پسند آئی کہ نتاشا کے احسان کا بدلہ چکا رہے ہو۔ تم نے اس کے دماغ کو محفوظ کرلیا ہے لیکن جسم ہمارے سامنے ہے۔ اسے جسمانی نقصان سے یا مرنے سے کیسے بچاؤ گے؟"

"ہاں۔ یہ ایک مسئلہ ہے۔ اسے زندہ رکھنے کے لیے مجھ سے کوئی سمجھوتا کرلو۔ ویسے تم آواز بدل کر بول رہے ہو لیکن میں سمجھ رہا ہوں کہ تم پارس ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم اپنے ہندو عقیدے کے مطابق سات بار جنم لے کر بھی مجھے نہیں پہچان سکو گے۔"

"پارس! تم باتیں بنا کر مجھے بے وقوف نہیں بنا سکو گے۔"

"اگر میں پارس ہوتا تو ڈنکے کی چوٹ پر کہتا کہ نتاشا نے تمہیں بچانے کے لیے جو کیا' وہی میں نتاشا کے ساتھ کر رہا ہوں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ گرودیو کے ایک تابعدار شریا نے پارس کے خفیہ اڈے سے دوائیں چرائی تھیں۔ آج وہی دوائیں میں اس کے تہ خانے سے چرا کر لے گیا ہوں پھر اس گٹھڑی میں جو مال مسالا ہے ان کے ذریعے جب میں بڑے ممالک کو بلیک میل کروں گا تو تمہیں یقین آجائے گا کہ میں کوئی اور ہوں۔"

"اپنی اصلیت چھپانے کی وجہ کیا ہے؟"

"ویسے تو کئی وجوہات ہیں۔ فی الحال ایک وجہ ہے کہ میں تمہارے لیے ایک معما بن کر رہوں گا۔ کبھی مجھ جیسے معمے کو حل کرسکو تو کرلینا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ روپوش اور پُراسرار بن کر رہنے سے اپنی کچھ کمزوریاں مخالفین کی نظروں میں نہیں آتیں۔"

نتاشا نے کہا "پورس! یہ باتیں چھوڑو۔ مجھے یہاں سے نکالنے کی کوشش کرو۔"

میں نے کہا "پارس اور پورس تقریباً ہم مزاج ہیں اور ایک جیسا طریقۂ کار اختیار کرتے ہیں۔ پارس کی بھی یہی عادت ہے' وہ بہت زیادہ بولتا ہے اور بولتے بولتے اپنے مخالف کی کسی کمزوری تک پہنچ جاتا ہے۔ ابھی تم بھی یہی کر رہے ہو لیکن تمہیں مایوسی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں کام کی بات کر رہا ہوں۔ نتاشا کو نقصان پہنچا کر تم کچھ حاصل نہیں کرسکو گے۔ میں چاہتا ہوں کوئی سمجھوتا کرلو۔"

میں اس کے جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ بولا "پلیز ایک منٹ انتظار کرو۔ میں جہاں ہوں' وہاں ایک پرابلم پیدا ہو گئی ہے۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔"

اصل بات یہ تھی کہ وہ گرودیو کے اندر سما کر کار میں سفر کر رہا تھا۔ اب وہ کار ایک خوب صورت کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئی تھی۔ پورچ میں آکر رک گئی تھی۔ گرودیو کار سے نکل کر کوٹھی کے اندر جارہا تھا اور پورس آئندہ وہاں پہنچنے کے لیے اس کوٹھی کو پہچان رہا تھا۔

وہ کوٹھی کو پہچان کر پھر کبھی وہاں پہنچ سکتا تھا لیکن یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کس شہر میں ہے؟ اور گرودیو ابھی کوٹھی کے اندر پہنچ کر کیا کر رہا ہے؟

بہت کچھ معلوم کرنے کے لیے بہت وقت لگ جاتا۔ اس نے وہاں ایک ملازم کی آواز سنی۔ اپنے ایک ماتحت کو اپنے دماغ میں بلا کر کہا "میں تمہیں گرودیو کے ایک ملازم کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس ملازم کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو کہ وہ گرودیو اور وہ کوٹھی کس شہر میں ہے اور اس ملازم کے ذریعے گرودیو پر نظر رکھو۔ جب اس شہر اور کوٹھی کا پتا چل جائے تو فوراً نادیدہ بن کر آؤ اور گرودیو کے اندر سما جاؤ۔"

پورس احتیاطی تدبیر پر عمل کر رہا تھا۔ اسی وقت میں نے اپنے آلۂ کار سے کہا کہ وہ گٹھڑی لے کر میری موجودہ رہائش گاہ میں جائے اور اسے وہاں رکھ کر واپس آجائے۔

وہ چلا گیا۔ نتاشا اب تک فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جو گولی اس پر چلائی گئی تھی وہ اس کے ہاتھ کی جلد کو رگڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ معمولی سا زخم تھا۔ میں نے کہا "اٹھو اور دیکھو۔ اس حویلی میں کہیں فرسٹ ایڈ کا سامان ہوگا۔ تم اپنے زخم کی مرہم پٹی کر سکو گی۔"

وہ اٹھ کر حویلی کے مختلف کمروں میں جا کر ابتدائی طبی امداد کا باکس ڈھونڈنے لگی۔ اسی وقت پورس فلائنگ کیپسول کے ذریعے حویلی کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں جانے سے پہلے اس نے اپنے ماتحت کو گرودیو کے ملازم کے اندر پہنچا دیا تھا پھر وہ ماتحت ملازم کے خیالات پڑھ کر کچھ اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد گرودیو کے جسم میں سما گیا تھا۔ تب پورس وہاں سے نکل کر حویلی میں پہنچا تھا۔

اس نے خاموش رہ کر نتاشا کے خیالات سے معلوم کیا کہ وہ میرے مشورے پر اس حویلی میں فرسٹ ایڈ باکس تلاش کر رہی ہے۔ میں نے کہا "نتاشا! تمہارا بھائی بننے والا پورس چالا کی دکھا رہا ہے۔ مجھے یہ سمجھا رہا ہے کہ کسی پرابلم کی وجہ سے وہ اپنی جگہ حاضر ہونے گیا ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں اس نے تھوڑی سی مہلت لی ہے اور یہاں پہنچ گیا ہے۔"

نتاشا نے پوچھا "پورس! کیا تم میرے پاس ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا "اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میرے اور ماتحت کے پاس ریوالور ہیں۔ اس کا ثبوت نتاشا کا زخمی ہاتھ ہے۔ اگر وہ ذرا بھی چالا کی دکھائے گا تو ہم نتاشا کو

گولی ماردیں گے۔ اسے زخمی نہیں کریں گے' ہلاک کردیں گے۔"

اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہت ذہین اور چالاک تھا۔ میری باتیں سن کر آواز سے سمجھ گیا کہ میں نتاشا کے پیچھے ہوں۔ وہ ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جارہی تھی۔ جیسے ہی وہ دروازے سے داخل ہوئی' پورس نے اچانک نمودار ہو کر دروازے کو بند کرکے چٹخنی لگادی پھرپلٹ کر نتاشا کے منہ میں ایک گولی ڈال دی۔ اس کے بعد دوڑتے ہوئے کمرے کا دوسرا دروازہ کھولتے ہی دونوں نادیدہ بن گئے۔

اسی وقت میں نتاشا کے دماغ میں پہنچا تھا لیکن پورس کے دو ماتحت اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ جمائے ہوئے تھے کہ میں نتاشا کو گولی نگلنے سے نہ روک سکا۔ یوں اسے نادیدہ بننے کا موقع مل گیا۔

"پورس! تم مخالف ہی سہی مگر تم نے کمال کی چالاکی دکھائی ہے۔ مجھ جیسے تجربے کار سے میرا شکار چھین لیا۔ آفرین ہے تم پر۔ میں دل سے تمہاری ذہانت اور چالاکی کی داد دیتا ہوں۔ شاباش...."

وہ بولا "میری زندگی میں تم پہلے دشمن ہو' جو اپنی شکست پر جھنجلانے کے بجائے میری تعریف کررہے ہو۔"

"تم واقعی قابلِ تعریف ہو۔ رہی شکست کی بات تو کوئی بات نہیں۔ کسی بھی بازی میں ہار جیت تو ہوتی ہی ہے پھر کبھی تمہاری ہار بھی ہوسکتی ہے۔"

وہ حویلی سے باہر چلے گئے تھے۔ بہت دور جاکر دونوں نمودار ہوئے' ایک ایک فلائنگ کیپسول منہ میں رکھا پھر نادیدہ ہوکر وہاں سے دور کہیں چلے گئے۔

میں ہوں فرہاد علی تیمور' کل کے بچے سے شکست کھا گیا۔ یہ سبق حاصل کرنے کا مقام ہے۔ کوئی انسان ابدی ذہانت' ابدی طاقت اور ابدی فتح حاصل کرنے کے لیے دنیا میں نہیں آتا۔ ابدی قوت صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

○☆○

گرودیو ابھی اپنی چند ناکامیوں سے بے خبر تھا۔ مثلاً یہ نہیں جانتا تھا کہ جس نئے اڈے میں اس نے تمام کارٹن چھپا کر رکھے ہیں' ان میں نقلی دوائیں ہیں اور اس نئے خفیہ اڈے میں وہ نادیدہ پورس کو اپنے ساتھ لے آیا تھا اور پورس اس کی ایک کوٹھی تک پہنچ چکا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس کا ایک ہم شکل بھائی تہ خانے میں مارا گیا تھا اور وہاں بڑے ممالک سے تعلق رکھنے والی جتنی اہم دستاویزات تھیں انہیں چرالیا گیا ہے۔

کئی شہروں میں اس کی کوٹھیاں تھیں۔ ایک کوٹھی میں پورس پہنچ چکا تھا پھر پورس اپنے ایک ماتحت کو نادیدہ بنا کر گرودیو کے اندر پہنچا کر نتاشا کی مدد کے لیے چلا گیا تھا۔ گرودیو نے اس کوٹھی میں آنے کے بعد ملازم کو بلا کر کھانا لانے کے لیے کہا پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر موجودہ حالات پر غور کرنے لگا کہ اس نے اب تک کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟

اس نے جو کھویا تھا' اس کا پوری طرح اسے علم نہیں تھا اور جو حاصل کررہا تھا' اس سے مطمئن اور خوش تھا۔ خوش اس لیے تھا کہ اس کے تابعدار جگن ناتھ شرما نے پہلے پارس کے خفیہ اڈے سے دوائیں چرائی تھیں۔ پھر پورس کی تمام تیار کردہ دوائیں بڑی کامیابی سے چرا لایا تھا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں پارس اور پورس کی ذہانت اور مکاریاں مشہور تھیں۔ ان کی جیب سے ایک سکہ نکال لانا بھی ناممکن سمجھا جاتا تھا جبکہ گرودیو ان کے خفیہ اڈوں سے مال چرا لایا تھا۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی۔ یہ بھرپور طریقے سے جشن منانے والی کامیابیاں تھیں۔

ملازم نے آکر کہا "مالک! میز پر کھانا لگادیا ہے۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل پر آیا پھر اس نے کھانے کے دوران میں شرما کی بیٹی لاج ونتی سے دماغی رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو کیسی ہو؟"

"میں تو ٹھیک ہوں لیکن ڈیڈی سے میرا رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو ان کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ کسی کے بھی دماغ میں اس وقت جگہ نہیں ملتی ہے جب وہ مرجاتا ہے۔ میں ان کی زندگی کے لیے بھگوان سے پرارتھنا کررہی ہوں۔"

وہ کھانے کے دوران میں مرغ کی ران سے گوشت نوچ کر چباتے ہوئے بولا "اب پرارتھنا نہ کرنا۔ بھگوان کچھ نہیں کرسکے گا۔ تمہارا باپ مرچکا ہے۔"

وہ ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ گرودیو کی بات غلط نہیں ہوسکتی تھی۔ اسے باپ کی موت کا یقین آگیا۔ وہ بولا "میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا ہے کہ تمہارے باپ کی لاش تمہارے گھر پہنچادی جائے تاکہ تم ان کا انتم سنسکار کرسکو۔"

وہ روتے ہوئے بولی "ڈیڈی! اچھے صحت مند تھے پھر ان کی موت کیسے ہوگئی؟"

"میں نے اسے گولی ماردی۔"

وہ روتے روتے چونک کر خلا میں تکنے لگی۔ وہ لقمہ چباتے ہوئے بولا "تمہارے باپ نے مجھے بہت نقصان پہنچایا تھا۔ آئندہ دشمن اس کے ذریعے مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔ شرما میرے لیے خطرے کا سگنل بن گیا تھا۔ اسے ہلاک کرنا ضروری تھا۔"

وہ ایک معمولہ اور تابعدار تھی۔ اپنے گرودیو کو غصہ نہیں دکھا سکتی تھی۔ حتیٰ کہ دل میں گالیاں بھی نہیں دے سکتی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا "یہ آپ نے کیا کیا گرودیو؟ مجھے یتیم بنادیا۔ میں اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہ گئی ہوں۔"

"میری سرپرستی میں کوئی تنہا اور بے یارومددگار نہیں رہتا۔ میں تمہارا خیال رکھوں گا مگر اپنے باپ کی طرح کوئی غلطی نہ کرنا ورنہ باپ کے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

لاج ونتی رو رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگا "حویلی کے حالات معلوم کرنے چاہئیں۔ ہمارا چھوٹا (بھائی) وہاں گیا تھا۔ اس نے اب تک مجھے وہاں کے حالات نہیں بتائے ہیں۔ پتا نہیں وہاں کیا کررہا ہے؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے ہم شکل کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کا دماغ نہیں ملا۔ اسے حیرانی ہوئی تو وہ لقمہ چباتے چباتے رک گیا۔ مرغ کی ران نوچ کر کھانا چاہتا تھا۔ وہ ران اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ اس نے دوسری بار خیال خوانی کی پرواز کی۔ چھوٹے بھائی کے دماغ تک پہنچنا چاہا۔ تب یقین ہوگیا کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔

وہ بڑے مزے سے کھا رہا تھا۔ اب کھانا بھول گیا۔ وہ تہ خانے کے اندر ڈیوٹی دینے والوں کو حکم دینا چاہتا تھا کہ وہ تہ خانے کے پرائیویٹ روم میں جاکر معلوم کریں کہ ان کا گرودیو (چھوٹا بھائی) کہاں ہے؟ اور کس حالت میں ہے؟

اسے پھر شاک پہنچا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو ان دونوں گارڈز کے دماغ بھی نہیں مل رہے تھے۔ یعنی وہ بھی مرچکے تھے۔ اب اس حویلی میں کوئی ایسا آلۂ کار نہیں تھا جس کے دماغ میں جاکر وہاں کے صحیح حالات معلوم کرتا۔

وہ کھانا چھوڑ کر میز سے اٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگا "یہ کیا ہورہا ہے۔ پہلے دو کارٹن کی دوائیں کوئی لے گیا۔ میں نے صبر کرلیا لیکن کسی نے میرے بھائی کو مار ڈالا۔ میں کیسے صبر کروں؟ کون اسے قتل کرسکتا ہے؟ کون بدبخت ہمارے مقابلے پر آکر ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے؟"

وہ ایک کمرے میں آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے تین بھائی تھے جن میں سب سے چھوٹا بھائی مارا گیا۔ اب دو رہ گئے تھے۔ ایک اس سے چھوٹا اور دوسرا بڑا بھائی تھا۔ وہ تمام بھائی قدرتی طور پر ہم شکل تھے اور ان تمام کا حلیہ ایک جیسا تھا۔ ان کے نام الگ الگ نہ ہوتے تو وہ پہچانے نہ جاتے۔ انہیں ایک ساتھ کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ وہ مختلف شہروں میں رہتے تھے۔ اگر وہ چاروں ایک ساتھ دیکھے جاتے تو انہیں دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ بہرحال ان میں سے ایک مرچکا تھا۔

گرودیو نے خیال خوانی کے ذریعے دوسرے چھوٹے بھائی کو مخاطب کیا "شیوراج! میں مہاراج کے پاس جارہا ہوں۔ تم فوراً وہاں پہنچو۔ ضروری بات ہے۔"

وہ سب سے بڑے بھائی کو مہاراج کہتے تھے اور تابعدار کی طرح اپنے بھائی مہاراج کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے تھے۔ وہ گرودیو بڑے بھائی مہاراج کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرا بھائی شیوراج بھی آگیا۔ بھائی مہاراج نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

گرودیو نے کہا "بہت دکھ بھری خبر ہے۔ ہمارا چھوٹا مارا گیا ہے۔ کسی نے اسے قتل کیا ہے۔"

گرودیو سے یہ خبر سن کر دونوں بھائیوں کو صدمہ پہنچا۔ وہ چپ رہے۔ صدمے سے کچھ نہ کہہ سکے پھر مہاراج نے کہا "آہ! ہمارا چھوٹا اس دنیا سے اٹھ گیا۔ کس کی شامت آئی ہے کہ اس نے ہمارے چھوٹے کو قتل کرنے کی جرات کی ہے؟"

گرودیو نے کہا "کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ تہ خانے کے دونوں گارڈز بھی مارے گئے ہیں۔ قاتل کوئی ایک نہیں ہے۔ وہ حویلی میں اپنے پورے گینگ کے ساتھ آیا ہوگا۔ دو کارٹن کی دوائیں بھی چرائی گئی ہیں۔"

حویلی میں جو کچھ ہوتا رہا' گرودیو وہاں کی روداد سناتا رہا لیکن اس کی غیر موجودگی میں چھوٹا بھائی کیسے مارا گیا اور وہاں کیا کچھ ہوتا رہا' یہ گرودیو نہیں جانتا تھا۔ مہاراج نے کہا "چار نادیدہ ماتحتوں کے ساتھ جاؤ اور چھوٹے کی لاش لاکر انتم سنسکار کرو۔ ہم تینوں بھائی اس کی چتا جلنے تک نادیدہ بن کر ایک جگہ شمشان گھاٹ میں رہیں گے پھر ایک دوسرے سے دور ہوجائیں گے۔ اسی میں ہماری بہتری ہے۔ ہمارے دشمن بھی ہماری طرح غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

"میں نے دشمنوں میں اب تک ایک ڈاکٹر انا پورنا کا نام سنا ہے۔ وہ حویلی کے اندر جاکر گم ہوگئی تھی۔"

مہاراج نے کہا "ابھی ہم کسی دشمن کی بات نہیں کریں گے۔ چھوٹے کا صدمہ بھاری ہے۔ پہلے اس کی چتا جل جانے دو پھر ہم کچھ کریں گے۔ تم حویلی میں جاؤ۔"

گرودیو اپنے چار نادیدہ ماتحتوں کے ساتھ حویلی کے اندر آیا۔ نتاشا نے گٹھڑی لے کر نکالتے وقت چور دروازے کو کھولا تھا۔ اسے بند کرنے کا بٹن نہیں دبایا گیا تھا اسی لیے وہ کھلا ہوا تھا۔

گرودیو نے تہ خانے میں جا کر دو گارڈز کے علاوہ اپنے چھوٹے بھائی کی لاش دیکھی۔ وہ صدمے سے اس کے پاس تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ اس کے دونوں بھائی شیوراج اور مہاراج اس کے دماغ میں رہ کر بڑے دکھ سے اسے دیکھ رہے تھے۔ گرودیو نے تین ماتحتوں سے کہا "چھوٹے کی لاش یہاں سے لے جاؤ۔ میں ابھی آؤں گا۔"

تین ماتحتوں نے نمودار ہو کر اس کی لاش اٹھائی پھر نادیدہ بن کر وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد گرودیو نے توجہ سے تہ خانے کو دیکھا تو اسے دونوں الماریاں خالی نظر آئیں۔ وہ ایک دم سے چونک کر خیال خوانی کے ذریعے بولا "مہاراج! آپ دیکھ رہے ہیں۔ دونوں الماریوں کی اہم دستاویزات وہ دشمن لے گئے ہیں۔ ہم تو لٹ گئے۔"

مہاراج نے کہا "اس طرح لٹنے کا غم ہے لیکن چھوٹے کی موت سے زیادہ غم نہیں ہے۔ ابھی کوئی بات نہ کرو۔ صبر کرو۔ واپس آجاؤ۔"

وہ واپس چلا گیا۔ چھوٹے کے انتم سنسکار کی ذمے داری اپنے ماتحتوں کو دے دی گئی۔ تینوں بھائی نادیدہ بن کر موجود رہے۔ صبح ہونے تک چھوٹے کی چتا جلا دی گئی۔ اس کے بعد وہ تینوں ایک دوسرے سے دور چلے گئے۔

پورس نے نتاشا کو اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں لے جا کر اس کے زخم کی مرہم پٹی کر دی پھر خیال خوانی کے ذریعے اس ماتحت کے دماغ میں رہا جو نادیدہ بن کر گرودیو کے اندر سمایا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ گرودیو کے دوسرے دو بھائی بھی اس کے ہم شکل ہیں۔ ان میں سے چھوٹے کا نام شیوراج ہے اور سب سے بڑے بھائی کو وہ عزت اور احترام سے مہاراج کہتے ہیں۔ چھوٹے کو چتا میں جلانے کے وقت شیوراج اور مہاراج نادیدہ بن کر آئے تھے پھر چلے گئے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ دونوں کس شہر میں کہاں رہتے ہیں؟

اور جسے اب تک گرودیو کہا جا رہا تھا' اس کا نام دھرم راج ہے۔ مہاراج نے خیال خوانی کے ذریعے گرودیو دھرم راج سے کہا۔ "پورس کی خفیہ لیبارٹری سے جو دوائیں لائی گئی ہیں انہیں بھی آزماؤ۔"

گرودیو نے اپنے ایک ماتحت کو ایک نادیدہ بنانے والی گولی کا چھوٹا سا ٹکڑا دیا' فلائنگ کیپسول اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کا کین بھی دیا پھر کہا "یہ گولی نگل کر یہاں سے دس میل دور فلائنگ کیپسول کے ذریعے جاؤ۔ وہاں پہنچ کر یہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا خود پر اسپرے کرو۔ میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔"

اس نے حکم کے مطابق گولی کا ننھا سا ٹکڑا نگل لیا لیکن نادیدہ نہ ہو سکا۔ گرودیو کے اندر دونوں بھائی تھے۔ وہ سب حیران ہوئے۔ گرودیو نے اس ماتحت سے کہا "فلائنگ کیپسول کو منہ میں رکھ کر پرواز کرو۔"

اس نے کیپسول کو منہ میں رکھا۔ کچھ بھی نہ ہوا۔ وہ کیپسول بھی نادیدہ بنانے والی گولی کی طرح ناکارہ تھا۔ مہاراج نے کہا۔ "دھرم راج! ہم بہت زبردست دھوکا کھا رہے ہیں۔ اس ماتحت کو اس نئے خفیہ اڈے میں بھیجو جہاں پورس سے چرائی ہوئی تمام دوائیں رکھی گئی ہیں۔"

وہ ماتحت حکم کے مطابق اس نئے اڈے میں گیا۔ اس سے کہا گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کو عارضی طور پر ختم کرنے والی دوا خود پر اسپرے کرے۔ اس نے یہی کیا۔ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا خود پر اسپرے کی۔ گرودیو نے کہا "اب خیال خوانی کی پرواز کر کے میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ بڑی کامیابی سے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا گرودیو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ پتا چل گیا کہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا بھی نقلی ہے۔ اس ماتحت سے کہا گیا کہ وین کے پچھلے حصے میں جتنے کارٹن رکھے گئے ہیں وہ ان میں سے تمام دوائیں نکال کر انہیں استعمال کرے۔ وہ یہی کرنے لگا۔ کتنے ہی کارٹن کی دوائیں نکال نکال کر انہیں آزمانے لگا اور یہ ثابت ہونے لگا کہ تمام نادیدہ بنانے والی گولیاں' فلائنگ کیپسول اور ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوائیں نقلی ہیں۔ وہاں جتنے بھی کارٹن کی دوائیں ہیں' وہ سب ناکارہ ہیں۔

مہاراج نے کہا "مجھے پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا۔ پارس سے چرائے ہوئے کارٹن کی دوائیں اصلی تھیں۔ انہیں کوئی چرا لے گیا اور وہ چرانے والا جانتا تھا کہ باقی تمام دوائیں نقلی ہیں۔"

شیوراج نے کہا "اس سے پہلے کہ ہمارے ماتحت پورس کی خفیہ لیبارٹری میں پہنچتے' اصل دوائیں پورس نے وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیں اور اپنے مخالفین کو دھوکا دینے کے لیے وہاں وہ نقلی دوائیں رکھ دیں جنہیں ہمارے ماتحت اصلی سمجھ کر لے آئے۔"

مہاراج نے کہا "اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پورس وہاں نادیدہ بن کر اپنے مخالفین کا انتظار کر رہا تھا۔ جب شرما اور دوسرے ماتحت وہ دوائیں اس کی لیبارٹری سے لے کر جانے لگے تو وہ شرما کے اندر سما کر حویلی کے تہ خانے تک پہنچ گیا۔"

گرودیو نے کہا "مہاراج! اگر پورس نادیدہ بن کر شرما کے اندر سمایا ہوا تھا تو پھر وہ ہمارے نئے خفیہ اڈے تک پہنچ گیا ہوگا۔ میں نے وہاں نمودار ہو کر شرما کو گولی ماری تھی۔ اس وقت کیا پورس

میرے اندر سمایا نہیں ہوگا؟"

"تم درست سوچ رہے ہو۔ وہ تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے لیے تمہارے اندر ضرور سمایا ہوگا بلکہ وہ اس وقت بھی تمہارے اندر موجود ہوگا۔"

"مہاراج! پھر تو میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔"

"ہاں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ پورس بہت چالباز ہے۔ وہ تمہاری اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔"

"مہاراج! اب تو میں سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔ آپ کالے جادو کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے اس سے نجات دلائیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہمارا ایک بھائی ہماری لاعلمی میں مارا گیا۔ اب کوئی دشمن ہم تینوں بھائیوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ایک بار اسے وارننگ دے دو۔ وہ اپنی سلامتی چاہتا ہے تو تمہارے اندر سے نکل کر تمہارے سامنے ظاہر ہو جائے۔"

گرودیو نے اپنی زبان سے کہا "پورس! میں تم سے مخاطب ہوں۔ یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ سایہ بن کر میرے اندر سما کر میرا بھید معلوم کرتے رہو گے۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہیں جان سے نہ مارا جائے تو باہر آؤ اور میرے سامنے ظاہر ہو جاؤ۔"

اس کے جسم کے اندر اور باہر خاموشی رہی۔ پورس کا ماتحت اس کے اندر سمایا ہوا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پورس نے اس ماتحت سے کہا "اس کی دھمکی میں نہ آؤ۔ جب تک میں باہر نکلنے کو نہ کہوں، تب تک وہیں رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں آؤں گا۔"

پورس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ نتاشا اس سے کہہ رہی تھی "یوں دن رات دشمن کے پیچھے نہ پڑو۔ پچھلی تمام رات جاگتے رہے ہو۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

"میں آرام سے سونے کے لیے سوچ رہا تھا مگر ابھی گرودیو نے دھمکی دی ہے کہ میرا ماتحت اس کے اندر سے نہیں نکلے گا تو مارا جائے گا۔ وہ تینوں بھائی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا کرنے والا ہے؟"

"ایسے تو کوئی نہ کوئی بات ہوتی رہے گی اور تم جاگتے رہو گے۔ ایسا کرو کہ تم سو جاؤ۔ میں اس ماتحت کے دماغ میں رہوں گی۔ اگر ہماری ناکامی اور پریشانی کی کوئی بات ہوگی اور ہمارے ماتحت کو نقصان پہنچنے والا ہوگا تو میں تمہیں جگا دوں گی۔"

"الٹی بات کر رہی ہو۔ تم زخمی ہو۔ تمہیں آرام سے سو جانا چاہیے۔"

"زخم گہرا نہیں ہے۔ بہت معمولی سا ہے اسی لیے تو اب خیال خوانی کرنے لگی ہوں۔"

"اچھا وعدہ کرتا ہوں، آدھے گھنٹے کے بعد سو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ جب جاگ ہی رہے ہو تو میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ جب زخمی ہونے کے باعث میری دماغی توانائی کم ہو گئی تھی تو تم نے میرے چور خیالات کیوں نہیں پڑھے؟"

"میں نے تمہیں بہن بنایا ہے۔ تم پر اندھا اعتماد کرتا ہوں پھر تمہارے دماغ میں گھس کر جاسوسی کیوں کروں؟"

"تم بہت اچھے ہو۔ زبان کے دھنی ہو۔ تم نے قسم کھائی تھی کہ میرے برے وقت پر کام آؤ گے اور تم نے اپنی قسم پوری کی۔ حویلی میں اس نادیدہ دشمن سے مجھے بچالیا۔ تم نہ ہوتے تو شاید وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا یا میرے اندر سما کر یہاں تمہارے پاس پہنچ جاتا۔"

"ہم نے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

"میں بہت دیر سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں مگر تم مصروف تھے۔ میں تم سے بہت متاثر ہو گئی ہوں اور تمہیں سگے بھائی کی طرح چاہنے لگی ہوں اس لیے ایک بات تم سے نہیں چھپاؤں گی۔ پہلی بار تمہاری مدد کرنے اور پارس سے تمہیں بچانے سے پہلے میں تم سے فراڈ کر رہی تھی۔"

"کیسا فراڈ؟"

"تمہیں پھانسنے کے لیے میں نے روشنا کو تمہارے پاس بھیجا تھا۔ روشنا دراصل میری چھوٹی بہن نتالیہ ہے۔ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے اس قدر حسین اور پرکشش بنا دیا کہ تم اس کے دیوانے ہو گئے۔ تم مجھ پر اس قدر اعتماد کرنے لگے کہ میرے چور خیالات سے بھی میرے جھوٹ اور فریب کو سمجھنا نہیں چاہا۔"

"اچھا ہوا کہ میں نے تمہارے چور خیالات نہیں پڑھے۔ تم نے خود ہی سچ کہہ کر مجھے یہ یقین دلا دیا ہے کہ میں تم پر اندھا اعتماد کر کے غلطی نہیں کر رہا ہوں اور یہ میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ جس روشنا کا میں دیوانہ ہوں، وہ تمہاری بہن ہے۔"

"اب اسے روشنا نہیں نتالیہ کہو۔ ہم گرودیو سے نمٹ کر نتالیہ کو پارس کے شکنجے سے نکالیں گے۔"

"میں اسے پارس کے شکنجے سے نکالنے کے لیے نفسیاتی چال چل رہا ہوں۔ یہ جانتا ہوں کہ وہ ممبئی والے میرے بنگلے میں خیریت سے ہوگی۔ چپ چاپ اس کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھ لیتا ہوں۔ پارس منتظر رہتا ہوگا کہ شاید میں نتالیہ کے دماغ میں آؤں گا یا اسے کسی طرح اس بنگلے سے نکال کر لے جاؤں گا اور میں ایسا نہیں کر رہا ہوں۔ پارس کو مایوس کر رہا ہوں۔ اسی طرح مایوس کرتے کرتے ایسی چال چل جاؤں گا کہ وہ نتالیہ کو ڈھونڈتا رہ جائے گا۔"

"مجھے یقین ہے تم میری بہن کو اس کی قید سے نکال لاؤ گے۔"

"اچھا اب میں ذرا اپنے ماتحت کی خبر لوں۔ گرودیو نے اسے دھمکی دی تھی۔"

وہ اس ماتحت کے دماغ میں پہنچا۔ پتا چلا کہ وہ کچھ بے چینی سی محسوس کر رہا ہے۔ پورس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولا "میرے جسم کے کئی حصوں میں ایسی تکلیف ہو رہی ہے جیسے کوئی سوئیاں چبھو رہا ہو اور یہ چبھن جسم کے دوسرے حصوں میں بھی پھیلتی جا رہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کالا جادو کیا جا رہا ہے۔ تمہارے نام کا پتلا بنا کر اس پتلے میں سوئیاں پیوست کی جا رہی ہیں اور ان سوئیوں کی چبھن تمہیں محسوس ہو رہی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس کے اندر سے نکل کر فلائنگ کیپسول کے ذریعے دور چلے جاؤ۔"

اتنی دیر میں چبھن اتنی شدت سے ہو گئی کہ وہ کراہتا ہوا اس کے جسم سے باہر نکلنے پر مجبور ہو گیا۔ گڑگڑاتے ہوئے پورس سے بولا "مجھے بچاؤ۔ کسی طرح بچاؤ۔"

"تم خود بخود اس کے جسم سے باہر نکل آئے ہو۔ تم پر کالے جادو کا اثر ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کا کالا عمل پوری طرح حاوی ہو جائے، وہاں سے فرار ہو جاؤ۔ تم نادیدہ بنے ہوئے ہو۔ صرف کیپسول منہ میں رکھ کر وہاں سے پرواز کرتے ہوئے چلے آؤ۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "مجھے متلی ہو رہی ہے۔"

وہ ابکائیاں لینے لگا جیسے قے کرنا چاہتا ہو۔ جبکہ وہ کسی طرح بھی بیمار نہیں تھا۔ سوئیوں کی چبھن اسے بیمار بنا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ جیب سے فلائنگ کیپسول نکالتا، اچانک قے ہو گئی۔ قے کرتے ہی وہ گولی باہر آگئی اور وہ نمودار ہو گیا۔

اسے دیکھتے ہی گرودیو نے اسے ایک ٹھوکر ماردی۔ ملازم کو بلا کر کہا "وہاں سے وہ گولی اٹھا کر ٹائلٹ کے کموڈ میں ڈال دو۔"

ملازم قے کی غلاظت سے وہ گولی اٹھا کر لے گیا۔ اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ وہ دوبارہ گولی نگل کر نادیدہ ہو سکے گا۔ گرودیو نے اس کی جیبوں کی بلکہ پورے لباس کی تلاشی لی۔ صرف ایک فلائنگ کیپسول برآمد ہوا۔

مہاراج نے اس کے خیالات پڑھ کر گرودیو سے کہا "دھرم راج! یہ پورس نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ پورس یا اس کا کوئی دوسرا ماتحت نادیدہ رہ کر تمہارے جسم کے اندر آئے، تم نادیدہ ہو جاؤ۔"

اس نے فوراً ہی بڑے بھائی کی ہدایت پر عمل کیا اور نادیدہ ہو گیا۔ اس ماتحت کے اندر پہنچ کر بولا "پورس! تم یقیناً اپنے ماتحت کے اندر موجود ہو۔ یہ منظر دیکھو اور اسے سبق کی طرح یاد رکھو کہ ہم صرف ٹیلی پیتھی، تنویمی عمل نہیں جانتے۔ ہمارے پاس صرف نادیدہ بنانے والی گولیاں، فلائنگ کیپسول اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا ہی نہیں ہے۔ ان سب کے علاوہ کالا جادو بھی ہے جس کے ذریعے ہم کانٹے کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور کانٹا خود بخود ہمارے پاؤں سے نکل جاتا ہے۔"

پورس نے کہا "میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں۔ تم سے پہلے نیلماں نامی ایک خطرناک عورت کا کالا جادو دیکھ چکا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ جو لوگ مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں، ان پر کالا جادو اثر تو کرتا ہے لیکن وہ اپنی قوتِ ارادی سے بچ نکلتے ہیں۔"

"ہم نے نیلماں کا نام سنا ہے۔ تم نے ہمارے بڑے بھائی مہاراج کا نام نہیں سنا ہوگا۔"

"میں صرف کالے جادو کا نام جانتا ہوں اور کالا دل رکھنے والے ایسا کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنے بڑے بھائی کو کالا مہاراج کہا کرو۔"

"تمہارے نصیب اچھے ہیں۔ اگر اپنے ماتحت کی جگہ تم میرے اندر ہوتے تو مہاراج تمہیں اس ماتحت کی طرح میرے قدموں میں گرا دیتے۔"

"میرا ایک مشورہ ہے کہ کسی کو چیلنج نہ کیا کرو۔ جو کرنا ہے کر گزرو۔ جیسا کہ کل سے اب تک ہوتا آیا ہے۔ ذرا حساب کرو کہ کل سے تم نے کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟"

"تم نے ہماری لاعلمی میں ہمارے ایک بھائی کو ہلاک کیا ہے۔ تم اس کا بہت برا نتیجہ دیکھو گے۔"

"تم پھر چیلنج کر رہے ہو۔ پہلے گزرے ہوئے حالات کو سمجھو۔ کل سے حویلی میں صرف ہم ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا

رہے تھے۔ کوئی تیسرا بھی تھا۔ اس نے مجھے بھی تمہاری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ میری تیار کردہ تمام اصلی دوائیں لے گیا اور نقلی دوائیں تمہاری حویلی تک پہنچا دیں اور بڑے بڑے ممالک سے تعلق رکھنے والے جتنے راز تھے ان سب کی فائلیں، وڈیو فلمیں اور مائیکرو فلمیں تہ خانے سے لے گیا ہے۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ تمہارے علاوہ ہمارا اور بھی کوئی دشمن حویلی میں تھا۔"

"یقین نہ کرو لیکن تحقیقات تو کرسکتے ہو؟ یہ بھی نہیں کرو گے تو پھر بڑے نقصانات اٹھانے کے بعد عقل آجائے گی۔"

"چلو ہم فرض کرلیتے ہیں کہ وہاں ہمارا کوئی دوسرا دشمن بھی تھا پھر تو تم جانتے ہوگے کہ وہ کون ہے؟"

"ابتدا سے میرے اور پارس کے درمیان دشمنی ہوئی ہے۔ میں نے پہلی بار جو دوائیں تیار کی تھیں، انہیں پارس لے گیا تھا۔ میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ دوسری بار بھی پارس میری دوائیں لے گیا ہے کیونکہ جس ڈاکٹر انا پورنا کے ذریعے میں نے وہ دوائیں تیار کرائی تھیں، وہ بہت پُراسرار ثابت ہورہی ہے۔"

"ہاں ایک ڈاکٹر انا پورنا اس حویلی میں داخل ہوئی تھی پھر وہاں سے باہر نہیں نکلی۔ جس پولیس افسر کی اجازت سے حویلی کے اندر گئی تھی اس افسر کو بھی دوبارہ نظر نہیں آئی۔ کیا تم نے ڈاکٹر انا پورنا کے چور خیالات نہیں پڑھے تھے؟"

"میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے دواؤں کے فارمولوں کی نقل اس کے حوالے کرنے اور اسے خفیہ لیبارٹری میں پہنچانے سے پہلے اس کے خیالات بھی پڑھے۔ اس پر تنویمی عمل بھی کیا تھا اور اس کے خاندان کی پوری ہسٹری معلوم کی تھی لیکن وہ ایک غیر معمولی دماغ رکھنے والی عورت ہے۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر نہیں ہوا اور اس کے چور خیالات مجھے دھوکا دیتے رہے۔"

"کیا ایسا عجیب و غریب دماغ کسی انسان کا ہوسکتا ہے؟"

"ایسا پارس کا دماغ ہے لیکن یہاں ایک ڈاکٹر کا معاملہ ہے۔ میں نے بہت سوچا کہ وہ انا پورنا کون ہوسکتی ہے؟ میری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے کہ نیلماں آتما شکتی کے ذریعے ڈاکٹر انا پورنا بن کر مجھے دھوکا دیتی رہی ہے۔"

گرودیو نے کہا "تمہاری باتیں کچھ سمجھ میں آرہی ہیں۔ ہم اس معاملے کی تہ تک پہنچیں گے۔ اگر وہ نیلماں ہوگی تو ہمارے مہاراج اس سے نمٹ لیں گے لیکن تم نے حویلی میں آکر ہم سے دشمنی کیوں کی؟"

"یہ سوال مجھے کرنا چاہیے۔ تم لوگوں نے میری خفیہ لیبارٹری سے دوائیں چرا کر مجھے اپنا دشمن کیوں بنایا ہے؟"

"ہمیں غیر معمولی دوائیں آسانی سے حاصل ہورہی تھیں۔"

"اور مجھے اپنی دوائیں حاصل کرنے کا حق تھا۔ اس کے لیے حویلی میں جانا پڑا۔ جب دشمنی اور جنگ ہوتی ہے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ صرف آلۂ کار مارے جارہے ہیں یا ان کے ساتھ تمہارا بھائی بھی مارا جارہا ہے۔"

"کیا تم تسلیم کرتے ہو کہ تم نے ہمارے بھائی کو ہلاک کیا ہے؟"

"یقین کرو یا نہ کرو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہارے بھائی کو ہلاک نہیں کیا ہے۔"

پورس نے جھوٹی قسم نہیں کھائی تھی۔ اس نے گرودیو کے بھائی کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اسے ثناشا نے گولی ماری تھی۔ گرودیو نے کہا "ہم اس کی بھی تحقیقات کریں گے۔ کیا تم جانتے ہو کہ ہم تمہاری لیبارٹری سے جتنی دوائیں لائے تھے، وہ سب نقلی اور ناکارہ ثابت ہوئی ہیں۔"

یہ پورس کے لیے نئی اور چونکا دینے والی بات تھی۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے وہ تمام دوائیں آزمائی ہیں؟"

"میں آزمانے کے بعد ہی یہ کہہ رہا ہوں۔ یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ڈاکٹر انا پورنا نے دوائیں تیار کرنے کے سلسلے میں بھی تمہیں دھوکا دیا ہے۔"

پورس نے کہا "نیلماں کے پاس آتما شکتی اور غیر معمولی صلاحیتیں ہیں لیکن اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولیاں، فلائنگ کیپسول اور اینٹی ٹیلی پیتھی دوا نہیں تھی۔ اس نے میری لیبارٹری سے یہ ضرورت پوری کی ہے۔"

"تمہاری باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔ ہم نیلماں کو تلاش کریں گے اور صداقت معلوم کریں گے۔ تمہارے ماتحت کے دماغ میں رہ کر تم سے گفتگو ہوئی اور کچھ معلومات بھی حاصل ہوئیں۔ اب جاؤ۔ تمہارے ماتحت کو گولی ماری جارہی ہے۔"

پورس نے کہا "وہ ایک ماتحت ہے۔ اسے مار کر تم کچھ حاصل نہیں کرسکو گے۔ اس کی جان بخشنے میں تمہارا فائدہ ہے ورنہ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے۔ تم ایک مارو گے، میں تمہارے دس مار گراؤں گا۔"

"تم نے تھوڑی دیر پہلے مجھے مشورہ دیا تھا کہ کسی کو چیلنج نہ کرو اور تم خود ہی کررہے ہو۔ مجھے جو کرنا ہے، وہ میں کررہا ہوں۔"

گولی چلنے کی آواز آئی پھر موت کے سناٹے کے ساتھ پورس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس ماتحت کے مردہ دماغ میں کچھ نہیں رہا تھا۔

خیال خوانی کے دوران میں ثناشا بھی پورس کے ساتھ تھی اور ان کی تمام باتیں سنتی رہی تھی۔ وہ دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ ثناشا نے کہا "تم نے جو وعدہ کیا تھا، آدھے گھنٹے بعد سو جاؤ گے۔ دیکھو پونے دو گھنٹے گزر رہے ہیں۔ گرودیو سے پھر بھی باتیں ہوسکتی تھیں۔"

"ہاں۔ ان باتوں کا ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ میں نے گرودیو کے کالا جادو جاننے والے بھائی مہاراج کو نیلماں کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"ایسی چالیں بعد میں چلی جاسکتی تھیں۔ اب کوئی بات نہ کرو۔ اپنی بہن کی بات مان کر آنکھیں بند کرو۔ دماغ کو ضروری ہدایات دو اور سو جاؤ۔"

پورس اسے محبت سے دیکھ کر مسکرایا پھر اس نے آنکھیں بند کرکے اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دیں۔ اس کے بعد گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ ثناشا نے وہاں سے اٹھ کر کمرے سے باہر آکر دروازے کو بند کردیا پھر دوسرے بیڈ روم میں آکر لیٹ گئی۔ اسے بھی نیند آرہی تھی لیکن اس نے پہلے اپنی بہن ثنالیہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ساحلی بنگلے میں خیریت سے تھی۔ پارس نے اسے وہاں پہنچانے کے بعد کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

اور یہ شاید اس لیے کہ پارس کو ثنالیہ سے نہیں پورس سے دلچسپی تھی۔ اس کے ماتحت یقیناً ثنالیہ کے دماغ میں چھپے رہتے ہوں گے اور پورس کا انتظار کررہے ہوں گے۔ فی الحال ثناشا کو یہ اطمینان تھا کہ بہن خیریت سے ہے۔

وہ بھی آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دے کر سو گئی۔

○☆○

ملی ڈونا نے اس مندر میں نیلماں کو نندہ رانی کے روپ میں پہچان لیا تھا۔ پہلے تو اس نے نندہ رانی کو دیکھ کر سمجھا تھا کہ وہ شی تارا ہے پھر یاد آیا کہ شی تارا کا جسم چتا میں جل کر راکھ ہوگیا تھا۔ لہٰذا نندہ رانی اس کی ہم شکل ہے۔

ملی نے خطرہ محسوس کرکے اس مندر سے دور کسی شہر میں جانے کی دو بار کوششیں کیں لیکن دونوں بار وہ راستے سے بھٹک کر اسی مندر کے سامنے پہنچ گئی۔ اس طرح اور بھی یقین ہوگیا کہ نیلماں کی آتما نندہ رانی کے اندر سما گئی ہے۔ اس نے تیسری بار وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ چند اوباش قسم کے نوجوان اسے اغوا کرکے لے جارہے تھے۔ انہیں شبہ ہوا کہ ملی ڈونا جادو جانتی ہے۔ ایک جوان نے اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کردیا تھا۔

وہ رات گزر گئی۔ دوسری صبح ملی کی آنکھ کھلی تو وہ اسی مندر کے سامنے تھی۔ اس کی غفلت کے دوران میں نیلماں نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

صبح ہوتے ہی اس مندر کے دروازے کو کھول دیا جاتا تھا۔ وہاں کی عورتیں اور مرد پوجا کے لیے وہاں آئے تھے۔ وہ دروازہ دوپہر دو بجے سے دوسری صبح ہونے تک بند رہتا تھا اور وہ وہاں تنہا تپسیا کرنے میں گم ہوجاتی تھی۔ یوگا کا کوئی آسن جمانے کے بعد آتما اس کے جسم سے نکل جاتی تھی۔ وہ ایسی پوجا یا تپسیا تھی کہ اسے وہی جانتی تھی لیکن اس دوران میں جب ملی ڈونا اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی تو اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ تپسیا کے دوران میں بھی وہ مندر کے باہر کی دنیا سے بے خبر نہیں رہتی ہے۔ اس نے ملی ڈونا کو پہچان کر اسے بار بار مندر سے دور جانے سے روکا تھا پھر اسے اپنی داسی بنا لیا تھا۔

صبح نیلماں مندر سے باہر آئی تو ملی ڈونا نے آگے بڑھ کر اُس کے پاؤں چھو کر اس کے سامنے سر جھکا لیا۔ نمستے کرنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑے۔ نیلماں نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ نندہ رانی کے باپ رامو کی جھونپڑی میں آئی۔ اس کے اندر آنے سے رامو اور اس کی بیوی جھونپڑی سے باہر چلے آتے تھے تاکہ نیلماں کو تنہائی میں سکون سے نیند آئے۔ ابھی اس کا ایک بڑا شاندار محل تعمیر کے آخری مرحلے پر تھا پھر وہ جھونپڑی سے محل میں چلی جاتی۔

اس نے جھونپڑی کے دروازے کو اندر سے بند کرکے ملی سے کہا "یہاں دو کمرے ہیں۔ تم ایک کمرے میں آرام کرو۔ یہاں بیٹھنے اور سونے کے لیے صرف چارپائی ہے۔ جب تک تمہیں نیند نہ آئے، تم خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ پارس اور پورس کہاں ہیں؟ اور کیا کررہے ہیں۔ میں نے اپنے عمل سے تمہارے دماغ کے چور حصے کو لاک کردیا ہے۔ کوئی بھی تمہارے اندر آکر تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا اور یہ معلوم نہیں کرسکے گا کہ تم یہاں میرے پاس ہو۔"

وہ ملی ڈونا کو اس کمرے میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں سونے

کے لیے چلی گئی اور اس کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ بلی ایک چارپائی پر آکر بیٹھ گئی۔ اس نے پہلے پارس سے رابطہ کیا پھر کہا "سانس نہ روکنا۔ میں بلی ڈونا ہوں۔"

"میں سانس نہیں روکتا۔ ابھی مجھے زندہ رہنا ہے۔"

"میرا مطلب ہے سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نہ نکالو۔"

"تم تو جہاں بھی جاؤ گی' نکالی جاؤ گی۔ یہ بتاؤ کس ضرورت سے آئی ہو؟"

"میں نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی۔ اس پر کتنی شرمندہ ہوں' یہ میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکوں گی۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ پرانی کہاوت ہے کہ صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔"

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"یہ بھی پرانی کہاوت ہے کہ ناگن کو دودھ پلاؤ تب بھی وہ ڈسنا نہیں چھوڑتی۔"

"فار گاڈ سیک۔ مجھے ناگن نہ کہو۔ میں بہت پچھتا رہی ہوں۔ تم ایک بار صرف ایک بار مجھ سے ملو۔ میں تمہیں اپنی سچائی کا یقین دلاؤں گی۔ تم یقین نہیں کرو گے تو تمہارے سامنے جان دے دوں گی۔"

"میرے سامنے آکر جان دینا ضروری نہیں ہے۔ تم جہاں ہو' وہیں جان دے دو کیونکہ میں تم پر بھروسا کرنے والا نہیں ہوں۔"

"تم میرا دل توڑ رہے ہو۔"

"تمہارا دل توڑنے سے میری گھر والی خوش ہوگی کہ اب میں کسی حسینہ سے دل نہیں لگاتا ہوں۔ تمہیں تو پتا ہے کہ الپا میری گھر والی ہے۔"

"مجھ سے لاکھ دشمنی کرلو مگر تم اتنے فراخ دل ہو کہ کسی کے بھی برے وقت میں کام آتے ہو۔ پچھلی رات میں نے تم سے کہا تھا کہ میں بہت مصیبت میں ہوں۔ میری مدد کرو مگر تم مجھ سے اس قدر ناراض ہو کہ اپنی فراخ دلی بھول گئے ہو؟"

"میں اتنی دیر تم سے باتیں کرکے آزما رہا تھا۔ تم واقعی پچھتا رہی ہو۔ میرے ساتھ جو بے وفائی کی تھی اس پر شرمندہ ہو۔ میں تمہیں دل سے معاف کررہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں تم سے تنہائی میں ملوں گا تو تمہیں یقین آجائے گا۔"

"مجھے بتاؤ کہاں ملو گے؟"

"تم ممبئی کا وہ بنگلا جانتی ہو' جہاں پورس تمہیں لے گیا تھا پھر میں نے اور پورس نے ایک دوسرے کو شکست دینے کے لیے اپنی اپنی ڈی بھیجی تھی۔"

"ہاں میں وہ بنگلا جانتی ہوں لیکن اس سے ہمیں کیا لینا ہے' وہ تو پورس کا ہے۔"

"بے شک وہ پورس کا ہے لیکن جو میں کہوں گا' وہ تم کرو گی تو میری تمہاری ملاقات ضرور ہوگی۔"

"مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں' تم وہاں جاؤ اور پورس کو وہاں ملاقات کے لیے بلاؤ۔ میں بھی وہاں پہنچوں گا۔"

"تم دونوں چالاک ہو۔ کبھی خود نہیں آؤ گے۔ پہلے کی طرح اپنی اپنی ڈی کو بھیجو گے۔ پھر دوائیں اسپرے کرو گے اور پہلے کی طرح میں پھر ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جاؤں گی۔"

"یہ تم جانتی ہو کہ پورس کے پاس ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا نہیں ہے۔ وہ یہ دوا دوسری بار بنا چکا ہے اور دوسری بار بھی دھوکا کھا چکا ہے۔ کوئی اس کی تمام دوائیں چرا کر لے گیا ہے۔"

"وہ دوائیں کس نے چرائی ہیں؟"

"یہ اب تک معلوم نہ ہو سکا۔ وہ مجھ پر شبہ کررہا ہوگا۔"

"تم مجھے ملاقات کے لیے جس بنگلے میں بلا رہے ہو وہاں پورس ضرور آئے گا۔"

"وہ بنگلا نہ سہی۔ میں جہاں بھی تمہیں بلاؤں گا' وہاں میری شرط یہی ہوگی کہ تم پورس کو وہاں کسی طرح بلاؤ۔"

"اگر پورس اس بنگلے میں نہ آنا چاہے تو؟"

"تو کہنا کہ تمہارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ جہاں جاتی ہو کسی مصیبت میں پڑ جاتی ہو اس لیے تم اسی بنگلے میں چھپ کر رہو گی۔ وہ انکار کرے تب بھی یہی کہنا کہ تم ضرور اس بنگلے میں رہو گی۔"

پارس اس لیے بلی ڈونا کو وہاں آکر رہنے کے لیے کہہ رہا تھا کہ پورس کی محبوبہ روشنا (نتالیہ) وہاں تھی۔ وہ دو عورتوں کو ایک جگہ پہنچا کر فساد برپا کرنا چاہتا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ پورس نتالیہ کا دیوانہ ہے۔ بلی ڈونا وہاں جائے گی تو دشمنی میں نتالیہ کو نقصان پہنچانا چاہے گی اور پورس اسے ایسا نہیں کرنے دے گا۔

"پورس میرے پاس آئے گا تو تم دوا ضرور اسپرے کرو گے۔ اس دوا سے مجھے بھی نقصان پہنچے گا۔"

"ابھی تم دعوے کررہی تھیں کہ میرے لیے جان دے سکتی ہو۔ کیا بارہ گھنٹے کے لیے میری خاطر ٹیلی پیتھی سے محروم نہیں ہو سکتیں؟"

"میں تم سے ملنے کے لیے ایسا کرسکتی ہوں لیکن پورس سے نمٹنے کے لیے تم نہیں آؤ گے۔ تمہاری ڈی آئے گی۔"

"پورس پر قابو پانے کے بعد میں تم سے ملاقات کروں گا۔ اس طرح آزماؤں گا کہ تم میرے لیے بہت کچھ کرسکتی ہو۔"

"میں تم سے اپنی وفاداری ثابت کروں گی۔ ابھی پورس کے پاس جا کر معلوم کروں گی کہ میری بات مان کر اس بنگلے میں مجھ سے ملنے آئے گا یا نہیں؟"

"وہ آئے یا نہ آئے۔ تم اس بنگلے میں ضرور جاؤ۔"

"میں ضرور جاؤں گی۔ ابھی پورس کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ پارس کے دماغ سے نکل آئی۔ اسے اپنے اندر نیلماں کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی "پارس اس بات پر اصرار کررہا ہے کہ تمہیں اس بنگلے میں جانا چاہیے۔ اس بنگلے میں ضرور کوئی خاص بات ہے۔ پورس کی کوئی کمزوری وہاں ہے۔ تم سمجھ لو کہ تمہیں وہاں لازماً جانا ہے۔ اب پورس سے رابطہ کرو۔"

وہ رابطہ کرنے کے لیے پورس کے دماغ میں پہنچی تو وہ نیند سے چونک گیا۔ آنکھ کھولتے ہی سانس روک لی۔ بلی ڈونا نے دوسری بار آکر کہا "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں نیند سے جگا دیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم بے وقت سو رہے ہو۔"

پورس نے کہا "میں اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ میں تمہیں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے اندر رہ کر گفتگو کرسکتی ہو یا پھر مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ بولی "تم میرے دماغ میں آسکتے ہو۔"

وہ جانتی تھی کہ وہ اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ نتاشا نے پورس سے کہا تھا کہ وہ آرام سے نیند پوری کرے اور اس نے اپنے دماغ کو چھ گھنٹے تک سونے کی ہدایت کی تھی لیکن پانچ گھنٹے کے بعد ہی بلی ڈونا کی آمد کے باعث وہ بیدار ہو گیا تھا۔

اس نے بلی کے دماغ میں آکر پوچھا "میرے دماغ میں آنا کیا ضروری تھا؟"

"میں پچھلی رات بھی آئی تھی لیکن تم نے مصروفیت کا بہانہ کرکے ٹال دیا تھا۔ میں نے تمہاری خاطر پارس کو چھوڑ دیا۔ اب بے یار و مددگار ہو کر تمہارے پاس نہیں آؤں گی تو اور کہاں جاؤں گی؟"

"تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو' بہترین فائٹر ہو۔ اپنے لیے کہیں بھی جگہ بنا سکتی ہو۔"

"میں تمہارے بنگلے سے نکلنے کے بعد محفوظ پناہ گاہ تلاش کرتی رہی۔ کچھ عرصے محفوظ رہی پھر خطرہ محسوس کرکے اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہوں۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"اب تو میں پارس کے آدمیوں کو ختم کرچکی ہوں۔ اب وہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ تم پہلے کی طرح مجھے اپنے پاس بلا کر رکھ سکتے ہو۔"

"میں ایسے حالات سے گزر رہا ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکوں گا۔ تمہیں کسی محفوظ جگہ پہنچا دوں گا۔"

"محفوظ جگہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ میں اسی ممبئی کے ساحلی بنگلے میں رہنے چلی جاؤں گی۔"

وہ جلدی سے بولا "ہرگز نہیں۔ اس بنگلے میں نہ جانا۔ میں نے اسے لاک کردیا ہے اور اسے لاک کرکے چند دشمنوں کو دھوکا دے رہا ہوں۔"

"تم میری مجبوری سمجھو۔ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہاری ہر مجبوری کو سمجھ سکتا ہوں لیکن میرے موجودہ حالات ایسے ہیں کہ تم سے مل نہیں سکتا۔"

"تم مجھے ٹال رہے ہو۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ تمہارے کترانے کے انداز کو سمجھ نہ سکوں۔ کوئی بات نہیں' میں خود ہی کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرلوں گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ پورس نے اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچا "واقعی وہ بے یار و مددگار ہے۔ میں اس سے گفتگو کے دوران میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ کسی غریب آدمی کی جھونپڑی میں چھپی ہوئی ہے۔ اگر اس کی نیت میں کھوٹ ہوتا تو وہ مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتی۔ اسے اندیشہ رہتا کہ میں اس کے جھوٹ اور فریب کو سمجھ لوں گا لیکن وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا رہی ہے۔ اس نے میرے لیے دماغ کا دروازہ کھول دیا تھا۔"

اس نے بلی ڈونا کے ساتھ خوب صورت لمحات گزارے تھے۔ وہ اس سے کبھی دور نہ جاتی لیکن اس کی ڈی اس بنگلے میں آئی تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی سے محروم کیا تھا۔ وہ مجبور ہو کر کسی دوسری جگہ چھپنے کے لیے اس بنگلے سے دور چلی گئی تھی اور وہ اس کی مدد نہیں کرسکا تھا۔

پورس میں یہ خوبی تھی کہ وہ اپنے ساتھ وفا کرنے والوں کے کام آتا تھا۔ اس نے طے کیا کہ وہ جلد ہی بلی ڈونا کے لیے کچھ کرے گا۔

نیلماں نے بلی سے کہا "پورس نے ممبئی کے اس بنگلے میں تمہیں جانے سے منع کیا ہے۔ وہاں ضرور کوئی اہم بات ہوگی۔ تم کسی کار والے سے لفٹ لے کر ابھی ممبئی کے اس بنگلے میں جاؤ۔"

بلی نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اسی وقت جھونپڑی سے نکل کر تیزی سے چلتی ہوئی سڑک کے کنارے آئی۔ وہاں سے ہر چھ گھنٹے بعد ایک بس گزرتی تھی لیکن وہ اتنا وقت ضائع نہیں کرسکتی تھی۔ حسین تھی' جوان تھی اور پُرکشش تھی۔ اسے دیکھ کر کار والے خود ہی لفٹ دینے کے لیے رک سکتے تھے اور ایسا ہو رہا تھا۔ اس کے سامنے سے گزرنے والی کاروں کی رفتار ایسے سست پڑ جاتی تھی جیسے وہ رکنے والی ہوں لیکن ان کاروں میں بیٹھی ہوئی ان کی بیویاں یا فیملی کے دوسرے افراد ہوتے تھے۔ ان کی موجودگی میں ایسی حسینہ کو لفٹ دے کر وہ رومانٹک نہیں ہو سکتے تھے۔

پھر ایک کار آکر اس کے سامنے رکی۔ اس میں ایک ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا "اکیلی ہو؟ کہاں جانا ہے؟"

وہ بولی "لمبا سفر ہے۔ ممبئی جانا چاہتی ہوں۔"

"میرے ساتھ چلو گی تو سفر مختصر ہو جائے گا۔ میں تمہیں ممبئی تک پہنچا دوں گا۔"

وہ دوسری طرف سے گھوم کر آئی۔ کار کا دوسرا اگلا در کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔ اس

نے پوچھا "تم اکیلی ممبئی جارہی ہو؟"

"ہاں اپنے جوان بھائی کی تلاش میں جارہی ہوں۔ میرے بوڑھے ماں باپ اس کے لیے پریشان رہتے ہیں۔"

"تمہارا بھائی گھر چھوڑ کر کیوں چلا گیا ہے؟"

"اسے فلموں میں ایکٹنگ کرنے اور ہیرو بننے کا شوق ہے۔ وہ ممبئی کے تمام فلمی اسٹوڈیو میں دھکے کھائے گا۔"

وہ بولا "عجیب اتفاق ہے کہ تم مجھے مل گئیں۔ میں فلم انڈسٹری کا ایک مشہور فلم ساز ہوں۔ میری کئی فلمیں سپرہٹ ہوچکی ہیں۔ اب میں نئی فلم کے لیے ایک نئی ہیروئن کی تلاش میں ہوں۔"

"پھر تو آپ میرے بھائی کو انڈسٹری میں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"تم اس کا نام اور تصویر بتاؤ۔ کل صبح اسے تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ تم کہو گی تو اسے فلم میں ایک اچھا سا رول دے دوں گا۔"

وہ بولی "آپ تو ہمارے لیے دیوتا ثابت ہورہے ہیں۔ بھائی بھی مل جائے گا۔ اس کا فلم میں کام کرنے کا شوق بھی پورا ہوجائے گا اور میرے ماں باپ کو بھی اطمینان رہے گا کہ وہ روزگار سے لگ گیا ہے۔"

"میری ایک بات مان لینے سے تمہارا سب کام ہوجائے گا۔"

"آپ کون سی بات منوانا چاہتے ہیں؟"

"تم میری نئی فلم میں ہیروئن کا رول کرو۔"

"میں؟ میں نے کبھی اداکاری نہیں کی ہے۔"

"میں تمہیں سکھادوں گا۔ مجھے تمہارے جیسی حسین اور خوب صورت جسم والی لڑکی کی تلاش تھی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ ہیروئن بننے کے بعد کتنی دولت مند ہوجاؤ گی۔"

وہ اس کے چور خیالات بھی پڑھتی جارہی تھی۔ وہ واقعی ایک فلم پروڈیوسر تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کچھ اداکاری سکھا کر نئی فلم کی ہیروئن یا سائیڈ ہیروئن بنائے گا اور اسے ہیروئن بنانے تک اپنے ایک فلیٹ میں داشتہ بنا کر رکھے گا۔

اس نے پوچھا "ممبئی میں تم کہاں رہو گی؟"

"وہاں میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ میں کسی آشرم میں رہوں گی۔"

"تمہیں کسی آشرم وغیرہ میں نہیں رہنا چاہیے۔ اس شہر میں غنڈوں اور موالیوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ تمہارے خوب صورت جسم کو کھلونا بنادیں گے۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"وہاں میرا ایک فلیٹ ہے۔ میرے ساتھ وہاں رہو۔"

"آپ تو سچ مچ دیوتا ہیں۔ اب تو مجھے رہنے اور کھانے پینے کی بھی پریشانی نہیں ہوگی۔ آپ اتنے اچھے ہیں کہ میں آپ کا ہر حکم مانتی رہوں گی۔"

وہ دل ہی دل میں خوش ہورہا تھا۔ تیز رفتاری سے ڈرائیو کررہا تھا تاکہ جلد سے جلد اسے اپنے فلیٹ میں لے جائے۔ ممبئی پہنچ کر بلی ڈونا نے اس کے دماغ پر حاوی ہوکر راستے سے بھٹکا دیا۔ جوہو کی ساحلی سڑک پر لے آئی۔ وہیں وہ ساحلی بنگلا تھا جہاں پورس اسے لے گیا تھا۔ وہیں پارس اور پورس کی ڈمیوں کی جنگ کے دوران میں پہلی بار بلی ڈونا ٹیلی پیتھی کے علم سے بارہ گھنٹے کے لیے محروم ہوگئی تھی۔

اس نے اس بنگلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ روشنا (نتالیہ) قریبی دکان سے کچھ خریدنے گئی تھی۔ واپس آکر دروازہ بند کررہی تھی۔ بلی نے پروڈیوسر کے دماغ میں رہ کر اسے کار واپس موڑنے پر مجبور کیا۔ وہ ایک ٹرن لے کر اس سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔

وہ بلی کی مرضی کے مطابق کار سے نکل کر اس بنگلے کے دروازے پر آیا پھر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ چند سیکنڈ کے بعد دروازہ کھلا۔ نتالیہ نے ایک اجنبی کو دیکھ کر پوچھا "آپ کون ہیں؟ کیا چاہتے ہیں؟"

وہ بلی کی مرضی کے مطابق بولا "میں مسٹر پورس کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔"

نتالیہ خوش ہوکر بولی "کہاں ہے پورس؟ اس نے کیا کہا ہے؟"

بلی نتالیہ کے دماغ میں گھس کر اس کا نام معلوم کرچکی تھی۔ پروڈیوسر نے کہا "مسٹر پورس نے کہا ہے کہ میں صرف روشنا نام کی لڑکی سے بات کرسکتا ہوں۔"

"میرا نام روشنا ہے۔ مجھے اس کا پیغام دو۔"

"انہوں نے کہا ہے کہ وہ آج رات کو کسی وقت یہاں آئیں گے۔"

وہ خوش ہوکر بولی "پورس کہاں سے آرہا ہے۔ وہ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کررہا ہے۔ اس نے مجھے اس بنگلے میں پہنچا کر بھلا دیا ہے۔"

"وہ رات کو آئیں گے تو آپ ان سے شکایت کریں۔ میں جارہا ہوں نمستے۔"

وہ واپس آکر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرنے لگا۔ بلی کو اپنے فلیٹ کی طرف لے جانے لگا۔ بلی اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر نتالیہ کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اور اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

پارس کے کئی ماتحت باری باری آکر نتالیہ کے اندر رہتے تھے۔ جب وہ پروڈیوسر نتالیہ کو پارس کی آمد کا پیغام دے کر جانے لگا تو اس ماتحت نے پارس کو مخاطب کرکے کہا "جناب! ابھی ایک شخص روشنا کے پاس آیا تھا۔ اس نے پیغام دیا ہے کہ پورس آج رات اس کے پاس آئے گا۔"

پارس نے کہا "یہ بات پورس خیال خوانی کے ذریعے روشنا

سے کہہ سکتا تھا پھر کسی کے ذریعے پیغام دینے کے لیے بنگلے میں کسی کو کیوں بھیجا گیا؟ اور اسے کس نے وہاں بھیجا ہے؟"

پارس اس ماتحت کے دماغ میں تھا۔ ماتحت نے اسے پروڈیوسر کے دماغ میں پہنچا دیا۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ مدھو پور کی ایک بستی کے پاس ایک حسین لڑکی تنہا سڑک پر کھڑی ہوئی تھی۔ پروڈیوسر اسے لفٹ دے کر ممبئی میں اپنے ایک فلیٹ میں لے جانا چاہتا تھا پھر اسے پتا نہیں چلا کہ وہ کیسے پورس کے ساحلی بنگلے میں پہنچ کر روشنا نامی ایک حسینہ کو کسی پورس کی آمد کا پیغام دے کر اپنی کار میں واپس آیا تھا پھر جس حسینہ کو لفٹ دی تھی اسے اپنے فلیٹ میں لے آیا تھا۔

پارس نے اس حد تک سمجھ لیا کہ اس کار میں لفٹ لے کر آنے والی حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے پروڈیوسر کو روشنا (نتالیہ) کے پاس صرف اس لیے بھیجا تھا کہ اس کی آواز سن کر روشنا کے خیالات پڑھ سکے اور وہ خیالات پڑھ رہی ہوگی اسی لیے خاموش تھی۔

فلیٹ میں پہنچ کر پروڈیوسر اسے آغوش میں لینا چاہتا تھا۔ وہ بولی "ابھی نہیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ پہلے کھانے کے لیے کچھ لے آؤ۔"

وہ کھانا لانے گیا۔ پارس نے حسینہ کی گفتگو سنتے ہی پہچان لیا کہ وہ بلی ڈونا ہے۔ جیسا کہ وہ بتا رہی تھی کہ بے یارومددگار ہے۔ پارس اس کی مدد کرے اور پارس نے بلی کو بھڑکایا تھا کہ وہ پورس کے اسی ساحلی بنگلے میں جائے۔ بلی نے یہی کیا تھا اور وہاں جا کر نتالیہ کو روشنا کے روپ میں دیکھ لیا تھا۔

یہ بلی ڈونا اور پارس کو بھی معلوم نہیں تھا کہ روشنا دراصل نتالیہ ہے اور نتالیہ بھی اپنی پچھلی زندگی اور اپنا نام تک بھول گئی تھی۔ نتاشا نے اپنی بہن کا برین واش کیا تھا۔ اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم بھی بھلا دیا تھا۔ وہ خود کو ترکی کے زلزلے کی ایک آفت زدہ لڑکی سمجھ رہی تھی اور پورس کے عشق میں ممبئی چلی آئی تھی۔

پروڈیوسر کچھ سینڈوچز اور کوک کی دو ٹھنڈی بوتلیں لے آیا۔ کہنے لگا "میں بہترین کھانا لانے والا تھا لیکن باہر دنگا فساد ہو گیا ہے۔ یہاں کے ایک غنڈے نے دوسرے غنڈے کو چھرا مار دیا ہے۔ لوگ دکانیں بند کر رہے تھے۔ میں نے جلدی سے یہ خرید لیا ہے۔"

وہ ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ بلی نے کہا "چلو گزارہ ہو جائے گا۔ بہت بھوک لگ رہی تھی۔ کچھ تسلی ہو جائے گی۔"

اس نے ایک سینڈوچ کھاتے ہوئے بوتل سے دو گھونٹ پیے پھر منہ بنا کر بولی "کوک کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔"

پروڈیوسر نے بھی پیتے ہوئے کہا "یہ چھوٹا علاقہ ہے۔ یہاں دو نمبر مال ملتا ہے۔ دکان دار زیادہ کمیشن کے لالچ میں دو نمبر کی چیزیں زیادہ بیچتے ہیں۔ فکر نہ کرو ابھی پولیس والے آئیں گے۔ ان غنڈوں کو پکڑ کر لے جائیں گے پھر شانتی ہو جائے گی۔ ہم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر کریں گے۔"

پارس کسی کام سے چلا گیا تھا پھر اس پروڈیوسر کے دماغ میں چلا آیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بلی اس بنگلے میں نتالیہ کو دیکھنے کے بعد کیا کرے گی؟ نتالیہ کو نقصان پہنچائے گی یا اس سلسلے میں پورس سے کوئی بات کرے گی؟

وہ سینڈوچز کے ساتھ پوری بوتل پی چکی تھی۔ اگرچہ مزہ نہیں آ رہا تھا لیکن وہ ٹھنڈی تھی اور پیاس بجھا رہی تھی پھر وہ ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر سامنے دیوار، دروازے اور کھڑکیوں کو دیکھنے لگی۔ وہ تمام چیزیں آہستہ آہستہ گھومتی ہوئی سی لگ رہی تھیں اور عجیب سا سرور محسوس ہو رہا تھا۔

وہ ذرا لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولی "مال دو نمبر تھا مگر اب اچھا لگ رہا ہے۔ ایک سرور سا محسوس ہو رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہارے جیسی حسینہ سرور اور مستی میں نہ ہو تو کھیلنے کا مزہ نہیں آتا۔ تمہاری بوتل میں آدھی کوک اور آدھی گوا کی شراب تھی۔ یہ اسپیشل قسم کی شراب بڑی ظالم ہوتی ہے۔ مزہ بھی دیتی ہے اور کھوپڑی بھی الٹا دیتی ہے۔"

پارس پہلے ہی اس کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز سے سمجھ گیا تھا کہ اسے نشہ ہو رہا ہے۔ پروڈیوسر اسے مستی میں لا کر مزہ لوٹنا چاہتا تھا لیکن پارس کا فائدہ ہو گیا۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسے محسوس نہ کر سکی۔ وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "تم فلم والے بڑے بدمعاش ہوتے ہو مگر میں پھنسنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ بہت اونچی کوالٹی کی چیز ہوں۔ مجھے صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے بڑے ہیرو ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔"

پارس اس کے چور خیالات پڑھتے ہی الپا سے بولا "فوراً بلی ڈونا کے دماغ میں آؤ اور خاموشی سے اس کے خیالات پڑھو۔"

الپا نے بلی کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ نیلماں کے زیر اثر ہے۔ اس نے پچھلی بار نیلماں کے کہنے پر پارس اور پورس کو پھر سے پھانسنے کے لیے ان سے رابطہ کیا تھا مگر دونوں نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔

پارس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ پورس کے ساحلی بنگلے میں جائے (تاکہ وہاں نتالیہ کو دیکھ کر پورس کے لیے پرابلم بن جائے) دوسری طرف پورس نے بلی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا۔ اس کے لیے ایک خفیہ رہائش گاہ کا انتظام کرے گا لیکن بلی اس ساحلی بنگلے میں نہ جائے۔ اس بنگلے کو لاک کر دیا گیا ہے۔

اس بات نے بلی اور نیلماں کو متجسس کیا کہ اس ساحلی بنگلے کی کوئی اہمیت ہے۔ جہاں پارس، بلی کو بھیجنا چاہتا ہے اور پورس اپنے بنگلے میں جانے سے منع کر رہا ہے۔ یہ بھید معلوم کرنے بلی ممبئی شہر اس پروڈیوسر کے ساتھ آئی تھی۔

یہاں سے حالات رخ بدلنے لگے۔ بلی چالبازی سے نتالیہ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ بلی کے ذریعے نیلماں بھی نتالیہ کے اندر آئی تو آتما شکتی کے ذریعے پتا چلا کہ وہ روشنا نہیں ہے۔ کوئی اور ہے۔

ایک طرف بلی اس پروڈیوسر کے ساتھ اس کے فلیٹ میں گئی تھی تاکہ پروڈیوسر کو اپنا تابعدار بنا کر فلیٹ میں آرام سے محفوظ رہے لیکن بازی الٹنے والی تھی۔ دوسری طرف نیلماں نے روشنا کے دماغ کو کھنگالنا شروع کیا۔ اس کے واش کیے ہوئے برین پر آتما شکتی کے ذریعے تنویمی عمل کیا تو نتالیہ کی یادداشت واپس آنے لگی۔ نیلماں کو معلوم ہونے لگا کہ وہ روشنا نہیں، نتالیہ ہے۔ اس کی بہن نتاشا نے پورس کو پھانسنے کے لیے اسے روشنا کا نیا روپ دیا تھا۔ یہ بہت بڑا راز تھا، جو نیلماں پر کھل گیا تھا۔ دوسری طرف الپا اور پارس کو یہ معلوم ہوا کہ بلی نیلماں کی معمولہ اور تابعدار ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس سے پہلے وہ جے رانگا نامی ایک ایسے چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ تھی جو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپ کر ایک محفوظ زندگی گزار رہا تھا اور اس نے بڑے نایاب جواہرات کا ذخیرہ اپنی کوٹھی کے تہ خانے میں رکھا تھا۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ بلی نے بڑی مکاری سے جے رانگا کو اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ بڑی شاہانہ زندگی گزارنے لگی تھی لیکن بدقسمتی سے وہ احمد آباد گئی تو دوسری بار اس کی ٹیلی پیتھی کا علم بارہ گھنٹے کے لیے ختم ہو گیا اور وہ پھر مصائب میں گرفتار ہو گئی۔

ایسے ہی وقت نیلماں نے اسے اپنی معمولہ اور داسی بنا لیا۔ نیلماں کی آتما اب جس نندہ رانی کے جسم میں رہتی ہے، وہ نندہ رانی بڑی حد تک شی تارا سے مشابہت رکھتی ہے۔ وہ مدھو پور کی بستی کے قریب بہت بڑی زمینوں کی مالکہ بن گئی ہے۔ وہاں اس نے ایک مندر اور دھرم شالا بنوایا ہے اور اپنے لیے ایک شاندار محل تعمیر کرا رہی ہے۔

الپا اور پارس اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے اور پروڈیوسر اس کے حسن و شباب سے کھیلنا چاہتا تھا۔ پارس کو اس سے غرض نہیں تھی کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔ وہ کوئی پارسا اور عزت دار نہیں تھی کہ اس کی آبرو بچانے کی کوشش کی جاتی۔ الپا نے کہا "پارس! یہ جیسی بھی ہے مگر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے بڑے کام کی باصلاحیت عورت ہے پھر میں ایک عورت ہو کر یہ نہیں چاہتی کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اپنی ہوس پوری کرے۔"

پارس نے کہا "تو پھر اسے لٹنے سے بچا لو لیکن اس طرح کہ تمہاری موجودگی ظاہر نہ ہو اور نیلماں کو بھی معلوم نہ ہو کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کی ہے۔"

الپا نے بڑی خاموشی سے بلی ڈونا کے دماغ سے نشے کے اثر کو کم کیا۔ اسے اس حد تک ہوش میں رکھا کہ وہ خود اپنا تحفظ کر سکے۔ جب پروڈیوسر اس کے قریب آیا تو وہ اسے دھکا دے کر بولی "مجھ سے دور رہو۔ ابھی مجھے چڑھی نہیں ہے۔ تم مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو ویسی ہی ایک اور بوتل پلاؤ۔"

وہ بولا "ایک نہیں دس پلاؤں گا مگر ایک بار تو آغوش میں آ جاؤ۔"

وہ نشے میں بولی "تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔ پہلے بوتل نہیں پلاؤ گے تو جوتے ماروں گی اور شور مچاؤں گی۔"

اس نے ایک چیخ ماری۔ پروڈیوسر اپنی سوسائٹی میں عزت دار تھا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "چیخ نہ مارو۔ میں ابھی جاتا ہوں اور ویسی بوتل لے کر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے باہر گیا۔ وہ اپارٹمنٹ تیسری منزل پر تھا۔ وہ تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ الپا نے اس کے قدم لڑکھڑا دیے۔ وہ گرا پھر لڑھکتا ہوا چیختا ہوا نیچے جانے لگا۔

بلی ڈونا بستر پر آ کر اوندھے منہ گر پڑی۔ الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو دیکھا۔ وہ خیال خوانی میں مصروف تھا۔ وہ بولی "ہم نے تمام اہم معلومات حاصل کر لی ہیں پھر خیال خوانی کیوں کر رہے ہو؟"

اس نے کہا "میں خیال خوانی نہیں کر رہا ہوں۔ میرا جو ماتحت روشنا کے دماغ میں تھا وہ میرے اندر آ کر رپورٹ دے رہا ہے۔"

الپا نے پارس کے اندر آ کر سنا۔ وہ ماتحت کہہ رہا تھا "سر! پہلے تو میں نے معلوم کیا کہ روشنا نیند محسوس کر رہی ہے۔ وہ بستر پر آ کر بے وقت لیٹ گئی پھر تھوڑی دیر بعد سو گئی۔ اس کے بعد کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "میری آتما شکتی کہہ رہی ہے۔ چلے جاؤ۔ ایک سیکنڈ میں چلے جاؤ۔"

پارس نے پوچھا "اور تم چلے آئے؟"

ماتحت نے کہا "نہیں سر! میں وہاں موجود رہنا چاہتا تھا لیکن آپ ہی آپ میری سوچ کی لہریں روشنا کے دماغ سے نکل آئیں۔ میں نے دوسری بار خیال خوانی کی پرواز کی لیکن مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے اس پُراسرار عورت نے روشنا کو مار ڈالا ہے۔"

پارس نے یہ تسلیم نہیں کیا "وہ روشنا کو ہلاک کر کے کیا حاصل کرے گی۔ نہیں، اس نے آتما شکتی سے روشنا کے لب و لہجے کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس لیے ہمارے ماتحت کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔"

پارس نے ماتحت سے کہا "تم جاؤ۔ آرام کرو۔ ہم معلوم کریں گے کہ روشنا کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

ماتحت چلا گیا۔ الپا نے کہا "اب بلی ڈونا کے دماغ سے ہی کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ نیلماں اس کے پاس ضرور آئے گی۔"

پارس نے تائید کرتے ہوئے کہا "ہم باری باری بلی ڈونا کے اندر رہیں گے۔ ابھی تم اس کے پاس رہو۔ میں دوسری جگہ مصروف رہوں گا۔"

وہ جے رانگا کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں خاموش اور گمنام رہ کر کیا کرتا رہتا ہے؟ کیا رفتہ رفتہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمزوریاں معلوم کرتا رہتا ہے؟ اور ان کمزوریوں سے آئندہ فائدہ اٹھانے والا ہے؟ اس کی خاموشی اور گمنامی بے مقصد نہیں ہوگی۔

پارس نے سوچا۔ جے رانگا اپنے دماغ میں نہیں آنے دے

گا۔ اس کے کسی ماتحت کے اندر پہنچنا ہوگا۔ یہ بلی ڈونا کے دماغ سے معلوم ہوسکتا تھا کہ جے رانگا کے ماتحتوں اور مسلح گارڈز میں سے کون کون یوگا کا ماہر نہیں ہے؟

اس نے الپا کو دیکھا پھر پوچھا "تم بلی کے دماغ میں نہیں گئیں؟"

"میں گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے نیلماں کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ بلی! تم نشے میں؟ تم تو کبھی پیتی نہیں تھیں؟ میں نیلماں کی آواز سنتے ہی بلی کے دماغ سے نکل آئی۔"

"کیا اس نے تمہیں نکال دیا؟"

"نہیں۔ میں خود نکل آئی ہوں۔ نیلماں نے روشنا کے دماغ میں ہمارے ماتحت کی موجودگی کو سمجھ لیا تھا۔ وہ بلی کے اندر میری موجودگی کو بھی سمجھ سکتی تھی اور ہم نیلماں کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے کہ بلی کے اندر اس دوران میں کوئی خیال خوانی کرنے والا آچکا ہے۔"

پارس نے کہا "تم نے واقعی ذہانت سے کام لیا ہے۔ ایسا کرو کہ نادیدہ بن کر اس فلیٹ میں جاؤ اور بلی کے عمل اور رد عمل سے معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ نیلماں نے روشنا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور بلی کے ساتھ کیا کرنے والی ہے۔"

"تم کہاں مصروف ہو....؟"

"نیلماں نے بلی کے دماغ سے جے رانگا کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔ میں جے رانگا کی محل نما کوٹھی میں نادیدہ بن کر جاؤں گا اور وہاں کے حالات معلوم کروں گا۔"

وہ نادیدہ ہوکر اپنی رہائش گاہ سے چلے گئے۔ الپا نے فلیٹ میں پہنچ کر دیکھا بلی ڈونا بستر پر سے اٹھ گئی تھی اور اب نشے میں نہیں تھی۔ الپا کا خیال تھا کہ نیلماں نے اپنی آتما شکتی سے اس کے نشے کو ختم کیا ہوگا۔ ایسی بات نہیں تھی۔ نیلماں نے بلی کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔ وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک تکلیف محسوس کرتی رہی تھی۔ اس کا نشہ ہرن ہوگیا تھا۔

نیلماں نے اس سے کہا۔ "میں پروڈیوسر کے دماغ میں گئی تھی۔ پتا چلا کہ وہ تمہارے حسن و شباب کو آسانی سے حاصل کرنے کے لئے کوک کی ٹھنڈی بوتل میں شراب ملا کر لے آیا تھا۔ تم نے اسے ایک عام سا بے ضرر آدمی سمجھ کر اس وقت اس کے ارادوں کو نہیں پڑھا اور اس کے فریب میں آکر شراب پی لی۔"

بلی نے کہا۔ "نیلماں! مجھے معاف کردو۔ میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں۔"

"تم اسی لئے زندہ ہو کہ میں نے تمہیں معاف کردیا ہے۔ آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا۔"

"وہ پروڈیوسر کہاں ہے....؟"

"تمہیں وہ نشہ اچھا لگ رہا تھا۔ تم نے اسے دوسری بوتل لانے پر مجبور کیا۔ وہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے تیزی کے ساتھ سیڑھیوں سے اترتے وقت گر پڑا.... کچھ لوگ اسے قریبی اسپتال لے گئے ہیں۔ اب تم لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کرلو۔ میں تمہارے دماغ کو پھر سے لاک کررہی ہوں۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ آنکھیں بند کرکے لیٹ گئی۔ اس کے بعد گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ الپا نادیدہ بن کر اسے دور سے دیکھ رہی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے نیلماں اور بلی ڈونا کے درمیان کیا باتیں ہوتی رہیں۔ اس نے صرف اتنا دیکھا کہ بلی کا نشہ ختم ہوگیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتی رہی تھی جیسے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہی ہو پھر وہ دوبارہ بستر پر لیٹ کر سوگئی تھی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ نیلماں اس کے دماغ پر کسی طرح کا عمل کررہی ہے۔

اگر وہ کچھ معلوم کرنے اس کے دماغ میں جاتی تو نیلماں آتما شکتی سے اس کی موجودگی معلوم کرلیتی اس لئے وہ نہیں گئی۔ اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئی۔ ویسے پارس نے اسے ایک بار بتا دیا تھا کہ کبھی نیلماں کے پاس نادیدہ بن کر جاؤ تو اس سے دور رہا کرو۔ وہ اپنے پوتے سوامی تلک رام بھاٹیا کی طرح غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتی تھی۔ آس پاس کوئی نادیدہ بن کر آئے تو وہ اپنی قوتِ سماعت سے اس نادیدہ کے دل کی دھڑکنیں سن لیا کرتی تھی۔

پارس فلائنگ کیپسول کے ذریعے جے رانگا کی کوٹھی میں پچھلے دروازے سے آگیا۔ جس وقت بلی ڈونا کی دماغی توانائی کمزور پڑ گئی تھی اور وہ احمد آباد میں تھی' تب پارس نے یہ معلوم کیا تھا کہ جے رانگا کی کوٹھی میں داخل ہونے کا ایک ہی کوریڈور ہے۔ وہاں ایسی مشینیں نصب کی گئی ہیں جہاں سے گزرنے والا اگر نادیدہ بھی ہو تو اس کا متحرک ڈھانچا نظر آتا ہے۔ اس طرح جے رانگا کو دشمنوں کی آمد کا علم ہوجاتا تھا۔

پارس نے ڈرائنگ روم میں آکر دیکھا۔ جے رانگا ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا خاص ماتحت اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "جب مالک نے کہا ہے کہ وہ تمہارے ذریعے ہم سے رابطہ کرنے والے ہیں تو وہ ضرور ابھی رابطہ کریں گے۔ وہ شاید کسی معاملے میں الجھے ہوئے ہوں گے...."

یہ کہہ کر وہ ماتحت سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ صوفے پر بیٹھا ہوا شخص جے رانگا نہیں ہے بلکہ اس کی ڈمی ہے۔ یہ بات پارس کو بلی کے چور خیالات سے معلوم ہوچکی تھی کہ جے رانگا کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ایک دوا کے ذریعے ختم ہوچکی ہے۔ اب وہ ماتحت کہہ رہا تھا کہ ان کا مالک ان سے رابطہ کرنے والا ہے۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (37) ویں حصے ملاحظہ فرمائیں
جو کہ 15 دسمبر 1999 کو شائع ہوگا